

فہرست عثمانیہ

دیوبندی، بریلوی تنازع ختم کرنے کے لیے

فیصلہ کن مناظرے

مناظران اہل سنت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

دیوبندی، بریلوی تنازع ختم کرنے کے لیے فیصلہ کن مناظرے

فُتُوحَاتُ نَعْمَانِیَہ

مناظر اہل سنت

رئیس المحدثین و المتکلمین حضرت میرزا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ



انجمن ارشاد المسلمین

۱۴- بہاولپور روڈ ○ مرنگ، لاہور

جملہ حقوق محفوظ!

سلسلہ مطبوعات / 03

نام کتاب :	فتوحات نعمانیہ
مرتب :	حضرت مولانا قاری عبدالرشید
ناشر :	دارالکتاب، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور 042-7235094
طابع :	حنیف سنز
اشاعت :	۱۴۰۰ھ
قیمت :	₹ 100/-



قانونی مشیر _____ باہتمام

مہر عطاء الرحمن ایڈووکیٹ ہائیکورٹس، پاکستان
حافظ محمد ندیم

فون: 0300-4356146, 042-7080020 0300-8477008

عرضِ ناشر

حضرت مولانا قاری عبدالرشید صاحب رحمہ اللہ (د ۱۴۱۳/۱۹۹۲) نے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے سلسلے میں جو کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں، اس راہ میں آپ کو جو تکالیف پیش آئیں بالخصوص اس سلسلے کی کتب کی فراہمی میں آپ نے جو وقتیں برداشت کیں اور جن صعوبتوں سے آپ کو گزرنا پڑا آج ان کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، آپ فرمایا کرتے تھے کہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لیے جو کتب و رسائل ہمارے اکابر نے تحریر فرمائے ہیں وہ بہت کافی ہیں اور اس سلسلے میں از سر نو کاوش سے بہتر ہے کہ اکابر کی نادر و نایاب تحریرات کو تلاش کر کے انہی کو شائع کیا جائے۔

چنانچہ آپ نے انتہائی لگن اور محنت و جانفشانی کے ساتھ اکابر علماء اہل سنت کی بہت سی نادر و نایاب کتب کو ملک بیرون ملک سے تلاش کر کے اپنی زیر نگرانی طبع فرمایا، انجمن ارشادِ مسلمین اور ”جمعیت اہل سنت“ کی طرف سے شائع ہونے والی چھوٹی بڑی کتابیں آپ کی عظیم یادگار ہیں، ان میں متعدد کتب ایسی بھی ہیں جن پر آپ نے وقیع مقدمات تحریر فرمائے ہیں جو بجائے خود مستقل کتاب کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت قاری صاحب نے اپنے اسی جذبہ کے تحت حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم کے بہت سے نادر و نایاب مناظرے اکٹھے کئے تھے اور اپنی زیر نگرانی ان کی خوبصورت کتابت بھی کرائی تھی آپ کا ارادہ تھا کہ ان کے

شروع میں ایک مفصل مقدمہ تحریر کر کے ان سب کو ایک مجموعہ کی شکل میں شائع
 کیا جائے لیکن اجل نے موقع نہ دیا اور آپ کا انتقال ہو گیا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا رَاجِعُونَ۔
 کارکنان انجمن ارشاد المسلمین جو حضرت قاری صاحبؒ کی اس تمنا اور
 آرزو سے واقف تھے انہوں نے ان مناظرات کو ترتیب دے کر ان کے شائع
 کرنے کا اہتمام کیا۔ خدا کے فضل و کرم سے وہ مناظرات زیور طبع سے آراستہ
 ہو کر آپ کے ہاتھوں میں پہنچ گئے۔ اس مجموعہ میں درج ذیل مناظرات شامل ہیں
 (۱) صاعقہ آسمانی بر فرقہ رضا خانی حصہ اول و دوم مع ضمیمہ بارتقہ آسمانی (۲)
 فیصلہ کن مناظرہ (۳) مناظرہ کیا (۴) فتح بریلی کا دلکش نظارہ (۵) مناظرہ علم غیب
 ان مناظرات کا نام ”فتوحاتِ نعمانیہ“ رکھا گیا ہے کیونکہ یہ نام خود
 حضرت قاری صاحبؒ نے تجویز فرمایا تھا، آپ جب ہندوستان کے سفر
 میں لکھنؤ تشریف لے گئے تھے تو آپ نے مولانا نعمانی دامت برکاتہم سے اس
 کا تذکرہ کیا تھا موصوف نے اس پر خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے پسندیدگی
 ظاہر فرمائی تھی۔

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ ان مناظرات سے استفادہ کے وقت
 حضرت مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی صحت و سلامتی کے ساتھ درازی عمر اور
 حضرت قاری عبد الرشید صاحب مرحوم و مغفور کے لیے رفع درجات کی
 دُعا ضرور فرمائیں،

کارکنان انجمن ارشاد المسلمین

مناظرہ سنبھل و در ضلع نیننی تال کی مفصل روداد

فتح الابرار علی الفجار

۲۷ ۱۳ھ

صاعقه آسمانی فرقہ رضا خانی

حصہ اول

مرتبہ

مولانا ابوالمجاہد محمد شمس الدین عابد خلیفہ

انجمن ارشاد المسلمین

۱۴- بہاولپور روڈ، مزنگ لاہور

نقاب ابرجہات بٹایا کسے
بیدار احوال فیض بہار
یہ نور مہر ہوا کہا دیا کسے
محار لون فی اللہ و ہوشدیدا لہا

الحمد للہ تعالیٰ کہ مباحثہ مبہل و روشن بینی تال کی مکمل مفصل روداد

مسمی بہم تاریخی

فتح الابدار علی الفجار

ملقب بہ ۱۳

صاعقہ آسمانی بر فرقہ جنانی

مرتبہ جناب مولانا ابوالحجا بہ محمد عابد صاحب خاصش پیشکش ناظرین کیجاتی ہے

اس روداد میں ص ۶۹ تک اس مباحثہ کی مکمل مفصل کارروائی درج ہے جو آخر خرم مسدودین مابین

اہل سنت و جماعت و فرقہ رضا خانی بتمام درویشی نئی تال ہوا اہل سنت کی طرف سے نہیں لفظ ناظرین حضرت

مولانا مولوی محمد منظور صاحب نعمانی نے پہلی نظر اور رضا خانیوں کی جانب سے مولوی محمد جمالی صاحب الدین

مدرسہ مولوی محمد رضا صاحب بریلوی و صحبت جماعت رضویہ مناظرہ کے وقت سے لے کر ایک مباحثہ کے

عظیم الشان اور مذکورہ بالا مناظرہ کی روداد ہے جو تین روز تک متواتر نہایت زور شور کے ساتھ صرف مسئلہ علم غیب

پر قائم رہا اہل سنت کی طرف سے مولانا مولوی محمد منظور صاحب نعمانی کی جماعت کی طرف سے

نہایت وکیل و ناظرہ جناب مولوی محمد عابد صاحب نعمانی کی جماعت کی طرف سے ایک عجیب

مناظرہ ہوا اور یہ کہ سچا بہانہ کہ اس مناظرہ کے دوران انصاف کیلئے مسئلہ علم غیب کے عقائد فی فیصلہ کردیا جاتی ہے کہ

و ضلالت مقاب القلوب ہی کے تہذیب قدرت میں ہے
باہتمام خاکسار ناظم جمعیت اشاعت اسلام سنہ ۱۳۰۵
عزت ہے مولانا مولانا

فہرستِ عنوانات

صفحہ نمبر

۸	مقدمہ
۱۶	تمہید
۲۰	عرضِ ناشر
۲۲	تمہید و کیفیتِ مناظرہ
۳۰	حفظ الایمان کی عبارت پر مناظرہ
۵۱	مناظرہ کا دوسرا دن
۵۹	مناظرہ بر عبارتِ تَخْذِیرُ النَّاسِ
۶۷	لفظ خاتم النبیین کے معنی حضرت ناولوئیؑ کے نزدیک
۹۲	مناظرہ کا تیسرا دن
۹۲	مناظرہ بے مسئلہ علمِ غیب
۱۰۵	(ضمیمہ) بارقہ آسمانی
۱۱۹	رضا خانی تہذیب کی ننگی تصویر
۱۲۵	فہرست مطالباتِ قسم اول
۱۵۱	فہرست مطالباتِ قسم دوم
۱۵۸	رضا خانی رویداد کے متعلق ایک استفساری خط اور مولانا نعمانی صاحب کی طرف سے اس کا جواب

مقدمہ

بندہ معترف بعجز و قصور خاکسار محمد منظور صانہ اللہ عن الحوادث الشرور و صلح الاحوال فیہ لیس الاکمل

کی طرف سے

برادران دینی کی خدمت میں ایک نخلصانہ اور نہایت ضروری التماس



باسمہ تعالیٰ حامداً و مصلیاً و مسلماً قال اللہ تعالیٰ

و اعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا - (القرآن)

اس پر آشوب زمانہ میں جب کہ مذہب مقدس پر ہر طرف سے ناپاک حملے ہو رہے ہوں جب کہ آریہ سماج ہندوستان کے سات کروڑ فرزند ان توحید کو شہی کے رنگ میں رنگن چاہتے ہوں جب کہ صلیبی پرچم غرناطہ و دمشق کے سبزہ زاروں پر لہرا رہا ہو جب کہ قرطبہ و اندلس کا ذرہ ذرہ مسلمانوں کے خون مقدس سے رنگا جا چکا ہو اور جب کہ چالیس کروڑ فرزند اسلام کو مسیحی ملک گیری نے فضا پر آزادی میں سانس لینا دو بھر کر دیا ہو۔ ضروری اور نہایت ضروری تھا کہ مسلمان خواب غفلت سے بیدار ہوتے اور گرد و پیش کے حالات سے متاثر ہو کر بجائے گھر میں آگ لگانے کے تبلیغ و حفاظت اسلام کو اپنا حقیقی نصب العین قرار دیتے مگر افسوس کہ ان کی بدقسمتی سے آج انہیں میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہو گئے جن کے پاس کوئی حلال ذریعہ معاش نہیں اور نہ ان کو خدا کی رزاقی پر بھروسہ ہے۔ ان کی روزی بس اسی میں ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑائیں اور خانہ جنگیوں میں مبتلا کریں۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ مسلمانوں کو جس قدر نقصان ان مارا ان آستین لے حضرت مولانا کی یہ بصیرت افروز تحریر ہم کو اس غرض سے موصول ہوئی تھی کہ اس کو رو دیا دہندہ کا خاتمہ بنادیا جائے لیکن ہم نے اس کو مقدمہ قرار دینا زیادہ مناسب سمجھا ۱۲ (مرتب)

معیان اسلام سے پہنچا ہے اتنا ظاہر باہر مخالفین یہود و نصاریٰ وغیرہ سے ہرگز نہیں پہنچا ۔

من از بیگانگان گزشتہ نالم

کہ با من آنچہ کرد آشنا کرد

یوں تو یہ گھر کے چور بہت سے فرقوں پر منقسم ہیں لیکن اس وقت مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ خطرناک دو فرقے ہیں۔ ایک رضا خانی دوسرا قادیانی۔ اول الذکر فرقہ اس چودہویں صدی کی مجددیت کے دعویدار مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی آنجنابی کا پیرو ہے۔ اور مومن الذکر فرقہ بھی اسی صدی کی مجددیت اور نبوت کے دوسرے دعویدار مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا پیرو ہے تجربہ شاہد ہے کہ عام مسلمانوں پر آریوں عیسائیوں کا مکر و خداع اس قدر کارگر نہیں ہوتا جتنا کہ ان دونوں فرقوں کی طمع کاریوں کا ان پر اثر پڑتا ہے۔ بالخصوص رضا خانیوں کے جھٹکنڈے اس اعتبار سے آج دنیا میں بے نظیر ثابت ہو رہے ہیں۔ یہ لوگ بڑے بڑے عمامے باندھ کر نیچی نیچی عباتیں پہن کر واعظ یا پیر بن کر عاشقانِ محمدی کا روپ بھر کر آتے ہیں اور اپنے آپ کو اہل سنت و جماعت ظاہر کرتے ہیں اور حق و اہل حق سے متنفر کرنے کے لئے علماءِ حقانی پر ایسے ایسے بے بنیاد و بے اصل اتہامات رکھتے ہیں کہ جو کبھی ابلیس ملعون کو بھی نہ سوجھے ہوں۔ اگرچہ اس سے قبل بھی ہندو گانہ ہوا و ہوس نے اس قسم کی جیاسوز کاروائیاں کی ہیں۔ لیکن سچ یہ ہے کہ اس مجدد البدعات کی ذریت کے کارناموں نے ان سب کو بھلا دیا۔ روافض نے حضراتِ خلفائہ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے برگشتہ کرنے کے لئے یہ کہا تھا کہ وہ اہل بیتِ نبوی کے جانی دشمن تھے تو ان رضا خانیوں نے ایک قدم آگے بڑھ کر یہ اڑانی شروع کی کہ معاذ اللہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں ان کی جنابِ رفیع میں گستاخیاں کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ ایک مسلمان کو جس قدر تعلق حضرت محبوب رب العزت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتا ہے اتنا نہ کسی سے ہوتا ہے نہ ہو سکتا ہے۔ ایک مسلمان بشرطِ طہیۃ مسلمان ہو کسی حد تک اپنے یا اپنے ماں باپ کے متعلق برے کلمات سن سکتا ہے لیکن اگر کوئی ملعون اس کے سامنے سرکارِ ابدِ قرار

دو جہاں کے سردار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبارک و عظم الی یوم القرار کے متعلق کوئی گستاخانہ کلمہ نکالے تو اس کی حمیت ایمانی وغیرت اسلامی کا یہی تقاضا ہوتا ہے کہ اگر بس چلے تو اس کو فی لفظ جہنم رسید کرے ورنہ انتہائی نفرت تو ہو ہی جانی چاہئے۔ اگر اتنا بھی نہ ہو تو وہ ہمارے نزدیک مومن نہیں منافق ہے۔

امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”ما بقاء امت بعد سب نبیہا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیئے جانے کے بعد اس کی امت کی کیا زندگی ہے۔“
اس مجدد البدعات نے مسلمانوں کے اندر اس خاص جذبہ کا احساس کرتے ہوئے یہ چال چلی اور شیاطینِ اِجْن کو بھی شرمادیا اور یہ سفلی عمل کا گر ہوا اور نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے سادہ لوح مسلمانوں میں علمائے اہل سنت کی طرف سے ایک خاص نفرت پیدا ہو گئی اور وہ بے چارے ان کی دامِ تزدیر کا شکار ہو گئے۔ بقول شخصے ع

دامِ ہر گز زمین بود گر فنا شدیم

اور توفیق الہی نے جن کی مساعت کی انہوں نے جب تحقیق کے بعد ان الزامات کو بے اصل و بے بنیاد پایا تو وہ اس فتنہ کے شر سے محفوظ رہے۔

ہم یہ بھی واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ان فتنہ پردازوں کو اس غلط اور شرمناک ،
حقیقت حال پروپیگنڈے کا موقع کیوں ملا۔

برادرانِ ملت اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب ان رضا خانیوں نے اپنے عقیدے کے مطابق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفاتِ مخصوصہ میں شریک کیا۔ اور حضراتِ اولیائے کرام کو سید کُن فیکُون پر بٹھایا۔ مقبولانِ بارگاہِ ایزدی کو لا راد لما قضاہ ولا مانع لما اعطاہ کا مصداق بتلایا اور اس طرح مذہبِ مقدس کو سناتنی دہرم کے قالب میں ڈھال کر امتِ محمدیہ کو گمراہ کرنا شروع کیا۔ تب ان علمائے ربانی نے اپنے فرائضِ مذہبی و منصبی سے مجبور ہو کر ان کے اس غلو اور افراط فی الدین کی تردید کی اور یہ بتلایا کہ مقربینِ بارگاہِ الہی کے لئے ان مراتب کا ثابت

کرنا خداوند تبارک و تعالیٰ اور خود ان حضرات کی بھی نارضا مندی کا باعث ہے۔ تمام وہ صفات قدسیہ جو کسی مخلوق کے لئے زیبا ہو سکتی ہیں وہ ان میں موجود ہیں۔ لیکن ان صفات کا ثابت کرنا خداوند تعالیٰ سے بغاوت کرنا ہے۔

تب ان رضا خانیوں نے عوام کو یہ دھوکا دیا کہ ہم نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی تھی اولیاء کرام کا مرتبہ بڑھایا تھا وہ ان دہائیوں سے نہیں دیکھا گیا یہ بزرگوں سے جلتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اگر غور کیا جائے تو یہ ایسا صریح اور کھلا ہوا دھوکا تھا کہ اس میں کسی مسلمان کا آنا ہی ایک تعجب بالائے تعجب امر تھا۔ کیوں کہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ جس طرح تفریط گمراہی کا باعث ہے اسی طرح افراط بھی۔ اگر یہود حضرات انبیاء علیہم السلام کی تنقیص و توہین کی وجہ سے مورد غضب الہی ہوئے ہیں تو نصاریٰ محض اس وجہ سے کہ انہوں نے سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کے لئے وہ مافوق البشریت صفات ثابت کیں جو اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سزاوار تھیں نہ کسی مخلوق کے لئے خود آقا نے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں ”یا علی یملاک فیک اثنان محب مفرط و مبغض مفرط“ لے علیؑ تمہارے بارے میں دو فرقے ہلاک (گمراہ) ہوں گے۔ ایک وہ جو محبت میں حد سے بڑھے گا اور دوسرا وہ جو عداوت میں افراط کرے گا۔

خود اپنے متعلق ارشاد فرماتے ہیں ”لا تطرواخی کما اطرات النصارى عیسیٰ ابن مریم فانما اعبد اللہ ورسولہ فقولوا عبد اللہ ورسولہ“۔ جس طرح کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی حد سے بڑھایا ہے تم اس طرح مجھ کو میری حد سے نہ بڑھانا میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول۔ پس کہو عبد اللہ ورسولہ“ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ امرنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان نُنزل الناس منازلہم“ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ ہم سب کو اپنے اپنے مرتبوں میں رکھیں“

اسی کا ترجمہ کسی بزرگ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے ع
 گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

الغرض فرق مراتب اور حفظ حدود الیسا بدیہی اور مسلم الثبوت مسئلہ ہے جس کا انکار مسلمان تو کیا
 کوئی سمجھدار انسان بھی نہیں کر سکتا۔ لیکن ان بندگان ہوا و ہو کس نے اس کا نام توہین رکھا۔ اور
 اس شرمناک پروپیگنڈے کے ذریعہ سرزمین ہند میں ایک ادھم مچا دیا۔ فاشیہ حیدر یوم القیامت۔
 کیا قیامت ہے کہ آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے اہل باطل کے مقابلے میں جو جہاد قرآن عزیز
 نے کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان جس پر کار بند رہے، اسلاف کا جو
 لائحہ عمل رہا آج ایک مدعی اسلام جماعت اس کو کفر بتلا رہی ہے۔

انقلاب چہن دھڑ کی دیکھی تکمیل آج قارون بھی کہہ دیتا ہے حاکم کو بخیل
 سامری موسیٰ عمران کو کہے جادوگر لوح محفوظ کو کہتی ہے محرف انجیل
 نصاریٰ نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملے میں افراط سے کام لیا اور ان کو صفات
 خداوندی میں شریک کر کے اپنے نزدیک خدا کے ایک جلیل القدر نبی کی بہت بڑی تعظیم و توقیر کی تو
 اللہ تعالیٰ نے ان کے اس غلو اور حد سے بڑھانے کو کفر اور شرک بتلایا اور ارشاد فرمایا۔

ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل

واما صدیقہ کانا یا کلان الطعام (المائدہ: ۵-۵۵)

یعنی مسیح بن مریم بس ایک رسول ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے
 ہیں اور ان کی والدہ ماجدہ ایک صدیقہ ہیں (تم کیسے ان کو خدائی میں شریک کرتے
 ہو) وہ دونوں تو کھانا کھایا کرتے تھے (جو لوازم بشریت میں سے ہیں)۔

غزوہ احد میں شیطان ملعون نے جب مسلمانوں کی کمر توڑنے کے لئے یہ صدا دی کہ۔

الا ان محمد اقد قتل۔ اے لوگو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔

اور بعض صحابہ رضہ کو کچھ توہمات لاحق ہوئے تو قرآن عزیز نے نہایت عتاب آمیز انداز میں ان توہمات

کی بیخ کنی کرتے ہوئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ عظیم اس طرح بتلایا۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا (الایۃ: آل عمران ۳ = ۱۴۷)

جب کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو از خود رفتہ کر دیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بارے میں خود صحابہؓ کی رائیں مختلف ہو گئیں اور بہت سوں کے دلوں میں کسی خامی کی وجہ سے اُن ہونے خطرات گزرنے لگے تب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صدیقیت کا کرشمہ دکھایا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب عظیم ان الفاظ میں بیان فرما کر کہ۔

مَنْ كَانَ يُعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يُعْبُدُ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ ۖ

اگر کوئی شخص حضور اقدس کے لئے عبادت کرتا تھا تو خبردار ہو جائے کہ ان کی وفات ہو چکی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے اس کو کبھی وفات ہونی نہیں ۖ

اس سیلاب میں بہنے والوں کی دستگیری فرمائی اور روحانیت کے اس بھنور سے نکال کر ساحل پر پہنچایا۔

۱ مسلمانو! اگر یہ بیان مراتب نہیں تو اور کیا ہے؟ واللہ العظیم ہمارا جرم بھی اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ اگر حقیقتاً اولیاء کرام کو خدا یا خدائی کا مالک نہ جاننا حضرات انبیاء علیہم السلام اور سرکارِ دو عالم حبیبِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کے قدوس سے بڑا یا اس کے برابر نہ جاننا بلکہ سب کو اپنے اپنے مرتبوں میں رکھنا اسی کا نام توہین و تنقیص ہے اور اسی میں وہابیت کا راز مضمر ہے تو بے شک ہم وہابی ہیں اور سو جان سے اس وہابیت کے خریدار اور اس مبارک

بے راہ روی پر جس قدر بھی ناز کریں تھوڑا ہے۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا خوب فرمایا ہے ۛ

لو كان رفضا صاحب آل محمد

فليشهد الثقلان اني رافض

یعنی اگر اہل بیت نبوی کی محبت ہی کا نام رفض ہے تو زمین کے بسے والے جنات اور

انسان شاہد رہیں کہ میں سب سے بڑا اور پہلا رافضی ہوں ۛ

مسلمان خبردار ہو جائیں کہ بچہ اللہ تعالیٰ ہم افراط و تفریط دونوں سے بری ہیں۔ جملہ عقائد

و اعمال میں سلف صالحین کی تقلید کو باعثِ نجات جانتے ہیں اور اسی کی برکت سے بدعات سے متنفر

ہیں جس عقیدہ یا عمل میں بدعت کا شائبہ بھی ہوتا ہے اس سے احتراز اولیٰ سمجھتے ہیں کیوں کہ نور اور

نجات ہمارے نزدیک فقط اتباعِ سنت ہی میں منحصر ہے (دیکھو مکتوباتِ امام ربانی ۛ)

بچہ اللہ ہمارا جو عقیدہ ہے اس پر قرآن عزیز اور احادیث نبوی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم و اقوالِ سلف

سے اپنے پاس کافی سند رکھتے ہیں۔ جس وقت جس کا جی چاہے امتحان کر سکتا ہے سارے بزرگان

دین ہمارے سر کے تاج ہیں ان کی محبت کو باعثِ نجات اور ان کی عداوت کو باعثِ شقاوت و محرومی

جانتے ہیں۔ الغرض نہ ہم نیچریوں اور قادیانیوں کی طرح انبیاء علیہم السلام و اولیائے کرام کی شان

میں گستاخ اور ان کی کرامت کے منکر نہ مشرکین اور رضا خانیوں کی طرح ان کی خدائی کے اثبات میں مُصر

بچہ اللہ ہمارا اور ہمارے اکابر کا لائحہ عمل یہ ہے ۛ

یار کا پاس ادب و ادل نا شاد رہے

نالہ تھمت ہوا رکتی ہوئی نہ یاد رہے

بفضلہ تعالیٰ ہمارے اکابر جامعِ شریعت و طریقت ہیں اور آج انہی کی یہ شان ہے ۛ

در کفہ جامِ شریعت در کفہ سندانِ عشق

ہر مونسنا کے نہ داند جام و سندان بافتن

ہاں اس کا کوئی علاج نہیں کہ بنظر انصاف دیکھا ہی نہ جائے ع

ہنرچشم عداوت بزرگ ترعیب است

اندیس حالات بھی جو لوگ ہمارے اکابر کو برا کہیں وہ ان کا کچھ نہیں بگاڑتے اپنے نامہ اعمال کو خراب کرتے ہیں۔ مرشد العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب تھانوی مہاجر مکی نے اپنے نور قلب و قرۃ عین حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے بدگوئیوں کے متعلق کیا خوب لکھا ہے۔

ع آپ ہی بے بہرہ جو معتقد میر نہیں :-

فقط ہذا والسلام آخر الکلام۔

راقم خیر خواہ خلایق خاکسار محمد منظور نعمانی ر

سنبھلی غفرلہ ولوالدیہ -

تمہید

تاریخ دان حضرات پر یہ حقیقت پوشیدہ نہ ہوگی کہ سلطنت مغلیہ کے عروج کے زمانہ میں علوم اسلامیہ کے اعتبار سے سنبھل کو ایک خاص امتیاز حاصل تھا۔ یہاں کے بعض علماء کی سلاطین دہلی کے دربار میں ایسی ہی وقعت تھی جیسی کہ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی اور علامہ سید زاہد ہروی کی۔ لیکن اس اسلامی سلطنت کے انحطاط کے بعد جو سارے ہندوستان میں علم کا زوال شروع ہوا تو اس میں سنبھل بھی برابر کا شریک رہا۔ اور رفتہ رفتہ یہاں بھی علماء کا قحط ہو گیا۔ اہل علم خال خال نظر آنے لگے اور ایک وقت میں وہ بالکل ایک تاریک بستی رہ گئی۔ شیطان ایسے مواقع کا خاص طور پر منتظر رہتا ہی ہے۔ اس نے میدان صاف دیکھ کر بعض شیاطین الانس کی امداد سے قبر پرستی پیر پرستی اور بالخصوص تعزیہ پرستی کو ارکان دین بنا کر رواج دیا۔ یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ شیطانی تعلیم جس قدر کہ باطل ہوتی ہے اسی قدر جلد بھی فروغ پاتی ہے۔

چنانچہ سامری کی تعلیم دربارہ گوسالہ پرستی تعلیمات حقانیہ کے سامنے زیادہ زود اثر ثابت ہوئی۔ ابھی سلطنت کے انحطاط کو پوری صدی نہ گزری تھی کہ یہ سنبھل بدعات کا گوارہ بن گیا اور یہاں کے بیشتر لوگ رافضی یا نیم رافضی ہو گئے۔ اس کے بعد رحمت خداوندی ادھر متوجہ ہوئی اور حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ کی برکت سے محلہ میاں سرائے میں مدرسۃ الشریع قائم ہوا۔ جس کی خدمت ایک عرصہ تک حسب توفیق الہی بعض بشارات نبویہ عالی جناب فاضل حمید الدین صاحب مرحوم مغفور نے انجام دی۔ فجزاھما اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ باغ قاسمی کی قلم بار آور ہوئی اور تھوڑے ہی عرصہ میں سنبھل کے اندر اہل علم خاصی تعداد میں نظر آنے لگے۔

یہ روشنی نہایت سرعت کے ساتھ پھیل رہی تھی کہ حضرت مولانا سراج احمد صاحب مرحوم مغفور نے مدرسہ سراج العلوم کے اجراء سے سنبھل کے خوش طالعے پر چار چاند لگا دیئے۔ ضلالت اور گمراہی

کی کالی کالی گھنگور گھٹائیں پھٹنے لگیں۔ اور بدعت کا بازار روز بروز سرد پڑتا گیا۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ ایک زمانہ میں بدعت کی دوکان بالکل ہی پھکی پڑ گئی اور اس کساد بازاری سے تاجرانِ باطل کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔

یہ بے چارے اپنی ناکامی پر آٹھ آٹھ آنسو رو رہے تھے کہ شومی تقدیر سے مولوی محمد اجمل میاں صاحب بھی اسی زمانہ میں دستِ فضیلت سے سرفراز ہو کر سنبھل تشریف لائے فکرِ معاش دامنگیر ہوئی اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ مسلمانوں میں تفریق کر کے کوئی مکتب یا مدرسہ قائم کیا جائے۔ دو چار شہری اور کچھ دیہاتی بچوں کو گھیر کے حکایات لطیف آمدنامہ وغیرہ شروع کر آیا اُس مکتب یا عالی شان مدرسہ کا افتتاح جہان خان والی مسجد میں ہوا۔ اور خوش قسمتی سے حکومتِ حجاز کا غیر متوقع انقلاب بھی اس زمانہ میں ہوا۔ اور حکومتِ عرب کی باگ تشریف حسین کے ہاتھوں سے نکل کر سلطانِ نجد ابن سعود کے ہاتھوں میں پہنچی۔ وہ رضا خانی جن کی روزی کے دروازے برسوں سے بند ہو چکے تھے کسی ایسی تحریک کے منتظر بیٹھے ہی تھے جھٹ سے میدان میں اترے اور سعودی و شریفی تحریک کے ضمن میں اپنی روٹیاں سیدھی کرنے کے لئے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنی شروع کر دی۔ ہمارے کرم فرما مولوی اجمل میاں صاحب نے بھی اس موقع کو غنیمت جانا اور مسلمانوں کے شیرازہ اتحاد کو منتشر کرنے کے لئے ان رضا خانی مبلغین کو سنبھل بھی بلانا شروع کیا۔ یہ پیشہ ور واعظ اور مذہبی تاجر برابر آتے رہے۔ اور پہلا کام انہوں نے یہ ہی کیا کہ عوامِ مسلمین کو علماء اہل سنت سے برگشتہ کرنے کے لئے ان کی طرف ایسے شرمناک کفریات منسوب کئے کہ جن کو سن کر اہل بیت بھی کانوں پر ہاتھ دھرے۔ چونکہ علماء اہل سنت ہر اس کام سے بچنا اپنا فرض جانتے ہیں جس سے مسلمانوں کا شیرازہ اتحاد منتشر ہو۔ اس لئے انہوں نے کوئی مدافعت کاروائی بھی پسند نہ کی۔ نیز ان کے مشاغل دینی نے ان کو اس کی اجازت دی کیونکہ ان کا حال تو جہادِ اللہ یہ ہے ~

بسودائے جاناں زحمانِ مشغول
بذکرِ حبیب از جہاںِ مشغول

لیکن اس کا تلخ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد عوام کی ذہنیت بدل گئی اور ان کے اندر وہی اسپرٹ پیدا ہو گئی کہ علماء اہل سنت دشمن رسول ہیں۔ ان کی بات سننا حرام۔ ان کی کتابیں دیکھنا گناہ کبیرہ ہے۔ اس کے بعد ان رضا خانیوں نے اپنے ان عقائد فاسدہ کی تبلیغ شروع کی جن کو اگر شرک نہیں تو مفسی الی الشرک ضرور کہا جاسکتا ہے۔ اس وقت ان حضرات کو مجبوراً متوجہ ہونا پڑا۔ لیکن ان فریب کاروں کی شرانگیزیوں نے عوام کے خیالات میں ایک حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ وہ اہل سنت کی بات سننا ہی گوارا نہ کرتے تھے۔ ہم حیران تھے کہ کس طرح ان بھولے بھٹکے مسلمانوں کے کان میں کلمہ حق ڈالا جائے کہ یکایک غیب سے اس کا انتظام ہوا۔ اور ماہ محرم ۱۳۴۷ھ میں رئیس المناظرین جناب مولانا محمد منظور صاحب لغمانی سنبھلی اور جناب مولوی رحمہ اللہ صاحب مدرس اول مدرسہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلی کے مابین درو ضلع منی تال میں مناظرہ ہوا۔ اس مناظرہ کے تیسرے روز کچھ واقعات ایسے پیش آ گئے کہ اس کو کسی شہر کی طرف منتقل کرنا مناسب معلوم ہوا۔ اور بہت سی باتوں کے بعد یہ قرار پایا کہ یہ باقیماندہ مناظرہ سنبھل ہوگا۔ کامل تین ماہ کی خط و کتابت کے بعد اس مناظرہ کی تاریخیں ۲۲۔۲۳۔۲۴ جمادی الاولیٰ مقرر ہوئیں۔ لیکن تاریخ معینہ پر بھی باوجود سفر خرچ روانہ کر دینے کے مولوی رحمہ اللہ صاحب تشریف نہ لائے۔ تب یہاں سے بذریعہ تار ایک نوٹس دیا گیا جس نے ان کو آنے پر مجبور کر دیا۔ اور وہ ۲۴ جمادی الاولیٰ کو معہ اور چند علماء جماعت رضویہ کے وارد سنبھل ہوئے، لیکن چونکہ تیرنستان مناظرہ جناب حضرت مولانا محمد منظور صاحب مظہر سے مناظرہ کرنے کا تلخ مزا درو میں چکھ چکے تھے اس لئے بذات خود مناظرہ نہیں فرمایا بلکہ مولوی حشمت علی صاحب کو بحیثیت ذیل جماعت رضویہ مناظرہ میں پیش کیا۔ اور یہ مناظرہ حسب قرار داد مسئلہ غیب پر تین روز متواتر نہایت زور شور سے جاری رہا۔ ناظرین کرام رونا دہا دیکھ کر خود فتح شکست کا فیصلہ فرمائیں گے۔ ہم اس وقت کوئی رائے زنی بے سود سمجھتے ہیں۔ ہاں اتنا کہنے پر مجبور ہیں کہ بچہ اللہ اس عظیم الشان مناظرہ نے رضا خانیوں پر اللہ کی حجت تمام کر دی۔ اور دنیا نے یہ دیکھ لیا کہ مسئلہ غیب میں ان کے پاس مکڑی کے جلے کے برابر بھی کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ اس کے برعکس آن عزیز

نے اس غیبیہ عقیدہ کا ایسا ہی یلغ روکیا ہے جیسا کہ مشرکین کے بہت سے اوہام باطلہ کا۔
 فالحمد لله علی ایضاح الحق وازہاق الباطل - خدا کا شکر ہے کہ اس نے اس ذریعہ
 سے رضا خانیوں کے کان میں کلمہ سنی ڈلوایا کہ ہمیشہ کے لئے اپنی حجت تمام کر دی۔ اور بہت سے حق پسند
 جو اپنی سادگی کی وجہ سے رضا خانیوں کے دام تزدیر میں پھنس چکے تھے اور رضا خانیوں کے زبردست حامی
 تھے ہمیشہ کے لئے رضا خانیت سے تائب ہو گئے اور جن کے قلوب بدعات کی تاریکیوں سے مسخ ہو
 چکے تھے انہوں نے عار کو نار پر ترجیح دی۔ واللہ حسبہم یوم القیامۃ -

اس کے بعد خاکسار اس عظیم الشان مناظرہ کی رونداد بدیہ ناظرین کو ناچا ہوتا ہے لیکن چونکہ
 اس مناظرہ کے اسباب کا سلسلہ مباحثہ درود ضلع غینی تال پر ختم ہوتا ہے اس لئے اس کی رونداد بھی پیش
 ناظرین کرنی ضروری معلوم ہوتی ہے۔ لہذا ہم اس رونداد کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ پہلے حصہ کے
 اندر مباحثہ درود کی مکمل رونداد درج کریں گے۔ اور دوسرے میں منجھل کے مناظرہ کی۔ اور اللہ تعالیٰ
 سے دعا کرتے ہیں کہ جس طرح اس نے اس مناظرہ سے بہت سوں کو نفع پہنچایا اسی طرح اس کی رونداد
 کو بھی نافع خلافت بنائے آمین ثم آمین۔

خاکسار ابوالجہاد

محمد عابد خلیل

کان اللہ ولوالدیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وكفى رسلا على عباده الذين اصطفى

درو کا یہ مناظرہ جس کی رونماد کا دور ایڈیشن اس وقت آپ کے سامنے ہے اوائل ۱۳۷۴ھ میں ہوا تھا۔ اہلسنت کی طرف سے رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی دامت فیوضہم مناظر تھے اور رضا خانیوں کی طرف سے ان کے مرکزی دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے صدر مدرس مولوی رحمہ اللہ صاحب پہلی مرتبہ اس مناظرہ کی رونماد مناظرہ سنبھل کی رونماد کے ساتھ اسی سال شائع کر دی گئی تھی۔ مگر چونکہ یہ دونوں مناظرے اپنی نوعیت میں بے نظیر تھے اس لئے ان کی رونمادیں بھی بے حد مفید ثابت ہوئیں۔ اور بہت زیادہ مقبول ہوئیں یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ان کے تمام نسخے ختم ہو گئے۔ اور اب بعض احباب کے اصرار سے ان کو دوبارہ طبع کرانا پڑا۔

اس مرتبہ یہ دونوں رونمادیں علیحدہ علیحدہ شائع کی جا رہی ہیں۔ مناظرہ سنبھل کی رونماد "صاحفہ آسمانی حصہ دوم" کے اس ایڈیشن میں ایک نہایت مفید اور قابل دید "تکمید" کا اضافہ بھی کر دیا گیا ہے۔ مناظرہ "درو" کی رونماد "صاحفہ آسمانی حصہ اول" کے متعلق ہم کو صرف اس قدر عرض کرنا ہے کہ اس کے پہلے ایڈیشن کو شائع ہوئے پانچ برس پورے ہو چاہتے ہیں۔ لیکن الحمد للہ کہ مولوی رحمہ اللہ صاحب یا ان کے کسی حواری کی طرف سے اس کی تردید یا تغلیط میں ایک لفظ بھی نہیں لکھا گیا۔ مولوی رحمہ اللہ صاحب اور ان کے رفقاء کی یہ خاموشی ہماری اس رونماد کی بہترین تصدیق اور توثیق ہے۔

پس ہے ع الفضل ما شہدت به الاعداء

ضروری تنبیہ

چونکہ رونماد نویسی کا حق پہلے ایڈیشن میں ادا کر دیا گیا۔ اور مولوی رحمہ اللہ صاحب کی پینچ سالہ خاموشی نے اس رونماد پر مہر تصدیق بھی ثبت کر دی ہے۔ اس لئے اس ایڈیشن میں بغرض تعمیم فائدہ اس قدر تغیر کر دینے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے کہ بعض مقامات پر قوسین کے

درمیان میں توضیحی کلمات کا اضافہ کر دیا جائے یا کہیں کہیں حسب ضرورت مشکل الفاظ کے بجائے دوسرے سہل الفاظ اختیار کر لئے جائیں۔ تاہم اس کی پوری کوشش کی جائے گی کہ ان مواقع پر بھی اصل مضمون اور معنوں محفوظ رہے۔ زیادہ سے زیادہ ہمارے اس تصرف کو روایت بالمعنی کہا جاسکتا ہے۔ اور شرعاً عرفاً۔ اخلاقاً اس کے جواز میں کسی کو کلام نہیں۔

خاکسار ناظم دارالاشاعت سنبھل

مستطیع دوم یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ

تمہید و کیفیت مناظرہ درو ضلع نینی تال

منقذہ ۱۸ جولائی ۱۹۲۸ء

مبسلہ و محمدکلا و مصلیا و مسلما

ناظرین ! یہ درو قصبہ بلدوانی منڈی ضلع نینی تال کے طقات میں ایک موضع ہے جس کے باشندے عموماً روناخانی ہیں۔ حکیم محمد حنیف صاحب ساکن بلدوانی کے ایک عزیز کی شادی اسی درو میں ایک شخص مسیحی پیر بخش کی بہن سے ہوئی تھی۔ چونکہ حکیم محمد حنیف صاحب بفضلہ تعالیٰ سنی اور علماء دیوبند دامت فیوضہم کے متہ ہیں۔ اس لئے پیر بخش کی برادری کے لوگوں نے بائیسے بعض علماء فرترہ روناخانی اس کو اس پر مجبور کیا کہ وہ اپنی بہن کا نکاح فسخ کرانے اور اپنے بہنوئی سے قطع تعلقات کر دے۔ اور وجہ یہ بیان کی کہ وہ حکیم محمد حنیف صاحب کو مسلمان جانتے ہیں۔ اور حکیم صاحب علماء دیوبند کو مسلمان جانتے ہیں۔ اور علماء دیوبند (نعوذ باللہ) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی رکھتے ہیں۔ نہ ختم نبوت کے قائل ہیں نہ حجاج کو مانتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ لہذا حکیم محمد حنیف صاحب علماء دیوبند کو مسلمان جاننے کے وجہ سے کافر ہیں۔ اور پیر بخش کا بہنوئی چونکہ حکیم صاحب کو مسلمان جانتے ہیں اس لئے وہ بھی کافر ہے۔

حکیم صاحب موقوفہ کو جب ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ تکفیر یہ جماعت نے جو الزامات ہم پر لگائے ہیں وہ بالکل بے اصل اور افتراء محض ہیں ہم مجمع عام میں ان کی صغافی دینے کے لئے تیار ہیں۔ لہذا آپ ان علماء کو بلا میں جو ہمارے اور ہمارے اکابر کے متعلق ایسی بے سرو پا

ملہ یہ امر کہ یہ سب کچھ کہہ کر ان کو جواب دینا چاہیے کہ یہ سب کچھ کہہ کر وہ سے جو اس مناظرہ میں از

اول تا آخر دھور ہے۔ خاکسار نے جو عرض کی ہے ان سے حاصل کی ہے ۱۲

بائیں مشہور کرتے ہیں۔ ہم ان کی مواجہت میں ان کا بے اصل اور بے بنیاد ہونا ثابت کریں گے۔ چنانچہ یہی بات قرار پائی۔ اور اس مناظرہ کی تاریخیں ۱۸، ۱۹، ۲۰ جولائی ۱۹۲۸ء مقرر ہوئیں۔ درود کے رضا خانیوں نے مرکز رضا خانیت بریلی سے اپنے علماء کو بلایا اور جناب حکیم محمد حنیف صاحب نے عمدۃ المقرین زبدۃ الواعظین جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب سنبھلی مدظلہ العالی۔ و حامی سنت ماحی بدعت شیرنیتان مناظرہ جناب مولانا مولوی محمد منظور صاحب نعمانی سنبھلی مدظلہ کو دعوت شرکت دی۔

چنانچہ یہ دونوں علمبرداران سنت ۱۷ جولائی کو ملہوانی پہنچے۔ اور ۱۸ کو ۸ بجے داخل درود ہونے ۱۰ بجے اطلاع ملی کہ عالیجناب ثروت یار خان صاحب رئیس و مجسٹریٹ درود نے یہ طے فرمایا ہے کہ بعد از نماز ظہر فریقین کو ایک ایک گھنٹہ تقریر کے لئے دیا جائے گا۔ بعد ازاں کاروائی مناظرہ شروع ہوگی۔ چنانچہ بعد ادا کی گئی نماز ظہر حکیم محمد حنیف صاحب جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب و جناب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہما کو ہمراہ لے کر مقام مناظرہ پر پہنچے جناب مجسٹریٹ صاحب نے اولاً جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب سے تقریر کی استدعا کی۔ مولانا موصوف نے باوجود ناسازشی طبع اس کو منظور فرمایا اور اپنے اسی خاص طرز میں جو قسم ازل نے آپ کو عطا فرمایا ہے (جس کی وجہ سے مخالفین بھی اپنی نجی مجلسوں میں آپ کو سحر بیان کے لقب سے یاد کرتے ہیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ بے مثل اور عظیم الشان فضائل بیان فرمائے جو کبھی رضا خانیوں نے خواب میں بھی نہ سنے ہوں گے۔ بالخصوص اس تقریر کا وہ حصہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی الانبیاء ہونے پر روشنی ڈالی گئی تھی سننے ہی سے تعلق رکھتا تھا۔ پھر اس تقریر کے ضمن میں جب کبھی مولانا یہ فرمادیتے تھے کہ یہ سب فضائل بلکہ اس سے بدرجہا زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھے لیکن پھر بھی آپ مخلوق ہی تھے خالق ہرگز نہیں۔ عجب ہی تھے معبود ہرگز نہیں۔ تو یہ رضا خانی سخت مضطرب اور بے چین ہوتے تھے۔ صدق اللہ عز و جل وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ذکر توحید سے بے ایمانوں کے دل پڑمردہ ہوتے ہیں۔

یہ جادو بھری تقریر ایک گھنٹہ تک جاری رہی۔ اس کے بعد حسب قرار داد ختم کرنی پڑی۔

اس کے بعد جناب مولوی رحمہ اللہ صاحب صدر المدین مدرسہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے تقریر شروع کی۔ اولاً تقریباً ۵ منٹ تک نہایت خوش الحانی کے ساتھ ایک نعتیہ نظم پڑھی اس کے بعد تقریباً ۲۳ منٹ تک مولانا محمد اسماعیل صاحب کی نقل اتاری۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ہی بیان فرمائے۔ لیکن چونکہ مولانا کو مہارت کسی دوسرے فن میں تھی۔ بدیں وجہ مولانا کا اسٹاک ۲۷ منٹ میں ختم ہو گیا۔ اور فرمانے لگے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کے میں نے یہ فضائل بیان کئے ان کی شان میں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی حفظ الایمان میں لکھتے ہیں کہ ”

” اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص الخ “

اس کے بعد حضرت مولانا اشرف علی صاحب کے متفق زہر اگلا شروع کیا۔ لیکن چونکہ مولانا محمد اسماعیل صاحب کی تقریر نے رضا خانیوں کو اس باختہ کر دیا تھا بدیں وجہ باوجود مہارت تامہ مولوی رحمہ اللہ صاحب اس سلسلہ کو بھی دیر تک نہ نبھاسکے۔ بلکہ ۱۳ منٹ کے بعد تقریر ختم کر دینی پڑی الغرض مولوی رحمہ اللہ صاحب نے اوقات پُری کے لئے بہ عمد ہی بھی اختیار کی (جو حکم نبوی منافقین کی علامت ہے) لیکن پھر بھی کچھ کام نہ چلا اور ۴۵ منٹ کے بعد ” الیوم نختتم علیٰ افواہہم “ کا منظر سامنے آ ہی گیا جب مولوی رحمہ اللہ صاحب اس تقریر کو ختم کر کے پلیٹ فارم سے نیچے تشریف لائے تو مولانا محمد منظور صاحب نے مجسٹریٹ صاحب سے سوال کیا کہ کیا مناظرہ شروع ہو گیا یا شروع ہونے میں کچھ دیر ہے ؟ مجسٹریٹ صاحب نے فرمایا کہ میرے نزدیک تو ابھی مناظرہ شروع نہیں ہوا۔ ہاں مولانا (رحمہم اللہ) نے یہ کارروائی قبل از وقت اور خلاف معاہدہ کی۔ مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اگر مناظرہ ابھی شروع نہیں ہوا ہے تو بہتر یہ ہے کہ کارروائی مناظرہ شروع ہونے سے پہلے شرائط مناظرہ ہو جائیں۔ مجسٹریٹ صاحب نے بھی اس تجویز کو منظور فرمایا۔ جب مولوی رحمہم اللہ صاحب نے دیکھا کہ مناظرہ اب شاید ہو ہی جائے گا تو سخت بے چینی اور سرسیمگی کی حالت

میں کھڑے ہو کر فرمانے لگے کہ یہاں مناظرہ کی کوئی ضرورت نہیں یہاں سب ایک خیال کے لوگ ہیں نہ یہاں کوئی نزاع ہے اور جو کچھ تھا بھی اس کا فیصلہ ہو گیا۔ یہ کہہ کر اپنے معتقد خاص عبداللہ کو پکار کر فرمانے لگے کیوں بھی کیا اب بھی یہاں کچھ نزاع باقی ہے ؟

عبداللہ : حضور یہاں اب کچھ جھگڑا نہیں رہا۔ پہلے ہمارا اور پیر بخش کا یہ جھگڑا تھا کہ وہ کہتا تھا کہ حکیم محمد حنیف دیوبندی نہیں ہیں اور ہم کہتے تھے کہ وہ دیوبندی ہیں۔ لیکن اب جب وہ دیوبندی مولویوں کو اپنے ساتھ لائے ہیں تو معلوم ہو گیا کہ وہ بھی دیوبندی ہیں۔ بس اب جب تک پیر بخش اپنے بہنوئی سے تعلقات نہ چھوڑے گا اس کا حقہ پانی ایسے ہی بند رہے گا۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب نے تو سمجھ لیا کہ بس ”سیدہ بود بلائے دلے بجز گزشت“، لیکن یہ نہ سوچا کہ خادمان سنت سے چھپا چھڑانا آسان نہیں۔ مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اول تو یہ محض غلط ہے کہ یہاں کوئی نزاع نہیں۔ میرا اور آپ کا آج یہاں آنا ہی اس کی روشن دلیل ہے اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہاں کسی قسم کا نزاع نہیں تو جانے دیجئے۔ کم از کم میرے اور آپ کے درمیان ہی نزاع ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ آج اسی کا تصفیہ ہو جائے۔ اس کے بعد مولانا صاحب نے جناب مجسٹریٹ صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا جناب کو اس کے متعلق کچھ علم ہے کہ یہاں آج کی تاریخ میں کوئی مناظرہ ہونے والا تھا ؟

مجسٹریٹ صاحب نے فرمایا کہ ایک عرصہ سے یہاں پیر بخش اور ان کی برادری کے لوگوں میں کچھ جھگڑا تھا جس کی تفصیل شاید آپ حضرات کو معلوم ہو چکی ہوگی۔ اب کچھ دنوں سے سنا تھا کہ اس کے تصفیہ کے لئے کوئی مناظرہ ہو گا اور باہر سے علماء کرام تشریف لائیں گے۔ اسی سلسلہ میں فریقین کے آدمیوں نے مجھ سے کہا کہ آپ کوئی ایسی تاریخ مقرر کر دیں جس میں آپ یہاں موجود ہوں تاکہ نقص امن وغیرہ کی طرف سے اطمینان رہے۔ میں نے اپنی ذمہ داری کو سوس کیا اور اپنی فرست کا لحاظ رکھتے ہوئے آج کی تاریخ مقرر کر دی تھی اور اسی وجہ سے آج یہاں موجود ہوں ورنہ ممکن تھا کہ آج کسی دوسری جگہ ہوتا۔

اس کے بعد مولانا منظور صاحب نے مولوی رحمہ اللہ صاحب سے فرمایا۔ کہئے مولانا آپ یہاں کے

حالات سے زیادہ باخبر ہیں یا عالی جناب محطیٹ صاحب ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب : اچھا پتلے میں مناظرہ کے لئے تیار ہوں۔

مولانا محمد منظور صاحب : الحمد للہ ! اب یہ اور طے ہو جانا چاہئے کہ مبحث مناظرہ

کیا رہے گا ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب : مولوی اشرف علی صاحب و مولوی محمد قاسم صاحب و مولوی

خلیل احمد صاحب کا کفر و اسلام۔

مولانا محمد منظور صاحب : کیا ہماری اور آپ کی جماعت میں بس یہی اختلاف ہے یا اور بھی

کچھ مسائل مختلف فیہا ہیں اگر ہیں تو ان کو کیوں چھوڑا جاتا ہے ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب : یہاں نزاع محض اسی میں ہے کہ ان حضرات کو یہاں کے اہلسنت و

جماعت (رضا خانی) کا فرکتے ہیں۔ چونکہ علماء بر صغیر میں تشریفین نے ان کو کافر کہا ہے۔ اور دوسرے لوگ مسلمان

بلکہ مسلمانوں کا پیشوا جانتے ہیں۔ لہذا یہاں اسی پر بحث ہونی چاہئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : اہی حضرت ابھی تو آپ فرماتے تھے کہ یہاں سب ایک خیال کے

لوگ ہیں یہاں کوئی نزاع نہیں۔ اور ابھی چند منٹ کے بعد آپ فرما رہے ہیں کہ یہاں بس مولانا اشرف علی

صاحب وغیرہ کے اسلام و کفر میں نزاع ہے۔ آپ کو کچھ تو اپنی ذمہ داری محسوس کرنی چاہئے۔ رہا جناب

کا یہ فرمانا کہ یہاں بس یہی ایک نزاع ہے۔ اس کے متعلق بھی میں یہیں کے لوگوں سے دریافت کئے لیتا ہوں

اس کے بعد مولانا صاحب نے ایک اجنبی شخص کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ”اومیاں بھائی صاحب فرما

کھڑے ہو جائیے گا۔“ وہ شخص کھڑا ہو گیا۔

مولانا محمد منظور صاحب : اس اجنبی شخص سے مخاطب ہو کر۔ تم جانتے ہو کہ حفظ الایمان

کا مصنف کون ہے ؟

اجنبی : نہیں

مولانا محمد منظور صاحب : تم جانتے ہو کہ مولانا خلیل احمد صاحب کون تھے اور ”برائین قاطعہ“

کس کی کتاب ہے ؟

اجنبی : میں نہیں جانتا !

مولانا محمد منظور صاحب : تم نے تحذیر الناس ” دیکھی ہے یا تم کو معلوم ہے کہ اس میں کیا لکھا

ہے اور وہ کس کی تصنیف ہے ؟

اجنبی : صاحب مجھے کیا خبر تم مولوی مولوی جانو ۔

مولانا محمد منظور صاحب : مولوی رحمہ اللہ صاحب سے مخاطب ہو کر ، مولانا آپ کو معلوم ہوا کہ

ان غریبوں کو تو یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ کس کی کتابیں ہیں اور ان میں کیا مضامین ہیں ۔ اب بتلائیے آپ کا یہ فرمانا کہاں تک سچ ہے کہ یہاں بس یہی نزاع ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب وغیرہ مسلمان ہیں یا کافر ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب : ارے بھائی عبداللہ جو واقعہ ہے تم کیوں صاف صاف نہیں بتلاتے

بس یہی نزاع ہے نا کہ مولوی اشرف علی صاحب مولوی خلیل احمد صاحب مولوی محمد قاسم صاحب جن کو حرمین شریفین کے علماء نے کافر لکھ دیا ہے کافر ہیں یا مسلمان ۔ یا اور بھی کوئی نزاع ہے ؟

عبداللہ : حضور نہیں یہاں بس یہی نزاع ہے ۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : مولانا محمد منظور صاحب سے مخاطب ہو کر : لیجئے مولوی صاحب

اب تو ہمیں کے لوگوں سے معلوم ہو گیا کہ یہاں بس یہی نزاع ہے نہ کوئی اور ؟

مولانا محمد منظور صاحب : مولانا اگر ایسی تفتیشوں اور اس طرح سبق پڑھانے سے کام چلتا ہو

تو مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں انہی آپ کے عبداللہ سے ابھی ۵ منٹ کے اندر اندر اس کے خلاف کہلوادوں

لیکن خیر مجھ کو محض آپ حضرات کی صداقت دکھانی تھی وہ بھلا اللہ آشکارا ہو گئی ۔ اب میں مزید جرح و قدح

کی ضرورت نہیں سمجھتا ۔ اور متوکلا علی اللہ تعالیٰ اعلان کرتا ہوں کہ آپ کے پیش کردہ تینوں مسجوت ہم کو منظور

ہیں اور ہم اپنی طرف سے صرف ایک مسئلہ علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اضافہ کرتے ہیں امید ہے کہ جناب

اس کو غائب فرما کر اپنی آقا کا ثبوت دیں گے ۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب جب یہاں اس مسئلہ پر نزاع ہی نہیں تو اس پر بحث محض بے کار ہے ۔

مولانا محمد منظور صاحب : آپ کے نزدیک تو یہاں کوئی بھی نزاع نہیں تھا۔ اب خدا خدا کر کے تو آپ نے یہ تسلیم کیا ہے کہ یہاں اکابر علماء دیوبند کے کفر و اسلام پر نزاع ہے۔ اب انشاء اللہ آپ یہ بھی تسلیم فرمائیں گے کہ یہاں مسئلہ غیب پر بھی نزاع ہے۔ میں خود جناب مجسٹریٹ صاحب سے دریافت کرتا ہوں ؟ فرمادیں کہ یہاں اس پر نزاع ہے یا نہیں ؟

جناب مجسٹریٹ صاحب : میرے علم میں تو یہی ہے کہ یہاں اس مسئلہ پر بھی نزاع ہے اور اکثر اس کا تذکرہ بھی سننا رہتا ہوں۔

مولانا محمد منظور صاحب : مولوی رحمہ اللہ صاحب سے مخاطب ہو کر : کہئے مولانا جناب تو فرماتے تھے کہ یہاں اس مسئلہ میں نزاع ہی نہیں اور جو کچھ مجسٹریٹ صاحب نے فرمایا وہ بھی جناب نے سنا لیا۔ مولوی رحمہ اللہ صاحب : اچھا آپ مسئلہ علم غیب بھی رکھتے ہیں اس پر بھی بحث کرنے کو تیار ہوں۔ مولانا محمد منظور صاحب : مباحث کی ترتیب کیا رہے گی ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب : پہلے عبارت ”حفظ الایمان“۔ بعد ازاں عبارت ”تسخیر الناس“ اس کے بعد عبارت ”براہین قاطعہ“۔ بعد ازاں مسئلہ علم غیب۔

مولانا محمد منظور صاحب : منظور ہے لیکن مباحثہ کے لئے ایک صدر کا ہونا بھی لازمی ہے اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ عالی جناب مجسٹریٹ صاحب اس جلسہ کے صدر قرار پائیں۔

جناب مجسٹریٹ صاحب : میں ہرگز اس قابل نہیں کہ علماء کے کسی جلسہ کا صدر قرار پاؤں لہذا مجھ کو معاف رکھا جائے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : مجسٹریٹ صاحب سے مخاطب ہو کر : ع خدا جب مال دیتا ہے لیاقت آہی جاتی ہے۔

اس کے بعد فریقین کے اصرار سے عالی جناب مجسٹریٹ صاحب نے صدارت منظور فرمائی۔ بعد ازاں تہذیب و آداب مناظرہ وغیرہ کے متعلق چار شش طس اور بھی پڑھ گئیں۔ یہ بھی پڑھ گیا کہ مسائل کو تقریر کے لئے ۱۰ منٹ دینے جائیں گے اور مجیب کو پندرہ منٹ۔

(شعبہ برصغیر آئندہ)

مولانا محمد منظور صاحب : مولوی رحمہ اللہ صاحب سے مخاطب ہو کر : یہ اور فرمائیے کہ آپ کی جانب سے کون صاحب مناظر ہوں گے ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب : مناظر کی تعیین ہم کل کریں گے ۔

مولانا محمد منظور صاحب : کیا خوب ۔ مناظرہ آج ہوگا اور مناظر کی تعیین کل یہ کہاں کی منطق ہے ۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : مناظرہ آج نہیں کل ہوگا ۔

مولانا محمد منظور صاحب : مولانا ہم اس قدر بے کار نہیں ہیں ۔ ہمارے متعلق درسی خدمات ہیں

یقین فرمائیے میری اور مولانا محمد اسماعیل صاحب کی ذات سے کم دبیش متواطلبہ کا لفع ، نقصان وابستہ ہے لہذا مہربانی فرما کر مناظر کی تعیین فرمائیے تاکہ جلد از جلد کاروائی مناظرہ شروع کی جائے ۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : اپنے ہمراہ بیان سے مشورہ کرنے کے بعد : اچھا میرا نام لکھ لیجئے ۔

اور آپ بھی اپنے مناظر کی تعیین کر دیجئے ۔

مولانا محمد منظور صاحب : جناب کا اسم گرامی ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب : رحمہ اللہ ۔

مولانا محمد منظور صاحب نے مولوی رحمہ اللہ صاحب کا نام لکھ لیا اور فرمایا کہ خاکسار خود ہی مناظر ہوگا ۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) : اگرچہ وقت کی یہ تحدید کردی گئی تھی مگر اس کا عمل صرف وہاں تک ہوتا تھا کہ اصل مقصود امتحان حق فوٹ

نہ ہو ۔ چنانچہ صدر صاحب نے خود فرمادیا تھا کہ جس مناظر کو اس سے زیادہ وقت کی ضرورت ہوگی ان کو زیادہ وقت دیا جائے گا ۔ بشرطیکہ وہ

وقت بے کار اور خارجی باتوں میں ضائع نہ ہو ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ۔ اور حضرت مولانا محمد منظور صاحب مظلہ کی بعض تقریریں آدھ گھنٹے اور پان

گھنٹے کی بھی ہوئیں اور بیس پچیس منٹ سے کم تو حضرت مولانا کی شاید کوئی بھی تقریر نہ ہوئی ہو ۔ اور مولوی رحمہ اللہ صاحب کی کوئی تقریر شاید

۱۰ منٹ سے بڑھی ہو ۔ ورنہ اگر وقت ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جاتی تھی ۔ ہم صدر صاحب کی سخن شناسی کے مشکور ہیں کہ انہوں نے حضرت

مولانا محمد منظور صاحب کو ہر مرتبہ ضرورت کے مطابق وقت دیا ۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا موصوف کی اکثر تقریریں مقدار میں مولوی

رحمہ اللہ صاحب سے دوچند اور سہچند ہیں ۔ فلیحفظ ۱۲ ۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : اس شریف جناب کا :

مولانا محمد منظور صاحب : اس فقر کو محمد منظور کہتے ہیں۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : وہ بزرگ جناب کا سنبھل ہے :

مولانا محمد منظور صاحب : جی ہاں خاکسار سنبھل ہی کہتا ہے۔

حفظ الایمان کی عبارت پر مناظرہ

ان تمام باتوں کے بعد نماز عشاء کی کئی۔ اور اس کے بعد حسب قرارداد ”حفظ الایمان“ کی عبارت پر اس طرح مناظرہ شروع ہوا۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب :

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلاة والسلام
على سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه اجمعين :

اس کے بعد تقریباً ۱۵ منٹ تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ علمی فضائل بیان کئے جو
سب مسلمانوں کو مسلم ہیں، اس کے بعد فرمایا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی یہ شان ہے ان کے متعلق
آپ کے مولوی اشرف علی صاحب ”حفظ الایمان“ میں لکھتے ہیں۔

” پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم لگانا اگر بقول زید صحیح ہو تو در یافت طلبیہ
امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں
حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم
کے لئے حاصل ہے۔“

اس عبارت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو پاگلوں اور چوپاؤں کے علم کے برابر بتایا گیا
ہے اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین ہے اور اسی وجہ سے علماء حرمین شریفین نے ان کو کافر
کہا ہے۔ اور آپ ان کو مسلمان بلکہ اپنا پیشوا جانتے ہیں۔ آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہے۔ کیا ایک
شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے بعد بھی مسلمان رہ سکتا ہے ؟
مولانا محمد منظور صاحب :-

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل
 عليه ونعوذ بالله من شرور افسنا ومن سيئات اعمالنا من
 بهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له ونشهد ان لا
 اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان سيدنا ونبينا وشفيعنا
 وحبيبنا وحبيب ربنا ومولانا محمدا عبده ورسوله الذي
 ارسله بالحق الى كافة للناس بشيرا ونذيرا و داعيا اليه باذنه
 وسراجا منيرا وصلى الله تعالى عليه وعلى اله واصحابه وسلم
 تسليما كثيرا كثيرا يا معين بك نستعين بسم الله الرحمن الرحيم ط
 اما بعد -

معزز حاضرین ! آپ نے مولوی صاحب کی تقریر سنی۔ مولوی صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ مولانا
 اشرف علی صاحب کافر ہیں۔ اور اس کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ نعوذ باللہ مولانا اشرف علی صاحب نے جناب
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے۔ اور جو شخص آنحضرت کی توہین کرے وہ کافر ہے۔ مولوی صاحب
 کے دوسرے جزم میں مجھے کلام نہیں۔ واقعی جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے وہ کافر ہے ملعون
 ہے۔ واجب القتل ہے۔ خدا کی زمین کو اس کے ناپاک وجود سے پاک کر دینا چاہئے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ
 وسلم کی توہین کرنے والے کو مذاہب اربعہ میں پناہ نہیں۔ بلکہ میرے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل مبارک
 کے تسمیہ کی توہین کرنے والا بھی کافر ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور کتاب ”جذب القلوب“
 میں ارقام فرماتے ہیں کہ جو شخص مدینہ طیبہ کی خاک کے متعلق کہے کہ اس میں کہیں بھی غوث بنو نہیں آتی اس کے متعلق
 حضرت امام مالکؒ کا فتویٰ ہے کہ اس کو قید کر دیا جائے۔ اگر توبہ کرے فہما ورنہ تین روز کے بعد قتل کر دیا جائے
 الغرض مولوی صاحب کا یہ فرمانا کہ جو شخص توہین کرے وہ کافر ہے بالکل صحیح ہے۔ تمام مسلمانوں کا یہی
 عقیدہ ہے۔ خود حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ بھی اپنی کتابوں میں یہی لکھتے ہیں۔ اب رہا مولوی صاحب

کی دلیل کا پہلا جز۔ یعنی یہ کہ مولوی اشرف علی صاحب نے العیاذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے۔ بس اسی میں میرا اور مولوی صاحب کا نزاع ہے۔ جو عبارت مولانا نے ”حفظ الایمان“ کی آپ حضرات کو پڑھ کر سنانی ہے اس کا اول اور آخر اگر مولانا پڑھ دیتے تو شاید مجھ کو جواب دینے کی بھی حاجت نہ ہوتی۔ اس سے خود آپ حضرات سمجھ جاتے کہ اس عبارت میں توہین کا شائبہ بھی نہیں۔ مولوی صاحب نے لا تقربوا الصلوة تو پڑھ دیا اور وانت مسکری کا ذکر تک بھی نہ کیا۔ خیر یہ تو مولوی صاحب کی دیانت دار نہ تھی۔ اب میں آپ حضرات کو اس کی حقیقت بتاتا ہوں سنئے !

”حفظ الایمان“ مولانا اشرف علی صاحب مظلہ کا ایک مطبوعہ فتویٰ ہے جس میں تین سوالوں کا جواب ہے۔ پہلا سوال سجدہ تعظیمی کے متعلق ہے۔ دوسرا طواف قبور اولیاء اللہ کے متعلق ہے۔ اور تیسرا سوال یہ ہے کہ ایک شخص جس کا فرضی نام زید ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب بواسطہ کے اعتبار سے عالم الغیب کہتا ہے۔ اس کا یہ عالم الغیب کہنا کیسا ہے ؟ حضرت مولانا مظلہ جواب دیتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں۔ اور اس کی دو دلیلیں بیان کی ہیں۔ پہلی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ عام طور پر شریعت کے محاورات میں عالم الغیب اسی کو کہا جاتا ہے جس کو غیب کی باتیں بلا واسطہ اور بغیر کسی کے بتلانے معلوم ہوں (اور یثان محض اللہ تعالیٰ کی ہے) لہذا مخلوق پر بلا قرینہ علم غیب کا اطلاق موہم شرک ہونے کی وجہ سے ناجائز ہوگا۔ پھر اس مضمون کو قرآن و حدیث سے ثابت فرما کر اسی دعوے پر دوسری دلیل یوں قائم فرماتے ہیں۔ ذرا غور سے سنا جائے۔

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا۔ یعنی آنحضرت صلعم کو عالم الغیب کہنا۔ اگر بقول زید (رضا خانی) صحیح ہو تو دریافت طلب۔ اسی زید سے یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد۔ یعنی اس غیب سے جو لفظ عالم الغیب میں ہے اور جس کی وجہ سے آنحضرت صلعم کو وہ عالم الغیب کہتا ہے۔ بعض غیب ہیں یا کل غیب۔ یعنی یہاں اس میں کلام نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر علوم غیبیہ عطا فرمائے گئے نہ یہاں اس کی بحث ہے۔ بلکہ مولانا ان لوگوں سے دریافت کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہتے ہیں اور کہنا جائز سمجھتے ہیں کہ اے عقل کے دشمنوں ذرا یہ تو بتلا دو کہ تم جو آنحضرت

کی ذاتِ مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کرتے ہو اس لفظ غیب سے تمہاری کیا مراد ہے۔ بعض غیب یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس عالم الغیب کہنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص الیسا بعض عالم غیب کہ کسی کے عالم الغیب کہنے کے لئے جس کی ضرورت تم سمجھتے ہو۔ یعنی مطلق بعض مغیبات کا علم تو زید، عمرو بلکہ ہر صبی مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ تو چاہئے کہ تمہارے اصول پر صب کو عالم الغیب کہا جائے۔ کیونکہ تمہارے نزدیک کسی کے عالم الغیب کہنے کے لئے محض اتنا کافی ہے کہ اس کو غیب کی کسی بات کا علم ہو اور ان حقیر چیزوں کو بھی بعض مغیبات کا علم ضرور ہے کم از کم اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کا علم ہے اور وہ بھی منجملہ مغیبات کے ہے۔ پھر مولانا فرماتے ہیں کہ۔

”پھر اگر (یہ رضا خانی) زید اس کا التزام کرے کہ میں ہاں سب کو عالم الغیب کہوں گا۔ تو پھر علم غیب کو منجملہ کمالاتِ نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے۔ جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالاتِ نبوت سے کب ہو سکتا ہے۔ اور اگر التزام نہ کیا جاوے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے۔“

مولانا ذرا انصاف کو دل میں جگہ دیجئے اور پھر فرمائیے کہ کیا اس عبارت کا وہ مطلب ہے جو جناب نے فرمایا تھا اور جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے ”حسامِ اکھرین“ میں لکھ کر علما و بحرین شریفین کے سامنے پیش کیا۔ یعنی یہ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو پاگلوں اور جانوروں کے برابر بتا دیا۔ یا وہ مطلب ہے جو خاکسار نے عرض کیا۔ ذرا غور تو کیجئے! مولانا تو یہ فرماتے ہیں کہ آپ لوگوں کے اس بیہودہ اصول پر کہ جس کو غیب کی کچھ باتیں بھی معلوم ہوں اس کو بھی عالم الغیب کہا جاسکتا ہے۔ یہ لازم آتا ہے کہ ان حقیر چیزوں کو بھی عالم الغیب کہا جاوے۔ اور جب یہ لازم باطل ہے تو تمہارا اصول باطل ہوا۔ مہربان من مولانا کے نزدیک تو یہ برابری ایسی باطل ہے کہ اس کے بطلان سے آپ کے اصول کے باطل ہونے پر دلیل قائم کر رہے ہیں اگر اس پر بھی کوئی شخص یہ کہے کہ مولانا اشرف علی صاحب نے معاذ اللہ آنحضرت صلعہ کے علم کو حیوانات وغیرہ کے علوم سے تشبیہ دے دی تو اس کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں اللہ مقلب القلوب ہدایت فرمائے۔

اس کے بعد میں مناسب سمجھتا ہوں کہ خود حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے جو جواب اس الزام کا دیا ہے اس کو بھی باختصار نقل کر دوں تاکہ معلوم ہو جائے کہ خود مصنف حفظ الایمان کا اس بارہ میں کب خیال ہے۔

جناب مولانا قاضی حسن صاحب، حضرت مولانا کھٹانوی مدظلہ کو خط لکھتے ہیں کہ مولوی رضا خان صاحب بریلوی آپ کے متعلق یہ لکھتے ہیں کہ آپ نے معاذ اللہ حفظ الایمان میں یہ تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچہ اور ہر پاگل اور ہر جانور کو حاصل ہے۔ کیا کہیں حفظ الایمان میں آپ نے یہ لکھا ہے۔ کیا آپ کا یہ عقیدہ ہے۔ اگر آپ کا یہ عقیدہ نہیں تو آپ اس شخص کو کیسا سمجھتے ہیں جو ایسا خبیث عقیدہ رکھے۔

حضرت مولانا جواب دیتے ہیں۔

”میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا۔

لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گزرا۔

میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا جیسا کہ اخیر میں عرض کروں گا۔

جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں..... تو میری مراد کیسے ہو سکتا ہے ؟

جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحتاً یا اشارتاً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج

از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم

خز بنی آدم صلعم کی۔

اس کے بعد حضرت مولانا نے اس الزام کا مفصل جواب بھی دیا ہے اور اس عبارت کا مطلب بیان

کیا ہے جس کو پڑھ کر سننے کی اب حاجت نہیں رہی۔ کیونکہ میں نے جو جواب دیا ہے وہ اسی سے ماخوذ ہے پھر اسی تحریر کے خاتمہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ۔

”بفضلہ تعالیٰ میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ ہمیشہ سے آپ کے افضل المخلوقات

فی جمیع کمالات العلمیہ والعملیہ ہونے کے باب میں یہ ہے ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر (از بسط الیمان)

حاضرین ! اللہ ذرا انصاف سے کام لیجئے جو شخص اس عقیدہ کو نصیث قرار دے اس کے معقّد کو خارج از اسلام بتائے، اپنا عقیدہ یہ تحریر کرے کہ " بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر " اس کی عبارت میں قطع برید کر کے اس کی طرف اس عقیدہ کو منسوب کرنا کس قدر انصاف کا خون کرنا ہے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : اپنے مخصوص لہجہ میں : ۷

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا

جو چیرا تو ایک قطرہ خون نہ نکلا

مولوی صاحب ! آپ نے مجھ پر یہ الزام لگایا ہے کہ میں نے حفظ الایمان کی اس عبارت کا اول و آخر نہیں پڑھا۔ بے شک میں نے ساری کتاب نہیں پڑھی اور نہ اس کی ضرورت تھی۔ جتنی عبارت میں آنحضرت صلعہ کی توہین تھی میں نے کل پڑھ کر سنادی اس میں اگر میں نے کوئی لفظ چھوڑا ہو تو آپ مجھ سے شکایت کر سکتے ہیں۔ حاضرین پھر سن لیں وہ عبارت یہ ہے۔

" پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا الخ (الاختصار من المرتب)

اس عبارت کو کوئی تعلق ماقبل یا مابعد سے نہیں۔ یہ پھر کا لفظ خود اس کو بتلاتا ہے کہ یہاں سے کوئی نئی بات شروع ہوتی ہے جس کا ماقبل سے کوئی تعلق نہیں۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اس عبارت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو حیوانات اور پانگوں کے علم سے تشبیہ نہیں دی گئی حالانکہ اس میں صاف ایسا کا لفظ موجود ہے جو تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے۔ افسوس ! ایک شخص آنحضرت صلعہ کی توہین کرتا ہے آپ کے علم کو پانگوں اور جانوروں کے برابر بتاتا ہے اور آپ اسے مسلمان ثابت کرنے کے لئے ایسے ایسے رکیک احتمالات پیدا کرتے ہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : اس وقت ہمارے فاضل مخاطب نے میری تقریر کے جواب میں محض

دو باتیں کہی ہیں۔ ایک یہ کہ عبارت زیر بحث کو اول و آخر سے کوئی تعلق نہیں۔ دوسری یہ کہ اس عبارت میں لفظ ایسا ہے جو تشبیہ کے لئے آتا ہے لہذا اس عبارت میں ضرور تشبیہ ہے۔ میں بالترتیب اس کا جواب دینا

ہوں۔ غور سے سنئے۔

اس عبارت کو ماقبل سے بھی تعلق ہے اور مابعد سے بھی۔ اس عبارت سے پہلی عبارت تو اس کو بتلاتی ہے کہ گفتگو اس میں نہیں کہ آنحضرت صلعم کو غیب کی کتنی باتوں کا علم تھا اور کوئی دوسرا علوم غیبیہ میں آپ کے برابر ہے یا نہیں۔ بلکہ محض اس میں ہے کہ آنحضرت صلعم کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق جائز ہے یا نہیں۔ اس عبارت سے چند سطر پہلے یہ چند فقرے موجود ہیں جو صاف بتلا رہے ہیں کہ محض اطلاق کی بحث ہے نہ علم غیب کی مقدار کی۔ فقرہ ۱۔ تو بلا قرینہ مخلوق پر علم غیب کا اطلاق موہم شرک ہونے کی وجہ سے ناجائز ہوگا۔ فقرہ ۲۔ اسی لئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہ ہوگا۔ فقرہ ۳۔ اور اگر کسی ایسی تاویل سے ان الفاظ کا اطلاق جائز ہو تو خالق و رزاق وغیرہما کا بتاویل اسناد الی السبب کے بھی اطلاق کرنا جائز ہوگا۔ کیونکہ آپ ایجاد اور بقائے عالم کے سبب ہیں۔ فقرہ ۴۔ جس طرح آپ پر عالم الغیب کا اطلاق اس تاویل سے جائز ہوگا۔ الخ

ان فقروں سے معلوم ہوتا ہے کہ بحث محض اطلاق لفظ عالم الغیب کے جواز و عدم جواز کی ہے نہ آنحضرت صلعم کے علم شریف کے مقدار کی۔ یہ تو تھا عبارت کا اول سے تعلق۔ اب آخر سے سنئے۔

اس عبارت سے چند سطر بعد مولانا کی یہ عبارت موجود ہے۔ "نبوت کے لئے جو علوم لازم و ضروری ہیں وہ آپ کو (صلی اللہ علیہ وسلم) بتمامہ حاصل ہو گئے تھے۔" جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کے نزدیک آنحضرت صلعم کو تمام علوم لازمہ نبوت حاصل تھے۔ انصاف شرط ہے جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایجاد عالم و بقاء عالم کا سبب سمجھے اور یہ عقیدہ رکھے کہ آنحضرت صلعم کو تمام علوم لازمہ نبوت حاصل تھے کیا وہ زید و عمرو وغیرہ کے علم کو علوم محمدی کے برابر بتا سکتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ عبارت زیر بحث سے پہلے عبارت تو اس کو بتاتی ہے کہ گفتگو محض اطلاق میں ہے نہ کہ رسول اللہ صلعم کے علم شریف کی مقدار میں۔ اور بعد کی عبارت اس کو بتاتی ہے کہ مولانا کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام علوم لازمہ نبوت آنحضرت صلعم کے لئے حاصل تھے۔ اب تو جناب

کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ عبارت زیر بحث کا اول و آخر سے کیا تعلق ہے۔

یہ تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ مولوی رحمہ اللہ صاحب نے اثنائے تقریر میں فرمایا کہ لفظ ”پھر“ کا آپ کے پاس کیا جواب ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے کوئی نئی بات شروع کرنی چاہتے ہیں جس کا اول و آخر سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ بھی بتلائیے کہ عربی میں اس ”پھر“ کا ترجمہ کیا کیا جائے گا ؟

مولانا نے جواب دیا کہ یہ لفظ ”پھر“ یہاں اُسی موقع پر استعمال کیا گیا ہے جس موقع پر عربی میں علیؑ ائہ استعمال کرتے ہیں۔ ایک مدعا پر ایک دلیل قائم کرنے کے بعد جب دوسری دلیل شروع کرتے ہیں تو کہتے ہیں علیؑ ائہ۔ اسی طرح جب یہاں مولانا اپنے دعوے پر ایک دلیل قائم کر چکے تو دوسری دلیل کو لفظ ”پھر“ سے شروع کیا۔ اب تو شاید اس ”پھر“ کا پھیر بھی جناب کی سمجھ میں آگیا ہوگا۔

جناب نے اپنی تقریر میں دوسری بات یہ فرمائی تھی کہ عبارت ”حفظ الایمان“ میں لفظ ”ایسا“ ہے جو تشبیہ ہی کے لئے آئے ہے معلوم ہوا کہ جناب کو اردو ادب میں بھی بہت زیادہ دسترس ہے۔ سنئے۔

امیر مینائی مرحوم اپنی مشہور کتاب ”امیر اللغات“ جلد دوم کے صفحہ ۳۰۲ پر لفظ ایسا کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

۱ : ایسا اس قسم کا۔ اس شکل کا۔ فقرہ ایسا قلم دان ہر ایک سے بننا دشوار ہے ۔

محبوب نہیں باغ جہاں میں کوئی ایسا
(آتش) بور کہتا ہے گل ایسی نہ لذتِ ثمر ایسی۔

۲ : اس قدر۔ اثنائے فقرہ ایسا مارا کہ ادمو اکو دیا ۔

اس بادہ کش کا جسم ہے ایسا لطیف وصف
(برق) زنار پر گمان ہے موجِ شراب کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کا التزام کرے کہ میں ہاں سب کو عالم الغیب کہوں گا الخ۔ اس فقرہ کے خط کشیدہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ یہاں

صرف اطلاق کی بحث ہے مد علم شریف کی مقدار کی ۱۲ قائل۔ ۱۳ یا ثم ائہ ۱۲

اس کے بعد اسی لفظ ”ایسا“ کے تین معنی اور لکھے ہیں جن کو پڑھ کر سننے کی چنداں حاجت نہیں اس کے علاوہ یہ کہ اہل زبان برابر اپنے محاورات میں کہتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے تو کیا نعوذ باللہ تعالیٰ اس کی قدرت کو کسی کی قدرت سے تشبیہ دینی مقصود ہوتی ہے؟ اب آیا خیال شریف میں کہ لفظ ”ایسا“ محض تشبیہ ہی کے لیے نہیں آتا، بلکہ دوسرے معانی میں بھی مستعمل ہوتا ہے اور عبارت زیر بحث میں بھی جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں ایسا بمعنی اتنا مستعمل ہے اور تشبیہ پہلے نہیں۔ اب میں مزید توضیح کے لیے اس عبارت کا حاصل اپنی اور آپ کی مثال دے کر عرض کرتا ہوں۔

فرض کر لیجئے کہ آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کرتے ہیں اور اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ میں آپ سے کہتا ہوں آپ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہتے ہیں تو آیا اس وجہ سے کہ آپ کو کل مغیبات کا علم ہے یا اس وجہ سے کہ بعض مغیبات کا۔ پہلی صورت کے تو آپ خود بھی قائل نہیں۔ اور اگر آپ اس کے قائل بھی ہوں تو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے اس کا باطل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر آپ آنحضرت صلعم کو عالم الغیب اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ کو بعض امور غائبہ کا علم ہے۔ قطع نظر اس سے کہ وہ ایک ہے یا ایک کر ڈر یا اس سے بھی زیادہ۔ تو پھر میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے آپ کے اس اصول پر تو لازم آتا ہے کہ اب دنیا کی حقیر چیزوں کو بھی عالم الغیب کہا جائے کیوں کہ کسی نہ کسی غیب کی بات کا علم تو حیوانات کو بھی ہے۔ کم از کم اللہ تعالیٰ ہی کا علم ہے اور وہ بھی غیب کا ایک فرد ہے تو کیا آپ اپنے اس اصول کی بنا پر ان حیوانات کو بھی عالم الغیب کہیں گے۔ اگر آپ کہیں کہ ہاں ہم سب کو عالم الغیب کہیں گے۔ تو میں کہوں گا کہ پھر اس صورت میں حضور کو عالم الغیب کہنے میں کیا تعریف نکلی جب کہ آپ کے نزدیک حیوانات کو بھی عالم الغیب کہا جاسکتا ہے۔ یہ بے حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ کی عبارت کا مطلب جو میں نے مثال کی صورت میں عرض کیا۔ اب ذرا انصاف سے کہئے کہ مولانا نے العیاذ باللہ آنحضرت صلعم کے علم شریف کو حیوانات کے علوم کے مساوی اور برابر بتا دیا۔ یا آپ لوگوں کو اس برابری اور

۱۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنے رسالہ ”خالص الاعتقاد“ کے صفحہ ۲۲ پر تصریح کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کو صرف بعض مغیبات کا علم مانتے ہیں نہ کہ کل کا۔ ۱۲۔

مساوات فی الاطلاق سے بچانے کی کوشش کی لیکن بات وہی ہے ع

گل است سعدی و در چشم دشمنان خارا است

جناب نے اپنی تقریر کے آخر میں یہ بھی فرمایا تھا کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتا ہے اور تو اس کی عبارت میں رکیک احتمالات پیدا کر کے مسلمان کہلوانا چاہتا ہے۔ سو اس کا جواب وہی ہے جو میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین بے شک کفر بلکہ اشد کفر ہے۔ دنیا بھر کے کافروں کو پناہ مل سکتی ہے لیکن جو کافر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے اس کی منزل محض تلوار ہے۔ اسی حضرت احنور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو بڑی چیز ہیں واللہ میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ جو شخص حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی توہین بھی صحابی ہونے کی حیثیت سے کرے وہ بھی کافر ہے مردود ہے ملعون ہے۔ لیکن ہاں واقعہ میں توہین ہونی چاہئے۔ خواہ مخواہ کسی کے سر توہین کا التزام مقصود پنا گناہ کبیرہ ہے۔ ہمارے فقہاء کرام تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر کسی عبارت میں ہزار ہا احتمالات کفر کے ہوں اور صرف ایک ضعیف سا احتمال ایسا ہو جس کی وجہ سے اس کے قائل کو مسلمان کہا جاسکے تو اس کو کافر مت کہو چہ جائیکہ کسی کی عبارت میں کو سوں تک توہین کا شائبہ بھی نہ ہو اور محض عوام میں شہرت حاصل کرنے کے لئے اس کے سر توہین منڈھ کر اس کو کافر کہا جائے۔ آپ غور کیجئے واللہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ کا اس سے کچھ نہیں بگڑتا ہاں آپ اپنے نامہ اعمال کو خراب کر رہے ہیں۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : آپ نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ نہ عبارت زیر بحث کا اول و آخر سے کوئی معقول تعلق بیان کیا۔ اور جو تعلق آپ نے بیان کیا ہے ایسا تو ساری کتاب کو اول سے آخر تک ہنوا کرتا ہے۔ ایسا تعلق بتلائیے جس سے معلوم ہو کہ اس عبارت کا مطلب سمجھنا اول و آخر پر موقوف ہے۔ آپ بار بار فرماتے ہیں کہ اس عبارت میں توہین نہیں تو کیا سارے علماء بحرین نے بے سوچے سمجھے مولوی اشرف علی صاحب کو کافر کہہ دیا۔ مولوی صاحب وہ ایسی جگہ کے علماء ہیں جہاں شیطان کا دخل بھی کم ہوتا ہے۔ اگر اکیلے اعلیٰ حضرت نے کافر لکھا ہوتا تو یہ بھی کہا جاسکتا تھا کہ عداوت یا تحصیل شہرت کی وجہ سے کہہ دیا ہو گا لیکن مشکل تو یہ ہے کہ محکمہ مظہر اور مدینہ منورہ کے علماء نے بھی تکفیر کر دی ہے۔ آپ خدا کا خوف کھا کر میری باتوں کا جواب دیجئے ادھر ادھر کی باتوں میں وقت کو مت ٹالئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : الحمد للہ ! مولانا نے یہ تو تسلیم کر لیا کہ لفظ ”ایسا“ تشبیہی کے لئے نہیں آتا۔ چونکہ اس کے متعلق برائے نام بھی کوئی حرف نہیں کہا ورنہ اگر کہہ دیتے کہ امیر مینا فی مرحوم بھی وہابی تھے تو میں کیا کر لیتا۔ خیر۔ ص

عمرت دراز باد کہ این ہم غنیمت است

رہا مولانا کا یہ فرمانا کہ عبارت زیر بحث کا کوئی تعلق ماقبل و مابعد سے نہیں بتایا۔ اس کے جواب دینے کی اگرچہ اب ضرورت نہیں کیونکہ میں نے جو تعلق بیان کیا ہے وہ ایسا ظاہر ہے جس کو ہر تھوڑی سی سمجھ رکھنے والا بھی سمجھ گیا ہوگا۔ لیکن مولانا کی خاطر پھر سی کا اعادہ کرتا ہوں سنئے۔

عبارت زیر بحث سے پہلی عبارت اس کو بتلاتی ہے کہ بحث محض اس کی ہے کہ آنحضرت صلعم کو عالم الغیب کہا بھی جاسکتا ہے یا نہیں۔ نہ اس کی کہ آنحضرت صلعم کو کس قدر علوم غیبیہ عطا فرمائے گئے اور کوئی مخلوق ان علوم میں آپ کی برابری کر سکتا ہے یا نہیں۔ اور اس عبارت سے بعد کی عبارت اس کو بتلاتی ہے کہ مولانا کا عقیدہ دربارہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے کہ جو علوم لازمہ نبوت تھے وہ تمامہا آنحضرت صلعم کو حاصل ہو گئے۔ جب تک کوئی شخص عبارت زیر بحث سے پہلی عبارت نہ دیکھے کیسے سمجھ سکتا ہے کہ بحث محض اطلاق کی ہے نہ اس کی کہ واقعہ میں کس قدر علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھے اور جب تک کوئی اس عبارت سے بعد کی عبارت کو نہ دیکھے اس وقت تک اس کو مولانا کا عقیدہ دربارہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں کر معلوم ہو سکتا ہے ؟

ہاں اس مرتبہ ہمارے فاضل مخاطب نے ایک بات نہایت عجیب کہی اور وہ یہ کہ اگر زیر بحث عبارت میں توہین نہیں تھی تو علماء حرمین نے کیوں تکفیر کی کیا انہوں نے بے سمجھے کفر کا فتویٰ دے دیا ؟

مہربان من ! مفتی کالیں یہی فرض ہے کہ اس کے سامنے جو سوال پیش کیا جائے وہ اس کا جواب دے دے۔ اس کے ذمہ یہ نہیں کہ سوال کی واقعیت اور عدم واقعیت کی تحقیق کرے۔ جس فتوے کا آپ بار بار ذکر فرماتے ہیں اس کی حقیقت یہ ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے مولانا اشرف علی صاحب کی یہی عبارت اس کا ماقبل و مابعد حذف کر کے اسی طرح علماء حرمین شریفین کے سامنے پیش کی جس طرح کہ آپ نے اس وقت

پبلک کے سامنے۔ بلکہ انہوں نے ایک کمال یہ بھی کیا کہ حضرت مولانا کی اس عبارت کے لکھنے سے پہلے ہی اس کا مطلب بھی ان الفاظ میں بیان کر دیا۔

”اُس میں (یعنی حفظ الایمان میں) تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر کچھ اور ہر پاگل اور ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے“ (حسام الحرمین ص ۲۱) علماءِ بحرین کو کیا خبر تھی کہ اس عبارت میں کیا کیا قطع برید کی گئی ہے۔ انہوں نے اسی قدر عبارت کا وہ مطلب سمجھ کر جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے لکھا تھا۔ مولوی احمد رضا خان صاحب کے فتوے سے اتفاق کیا۔ یہ ہے اس فتوے کی حقیقت جس کو آپ تکفیر کا مدار ٹھہرا ہے ہیں اگر میرے سامنے بھی وہ فتوے پیش کیا جاتا اور مجھے حقیقت حال کی خبر نہ ہوتی تو میں بھی اس فتوے کی تصدیق کرتا۔ الغرض علماءِ بحرین نے جو کچھ لکھا وہ بے سوچے سمجھے نہیں لکھا۔ ہاں مولوی احمد رضا خان صاحب نے ان سے جھوٹ بولا اور ان کو دھوکا دیا۔ انہیں کیا خبر تھی کہ ایسی عبا قبا والے محض کسی مسلمان کی تکفیر کے لئے جھوٹ بھی بولتے ہیں۔ بلکہ ان میں سے بعض حضرات نے تو یہ بھی لکھ دیا کہ اگر حقیقت میں ان لوگوں (مولوی اشرف علی صاحب وغیرہ) نے توہین کی ہے اور ان کے عبارتوں کا مطلب وہی ہے جو تم نے (یعنی مولوی احمد رضا خان صاحب نے) بیان کیا تو وہ کافر ہیں ورنہ نہیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ جب ان حضرات کو یہ اطلاع ہوئی کہ یہ مولوی احمد رضا خان صاحب کا مکرو فریب تھا تو انہوں نے اِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبِیٍّ فَتَّبِعُوْا پر عمل کر کے براہِ راست حضراتِ علماءِ دیوبند کے پاس کچھ سوالات بھیجے کہ ان مسائل میں آپ کا کیا خیال ہے۔ ان میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ کیا لغوز باللہ تمہارے نزدیک حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حیوانات اور پاگلوں جیسا ہے ؟

اس کا جواب یہاں سے دیا گیا کہ یہ خبیث عقیدہ ہمارا ہرگز نہیں۔ جو شخص ہماری طرف ایسے عقائد منسوب کرے وہ کذاب ہے دجال ہے۔ پھر اس کے بعد مولانا اشرف علی صاحب کی یہ عبارت بھی مع توضیح کے لکھی گئی تو خود انہیں علماءِ بحرین نے اس پہلی تکفیر سے رجوع کیا جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے دھوکہ دیکر

کرائی تھی۔ اور صاف لکھ دیا کہ آپ کے مسلمان ہیں اور اہلسنت و جماعت ہیں۔ علماء حریمین شریفین کا یہ فتویٰ سالہا سال ہوئے ”التصدیقات“ کے نام سے چھپ کر شائع ہو چکا ہے اور میرے پاس بھی اس وقت موجود ہے آپ چاہیں تو ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ مولانا شاید آپ کو خبر نہیں کہ حقیقت حال معلوم ہونے کے بعد علماء حریمین کے نزدیک آپ کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب کی کتنی قدر و منزلت رہ گئی ہے۔ ذرا مدینہ منورہ کے مفتی اعظم حضرت مولانا سید احمد صاحب بزنجدی رحمہ اللہ کا ”غایۃ المامول“ ملاحظہ فرمائیے۔ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ حقیقت حال معلوم ہو جانے کے بعد علماء حریمین شریفین نے مولوی احمد رضا خان صاحب کو کیسے کیسے نفیس خطابات دیئے ہیں۔ اور وہ حضرات قدسی صفات، مولوی احمد رضا خان صاحب سے کس قدر خوش ہیں۔ اس کے بعد اہلسنت کے مسلم امام علامہ میر سید شریف کی شرح مواقف سے ایک عبارت پیش کرتا ہوں ذرا اس کو ملاحظہ فرمائیے اور بتائیے کہ ”حفظ الایمان“ کے اور اس کے مضمون میں کیا فرق ہے۔ کیا آپ ان کو بھی کافر کہیں گے اگرچہ آپ کی دلیری سے یہ بعید نہیں کہ آپ ان کو کافر کہہ دیں۔ لیکن یاد رہے کہ پھر ان کے ساتھ سیکڑوں برس کے ان تمام علماء کو بھی کافر کہنا پڑے گا جو ان کو مسلمان بلکہ مسلمانوں کا امام جانتے تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ آپ کے مولوی احمد رضا خان صاحب نے بھی اپنی بعض کتابوں میں ان کو مستند مانا ہے۔ اگرچہ سنا یہ بھی گیا ہے کہ جب پہلی مرتبہ یہ عبارت شرح مواقف کی اعلیٰ حضرت کے سامنے کسی نے پیش کی تو فوری طور پر یہی فرمایا کہ۔

”اھتر دوزخ بھی تو کسی طرح بھری جائے گی اس کا رقبہ بھی تو کچھ کم نہیں ہے“

واللہ وانا الیہ راجعون (غیر سنئے وہ عبارت یہ ہے۔

واما الفلاسفة فقالوا هوای	بہر حال فلاسفہ پس وہ یہ کہتے ہیں کہ نبی وہ ہے
النبی من اجتمع فیہ خواص ثلاث	کہ جس میں تین باتیں خاص طور پر پائی جائیں جن کی
یبتاز بہا من غیرہ احداہا ای	وجہ سے وہ نبی، غیر نبی سے ممتاز ہو۔ ان میں سے
احد الامور المختصة به ان یکون له	ایک بات یہ ہے کہ نبی کو اطلاع ہو چاہئے ان
اطلاع علی المغیبات الکائنة و	مغیبات پر جو ہوتے ہیں۔ یا ہو چکے ہیں۔ یا ہونے
الماضیة والاتیة۔	کو ہیں۔

اس کے بعد چند سطر میں یہ ثابت کیا ہے کہ یہ بات انبیاء علیہم السلام کے لئے چنداں مستبعد نہیں۔ اس کے بعد فرماتے ہیں۔

وکیف یستنکر ذلک الاطلاع فی
من قلت شواغله لریاضة انواع
المجاهدات او لمرض صارف
لنفس عن الاشتغال بالبدن
واستعمال الآلة او لنوم ینقطع به
احساساته الظاهرة فان هؤلاء
قد یطلعون علی مغیبات و
یخبرون عنها كما یشهد به
التسامع والتجارب بحیث لا یبقی
فیه شبهة للمنصفین۔

یعنی انبیاء علیہم السلام کا ان مغیبات پر مطلع ہونا،
کیوں کہ مستبعد ہو سکتا ہے۔ حالانکہ یہ اطلاع علی
المغیبات ان لوگوں میں بھی پائی جاتی ہے جن کے شواغل
نفسانی مجاہدوں کی ریاضت یا کسی ایسے مرض کی وجہ
سے کم ہوں جو نفس کو اشتغال بالبدن اور آلات
کے استعمال سے روکنے والا ہو یا یہ شواغل ایسی ننید
کی وجہ سے کم ہوں جس کی وجہ سے اس سونے والے
کے احساسات ظاہری منقطع ہو گئے ہوں۔ پس
تحقیق یہ لوگ (یعنی ریاضات اور مجاہدے کرنے
والے اور مریض جن کو مایخولیا ہوتا ہے اور سونے
والے بھی) کبھی مغیبات پر مطلع ہو جاتے ہیں جیسے
کہ تجربہ شاہد ہے یہاں تک کہ اہل انصاف کو اس
میں شبہ تک نہیں رہتا۔

یہاں تک تو فلاسفہ کا مذہب اور اس کے دلائل تھے۔ اس کے بعد مصنف رحمۃ اللہ علیہ اہلسنت و
جماعت کی طرف سے اس کا جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

قلنا ما ذکرتم مردودٌ بوجوه
اذ الاطلاع علی جمیع المغیبات لا
یجب للنبی اتفاقاً منا ومنکم
ولهذا قال سید الانبیاء لو کنت

جو کچھ تم نے کہا چند وجہ سے مردود ہے اس لئے کہ
تمہاری مراد اس اطلاع علی المغیبات سے کیا ہے
کل مغیبات پر اطلاع ہونی چاہئے یا بعض پر، کل
مغیبات پر مطلع ہونا تو نبی کے لئے کسی کے نزدیک بھی

اعلم الغیب لا استکثرت من الخیر وما مسخی السوء و البعض ای الاطلاع علی البعض لا یختص به ای بالنبی کما اقررت به حیث جوزتموه للمرتاضین والمرضى والنائمین فلا یتمیز النبی من غیر النبی۔

ضروری نہیں نہ ہمارے نزدیک نہ تمہارے نزدیک اور اسی وجہ سے جناب رسول اللہ صلعہ نے فرمایا ہے کہ اگر میں غیب کو جانتا ہوتا تو میں نے خیر سے بہت سا جمع کر لیا ہوتا اور مجھ کو برائی نہ چھوٹی اور بعض مغیبات پر مطلع ہو جانا نبی کے ساتھ خاص نہیں (یعنی غیر نبی میں بھی پایا جاتا ہے) جیسے کہ خود تم کو اقرار ہے اس لئے کہ تم اس کو جائز رکھتے ہو ریاضت کرنیوالوں کے لئے اور مرلیضوں کے لئے۔ اور سونے والوں کے لئے۔ لہذا نبی غیر نبی سے ممتاز نہ ہوگا۔

(شرح مواقف مصری ج ۳ ص ۵، ۱)

مولانا ذرا غور کیجئے اس عبارت اور حفظ الایمان کی عبارت میں کیا فرق ہے کیا اب آپ ان کو بھی کافر کہیں گے؟ اگر میں نے کہیں ترجمہ غلط کیا ہو تو یہ کتاب حاضر ہے آپ صحیح کر کے دکھا دیجئے۔ آخر میں یہ ادا عرض کرتا ہوں کہ مہربانی فرما کر وقت ضائع نہ کیجئے۔ کام کی باتیں کیجئے۔ واللہ مولانا اشرف علی صاحب سے میری کوئی رشتہ داری نہیں نہ وہ میرے استاد ہیں اور جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ کسی میرے استاذ کے بھی استاد نہیں بلکہ سچ پوچھئے تو مولوی احمد رضا خان صاحب سے ایک گونہ قرب حاصل ہے کیوں کہ وہ بریلی کے رہنے والے ہیں اور میں سنبھل کا۔ اور سنبھل بھی بریلی میں ہے۔ ہاں میرا ایمان ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ میں خواہ مخواہ کسی دور قریب کے رہنے والے مسلمان کو کافر کہوں۔ البتہ بحث کو مختصر کرنے کے لئے اتنا اور کہتا ہوں کہ میرے نزدیک حفظ الایمان کی عبارت بے عبارت ہے اس میں ہرگز توہین نہیں۔ اگر توہین ہوتی تو میرے نزدیک بلکہ تمام امت محمدیہ کے نزدیک اس کا مصنف کافر ہوتا۔

مولوی حرم النبی صاحب : آپ مجھ سے کہتے ہیں کہ وقت ضائع نہ کرو، اور آپ خود وقت ضائع کرتے ہیں۔ جو میرا اصل سوال ہوتا ہے آپ اس کا جواب دیتے نہیں ہاں ادھر ادھر کی لالچنی باتیں شروع کر کے وقت ضائع کر دیتے ہیں۔ میں نے دریافت کیا تھا کہ عبارت زیر بحث کا کیا تعلق آگے پیچھے سے

ہے آپ نے ابھی تک کوئی معقول تعلق نہیں بتلایا جس سے معلوم ہوتا کہ اس عبارت کا مطلب سمجھنا اول و آخر کے دیکھنے پر موقوف ہے بلکہ آپ نے اسی تعلق کو پھر بیان کر دیا جس کو آپ پہلے بیان کر چکے تھے۔ مولوی صاحب ! میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ وہ تعلق ایسا نہیں جس کی وجہ سے عبارت کا مطلب سمجھنا اول و آخر پر موقوف ہو ایسا تعلق تو ہر کتاب کو اول سے آخر تک ہوا کرتا ہے۔ اس مرتبہ آپ نے شرح مواقف کی عبارت بھی پیش کی ہے اور اس کے متعلق بہت طول طویل تقریر کی ہے۔ پہلے تو یہ بتلانیے کہ اس میں لفظ ایسا کہاں ہے ؟ دوسرے یہ کہ آپ نے اس کا مطلب نہیں سمجھا۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ فلاسفہ یہ کہتے ہیں کہ جس شخص میں یہ تینوں باتیں پائی جائیں وہ نبی ہو جائے گا۔ یعنی نبوت ان کے نزدیک ایک کسی چیز ہے۔ تو قاضی عضد صاحب مواقف اور شارح علامہ سید شریف ان کے اس باطل عقیدہ کو رد فرماتے ہیں کہ۔ اے یوقوفو ! تم نے نبوت کو کیا سمجھ لیا ہے اے یہ ضروری نہیں کہ جس شخص کے اندر یہ تینوں باتیں پائی جائیں وہ نبی ہو جائے۔

تیسری بات یہ کہ مولوی صاحب ! اس میں کما اقررتہ کا لفظ ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ جو کچھ بھی کہا جا رہا ہے بطور الزام ہے اپنے عقیدہ کا بیان نہیں اور حیث جوزتموہ کا لفظ اس کو اور زیادہ ظاہر کر رہا ہے۔ اب اس کا مطلب یہ ہوا کہ بعض مغیبات پر اطلاع ہونا نبی کا خاصہ نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ تم یعنی فلاسفہ اس کو اہل ریاضات اور مریضوں اور سونے والوں کے لئے بھی جائز رکھتے ہو۔ الغرض شرح مواقف میں جو کچھ ہے وہ محض بطور الزام لکھا گیا ہے۔

اس مرتبہ آپ نے ”التصدیقات“ کا حوالہ بھی دیا ہے۔ دیکھئے بس یہاں سے اعلیٰ حضرت اور آپ کے علماء کی دیانت کا فرق معلوم ہوتا ہے ”التصدیقات“ میں جو عبارت ”حفظ الایمان“ کی علماء حرمین کے سامنے پیش کی ہے وہ بعینہ ”حفظ الایمان“ کی عبارت نہیں ہے بلکہ اس میں اور حفظ الایمان کی عبارت میں بہت فرق ہے اور اعلیٰ حضرت نے حفظ الایمان کی جو عبارت حسام اکرمین میں لکھی ہے وہ بعینہ ”حفظ الایمان“ کی عبارت کا لفظی ترجمہ ہے اب بتلانیے علماء حرمین شریفین کو کس نے دھوکہ دیا۔ آپ اس کا جواب دیں۔ مولانا میں بھی سچ عرض کرتا ہوں کہ مجھ کو مولوی اشرف علی صاحب سے کوئی عداوت نہیں بلکہ ایک اعتبار سے جس قدر قرب مجھ کو مولوی اشرف علی صاحب سے حاصل ہے اس قدر اعلیٰ حضرت سے بھی نہیں۔ اور

وہ یہ کہ میں بھی ضلع مظفرنگر کا رہنے والا ہوں اور حقانہ بھون بھی ضلع مظفرنگر ہی میں ہے۔ مجھے اعتراف ہے کہ وہ بہت بڑے وسیع المعلومات عالم ہیں مجھے ان کی وسعت علمی سے انکار نہیں۔ بلکہ ایک زمانہ تک میں نے ان کی تکفیر بھی نہیں کی۔ اور جس زمانہ میں میں یہاں بریلی آیا تو یہ وہ زمانہ تھا کہ اعلیٰ حضرت برابر مناظرہ کا اعلان دیتے تھے اور کوئی شخص مناظرہ کے لئے تیار نہیں ہوتا تھا۔ تو میں نے تین سال تک مولوی اشرف علی صاحب کے بارہ میں اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کیا۔ بالآخر مجھ کو یہ یقین ہو گیا کہ وہ کافر ہیں تب میں نے ان کو کافر کہا ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب: تو پہلے تین سال تک آپ مولوی اشرف علی صاحب کے بارے میں اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کیا کرتے تھے ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب : (ذرا زور دار لہجہ میں) جی ہاں ! جب کہ اعلیٰ حضرت سے نہ کوئی مناظرہ کرتا تھا اور نہ کر سکتا تھا۔

مولانا محمد منظور صاحب : مولانا اب ذرا اپنی بھی خبر لیجئے ع
تجھ کو پرانی کیا پڑی اپنی نبیؐ ٹو

جس ”حسام الحرمین“ کے فتوے سے آپ حضرت مولانا اشرف علی صاحب کو کافر بتا رہے ہیں کچھ خبر ہے اس کا آپ کے متعلق کیا حکم ہے۔ سنئے وہ لکھتے ہیں۔

من شک فی کفرهم وعذابهم فقد کفر

یعنی جس نے ان کے کفر اور عذاب ابدی میں شک تردد کیا وہ بھی کافر ہے۔

اب مہربانی فرما کر یہ اور بتلا دیجئے کہ کب آپ از سر نو مسلمان ہوئے اور کس تاریخ، نکاح کی تجدید کی۔ اور کون لوگ اس کے شاہد تھے ۔

ابجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

مولوی رحمہ اللہ صاحب : (نہایت پریشانی کی حالت میں) اچھی حضرت کافر تو میں ان کو اسی وقت سے برابر جانتا تھا جب سے کہ میں نے حفظ الایمان دیکھی تھی۔

مولانا محمد منظور صاحب : مولانا ابھی تو آپ فرماتے تھے کہ میں نے تین سال تک مولوی اشرف علی صاحب کی تکفیر کے بارے میں اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کیا اس کے بعد میں نے ان کو کافر کہا۔ اور ابھی آپ فرماتے ہیں کہ میں ان کو کافر پہلے ہی سے سمجھتا تھا۔ اگر آپ کافر پہلے ہی سے سمجھتے تھے تو کیا مناظرہ سے محض مشق کرنی مقصود تھی۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : جی ہاں مزید اطمینان کے لئے میں اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کیا کرتا تھا نہ یہ کہ مولوی اشرف علی صاحب کے کفر میں مجھ کو کوئی شبہ تھا۔

مولانا محمد منظور صاحب : حاضرین کرام بالخصوص جناب صدر صاحب ! ملاحظہ فرمائیں کہ مولانا نے کس قدر جلد اپنی بات کو بدل دیا۔ آپ حضرات کو یاد ہو گا کہ مولانا نے صاف یہ کہا تھا کہ تین سال تک میں نے اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کیا اس کے بعد مجھ کو یقین ہو گیا کہ وہ کافر ہیں۔ تب میں نے ان کو کافر کہا ہے۔ اور اب فرماتے ہیں کہ مجھے پہلے ہی سے ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں تھا۔ استغفر اللہ کچھ ٹھکانا ہے اس صداقت کا۔ خیر اب میں مولانا کی اصل تقریر کا جواب دیتا ہوں۔ اولاً تو مولوی صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ تعلق کوئی نہیں بیان کیا۔ کیوں جناب صدر صاحب کیا صحیح ہے کہ میں نے ابھی تک کوئی معقول تعلق نہیں بیان کیا۔ یا میں اس عبارت کا ماقبل و مابعد سے دوسرے تعلق بیان کر چکا ہوں۔

صدر صاحب : جی ہاں تعلق تو آپ بیان کر چکے ہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : مہربان من ! میں نے تعلق بیان کر دیا اور یہ بھی بتلا دیا کہ اس تعلق کی وجہ سے عبارت زیر بحث کا صحیح مطلب سمجھنا بغیر اول آخر دیکھے دشوار ہے۔ آپ سے اگر ہو سکے تو میرے بیان کردہ تعلق کو رد کیجئے۔ ہر مرتبہ محض یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ کوئی تعلق بیان نہیں کیا۔ الغرض میں تعلق بیان کر چکا اس کی معقولیت بھی بتلا دی۔ اگر ہو سکے تو اس معقولیت کو رد کر کے اس کی نامعقولیت آپ ثابت کر دیں میں جواب دے لوں گا۔ شرح مواقف کی عبارت پر بڑا اعتراض آپ نے یہ کیا ہے کہ اس میں فلاسفہ سے الزام یہ کہا جا رہا ہے کہ بعض مغیبات پر مطلع ہونا نبی کے ساتھ خاص نہیں کیوں کہ ریاضت کرنے والوں۔ اور مالِ بخولیا والوں۔ اور سونے والوں کو بھی ہو سکتا ہے۔ اگر جناب کا مطلب اس سے یہ ہے کہ خود قاضی عضد و علامہ میر سید شریف اس کے قابل نہیں

ہیں بلکہ محض الزاماً کہہ رہے ہیں تو یہ غلط اور محض غلط ہے۔ اس صورت میں تو فلاسفہ کا مدعا ثابت ہو جائے گا اور مصنف کی ساری تردیدی تقریر بے کار ہو جائے گی۔ علاوہ اس کے یہ کہ بعض مغیبات پر غیر انبیاء علیہم السلام کا مطلع ہونا تو ایسی بدیہی بات ہے کہ قاضی عضد اور علامہ میر سید شریف کیا معنی، خود آپ بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے۔ میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کو اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کا علم نہیں، کیا جنت و دوزخ، عرش و کرسی، لوح و قلم کا علم آپ کو نہیں، کیا حضرت جبریل و دیگر ملائکہ علیہم السلام و بعض انبیاء سابقین علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کا علم بذریعہ قرآن و حدیث آپ کو نہیں، یا آپ کے نزدیک یہ چیزیں مغیبات میں سے نہیں ہیں؟ ان اشیاء کا علم ہر سامان کو ہے اور وہ یقیناً مغیبات میں سے ہیں۔ الغرض یہ کہ دینا کسی طرح صحیح نہیں کہ صاحب مواقف و شارح رحمہما اللہ نے جو کچھ لکھا ہے وہ محض بطور الزام لکھا ہے ان کا خود یہ عقیدہ نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ مطالع الانظار شرح طوابع الانوار کی عبارت میں کسی طرح یہ گنجائش بھی نہیں کہ یہ کہا جاسکے کہ یہ جواب الزامی ہے۔ کیوں کہ اس میں نہ کما اقرتہ کالفظہ نہ حیث جوزتموہ کا وہ عبارت یہ ہے۔

فذهب الحكماء الى ان النبي من	حکما یہ مذہب ہے کہ نبی وہ ہو سکتا ہے جو تین
كان مختصاً بخواص ثلاثة الاولى ان	خاص باتوں کے ساتھ مختص ہو۔ پہلی بات یہ کہ وہ غیب
يكون مطلعاً على الغيب لصفاء جوهر	پر مطلع ہو اپنے نفس کی صفائی اور مبادی عالیہ کی ساتھ
نفسه وشدة اتصاله بالمبادئ	زیادتی اتصال کی وجہ سے بغیر سابقیت تعلیم
العالية من غير سابقية كسب وتعلم	و تعلم کے اور اہلسنت
وتعليم وقد أورد على	کی طرف سے اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اگر ان
هذا بانهم ان ارادوا بالاطلاع	فلاسفہ کی مراد یہ ہے کہ نبی کو کل مغیبات پر اطلاع

لے چونکہ مطالع الانظار اس منظرہ میں ہمراہ نہیں تھی بدین وجہ محض حوالہ دے دیا گیا تھا اب بغرض تکمیل فائدہ خاکسار تہ

الم اطلاع علی جمیع الغائبات فصولیس بشرط فی کون الشخص نبیاً بالاتفاق وان ارادوا الاطلاع علی بعضهما فلا یکون ذلک خاصة للنبی اذ ما من احد الا ویجوز ان یطلع علی بعض الغائبات من دون سابقية تعلم وتعلیم -

ہونی چاہیے تو یہ نوباً لاتفاق کسی کے نزدیک بھی بنی ہونے کے لیے شرط نہیں۔ اگر ان کی مراد یہ ہے کہ بعض مغیبات پر اطلاع ہونی چاہیے تو یہ نبی کے ساتھ خاص نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ بغیر تعلیم تعلم بعض مغیبات پر مطلع ہو جانا ہر ایک کے لیے ممکن ہے۔

ناظرین غور کریں کہ اس میں اور عبارت حفظ الایمان میں کیا فرق ہے۔

التصدیقات کے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس کے مضمون اور حفظ الایمان کے مضمون میں شمار برابر فرق نہیں آپ دیکھ سکتے ہیں۔ الفاظ کے بدل جانے سے حکم نہیں بدلتا۔ اس کے بعد یہ گزارش ہے کہ اگر کوئی نئی بات کہنی ہو تو فرمائیے بے کار وقت ضائع کرنے کی حاجت نہیں۔

صدر صاحب : میں بہت دیشے اس کا اندازہ کر رہا ہوں کہ دونوں جانب سے بار بار ایک ہی بات کہی جا رہی ہے لہذا اب اگر کسی صاحب کو کوئی نئی بات کہنی ہو تو فرمائیں درمیان مضاعت وقت میں کوئی فائدہ نہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : جناب نے جو کچھ فرمایا بالکل صحیح ہے لیکن میں مجبور ہوں اس لئے کہ میرا منصب مجیب کا ہے تاوقتیکہ سائل کا سوال نہ بدلے جواب کیسے بدل سکتا ہے۔ ہاں اگر گڑھ گڑھ کے جواب دوں تو ہر مرتبہ نیا دے سکتا ہوں۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ واقعی بات تو ایک ہی ہو کر رہتی ہے۔ لہذا آپ مولانا کو مجبور کریں کہ وہ سوال بدلیں تاکہ لوگوں کا وقت ضائع نہ ہو۔

صدر صاحب : مولوی رحمہ اللہ صاحب سے مخاطب ہو کر مولانا میرے نزدیک اس بحث پر فریقین کافی روشنی ڈال چکے ہیں لہذا مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت یہ بحث ختم کر دی جائے اور کل صبح سے دوسری بحث شروع ہو۔

مولوی رحمہ اللہی صاحب : مولوی صاحب میری باتوں کا جواب دے دیں تو دوسری بحث شروع ہو سکتی جب تک میرے اس سوال کا جواب نہ ہو میں کیسے دوسرا سوال کر سکتا ہوں۔

صدر صاحب : معاف کیجئے مولانا اس کا فیصلہ تو فریقین نہیں کر سکتے کہ جواب ہوا یا نہیں آپ کہیں گے کہ جواب نہیں ہوا اور دوسرا فریق کئے گا کہ جواب ہو گیا۔

مولانا محمد منظور صاحب : بے شک فریقین تو نہیں کر سکتے۔ لیکن جناب کو یہ حق حاصل ہے۔

صدر صاحب : میں تو عرض کر چکا۔ میری رائے تو یہی ہے کہ اس مسئلہ پر کافی روشنی پڑ چکی اس بحث کو ختم کر دیا جائے۔ ہاں اگر مولوی رحمہ اللہی صاحب اسی بحث کے متعلق کوئی نئی بات فرمائی چاہیں تو فرما سکتے ہیں۔

مولوی رحمہ اللہی صاحب : جب میری پہلی ہی باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا تو میں اور بی باتیں پیش کر کے کیا کروں گا۔ اب میں کل کو دوسری ہی بحث شروع کر دوں گا۔

شب کو دس بجے کے قریب یہ جلسہ ختم ہوا اور قرار پایا کہ کل ساٹھ بجے ”تخذیر الناس“ کی عبارت پر گفتگو شروع ہوگی۔ لیکن صدر صاحب و مولوی رحمہ اللہی صاحب کی تشریف آوری میں چونکہ کچھ دیر ہوئی اس لئے جلسہ تقریباً ۸ بجے شروع ہوا۔

مناظرہ کا دوسرا دن

۱۹ جولائی ۱۹۲۸ء یوم پنجشنبہ

مولوی رحمہ اللہ صاحب : حضرات آپ نے دیکھا کہ کل جو میں نے مولوی صاحب سے ”حفظ الایمان“ کے متعلق سوال کیا تھا اس کا جواب مولوی صاحب نے کچھ بھی نہیں دیا۔ مولوی صاحب نے شرح مواقف کی عبارت پڑھی اس پر میں نے سوال کیا کہ اس میں ایسا کالفظ کہاں ہے تو اس کا مولوی صاحب کوئی جواب نہ دے سکے۔ پھر میں نے اس کا مطلب بیان کیا تو مولوی صاحب نے اس کا بھی کوئی رد نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شرح مواقف کی عبارت کا جو مطلب میں نے بیان کیا تھا اس کا صحیح ہونا مولوی صاحب کو بھی تسلیم ہے۔ مولوی صاحب سے جب کچھ بن پڑا ”التصدیقات“ پیش کی کہ اس میں علماء حرمین نے مولوی اشرف علی صاحب وغیرہ کو مسلمان لکھا ہے۔ میں نے اس پر اعتراض کیا کہ اس میں بعینہ حفظ الایمان کی عبارت نہیں لکھی گئی بلکہ بدل کر علماء حرمین کے سامنے پیش کی گئی ہے۔ اور اعلیٰ حضرت نے بعینہ حفظ الایمان کی عبارت ”حسام الحرمین“ میں لکھی ہے اس کا بھی مولوی صاحب کوئی جواب نہ دے سکے۔ اب میں تنزل کے طور پر کہتا ہوں کہ اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ حفظ الایمان میں توہین نہیں ہے اور اس کا وہی مطلب ہے جو آپ نے بیان کیا۔ تب بھی مولوی اشرف علی صاحب کو چاہئے تھا کہ کم از کم اس کے الفاظ بدل دیتے وہ الفاظ آسمان سے تو اترے ہی نہیں تھے۔ بالخصوص جب کہ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان میں توہین ہے تو پھر ان الفاظ کے رکھنے ہی کی کیا ضرورت تھی ان الفاظ کا نہ بدلنا خود اس بات کو بتلاتا ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب اس توہین کے الزام سے راضی ہیں۔ آپ خواہ مخواہ ان کے وکیل بن کر ان کو مسلمان ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ خیر وہ بحث تو ختم ہی ہو گئی۔ اب میں ”تخذیر الناس“ کے متعلق سوال کرتا ہوں۔ آپ ذرا مجھ کو حسام الحرمین دے دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (صدر صاحب سے مخاطب ہو کر) بیٹے ہو چکا ہے کہ ہر مسئلہ پر مجیب کی تقریر آخری ہوگی۔ اور یہی اصول بھی ہے لہذا مولوی رحمہ اللہ صاحب کو دوسرے سوال کا جب حق ہے جبکہ وہ میری جوابی تقریر سن لیں لہذا مجھ کو اجازت دی جائے کہ میں مولوی صاحب کی تقریر کا جواب دوں۔

صدر صاحب : تو پھر وہی سلسلہ شروع ہوتا ہے جو کل تھا۔

مولانا محمد منظور صاحب : یہ صحیح ہے لیکن اس کی ابتداء مولوی رحمہ اللہ صاحب کی جانب سے ہوئی ہے۔ اگر جناب کے نزدیک یہ مناسب نہ تھا تو مولوی رحمہ اللہ صاحب نے جس وقت اس کو شروع کیا تھا تو اس وقت ان کو روکنا چاہئے تھا۔ اب جب کہ وہ تقریر فرما چکے تو کوئی وجہ نہیں کہ مجھ کو جوابی تقریر کا حق نہ دیا جائے۔

صدر صاحب : اچھا شروع فرمائیے۔

مولانا محمد منظور صاحب : معزز حاضرین ! آپ نے مولوی رحمہ اللہ صاحب کی دلیری دیکھی آپ فرماتے ہیں کہ ”حفظ الایمان“ کے متعلق جو سوال کیا گیا تھا اس کا کوئی جواب نہ دیا گیا۔ اہی حضرت ! جواب تو ایسا دیا گیا کہ آپ کا دل ہی خوب جانتا ہو گا اور سامعین نے بھی یہ دیکھ لیا کہ میرے اصل جواب پر عینی اس مطلب پر جو میں نے ”حفظ الایمان“ کا بیان کیا آپ نے کوئی بھی اعتراض نہیں کیا۔ اور نہ انشاء اللہ آپ قیامت تک کوئی اعتراض کر سکتے ہیں۔ لیکن آپ بھی مجبور میں آخر یہ نہ کہیں تو اور کیا کہیں، معتقدین جو ہاتھ سے چھوٹتے ہیں۔

اس وقت آپ کی مثال بالکل ان شیعہ حضرات کی سی ہے جو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت بھی تو ہمیں کی اور یہ کہا کہ۔
 ”ان کو چھوڑ دو وہ بکواس کرتے ہیں“ (نعوذ باللہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ہو چکا ہے اس لئے اپنے ساتھ کوئی کتاب بھی نہیں لائے تھے اور کتاب حتیٰ کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کے رسائل بھی حضرت مولانا محمد منظور صاحب ہی سے مانگتے تھے۔ اس سادگی پر کون نہ جالے یا خدا ! لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

اہلسنت ان کے اس نامعقول اور جھوٹے الزام کے ہزار دندان شکن جواب دیں لیکن وہ یہی کہے جاتے ہیں کہ صاحب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ضرور توہین کی۔ تو مہربان من نہ ہم سے ان کی زبان پکڑی جاتی ہے نہ آپ کی۔ اور اگر واقعی بات یہ ہے کہ آپ نے میرا جواب نہیں سمجھا تو یہ فہم عالی کا قصور ہے۔

گر نبیند بر دز شپہ چشم
چشمہ آفتاب را چہ گناہ

”شرح مواقف“ کی عبارت پر آج بھی آپ نے روشنی ڈالی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ”حفظ الایمان“ اور شرح مواقف کی عبارت میں بڑا فرق ہے۔ حفظ الایمان میں لفظ ”ایسا“ ہے اور شرح مواقف میں وہ کہاں ہے۔ مولانا یہ آپ ایسی بات فرماتے ہیں کہ شاید آٹھ برس کا ناخواندہ بچہ بھی ایسی بے نیکی نہیں کہے گا۔ مہربان من! حفظ الایمان اردو میں ہے اور شرح مواقف عربی میں۔ بھلا اُس میں لفظ ”ایسا“ کیسے ہو سکتا ہے؟ اگر ایسے ہی دونوں عبارتوں میں فرق ثابت ہوتا ہے تو یہی کہہ دیجئے کہ وہ اردو میں ہے یہ عربی میں۔ وہ سفید کاغذ پر چھپی ہے اور یہ زرد پر۔ وہ تھکانہ بھون کی چھپی ہوئی ہے، یہ مصر کی۔ اس کی قیمت ایک آنہ بھی نہیں اور اس کی دس بارہ روپیہ ہے۔ گفتگو تو اس میں ہے کہ مضمون دونوں عبارتوں کا ایک ہے یا نہیں تو میں عرض کر چکا ہوں کہ مضمون دونوں کا متحد ہے بال برابر فرق نہیں۔ ذرا شرح مواقف کو بغور ملاحظہ فرمائیے میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ قیامت تک فرق ثابت نہیں کر سکتے۔ آپ نے جو اس کا مطلب بیان کیا اس کا اس میں کوئی نام و نشان بھی نہیں۔ ذرا اپنے بیان کردہ مطلب کو اس کی عبارت سے چسپاں کر کے تو دکھا دیجئے۔

”التصدیقات“ کے متعلق جو آپ کو اعتراض ہے آج اس کو آپ نے پھر دہرایا ہے۔ میں اس کا مختصر جواب کل ہی دے چکا تھا لیکن خیر اب اس کو قدرے تفصیل سے پھر عرض کرتا ہوں۔ سنئے۔

اس کا اندازہ آپ کو بھی ہوگا کہ لفظی ترجمہ میں بسا اوقات مطلب پورے طور سے سمجھ میں نہیں آتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن و حدیث اور فقہ کی کتابوں کا مطلب سمجھنے کے لئے کوئی شخص بھی لفظی ترجمہ کو کافی نہیں سمجھتا۔ جب یہ سمجھ لیا گیا تو سنئے۔ چونکہ مولوی خلیل احمد صاحب کا مقصود یہ تھا کہ علماء حرمین حفظ الایمان کی عبارت کا صحیح مطلب سمجھ لیں

اور اس کے بعد اس کے مصنف کے اسلام یا کفر کا فتوے دیں اس لئے انہوں نے محض لفظی ترجمہ نہیں کیا بلکہ
 ”حفظ الایمان“ کی پوری عبارت کا پورا مطلب عربی عبارت میں لکھ کر ان حضرات کے سامنے پیش کیا۔ انہوں نے
 لکھ دیا کہ ایسی بات کہنے والا ہرگز کافر نہیں۔ اور چونکہ مولوی احمد رضا خان صاحب کا مقصد یہ تھا کہ حفظ الایمان
 کی عبارت کا مطلب نہ سمجھا جائے۔ اس لئے انہوں نے اول عبارت کا اول و آخر حذف کیا اور بیچ میں سے ایک
 ٹکڑا لے لیا اور اس کا بھی مطلب نہیں لکھا بلکہ لفظی ترجمہ جس کا فی نفسہ سمجھنا بھی آسان نہیں۔ اب کہنے کس نے
 دیانت داری سے کام لیا ؟

اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ ایک عربی شخص کہتا ہے۔

وكانت فاطمة بنت رسول الله صلعم تحت علي ابن

الح طالب رضي الله تعالى عنه۔

مولوی احمد رضا خان صاحب کا کوئی چھوٹا بھائی کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اس شخص نے حضرت فاطمہ

زہرا اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی سخت توہین کی ہے اور اس نے یہ کہا ہے کہ

”حقی فاطمہ بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیچے علی کے جو بیٹا ہے ابو طالب کا“

دوسرا شخص کوئی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کا بھائی کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اے بندہ خدا !

یہ اس غریب کے سر محض بہتان ہے تم نے اس کی عبارت کا لفظی ترجمہ کر دیا جس کی وجہ سے یہ توہین پیدا ہو گئی،

اس کا مطلب تو یہ ہے کہ۔

”حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو صاحب زادی ہیں جناب رسول اللہ صلعم کی وہ

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ مطہرہ تھیں“

اب بتلایئے کس نے نقل میں خیانت کی اور بددیانتی سے کام لیا۔ اب معلوم ہوا جناب کو مولوی احمد رضا

خان صاحب و حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی دیانت کا فرق۔

اس مرتبہ آپ نے ایک معقول بات بھی کہی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم فرض کرتے ہیں کہ عبارت حفظ الایمان

میں توہین نہیں لیکن جب کہ ت سے لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ اس میں توہین ہے تو مولوی اشرف علی صاحب کا فرض

تھا کہ وہ کم از کم انہیں کی رعایت سے وہ الفاظ بدل دیتے۔ لیکن اس کا جواب دینے سے پہلے میں جناب سے دریافت کرتا ہوں کہ کبھی آپ نے یا آپ کی جماعت کے کسی سربراہ اور وہ نے بھی کسی خط کے ذریعہ حضرت مولانا کو یہ شورہ دیا تھا ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب : ہم کو کیا ضرورت تھی ان کو خود سوچنا چاہتے تھے۔
 مولانا محمد منظور صاحب : افسوس ! اس عبارت کے متعلق صد ہا اشتہارات و رسائل تو لکھے گئے جن میں کوئی بازاری گالی نہیں چھوڑی گئی اور وہ بذریعہ حربِ بٹری تھا نہ مہیون بھی روانہ کئے گئے۔ اسی عبارت پر فتوے تکفیر حاصل کرنے کے لئے عرب کا سفر بھی کیا گیا۔ لیکن اتنا نہ ہوسکا کہ کبھی مخلصانہ طور پر تہذیب کے ساتھ حضرت مولانا کو سادے کارڈ کے ذریعہ یہ شورہ دیا ہوتا۔ محض اس لئے کہ اس میں اصلاح کی ایک صورت تھی اور بہت ممکن تھا کہ مولانا اس کو قبول فرمالیتے اور فرقہ وارانہ جنگ کا خاتمہ ہو جاتا۔ بلکہ آپ فرماتے ہیں کہ ہم کو اس کی کیا ضرورت تھی۔ کیوں صاحب آپ کو ان کے کافر ثابت کرنے کی کیا ضرورت تھی ؟ لیکن۔ ”مطلب قاضی دیگر است“

اس کے بعد میں بتلانا چاہتا ہوں کہ حضرت مولانا کو یہ شورہ دیا بھی گیا اور حضرت نے اس کو قبول بھی فرمایا اور وہ خط اور مولانا کی جانب سے اس کا جواب ”تغییر العنوان“ کے نام سے چھپ بھی چکا ہے جو میرے پاس اس وقت موجود بھی ہے۔ اس خط کے الفاظ یہ ہیں۔

”حفظ الایمان کے سوال سوم کے جواب میں ایک شق میں یہ عبارت ہے۔ ”آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر لقبول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے۔“ الخ اس عبارت پر بعض حضرات شبہ کرتے ہیں کہ اس میں نعوذ باللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو مماثل اور مشابہ ٹھہر دیا علم مجاہدین و بہائم کے اور یہ استخفاف ہے اور استخفاف کفر ہے اور اس شبہ کا جو جواب رسالہ بسط البنان میں لکھا گیا ہے وہ بالکل کافی وافی ہے۔ لیکن اسلامی دنیا میں چونکہ ہر فہم کے

لکھا جا چکا ہے۔ ہاں پڑھنے کے متعلق کہتے ہیں کہ اس طرح پڑھا جائے۔ بھلا مولانا ! اس سے کیا ہوتا ہے ان کو یہ لازم تھا کہ پہلے جو عبارت لکھی گئی تھی اس کو قلمزد کر دیتے اور دوسری حفظ الایمان چھپوا دیتے جس میں وہ عبارت نہ ہوتی بلکہ یہ نئی عبارت ہوتی ؟

مولانا محمد منظور صاحب : آپ حضرات نے مولانا کی اس تقریر سے اندازہ کر لیا ہوگا کہ اس وقت ہمارے فاضل مخاطب کا حال یہ ہے کہ اگر میں اس وقت یہ کہہ دوں کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں تو ہمارے مخاطب صاحب شاید فوراً یہی فرمائیں گے کہ ہرگز نہیں بلکہ پانچ ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں میں مولانا کی اس پُرغز اور بامعنی تقریر کا کیا جواب دوں۔ بہتر ہو کہ جناب صدر صاحب ہی اگر کچھ مناسب خیال فرمائیں تو فرمادیں۔

صدر صاحب : میرے نزدیک تو محض اس خط کا اور اس کے جواب کا چھپوا دینا ہی کافی ہے اس کی ضرورت نہیں کہ جو کتا میں پہلے چھپ چکی ہیں ان کو جمع کر کے ان کی عبارات کو قلمزد کیا جائے اور ان میں یہ نئی عبارت لکھی جائے اور نہ میرے نزدیک یہ کسی کے امکان میں ہے۔ میں مسئلہ مسائل تو جانتا نہیں میں ایک ناخواند شخص ہوں۔ ہاں اخبارات دیکھا کرتا ہوں تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی ایڈیشن میں کوئی خبر غلط چھپ جاتی ہے تو دوسرے ایڈیشن میں اس کی تصحیح ہو جاتی ہے یہ نہیں کیا جاتا کہ پہلے ایڈیشن کے تمام پچوں کو جمع کر کے اصلاح کی جائے۔ ہاں یہ ضرور ہونا چاہئے کہ اس کے بعد اگر وہ کتاب چھپے تو اس میں وہ عبارت درج کی جائے جو بعد میں بدلی گئی ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : خدا کا شکر ہے کہ مولانا کے اعتراض کی حقیقت آپ حضرات پر بھی آشکارا ہو گئی اب میں یہ بھی بتلا دینا چاہتا ہوں کہ ”حفظ الایمان“ اس واقعہ کے بعد چھپی ہے اور اس میں یہی نئے عبارت ہے وہ پہلی عبارت نہیں ہے۔ اور وہ میرے پاس موجود ہے۔ سنئے ! اس میں عبارت زیر بحث کی بجائے یہ لفظ ہیں۔

”اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلعم کی کیا تخصیص ہے مطلق بعض علوم غیبیہ تو

غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی حاصل ہیں الخ“

مولوی رحمہ اللہ صاحب : یہ کون سی کتاب ہے ذرا مجھ کو دے دیجئے۔ کتاب دے دی گئی۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : (بعد غور بسیار) آپ نے یہ بھی دیکھا کہ یہ حاشیہ میں کیا لکھا ہوا ہے ؟
 مولانا محمد منظور صاحب : جی ہاں ! دیکھا ہے۔ یہ لکھا ہے کہ اس جگہ اصل میں عبارت اور تھی
 جو ”تغییر العنوان“ کے سوال میں موجود ہے اس کی بجائے یہ عبارت بدل دی گئی ہے اور بدلنے کی وجہ تغیر العنوان
 ہی میں لکھی ہوئی ہے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : دیکھئے صدر صاحب ! مولوی اشرف علی صاحب یہ نہیں چاہتے کہ
 دنیا اس عبارت کو بھول جائے۔ نئی حفظ الایمان بھی چھپوائی تو اس کے حاشیہ پر یہ لکھ دیا کہ ہماری اصل عبارت
 تغیر العنوان میں دیکھ لینا۔ بھلا اس کے یاد دلانے کی کیا ضرورت تھی ؟ اسی کی تو ہم لوگوں کو شکایت ہے۔
 مولانا محمد منظور صاحب : مولانا آپ کا بھی وہی مضمون ہے

”ملا آں باشد کہ چپ نہ شود“

خیر لیجئے اس کا جواب بھی سنتے۔ حضرت مولانا کو معلوم تھا کہ اس وقت دنیا میں نفسانیت کا بازار
 گرم ہے۔ بعض نام نہاد مسلمانوں کا پیشہ ہی یہ ہے کہ وہ دوسروں پر الزام رکھنے کے لئے موقع کے مشلاشی ہتے
 ہیں اگر حفظ الایمان میں یہ حاشیہ نہ ہوتا تو آپ ہی کے کوئی چھوٹے بھائی یہ فرماتے کہ ؟ دیکھا اگر حفظ الایمان
 کی عبارت میں توہین نہیں تھی تو پھر کیوں عبارت بدلی معلوم ہوا کچھ دال میں کالانتھا ایسے لوگوں کی دہان دوزی
 و زبان بندی کے لئے حضرت مولانا نے حاشیہ پر یہ لکھ دیا کہ یہ عبارت بدلی ہوئی ہے اور جو بدلنے کی وجہ ہے
 وہ ”تغییر العنوان“ میں ہے یعنی یہ کہ گمراہ کرنے والوں کو گمراہ کرنے کا موقع نہ ہے۔

اس کے بعد گزارش ہے کہ یہ مجلس مناظرہ ہے یہاں وہ بات کہنی چاہئے جو مناظرہ کی شان کے لائق ہو
 یہاں چپ نہ شود کے ثبوت دینے کی ضرورت نہیں میں خود اعتراف کرتا ہوں کہ آپ چپ نہیں ہو سکتے۔ لہذا آپ
 ”تخذیر الناس“ کے متعلق جو اعتراض کرنا چاہتے ہیں اس کو شروع کیجئے۔

لے خدا کی قدرت کہ دوسرے ہی روز کو جب مولوی عبدالعزیز خان صاحب، مولوی رحمہ اللہ صاحب کی امداد کے لئے بریلی سے آئے
 تو ایک موقع پر حضرت مولانا محمد منظور صاحب سے فرمایا کہ آپ فضول مولوی اشرف علی صاحب کی وکالت کرتے ہیں۔ انہوں نے
 (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

مناظرہ - بر عبارت تحذیر الناس

مولوی رحمہ اللہ صاحب : (حسام الحقین ہاتھ میں لے کر) لیجئے میں آپ کی خاطر ”تحذیر الناس“ ہی کی بحث شروع کرتا ہوں۔ آپ کے مولوی محمد قاسم صاحب اپنی کتاب ”تحذیر الناس“ میں لکھتے ہیں کہ۔

”بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو، جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہے گا۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ عوام کے خیال میں تو رسول صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابقین کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔“

دیکھئے اس عبارت میں مولوی محمد قاسم صاحب اس کو مان رہے ہیں کہ آپ کے زمانے میں بھی اور نبی ہو سکتے ہیں اور آپ کے زمانے کے بعد بھی۔ اور اس سے حضور صلعم کا خاتم ہونا بدستور رہتا ہے۔ بلکہ غضب تو یہ ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ عوام الناس کے خیال میں تو رسول صلعم کا خاتم النبیین ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب کے نزدیک جو شخص خاتم النبیین کے یہ معنی سمجھے کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں وہ عوام میں داخل ہے اور اہل فہم میں سے نہیں۔ حالانکہ خود رسول صلعم نے اس کے یہی معنی سمجھے ہیں اور صحابہ اور تابعین اور سارے ائمہ نے بھی اس کے یہی معنی سمجھے ہیں۔

حضور صلعم فرماتے ہیں انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ بخاری شریف میں ایک حدیث ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ میری مثال ایک مکان کی سی ہے جس کو اچھی طرح بنایا گیا ہو لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہو اور لوگ اس کو دیکھ کر تعجب کرتے ہوں کہ مکان اس قدر اچھا بنایا گیا ہے لیکن یہ اینٹ کی جگہ کیسی خالی ہے۔ پس میں وہ اینٹ ہوں جس نے

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) خود عبارت بدل کر یہ تسلیم کر لیا کہ اس میں تو ہیں تھی۔ اگر نہیں تھی تو بدلا کیوں؟ اور چونکہ مولوی عبدالعزیز خاں

صاحب مولوی رحمہ اللہ صاحب کے نائب تھے اس لئے چھوٹے بھائی کا لفظ بھی خوب چسپاں ہوا۔ ۱۲

نبوت کے گھر کو مکمل کر دیا اور میں خاتم النبیین ہوں۔

ان دو حدیثوں اور ان کے علاوہ اور بے شمار حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے آقا و مولا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری نبی ہیں۔ لیکن مولوی محمد قاسم صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کو سب سے آخر کا نبی خیال کرنا عوام کا خیال ہے اہل فہم کا نہیں۔ اس میں حضور صلعم کے خاتم النبیین ہونے کا بھی انکار ہے اور حضور کی توہین بھی ہے۔ بلکہ تمام صحابہ اور تابعین اور ائمہ مفسرین کی توہین ہے کہ ان کی تفسیروں کو عوام کا خیال بتایا۔ اسی وجہ سے علماء حرمین شریفین نے ان کو کافر کہا ہے۔ اگر آپ بھی انہیں کافر سمجھتے ہیں تو فیصلہ ہوا میرا آپ کا کوئی جھگڑا نہیں۔ اور اگر آپ ان کو مسلمان جانتے ہیں تو اس کا جواب دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : مولوی صاحب نے اپنی اس تقریر میں قاسم العلوم و انجرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ پر دو اعتراض کئے ہیں۔ اول یہ کہ وہ ختم نبوت کے قائل نہیں۔ اور یہی مولوی صاحب کا بڑا اعتراض ہے۔ دوسرا یہ کہ انہوں نے آنحضرت صلعم کی معاذ اللہ توہین کی۔

قبل اس کے کہ میں ان اعتراضوں کا مفصل جواب دوں پہلے یہ بتلا دینا چاہتا ہوں کہ خود حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ کا عقیدہ اس کے متعلق کیا ہے۔ جس کتاب کی عبارت ہمارے مخاطب صاحب نے پڑھ کر آپ حضرات کو سنائی ہے وہ میرے پاس موجود ہے۔ اس کے صفحہ ۱۰ پر یہ عبارت ہے۔

”سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے در نہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی

بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے۔ ادھر تصریحات نبوی مثل انت منی بمنزلہ

ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی او كما قال جو بظاہر بطرز

مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی۔ کیوں کہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ

گیاتے پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا گو الفاظ مذکور بسند متواتر منقول نہ ہوں سو یہ عدم

تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی ایسا ہی ہو گا۔ جیسا تواتر اعداد رکعات فرض و وتر وغیرہ

باوجودیکہ الفاظ احادیث مشرقت اور رکعات متواتر نہیں۔ جیسا ان کا منکر کافر ہے اس کا

منکر بھی کافر ہو گا۔ الخ

اس عبارت میں حضرت مولانا نے حضور انور صلعم کے خاتم النبیین ہونے کی چار دلیلیں بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ قرآن عزیز میں جو لفظ خاتم النبیین آنحضرت صلعم کی شان میں وارد ہے اس سے ختم نبوت زمانی اور ربی دونوں مراد ہوں تو اس صورت میں حضور صلعم کا آخر الانبیاء اور سب سے پچھلا نبی ہونا قرآن عزیز سے بدالالت مطابقتی ثابت ہوگا۔

۲ : دوسری یہ کہ لفظ خاتم النبیین سے محض خاتمیت ربی مراد لی جائے۔ لیکن چونکہ اس کے لئے ختم زمانی لازم ہوگا ہے اس لئے اس لفظ خاتم النبیین کی دلالت اس پر بطور التزام ہوگی۔

۳ : تیسری دلیل یہ بیان کی کہ احادیث متواترۃ المعنی سے آپ کا خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہونا ثابت ہے۔

۴ : چوتھی دلیل یہ کہ امت محمدیہ کا اس پر اجماع منعقد ہو گیا ہے کہ آنحضرت صلعم سب سے پچھلے نبی ہیں۔ آخر میں یہ بھی فرمادیا کہ ختم نبوت زمانی کا منکر کافر ہوگا۔

حاضرین! مجھ کو اور آپ کو سب کو ایک دن خدا کو منہ دکھانا ہے ذرا انصاف سے کہئے کہ جو شخص اتنی دلیلوں سے ختم نبوت ثابت کرے اور اس کے منکر کو کافر بتلائے کیا اس سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھے کہ حضور صلعم کے بعد اور بھی نبی آسکتے ہیں۔ اسی کتاب میں جا بجا اس قسم کی اور بھی عبارات موجود ہیں۔ لیکن میں بخوف طوالت ان کو نظر انداز کرتا ہوں۔ پھر یہ کہ مضمون مولانا مرحوم کی متعدد کتابوں میں ملے گا محض اسی کتاب میں نہیں۔ میرے پاس اس وقت حضرت مرحوم کی مشہور کتاب ”منظرۃ عجیبہ“ ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس میں سے بھی دو ایک عبارتیں سنا دوں۔ سنئے۔ ”منظرۃ عجیبہ ص ۳۹“

”خاتمیت زمانی اپنا دین و ایمان ہے ناسخ کی تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں۔ سو اگر ایسی باتیں جائز ہوں تو ہمارے منہ میں بھی زبان ہے۔“

پھر اسی منظرۃ عجیبہ کے صفحہ ۵۰ پر فرماتے ہیں۔

”خاتمیت زمانی سے مجھے انکار نہیں بلکہ یوں کہئے کہ منکروں کے لئے گنجائش انکار نہ چھوڑی۔“

افضلیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے والوں کے پاؤں حجادینے۔ اور نبیوں کی نبوت پر ایمان ہے

پر رسول اللہ صلعم کے برابر کسی کو نہیں سمجھتا۔“

اور اسی منظرۃ عجیبہ کے صفحہ ۱۰۳ پر فرماتے ہیں۔

” افتناع بالغیر میں کسے کلام ہے اپنا دین و ایمان ہے بعد رسول اللہ صلعم کسی اور نبی کے ہونے

کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں “

اس کے علاوہ حضرت مولانا مرحوم کی دیگر تصانیف میں بھی اسی قسم کے مضامین بکثرت موجود ہیں۔ جنگو پڑھ کر سننے کی اب چنداں حاجت نہیں۔ ایک منصف مزاج کے لئے اتنا ہی کافی ہے اس کے بعد میں صاف طور پر کہنا چاہتا ہوں کہ انتہاء درجہ کی بے شرمی ہے اگر کوئی حضرات علماء دیوبند پر یہ الزام رکھے کہ وہ معاذ اللہ ختم نبوت کے منکر ہیں۔ آج امت محمدیہ کی عمر ساڑھے تیرہ سو برس کی ہوتی ہے لیکن میں بیابانگ دہل دعوے سے کہتا ہوں کہ مسئلہ ختم نبوت کی جو خدمت فرزند ان دیوبند نے کی ہے اس کی نظیر آج تک کوئی پیش نہ کر سکا۔ نہ پیش کر سکتا ہے مسئلہ ختم نبوت پر محض مولانا مولوی محمد شفیع صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند کے چار رسالے ہیں۔

۱ : ہدیۃ المہدئین فی آیۃ خاتم النبیین - ۲ : ختم النبوة فی

القرآن - ۳ : ختم النبوة فی الحدیث - ۴ : ختم النبوة

فی الآثار :

ختم النبوة فی القرآن : میں تقریباً ایک سو آیات سے جناب رسول اللہ صلعم کا خاتم النبیین ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ ختم النبوة فی الحدیث : میں تقریباً دو سو احادیث نبویہ سے آنحضرت صلعم کا آخر الانبیاء ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ ختم النبوة فی الآثار : میں سلف صالحین کے بے شمار اقوال سے ختم نبوت کا ثبوت دیا گیا ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہ مانے وہ کافر ہے۔ یہ چاروں رسالے قادیانیوں کے رد میں تنہا مولوی محمد شفیع صاحب کے ہیں۔ ان کے علاوہ جو رسائل اور مضامین دیگر حضرات دیوبند کے ہیں وہ جدا گانہ ہیں۔ جن کا ایک مجلس میں شمار کرنا بھی آسان نہیں۔ کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ آپ نے یا آپ کی جماعت کے کسی شخص نے قادیانی جماعت سے کبھی مسئلہ ختم نبوت پر مناظرہ کیا ہو۔ اگر آپ مجھ سے دریافت کریں تو ایک ڈنڈ نہیں بلکہ دس، بیس جگہ ایسی لکھا سکتا ہوں جہاں فرزند ان دارالعلوم دیوبند نے قادیانی جماعت سے اسی مسئلہ ختم نبوت پر مناظرے کئے ہیں بلکہ ان میں بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں آپ کی جماعت کے لوگوں نے آپ حضرات کو تار پر تار دیئے لیکن چونکہ مسئلہ ختم نبوت پر کسی قادیانی سے گفتگو کرنا آسان نہ تھا اس لئے تاروں

کا جواب بھی نہ دیا گیا۔ اس کے بعد ان غریبوں نے دیوبند سے مناظر طلب کئے اور وہاں سے فوراً بھیجے گئے۔ اسی کا اثر ہے کہ آج قادیانی جماعت کو علماء دیوبند کے نام سے بخار چڑھتا ہے۔ ان واقعات کے سامنے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص یہ کہے کہ علماء دیوبند نعوذ باللہ ختم نبوت کے منکر ہیں تو اس کا جواب بس ہمارے پاس یہ ہے۔

”سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ“

دوسرا اعتراض آپ کا حضرت قائم العالَمِ وَاخِرَاتِ پر یہ تھا کہ معاذ اللہ انہوں نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کر دی۔ میں کل عرض کر چکا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کفر بلکہ اشد کفر ہے۔ لیکن واقعہ میں توہین ہونی چاہیے۔ جس ذات قدسی صفات کے متعلق آپ یہ فرما رہے ہیں کہ العیاذ باللہ انہوں نے حضور صلعم کی توہین کی ہے۔ ذرا ان کا کلام اٹھا کر دیکھئے۔ بخدا وہ ایسے عاشق رسول اللہ صلعم ہیں کہ آج ان کی نظیر ملنا بھی دشوار ہے۔ مولانا مرحوم اپنے قصیدہ نعتیہ میں فرماتے ہیں :-

تو فخر کون و مکان زبدۂ زمین زماں
ہریشکر پیغمبران شہ ابرار
جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
تھے کہاں کسی میں نہیں مگر دو چار
اگے چل کر فرماتے ہیں :-

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیسے سوا
نہیں قاسم بے کس کا کوئی حامی کار
جو تو ہی ہو سکو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا
بنے گا کون ہمارا ترے سوا غنوار
ایک جگہ فرماتے ہیں :-

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ
کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار
جیوؤں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھول
مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مور و مار
جو یہ نصیب نہ ہو اور کہاں نصیب میرے
کہ میں ہوں اور سگانِ حرم کی تیرے قطار
اڑا کے باد مری مشبِ خاک کو پس مرگ
کرے حضور کے روضے کے آس پاس نثار
وے یہ ترے کہاں مشبِ خاکِ قاسم کا
کہ جلے کوچہِ اطہر میں تیسے بن کے غبار
مگر نسیمِ مدینہ ہی گردِ باد بن
کشاں کشاں مجھے لے جا جہاں ہے تیرا نثار

اگرچہ جی چاہتا ہے کہ اس قصیدہ کو تمام ماہا پڑھ کر سناؤں مگر بخوف طوالت چھوڑتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو سمجھ دی ہے وہ اسی سے سمجھ گئے ہوں گے کہ حضرت مولانا مرحوم کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کس درجہ عشق تھا۔ میں نے اپنے بعض بزرگوں سے سنا ہے کہ جب حضرت مرحوم حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر بغرض زیارت روضۃ النور مدینہ طیبہ کو روانہ ہوئے ہیں تو کئی منزل پہلے ادنٹ سے اتر پڑے۔ ادب و تعظیم کے لئے پایا چلنے لگے۔ پیروں میں کانٹے لگتے تھے۔ پتھروں کی ٹھوکروں سے قدموں کا حال دگرگوں تھا مگر ادب کی وجہ سے سوار نہ ہوتے تھے۔ جب مدینہ طیبہ پہنچے اور زیارت روضۃ النور سے مشرف ہوئے تو غلاف شریف پر نظر پڑی۔ فوراً خیال ہوا کہ میرے پیر کی جوتی کا کیمخت بھی سبزنگ کا ہے اور یہ غلاف شریف بھی۔ اس خیال کے آتے ہی جوتی پاؤں سے نکال دی اور اس کے بعد عمر بھر کیمخت کی لگی ہوئی جوتی نہ پہنی۔ محض اس خیال سے کہ وہ روضۃ النور کے غلاف کے ہم رنگ ہوتا ہے۔ لیکن افسوس آج ان کو کہا جاتا ہے کہ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں اور حضرت کی توہین کرتے ہیں۔ مسلمانو! خدا را بتاؤ کہ اگر یہ بھی دشمن ہیں تو دوست کس جگہ بستے ہیں سمجھ اس وقت حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کے دو شعر یاد آتے ہیں۔ فرماتے ہیں :-

چنین کردند و خلق در تاشا ہمیں گفتند حاشا ثم حاشا
کزین روئے نکو بدکاری آید و زین دل دار دل آزاری آید

اس کے بعد میں مولانا کے اعتراض کی حقیقت بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ جو عبارت اس وقت مولانا نے ”حسام الحرمین“ سے ”تخذیر الناس“ کی چڑھی ہے وہ ایک جگہ کی عبارت نہیں۔ بلکہ اس میں ایک فقرہ صفحہ ۳ کا۔ ایک صفحہ ۱۴ کا۔ ایک صفحہ ۲۸ کا ہے۔

مولانا ! اگر اسی طرح کسی کا کفر ثابت ہوتا ہے تو مجھ کو اجازت دیجئے کہ آپ کے اعلیٰ حضرت کے ایک ایک رسالہ سے ہزار ہزار، دو دو ہزار کفریات نکال دوں۔ میرے محترم ”تخذیر الناس“ تو ایک بشر کی کتاب ہے اگر کوئی مولوی احمد رضا خان صاحب کا چھوٹا بھائی ایسی ہی حیا داری پر اتر آئے تو پھر قرآن عزیز سے بھی معاذ اللہ بے شمار مضامین کفریہ جمع کر سکتا ہے۔ بلکہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے تو اتنی کلفت بھی اٹھائی کہ ایک فقرہ صفحہ ۳ کا لیا۔ دوسرے صفحہ ۱۴ کا۔ تیسرے صفحہ ۲۸ کا۔ اُس کو شاید اتنا بھی نہ کرنا پڑے بلکہ ایک صفحہ نہیں بلکہ ایک

ہی آیت میں الٹ پھیر کر کے ایسے مضامین بنا سکتا ہے۔

مثلاً یوں کہے کہ معاذ اللہ قرآن شریف میں ہے۔

”ان الابرار لفی جحیم وان الفجار لفی نعیم“ ۱

یعنی اچھے لوگ جہنم میں جائیں گے اور بدکار جنت میں۔ اور کوئی پوچھے کہ قرآن شریف میں کہاں ہے تو کہہ دے کہ پارہ عم۔ سورہ الفطار میں ہے۔ حاضرین یہ ہے حقیقت مولوی احمد رضا خاں صاحب کے الزامات کی۔ مختلف جگہ کی عبارتیں جمع کر کے ایک کفریہ مضمون بنایا اور لکھ دیا کہ فلاں نے یہ مضمون لکھا ہے لہذا کافر۔ یہ بھی نہیں بتلاتے کہ یہ عبارتیں مختلف مقامات کی ہیں۔ بلکہ ایک مسلسل عبارت لکھ دی جاتی ہے جس سے ہر ایک دیکھنے والا یہی سمجھے گا کہ مولوی محمد قاسم صاحب نے ”تذخیر الناس“ میں کہیں یہ لکھا ہوگا۔ پھر یہ بھی نہیں کہ ترتیب وار لکھا ہو بلکہ صریح کفری مضمون بنانے کے لئے مولوی احمد رضا خاں صاحب نے یہ خیانت کی پہلے صفحہ ۱۴ کا فقرہ لکھا۔ پھر صفحہ ۲۸ کا۔ پھر صفحہ ۳۰ کا۔ واللہ اگر مجھ سے ایسی حرکت ہو جاتی تو میں ہر گز اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ کسی مناظرہ کے جلسہ میں شریک ہوں۔ لیکن صد آفریں آپ حضرات کی حیا و شرم پر کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے تو یہ خیانت کی ہی تھی لیکن آپ حضرات بجائے اس کے کہ اس کی پردہ پوشی کرتے آج مجلس مناظرہ میں اس کو پیش کرتے ہیں۔ ع

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

لیجئے اب میں ان فقرات کا علیحدہ علیحدہ صحیح مطلب بیان کرتا ہوں۔ جو فقرہ آپ نے سب سے آخر میں پڑھا ہے وہ ”تذخیر الناس“ کے صفحہ ۳۰ کا ہے۔ اور یوں سمجھئے کہ تذخیر الناس گویا اسی سے شروع ہوتی ہے۔ اس جگہ حضرت مولانا مسئلہ ختم نبوت پر کلام نہیں فرما رہے بلکہ آیت کریمہ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین الایۃ کے معنی میں کلام فرما رہے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ۔

۱۔ آیت کریمہ یوں ہے اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَّ اِنَّ الْفٰجِرَ لَفِیْ جَحِیْمٍ۔

یعنی نیک جنت میں رہیں گے اور بدکار دوزخ میں۔ ۱۲

”اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں“ یعنی آیت کریمہ میں جو آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے اول اس کے معنی سمجھنے چاہئیں۔

اس کے بعد فرماتے ہیں۔

”سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ

کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب سے آخری نبی ہیں“

یعنی عوام کا خیال تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم فقط اس معنی کہ خاتم النبیین ہیں کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں۔ مولانا یہ نہیں فرما رہے کہ خاتم النبیین کے یہ معنی کرنا عوام کا خیال ہے بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ عوام کے نزدیک اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ رسول اللہ صلعم آخری نبی ہیں۔ یعنی بس اسی معنی میں حصر کرنا اور لفظ خاتم النبیین کے بس یہی معنی کرنا اس کو مولانا مرحوم فرماتے ہیں کہ یہ حصر کرنا عوام کا خیال ہے۔

پھر فرماتے ہیں۔

”لیکن اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں“

یعنی زمانے کے اول یا آخر میں آنا اس میں بالذات آنحضرت صلعم کے لئے کوئی فضیلت نہیں بلکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری زمانے میں تشریف لانا اس آخری زمانے کے لئے باعث فضیلت ہے۔ اس زمانے کی وجہ سے آنحضرت صلعم میں چار چاند نہیں لگے بلکہ آنحضرت صلعم کی تشریف آوری نے اس زمانے میں چار چاند لگا دیئے اور وہ خیر القرون کہلایا۔ اگر بالفرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا نوح علیہ السلام یا سیدنا حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں بھی تشریف لاتے تو وہی زمانہ خیر القرون کہلایا جاتا۔ تو مولانا مرحوم فرماتے ہیں کہ عوام کے نزدیک لفظ خاتم النبیین کے بس یہی معنی ہیں، لیکن یہ حصر مناسب نہیں۔ اس لئے کہ اس میں کوئی بڑی فضیلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں نکلتی، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حضور کی تعریف کے موقع پر یہ لفظ (خاتم النبیین) فرمایا ہے۔ لہذا اس کے اگر ہو سکیں تو کوئی ایسے معنی کرنے چاہئیں جن میں پورے طور سے فضیلت محمدی نکلے پھر اپنی ساری کتاب میں اُسی معنی کی تفصیل فرمائی ہے جس کا حاصل تھوڑے لفظوں میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

لفظ خاتم النبیین کے معنی

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ العزیز کے نزدیک



مولانا مرحوم فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو قرآن عزیز میں خاتم النبیین فرمایا گیا ہے اس سے خاتمیت زمانی بھی مراد لی جائے اور خاتمیت مرتبی بھی۔ خاتمیت زمانی کو تو آپ حضرات بھی جانتے ہوں گے۔ یعنی یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری نبی ہیں۔ اور خاتمیت مرتبی کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصف نبوت کے ساتھ بالذات متصف ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام بالعرض اور آپ کے واسطے سے۔ یعنی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر کسی واسطے کے کمالات نبوت عطا فرمائے گئے۔ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حضور سرور عالم کے واسطے سے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو بالذات روشن بنایا یعنی یہ کہ وہ اپنی روشنی میں کسی دوسری روشنی کا محتاج نہیں اور اس کی روشنی کسی دوسری روشنی سے مستفاد نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بالذات نبی بنایا اور آپ اپنی نبوت میں کسی دوسرے نبی کے محتاج نہیں۔ اور جس طرح کہ چاند اور دوسرے ستاروں کو بالعرض یعنی آفتاب کے ذریعہ سے روشن کیا اور وہ اپنی روشنی میں آفتاب کی روشنی کے محتاج ہیں اور ان کی روشنی آفتاب کی روشنی کا عکس ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دوسرے انبیاء علیہم السلام کو نبی بالعرض بنایا۔ یعنی ان کو کمالات نبوت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے عطا فرمائے اور وہ اپنی نبوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محتاج ہیں اور ان کی نبوت حضور سرور عالم کی بارگاہ نبوت سے مستفاد ہے۔

الغرض مولانا فرماتے ہیں کہ لفظ خاتم النبیین سے فقط یہ نہ مراد لیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پچھلے نبی ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی مراد لیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالذات نبی ہیں یعنی اپنی نبوت میں کسی دوسری مخلوق کے دست نگر نہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام اپنی نبوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے فیض کے دست نگر ہیں، تو مولانا کے نزدیک لفظ خاتم النبیین سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دو قسم کی خاتمیت ثابت ہوئی۔ ایک خاتمیت زمانی دوسرے خاتمیت مرتبی۔ جس کا مطلب میں ابھی بیان کر چکا ہوں۔ پھر اسی خاتمیت مرتبی کے متعلق صفحہ ۱۴ پر فرماتے ہیں کہ۔

» یہ ایسی خاتمیت ہے کہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے «

پھر اسی خاتمیت مرتبی کے متعلق صفحہ ۲۸ پر فرماتے ہیں کہ۔

» بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا «

الغرض یہ دونوں فقرے خاتمیت مرتبی کے متعلق ہیں نہ خاتمیت زمانی کے متعلق۔ جیسا کہ ہر تھوڑی سی عقل رکھنے والا بھی سمجھ سکتا ہے۔ پس حضرت مرحوم کو ختم نبوت زمانی سے انکار نہیں بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ بس آنحضرت صلعم زمانے ہی کے اعتبار سے خاتم ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مرتبہ کے اعتبار سے بھی خاتم ہیں۔ جس کا مختصر الفاظ میں مطلب یہ ہے کہ آپ نبی الامت ہونے کے ساتھ ساتھ نبی الانبیاء بھی ہیں۔ اور جس طرح ہم غلامان محمدی صلی اللہ علیہ وسلم آنحضرت کے دربار سے فیض یاب ہیں اسی طرح آدم و نوح و ابراہیم و اسحاق، موسیٰ و عیسیٰ و کل انبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ و السلام بھی آپ کی بارگاہ رسالت پناہ سے فیض یاب ہیں اور اسی مضمون کو ایک جناب رسول اللہ صلعم کا سچا عاشق ایک شعر میں ادا کرتا ہے۔

فکلُّ من رسول اللہ ملتَمِس قطراً من البحر اور شقام من الیم

رب صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلهم

حضرت مولانا نے تو وہ بات کہی تھی کہ عاشقان محمدی کو قربان ہونا چاہئے تھا۔ لیکن افسوس مولوی احمد رضا

خان صاحب کی دیانت پر کہ محض اپنی شہرت کی غرض سے عبارت میں ناجائز قطع و برید کی اور ایک فقرہ صفحہ ۲۸ دوسرے صفحہ ۱۴ تفسیر صفحہ ۳۰ کا لکھ کر زبردستی ایک کفری مضمون بنایا اور کہہ دیا کہ صاحب مولوی محمد قاسم صاحب نے ختم نبوت کا انکار کر دیا۔ (لعنة الله على الكاذبين)۔

اگرچہ محمد اللہ مولانا کے دونوں اعتراضوں کا کافی شافی جواب ہو گیا اور ہمارے ذمہ کوئی بات باقی نہیں رہی لیکن میں حاضرین کی خاطر یہ بھی بتلادینا چاہتا ہوں کہ یہ تحقیق کہ حضور سرور عالم صلعم نبی بالذات ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام نبی بالعرض یعنی ان کو نبوت حضور سرور عالم صلعم کے واسطے سے ملی محض مولانا ہی کی نہیں بلکہ اس کا اقرار ایک جگہ خود مولوی احمد رضا خان صاحب نے بھی کیا ہے سنئے مولوی احمد رضا صاحب اپنی کتاب ”جزاء اللہ عدوہ“، مطبوعہ حسنی پریس بریلی صفحہ ۲۳ پر فرماتے ہیں۔

”اور نصوص متواترہ اولیاء کرام وائمہ عظام و علمائے اعلام سے مبرہن ہو چکا کہ ہر نعمت قلیل یا کثیر، صغیر یا کبیر، جسمانی یا روحانی، دینی یا دنیوی، ظاہری یا باطنی روز اول سے اب تک اب سے قیامت تک۔ قیامت سے آخرت تک۔ آخرت سے ابد تک۔ مومن یا کافر مطیع یا فاجر ملک یا انسان جن یا حیوان بلکہ تمام ماسوا اللہ میں جسے جو کچھ ملی یا ملتی ہے یا ملے گی اس کی کلی انہیں کے صبا ئے کرم سے کھلی اور کھلتی ہے اور کھلے گی انہیں کی ہاتھوں پر بٹی اور بٹتی ہے اور بٹے گی۔ یہ سر الوجود و اصل الوجود خلیفۃ اللہ الاعظم ولی نعمت عالم ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم“

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس کو جو کچھ نعمت ملی روحانی ہو یا جسمانی۔ دینی ہو یا دنیوی وہ حضور صلعم ہی کے واسطے سے ملی اور چونکہ نبوت بھی ایک بڑی بلکہ سب سے بڑی نعمت ہے تو معلوم ہوا کہ جس کو بھی نبوت عطا ہوئی وہ حضور صلعم ہی کے ہاتھ سے عطا ہوئی۔ اگرچہ ہم کو معلوم ہے کہ یہ مضمون خان صاحب کا مسروقہ ہے۔ اور محمد اللہ ہم یہ بھی بتا سکتے ہیں کہ یہ سرقہ کہاں سے ہوا ہے لیکن ہمیں اس وقت اس سے بحث نہیں۔ ہمیں تو یہ ثابت کرنا تھا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب بھی حضور صلعم کو نبی بالذات اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو نبی بالعرض جانتے ہیں۔ وہ بفضلہ تعالیٰ اس عبارت سے کما حقہ ثابت ہو گیا۔ اب جو شخص مصنف تحذیر الناس

کی تکفیر کرے اس کو چاہئے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کی پہلے خبر لے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے فاضل مخاطب نے اور تمام حاضرین نے اب تحذیر الناس کے تینوں فقروں کا صحیح مطلب سمجھ لیا ہوگا۔ اگر پھر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت سمجھوں گا تو پھر انشاء اللہ عرض کروں گا۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔

مولانا کی یہ تقریر ۴۵ منٹ میں ختم ہوئی۔ ہم صدر صاحب کے دل سے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے تقریر کی نوعیت دیکھ کر باوجود وقت گزر جانے کے نہیں روکا اور ۴۵ منٹ برابر جاری رہنے دی۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : (بعد از خطبہ) آپ حضرات نے مولوی صاحب کا وعظ سنا۔ بھلا ان باتوں کی یہاں کیا ضرورت تھی میں نے جس عبارت پر اعتراض کیا تھا اس کا جواب دینا چاہئے تھا۔ میرا اعتراض یہ تھا کہ مولوی محمد قاسم صاحب نے یہ لکھا ہے کہ خاتم النبیین کے یہ معنی سمجھنا کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں عوام کا خیال ہے۔ اس عبارت میں خود حضرت رسالت و جمیع صحابہ و تابعین و ائمہ مفسرین کی توہین ہے کیوں کہ اس آیت کے معنی خود انحضرت نے بھی ہم کو یہی بتلائے ہیں۔ اور صحابہ و تابعین و ائمہ مفسرین نے بھی یہی سمجھے ہیں۔ اور مولوی محمد قاسم صاحب کہتے ہیں کہ یہ عوام کا خیال ہے اہل فہم کا نہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا توہین ہو سکتی ہے۔ کیا آپ کے نزدیک بس ماں بہن کی گالیاں دینا ہی توہین ہے ؟ آپ سے یہ توہینہ سکا کہ اس کا کوئی جواب دیتے۔ آپ نے قصیدہ نعتیہ کے شعر سنا دیئے کہ دیکھئے مولوی محمد قاسم صاحب کو حضور سے کس درجہ محبت ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ایک شخص آپ کے یا آپ کے کسی استاد کے متعلق ایک اشتہار شائع کرے اور اس میں لکھے کہ آپ سوتر ہیں۔ گدھے ہیں۔ کتے ہیں۔ پاچی ہیں۔ غرض ایسے ہیں ویسے ہیں پھر آپ کے دوست احباب کی خوشنودی کے لئے ایک دوسری تحریر میں لکھے کہ آپ معظم ہیں مکرم ہیں عالم ہیں فاضل ہیں۔ تو کیا آپ یہ کہیں گے کہ اس نے میری توہین نہیں کی۔ وہ مجرم نہیں۔ میں تو یہ کہوں گا کہ نالائق

تو مجرم ہے جب تک کہ اپنی پہلی تحریر کی معافی مولوی صاحب سے نہ چاہے گا تیرا جرم باقی رہے گا۔ ایسے ہی اگر کہیں مولوی محمد قاسم صاحب نے مسلمانوں کا دل خوش کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف بھی کر دی تو کیا اس سے ان کا اسلام ثابت ہو جاتا ہے۔ یاد رکھئے کہ جب تک وہ اس کھلی توہین سے توبہ نہ کریں ہرگز مسلمان نہیں۔ مولوی صاحب ! یہ وعظ کی جگہ نہیں یہ مجلس مناظرہ ہے۔

آپ کا مجھ پر ادا اعلیٰ حضرت پر یہ اعتراض ہے کہ مختلف جگہ کی عبارتیں جمع کر کے کفریہ مضمون بنالیا۔ ارے صاحب یہ تو آپ جب کہیں جب میں ان عبارتوں کو ملا کر اعتراض کروں۔ میرا اعتراض تو صرف تحذیر الناس کے اس فقرہ پر ہے۔

”سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں“

میں دوسرے اور تیسرے فقرہ پر تو ابھی اعتراض ہی نہیں کر رہا۔ پھر سن لیجئے کہ میرا اعتراض اس وقت صرف یہ ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب نے حضور سرور کونین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی کیونکہ آپ کے بیان کردہ تفسیر کو عوام کا خیال بتایا جس کی وجہ سے علماء بحرین شریفین نے ان کو کافر کہا ہے آپ اس توہین کو ان کے سر سے اٹھائیے اور بے کار وقت ضائع نہ کیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ سنو) حاضرین ! آپ کو یاد ہو گا کہ مولوی صاحب نے اپنی پہلی تقریر میں قاسم العلوم و اخیرات حضرت مولانا نانوتوی قدس سرہ العزیز پر دو اعتراض کئے تھے۔ ایک یہ کہ وہ ختم نبوت کے منکر ہیں۔ دوسرے یہ کہ العیاذ باللہ انہوں نے حضرت سرور کائنات فخر موجودات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی اور آپ کے بیان کردہ معنی کو عوام کا خیال بتایا۔ لیکن اب جبکہ مولوی صاحب اور ساری بریلوی جماعت کے قبلہ و کعبہ جناب مولوی احمد رضا خان صاحب کی خیانت کا راز طشت از بام ہوا اور لوگوں پر یہ ثابت ہو گیا کہ واقعی تحذیر الناس کی عبارت میں نہایت شرمناک قطع برید ہے تو اب مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ میرا اعتراض صرف ایک فقرہ پر ہے۔ حضرت والا ! اگر آپ

کا اعتراض صرف صفحہ ۳ کے فقرہ پر تھا تو صفحہ ۱۴ و صفحہ ۲۸ کے فقرے کیوں پڑھے تھے ؟ مولانا اگر آپ کو خدا کا خوف نہیں ہے تو کم از کم اپنی بات کا تو کچھ پاس لحاظ چاہئے۔ یہ لوگ جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں آپ کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے۔ انہوں نے ابھی جناب سے یہ سنا تھا کہ۔

” اس عبارت میں صاف ختم نبوت کا انکار ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین

بھی ہے “

اور ابھی آپ فرما رہے ہیں کہ میرا اعتراض صرف توہین کے متعلق ہے۔ خیر یہ بھی خدا کا شکر ہے کہ انکار ختم نبوت والے الزام کا بے اصل اور افتراء محض ہونا عملاً جناب نے بھی تسلیم کر لیا۔ ع

عمرت دراز باد کہ اس ہم غنیمت است

اب رہا جناب کا توہین والا الزام اگرچہ اس کا جواب میں کافی دے چکا ہوں۔ لیکن سنتے بطور خلاصہ اسی کو پھر عرض کرتا ہوں۔ مولانا یہ نہیں فرماتے کہ لفظ خاتم النبیین کے یہ معنی کرنا کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں عوام کا خیال ہے۔ بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ اس لفظ کے عوام کے خیال میں صرف یہی معنی ہیں۔ تحذیر الناس کی بعینہ عبارت یہ ہے۔

” سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے (یعنی صرف اس معنی کو

ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں)

پس مولانا نے حصر کو عوام کا خیال بتایا ہے نہ نفس اس معنی کو اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں حصر نہیں فرمایا نہ انشاء اللہ آپ کسی صحابی سے ثابت کر سکتے ہیں نہ کسی تابعی سے۔

الغرض حضرت مرحوم نے جس کو عوام کا خیال بتایا ہے وہ ہرگز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ تفسیر نہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں نہیں فرمایا کہ اس لفظ کے بس یہی معنی کرنا کہ میں سب سے آخری نبی ہوں۔ یہ ضرور

فرمایا ہے ” انا خاتم النبیین لا نبی بعدی “ لیکن اس سے تو زیادہ سے زیادہ یہ معلوم ہوتا

ہے کہ لفظ خاتم کے وہ معنی بھی ہیں جو عام طور پر مشہور ہیں۔ اس میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ مولانا مرحوم کو اس

سے انکار نہیں ہاں حصر سے انکار ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں کہ اس لفظ خاتم کے وہ معنی بھی ہیں جو عام

مشہور ہیں اور یہ بھی ہیں کہ آنحضرت صلعم خاتم مرتبی بھی ہیں۔ اور یہ ممکن ہے کہ ایک وقت میں ایک آیت کے کئی معنی ہوں۔ حدیث شریف میں خود جناب رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں لکل آیت منها ظہر و بطن و لکل حد مطلع ۱۱ یعنی قرآن عزیز کی ہر ایک آیت کے دو قسم کے معنی ہیں۔ ایک ظاہری (جس کو ہر زبان دان سمجھ سکتا ہے) دوسرے باطنی (جس کو خواص ہی سمجھتے ہیں نہ عوام) یہ حدیث صحاح میں موجود ہے۔ اب اگر کسی آیت کے کوئی معنی خود آنحضرت صلعم یا کسی صحابی نے بیان کر دیئے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے نزدیک اس کے بس وہی معنی ہوں نہ کوئی دوسرے۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس کے وہ معنی بھی ہوں اور کوئی دوسرے معنی بھی ہوں۔ بس ایسے ہی سمجھ لیجئے کہ لفظ خاتم النبیین کے وہ معنی بھی ہیں جو عام طور پر مشہور ہیں یعنی یہ کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں، اور وہ معنی بھی جن کو مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم نے بیان فرمایا ہے۔ اور اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ قاضی بیضاوی نے تفسیر بیضاوی شریف میں جہاں بقرہ بنی اسرائیل کا قصہ آیا ہے۔ اَوَّلًا ان آیات کے وہ معنی بیان کئے جو عام طور پر مشہور ہیں اور جن کو سب لوگ سمجھتے ہیں اور وہی ظاہر قرآن عزیز سے سمجھ میں بھی آتے ہیں۔ اس کے بعد ایک نئے معنی بیان کئے اور وہ یہ کہ بقرہ سے نفس انسانی مراد لیا جائے اور اس کے ذبح کرنے سے جہاد بالنفس۔ تو اس سے ہرگز یہ نہیں سمجھا جانا کہ قاضی بیضاوی نے مشہور معنی کچھوڑ دیا۔ بلکہ یہ کہا جائے گا کہ انہوں نے معنی مشہور بھی لئے اور اس کے علاوہ ایک اور دوسرے بار ایک معنی بھی بتائے جو عوام کے خیال سے بالاتر تھے۔

علیٰ ہذا خاتم الاولیاء حضرت شیخ محی الدین اکبر ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر کو ملاحظہ فرمائیے۔ مشکل سے کوئی آیت ایسی ملے گی جس کے انہوں نے وہ معنی کئے ہوں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ یا تابعین یا ائمہ مفسرین سے منقول ہوں۔ بلکہ اکثر آیات کے معنی ایسے عجیب و غریب بیان کئے ہیں جن کو دیکھ کر بھی حیرت ہوتی ہے جتنی کہ بہت سی وہ آیات جن کی کوئی تفسیر خود جناب رسول اللہ صلعم یا صحابہ کرام سے منقول ہے ان کی تفسیر میں بھی انہوں نے کوئی نئے معنی ہی بیان کئے ہیں۔ لیکن اس سے ہرگز یہ نہیں سمجھا جانا کہ انہوں نے آنحضرت صلعم یا صحابہ

کی بیان کردہ تفاسیر کو چھوڑ دیا معاذ اللہ بلکہ دنیا بھر کے علماء اس کا یہی مطلب سمجھتے ہیں کہ ان کے نزدیک وہ معافی تو مسلم ہیں ہی ان کے علاوہ دوسرے باریک معنی بیان کرتے ہیں جس کو ہر شخص قرآن عزیز سے نہیں سمجھ سکتا تھا بلکہ یہ تو قرآن عزیز کا معجزہ ہے۔ جناب رسول اللہ صلعہ فرماتے ہیں لا تنقضی عجائبہ (یعنی قرآن عزیز کے عجائب و غرائب تا بقا دنیا ختم ہونے والے نہیں) بس ایسے ہی مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ کو سمجھنے کہ وہ ان معنی کو بھی تسلیم کرتے ہیں جو عام طور پر مشہور ہیں اور ایک اور باریک معنی بتلاتے ہیں جن کی وجہ سے فضیلت محمدی دوبالا ہو جاتی ہے اور وہ یہ کہ آنحضرت صلعہ نبی بالذات میں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام انبیاء بالعرض۔ اور یہ معنی بھی احادیث نبوی سے مستنبط ہیں۔ خلاصہ جواب یہ ہے کہ مولانا مرحوم نے ہصر کو عوام کا خیال بتایا ہے۔ تو ہیں جب ہوتی جب جناب رسول اللہ صلعہ نے کہیں ہصر فرمایا ہوتا۔ آنحضرت صلعہ نے کہیں ہصر نہیں فرمایا۔ بلکہ حدیث شریف میں لکل ایتہ منہا ظہر و بطن الحدیث "فرما کر کسی دوسرے کے لئے بھی ہصر کی گنجائش نہ چھوڑی۔ واللہ علی ذالک۔

مولوی رحمہ الہی صاحب : حاضرین ! مولوی صاحب نے تحذیر الناس کی عبارت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ خاتم النبیین کے صرف یہ معنی کرنا عوام کا خیال ہے۔ اور یہ مطلب بایں معنی کے لفظ سے نکالا ہے۔ بس میرا سوال یہ ہے کہ بایں معنی کے جو آپ نے یہ معنی کیے کہ صرف اس معنی میں، اس کی آپ کے پاس کیا سند ہے ؟

مولانا محمد منظور صاحب : اس کی سند خود مولانا کا کلام ہے۔ غور کیجئے لفظ خاتم النبیین میں تین ہی احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے معنی صرف یہ ہوں کہ حضور خاتم زمانی ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس کے معنی صرف یہ ہوں کہ آنحضرت صلعہ خاتم مرتبی ہیں۔ تیسرے یہ کہ خاتم زمانی بھی اس کے مفہوم میں داخل ہو اور خاتم مرتبی بھی۔ اور یہی مولانا مرحوم کا مختار ہے۔ چنانچہ اسی تحذیر الناس کے صفحہ ۷ کی آخری سطر میں فرماتے ہیں۔

دو اور مجھ سے پوچھئے تو اے

اس عبارت سے جناب نے بھی سمجھ لیا ہوگا کہ مولانا مرحوم کے نزدیک خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلعم زمانے کے اعتبار سے بھی خاتم ہیں اور رتبہ کے اعتبار سے بھی اور مکان کے اعتبار سے بھی۔ اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ مولانا عوام کا خیال صرف حصر کو بتلا رہے ہیں نہ نفس ان معنی کو جو مشہور ہیں۔ اس لئے کہ ان کو تو خود بھی مان رہے ہیں ہاں حصر کو نہیں مانتے۔

الغرض خود مولانا کا کلام اس کو بتلا رہا ہے کہ ”بایں معنی“ سے مراد یہ ہے کہ ”صرف یہ معنی“ اور مولانا ان کا رد کر رہے ہیں جو اس لفظ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی سمجھتے ہیں اور اسی میں حصر کرتے ہیں۔
مولوی رحمہ اللہ صاحب : یہ سند کیسی ہے اجماع حضرت لغت سے یہ ثابت کیجئے کہ ”بایں معنی“ کے یہ معنی آتے ہیں کہ ”صرف اس معنی میں“ ابھی آپ کو یہ بھی خبر نہیں کہ کسی لفظ کے معنی متعین کرنے کے لئے لغت کی سند چاہئے لہذا آپ کسی لغت کی کتاب سے اس کا ثبوت دیکھئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : حضرت والا یہ سند ایسی ہے جیسی کہ آپ کے اعلیٰ حضرت نے اپنے سر سے کفر کا الزام اٹھانے کے لئے ایک جگہ پیش کی ہے۔ سنئے۔

مراد آباد کا کوئی طالب علم مولوی احمد رضا خان صاحب کو لکھتا ہے کہ جناب نے مولوی محمد اسماعیل صاحب شہید دہلوی کے متعلق ”کو کبر شہابیہ“ میں لکھا ہے کہ انہوں نے معاذ اللہ حضور سرور عالم صلعم کو صاف صاف صریح گالیاں دیں ہیں جس میں کسی تاویل کی گنجائش بھی نہیں۔ اور آپ ہی نے تمہید میں فرمایا ہے کہ احتیاط اس میں ہے کہ شہید مرحوم کو کافر نہ کہا جائے اور اسی کو مختار اور مفتی برقرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ سلسلہ ہے کہ جو شخص جناب رسول اللہ صلعم کی ایسی کھلی ہونی توہین کرے کہ جس میں تاویل کی بھی گنجائش نہ ہو وہ کافر ہے حتیٰ کہ جو شخص اس کے کفر میں شک کرے احتیاط برتے وہ بھی کافر ہے لہذا اب آپ خود اپنے اقرار سے کافر ٹھہرتے ہیں تو مولوی احمد رضا خان صاحب کی طرف سے اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ۔ مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی کی

کی عبارات میں تاویل کی گنجائش ہے اس لئے ہم نے تہید میں یہ لکھا ہے کہ ان کو کافر نہ کہا جائے۔ اور الکو کبہ الشہابیہ میں جو یہ الفاظ ہیں کہ ”اس کھلی گتخی میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں“ تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بالکل کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تاویل قریب کی گنجائش نہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ”تاویل“ کے معنی تاویل قریب کے کیسے گڑھے گئے؟

تو آپ کے اعلیٰ حضرت جواب دیتے ہیں کہ کوکہ شہابیہ جس سوال کے جواب میں لکھی گئی ہے اس میں سائل نے حکم فقی دریافت کیا ہے۔ اور ہم نے بھی اس کے آخر صفحہ پر لکھ دیا ہے کہ یہ تکفیر فقہاء کرام و اصحاب فتویٰ کے نزدیک ہے یہ قرینہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مراد تاویل سے تاویل قریب ہے نہ مطلق تاویل۔ کیونکہ تاویل قریب ہی فقہاء کے نزدیک معتبر ہے نہ تاویل بعید۔ یہ خلاصہ ہے اس سوال و جواب کا جو الموت الاحمر میں درج ہے۔

اگرچہ یہ مولوی احمد رضا خان صاحب کا عذر گناہ بدتر از گناہ ہے۔ لیکن ہمیں اس وقت اس سے بحث نہیں۔ ہمیں تو محض یہ ثابت کرنا تھا کہ کسی لفظ کے حنی متعین کرنے میں متکلم کے کلام کو بھی دخل ہوتا ہے وہ بھلا اللہ معہ کچھ اضافہ کے آپ کے اعلیٰ حضرت کے کلام سے ثابت ہو گیا۔ پس میں کہتا ہوں کہ ”بایں معنی“ جو تحذیر الناس کی عبارت میں واقع ہے اس کا یہی مطلب ہے کہ عوام کے نزدیک خاتم النبیین کے صرف یہ معنی ہیں اور اس پر خود مولانا کا کلام شاہد ہے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : میں نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ ”بایں معنی“ کے یہ معنی کدھر اس معنی میں اس کی کیا سند ہے؟ آپ نے اس کی کوئی سند بیان نہیں کی۔ کسی لغت کی کتاب کا حوالہ نہیں دیا بلکہ جو پہلے کہا تھا اسی کو پھر دہرا دیا۔ مہربانی فرما کر اس سوال کا جواب دیجئے۔ اور کسی لغت کی کتاب سے اس کا ثبوت دیجئے۔ آپ بار بار یہ کہتے ہیں کہ مولوی محمد قاسم صاحب ہصر کرنے والوں کا رد کر رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کیا رسول اللہ صلعم یا کسی صحابی نے ہصر کیا تھا؟ تابعین یا مفسرین نے کہیں ہصر کیا تھا؟ جس کا وہ رد کر رہے ہیں۔ ہصر کا رد تو جب کریں جب کسی نے ہصر کیا ہو۔ جب کسی نے ہصر کیا ہی نہیں تو پھر رد کس کا؟

مولانا محمد منظور صاحب : مولانا نے اس تقریر میں تو کمال ہی کر دیا۔ اور جو کچھ مجھ کو کہنا چاہئے

تھا اختصار کے ساتھ وہ سب ہی تو کہہ ڈالا۔ سچ ہے ع

عدو شود سبب **ب** خیر گر خدا خواہد

سنئے مولانا فرماتے ہیں کہ ”کیا کہیں رسول اللہ صلم نے ہصر کیا ؟ کیا کسی صحابی ، کسی تابعی نے ہصر

کیا ؟ پھر خود ہی فرماتے ہیں کہ ”جب کسی نے ہصر کیا ہی نہیں تو پھر رد کس کا ؟“

کیا غوب کہ غیب پر وہ کھولے

جادو ہے وہ جو **س** پرہ چڑھ کے بولے

میرے محترم ! میں بھی تو یہی عرض کر رہا ہوں کہ مولوی محمد قاسم صاحب نے ہصر کو عوام کا خیال بتایا

ہے۔ اور وہ نہ رسول اللہ صلم سے ثابت ہے ، نہ کسی صحابی سے ، نہ کسی تابعی سے۔ لہذا تو یں نہیں۔ تو یں جب

ہوتی کہ کہیں جناب رسول اللہ صلم نے ہصر کیا ہوتا۔ بلکہ آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ خود آنحضرت

صلعم نے ہصر کیا ہی نہیں دوسروں کے لئے بھی ہصر کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ اس لئے کہ خود فرمادیا ”لکل

ایۃ منها ظہر و بطن“ (یعنی ہر آیت قرآنی کے دو قسم کے معنی ہیں ایک ظاہر ایک باطن)۔ اب میرا آپ

کا نزاع محض ایک بات میں رہا۔ اور وہ یہ کہ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب ”لفظ خاتم النبیین

سے خاتم زمانی مراد لینے کو عوام کا خیال بتلا رہے ہیں۔ اور میں عرض کر رہا ہوں کہ نہیں بلکہ اسی معنی میں ہصر کرنے

کو مولانا مرحوم نے عوام کا خیال بتایا ہے۔ خدا کا فضل و کرم ہے کہ میں خود مولانا ہی کے کلام سے ثابت کر چکا کہ

وہ محض ہصر کو عوام کا خیال بتا رہے ہیں۔ آپ نے مجھ سے دریافت کیا کہ یہ کیسی سند ہے بھگد اللہ میں نے اس کا بھی

جواب دے دیا کہ یہ ایسی ہی سند ہے جیسی کہ آپ کے اعلیٰ حضرت نے اپنے سر سے کفر کا بار گراں اٹھانے کے لئے

پیش کی۔ اگرچہ ان کی بدقسمتی سے پھر بھی وہ کفر نہ اٹھ سکا لیکن اگر آپ کے نزدیک یہ بھی کافی نہیں تو لیجئے میں خود

آپ ہی سے اقرار کرتا ہوں کہ یہاں مولانا ہصر ہی کو عوام کا خیال بتلا رہے ہیں نہ نفس معنی کو۔ ذرا غور سے سنئے۔

مولانا مرحوم کی عبارت یہ ہے۔

”سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق

کے زمانے کے بعد اور آپ سب سے آخری نبی ہیں“

میں آپ ہی سے دریافت کرتا ہوں کہ یہ ”بائیں معنی“ مرتبہ بشرط شئی میں ہے یا بشرط لاشئی میں بالابشرط شئی میں۔ ذرا سوچ سمجھ کر جواب دیجئے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : اچھا مولوی صاحب جب آپ نے یہ بحث چھیڑی ہے تو پہلے ان تینوں مرتبوں کی تعریف کر دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : نے فرمایا کہ اگر علمی قابلیت کا امتحان مقصود ہے تو اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ آپ بھی ان مراتب کی تعریفات لکھ دیں اور میں بھی لکھ دیتا ہوں۔ لیکن مولوی رحمہ اللہ صاحب کسی طرح اس پر تیار نہ ہوئے۔ بالآخر مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ لیجئے آپ مجھ سے ہی تعریفات سنئے۔

مرتبہ بشرط شئی، شئی مع القید کا مرتبہ ہے لیکن یہ قید غیر اطلاق کے ہوا۔ اور مرتبہ بشرط لاشئی، شئی مع قید الاطلاق کا مرتبہ ہے جس کو الشئی اطلاق سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ اور مرتبہ لالابشرط شئی، شئی من حیث ہو ہو کا مرتبہ ہے جس کو مطلق الشئی بھی کہا جاتا ہے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : مولانا یہ تعریضیں کس کتاب میں لکھی ہوئی ہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : کیا جناب کو ان سے انکار ہے ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب : بے شک مجھ کو انکار ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : آپ کو انکاری تحریر معہ دستخط دینی ہوگی۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : پہلے آپ مجھ کو اپنی تحریر دے دیجئے میں اسی پر انکار لکھ دوں گا۔

مولانا محمد منظور صاحب : نے وہ ہی تعریضیں جو تقریر میں کی تھیں لکھ دیں اور مولوی رحمہ اللہ صاحب

کو پڑھ کر سنائیں۔ مولوی رحمہ اللہ صاحب نے فرمایا کہ آپ نے حوالہ نہیں لکھا۔ مولوی محمد منظور صاحب نے لکھ دیا کہ ان مراتب کی یہ تعریضیں قطعی ہی ہیں مبرور ہیں۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : اچھا یہ اور بتلائیے کہ مرتبہ لالابشرط شئی اور بشرط لاشئی میں عنواناً و

مصادقاً کچھ فرق ہے یا نہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : عنواناً بھی فرق ہے اور مصادقاً بھی۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : (اپنے مخصوص انداز میں) ہاں اس کو بھی لکھ دیجئے۔
 مولانا محمد منظور صاحب : نے اُس کے نیچے لکھ دیا کہ مرتبین اخیرین میں عنوانا بھی فرق ہے
 اور مصداقا بھی۔ اور اپنے دستخط بھی ثبت فرمادیئے۔ اس کے بعد مولوی رحمہ اللہ صاحب کی خدمت میں وہ
 تحریر حاضر کی گئی کہ آپ اس پر لکھ دیجئے کہ یہ تعریفات صحیح نہیں ہیں۔ مولوی صاحب نے تحریر کو ہاتھ میں لے
 لیا اور اس پر لکھا۔

” تصحیح نقل درکار ہے۔ فقط۔ رحمہ اللہ غفرلہ “

مولانا محمد منظور صاحب : نے فرمایا کہ حضرت والا جناب نے فرمایا تھا کہ مجھ کو ان تعریفات سے
 انکار ہے اور میں اس کی دستخطی تحریر دوں گا۔ اب آپ یہ کیا لکھتے ہیں۔ مہربانی فرما کر حسب وعدہ انکاری تحریر
 دیجئے۔ تقریباً نصف گھنٹہ اس پر مولانا محمد منظور صاحب نے اصرار فرمایا۔ اور صدر صاحب نے بھی فرمایا کہ آپ
 انکاری تحریر دینے کا وعدہ کر چکے تھے۔ لہذا آپ کو دے دینی چاہئے۔ لیکن مولوی رحمہ اللہ صاحب نے ایک نہ
 سنی۔ نہ دینی تھی نہ دی۔ اس کے بعد مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ مولانا اگر آپ حسب وعدہ تحریر مجھ کو دے
 دیتے تو شاید آپ سے آپ کے لوگ اس قدر بدظن نہ ہوتے جس قدر اب ہو گئے ہوں گے۔ کیوں کہ وہ ایک علی
 غلطی ہوتی جس کو اہل علم ہی سمجھ سکتے تھے۔ اب تو آپ کی راست بازی کا راز سب پکھل گیا۔ لیکن واقعہ یہ ہے
 کہ شیروں کی بات کا جواب دینا تو ہے ہی مشکل ان کے مقابلہ میں جو اس کا صحیح سالم رہنا بھی آسان نہیں۔
 افسوس کہ خواہ مخواہ آپ نے یہ ایک گھنٹہ فضول باتوں میں ضائع کر دیا اور جس لئے میں نے یہ بات شروع کی
 تھی وہ بات بھی رہ گئی۔ خیر اب میں خود ہی اختصار کے ساتھ عرض کرتا ہوں۔ سنئے۔ لفظ ”بایں معنی“ کے اند
 دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ وہ مرتبہ بشرط لاشی میں ہو۔ دوسرے یہ کہ مرتبہ بشرط شئی میں ہو۔ اور یہ دوسری
 شئی خود حضرت مولانا مرحوم کی مختار ہے جیسا کہ میں ابھی انہیں کی عبارت سے ثابت کر چکا ہوں۔ اب پہلی شئی رہ
 جاتی ہے یعنی یہ کہ وہ مرتبہ بشرط لاشی میں ہو اور وہ بعینہ حصر ہے اسی کو مولانا عوام کا خیال بتلا رہے ہیں۔ رہا مرتبہ
 لا بشرط شئی تو اس کا تحقق یا مرتبہ بشرط شئی کے ضمن میں ہو گا یا مرتبہ بشرط لاشی کے ضمن میں۔ و آخر دعوانا

اس تقریر پر حکم صدر صاحب جلسہ برخواست ہو گیا۔ اور شام کو بعد

مغرب اس طرح مناظرہ کی کاروائی شروع ہوئی۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : (بعد از خطبہ) حضرات آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے صبح مولوی صاحب سے سوال کیا تھا کہ آپ کے مولوی محمد قاسم صاحب نے یہ لکھا ہے کہ۔

”عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں لیکن اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم یا تاخر زانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں انتہی“

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہوشخص خاتم کے یہ معنی کرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری نبی ہیں، مولوی محمد قاسم صاحب کے نزدیک وہ عوام میں داخل ہے اہل فہم میں نہیں اور میں ثابت کر چکا ہوں کہ اس کے یہ معنی خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرماتے ہیں صحابہ نے بھی یہی سمجھے ہیں اور مولوی صاحب بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں تو مولوی محمد قاسم صاحب کے نزدیک لغو ذلالت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ و تابعین اور تمام ائمہ مفسرین عوام کا لاغلام میں داخل ہیں اور اہل فہم میں سے نہیں۔ اہل فہم میں محض اب مولوی محمد قاسم صاحب رہ گئے۔ ان کے نزدیک تمام مفسرین یک قلم بے سمجھ اور غیر معتبر ہیں حالانکہ ان میں حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر بھی ہیں جن کے بارے میں حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

گر باطلہ استدلال کار دیں بدے

فخر رازی راز داؤں بدے

لہذا اس عبارت میں خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی توہین ہوئی۔ کیوں کہ آپ کو عوام میں داخل کر دیا اور علیٰ ہذا تمام صحابہ و تابعین اور سارے مفسرین کی توہین ہوئی اور وہ بالاتفاق کفر ہے۔ بلکہ جو توہین رسول اللہ

لے افسوس مولوی صاحب کو یہ بھی خبر نہیں کہ اس شعر میں امام رازی علیہ الرحمۃ کی منقبت ہے یا کچھ اور۔ بریں عقل و دانش بیاہر گریست۔

یہ ہیں ہٹا خانوں کے محدث و مفسر۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

صلعم کو کفر نہ جانے وہ بھی کافر ہے۔ صاحبو! میرا سوال یہ تھا مولوی صاحب نے اس کا کوئی کافی جواب نہیں دیا بلکہ صبح ایک بے کار منطقی بحث چھیڑ کر سارا وقت ضائع کر دیا جس سے مولوی صاحب کی غرض یہ تھی کہ وقت گزر جائے اور تحذیر الناس کی عبارت پر پوری روشنی نہ پڑے۔ مولوی صاحب! جب تک آپ سرے اس سوال کا جواب نہ دیں گے میں ہرگز آپ کو آگے نہ بڑھنے دوں گا۔ آپ بار بار کہتے ہیں کہ محصر کی نفی ہے محصر کی نفی ہے لیکن ثابت بھی تک نہیں کر سکے۔ کسی کی اس قدر بے جا حمایت اچھی نہیں۔ آپ رسول اللہ صلعم کے مقابلہ میں مولوی محمد قاسم صاحب کی حمایت کرتے ہیں۔ کیا آپ کو مولوی محمد قاسم صاحب سے جس قدر محبت ہے اتنی بھی جناب رسول اللہ صلعم سے نہیں۔ انہوں نے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی جس پر سارے علماء نے حتیٰ کہ حرمین شریفین کے علماء نے بھی کافر کہا لیکن آپ انہیں مسلمان ہی ثابت کرنا چاہتے۔ واللہ مولوی محمد قاسم صاحب قیامت میں آپ کے کچھ کام نہ آئیں گے۔ اور حضور سر یا نور صلی اللہ علیہ وسلم عذاب ابدی سے نجات دلائیں گے۔

مولانا محمد منظور صاحب : میں سمجھتا تھا کہ شاید دوپہر سے اس وقت تک مولوی صاحب نے تحذیر الناس کے متعلق کوئی نئی بات سوچی ہوگی لیکن مولوی صاحب کی اس تقریر نے بتا دیا کہ بس اب ان تلوں میں تیل نہیں رہا جو کچھ آپ نے تحذیر الناس کی عبارت کے متعلق صبح کہا تھا وہی بعینہ اب فرمایا ہے ہیں۔ اس کے جواب کی تو میں اب ضرورت نہیں سمجھتا کیوں کہ صبح تفصیل کے ساتھ کئی مرتبہ عرض کر چکا ہوں جس کو سپیک نے سمجھ لیا ہوگا۔ ہاں اس مرتبہ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ توہین رسول اللہ صلعم کفر ہے اور جو اسے کفر نہ کہے وہ بھی کافر ہے میں کہتا ہوں کہ مسئلہ بے شک یوں ہی ہے کہ توہین جناب رسول اللہ صلعم کفر بلکہ اشد کفر ہے اور جو مردود اس توہین کرنے والے کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ اسی وجہ سے توہم کو آپ کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب کے اسلام میں کلام ہے کیونکہ وہ ”کو کبہ شہابیہ میں مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید دہلوی کے متعلق لکھتے ہیں کہ۔“

”انہوں نے جناب محمد رسول اللہ صلعم کو بے دھڑک صاف صریح گالیاں دیں اور اللہ جبار

و قہار کا کچھ خوف نہیں کیا“ اور قسم کھا کر فرماتے ہیں۔ ”کہ واللہ واللہ ان گالیوں کی اطلاع

رسول اللہ صلعم کو ہوئی اور خدا کی قسم ان کو ان گالیوں سے ایذا پہنچی“ پھر آگے چل کر فرماتے

ہیں۔ ”کہ اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں“

الغرض مولوی احمد رضا خان صاحب مولوی محمد اسماعیل صاحب شہید دہلوی کے متعلق یہاں تو قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی توہین کی۔ صاف صاف گالیاں دیں جن میں تاویل کی بھی گنجائش نہیں اور اپنے رسالہ ”سُبْحَانَ شَبُوح“ میں انہیں شہید مرحوم کے متعلق آخری حکم یہ دیتے ہیں کہ۔ علماء معتادین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے۔ وہو الجواب وبہ یفتی وعلیہ الفتویٰ وھو المذہب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامة وفیہ السداد۔

یعنی مولوی اسماعیل صاحب کو کافر نہ کہنا بلکہ مسلمان کہنا یہی جواب با صواب ہے اور اسی پر فتوے ہونا چاہیے اسی پر فتویٰ ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی پر اعتماد کرنا چاہیے۔ اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کے نزدیک ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاف صاف صریح صریح گالیاں دے کر بھی مسلمان رہ سکتا ہے اور اسے کافر کہنا بڑا احتیاطی اور ہلاکت میں پڑنا ہے۔ سلامتی اسی میں ہے کہ اسے مسلمان کہا جائے۔ استغفر اللہ العلی العظیم۔ اور یہ خود کفر عظیم ہے جیسا کہ آپ ابھی فرما چکے ہیں۔ لہذا آپ کے اعلیٰ حضرت خود اپنے اور آپ کے قول سے کافر بنے۔ ابھی تک تو آپ کی جماعت ان کے اس اقراری کفر کو اٹھا نہیں سکی ہے اگر آپ کے اندر ہمت ہو تو آپ ہی اٹھائیں لیکن ذرا سوچ سمجھ کر کیوں کہ خاکسار کو بھی آپ کے اعلیٰ حضرت کی کتابوں سے کچھ واقفیت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کی تاویل کو خود انہیں کا کلام شریف رد کر دے۔

سنجھل کے رکھنا قدم دشت خار میں محسنوں

کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

یہ تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ گھبرا کر مولوی رحمہ اللہ صاحب نے اثنائے تقریر میں جواب دیا کہ۔

مولوی صاحب ! الکوکبة الشہابیہ اور سبحان السبوح ایک بشر کی کتابیں ہیں ان میں تناقض ہو جانا کچھ بعید نہیں یہ شان تو محض خدا تعالیٰ کے کلام پاک کی ہے۔ چنانچہ قرآن عزیز میں فرمایا جاتا ہے

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ
اِخْتِلَافًا كَثِيرًا۔

یعنی خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم لوگ قرآن شریف کو غور سے نہیں دیکھتے۔ اس کے خدائی کتاب ہونے کی بھی

بڑی دلیل ہے کہ اس کے مضامین میں اختلاف نہیں۔ اگر وہ خدائی کتاب نہ ہوتی بلکہ کسی بشر کی بنائی ہوئی ہوتی تو اس میں بہت سا اختلاف ہوتا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کلام میں تناقض نہ ہونا محض اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے کسی بشر کی نہیں۔ بس آپ کے اس الزام کا بھی یہی جواب ہے کہ ”الکوۃ الشہابیہ“ اور ”سبحان السبوح“ کے مضمون میں تناقض ہو گیا ہے جو ایک بشر کی شان سے بعید نہیں۔ خود آپ کے علماء کے کلام میں بھی بہت سی جگہ تناقض ہے حضرت ہی پر کیا الزام ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب :

انجھ ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

مولانا جواب تو آپ نے واقعی نیا اور نہایت ہی عجیب و غریب دیا لیکن واللہ مولوی احمد رضا خان صاحب کے کفر پر رجسٹری ہی کر دی اور جو کچھ ٹوٹی پھوٹی تاویلیں آپ کی جماعت اب تک اس کفر کے اٹھانے کے لئے کیا کرتی تھی آپ نے بحمد اللہ ان سب پر ہی پانی پھیر دیا۔ لیکن میں اس کی تفصیل جب کروں گا جب پہلے آپ مجھ کو اس کی تحریر دے دیں کہ ”الکوۃ الشہابیہ“ اور ”سبحان السبوح“ کی دونوں عبارتوں میں تناقض ہے جو کسی بشر کی شان سے بعید نہیں۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : آپ بے کار باتوں میں وقت ضائع نہ کریں یہ حاجی بحث ہے یہ بھی میرا احسان تھا کہ میں نے اس کا جواب دے دیا اصل میں بحث مولوی محمد قاسم صاحب کے کفر اسلام کی ہو رہی ہے جو آپ دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : مہربان من ! شرائط میں یہ طے ہو چکا ہے کہ اثنائے مناظرہ میں جس

لے کاش مولانا نے یہ نہ فرمایا ہوتا اور محض تحریر ہی کے مطالبہ پر اس تقریر میں اکتفا کیا ہوتا۔ مولانا کی یہ غیر معمولی اور غیر ضروری

جرات اکثر مخالفین کے لئے سہولت کا باعث بن جاتی ہے۔ جیسا کہ سنبھل اور درو کے مباحث میں تجربہ ہوا۔ ۱۲۔

مناظر کا جو جملہ فریق مخالف لکھنا چاہے گا لکھائے گا۔ اس کو حق انکار نہ ہوگا۔ آپ کو اس کی تحریر دینی ہوگی۔
ہاں اگر آپ فرمائیں گے تو میں اس پر بحث نہیں کروں گا۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کی تحریر
چھوڑ دی جائے۔ اس پر تو مولوی احمد رضا خان صاحب کے کفر و اسلام کا انشاء اللہ اقرار فیصلہ ہے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : دیکھئے صدر صاحب یہ صبح کی طرح پھر اس وقت خارجی باتوں میں وقت
ضائع کرنا چاہتے ہیں۔ مولوی صاحب ! اس وقت مولوی احمد رضا خان صاحب کے کفر و اسلام کی بحث نہیں
ہے بلکہ مولوی محمد قاسم صاحب کے کفر و اسلام کی بحث ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : بے شک اصل بحث حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کے ہی کے متعلق
تھی اور آپ مولوی احمد رضا خان صاحب کے وکیل بن کر مولانا مرحوم کا کفر ثابت کرنا چاہتے تھے لیکن حضرت مرحوم
کی کرامت ہے کہ آپ کے موکل خود ہی کفر کے جال میں پھنس گئے اور ایسے پھنسے کہ اب آپ اس معاملہ میں ان کے
وکالت کے لئے بھی تیار نہیں رہے۔

چاہ کن را چاہ در پیش

خیر اگر آپ تحریر دے سکتے ہوں تو مہربانی فرما کر عنایت فرمائیے ورنہ صاف فرما دیجئے کہ میں تحریر
نہیں دوں گا۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : مولانا یہ بالکل خارج از بحث باتیں ہیں لہذا میں ہرگز تحریر نہیں دوں گا۔
اور نہ از روئے شرائط مناظرہ میں تحریر دینے پر مجبور ہوں۔ کیوں کہ اس میں یہ نہیں ہے کہ خارجی باتوں کی بھی تحریر لی
جائے گی۔ مولوی صاحب ! آج تحذیر الناس کی بحث ہے الکوکبۃ الشہابیہ اور سبحان السبوح کی بحث نہیں
ہے۔ آپ میری تقریر کا جواب پورا کیجئے۔ اور ان خارجی باتوں کو چھوڑ دیجئے۔ مناظرہ اس طرح نہیں ہوا کرتا۔
مولانا محمد منظور صاحب : معلوم ہو گیا کہ مولوی صاحب کسی طرح تحریر دینے کے لئے تیار نہیں
اب حاضرین اور صدر صاحب یہ خود فیصلہ کر لیں کہ از روئے شرائط مناظرہ مولوی صاحب مجبور ہیں یا نہیں
میں اپنی باقی ماندہ تقریر کو پورا کرتا ہوں۔

مولوی صاحب نے فرمایا تھا کہ تم بار بار کہتے ہو کہ حصر کی نفی ہے حصر کی نفی ہے اور شملت ابھی تک

نہیں کر سکے۔ میں عرض کرتا ہوں بے شک حصر ہی کی نفی ہے اور اسی کو مولانا مرحوم عوام کا خیال بتا رہے ہیں اور بھگت اللہ خود حضرت مولانا ہی کے کلام سے میں اس کا ثبوت بھی دے چکا ہوں۔ آپ سے اگر ہو سکے تو اس ثبوت کو رد کیجئے آپ نے اپنی تقریر کے آخری حصہ میں میرے متعلق یہ بھی فرمایا تھا کہ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ میں آنحضرت صلم کے مقابلہ میں مولانا محمد قاسم صاحب کی حمایت کرتا ہوں۔ آپ کو خدا کا خوف کھانا چاہئے دنیا میں ہمیشہ رہنا نہیں ہے۔ ایک دن مجھ کو اور آپ کو دونوں کو اس خدا کے دربار میں بھی جانا ہے جو دلوں کے حالات کو بھی جانتا ہے وہاں میرا اور آپ کا فیصلہ ہوگا۔

واللہ ایک مولوی محمد قاسم صاحب کیا معنی کر ڈروں محمد قاسم قربان ہوں آنحضرت صلم کی خاک پا پر۔ یاد رکھئے کہ ہم اگر مولانا محمد قاسم صاحب سے کچھ تھوڑا بہت تعلق رکھتے ہیں تو وہ محض اس وجہ سے کہ وہ ایک غلام ہیں حضرت سرور کائنات فخر موجودات جناب رسول اللہ صلم کے۔ اور وہ ایک باغبان ہیں گلستان محمدی کے۔ اور ہم کو مولوی احمد رضا خان صاحب سے اگر کچھ بغض و عداوت ہے تو وہ محض اس وجہ سے کہ انہوں نے آگ لگائی ہے باغ محمدی میں اور جو توحید و سنت کا باغ دنیا میں جناب رسول اللہ صلم نے لگایا تھا۔ جس کو صحابہ نے اپنے خون کی ندیاں بہا کر سیراب کیا تھا آپ کے مولوی احمد رضا خان صاحب نے شرک و بدعت کو رواج دے کر اس چمنستان توحید کو اجاڑا ہے۔

اسی پر ہم کو کہا جاتا ہے کہ تم کو رسول اللہ صلم سے محبت نہیں مولوی محمد قاسم صاحب سے محبت ہے۔ بے شک ہم کو مولوی محمد قاسم صاحب سے محبت ہے کیوں کہ انہوں نے ہمارے سینہ کو جناب رسول اللہ صلم کے محبت سے بھر دیا۔ آج انہیں کی جوتیوں کا طفیل ہے کہ مجھ کو بدعت ملعونہ سے سخت نفرت اور جناب رسول اللہ صلم کی سنت مبارکہ سے الفت ہے۔ الغرض جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وجہ سے محبت ہے کہ آپ محبوب ہیں اور مولوی محمد قاسم صاحب سے یوں محبت ہے کہ انہوں نے محبوب تک پہنچا دیا۔

ہمارا ایمان ہے کہ جب تک رسول اللہ صلم کی محبت دنیا و مافیہا حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی زیادہ نہ ہوگی اس وقت تک ایک مسلمان مومن کہلانے کا مستحق نہیں۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لَا يَوْمَ مِنْ أَحَدِكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ

و الناس اجمعين او كما قال عليه السلام -

الغرض میں مولوی محمد قاسم صاحب کی حمایت کرتا ہوں تو محض اس وجہ سے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غلام ہیں اور ان پر ایک دشمن رسول نے محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آڑ میں توہین جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا الزام لگایا ہے۔ میری یہ حمایت بھی اللہ اور اس کے رسول جل ذکرہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لئے ہے کسی کے غلام کی حمایت یقیناً اس کے آقا کی خوشنودی اور رضامندی کا باعث ہے اور میری یہ حمایت محض مولوی احمد رضا خان صاحب کے مقابلہ میں ہے جنہوں نے اللہ کے پاک بندوں پر ناپاک الزامات رکھ کر اپنا نامہ اعمال سیاہ کیا ہے۔

اس کے بعد میں اصل بحث کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں اور اسی پر انشاء اللہ اس بحث کا خاتمہ ہے بشرطیکہ آپ نے کچھ صداقت سے کام لیا۔ حاضرین جلسہ بالخصوص جناب صدر صاحب ! آپ حضرات صبح سے سن رہے ہیں کہ مولوی صاحب کا یہ سوال ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب نے نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی جس کی وجہ سے علماء حریمین شریفین نے ان کو کافر کہا ہے۔ میں اس توہین کے جھوٹے الزام کا تو بھگد اللہ کافی شافی جواب دے چکا اور یہ ثابت کر چکا کہ تحذیر الناس کی عبارت میں ہرگز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین نہیں ہے۔ ہاں کسی کے نزدیک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ہی بیان کرنے کا نام توہین ہو تو وہ ضرور یہ کہہ سکتا ہے کہ اس عبارت میں توہین ہے۔ لیکن اب میں ان تمام باتوں سے قطع نظر کہ مولوی صاحب سے کتا ہوں کہ دکھلائیے کہاں علماء حریمین نے توہین کی وجہ سے مولانا محمد قاسم صاحب کو کافر لکھا ہے ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب : آپ کو اپنا منصب ملحوظ رکھنا چاہئے۔ مولانا آپ مجیب ہیں آپ کو اس سوال کا حق نہیں۔ آپ خلاف آداب مناظرہ چلنے لگے۔

مولانا محمد منظور صاحب : بہت خوب آپ کل سے یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ مولانا محمد قاسم صاحب کو علماء حریمین شریفین نے توہین کی وجہ سے کافر کہا ہے اب میں حوالہ طلب کرتا ہوں تو میرا یہ مطالبہ خلاف آداب مناظرہ ہے۔ معلوم ہوا کہ جناب کو فن مناظرہ سے بھی بہت زیادہ تعلق ہے۔ اچی حضرت ناقل کے ذمہ صحیح نقل ہے خواہ وہ سائل ہو یا مجیب۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : نہیں جناب آپ محض مجیب ہیں آپ کو تو کسی سوال کا حق ہی نہیں۔
 مولانا محمد منظور صاحب : اچھا آپ مجھ کو اس کی تحریر دے دیجئے کہ میرا یہ مطالبہ خلاف آداب
 مناظرہ ہے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : اچھا لیجئے میں ثبوت دیتا ہوں مجھ کو حسامِ احرارین دے دیجئے۔
 (۱۰) منٹ تقریباً حسامِ احرارین کا مطالعہ کرنے کے بعد صدر صاحب کے پاس آکر لیجئے حضرت اس
 میں وہ عبارت بھی موجود ہے جس پر میں صبح سے بحث کر رہا ہوں اور جس میں توہین ہے۔ اور وہ یہ ہے۔
 ”سوعوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق
 کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں“

اسی پر اعلیٰ حضرت نے تکفیر کی ہے اور اسی سے علماءِ حریمین نے اتفاق کیا ہے اس سے معلوم ہو گیا
 کہ علماءِ حریمین نے بھی توہین کی وجہ سے مولوی محمد قاسم صاحب کو کافر کہا ہے۔
 مولانا محمد منظور صاحب : مجھے اس وقت بے ساختہ کنا پڑتا ہے کہ اس وقت جناب کی تقریر
 بالکل ایسی ہوئی ہے کہ کسی نے کہا تھا کہ الف بے زبر عف۔ الف تے زیر عف۔ لہذا ثابت ہو گیا کہ میرا
 نام محمد یوسف ہے۔

اس کے بعد میں مناسب سمجھتا ہوں کہ فتویٰ ”حسامِ احرارین“ کی کل وہ عبارت پڑھ کر سنا دوں
 جس کا تعلق حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ کی تکفیر سے ہے تاکہ آپ حضرات کو معلوم ہو جائے کہ مولوی صاحب
 اور آپ کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب کس قدر سچے ہیں۔ اصل میں حسامِ احرارین عربی میں ہے لیکن
 وہ مع ترجمہ چھپی ہے لہذا میں اس کا ترجمہ ہی پڑھ کر سنا دوں۔ مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں۔

”اور قاسمِ نانوتوی کی طرف منسوب جس کی تحذیر الناس ہے اور اس نے اپنے رسالہ
 میں کہا ہے (اس کے بعد تحذیر الناس صفحہ ۴۴ کا فقرہ۔ بعد ازاں صفحہ ۲۸ کا فقرہ۔ بعد ازاں
 صفحہ ۳ کا فقرہ لکھا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔) حالانکہ فتاویٰ تتمہ اور الاشباہ و
 النظائر وغیرہما میں تصریح فرمائی کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے کچھلا نبی نہ جانے تو سلا

نہیں۔ اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آخر الانبیاء ہونا سب انبیاء سے
زمانے میں کھپلا ہونا ضروریاتِ دین سے ہے۔“

اس عبارت سے ہر عقل والا یہی سمجھے گا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب مولوی محمد قاسم صاحب کو محض اس
وجہ سے کافر لکھ رہے ہیں کہ وہ العیاذ باللہ ختم نبوت کے منکر ہیں اور اسی فتوے پر علماءِ حریمین نے تصدیق کی
ہے۔ اب اگر کسی کے دل میں یہ خلیجان ہو کہ کافر تو کہا ہی ہے اگرچہ انکار ختم نبوت کی وجہ سے ہی سہی تو اوّل
تو مولوی صاحب کا اعتراض ہی نہیں صحیح مولوی صاحب اس اعتراض سے دست برداری دے چکے ہیں۔ اور
فرما چکے ہیں کہ میرا سوال محض توہین کے متعلق ہے آپ حضرات کو بھی یہ بات یاد ہوگی۔ دوسرے یہ کہ یہ تکفیر اسی
کی ہوگی جس نے ختم نبوت زمانی کا انکار کیا ہو۔ اور میں ثابت کر چکا ہوں کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ
نبوت زمانی کا انکار نہیں فرما رہے۔ بلکہ اس کو متعدد دلیلوں سے ثابت کر کے اس کے منکر کو کافر ٹھہرا رہے
ہیں۔ ہاں اس کے ساتھ ختم نبوت مرتبی کا اضافہ بھی فرما رہے ہیں۔

مولوی احمد رضا خان صاحب نے علماءِ حریمین کو دھوکہ دیا اور ایک فقرہ صفحہ ۴۱ کا۔ دوسرا صفحہ ۲۸ کا
تفسیر صفحہ ۳ کا لکھ کر ایک مسلسل مضمون بنایا اور مولانا مرحوم کو ختم نبوت زمانی کا منکر ٹھہرا کر ان کی تکفیر کے
علماءِ حریمین نے بھی اس کی تصدیق کر دی۔ انہیں کیا خبر تھی کہ اس عبارت میں کیسی کیسی ناجائز قطع بریدی گئی
ہے۔ اور ایک فقرہ صفحہ ۲۸ کا، دوسرا صفحہ ۴۱ کا، اور تیسرا صفحہ ۴۲ کا لے کر بالقصد ایک کفری مضمون،
بنایا گیا ہے بلکہ ان میں سے بعض حضرات نے تو یہ تصریح بھی کر دی ہے کہ اگر واقعی مولوی محمد قاسم صاحب
ختم نبوت زمانی کے منکر ہوں اور فی الحقیقت مولوی اشرف علی صاحب وغیرہ نے توہین کی ہو جب وہ کافر
ہیں ورنہ نہیں۔ چنانچہ فتوے حسامِ الحرمین کی تقریظ نمبر ۳ میں یہ الفاظ ہیں۔

فہم و الحال ما ذکر کفار مارقون۔

”یعنی اگر فی الحقیقت ان لوگوں کا وہی حال ہے جو تم نے (یعنی مولوی احمد رضا خان صاحب
نے) لکھا ہے تو وہ کافر ہیں اسلام سے خارج ہیں۔“

حسامِ الحرمین صفحہ ۳۴ و صفحہ ۱۵۰ کی ایک تقریظ کے یہ الفاظ ہیں

فاذا ثبت وتحقق ما نسب الى هؤلاء القوم مما هو مبين في
السؤال فعند ذلك يحكم بكفرهم -

”یعنی مولوی احمد رضا خان صاحب نے جو باتیں ان لوگوں (مولانا محمد قاسم صاحب و مولانا
اشرف علی صاحب وغیرہ) کی طرف اس میں منسوب کی ہیں اگر وہ پایۂ ثبوت کو پہنچ جائیں اور
متحقق ہو جائیں تو اس وقت ان کے کفر کا حکم لگایا جائے گا۔ (ورنہ نہیں)“
صفحہ ۱۳ پر ایک تقریظ کے یہ الفاظ ہیں۔

هذا حكم هؤلاء الفرق والاشخاص ان ثبت عنهم هذه المقالات
الشيعة

”یعنی اگر یہ برے اقوال ان لوگوں کے ہوں جب ان کے کافر ہونے کا حکم دیا جائے گا“
مولانا کی یہ تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ مولوی رحمہ اللہ صاحب نے اثناء تقریر میں فرمایا کہ تو کیا یہ عبارتیں
جو حسام اکھرین میں اعلیٰ حضرت نے ان مولوی محمد قاسم صاحب وغیرہ کی لکھی ہیں ان کی نہیں ہیں۔ اور یہ ان کے
برے اقوال نہیں ہیں ؟

مولانا محمد منظور صاحب : جس طرح کہ لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ (نماز کے پاس مت جاؤ)
بلاشبہ الفاظ قرآنی ہیں ایسے ہی حسام اکھرین میں جو عبارت ”حفظ الایمان کی لکھی گئی ہے وہ حفظ الایمان
کی ہی عبارت ہے اور جس درجہ میں کہ۔

ان الذين آمنوا وعملوا الصلحت اولئك اصحاب النار
هم فيها خالدون -

(مومنین صاحبین سب کے سب دوزخی ہیں اسی دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے)۔
قرآن شریف کے الفاظ ہیں۔ اسی درجہ میں حسام اکھرین میں لکھی ہوئی عبارت تحذیر الناس کی عبارت

ہے۔ اور جس طرح ان الفاظ قرآنی سے نماز کے حرام اور مومنین صاحبین کے دوزخی ہونے کا حکم نکالنے والا بے ایمان ہے ایسے ہی حفظ الایمان کی اس عبارت سے توہین اور تحذیر الناس کی عبارت سے انکار ختم نبوت کا مطلب نکالنے والا بھی بے ایمان ہے۔

اس کے بعد میں جناب صدر صاحب سے درخواست کروں گا کہ ان کے نزدیک اس عبارت پر بھی کافی روشنی پڑ چکی ہو تو اس کو ختم کر دیا جائے۔ ہاں اگر مولوی صاحب حسام الحرمین میں یہ دکھانا چاہیں کہ علماء حرمین شریفین نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کی تکفیر توہین کی وجہ سے کی ہے تو نہایت شوق سے اب بھی دیکھنے کو تیار ہوں۔ لیکن عرض کر چکا ہوں کہ انشاء اللہ تاقیامت مولوی صاحب نہیں دکھا سکتے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : آپ کے پاس "الموت الاحمر" ہے ؟

مولانا محمد منظور صاحب : جی ہاں موجود ہے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : اس میں اعلیٰ حضرت نے توہین کی وجہ بھی لکھی ہے۔ لایسے میں آپ

کو ابھی دکھاتا ہوں۔

مولانا محمد منظور صاحب : بہت خوب ! دعویٰ یہ کہ علماء حرمین نے توہین کی وجہ سے کافر کہا ہے۔ اور دلیل یہ کہ اعلیٰ حضرت نے "الموت الاحمر" میں لکھا ہے۔ مہربان من بحث اس کی ہے کہ کہیں علماء حرمین نے بھی توہین کی وجہ سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کو کافر کہا ہے یا نہیں ؟ اگر ہو سکے تو اس کا جواب دیجئے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : آپ مجھ کو الموت الاحمر متودے دیجئے۔ بالآخر دے دی گئی۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب نے "الموت الاحمر" ہاتھ میں لے کر اس طرح تقریر شروع کی۔

”مرد آباد کے کسی طالب علم کی طرف سے اعلیٰ حضرت کے پاس ایک خط آیا تھا جس میں کچھ سوالات اور

نکتہ پر کچھ اعتراضات تھے۔ اعلیٰ حضرت کا طریقہ یہ تھا کہ دیوبندی فرقہ کی طرف سے جو تحریر اعلیٰ حضرت کے

پہنچتی تھی وہ اس کو مولوی اشرف علی صاحب کی سمجھ کر اس کا جواب مولوی اشرف علی صاحب ہی کے پاس

مقتادہ جہوں بھیجا کرتے تھے۔ چنانچہ جب مراد آباد کے اس طالب علم کی طرف سے یہ خط آیا تو اعلیٰ حضرت نے حسب

عادت شریفی اس کا جواب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے نام یہ لکھا جو الموت الاحمر کے نام سے چھپ چکا ہے اس میں مولوی محمد قاسم صاحب کے کفر پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں (اس کے مولوی رحمہ اللہ صاحب نے تقریباً دو صفحہ اس الموت الاحمر کے پڑھ ڈالے۔ اس کے بعد فرمایا، کہ کہنے مولوی صاحب اب تو جناب کو معلوم ہو گیا کہ اعلیٰ حضرت نے محض انکار ختم نبوت ہی کی وجہ سے مولوی محمد قاسم صاحب کو کافر نہیں کہا ہے بلکہ توہین کی وجہ سے بھی کافر کہا ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : مہربان من ! آپ کا دعویٰ یہ تھا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کو علماء حرمین نے توہین کی وجہ سے کافر کہا ہے۔ میرا یہ مطالبہ ہے کہ دکھلائیے کہاں علماء حرمین شریفین نے توہین کی وجہ سے کافر لکھا ہے۔ آپ اس کا جواب دیتے ہیں کہ جی اعلیٰ حضرت نے "الموت الاحمر" میں توہین کی وجہ سے کافر لکھا ہے۔ استغفر اللہ۔ اہی حضرت ! آپ کے اعلیٰ حضرت کو پوچھتا کون ہے؟ ان کے متعلق تو ہمیں پہلے ہی سے معلوم ہے کہ ماشاء اللہ وہ کفریات کا خزانہ ہیں۔ ایک توہین کیا معنی اگر وہ ہزار درجہ سے بھی کسی کو کافر کہیں تو تعجب نہیں۔ سوال تو علماء حرمین کے متعلق ہے۔ یا آپ کے نزدیک بریلی، اور بدایون ہی حرمین شریفین ہیں؟ اس کے بعد میں پھر جناب صدر صاحب کو توجہ دلاؤں گا کہ وہ وقت ضائع نہ ہونے دیں ہم اس قدر بے کار نہیں ہیں۔

جناب صدر صاحب : میرے نزدیک فریقین اس بحث پر کافی روشنی ڈال چکے اور واقعی جیسا کہ مولانا نے فرمایا۔ بہت دیر سے وقت ہی ضائع ہو رہا ہے لہذا اس بحث کو یہیں ختم کر دیا جائے۔ اور دوسری بحث کل صبح سے شروع کی جائے۔ مگر مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ آپ کی ترتیب کے لحاظ سے کل براہین قاطعہ کی عبارت پر بحث ہونی چاہئے۔ لیکن مجھے کل پانچ بجے میاں سے نینی تال جانا ہے لہذا میری خواہش یہ ہے کہ کل مسئلہ علم غیب پر بحث ہو جائے۔ کیوں کہ عبارتوں کی بحث کے متعلق مجھ کو اتنا معلوم ہو گیا کہ آپ حضرات میں بس اختلاف عبارتوں کے مطلب

لہ قربان جائیے اس سمجھ کے، چاہے مولوی اشرف علی صاحب کے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہو لیکن ان اعلیٰ حضرت کے نزدیک تحریر

مولوی اشرف علی صاحب ہی کی ہے واہ رے چودہویں صدی کے مجرد تیری عقل ۱۲۔

میں ہے۔ آپ کے نزدیک جو ایک عبارت کا مطلب ہے آپ اس کو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک جو مطلب ہے وہ اس کو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ غالباً براہین قاطعہ کی عبارت میں بھی یہی بحث ہوگی۔ اور یہ کچھ زیادہ مفید نہیں۔ لہذا میری ذاتی رائے یہ ہے کہ مسئلہ علم غیب پر بحث ہو۔ آئندہ جو آپ حضرات کی رائے ہو۔ عالیجناب صدر صاحب کی یہ تجویز مولانا محمد منظور صاحب نے منظور فرمائی۔ اور مولوی رحمہ اللہ صاحب کو بھی ناگواری کیساتھ منظور کرنی پڑی۔ اس کے بعد حکم جناب صدر صاحب جلسہ برخواست ہوا۔ اور دوسرے روز تقریباً ۸ بجے صبح کو اس طرح کارروائی شروع ہوئی۔

مناظرہ کاٹیسلردن

۲۰ جولائی بروز جمعہ بوقت صبح

مناظرہ بر مسئلہ علم غیب

مولانا محمد منظور صاحب : (مولوی رحمہ اللہ صاحب سے) مسئلہ علم غیب میں چونکہ مدعی آپ حضرات ہیں۔ لہذا اصولاً مجھ کو سائل ہونا چاہیے۔ لیکن اگر آنجناب سائل بننے میں اپنے لئے کچھ سہولت سمجھیں تو میں آپ کو سوال کا حق دیتا ہوں۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : آپ خود ہی سوال کریں میں جواب دوں گا۔

مولانا محمد منظور صاحب : معزز حاضرین ! کل اور پرسوں جو بحث ہوتی اس کا حاصل محض یہ تھا کہ

ایا حضرت مولانا اشرف علی صاحب و مولانا محمد قاسم صاحب وغیرہ کی عبارات میں توہین ہے یا نہیں۔ مولوی صاحب نے ان ہر دو صاحبان کا کفر ثابت کرنے کے لئے یہ کوشش کی کہ کسی طرح یہ ثابت کر دیں کہ ان عبارات میں نفوذِ باطن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ اور میں نے بعونہ تعالیٰ یہ ثابت کیا کہ ان میں ہرگز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین نہیں۔

الغرض مولوی صاحب کی ساری کوشش محض اس لئے تھی کہ ان دو مسلمانوں بلکہ ہزار ہا نہیں بلکہ لکھو لکھو

مسلمانوں کو کافر بنائیں۔ اور میری ساری سعی و سرگردانی اس لئے تھی کہ کسی طرح یہ لاکھوں مسلمان جن میں ہزاروں کی تعداد میں دین کی خدمت کرنے والے اور مخالفین اسلام کے دندان شکن جواب دینے والے بھی ہیں مسلمان ہی ہیں۔ اب میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھ کو ہمیشہ اسی کی توفیق دے۔

بہر حال اب تک جو بحث ہوئی وہ کسی اختلاف فی مسئلہ کے متعلق نہیں تھی بلکہ وہ محض حفظ الایمان اور تحذیر الناس کی عبارتوں کے مطلب پر تھی۔ اب دو روز کے بعد خدا خدا کر کے وہ دن آیا ہے کہ ایک بہت بڑے اختلاف فی مسئلہ پر میری اور مولوی صاحب کی گفتگو ہوگی۔ آپ حضرات سے درخواست ہے کہ نہایت اطمینان اور سکون کے ساتھ فریقین کی تقریریں سنیں۔ اہد فی فیصلہ کریں کہ قرآن عزیز کس کے حق میں فیصلہ دیتا ہے اور احادیث نبی کریم علیہ التہیۃ والتسلیم کس کے ساتھ ہیں۔ صحابہ کرام اور سلف صالحین بالخصوص حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامن کس کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے بعد میں جناب مولوی صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ پہلے وہ اپنا دعوے دربارہ علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متعین کر دیں تاکہ حاضرین کو محل نزاع معلوم ہو جائے اور بحث نتیجہ خیز ہو۔

مولوی رحمہم الہی صاحب : آپ نے جو تبصرہ کل اور پرسوں کی بحث پر کیا وہ سراسر انصاف کے خلاف ہے یوں کہنا چاہئے کہ رحمہم الہی نے اس کی کوشش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنیوالے کو کافر ثابت کرے۔ اور میں نے یہ کوشش کی کہ اس کو کافر نہ کہنے دوں بلکہ مسلمان ہی رہنے دوں اب لیجئے میں اپنا دعوے متعین کرتا ہوں۔ ہم اہلسنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ماکان و مایکون کا علم دیا۔

مولانا محمد منظور صاحب : مہربانی فرما کر ذرا اردو میں فرما دیجئے۔ یہاں کی سبک آپ کی اس عربی کو نہیں سمجھی۔

مولوی رحمہم الہی صاحب : میری مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ازل سے ابد تک کا تمام علم دیا۔

مولانا محمد منظور صاحب : اس ازل و ابد سے جناب کی کیا مراد ہے ؟ آیا وہ جس کو اصطلاح میں ازل و ابد کہتے ہیں۔ یعنی مالا بدایۃ لہ و مالا نہایۃ لہ یا اس سے ابتداء دنیا و انتہاء دنیا مراد ہے ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب نے دو تین مرتبہ دریافت کرنے پر بھی اس کا کوئی معقول جواب نہیں دیا اور ہر مرتبہ گول مول لفظ کہہ کر ٹال دیا۔ بالآخر مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ کو اپنا صحیح مذہب معلوم نہیں ہے یا آپ کسی وجہ سے اس کو ظاہر کرنا نہیں چاہتے تو پھر مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں آپ کے اعلیٰ حضرت کی تصانیف سے بتاؤں کہ آپ کا اس میں کیا مذہب ہے

تب بڑی مشکل سے مولوی عبدالعزیز خان صاحب مدرس مدرسہ منظر اسلام بریلی کی تلقین پر فرمایا کہ میری مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو ابتداء آفرینش عالم سے اس وقت تک کی تمام باتیں تفصیلی طور پر بتا دیں جب تک کہ جنتی جنت میں جائیں اور دوزخی دوزخ میں۔

مولانا محمد منظور صاحب : یہ علم محیط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کب عطا ہوا ؟
مولوی رحمہ اللہ صاحب : یہ علم تدریجاً دیا گیا۔ لیکن اس کی تکمیل اس وقت ہوئی جب قرآن عزیز کا نزول ختم ہوا۔

مولانا محمد منظور صاحب : یہ عقیدہ جناب کا قطعی ہے یا محض وہم و گمان کے درجہ میں ؟
مولوی رحمہ اللہ صاحب : قطعی کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے خلاف کوئی احتمال کسی قسم کا نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ اس کے خلاف احتمال ناشی عن الدلیل نہ ہو۔ اگرچہ احتمالات غیر ناشیہ عن الدلیل موجود ہوں۔
ہمارے عقیدہ اسی دوسرے معنی کے اعتبار سے قطعی ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : آپ اس کے منکر کو کیسا سمجھتے ہیں۔ مسلمان یا کافر ؟
مولوی رحمہ اللہ صاحب : ہم منکرین کی تفصیل کرتے ہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو کوئی بات بھی غیب کی نہیں بتائی تو ہم اس کو کافر سمجھتے ہیں۔ اور اگر محض ہماری اس تحدید کا انکار کرے تو گمراہ جانتے ہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : حضرت گمراہ کالی مشک ہے۔ کافر کو بھی گمراہ کہا جاسکتا ہے اور اس کو بھی جو مسلمان ہو لیکن اہلسنت سے خارج ہو۔ جتنی کہ اس کو بھی کہا جاتا ہے جو کوئی بات خلاف تحقیق سلف کہے۔ اگرچہ اہلسنت سے خارج نہ ہو۔ لہذا برائے مہربانی تعین فرمائیے کہ وہ کس درجہ کا گمراہ ہے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : اس میں بھی ہم تفصیل کرتے ہیں۔ اگر اس کے نزدیک یہ عقیدہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے لیکن محض ضد و ہٹ دھرمی کی وجہ سے انکار کرتا ہے تو گمراہ ہے اور اگر درحقیقت اس کی نظر دلیلوں تک نہیں پہنچی اور اس کے نزدیک ثابت ہی نہیں ہوا اس وجہ سے انکار کرتا ہے تو وہ معذور ہے ہم اس کو گمراہ بھی نہیں کہتے۔

مولانا محمد منظور صاحب : آپ حضرات ہمارے فاضل مخاطب کی لیاقت علمی کی داد دیں۔ ابھی تک تو ہم نے منطق کی کتابوں میں یہ دیکھا تھا کہ تقسیم الشیء الى نفسه و الى غیرہ ” ناجائز ہے۔ لیکن ہمارے مولوی صاحب نے اس کو بھی آج جائز کر دیا۔ اور کیوں نہیں جب دین میں بھی نئے ایجادیں ہو سکتی ہیں تو پھر منطق میں کیوں نہ ہوں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے آپ کو یاد ہو گا کہ ابھی میں نے مولوی صاحب سے سوال کیا تھا کہ جو شخص آپ کے اس عقیدہ (علم غیب) کو نہ ملنے وہ آپ کے نزدیک کیسا ہے اس کا جواب مولوی صاحب نے یہ دیا کہ اگر بالکل مرے سے علم غیب کا انکار کرے تو کافر ہے۔ اور اگر محض ہماری تحدید کا انکار کرے تو گمراہ ہے اس پر میں نے مولوی صاحب سے یہ سوال کیا کہ گمراہ ایک عام لفظ ہے اس سے آپ کی کیا مراد ہے۔ تو اس کا جواب مولوی صاحب دیتے ہیں کہ اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ اگر محض ضد و ہٹ دھرمی کی وجہ سے نہ مانے تو گمراہ ہے۔ اور اگر لاعلمی کی وجہ سے انکار کرے تو وہ گمراہ بھی نہیں جس کا حاصل یہ ہوا کہ مولوی صاحب نے جس کو پہلے گمراہ کہا تھا اس کی دو قسمیں ہیں ایک گمراہ اور دوسری وہ کہ گمراہ بھی نہیں ہے۔ مہربان من ! اسی کا نام تو تقسیم الشیء الى نفسه و الى غیرہ ہے۔ لیکن خیر یہ تو ایک علی لطیفہ تھا اب میں اصل مطلب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

میرا سوال تاہنوز باقی ہے۔ اس کا ابھی کوئی جواب نہیں ہوا۔ آپ نے یہ نہیں بتلایا کہ وہ کس درجہ کا گمراہ ہے۔ لیجئے میں آپ کی سہولت کے لئے ایک خاص صورت میں اس سوال کو پیش کرتا ہوں۔ ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے قرآن عزیز کو بغور تمام از اول تا آخر دیکھا۔ احادیث نبویہ کا مطالعہ کیا اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز یہ علم محیط نہیں دیا گیا اور جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ علم محیط ثابت کرے

وہ جھوٹا ہے مفتری ہے بتلائیے اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے۔ مہربانی فرما کر صاف صاف جواب دیا جائے۔
گول باتوں کا یہ وقت نہیں ہے۔ دیکھنا ہے کہ آپ کے اندر کس قدر جرأت ہے اور آپ آج کتنوں کو کافر اور گمراہ
بناتے ہیں۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب نے تقریباً نصف گھنٹہ تک اس کو صاف نہیں کیا اور ہر مرتبہ ادھر ادھر کی باتیں
کر کے وقت صرف کر دیا اور حقیقت میں انہوں نے بڑی دور اندیشی سے کام لیا ورنہ ساری رضا خانیت کی قلعی کھلے
جاتی۔ اور سلف صالحین بالخصوص صحابہ کرام کو العیاذ باللہ گمراہ کہنا پڑتا۔ یا بعلم !

بالآخر مجبور ہو کر مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ اپنے عقیدہ کو وافض کی طرح پردہ راز میں رکھنا
چاہتے ہیں تو یہ تلقیہ آپ کو مبارک ہو۔ آپ نہ بتلائیے۔ لیکن اب اس دعوے پر دلیل ہی پیش کیجئے۔ وقت تو ضائع
نہ ہو۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : (بعد از خطبہ) مولوی صاحب ! آپ مجھ کو کہتے ہیں کہ وقت ضائع کرتے
ہو۔ لہٰذا کچھ تو انصاف سے کام لیجئے۔ یہ بے کار باتیں کس نے شروع کی تھیں اگر آپ مجھ سے پہلے ہی دلیل کا مطالبہ
کرتے تو نہ معلوم میں اب تک کتنی دلیلیں پیش کر چکا ہوتا۔ خیر اب دلیل سنئے۔ قرآن شریف میں ہے۔
وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا
اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک جناب رسول اللہ صلعم سے فرماتا ہے کہ ہم نے سکھا دیا تمام وہ جو تم
نہیں جانتے تھے۔

مولوی صاحب ! اگر آپ تدریس کا کام کرتے ہیں تو آپ کو ضرور معلوم ہو گا کہ اہل اصول کا اس پر اتفاق
ہے کلمہ ماعمودم کے لئے آتا ہے یہ اصول کی تمام چھوٹی بڑی کتابوں میں لکھا ہوا ہے اور یہاں آیت کریمہ میں کوئی
استثناء بھی نہیں کیا گیا۔ تو اس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے سکھا دیں تم کو تمام وہ باتیں جو تم نہیں
جانتے تھے پس اس آیت سے صاف معلوم ہو گیا کہ تمام ماکان و مایکون کا علم رسول اللہ صلعم کو ان کے رب جل جلالہ
نے عطا فرما دیا۔ واللہ اعلم۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ سنو) آپ حضرات نے مولوی صاحب کی دلیل سنی۔ اب اس

کو ذرا دعوے پر منطقی کر کے اور دیکھ لیجئے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ مولانا کی پیش کردہ دلیل کو ان کے دعوے سے کتنا تعلق ہے۔ مولوی صاحب کا دعوے یہ تھا کہ۔ اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء آفرینش عالم سے جنت اور دوزخ کے داخلہ تک کی تمام باتوں کا تفصیلی علم عطا فرمایا۔ اور استدلال میں جو آیت مولانا نے پڑھی وہ مولانا کے بیان کردہ مطلب کے اعتبار سے اس کو چاہتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم غیر متناہیہ حاصل ہوں۔ اس لئے کہ مولانا بڑے زور شور سے فرما چکے ہیں کہ ہمارے موعوم کے لئے آتا ہے اور آیت میں کوئی استثناء بھی نہیں۔ پس اگر مولوی صاحب کی تقریر کو صحیح مان لیا جائے تو لازم آتا ہے کہ تمام علوم خواہ وہ ابتداء آفرینش عالم سے پہلے ہی کیوں نہ ہوں اور خواہ وہ داخلہ جنت و دوزخ سے بعد ہی کے کیوں نہ ہوں سب کے سب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوں۔ حالانکہ مولوی صاحب خود فرما چکے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام علوم غیر متناہیہ نہیں مانتے بلکہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو محدود بین الغایتین جانتے ہیں۔

یہیں سے حاضرین یہ بھی فیصلہ کر لیں کہ ہم میں اور مولوی صاحب کی جماعت میں کیا فرق ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے علوم ظاہری و باطنی عطا فرمائے جن کو شمار بھی ہم نہیں کر سکتے۔ اور ان کی صحیح تعداد بھی بس ان کا دینے والا جانے یا لینے والا۔ ہاں اجمالاً اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ جس قدر علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے گئے اتنے کسی نبی کسی ولی کسی فرشتہ کو بھی عطا نہیں ہوئے۔ اور ہمارے نزدیک شریعت مطہرہ سے ثابت بھی اتنا ہی ہوتا ہے اس سے زیادہ ہرگز نہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جتنا مرتبہ علوم کے اعتبار سے ہمارے نزدیک شریعت سے ثابت ہے ہم اسی قدر مانتے ہیں نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ اور اسی میں اپنی نجات سمجھتے ہیں۔ لیکن ہمارے مخاطب صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن عزیز سے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علوم غیر متناہیہ ثابت ہوتے ہیں لیکن ہمارے عقیدہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیر متناہی نہیں بلکہ متناہی تھا۔ اور وہ بھی ابتداء آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ بقول مولوی صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جس قدر علوم قرآن عزیز ثابت کرتا ہے مولوی صاحب اس کا لاکھواں کروڑواں حصہ

بھی نہیں مانتے۔

کہیے کس نے شان گھٹائی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور کون اقراری و بانی ہے ع

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

بہر حال اب آپ یا تو اس کا اقرار کریں کہ آپ نے جو مطلب اس آیت کریمہ کا بیان کیا ہے وہ غلط ہے، اس کے بعد میں انشاء اللہ اس کا صحیح مطلب بیان کروں گا۔ یا یہ اقرار کریں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علوم غیر متناہیہ مانتا ہوں میں نے پہلے تفسیر سے کام لیا تھا۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : آپ حضرات نے مولوی صاحب کا اعتراض سنا۔ مولوی صاحب یہ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ و علمک ما لم تکن تعلم تمام علوم کو ثابت کرتی ہے اور تمہارا دعوئے تمام علوم کا نہیں بلکہ محض ابتداء آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک کا ہے۔

میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرا دعوئے اسی قدر ہے۔ لیکن آپ کے اس اعتراض کا میرے استدلال پر کیا اثر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام علوم دے دیئے گئے تو اس ضمن میں ابتداء آفرینش عالم سے دخول جنت و دوزخ تک کے علوم بھی آگئے۔ بلکہ اس سے تو میرا دعوئے مع شئی زائد ثابت ہو گیا۔ کیا آپ نے منطق نہیں پڑھی۔ مولوی صاحب! عام کا ثبوت خاص کے ثبوت کو مستلزم ہوتا ہے جب تمام علوم کلیہ و جزئیہ آیت کریمہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہو گئے تو ابتداء آفرینش عالم سے دخول جنت و دوزخ تک کے علوم خود بخود ثابت ہو گئے و اللہ اعلم۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) اگر اس وقت میرے مخاطب آپ کے بچائے کوئی سماجی دوست ہوتے تو واللہ میں اس عجیب و غریب تحقیق پر (کہ ثبوت عام ثبوت خاص کو مستلزم ہے) ایک فرمالشی قہقہہ لگواتا۔ لیکن مجھ کو آپ کی اس بزرگانہ صورت کا احترام کرنا پڑتا ہے۔

ہمارے فاضل مخاطب فرماتے ہیں کہ تو نے منطق نہیں پڑھی۔ بے شک میں نے وہ منطق نہیں پڑھی جس میں یہ ہو کہ عام کا ثبوت خاص کے ثبوت کو مستلزم ہے۔ میں نے جو منطق پڑھی ہے اس میں تو یہ ہے کہ خاص کا ثبوت عام کے ثبوت کو مستلزم ہے اور عام کا ثبوت خاص کے ثبوت کو مستلزم نہیں۔ یہ نئی منطق جس میں ایسی

البیلی باتیں ہوں آپ ہی حضرات کو مبارک رہے ہم تو کما حقہ اس کی داد بھی نہیں دے سکتے۔ ہاں اگر آج شیخ رئیس ابن سینا دنیا میں موجود ہوتا تو شاید آپ کی فہم و فراست کی کما حقہ داد ملتی۔

رہا جناب کا یہ فرمانا کہ یہ ثبوت دعویٰ مع شنی زائد ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جناب کو فن مناظرہ سے بھی بہت زیادہ واقفیت ہے جس قدر کہ جامعہ رضویہ کے ایک صدر المدسین کو ہونی چاہئے۔

مہربان من ! میرا اعتراض یہ ہے کہ آیت کریمہ جس قدر علوم بقول آپ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کرتی ہے آپ خود اتنے کے قائل نہیں۔ پس اب آپ کے لئے دواستہ ہیں۔ ایک یہ کہ آپ اقرار کریں کہ میں نے آیت کریمہ کا مطلب غلط بیان کیا۔ اس سے تمام چیزیں مراد نہیں ہیں۔ دوسرے یہ کہ میں نے اپنا عقیدہ ناقص بیان کیا۔ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام علوم غیر متناہیہ مانتا ہوں۔ اس کے بعد میں انشاء اللہ آپ کی دلیل کا جواب دوں گا۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : (نہایت غضب ناک لہجہ میں) مولوی صاحب یہ مجلس مناظرہ ہے۔ آپ مذاق کرتے ہیں یا مناظرہ ؟ آپ نے اس مرتبہ میری ذات پر میرے علم پر کئی حملے کئے ہیں۔ اگر علم ہی دکھنا ہے تو اپنے استادوں کو بلا لیجئے۔ مولوی اشرف علی صاحب بھی زندہ ہیں ابھی مرے نہیں ہیں۔ ان کو تھانہ بھون سے نکال لائیے اور پھر علی جوہر دیکھ لیجئے۔ آپ ہیں کیا چیز۔ ابھی آپ ہیں کئے دن کے بچے۔ چلئے میں آپ کے ساتھ تھانہ بھون چلتا ہوں۔ وہاں مولوی اشرف علی صاحب سے مناظرہ کرا دیکھئے گا۔ آپ نے یہ کہا ہے کہ ثبوت دعویٰ مع شنی زائد اس کو نہیں کہتے۔ اگر اس کو نہیں کہتے تو بتلایئے کس کو کہتے ہیں ؟

مولانا محمد منظور صاحب : شرعہ

عجب مزاح ہے کہ مضمون تو دستیاب نہیں

مقابلہ پہ پڑھاتے ہو آستینوں کو

حضرات آج رات میں نے اپنے بعض احباب سے کہا تھا کہ غالباً صبح کو مولوی رحمہ اللہ صاحب مناظرہ کے درہم برہم کرنے کی انتہائی کوشش کریں گے اور انتہائی سخت کلامی سے کام لیں گے۔ کیونکہ صبح کی بحث میں انشاء اللہ آفتاب نیمروز کی طرح معلوم ہو جائے گا کہ کون اہلسنت وجماعت ہے اور سلف صاحبین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین کا سچا قبیح ہے۔ اور کون جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باغی ہے۔

اللہ پاک کا شکر ہے کہ اس نے میری اس پیشینگوئی کو سچ دکھایا۔ اب میں یہ بھی بتلا دینا چاہتا ہوں کہ یہ آپ ہی کی خصوصیت نہیں۔ بحمد اللہ تعالیٰ آج تک آپ کی جماعت کے جس شخص سے بھی اس مسئلہ پر گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا ہے اس نے عاجز آکر میری راستہ اختیار کیا ہے۔ مثل مشہور ہے اذا عجز الانسان اطل اللسان۔ لیکن میری گزارش یہ ہے کہ اگر اس مناظرہ کو ختم ہی کرنا ہے تو اس ناگوار طرز کے اختیار کرنے کی حاجت نہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ میں کسی مصلحت سے مناظرہ کرنا نہیں چاہتا میں جناب کو مجبور نہیں کروں گا اور نہ مجھ کو مجبور کرنے کا حق ہے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : آپ کا یہ خیال غلط ہے۔ ہم غصہ نہیں کرتے۔ ہم اس مسئلہ پر ایک مہینہ تک مناظرہ کرنے کو تیار ہیں۔

اس کے جواب میں جناب مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب نے فرمایا کہ جناب کی فراخ حوصلگی کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ ہم بھی عرصہ سے اس کے متمنی ہیں لیکن چونکہ یہ مسئلہ ایک علمی مسئلہ ہے۔ لہذا ہماری خواہش یہ ہے کہ مناظرہ مراد آباد یا اور کسی بڑے شہر کی طرف منتقل کر لیا جائے تاکہ حاضرین جلسہ فریقین کی تقریریں سن کر کسی خاص نتیجہ پر پہنچ سکیں۔ مولانا محمد منظور صاحب نے اس رائے سے اتفاق کیا اور فرمایا کہ میں اس کے لئے بریلی کو زیادہ مناسب سمجھتا ہوں وہ یہاں سے بہت زیادہ قریب ہے اور مولوی صاحب کی قیام گاہ ہونے کے علاوہ ان کی جماعت کا مرکز بھی ہے وہاں آپ کو زیادہ سہولت رہے گی۔ میں اسی وقت جناب کے ہمراہ چلنے کو تیار ہوں۔ بس جلسہ کا انتظام جناب کرادیں باقی اپنے ذاتی اخراجات کا میں خود کفیل ہوں گا۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب نے اس کو بھی تسلیم نہیں کیا۔ اور اسی پر اصرار کیا کہ مناظرہ یہیں ہو (تاکہ کوئی حقیقت حال سے خبردار نہ ہو جائے)۔

بالآخر مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ کسی وجہ سے بریلی کو مناسب نہیں سمجھتے تو پھر مراد آباد کو منظور فرمائیے اس میں کل انتظامات بذمہ فریقین ہوں گے۔ اور اگر یہ بھی منظور نہیں تو چلئے سنبھل کر رکھئے ہم کل انتظامات کریں گے حتیٰ کہ اگر آپ چاہیں گے تو کوہا یہ بھی آپ کو دیا جائے گا۔ لیکن کسی طرح تیار تو ہو جائیے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب نے جب دیکھا کہ اب کوئی مفر نہیں تو مجبوری اپنے ہمراہیان سے مشورہ کر کے سنبھل کو منظور کیا اور اس کے متعلق مندرجہ ذیل تحریر فریقین کی جانب سے تیار ہوئی۔

” آج بتاریخ ۲۰ جولائی ۱۹۲۸ء دوران مناظرہ جناب مولوی رحمہ اللہ صاحب مدرس اقل مدرسہ منظر اسلام بریلی و مناظر جماعت رضویہ نے یہ فرمایا کہ اگر یہ مناظرہ ایک ماہ تک بھی جاری رہے تو بھی ہم اس مسئلہ (علم غیب) پر گفتگو کرنے کو تیار ہیں۔ جو اب جناب مولوی محمد اسماعیل صاحب سنبھلی نے فرمایا کہ لطیف خاطر منظور ہے۔ لیکن یہ مناظرہ مراد آباد ہونا چاہئے تاکہ حاضرینے فریقین کی گفتگو سے کسی خاص نتیجہ پر پہنچ سکیں۔ اس کے جواب میں مولوی رحمہ اللہ صاحب نے فرمایا کہ تبدیلی مقام کی حاجت نہیں۔ یہ وہ مقام ہے کہ جس کو نہ ہمارا ہی کہا جاسکتا ہے نہ آپ ہی کا۔ جو اب مولوی محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ میں تین مقام پیش کرتا ہوں جو جناب مناسب خیال فرمائیں منتخب فرمائیں۔ بریلی، مراد آباد، سنبھلی۔ اگر بریلی منظور ہو تو جناب کل اخراجات کے کفیل ہوں گے۔ اور اگر مراد آباد ہو تو انتظامات کے ذمہ دار فریقین ہوں گے۔ اور اگر جناب سنبھلی کو مناسب خیال فرمائیں تو ہم انتظامات کے کفیل ہوں گے۔ جناب مولوی رحمہ اللہ صاحب نے سنبھلی کو منظور فرمایا۔“

اس مناظرہ کے متعلق امور ذیل قرار پائے۔

۱ : ہر فریق کو اختیار ہوگا کہ وہ جس کو چاہے اپنی جانب سے مناظرہ مقرر کرے۔

۲ : شرائط مناظرہ بذریعہ خط و کتابت طے ہوں گے۔

۳ : اس مناظرہ کے متعلق جملہ خط و کتابت مولوی رحمہ اللہ صاحب مدرس اقل مدرسہ منظر اسلام

جامعہ رضویہ بریلی سے کی جائے گی۔ یا جناب مولانا حامد رضا خان صاحب سے۔“

اس کے بعد اس تحریر کو مولانا محمد منظور صاحب نے مولوی رحمہ اللہ صاحب کے سامنے پیش کیا کہ اگر اب آپ

کسی مزید ترمیم کی حاجت سمجھیں تو اس وقت کر دیں۔ ایسا نہ ہو کہ بعد میں اور شقیں نکلیں۔ مولوی رحمہ اللہ صاحب نے اس کو لے لیا اور تین گھنٹہ کے بعد، بعد اتفاقاً ضائع ہو گیا۔

” بشرط اجازت سرپرست مدرسہ مولانا حامد رضا خان صاحب مظلہ “

یہ تحریر معہ اس ترمیم کے، مولانا محمد منظور صاحب کو ایک بجے موصول ہوئی۔ چونکہ گاڑی کا وقت قریب تھا اس لئے ہم لوگ فوراً وہاں سے چلے آئے۔ یہاں پہنچ کر حسب قرار داد شرائط مناظرہ کے متعلق خط و کتابت شروع ہوئی جو کامل تین ہفتے جاری رہی اور مناسب شرائط طے ہونے کے بعد اس مناظرہ کی تاریخیں ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵ جمادی الاول کے مقرر ہوئیں۔ لیکن تاریخ پر بھی باوجود سفر خرچ رواند کر دینے کے مولوی رحمہ اللہ صاحب تشریف نہ لائے۔ تب میاں سے بذریعہ تار ایک نوٹس دیا گیا جس نے ان کو آنے پر مجبور کر دیا اور وہ ۲۴ جمادی الاول کو معہ اور چند علماء جماعت رضویہ کے وارد ہل ہوئے۔ لیکن چونکہ شیر نستان مناظرہ جناب مولانا محمد منظور صاحب سے مناظرہ کرنے کا تلخ مزہ دروین چکھ چکے تھے اس لئے بذات خود مناظرہ نہیں فرمایا۔ بلکہ مولوی حشمت علی صاحب کو بحیثیت وکیل جماعت رضویہ مناظرہ میں پیش کیا۔ اور یہ مناظرہ حسب قرار داد مسئلہ علم غیب پر تین روز متواتر نہایت زور شور سے جاری رہا۔ جس کی مفصل کیفیت مناظرہ دروکی روئداد کے ساتھ اسی وقت شائع کردی گئی تھی اور البتہ کا دوسرا ایڈیشن بھی علیحدہ کتاب کی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے۔ ناظرین اس کو دیکھ کر خود فتح شکست کا فیصلہ فرمائیں گے ہم رائے زنی بے سود سمجھتے ہیں۔

ہاں اتنا کہنے پر مجبور ہیں کہ بھلا اللہ اس عظیم الشان مناظرہ نے رضا خانیوں پر اللہ کی حجت تمام کر دی اور دنیا نے یہ دیکھ لیا کہ مسئلہ علم غیب میں ان کے پاس مکڑی کے باسے کے برابر بھی کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ اس کے برعکس قرآن عزیز نے اس غیبی عقیدہ کا ”ایسا ہی بڑبڑا“ کیا ہے جیسا کہ مشرکین کے بہت سے اوہام باطلہ کا۔

فالحمد لله على ايضاح الحق وانهاق الباطل .

خدا کا شکر ہے کہ اس نے اس ذریعہ سے رضا خانیوں کے کان میں کلمہ حق ڈلوایا کہ ہمیشہ کے لئے اپنی حجت تمام کر دی اور بہت سے حق پسند اپنی سادگی کی وجہ سے رضا خانیوں کے دام تزدیر میں پھنس چکے تھے۔ اور ، رضا خانیت کے زبردست حامی تھے ہمیشہ کے لئے تائب ہو گئے اور جن کے قلوب بدعات کی تاریکیوں سے مسخ ہو چکے تھے انہوں نے عار کو نار پر ترجیح دی۔

فان الله حسيبهم يوم القيامة .

ہم ناظرین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ مناظرہ سنجیل کی روئداد کو ضرور ملاحظہ فرمائیں۔
 هذا آخر الكلام والسلام على من اتبع الهدى والتزم
 متابعة المصطفى عليه وعلى اله من الصلوات اتبها ومن
 التحيات اكملها۔

خاکسار

ناظم دارالاشاعت سنجیل

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق یہ تصنیف فرمائی
 میں سرکشی کی اور اس کو نہ مانا پس صاعقہ آسمانی یعنی
 قہر الہی کی بجلی اپنے ان کو ہار کر دیا اور وہ دیکھتے دیکھتے رو گئے

حضرات سبھل و مراد آباد کے رضا خانیوں نے اپنا گھر بگڑا دیکھ کر مناظرہ سبھل کی پتی روملا
 "صاعقہ آسمانی برفرقہ رضا خانی جمعہ دوم" کے جواب میں لکھی ملاحظہ فرمائی اور
 عفریزی کے بعد ایک نام نہاد مولانا نے صاعقہ کے شائع کی تھی۔ اس کو اپنے آپ کو
 الہامی کہہ کر اس رسالہ آسمانی کو بے بصیرت ایمانی مضمون کہہ کر

بارقہ آسمانی برفرقہ رضائی

ضمیمہ صاعقہ آسمانی منسلک

نے رضا خانیوں کے اس طلسمی قلعہ کو بھی مسمار کر دیا
 اس مبارک رسالہ کے پانچ حصے ہیں پہلا حصہ میں مولوی جلال الدین صاحب رضا خانی نے ملاحظہ فرمایا
 سے دس وال کیے گئے ہیں جن سے اس رسالہ کے عملی اور فکری فوائد سمجھ سکتے ہیں
 دوسرے حصہ میں رضا خانی تہذیب کی نئی تصویر کا نظارہ دکھایا گیا ہے تیسرے حصہ میں ان حضرات
 مکمل جواب دیا گیا ہے جن کا اضافہ اس رسالہ میں مولانا احمد رضا خان صاحب دہلی کے
 رسالوں سے کیا گیا تھا۔ چوتھے حصہ میں حضرت مولانا منظور صاحب کے ان ایکسٹریکٹ ملاحظہ فرمائیے
 کی فہرست "صاعقہ آسمانی" سے انتخاب کر کے پیش کی ہے جن کے جواب کا مناظرہ میں مولوی
 حسنت علی صاحب عاجز رہے۔ پانچویں حصہ میں خاص علم قیامت کے متعلق پیش المنظرین حضرت
 مولانا محمد منظور صاحب کی ایک محققانہ اور عجیب غریب تحریر ہے جس کی بلند پایگی

کے لئے حضرت مولانا کا نام ہی کافی ضمانت ہے۔ اس تحریر کا

نائب کر کے رضا خانی نے شکر ادا کیا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق یہ تصنیف فرمائی
 میں سرکشی کی اور اس کو نہ مانا پس صاعقہ آسمانی یعنی
 قہر الہی کی بجلی اپنے ان کو ہار کر دیا اور وہ دیکھتے دیکھتے رو گئے

بار اول ۱۰۰۰ قیمت فی نسخہ درج ذیل اشخاص کے خیردوستی اور ہمدردی سے (پیش کی گئی) دارالاشاعت سبھل
 "صاعقہ آسمانی برفرقہ رضا خانی" جس کی اشاعت کے ارشاد مولانا نے فرمایا تھا۔ ان کے ہمدردی سے اس کا

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ وَاللَّعْنَةُ عَلَى الْكَاذِبِينَ

اگر کچھ ہو تو ثبوت پیش کرو، ورنہ سمجھ لو کہ جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

الہی تیرا قہر ان پر گرے برق بلا ہو کر

جو دیں دھوکہ مسلمانوں کو ان کے دہنما ہو کر

بارقہ آسمانی برفرقہ رضا خانی

ضمیمہ

صاعقہ آسمانی نمبر

مولوی اجمل میاں صاحب کے خود اپنے قلم سے رضا خانی رونداد کا مسلح قمع

اور بالکل جعلی اور جھوٹی ہونے کا اقرار

اہلسنت کی رونداد کے بالکل صحیح اور مطابق واقعہ ہونے کا غیث بن فیصلہ

اس گھر کو آگ لگ گئی اپنے چرائے سے

ناظرین کرام ! جمادی الاول ۱۳۴۷ھ میں جو عظیم الشان مناظرہ مابین اہلسنت و جماعت، وفقہ

رضا خانی۔ سنہ ۱۳۴۷ھ میں ہوا تھا اس کی سچی رونداد رمضان المبارک میں ہم شائع کر چکے ہیں جس کی صحیح اور

مطابق واقعہ ہونے کا اعتراف نصف مزاج مخالفین کو بھی کرنا پڑا ہے۔ اس رونداد نے چونکہ مناظرہ کے اس فیصلہ کو

جو سنبھال کے اندر محسوس دھچکا عام کر دیا۔ اور جہاں جہاں وہ رونداد پہنچی وہاں اس نے اس مناظرہ کا صحیح فوٹو کھینچ دیا۔

اور رسائیوں کے دعوؤں کی حقیقت، ان کی علمی قابلیت اور ان کی حیا سوز تمذیب کی تنگی تصویر، جس کا نظارہ

وہ ان مناظرہ میں صرف باشندگان سنبھال نے کیا تھا، ہر ناظر کے پیش نظر کر دی۔ اس لئے رضا خانیوں نے بھی اس

کے جواب میں ایک نام نہاد روئداد تصنیف کی وہ ہماری بھی نظر سے گزری۔ اس میں جس قدر بے ایمانی اور دروغ بینی سے کام لیا گیا ہے اس کا صحیح اندازہ وہ حضرات خود فرما سکتے ہیں جو اس مناظرہ میں شریک رہے ہوں۔ ہم خود اس کے متعلق کچھ لکھنا غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ ہاں بس یہ عرض کریں گے کہ اے شرم و حیا کے دشمنو! مناظرہ کے پلیٹ فارم پر اپنے دعوے کے ثبوت سے عاجز رہ کر آج چھ ماہ کے بعد یہ لکھ کر چھاپنا کہ ہم نے یہ دلیل پیش کی اور وہ دلیل پیش کی۔ مقابل کی دلیلوں کے یہ جواب دینے اور وہ جواب دینے۔ بس تمہاری ہی شرم و حیا کا تقاضا ہے۔ کیا نہیں سنا۔ ”مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر گلہ خود باید زد“

اب ہم مولوی اجمل میاں صاحب سے اس جعلی روئداد کے متعلق چند سوالات کرتے ہیں اور اسی میں انشاء اللہ اس روئداد کے جعلی اور مصنوعی ہونے کا اقرار فیصلہ ہے۔ بشرطیکہ کچھ عقل مندی اور صداقت سے کام لیا گیا۔ لیکن وہ کہاں وہ تو نصیب دشمنان۔

میاں صاحب! خدائے تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر بطور مزید احتیاط بدیں الفاظ ہمارے سوالات کا جواب شائع کریں کہ۔ ”اگر ہمارے اس بیان میں جھوٹ ہو یا ہم نے جھوٹ لکھا ہو تو ہم پر خدا کی لعنت اور قیامت کے دن حضور رسول رب العالمین، شفیع المذنبین کی شفاعت نصیب نہ ہو“

اگر میاں صاحب نے اپنی طرف سے ہمارے ان سوالات کا کوئی جواب نہ دیا تو ناظرین سمجھ لیں کہ یہ روئداد ان کے اقرار سے جعلی اور بناوٹی ہے واقعات مناظرہ سے اس کو کچھ تعلق نہیں۔

سوال نمبر ۱: حال میں پادریہ ضلع بڑودہ کے ایک صاحب کا ہمارے پاس ایک خط آیا ہے۔ ہم اس کو بحضرت ذیل میں درج کرتے ہیں۔

لے اس صاحبان روئداد پر بحیثیت مرتب مولوی محمد موسیٰ صاحب کا نام والا لایا ہے لیکن سمجھیں کی پہلا۔ کو با موم اور ہم کو با خصوص معلوم ہے کہ روئداد کے مرتب درحقیقت مولوی اجمل میاں صاحب ہیں نہ چارے مولوی محمد یونس یا ان کے استاد مولوی نعیم۔ میں صاحب مدد آبادی کو صرف شہورہ دینے کا غرض حاصل ہے۔ لہذا ہم اس روئداد کے متعلق جو کچھ استفسارات کریں گے وہ اس کے حقیقی مرتب مولوی اجمل میاں صاحب سے کریں گے اگر ان کو انصاف سے انکار ہو تو اپنا انکاری بیان بحلف شائع کر دیں پھر صرف بغیر اسم ہمارا بھی خطاب مولوی محمد یونس صاحب سے ہے وہ اس کا جواب دیں۔ ۱۷

لے یہ پادریہ مولوی حشمت علی صاحب کی قیامگاہ ہے ۱۷

” جناب ناظم صاحب دارالاشاعت سنہ ۱۲۸۵ھ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ -

آداب و نیاز کے بعد التماس ہے کہ کئی مہینے ہوئے مولوی حسنت علی صاحب نے یہاں آکر یہ بیان کیا کہ میں سنہ ۱۲۸۵ھ میں مناظرہ کر کے آیا ہوں اور میں نے وہابیوں دیوبندیوں کو بہت بہرایا۔ اور بہت سی باتیں بیان کیں۔ ہم لوگوں کو ان کی باتوں کا یقین تو نہ ہوا لیکن فکر ضرور ہوئی۔ کچھ دنوں کے بعد مسجد میں مولوی حسنت علی صاحب کا ایک خط ملا جو ان کے نام سنہ ۱۲۸۵ھ سے آیا تھا۔ میں بغرض تفتیش حق اس کو پڑھ لیا۔ اس کے مضمون سے میں نے یہ تو بخوبی سمجھ لیا کہ مناظرہ میں اہل حق کی فتح ہوئی۔ لیکن نئی فکر اس سے یہ ہو گئی کہ سنہ ۱۲۸۵ھ میں اہل حق کو مسجدوں سے نکال دیا گیا ہے۔ اس کی تفتیش کی تمنا رہی لیکن مجبوری یہ تھی کہ سنہ ۱۲۸۵ھ کا کوئی خاص پتہ جس سے صحیح حالات کا انکشاف ہوتا معلوم نہ تھا۔ اب حسن اتفاق سے آپ کا ایک اشتہار ” بریاد میں “ میری نظر سے گزرا، اس سے پتہ معلوم ہوا۔ لہذا آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ آپ براہ کرم اصلی حالات سے مطلع فرمائیں۔ کیا واقعی سنہ ۱۲۸۵ھ میں بدعتیوں نے اہلسنت کو اسی طرح مسجد سے نکال دیا ہے جس طرح کہ مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ شریف سے نکال دیا تھا۔ یا یہ بھی محض جھوٹ ہے ؟ (اللہ کرے ایسا ہی ہو) میں آپ کا بے حد ممنون ہوں گا۔ اب میں بعینہ اس خط کو نقل کرتا ہوں (اس کے بعد کسی محمد اسماعیل کی چند سطریں لکھی ہیں لیکن چونکہ اس سے ہماری غرض متعلق نہیں اس لئے ہم اس کو چھوڑتے ہیں اور مولوی اجمل میاں صاحب کا خط بجنسہ نقل کرتے ہیں۔)

” مکرم جناب مولانا حسنت علی صاحب (السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ)۔

جناب کے دو گرامی نامے آنے ایک اس وقت آیا تھا جب میں مراد آباد تھا۔ کئی روز قیام رہا۔ اس وجہ سے تاخیر ہوئی کہ اتنے میں دوسرا خط سر پر سوار ہو گیا۔ روندا کی طباعت شروع ہو گئی ہے۔ کئی کاپیاں چھپ چکی ہیں نہایت جلد ہفتہ عشرہ میں مطبوع ہو جائے گی۔ اس میں (یعنی اس روندا میں) مولوی حسنت علی صاحب نے یاد رہے لکھ کر بھیجی تھی۔ مشہور، اتنا تغیر اور کر دیا گیا ہے کہ جہاں سے سوال و جواب نہیں ہے ان کو انہیں کی یعنی

۱۔ مولوی اجمل میاں صاحب کے بعض خاص آدمیوں سے ہم کو معلوم ہوا تھا کہ اصل روندا مولوی حسنت علی صاحب نے مرتب کر کے بھیجی تھی

لیکن وہ ناکافی سمجھی گئی اور بہت سے رسالوں سے اس میں عبارتیں وغیرہ بڑھائی گئیں۔ اچھا شدہ اس خط نے اس کی پوری پوری تصدیق کر دی ۱۲

اہلسنت کی، رونداد سے نکال کر نہایت زبردست پہلو اپنا کر کے دکھایا گیا ہے۔ (بے شک آپ نے مخلوق کی آنکھوں میں خاک جھونکنے میں کوئی کمی نہیں کی۔ ع

ایں کار از تو آید و مرداں چسبیں کنند

مشتہر

اور اس میں ان کی (یعنی اہلسنت کی) تمام خرافات کا جواب بالابالا ہر ایک تقریر میں دے دیا گیا ہے (واقعی آپ نے اپنی کرنی میں کوئی کسر چھوڑی اور مولوی حشمت علی صاحب پر بالخصوص اور ساری رضا خانی جماعت پر بالعموم بڑا احسان کیا۔ مشتہر) اور ہر مسئلہ پر کافی بحث کر دی گئی ہے اور آخر میں ایک متمہ تنقیدی اس کے ساتھ ضم کر دیا جائے گا۔ آپ کی (یعنی مولوی حشمت علی صاحب کی) ہر ایک تقریر میں ان کے (یعنی حضرت مولانا محمد منظور صاحب مظلہم کے) مواخذات کا بطریقہ دفع دخل مقدر کے ٹوٹ دیئے گئے ہیں (اجی حضرت! یہ فرمائے کہ جوابات دینے کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے۔ جوابات کی تو ہوا بھی نہیں۔ جب ان بے پناہ گرفتوں کا جواب مناظرہ میں مولوی حشمت علی صاحب و مولوی رحمہ الہی صاحب وغیرہ بھی نہ دے سکے تو آپ بے چارے کیا جواب دیں گے۔

سبحان اللہ! ع

بُست کریں ارزد خدائی کی شان تری کبیائی کی

ہم ناظرین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ فریقین کی روندادیں سامنے رکھ کر فیصلہ کریں کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے جو گرفتیں رضا خانی دیلوں پر کی ہیں، کیا ان کا جواب رضا خانی رونداد میں ہو چکا (۹) آپ (یعنی مولوی حشمت علی صاحب) دیکھیں گے تو عجیب شان کی ہو گئی ہے۔ اب گزارش یہ ہے۔ دو سو جلدیں جناب خریدیں اور تیس روپیہ آپ روانہ فرمادیں اور ان کو تمام احباب میں تقسیم فرمادیں۔ اتنی گزارش کی بھی فقط اس وجہ سے ضرورت لاحق ہوئی کہ میں نے قرض لے کر اس کو طبع کرایا ہے (اجی میاں صاحب اتنا سچ! حضرت یہ تو فرمائیے وہ غریبوں کا چندہ کیا ہوا جو ایک خاص معتمد میں رونداد کے بہانے کیا گیا ہے) دہائیوں کی رونداد بھی بقیہ فروخت ہوتی ہے یعنی (۱۰) اور غالباً اس کی قیمت اُس کی نصف ہوگی (اس کے بعد چند سطریں مقامی حالت کے متعلق

لکھی ہیں۔ لیکن چونکہ ان سے ہماری غرض متعلق نہیں لہذا ان کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد میاں صاحب لکھتے ہیں، دعا فرمائیے محمد عمر سلمہ کے متعلق جیسا جناب کا حکم ہو وہ بسر و چشم قبول ہے۔ والد صاحب، اور حافظ صاحب، مسٹر کلن صاحب و شبیر حسین صاحب و شیخ شرافت حسین صاحب و تمام محبان گرامی آپ کو سلام فرماتے ہیں اور جناب کا شب در روز انتظار کرتے ہیں۔

محمد احمیل قادری (ختم ہوا خط کا مضمون)

میاں صاحب پرچ کتنا کثیر خط آپ ہی نے مولوی حسنت علی صاحب کے نام لکھا ہے اگر لکھا ہے تو آپ کا یہ خط آپ کی رونماد کے مصنوعی، فرضی، بناوٹی ہونے کا کافی ثبوت فراہم کر رہا ہے یہ ہے قدرت کا غیبی فیصلہ اور وہ بھی آپ کے قلم سے ہے۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنف کا

اور اگر آپ کو اس خط سے انکار ہے تو پھر صاف صاف لکھتے کہ یہ خط ہمارا نہیں۔ اگر ہم نے اس مضمون کا کوئی خط مولوی حسنت علی صاحب کو لکھا ہو تو ہم پر خدا کی لعنت اور بروز حسرت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو۔ پھر انشاء اللہ العزیز حقیقت کے پردہ سے نقاب اٹھا کر حق و باطل کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اور آپ کی راست بازی و صداقت شعاری کا سچا فوٹو منظر عام میں پیش کر دیا جائے گا۔

اچھا ہے دست شوق سے گستاخیاں معاف
اب خبیہ آپ کے نہیں بند نفستاب کی

سوال نمبر ۲ : مناظرہ سے دو چار روز بعد آپ نے اپنی فرضی فتح کا جو اشتہار بعنوان رابلسنت کی عظیم الشان فتح، شائع کرایا تھا اس میں مولوی حسنت علی صاحب نے پچاس سوالات وارد کئے اور اس جعلی رونماد میں ڈیڑھ سو سوالات لکھے گئے ہیں۔ ہم آپ کے ان بیانیوں میں سے کون سے بیان کو سچا سمجھیں اور کون سے کو جھوٹا سچ ہے۔ ” دروغ گور حافظہ نہ باشد “ دوسروں کی بدشگنی کے لئے اپنی ناک کٹنا اسی کا نام ہے۔ کہاں ہیں وہ لوگ جن کا منہ میاں صاحب کتے کتے خشک ہوتا ہے وہ آئیں اور اپنے ان میاں صاحب کی

صداقت شعاری کو ملاحظہ فرمائیں کہ ایک تحریر میں سوالات کی تعداد پچاس بتلا رہے ہیں اور دوسری میں ایک سو پچاس۔ کیا بدعتیوں کے سارے میاں جی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اے سکینو ! اپنی حالت پر رحم کرو۔

کار شیطان می کند ناشر دلی

گر دلی این است لعنت بر دلی

سوال نمبر ۳ : اس جعلی روئداد میں جن کتابوں کے حوالے درج کئے گئے ہیں اور جن کی عبارتیں لکھی گئی ہیں کیا وہ تمام مناظرہ میں مولوی حسنت علی صاحب کے پاس موجود تھیں۔ اگر نہیں تو کہاں سے آئیں ؟ ذرا سوچ سمجھ کر جواب دیا جائے۔ کتابوں کے متعلق ہمارے پاس مولوی رحمہ اللہ صاحب کی ایک تحریر بھی محفوظ ہے۔ اور آپ بھی اپنی اس روئداد کے صفحہ ۲۸ پر مولوی حسنت علی صاحب کی ایک تقریر کے ذیل میں اقرار کر چکے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی تفسیر نہ تھی ہم نے مولوی محمد منظور صاحب سے لے کر پیش کیں۔ حالانکہ اس روئداد میں ایسی کتابوں کے بھی حوالے ہیں جو سرے سے سنبھل میں بھی موجود نہیں پڑ جائیکہ مناظرہ میں ہوں۔

ناظرین ! اسی سے سمجھ لیں کہ یہ روئداد محض مولوی احمد رضا خان صاحب وغیرہ کے رسائل سے تصنیف کی گئی ہے مناظرہ کے واقعات سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔

سوال نمبر ۴ : آپ نے اس جعلی روئداد میں انعقاد مناظرہ کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ علماء اہلسنت نے اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے ایک چال یہ چلی کہ مناظرہ کی علماء بریلی سے مکاتبت شروع کر دی انہ آپ سے دریافت کیا جاتا ہے کہ یہ آپ نے اپنی طرف سے لکھا ہے یا سچوں کے بادشاہ مولوی رحمہ اللہ صاحب سے دریافت کر کے ؟

جن لوگوں نے اہلسنت کی روئداد صاعقہ آسمانی کو ملاحظہ فرمایا ہوگا ان کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ سنبھل کا منظرہ درو ضلع غنی تال کے مناظرہ کے بعد وہیں زبانی طور پر بغیر کسی خط و کتابت طے ہو چکا تھا۔ اور خط کتابت صرف شرائط کے متعلق ہوئی تھی۔ اس کا اقرار مولوی رحمہ اللہ صاحب کی متعدد تحریروں میں بھی موجود ہے۔ نیز ۲۱ جمادی الاولیٰ کو جو ”لال اشتہار“ سنبھل میں مولوی رحمہ اللہ صاحب کا شائع ہوا تھا۔ اس کی پہلی سطر میں ہے۔

” درو ضلع غنی تال میں جو قرار داد ہو چکی تھی اس کے مطابق میں آپ سے مناظرہ کے لئے تیار تھا “

اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ سنجعل کا مناظرہ درود میں بغیر کسی خط و کتابت کے طے ہو چکا تھا اور یہ حرافہ کہتی ہے کہ مولانا محمد منظور صاحب نے اپنے مذہب کے پھیلائے کے لئے مناظرہ کی مکاتبت شروع کر دی۔ قف ہے تمہارے اس سفید جھوٹ پر۔

سوال نمبر ۵ : اس جعلی روئداد کے صفحہ ۵ پر لکھا گیا ہے کہ ”جب مولوی حشمت علی صاحب مناظرے سے پہلے سنجعل آئے تو اہلسنت ان سے مناظرہ کے لئے آمادہ نہیں ہوئے۔ انتہی ملخصاً“

کیا آپ اس کے لئے تیار ہیں کہ اس وقت کی فریقین کی تحریریں کسی منصف مزاج آزاد مسلمان یا کسی تعلیم یافتہ غیر مسلم کے سامنے رکھ کر اس کا فیصلہ لے لیا جائے کہ کون جماعت ہر وقت مناظرہ کے لئے تیار رہی اور کس نے مناظرہ سے جان بچائی۔ ہم اس کے لئے بالکل تیار ہیں۔ اور ہمارے پاس فریقین کی تحریریں بھی محفوظ ہیں (دید باید) میاں صاحب ! کیا وہ منظر آپ بھول گئے جب کہ مناظر اسلام حضرت مولانا مولوی محمد اسعد اللہ صاحب سہارنپوری دام فیوضہ خود آپ کے مکان پر مناظرہ کے لئے تیار ہو کر آئے اور ہر چند چاہا کہ مولوی حشمت علی صاحب مناظرہ کے متعلق موبو گفتگو کریں۔ لیکن مولوی حشمت علی صاحب کو مولانا کے نام سے کچھ ایسا بخار چڑھا کہ اندر آنے کی بھی اجازت نہ دی گئی اور صاف فرما دیا کہ میں دبا بیوں کو اپنی صورت دکھانا نہیں چاہتا۔ اور نہ ان کی صورت دیکھنا چاہتا ہوں۔ (یعنی ان سے پردہ کرتا ہوں)۔

میاں صاحب ! آپ ایمان نکل جائیں لیکن آپ کے درود دیوار ۱۱۱ انا اذا نزلنا بساحة قوم فساء صباح المنذرين کے اس منظر کو نہ بھولیں گے جب کہ شیرزیہ انظر حضرت مولانا محمد منظور صاحب و رئیس المقرین حضرت مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب دامت فیوضہما آٹھ بجے صبح سے دس بجے تک کامل دو گھنٹے آپ کی ڈیوڑھی پر تشریف فرما رہے۔ اور بار بار کہا کہ ہم مولوی حشمت علی صاحب سے مناظرہ کرنا چاہتے ہیں وہ باہر تشریف لائیں اور ہم سے شرائط وغیرہ طے کریں۔ لیکن وہ آپ کے شیر بیشہ بھگی بلی کی طرح دم سادھے بیٹھے رہے۔ باوجود مبارک بلی کے پنے درپے نعرہوں کے، سامنے آنے کی جرات نہ ہوئی۔ اتنا بھی نہ ہوسکا کہ پردہ ہی میں سے کچھ جواب دے دیتے۔

کیا وہ رات یاد نہیں جب مولوی حشمت علی صاحب مع چند حوالی موالی کے آپ کے کمرہ میں بند تھے اور رئیس المقرین حضرت مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب دامت فیوضہم کی باطل سوز اور رضا خانیت شکن تقریر آپ کے مکان کے سامنے شیخ آل حسن صاحب کے مکان پر ہو رہی تھی۔ حضرت مولانا نے بار بار للکار کر فرمایا کہ جس کو اہلسنت و جماعت کے مذہب کی حقانیت میں کچھ شک ہو وہ آئے اور اپنے شکوک پیش کرے میں جواب دہی کے لئے حاضر ہوں۔ لیکن الحمد للہ صدائے برنخواست۔ کسی فرزند بدعت کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

کیا یہی تھی مولوی حشمت علی صاحب کی آمادگی مناظرۃ اہلسنت کی عدم آمادگی؟ شرم، شرم۔ لیکن کو کہہ جائے جھوٹے مذہب میں، جھوٹے مذہب کی حمایت کے لئے جھوٹ بولنا بھی جائز بلکہ ثواب ہے۔ کیا یہی ہیں وہ مولوی حشمت علی صاحب جو رئیس المناظرین، سلطان الواعظین، حجتہ اہل السنۃ فی الازنین حضرت مولانا مولوی محمد عبد الشکور صاحب دامت فیوضہم و برکاتہم سے مناظرہ کے خواست گار تھے۔ کیا انہیں باتمذیب کو حضرت مولانا لکھنوی کے مخصوص جب کہ امر و ہر کے مناظرہ میں رضا خانیوں کے سلم مناظر اور مفتی اعظم مولوی نثار احمد صاحب کانپوری کو شکست فاش دے کر مبلغ پچاس روپیہ بھی وصول فرما چکے ہیں۔ ان واقعات کو سامنے رکھ کر ہر ہوش مند سمجھ سکتا ہے کہ حضرت موصوف الصدف سے مولوی حشمت علی صاحب کی درخواست مناظرہ کیا معنی رکھتی ہے۔ اس کے معنی یہ اور صرف یہ تھے کہ کسی طرح رضا خانیوں کے محدث، مولوی حشمت علی صاحب کے استاد مولوی رحمہ اللہ صاحب کی گردن شیر نستان منظرہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے زبردست پنجے سے جھوٹ جائے۔

سوال نمبر ۶ : آپ نے اپنی اس روداد کے صفحہ ۶ پر یہ دکھایا ہے کہ حضرت مولانا مولوی محمد منظور صاحب نے مولوی رحمہ اللہ صاحب سے مناظرہ کے متعلق خود ہی خط کتابت شروع کی۔ اور پھر خود ہی پہلو تہی بھی کرنی چاہی بلکہ، میاں صاحب ! آپ ایمان نکل جائیں، جھوٹ بولنے پر کمر باندھ لیں۔ لیکن مخلوق اندھی نہیں۔ آپ کے پاس مولوی رحمہ اللہ صاحب کی ان تحریروں کا کیا جواب ہے جو منہ سے بول رہی ہیں کہ مولوی رحمہ اللہ صاحب کے لئے حضرت مولانا محمد منظور صاحب کا مقابلہ موت کے سامنے سے کم نہ تھا۔ مولوی رحمہ اللہ صاحب نے اپنی گلو خلاصی کے لئے جس قند کا واکیا سے کیں اور چالیں چلیں ان کی تفصیل ہمارے ناظرین کو صاعقہ آسمانی حصہ دوم کے مطالعہ سے معلوم ہو چکی ہوگی۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب والا "لال اشتہار"، (جواب تک سنہجیل کے بعض دو دیوار پر چسپاں ہے)

کیا اپنے ناظرین سے بزبان حال نہیں کہہ رہا کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب کا مقابلہ مولوی رحمہ اللہ صاحب کے لئے منہ کا نوالہ نہیں زہر کا پیالہ تھا۔ اگر کسی کو ہمارے اس بیان میں شبہ ہو تو۔

ہم اعلان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کو سارے ہندوستان کے رضا خانی ایڑی چوٹی تک کا زور لگا کر حضرت مولانا کے مقابلہ کے لئے مولوی رحمہ اللہ صاحب کو تیار کر دیں اور پھر قدرت کا تماشا دیکھ لیں۔

لیکن ہم پیشین گوئی کرتے ہیں کہ مولوی رحمہ اللہ صاحب کا تیار ہو جانا آسان نہیں ہے
 نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
 یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

آپ نے رونداد کے صفحہ ۶ پر لکھا ہے کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے مولوی رحمہ اللہ صاحب کو لکھا تھا کہ ۱۵ جمادی الاول کو سفر خرچ آپ کے پاس پہنچ جائے گا اور ۲۲ کو پہنچا جائے گا۔ بتلایئے ! کہ حضرت مولانا نے اپنے کس مکتوب گرامی میں یہ تحریر فرمایا ہے اور اس کا ثبوت دیجئے اور اگر آپ ثابت نہ کر سکیں (اور انشاء اللہ العزیز تا قیامت ثابت نہ کر سکیں گے) تو صاف اقرار کریں کہ ہم نے جھوٹ بولا۔ ہم پر خدا اور اس کے رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت، آسمان کے فرشتوں اور زمین کی کائنات کی لعنت۔

آپ نے اسی صفحہ پر یہ بھی لکھا ہے کہ اشتہار ”رضا خانیوں کا شرمناک فرار“ (جو مولوی رحمہ اللہ صاحب کے تاریخ مقررہ پر نہ آنے اور اشتہار ”کھلا خط“ بھیج کر اپنے شرمناک فرار کا اعلان کرنے پر ۲۲ جمادی الاول کو اہلسنت کی جانب سے شائع ہوا) تاریخ مناظرہ سے پہلے ہی چھپو کر رکھ لیا گیا تھا۔ انتہی ملخصاً۔ کیا آپ کا یہ بیان سفید جھوٹ اور کذب خالص نہیں، کیا آپ اس کا کوئی ثبوت دے سکتے ہیں ؟

ناظرین ! اشتہار ”شرمناک فرار“ ۲۲ جمادی الاول کے گیارہ بجے لکھا گیا اور چار بجے کے بعد چھپ کر شائع ہوا۔ جب کہ مناظرہ کی ایک تاریخ گزر چکی تھی۔ پریس موجود ہے پریس والے کا تب بھی موجود ہیں۔ ان سے تصدیق کی جاسکتی ہے۔ میاں صاحب ! رات کو دن اُتوؤں ہی کے مجمع میں کہا جاسکتا ہے اور وہی اس کو باور بھی کر سکتے ہیں۔

سوال نمبر ۷ : اس روزِ ناد میں جناب کو مناظر لکھا گیا ہے دریافت طلب یہ امر ہے کہ جناب نے اپنی عمر میں کس قدر مناظرے کئے اور کہاں کہاں اور کس کس سے؟

سوال نمبر ۸ : اس روزِ ناد میں ظاہر کیا گیا ہے کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے کبھی آپ سے مناظرہ کرنا چاہا اور پھر خود ہی پہلو پٹھی بھی کی۔ (یہ مجنونانہ بڑا تو محتاجِ تردید نہیں) لیکن ہم امید کرتے ہیں کہ آپ کی قابلیت اب پہلے سے کم نہ ہوگی تو کیا اب آپ حضرت مولانا کے کسی ادنیٰ شگرد سے مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہیں؟

سوال نمبر ۹ : آپ نے اس روزِ ناد کے آخر میں اعلان کیا ہے کہ علمائے اہلسنت ہمارے انے ایک سو پچاس سوالات کا جواب دیں۔

کیا آپ مولوی رحمہ اللہ صاحب یا مولوی نعیم الدین صاحب یا مولوی حامد رضا خان صاحب، یا فرقہ رضا خانی کے کسی اور ذمہ دار کو (جس کی دولت مولوی حشمت علی صاحب کی طرح بدزبانی نہ ہو) اس کے لئے تیار کر سکتے ہیں کہ وہ کسی ایک صمدۂ فریقین کی زیر صدارت بالمواجد آپ کے ان ایک سو پچاس سوالات کا جواب دیں (جو ساری رضا خانی جماعت کی چھ ماہ کی متفقہ کوششوں اور دماغ سوزیوں کا نتیجہ ہیں) اور ہمارے بھی اتنے ہی سوالات کا جواب دیں۔ سوالات کی ترتیب وہی رہے گی جس کو ہر منصف مزاج پسند کرے۔ یعنی ایک سوال ہماری جانب سے اور ایک سوال آپ کی جانب سے۔ ہر سوال کے لئے باتفاق فریقین یا بغیضہ صدر اس کے مناسب وقت مقرر کر دیا جائے گا۔ حضرت مولانا محمد منظور صاحب اس کے لئے بالکل تیار ہیں اور جواب کے منتظر ہیں دیکھئے کب تک جواب خط سے آنکھیں شاد ہوں۔

سوال نمبر ۱۰ : آپ نے اپنی روزِ ناد کے صفحہ ۴ پر حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید مرحوم و مظلوم اہل بدعت کے متعلق لکھا ہے کہ معاذ اللہ ان کے نزدیک نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آجانا بیل اور

۱۱۔ میاں صاحب! جھوٹ بولنے کو بھی سلیقہ چاہئے۔ کجا آپ اور کجا حضرت مولانا محمد منظور صاحب دامت فیوضہم۔ ۱۱

ظہورِ حشر نہ ہو کیوں کہ پچھڑی گئی حضورِ بل بستان کرے نواسخی ۱۲

۱۲۔ چونکہ یہ سوالات بحیثیت مجموعی آپ کے اقرار سے مناظرہ کے سوالات نہیں بعد کے تصنیف کردہ ہیں جیسا کہ سوال نمبر ۲ میں معلوم ہو چکا لہذا ہم کو اس درخواست کا حق

گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے۔ انتہی - مختصاً ”

قطع نظر اس سے کہ حضرت شہید مرحوم نے کیا لکھا ہے اور کیا نہیں ہم آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ آپ کے نزدیک شہید مرحوم کے اس فرضی کلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح توہین ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں ہے تو بہتر ہو کہ آپ اپنے اور اپنے استاد مولوی نعیم الدین صاحب کے دستخطوں سے شائع کرادیں کہ اس کلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح توہین نہیں۔ پھر انشاء اللہ ہمیں کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہ ہوگی اذنا ب خود ہی منہ کی مکھیاں اڑادیں گے۔ اور اگر اس فرضی کلام میں صریح توہین ہے (جیسا کہ آپ کے کلام سے ظاہر ہے) تو پھر گزارش یہ ہے کہ آپ کے اعلیٰ حضرت اور سارے رضا خانیوں کے قبلہ و کعبہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی ان کو نہ خود کافر کہتے ہیں اور نہ دوسروں کو کافر کہنے کی اجازت دیتے ہیں۔ بلکہ فرماتے ہیں کہ سلامتی اسی میں ہے کہ ان کو کافر نہ کہا جائے حالانکہ یہ مسئلہ ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاف صریح ناقابل تاویل و توجیہ توہین کرے وہ کافر ہے۔ حتیٰ کہ جو اس کے کفر میں شک کرے یا احتیاطاً کافر نہ کہے وہ بھی قطعی کافر مرتد ہے۔ فرمایا جائے کہ خالصتاً بالقابہم کے متعلق کیا فتوے ہے اور شہید مرحوم کو کافر نہ کہنے کے باوجود ان کے مسلمان ہونے کی کیا صورت ہے ؟

۱۔ خان صاحب بالقابہم اپنی مشہور کتاب ”تہذیب ایمان“ کے صفحہ ۳۴ پر لکھتے ہیں ”اور امام الطائفہ (اسماعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرنا کہ ہمیں جہاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک کہ وہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محل بھی باقی نہ رہے فان الاسلام یعلو ولا یعلی انتہی“ خود فرمایا جائے یہاں بھی نہیں کہ مولوی احمد رضا خان صاحب اپنی ذاتی رائے سے شہید مرحوم کی تکفیر سے زبان روکتے ہیں بلکہ صاف فرماتے ہیں کہ حکم نبوی شہید مرحوم کو کافر کہنا منع ہے۔ گویا جو کافر کے وہ بقول خان صاحب آنحضرت کا نافرمان ہے۔ پھر محض کتب لسان ہی نہیں بلکہ خط کشیدہ الفاظ صاف بتلا رہے ہیں کہ فاضل بریلوی ان کو مسلمان سمجھتے ہیں اور یہی ان کے نزدیک حکم نبوی کی تعمیل ہے۔ پھر اسی ”تہذیب“ صفحہ ۴۲ پر ہے ”و علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی جواب با صواب ہے اور اسی پر فتوے ہو۔ اور اسی پر فتوے ہے۔ اور یہی ہمارا مآخذ ہے۔ اور اسی میں سلامتی ہے۔ اور یہی سید ہمارا ستارہ ہے۔ ۱۲ انتہی - مختصاً و ترجحاً۔“

۲۔ بجائے اس کے کہ ہم اپنی طرف سے اس کا کوئی ثبوت پیش کریں مناسب سمجھتے ہیں کہ اس موقع پر فاضل بریلوی ہی کی دو ایک عبارتیں (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

ابھاسے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

میاں صاحب ! کافروں کا کفر یوں ثابت ہوتا ہے۔ چور، یوں پکڑے جاتے ہیں۔ اصلی و مابیوں کا یوں پتہ لگتا ہے۔

افسوس ! ساری دنیائے اسلام کو چھوڑ کے جن کا دامن پکڑا تھا، سب کو دہائی کافر۔ مرتد بنا کے جن کو عالم اہلسنت، مجدد ملت سمجھا تھا وہ بھی صاف آنکھیں دکھا گئے اور شہید مرحوم کو مسلمان کہہ کر دہائیہ کی سرفہرست اپنا نام درج کرا گئے۔

جو طبیب اپنے تھا دل اس کا کسی پر زار ہے

مژدہ باد اے مرگ عینی آپ ہی بیمار ہے

اے شہید تجھ پر خدا کی بے شمار رحمتیں۔ تو نے دنیا میں زندہ رہ کر جہاد کیا اور کفار کو ان کے کیفر و کردار کو

پہنچایا۔ اور آج بھی تو مجاہد ہے۔ خدا کے دشمنوں کو آج بھی تیری شمشیر بے نیام سے پناہ نہیں۔ زندہ باد اے شہید زندہ باد۔

ختم ہوئے ہمارے سوالات۔ ان کا جواب حتی الوسع جلد دیا جائے۔ جواب آجانے پر انشاء اللہ پھر دس ہی

سوالوں کی ایک دوسری قسط پیش کر دی جائے گی۔ منتظر رہیں۔ یاد رکھئے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) نقل کریں۔ ج معی لاکھ پر بھاری ہے گواہی تیری۔ (تمہید ۱۳) احمد شہد کفر کا وہ گراں بہا خزینہ ہے جس میں ان بگوئیوں کے کفر

میں اجماع تمام امت کی تصریح ہے اور یہ بھی کہ جو انہیں کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ انتہی۔ نیز اسی کے ص ۱۲ پر لکھتے ہیں۔ نہ یہ کہ ایک ملعون کلام مکتبہ خدایا

تفصیل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں صاف۔ بیچ ناقابل تادیب و توجیہ ہوا۔ اور پھر بھی حکم کفر نہ ہو۔ اب تو اسے کفر نہ کہنا کفر کو اسلام ماننا ہوگا

جو کفر کو اسلام مانے خود کافر ہے۔ خان صاحب بالکل صحیح فرمایا۔ لیکن یہ تو فرمائیے کہ انجناب کے سوا وہ کون کبھت ہوگا جو صاف صریح توہین

سنے پھر بھی حکم کفر لگائے اور سلامتی مسلمان کہنے ہی میں بتلائے۔ یہ عالی جہتی تو ازل سے آپ ہی کے حصہ میں آئی ہے۔ ج

دست از طلب نہ دارم تا کام من برآید
یا تن رسد بجاناں یا حبان ز تن برآید



اس کے بعد ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ بطور نمونہ اس حلی روئداد کے مضامین سے بھی اپنے ناظرین کو آشنا کرادیں جو چھ ماہ کی مسلسل کوششوں کے بعد بڑے بڑوں کے مشوروں سے تصنیف کی گئی ہے۔ سب سے پہلے ہم رضا خانی تہذیب کا ایک فوٹو ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ امید ہے کہ ہمارے ناظرین اس کو دیدہ عبرت سے دیکھیں گے اور اس سے کوئی خاص سبق حاصل کریں گے۔



سلیقہ گالیاں دینے کا بھنسا ہے اگر ان کو
تو ہم کو شیوہ تسلیم ابراہیم آذرے

قال النبی صلعم خصال المنافق ثلاث اذا عاهد غدر واذا خاصم فجر
فرمایا سید ابراہار، دو جہاں کے سردار، صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی خصلتوں میں سے ہے کہ جب نزاع
ہو تو گالیاں بکنے لگے۔

رضا خانی تہذیب کی ننکی تصویر

مولوی اجمل میاں صاحب روڈ نادولیس کی فحش کلامی و خرافات نگاری

مولوی حسرت علی صاحب کے

سوقیہ سب و شتم اور بازاری گالی گلوچ کے تیرہ و تار مظاہرے



ناظرین کرام ! رضا خانی صاحبان نے سوقیانہ سب و شتم اور بازاری گالی گلوچ میں جو خاص مہارت حاصل کی
ہے وہ اپنی غیر معمولی شہرت کی وجہ سے محتاج بیان نہیں۔ رضا خانیت کے موجد و مجدد خان صاحب بریلوی اور ان کی ذریت
باقیہ کی مطبوعہ تحریریں آج اس کا زندہ ثبوت ہیں۔ جن کے طرز تحریر نے صحیح یہ ہے کہ بھٹیاریوں کو بھی شرمادیا ہے۔ تہذیب
ان کی ذہنیت پر قائم کر رہی ہے، انسانیت ان کی گندہ دہنی پر نوحہ خاں ہے۔ آء ! ان سندھ اسی تحریروں سے حیا و
شرم کی ناک کٹ جاتی ہے۔ شرافت کی پیشانی عرقِ الفعال سے تر بتر ہو جاتی ہے۔ اندر میں حالات اگر کوئی شخص اسے
دشنام دہی میں ان کی ہمسری کا دعوئے کرتے تو غلطی ہے۔ یہ ان کے گھر کی میراث اور ان کے مورث اعلیٰ کا خاص ترکہ
ہے۔ بقول کسے کہ ۔

چند تصویرِ بستان چند سینوں کے خطوط بعد مرنے کے میرے گھر سے یہ سامان نکلا

الغرض ہم اقرار کرتے ہیں کہ ان بازاری گالیوں کے جواب سے ہم عاجز اور بالکل عاجز ہیں۔ اس کا جواب ہی دے سکتا ہے جس نے شرافت و انسانیت کو بالائے طاق رکھ کے حیا و شرم کو تین طلاقیں دی ہوں۔ ہاں صرف یہ کہتے ہیں۔ اے ناخدا ترسو ! قیامت تو نہ آئے گی ؟ حساب تو نہ ہوگا ؟ ان بازاری گالیوں پر بارگاہ قہار سے مطالبہ جواب تو نہ ہوگا ؟ ہاں ہاں جواب تیار رکھو اس سخت وقت کے لئے، جب کہ ہماری طرف سے جھگڑانا آنے کا ہمارا ایمانی کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اب ہم بس اللہ نہیں بلکہ اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ پڑھ کر اس روندادے رضا خانی تہذیب کی صرف ایک دہائی بولتی چالتی تصویریں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ مولوی اجمل میاں صاحب اہلسنت وجماعت کے متعلق لکھتے ہیں ”مسلمانوں (یعنی رضا خانیوں) کی مسلمانی اور اہلسنت (یعنی بدعتیوں) کی سنت اپنے حلقہ تزویر میں پھانتے تھے“ (ص ۳۔ سطر ۱۸)۔
 ۲۔ علمائے اہلسنت وجماعت کے متعلق لکھتے ہیں ”تم اپنی مجموعی حیثیت کے ساتھ مجھ سے کراؤ میں ایک بار کرنے کو تیار ہوں“ ص ۴۔ سطر ۱۳۔

چونکہ اس جگہ مولوی اجمل میاں صاحب کی تہذیب پر روشنی ڈالنی مقصود بالذات نہیں۔ لہذا ہم انہیں دو شہادتوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ شریعتِ مطہرہ نے بھی اکثر معاملات میں دوہی شاہدوں پر کفایت کی ہے۔ ان کے علاوہ اور جو ان سے بڑھ چڑھ کر بازاری گالیاں بالخصوص سلطان المناظرین حجۃ اللہ فی الارضین حضرت مولانا مولوی محمد عبد الشکور صاحب مدیر النجم دامت فیوضہم و رئیس المناظرین حضرت مولانا مولوی محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہم العالی کے متعلق لکھی گئی ہیں ہم ان کا نقل کرنا بھی پسند نہیں کرتے۔ اگر کسی صاحب کو دیکھنے ہی کا شوق ہو تو صفحہ ۴ کی سطر ۵ و ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸

از خدایم توفیق ادب بے ادب محروم ماند از فضل رب

اس کے بعد ہم مولوی حسرت علی صاحب کی تہذیب کے بھی نمونے پیش کرتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ہوتا رہتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس آخری زمانہ میں جو صدمات رضا خانیت اور رضا خانیوں کو حضرت مولانا کے شمشیر فاروقی سے پہنچے ہیں وہ کچھ ایسے ہیں کہ تابقات دنیا فراموش نہیں کئے جاسکتے۔ آخر ۱۳۴۵ھ میں جو مناظرہ حضرت مولانا سے امر وہم میں ہوا اس میں غریبوں کو ایسی شکست ہوئی جس کا تاہم اگر صدیوں کیا جائے تو کم ہے۔ پھر مولوی نثار احمد صاحب نے مبلغ پچاس روپے بطور جرمانہ پیش کر کے اس شکست پر رجسٹری بھی کر دی اور کسی رضا خانی کے لئے لب کشائی کا موقعہ ڈھونڈا۔ پھر ۱۳۴۶ھ میں مہدک پور کے مناظرہ میں یہی صورت پیش آئی اور رضا خانیوں کو حضرت موصوف الصمد کے مقابلہ میں وہ شکست ہوئی جس کو ہر مخالف و موافق نے برائی العین دیکھا یہاں تک کہ مناظرہ کے آخری اجلاس میں رضا خانیوں کے مناظر و نامندہ مولوی محمد فاخر صاحب الہ آبادی غشی کھا کر گر گئے۔ جس کے متعلق سول مرجع صاحب کا معائنہ کر کر اہلسنت نے باضابطہ ساڈیفیکٹ بھی لے لیا اور اس غشی نے وہی کام کیا جو امر وہم کے مناظرہ میں مولوی نثار احمد صاحب کے پچاس روپیہ نے کیا تھا۔ اس کے بعد ۱۳۴۷ھ میں یہ سنہل کا واقعہ پیش آیا جس میں رضا خانیوں کو ایک نہیں چند شکستیں ہوئیں۔ سب سے پہلی لاجواب شکست یہ ہوئی کہ مولوی رحم النبی صاحب باوجود منی آرڈر کے ایک ہفتہ قبل روانگی اور تارکی وصول پائی کے جس میں ۲۱ تک پہنچ جانے کی سخت تاکید تھی تاریخ معینہ پر سنہل نہ آنے۔ اور ایک لال اشتہار بھیج کر اپنی شرمناک فرار کا خود ہی اعلان کر دیا۔ یہ ایسی اقراری اور لاجواب شکست تھی جس کا جواب قیامت تک نہیں دیا جاسکتا۔ اور اس کا بیشتر تعلق حضرت مولانا صاحب مدیر انجم مدظلہ ہی کی ذات سے تھا۔ صورت یہ پیش آئی کہ جب مناظرہ کے متعلق ساری باتیں طے ہو گئیں۔ تاریخ بھی معین ہو گئی تو مولوی رحم النبی صاحب کی طرف سے ایک گورڈ امینان ہو گیا۔ لیکن حضرت مولانا محمد منظور صاحب کو پھر یہ اندیشہ ہوا کہ اگر سنہل پہنچ کر مولوی رحم النبی صاحب کو درود کا منظر یاد آ گیا تو بہت ممکن ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب والی آخری چال چلی جائے اور کہہ دیا جائے کہ وہ تم میرے قرین نہیں ہو لہذا میں تم سے مناظرہ نہیں کرتا اپنے کسی بڑے کو بلاؤ۔ اس لئے احتیاطاً حضرت مولانا صاحب مدیر انجم کو تشریف آوری کی تکلیف دی۔ اور احمد رشید کو باوجود چند در چند موانع کے حضرت موصوف نے سنہل تشریف لانے کا وعدہ فرمایا۔ جب یہ خبر سنہل میں گرم ہوئی تو ہمارے دوست مولوی اجمل میاں صاحب فوراً بریلی پہنچے۔ اور وہاں پہنچ کر اس کی اطلاع عمائد بریلی کو دی۔ اب کیا تھا مستقبل اور بھی زیادہ تاریک نظر آنے لگا۔ بہت سے مشوروں کے بعد فرار کی ہزیمت کو غنیمت جان کر

- ۱ : کہئے آپ کی فہم تنگ میں اب بھی داخل ہوا یا نہیں۔ ص ۱۱۔ سطر ۲۲۔
 - ۲ : آپ کی سمجھ کے اندر نہیں آیا۔ ص ۱۱۔ سطر ۹۔
 - ۳ : میں آپ کی خواہش پورا کرنے کے لئے اتنا اور زائد کئے دیتا ہوں۔ ص ۹۔ سطر ۹۔
 - ۴ : بالکل صاف اور سیدھا ہے لیکن افسوس آپ کی سمجھ میں نہیں اترتا۔ ص ۸۔ سطر ۱۴۔
 - ۵ : میرا کلام تو بہت صاف اور سیدھا تھا کچھ پیچیدہ نہ تھا مگر افسوس کہ آپ کی سمجھ میں داخل نہ ہوا۔ ص ۸۔ سطر ۱۴۔
 - ۶ : جو کام مجھ سے کرنا چاہا میں نے اسے انتہائی حد تک کر دیا۔ ص ۱۲۔ سطر ۵۔
 - ۷ : میں ڈھائی منٹ میں کر دوں گا اپنا پورا کام۔ ص ۳۴۔ سطر ۸۔
 - ۸ : اگر کوئی شخص مولوی اشرف علی صاحب کو لکھے کہ تمہاری صورت گدھے کی سی ہے۔ تمہاری ناک سُر کی سی ہے۔ تمہاری آنکھ اٹو کی سی ہے۔ تمہارے دانت کتے کے سے ہیں۔ ص ۲۰ و ۲۱۔
- ناظرین ! یہ ہے ان مسکینوں کی تہذیب جس پر شیطان بھی لاسول ہی پڑھتا ہوگا۔ یہ ایک دہائی گالیاں صرف نمونے کے طور پر۔ اور وہ بھی محض ابتدائی صفحات سے پیش کی جاتی ہیں جو ہمارے ناظرین کی عبرت آموزی کے لئے کافی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ایک اشتہار کا مضمون تیار کیا گیا جس میں اپنے شرمناک فرار کا کھلے لفظوں میں اقرار ہی نہیں اعلان تھا۔ یہ لال اشتہار حسنی پریس بریلی میں چھپوا کر مولوی اجمل میاں کے سپرد کیا گیا اور میاں صاحب نے سنبھل پہنچ کر ۲۱ جمادی الاول کے کو اس کو شائع کیا۔ اور مولوی رحمہ اللہ صاحب نے سمجھ لیا کہ حج بس رسیدہ بعد بلائے دے بیکر گزشتہ ۱۰ دھرم ۲۲ کو سات بجے حضرت مولانا صاحب میرا انجم نے حسب وعدہ سنبھل میں نزول اجلال فرمایا۔ لال اشتہار کا حال معلوم ہوا، ان لوگوں کی حیا و شرم پر سخت حیرت ہوئی۔ بالآخر چار بجے حضرت مولانا کے مشورہ سے مولانا محمد منظور صاحب نے بذریعہ تار برقی مولوی رحمہ اللہ صاحب کو ایک جوابی نوٹس دیا جس کا مضمون یہ تھا کہ ”سب عیال کو چھوڑ کر فوراً آئیے درجہ جملہ مصارف کا رجن کا تحمینہ دوسرے کے قریب تھا، آپ پر دعویٰ آجائے گا۔ لیکن ایشیے استقامت باوجودیکہ جوابی تار تھا، بریلی سے جواب دیا۔ چونکہ حضرت مولانا عبدالمعین صحت تھے اور آپ کی ایک بیوی بھی سخت مریض تھیں رجن کا انتقال دو چار روز بعد ہی ہو گیا، اس لئے آپ کئی گھنٹے کامل تدفین کے جواب کا انتظار کرنے کے بعد لکھنؤ تشریف لے گئے لیکن بریلی سے تار کے جواب میں کوئی آواز نہ آئی۔ پھر دوسرے روز شاید دیکھوں نے مشورہ دیا کہ دعویٰ یقیناً دگری ہو جائے گا منصور بدہش

میں آیا اور ۲۳ کی شام کو یہ جواب آیا کہ حضرت سفر کو گئے ہیں اجازت کا منتظر ہوں۔ پھر کی صبح کو کٹن کٹن جناب تشریف بھی لے گئے۔ اور اس کے بعد جو

ہیں ان گالیوں سے ان مسکینوں کی ذمہ داری اور علی قابلیت کا ہر ہوشمند بہ سہولت اندازہ لگا سکتا ہے۔ ورنہ ان گالیوں کے پلندے اور مغلظات کی پوٹ میں ہر ہر ورق پر بلکہ ہر صفحہ و سطر میں بازاری گالیوں کے ایسے ہی تیرہ و تار منظر موجود ہیں۔

بے۔ قیاس کن از گلستان من بہار مرا

ہم ان بازاری گالیوں کا نہ کچھ جواب دینا چاہتے ہیں اور نہ دے سکتے ہیں۔ ہاں بریلی کی ہی اگر کوئی بازاری جواب دے تو شاید دے سکے۔ ہمارے نزدیک تو بخدا ہر شریف انسان اس گالی نامہ کا دیکھنا بھی پسند نہ کرے گا۔ چہ جائیکہ جواب لکھے۔

ہاں ہم اپنے مجروح دل کو قرآن مجید و فرقان حمید کے اس فرمان عالی شان سے تسکین دیتے ہیں جو ایسے ہی وقت کے لئے نازل فرمایا گیا ہے۔

وَلْتَسْمَعْنَ مِنَ الَّذِينَ آوَتْوَا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَنِ الَّذِينَ
اشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَلِكَ

مِنْ عِزِّ الْأُمُورِ (آل عمران ۳۰-۱۸۶)

یعنی اے مسلمانو! شمع محمدی کے پروانو! تم اہل کتاب اور عام مشرکوں سے بڑی گندی اور تکلیف دہ باتیں سنو گے۔ اگر تم نے صبر اور تقویٰ سے کام لیا تو یہ بڑا کام ہے۔
ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ اگر اس نے آپ کو گالیاں ہی دینے کے لئے پیدا کیا ہے تو ہم کو اپنی مرضی کے مطابق اس پر صبر کرنے کی توفیق عطا فرماتے۔

سلیقہ گالیاں دینے کا بخشتا ہے اگر ان کو

تو ہم کو شیوہ تسلیم ابراہیم آذر دے

واللہ ان گالیوں سے ہمارا کچھ نہیں بگڑتا بلکہ ہماری نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ خدا بطفیل حبیب پاک صاب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جو کچھ ہوا صاعقہ آسمانی میں مذکور ہو چکا ہے۔ الغرض حضرت مدبر الخیر پر جو کچھ نزالت ہے وہ ان فاروقی ضربوں کا شمار ہے۔ ہم دست بدعا میں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت مولانا کا سایہ ہمارے سروں پر مدت دراز تک قائم رکھے۔ یہ لاکھوں برس ساقی ترا آبدینا ہے۔

لولاک م ہمارے نیت کو درست رکھے ۔

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغیت

سہر دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اس کے بعد ہم چاہتے ہیں کہ اس جعلی روئداد میں مسئلہ علم غیب کے متعلق جن مضامین کا اضافہ کیا گیا ہے۔ انتہائی اختصار کے ساتھ ان کے جوابات کی طرف بھی اشارہ کر دیا جائے تفصیل کو کسی دوسرے ضمیمہ کے لئے ملتوی کرتے ہیں۔
اس روئداد میں بالخصوص دو قسم کے اضافے کئے گئے ہیں۔ (۱) مسئلہ علم غیب کے متعلق جو کچھ ثبوت منظرہ میں رضا خانیوں کی طرف سے پیش کیا گیا تھا جس کو حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی بے نظیر اور قیامت تک لاجواب گرفتوں نے بے کار کر دیا تھا، روئداد نویس صاحب اور ان کے مشیروں نے اس ثبوت کو ناکافی سمجھ کر مزید ثبوت کا اضافہ کیا ہے۔ لیکن اچھٹہ کہ وہ ثبوت بھی بالکل ایسا ہی ہے جیسا کسی نے کہا تھا۔ عین فاذر عفت، عین فاذر عفت لہذا ثابت ہو گیا کہ ہمارا نام محمد یوسف۔

بہر حال مولوی حسرت علی صاحب نے جو کچھ ٹوٹا پھوٹا ثبوت اپنے دعوے کا، منظرہ میں پیش کیا تھا اس کے دندان شکن اور دہل دوز جوابات دے کر اس کے پرچے تو وہیں منظرہ میں اڑا دیئے گئے تھے جس کے جواب اب جواب کی اب تک نوبت نہیں آئی۔ چھ ماہ کی مسلسل کوششوں اور بڑے بڑوں کے مشوروں کے باوجود رضا خانی روئداد بھی ان کے جوابات سے ساکت ہے۔ سچ ہے۔ الفضل ماشہدت بہ الاعداء کمال وہی ہے جس کا اقرار دشمن بھی کریں۔

لے ہاں ایسا ضرور ہوا ہے کہ بعض جگہ روئداد نویس صاحب جواب دہی کے شوق میں رضا خانی مذہب ہی کو چھوڑ گئے ہیں۔ لیکن یہ جواب نہیں۔ قرار عن للبحث ہے اور مقابل کی بات کو تسلیم کر لیا ہے۔ مثلاً آپ صفحہ ۸۸ پر ایک فقر کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ”یہی بات کہ ہم حجت سے قبل حضور کے علم غیب کے قائل نہ ہوں یہ بالکل غلط ہے“ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

لے یہ عبارت جس تقریر میں ہے اس کے شروع میں یہ الفاظ ہیں ”پہلی حدیث کا حاشیہ لکھتا ہوں“ لکھنا کا لفظ خود بتا رہا ہے

کہ یہ مولوی حسرت علی صاحب کی تقریر ہے یا بعد کی تصنیف۔ جا دو ہے وہ جو سر چڑھ کر بولے۔

زبان سے نہ سہی عمل سے۔ اور جس ثبوت کا اب اضافہ کیا گیا ہے اس کا جواب اب حاضر خدمت ہے۔ بنظر انصاف ملاحظہ فرمایا جائے۔

ہم جواب دینے سے پہلے مناسب سمجھتے ہیں کہ مولوی حسنت علی صاحب کی وہ آخری تقریر جس میں ادلہ کا اضافہ کیا گیا ہے رضا خانی روئداد سے کجسہ نقل کر دیں تاکہ جوابات کے سمجھنے میں آسانی ہو اور یک طرفہ بات بھی نہ رہے۔ اور ناظرین کو ذرا لائقین کی تحریروں سے صحیح نتیجہ نکالنے کا بہترین موقع ملے۔ رضا خانی روئداد کے صفحہ ۷۶ پر ہے۔

”اب نویں آیت سنا ہوں و نزلنا علیک الكتاب تبیاناً لکل شیء“ یعنی اے محبوب ہم نے تم پر یہ کتاب نازل فرمائی جو ہر شے کا روشن بیان ہے“

”دسویں آیت ملاحظہ ہو ما فرطنا فی الكتاب من شیء“ یعنی ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز اٹھانہ رکھی۔ یعنی اس میں ہر چیز کا بیان ہے“

”گیارہویں آیت و کل شیء احصینا فی امام مبین ہر چیز کو ہم نے قرآن پاک میں بیان کر دیا ہے“

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مگر آپ قائل ہوں یا نہ ہوں آپ کو پوچھنا کون ہے۔ فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب کو صاف اقرار فرماتے ہیں کہ ختم نزول قرآن سے پہلے ہجرت کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض کونیات کا علم نہ تھا۔ اور اگر آپ کی مراد مطلق بعض منغیبات کا علم ہے تو یہ فرار عن المباحث ہے اس کی یہاں بحث کب ہے۔ الغرض روئداد نویس صاحب نے جہاں جواب دینے کی کوشش کی ہے وہاں یا تو مجبور ہو کر اپنے مذہب قدیم کو چھوڑ کر کوئی نیا مذہب اختیار کیا ہے یا ایسا ہی اور کوئی مغالطہ دیا ہے۔ اور اکثر تو یہ جو اندری کی ہے کہ جن باتوں کا جواب نہ تھا ان کو سرے سے ذکر ہی نہیں کیا ہے ۷۷ اس کار از تو آید و مردان چنین کنند۔

ناظرین! ہر دو روئدادوں کا مطالعہ فرما کر ہمارے اس بیان کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ ۱۲

۱۱۔ یہ خطاب مولوی اہمل میاں صاحب سے ہے کیوں کہ یہ جرت انہیں کی ہے۔ اگر مناظرہ میں مولوی حسنت علی صاحب کبھی یہ کہہ دیتے تو

صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس کا بھی حال بیان فرمادیا۔

تفسیر روح البیان میں ایک حدیث بیان کی جس کے الفاظ یہ ہیں۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم لیسۃ المعراج قطرت فی خلقی قطرة فعملت ماکان وما سیکون یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج میں میرے خلق میں ایک قطرہ ٹپکایا گیا اس کے فیضان سے مجھے ماکان وما یکون کا علم حاصل ہو گیا۔ ص ۷۶۔

اس کے علاوہ صفحہ ۶۶ پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت کا اضافہ کیا ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔

قام فینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق

حتی دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم

یعنی حضور ہم میں ایک بار کھڑے ہوئے تو جب سے مخلوقات کی پیدائش کی ابتداء ہوئی اس وقت سے جب تک جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں۔ اس وقت تک تمام چیزوں کا بیان فرمادیا۔

نیز اسی صفحہ پر ایک عبارت شرح زرقانی سے نقل کی ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔ ”اصحابہ صلی اللہ علیہ وسلم جازمون باطلاع علی الغیب“ صحابہ کرام یقین کے ساتھ حکم لگاتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے۔

ان کے علاوہ اپنے دعوے کی تائید میں جن اقوال کو پیش کیا ہے ہم ان کے جواب دینے کی چنداں ضرورت نہیں سمجھتے کیوں کہ بیشتر تو ان میں وہ ہیں جن کا جواب صاعقہ آسمانی ہی کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے اور کچھ کا جواب ہماری اس مختصر تحریر سے معلوم ہو جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز الکریم۔ علاوہ ازیں یہ کہ وہ حجت شرعیہ بھی نہیں۔ اب ہم نمبر وار جواب دیتے ہیں۔ بنظر انصاف ملاحظہ فرمایا جائے۔

اس تقریر میں جو پہلی آیت کریمہ ہے اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔ ”اور نازل کیا ہم نے تم پر کتاب کو کہ (وہ) پورا

بیان ہے ہر شے کا“ آپ کے اس استدلال پر پہلے تو چند مناظرانہ سوالات کئے جاتے ہیں۔ ذرا سوچ سمجھ کر جواب

دیا جائے۔

۱ : اگر آپ نے اس کا مطلب سمجھا ہے کہ قرآن عزیز میں ہر چیز کا بیان ہے خواہ وہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ۔ دین کی یا دنیا کی۔ شان نبوت کے مناسب ہٹو غیر مناسب۔ آج کی ہو یا کل کی، حال کی ہو یا مستقبل کی۔ تو آپ خود اس کے قائل نہیں۔ آپ محض ان چیزوں کا علم محیط مانتے ہیں جو ابتدائے آفرینش عالم سے لے کر یوم آخرت تک وجود میں آئیں نہ اس سے قبل کی اشیاء کا نہ اس سے بعد کی اشیاء کا۔ آپ نے اپنی اس روئداد کے صفحہ ۱۲ سطر ۱۱ میں صاف لکھا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات و صفات کا پورا علم نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے نہ آئندہ ہو گا اور نہ ہو سکتا ہے (مختصاً)۔ حالانکہ ذات و صفات النبی بھی مولوی احمد رضا خان صاحب کی تصریح کے مطابق اشیاء میں داخل ہیں۔

”انبار المصطفیٰ“ صفحہ ۲ پر فاضل بریلوی لکھتے ہیں۔

”اور اہلسنت کے مذہب میں شے ہر موجود کو کہتے ہیں“ اور ظاہر ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات و صفات بھی موجودات میں سے ہیں۔ بلکہ ساری مخلوق کا وجود ظلی اور ذات و صفات النبی کا وجود اصلی ہے۔ نیز بدخالص الاعتقاد“ میں آپ کے انہیں اعلیٰ حضرت نے علم قیامت کے متعلق تردید ظاہر کیا ہے کہ آیا وہ داخل ہے یا خارج۔ لہذا اگر اس آیت کریمہ کے یہ عام معنی لئے جائیں گے تو یہ آپ کے مذہب کے بھی مخالف ہے اور جو الزام آپ ہم پر رکھنا چاہتے تھے وہی بعینہ آپ پر بھی وارد ہو گا۔

ہم الزام ان پر رکھتے تھے قصور اپنا نکل آیا

۲ : جس طرح اس آیت کریمہ میں قرآن عزیز کو تنبیانا لکل شیء فرمایا گیا ہے اسی طرح توریت کے متعلق بھی سورۃ النعام میں ارشاد ہے ولقد اتینا موسیٰ الكتاب تماماً علی الذی احسن و تفصیلاً لکل شیء۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وکتبناہ فی اللواح من کل شیء موعظۃ و تفصیلاً لکل شیء۔ پس آپ کے اصول پر لازم آئے گا کہ توریت میں بھی ہر چیز کا بیان ہو۔ اور علوم قرآن اور علوم توریت برابر ہوں۔ اور قرآن پاک میں کوئی بات توریت سے زیادہ نہ ہو اور یہ یقیناً کفر ہے۔

۳ : پھر یہ بھی لازم آئے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف لب حضرت موسیٰ و عیسیٰ علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کے برابر ہو ان سے زیادہ نہ ہو۔ کیونکہ حضور اقدس کی طرح بواسطہ توریت ہر ہر چیز کا پورا پورا علم ان کو بھی ہو گا اور یہ بھی صریح کفر ہے۔

لے (حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

سردست صرف یہی تین مناظرانہ وار کئے جاتے ہیں۔ ان کا جواب آجانے پر اس آیت کے متعلق کچھ اور بھی عرض کیا جائے گا۔ کیوں کہ یحییٰ احمد رضا خان صاحب کے نزدیک مسئلہ علم غیب کی نہایت زبردست دلیل ہے۔ اس کے بعد ہم اس آیت کریمہ کا صحیح مطلب مفسرین امت کے کلام سے پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ تفسیر مدارک التنزیل میں ہے۔

۱ : تبیاناً لكل شیء من امور الدین۔ یعنی قرآن عزیز میں دین کی ساری باتوں کا بیان۔

۲ : تفسیر جلالین شریف میں ہے۔ یحتاج الی من امر الشریعة (ص ۲۲۲) یعنی قرآن شریف میں ان سب باتوں کا بیان ہے جن کی ضرورت لوگوں کو شریعت کی باتوں میں پڑتی ہے۔

۳ : تفسیر جامع البیان میں بھی اس کے قریب قریب الفاظ ہیں۔ (ملاحظہ ہو ص ۲۲۲)

۴ : تفسیر تبصیر الرحمن میں ہے۔ لكل شیء من المعارف والاحکام و اخبار الماضین۔ یعنی قرآن شریف میں ہر چیز کا بیان ہے معرفت کی باتوں میں سے اور احکام میں سے اور اگلے لوگوں کے واقعات میں سے۔

۵ : تفسیر روح البیان میں ہے۔ لكل شیء یتعلق با امور الدین۔ یعنی قرآن شریف سب دینی باتوں کا بیان ہے۔

۶ : تفسیر معالم التنزیل میں ہے۔ تبیاناً لكل شیء یحتاج الی من الامر والنہی و الحلال والحرام والحدود والاحکام۔ (ص ۱۷۷)۔ یعنی قرآن شریف میں ہر اس چیز کا بیان ہے جس کی حاجت پڑتی ہے۔ یعنی اوامر و نواہی کا حلال و حرام کا۔ حدود، اور احکام کا۔

۷ : تفسیر خازن میں ہے۔ قال اهل المعانی (تبیاناً لكل شیء) یعنی من امور الدین ص ۱۲۹

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) سلمہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو اس لئے کہ توریت خود ان پر نازل ہوئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عالم توریت ہونا قرآن عزیز میں مذکور ہے۔ قال اللہ تعالیٰ و یعلمہ الكتاب والحکمة والتوراة والانجیل الآیہ ۱۲

یعنی قرآن شریف میں سب دینی باتوں کا بیان ہے۔

۸ : تفسیر بضایہ شریف میں ہے۔ (تبیاناً لکل شیء) من امور الدین (ص ۳۲۲ ج ۱)۔

یعنی قرآن شریف میں سب دینی باتوں کا روشن بیان ہے۔

۹ : تفسیر البوسعد میں ہے۔ (تبیاناً لکل شیء) يتعلق با امور الدین (ص ۳۶۴ ج ۱)۔

یعنی قرآن پاک میں تمام ان چیزوں کا روشن بیان ہے جو دین سے متعلق ہیں۔

۱۰ : تفسیر کبیر میں تقریباً یہی مضمون ہے۔ لیکن چونکہ اس میں اس کو مدلل بیان کیا ہے اس وجہ سے عبارت طویل

ہو گئی ہے ہم بقصد اختصار اس کو چھوڑتے ہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر کبیر ص ۳۴۴ ج ۵۔

ہم بقصد اختصار صرف انہی دس تفسیروں کے حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہیں ورنہ اہلسنت کی صد ہا تفسیر سے

اس قسم کی عبارتی نقل کی جاسکتی ہیں۔

ان عبارات سے ہر ذی فہم سمجھ سکتا ہے کہ مفسرین اہلسنت کے نزدیک اس آیت کریمہ کا مطلب صرف یہ ہے کہ

قرآن پاک میں دینی باتوں کا پورا بیان ہے۔ اور الحمد للہ کہ یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ بے شک قرآن عزیز میں دین النبی کی باتوں

کا نہایت واضح اور روشن بیان ہے۔ اور ہمارے آقا و مولا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے عالم ہیں عالم

ہی نہیں بلکہ معلم ہیں۔ اور جس کو جو کچھ دین النبی کا علم ہے وہ حضور ہی کا صدقہ ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم و بارک و عظم و

شرف و کرم۔

ہاں یہ رضا خانیوں ہی کی ذہنیت ہے کہ ان کے نزدیک قرآن شریف میں یہ بھی مذکور ہے کہ فلاں روز اتنی لکھیاں

مریں گی، اتنی پیدا ہوں گی، اس قدر مجھ مریں گے اور اس قدر پیدا ہوں گے۔

ناظرین ! ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں کہ کیا قرآن عزیز مکھی، مکڑی، مچھر، پسو اور کیڑے مکوڑوں کے موت

وحیات اور دیگر حالات بیان کرنے کے لئے نازل ہوا ہے؟ کیا وہ پھلی، مینڈک اور برساتی کیڑوں کی ہٹری اور حالات زندگی

بتلانے گا؟ میرے نزدیک تو کوئی باایمان بھی اس کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ نعوذ باللہ من

سوء الفہم۔

اس کے بعد ہم دوسری آیت کریمہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔ ”نہ چھوڑی ہم نے کتاب

میں کوئی چیز : ” اس آیت کریمہ سے جو استدلال کیا جاتا ہے اول تو اس پر وہی تین مناظرانہ سوال کئے جاتے ہیں جو اس سے پہلے استدلال پر کئے گئے۔ تا وقتیکہ ان کے شافی جوابات دے کر دلیل کو دعوے کے مطابق نہ کر دیا جائے اس سے استدلال کرنا بقول مولوی احمد رضا خان صاحب نہ صرف بھالت بلکہ دیوانگی ہے (سوالات کے اعادہ کی حاجت نہیں نظر میں خود جاری فرما سکتے ہیں)۔

اس کے بعد ہم اس آیت کریمہ کا بھی صحیح مطلب مشاہیر مفسرین اہلسنت کی تفسیر سے نقل کرتے ہیں۔ ملحوظ رہے کہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض نے لفظ ”کتاب“ سے لوح محفوظ مراد لی ہے اور بعض نے قرآن پاک۔ ظاہر ہے کہ جب لوح محفوظ مراد لی جائے گی (جیسا کہ جلالین شریف ص ۱۱۳۔ و تفسیر جامع البیان ص ۱۱۳۔ و تفسیر مدارک التنزیل ص ۱۸۲۔ و تفسیر تبصیر الرحمن ص ۲۱۴ وغیرہ میں ہے) تو آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے لوح محفوظ میں کوئی چیز نہ چھوڑی۔ پس اس صورت میں اس آیت کریمہ کو مسئلہ علم غیب سے کوئی تعلق ہی نہ ہوگا۔ اور نہ ہمارے مخالفین اس معنی کے اعتبار سے اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔ ان کا استدلال صرف اس صورت میں ہے جب کہ کتاب سے قرآن پاک مراد ہو۔ لہذا ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ جن مفسرین نے کتاب سے قرآن پاک مراد لیا ہے انہوں نے اس آیت کا مطلب کیا سمجھا ہے۔ آیا وہ جو ہمارے دوست رضا خانیوں نے سمجھا (یعنی یہ کہ قرآن شریف میں ساری باقی مذکور میں خواہ وہ دینی ہوں یا دنیوی، مفید ہوں یا غیر مفید حتی کہ (معاذ اللہ) کیڑے مکوڑوں کا پاخانہ اور پیشاب بھی مذکور ہے) یا وہ معنی سمجھے ہیں جو باتباع مفسرین ہم سمجھتے ہیں۔ (یعنی یہ کہ قرآن شریف میں دین الہی کی تعلیم ہے ہدایت کے اصول ہیں۔ معارف کا بیان ہے حقائق کا تبیان ہے)۔ ملاحظہ ہو۔ تفسیر مدارک التنزیل میں ہے۔

او الکتاب القرآن وقوله من شيء اخی من شيء یحتاجون الیه الخ مدارک ص ۱۸۶۔

یعنی اس آیت میں یا کتاب سے قرآن عزیز مراد ہے تو اس صورت میں شے سے مراد وہی چیز ہے جس کے لوگ

دینی معاملات میں محتاج ہوں۔ یعنی قرآن شریف میں دینی ضروریات کو نہیں چھوڑا گیا۔

تفسیر ابوالسعود میں ہے ای ما ترکنا فی القرآن شیئاً من الاشیاء المهمة (ص ۶۲ ج ۴)

یعنی ہم نے قرآن شریف میں (سب ضروری باتیں بیان کر دیں) کوئی چیز بھی ضروریات میں سے نہیں چھوڑی۔

تفسیر کبیر میں ہے قوله ”ما فرطنا فی الکتاب من شيء“ ”یجب ان یکون مخصوصاً

ببیان الاشياء التي يجب معرفتها والاحاطة بها۔ یعنی اس آیت کریمہ میں جو شے کا لفظ ہے (اس کو عام نہیں رکھا جاسکتا) بلکہ اس کا ان اشیاء کے ساتھ خاص کر دینا واجب ہے جن کی معرفت ضروری ہو اور جن کا علم لا بدی ہو۔ یعنی آیت کریمہ کا صرف یہ مطلب ہے کہ ہم نے قرآن شریف میں تمام وہ چیزیں بیان کر دیں جن کا جاننا لازمی ہے ان میں سے کوئی چیز نہ چھوڑی۔

یہاں ہم خوف طوالت صرف انہیں حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہیں اور اباب انصاف کے لئے اسی قدر کافی سمجھتے ہیں اس کے بعد ہم چوتھی آیت کریمہ وکل شیء فصلناہ تفصیلاً کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس کا ترجمہ یہ ہے ”ہم نے ہر چیز کی پوری تفصیل کر دی“

اس استدلال پر بھی ہمارے وہی اہل تین سوال میں جو پہلی دلیل پر وارد کئے جا چکے اور جن کا جواب نہ ہوا اور نہ انشاء اللہ ہو سکے گا (ناظرین ان سوالات کو خود جاری فرمائیں) رہا اس کا صحیح مطلب اس کو ہم چند معتبر و مستند تفاسیر سے نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایا جائے۔

۱ : تفسیر جلالین شریف میں ہے (وکل شیء) یحتاج الیہ (فصلناہ تفصیلاً) ص ۲۹ یعنی ہم نے ہر ضروری چیز کی پوری تفصیل کر دی۔

۲ : تفسیر جامع البیان میں ہے (وکل شیء) مما تحتاجون الیہ (فصلناہ تفصیلاً) یعنی ہم نے ان تمام چیزوں کی پوری تفصیل کر دی جن کی ضرورت تم کو پڑتی ہے۔

۳ : تفسیر مدارک شریف میں بھی یہی ہے۔ ملاحظہ ہو، مدارک ص ۵۸

۴ : تفسیر البوسعدی میں ہے (وکل شیء) تفتقرون الیہ فی المعاش والمعاد۔ (ص ۲۰۶-۶ ج) یعنی ہم نے ہر اس چیز کی پوری تفصیل کر دی جس کی تمہیں امر معاش و معاد میں ضرورت ہے۔

۵ : تفسیر کبیر میں ہے وکل شیء فصلناہ تفصیلاً ای کل شیء بکمالیہ حاجۃ الخ ص ۳۷، ج ۵۔

یعنی ہم نے ان تمام چیزوں کی پوری تفصیل کر دی جن کی تم کو ضرورت ہے۔

یہاں بھی بقصد اختصار صرف انہی حوالہ جات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ واللہ الہادی الی سبیل

الرشاد۔

مفسرین عظام کی ان تصریحات سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس آیت کریمہ کا بھی یہی مطلب ہے کہ قرآن عزیز انسانی ضروریات کا کفیل ہے اس میں ضروری ضروری باتیں بیان کر دی گئی ہیں۔ نہ یہ کہ اس میں حشرات الارض، زمین کے کیڑے مکوڑوں کی سوانح عمری ہو۔ جیسا کہ ہمارے رضا خانی دوستوں کا خیال ہے۔ و العیاذ باللہ رب العلمین۔

آیت نمبر ۳ وکل شیء احصیناہ فی امام مبین۔ ونمبر ۵۔ یعنی ولا حبة فی ظلمت الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ کے متعلق ہم صرف اس قدر عرض کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ ان دونوں آیتوں میں کتاب مبین سے لوح محفوظ مراد ہے۔ مفسرین اہلسنت نے تو اس کی تصریح کی ہی ہے لیکن یہاں تو غضب یہ ہے کہ آپ کے قبلہ و کعبہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی بھی لوح محفوظ ہی مراد لے رہے ہیں۔ دیکھو مدائن المصطفیٰ ص ۳ سطر ۲۱ و ۲۲، اگرچہ تقریباً تمام تفاسیر میں بھی یہی مذکور ہے۔ لیکن ہم خان والا شان کے فرمان عالی شان کے بعد کسی مفسر کی عبارت نقل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ ج

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

آیت کریمہ نمبر ۶ و ۷ کے متعلق ہم کچھ عرض کرنے کی حاجت نہیں سمجھتے۔ ناظرین خود فیصلہ فرمائیں کہ ان کو کمال تک رضا خانیوں کے دعوے سے قلعہ ہے۔ پہلی آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے (اے حبیب درد مندان محبت کے طبیب) یہ غیب کی خبروں میں سے ہے ہم تمہاری طرف اس کو وحی کرتے ہیں۔ دوسری آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے۔ پس وحی کی اپنے حبیب کی طرف جو کچھ کہ وحی کی:

غور فرمایا جائے کہ دعوے تو اتنا طویل و عریض کہ بیا بانوں کے ذرہ ذرہ کا، سمندوں کے قطرہ قطرہ کا، درختوں کے پتہ پتہ کا، دریاؤں کی مچھلی، مینڈک اور زمین کے ہر کیڑے مکوڑے کی حرکت و سکون کا، حتیٰ کہ پاختانہ و پیشاب وغیرہ کا علم تفصیلی محیط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات شریف سے اکیسویں روز قبل عطا فرمایا گیا اور دلیل یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غیب کی خبروں میں سے کوئی خبر وحی فرمائی یا یہ کہ وحی فرمائی جو کچھ کہ وحی فرمائی۔ سبحان اللہ! واہے استدلال۔

قرآنی آیات کی بحث سے فارغ ہو کر اب ہم ان احادیث کی جانب متوجہ ہوتے ہیں جن کا اضافہ رضا خانیوں کی اس جعلی روئداد میں کیا گیا ہے۔ فاقول و باللہ التوفیق۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت لقد ترکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث کے متعلق سر درست صرف اس قدر لکھتے ہیں کہ یہ دعویٰ سے خاص ہے۔ اور دعویٰ عام دلیل خاص سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ کما بین فی کتب الاصول۔

دوسری روایت جو جناب نے شب معراج کی پیش کی ہے اس کا ترجمہ آپ کے اصول پر یہ ہے: ”پس میں نے جان لیا، اس شب معراج میں، جو کچھ کہہ چکا اور جو کچھ کہہ گا“ لہذا یہاں وہی سوال وارد ہو گا کہ اس سے کل مراد ہے یا بعض۔ اگر کل مراد ہے تو یہ آپ کے دعویٰ سے عام ہے (جیسا کہ رضا خانیوں کے استاد العلماء مولوی نعیم الدین صاحب نے ”الکلمۃ العلیا“ میں اس کا اعتراف کیا ہے) لہذا یہ دلیل خود آپ کے بھی مذہب کے مخالف اور آپ کے دعویٰ سے متخلف ہوگی۔ اور اگر اس سے بعض مراد ہے یعنی وہ جو اس وقت عند اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب تھا تو وہ ہمارے مخالف نہیں وہ بعینہ ہمارا مذہب ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر اس روایت سے یہ علم محیط ثابت ہو گا تو شب معراج میں ہجرت سے بھی بہت پہلے ماننا پڑے گا اور آپ خود اس کے قائل نہیں آپ صرف وفات ثلثیہ سے اکیاسی روز قبل اس علم محیط کی تکمیل مانتے ہیں۔ لہذا یہ روایت آپ ہی کے بیان کردہ مطلب کے اعتبار سے آپ کے بھی مخالف ہے۔

تیسرے یہ کہ اس روایت کو تا قیامت صحیح نہیں ثابت کیا جاسکتا۔ صحیح ہونا تو درکنار اس کی پوری اسناد بھی نہیں بتلائی جاسکتی۔ راویوں کی جرح و تعدیل تو بعد کی چیز ہے۔ لیکن میاں صاحب! انوس کہ آپ کے سامنے اہل چیزوں کا ذکر کرنا ہمارے نزدیک بھینس کے آگے بن بجالے سے کم نہیں۔ کاش کہ کسی ذمی علم کا مقابلہ ہوتا۔

شہر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ والی روایت (قام فینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث) جس کا اضافہ اس رضا خانی روئداد کے صفحہ ۶۶ پر کیا گیا ہے اس کا مطلب بھی ہرگز یہ نہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وعظ میں رضا خانیوں کا تمام ماکان و مایکون بتلادیا کہ ہاں کہ ظاہر ہے کہ حضورؐ نے یہ تو بیان کیا ہی دہو گا کہ ”شراب اس طرح بنائی جاتی ہے، جو ایوں کھیلا جانا ہے۔“ (حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

زید غل خانہ میں جلے گا۔ فلاں وقت پاخانہ میں۔ فلاں وقت کلکتہ کے بازار میں گندم کا یہ نرخ ہوگا۔ ہوکا یہ نرخ ہوگا۔ ہندوستان میں ایک شہر بریلی ہوگا اس میں ایک پاگل خانہ ہوگا اور اس میں فلاں فلاں پاگل ہوں گے۔ الغرض میرے نزدیک کوئی عقل مند اس کو گوارا نہیں کرے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر دنیا بھر کی ان خرافات کو بیان کیا ہو۔ بلکہ یہ کہنا تو ایک درجہ میں شان نبوت کی توہین کرنا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کام کے لئے تشریف نہیں لائے تھے۔ بلکہ جنت کی غرض دین الہی کی تعلیم تھی۔ لہذا اس حدیث شریف کا وہی مطلب ہوگا جو ہمارے اور آپ کے دونوں کے مسلم شیخ الشیوخ شاہ عبدالحی صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں لکھا ہے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے الفاظ اس موقع پر یہ ہیں۔ اسی مما یتعلق بالدين ای کلیاتہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وعظ میں بد الخلق سے لے کر دخول جنت و دخول تک کی تمام وہ باتیں بیان فرما دیں جو دین سے متعلق تھیں۔ اور اس کے بھی کلیات نہ ہر ہر جزئی۔

احمد شہ اس دلیل کا فیصلہ ایسے کے قلم سے ہوا جس کے سامنے رضا خانی دم نہیں مار سکتے۔ فلنہ الحجة السامیہ۔ یہی شرح زرقانی کی عبارت « اصحابہ صلی اللہ علیہ وسلم جازمون باطلا عہ علی الغیب » اس کا جواب صرف اس قدر کافی ہے کہ یہاں غیب سے کل غیب تو نہ ہمارے نزدیک مراد ہو سکتے ہیں نہ ہمارے نزدیک۔ لہذا بعض غیب مراد ہوں گے اور اس صورت میں مثبت مدعا نہیں۔ پھر اس سے استدلال بقول مولوی احمد رضا خان صاحب نہ صرف بہالت بلکہ دیوانگی ہے۔

احمد شہ کہ روند ادولیس صاحب نے جس قدر ثبوت کا اضافہ کیا تھا وہ تمام بھی پچلے ثبوت کی طرح ہباء منشور ہو گیا۔ وخسر هنالك المبطون۔

دوسری قسم کا اضافہ جو اس جعلی روند ادولیس صاحب نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد منظور صاحب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۴) لے یہ اس نے عرض کیا گیا کہ رضا خانیوں کا ماکان دما یون بھی دنیا سے زلال ہے آئندہ انشاء اللہ کسی تحریر میں اس کی

تفصیل کی جائے گی ۱۱ (حاشیہ صفحہ ۱۳۴) لے اور یہ کہ مطلب بعینہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا ہے جس کا اضافہ

رضا خانی روند ادولیس کے صفحہ ۲۲ پر کیا گیا ہے۔ ۱۲

مظلم العالی نے اہلسنت کی طرف سے اپنے دعوے کے ثبوت میں جو ادلہ قاہرہ پیش کئے تھے اور جن کا جواب مولوی حشمت علی صاحب نمائندہ فرقہ رضا خانی نے قسم کھانے کو بھی نہ دیا تھا ان کے جوابات دینے کی نہایت زبردست کوشش کی گئی ہے، لیکن الحمد للہ نتیجہ وہی ہوا ہے جو آفتاب پر دھول ڈالنے کا ہوا کرتا ہے۔

تاہم ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ انتہائی اختصار کے ساتھ ان مضامین پر بھی کچھ تبصرہ کر دیں۔ وبالله التوفیق۔
حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے اپنے دعوے کے ثبوت میں سب سے پہلی آیت کریمہ **وما علمناہ**
الشعر وما ینبغی لہ پیش فرمائی تھی۔ اور بقول بعض مقامی حکام کے، اس پہلی ہی آیت نے ہر ذی فہم کے لئے منظرہ کا دو ٹوک فیصلہ کر دیا تھا۔ اس دلیل پر جو کچھ مولوی حشمت علی صاحب نے مناظرہ میں کلام کیا تھا وہ اور اس کا جواب تو صاعقہ آسمانی میں مذکور ہو چکا ہے وہاں ملاحظہ فرمایا جائے۔

اب چھ ماہ کے بعد اس جعلی روئداد میں حضرت مولانا کی اس دلیل کے متعلق بہت کچھ خامہ فرسائی کی گئی ہے۔ لیکن خلاصہ اس ساری تطویل لا طائل کا بھی صرف وہی دو باتیں ہیں جو مولوی حشمت علی صاحب نے تھوڑے لفظوں میں کہہ دی تھیں۔ ایک یہ کہ آیت کریمہ میں شعر سے وہ شعر مراد نہیں ہو سکتا جس کو عرب میں عام طور پر شعر کہا جاتا تھا، بلکہ صرف تخیلات کا ذبہ مراد ہیں۔ دوسرے یہ کہ علم سے اس آیت کریمہ میں صرف نکرہ مراد ہے۔

لیکن روئداد نویس صاحب اس کے اس دندان شکن جواب سے بالکل ہی آنکھ میچ گئے جو منظرہ میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے دیا تھا اور جو صاعقہ آسمانی کے صفحہ ۱۴۶ پر مذکور ہے۔ جس کے بعد مولوی حشمت علی صاحب اس آیت شعر کے متعلق ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکال سکے۔ ناظرین حوالہ مذکورہ بالا پھر ملاحظہ فرمائیں۔

اہلسنت کی طرف سے دوسری دلیل آیت کریمہ **اِنَّ السَّاعَةَ اَتَتْهُمُ اُكَادًا**

۱۔ ترجمہ: انہیں سکھایا ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر اور دان کی شان رفیع کے مناسب تھا۔ ۱۲

۲۔ صاعقہ آسمانی کے صفحہ ۱۴۶ پر بحوالہ تفسیر ابن کثیر ایک روایت نقل کی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور

حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما نے بھی آیت کریمہ کا وہی مطلب سمجھا ہے جو ہم مراد لیتے ہیں، نہ وہ جو رضا خانی کہتے ہیں ۱۳

۳۔ تحقیق قیامت آنے والی ہے میں ارادہ کرتا ہوں یہ کہ اس کو چھپاؤں۔ ۱۴

پیش کی گئی تھی۔ روئداد نویس صاحب نے اس پر بھی بہت کچھ گہرا نشانی فرمائی ہے۔ اور سوالات در سوالات پیدا کئے ہیں۔ لیکن کاشک کہ میاں صاحب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان تفسیروں کو بھی نقل فرمادیتے جو اس آیت کی تفسیر میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے پیش فرمائی تھیں اور جو صاعقہ آسمانی صفحہ ۱۰۵ پر ہیں۔ لیکن نقل کیسے کرتے رضائیت کا جو گھر گرجتا تھا۔ خیر ہم اب ان کو پھر نقل کرتے ہیں۔

حجرات عالم قرآن، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ **يقول لا اظهر عليها احد غيري** یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔ اپنے سوا اس قیامت (کے وقت) پر کسی کو اطلاع نہ دوں گا۔ روایت کیا اس کو ابن ابی حاتم نے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں **ولعمري لقد اخفاها الله من الملائكة المقربين ومن الانبياء والمرسلين**۔ یعنی بخدا، قیامت کے وقت، کو چھپا لیا ہے اللہ تعالیٰ نے مقرب فرشتوں اور نبیوں اور رسولوں سے۔ (روایت کیا اس کو ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے)۔ ملحوظ رہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اس وقت فرما رہے ہیں جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کو ایک عرصہ ہو چکا ہے۔ فرماتے میاں صاحب کیا اب بھی کسی سوال میں کچھ نہیں باقی ہے یا سب کا خاتمہ ہو گیا؟ اگر کچھ بھی سبق باقی ہو تو صاف کہہ دینا۔ تیسری دلیل سورہ لقمان کی آخری آیت **ان الله عنده علم الساعة وينزل الغيث ويعلم ما في الارحام وما تدرى نفس ماذا تكسب عندا وما تدرى نفس بائى ارض تموت ان الله عليم خبير** پیش کی گئی تھی جو آج تک سنہل کے عوام کی بھی زبان پر ہے۔

اس آیت کریمہ کے متعلق بھی روئداد نویس صاحب نے کئی ورق سیاہ کئے ہیں۔ اور یہ ہے کہ بے چاروں نے اپنے قلم کا سارا ہی زور ختم کر دیا ہے۔ اور مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی کی **الكلمة العليا** کے ورق کے ورق

۱۔ بتحقیق اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم۔ اور وہی نازل کرتا ہے بارش کو۔ (یعنی یہ بھی اسی کے علم میں ہوتا ہے کہ بارش کب ہوگی) اور وہی جانتا ہے جو کچھ عورتوں کے رحم میں ہوتا ہے۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا۔ اور کوئی نہیں جانتا کہاں مرے گا بتحقیق اللہ ہی جاننے والا بزرگوار ہے۔

نقل کر ڈالے ہیں لیکن حاصل اس ساری تطویل کا بھی صرف یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں جن پانچ چیزوں کا ذکر ہے غیر اللہ سے صرف ان کے علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے ورنہ ان کا علم بوعطاء الہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بہت سے اولیاء کرام کو حاصل ہے۔

ہمیں افسوس کے ساتھ عرض کرنا پڑتا ہے کہ اگر میاں صاحب اس موقع پر حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تفسیر کو بھی نقل کر دیتے جو مناظرہ میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب مظلم العالی نے اس آیت کریمہ کے مطالب پر روشنی ڈالتے ہوئے بحوالہ ”تفسیر ابن کثیر“ پیش فرمائی تھی تو آج ہمیں کچھ عرض کرنے کی حاجت نہ ہوتی۔ اس سے خود معلوم ہو جاتا کہ صرف علم ذاتی کی نفی ہے یا علم عطائی کی بھی۔ لیکن وہاں تو ٹھہری ہوئی ہے کہ مقابل کی بات کو کبھی پورا نقل کیا ہی نہیں جائے گا۔ خیر اب ہم اس کو نقل کرتے ہیں۔

تفسیر ابن کثیر صفحہ ۳۲۸ جلد ۸ پر ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا۔
 خمس من الغیب استأثر بہن اللہ فلم یطلع علیہن ملکا
 مقربا ولا نبیا مرسلًا۔

یعنی یہ غیب کی پانچ چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کر لیا ہے ان کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتہ کو دی ہے نہ کسی نبی اور رسول کو (علیہما الصلوٰۃ والسلام)۔

فرمائیے ! یہ علم عطائی کی نفی ہوئی یا علم ذاتی کی ؟ اس سے بھی بڑھ کر اگر ثبوت درکار ہو تو ملاحظہ فرمائیے اس روایت کو انہیں علوم خمسہ کے متعلق مناظرہ میں پیش کی جا چکی ہے۔ اور ”صاعقہ آسمانی“ کے صفحہ ۱۳۹ پر درج ہے اور نہ معلوم کون سے دل سے آپ نے بھی اپنی رونداد کے صفحہ ۵۳ پر اس کو نقل کر دیا ہے۔ اصل روایت صاعقہ آسمانی میں سے ملاحظہ فرمائی جائے یہاں صرف اس کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

» روایت کیا ہے سعید بن منصور اور امام احمد اور امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت ربیع بن

لے یہ کل عبارت چند سطر کی ہے اور اس سند میں نہایت مفید ہے یہاں صرف اس کا پہلا ٹکڑا نقل کر دیا گیا ہے۔ پوری عبارت

حراش رضی اللہ عنہ سے، فرماتے ہیں کہ ”مجھ سے حدیث بیان کی ایک شخص نے بنی عامر میں سے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا علم میں سے کوئی ایسی بات باقی رہ گئی ہے جس کو آپ نہ جانتے ہوں حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت خیر سکھایا اور بہت حقیقت ابھی علم میں سے وہ بھی ہے جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہی پانچ چیزیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور استشہاد یہی آیت پڑھ دی، ان اللہ عنہ علم الساعة الا یہ“

کہئے! کیا اب بھی کہا جاسکتا ہے کہ صرف علم ذاتی کی نفی ہے نہ عطائی کی۔ آپ کی عقل رسالت سے کچھ زیادہ بعید تو نہ تھا لیکن اس کا کیا علاج ہے کہ آپ اپنی روئداد کے صفحہ ۵۵ پر اسی حدیث کے متعلق یہ لکھ چکے ہیں کہ ”اس حدیث سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک حضور کو ان علوم خمسہ پر اطلاع نہ دی گئی ہو۔ انتہی“ لیجئے یہاں تو آپ نے کھلے لفظوں میں اقرار کر لیا کہ ان پانچوں چیزوں کے علم عطائی کی نفی ہے۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں

زلیخانے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

احمد اللہ کہ علوم خمسہ کی بحث میں جو کچھ اوراق آپ نے سیاہ کئے تھے ان کو خود ہی قلم زد بھی کر دیا اور ہم کو کچھ زیادہ عرض کرنے کی حاجت نہ رہی۔ وکفی اللہ المؤمنین القتال۔

رہا آپ کا اور آپ کے بڑوں کا یہ فرمانا کہ ممکن ہے ان پانچوں چیزوں کا علم اس حدیث کے بعد عطا فرمایا گیا ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ باپ عقائد میں کوئی بات بے دلیل نہیں سنی جاتی تا وقتیکہ کسی دلیل سے یہ ثابت کر دیا جائے کہ اس حدیث کے بعد ان پانچوں چیزوں کا علم کلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما دیا گیا۔ اس وقت تک یہ بات

اگر کہا جائے کہ یہ اقرار صرف حدیث کے متعلق ہے، آیت قرآنی کے متعلق۔ تو مہربانم یہ ناممکن ہے کہ اس حدیث میں تو علم

عطائی کی نفی ہو اور آیت میں صرف ذاتی کی۔ ورنہ لازم آئے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس موقع پر اس آیت کو بطور استشہاد

تلاوت فرمانا رضا خانیوں کا سب سے محل اور بے جوڑ استدلال ہو۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ ۱۲

ہرگز قابلِ سماعت نہ ہوگی۔ اور یہ انشاء اللہ العزیز تا قیامت ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

جو روایات آپ نے روئے داد کے صفحہ ۳۳ و ۳۴ و ۳۵ و ۳۸ و ۴۹ پر علوم خمسہ کے ثابت کرنے کے لئے اپنے بڑوں کے رسائل سے نقل کی ہیں مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت امام مہدی کے پیدا ہونے کی خبر دینا، حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے میاں صاحبزادہ کے تولد کی اطلاع دینا، یا غزوہ خیبر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق لا عطین هذه الراية عند الحديث ارشاد فرمانا، یا مقتولین بدر کی قتل گاہیں کھلانا یا قبل از قیامت ایک عالمگیر بارش ہونے کی خبر دینا وغیرہ وغیرہ۔ ان میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس سے ان پانچوں چیزوں کا علم کلی ثابت ہو سکے۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک میں صرف جزئی واقعات کا ذکر ہے جس کا کسی کو انکار نہیں۔ بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کو علوم خمسہ کے بہت سے جزئیات کی اطلاع دی۔ لیکن ان کا علم کلی کسی کو عطا نہیں فرمایا۔ اگر علم کلی اور جزئی کا یہ فرق یاد رکھا جائے تو پھر انشاء اللہ کوئی رضا خانی دھوکہ نہیں دے سکتا۔

یہی جواب لعینہ میاں صاحب کی اس مہمل تقریر کا ہے جو آیت کریمہ نمبر ۱۰۰ عندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا هو کے متعلق کر کے میاں صاحب نے کاغذ کو بھی اپنے دل کی طرح سیاہ کیا ہے۔ اس لئے کہ یہ طے شدہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں مفاتح الغیب سے یہی پانچ چیزیں مراد ہیں جیسا کہ مناظرہ میں متعدد روایات سے ثابت کیا جا چکا ہے، دیکھو صاعقہ، بلکہ سورہ لقمان کی مذکورہ بالا آیت ان اللہ عندہ علم الساعة الحیۃ۔ بحکم حدیث نبوی اسی آیت "مفاتح الغیب" کی تفسیر ہے لہذا جو مطلب اس کا ہو گا وہی اس کا بھی ہو گا۔ اور الحمد للہ کہ ہم روز روشن کی طرح ثابت کر چکے کہ سورہ لقمان کی اس آیت میں عطائی کی بھی نفی ہے نہ صرف ذاتی کی۔ بس انہیں دلائل سے ثابت ہو گیا کہ آیت مفاتح الغیب میں بھی عطائی کی نفی ہے۔

پھر یہ کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تو صریح ارشاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مفاتح الغیب کا علم عطا نہیں فرمایا گیا بلا حصر ہو فتح الباری شریف شرح بخاری شریف۔ لیکن ہمارے میاں صاحب یہی فرمانے جاتے ہیں کہ ان آیات سے علم عطائی کی نفی نکالنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو گھٹانا ہے۔ ایسی تو ہینول

سے توبہ کرنی چاہئے۔

اوپلاؤ ! تم اور تمہارے بڑے تعظیم کرتے ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ شان مصطفویؐ کو گھٹاتے اور توہین کرتے ہیں۔ ارے وہ تو وہ پاک ذات ہے جس نے عمر بھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کفش برداری کی اور ”صاحب النعل و الوساده“ کا لقب پایا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں اول اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو ایک زمانہ تک یہ سمجھتا رہا کہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ کیوں کہ میں دیکھتا تھا کہ آپ گھر والوں کی طرح بلا روک ٹوک کا شانہ نبوت میں آجایا کرتے تھے۔ یہ وہی ابن مسعود ہیں ملائکہ جن کا ادب کرتے تھے۔ یہ وہی ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم جن کو جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا راز دار کہا کرتے تھے۔ لیکن آج وہ رضا خانی جن کا امام نافر جام خان بریلوی اپنے پیر بھائی کی نسبت کرتا ہے کہ۔

”جب اُن کا انتقال ہوا اور میں دفن کے وقت ان کی قبر میں اتر ا مجھے بلا مبالغہ

وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضۃ النور کے قریب پائی تھی“

(ملفوظات خان بریلوی۔ ص ۲۵)

اور پیر کی قبر میں تو شاید اور کچھ بڑھ چڑھ کر ہوگی، آہ ! اس کے مقتدی کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ظالم تھے انہوں نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان گھٹائی۔ ایسی توہین کرنے والے کو توبہ کرنی چاہئے۔ اگرچہ کچھ ایک پیچ سے ہے۔

اے بد زبانو ! یاد رکھو ان بے گناہوں کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔ قیامت کا میدان ہوگا اور تمہاری زبانوں کے گھائل خدائی دربار میں طالب انصاف ہو کر آئیں گے جن کے آگے آگے سردار دو جہاں کے غلام ہمارے آقا و مولیٰ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہوں گے جن کی جوتی کا قسمہ بادشاہوں کے تاج سے زیادہ قیمتی ہے۔ اونچے سچے اس آخری دور کے مظلوم مدنی تاجدار کے غلامان غلام ہم اور ہمارے اکابر ہوں گے۔ منتظر ہو اور حساب کے لئے تیار ہو جاؤ۔ خیر بات کہیں کی کہیں جا پہنچی اور اپنے اس آقا کی حمایت میں ہمارا کچھ زیادہ تلخ بھی ہو گیا۔ لیکن ہم واللہ مغفور میں۔

کیوں کہ دل جلوں کے لبوں پر فغاں نہ ہو
ممکن نہیں کہ آگ لگے اور دھواں نہ ہو

اب ہم اس مضمون کو ہمیں ختم کرتے ہیں اور اپنے اصلی مقصود کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایا جائے ان تین مذکورہ بالا آیات کریمہ کے علاوہ چھ آیتیں اور بھی حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے قیامت کے وقت خالص علم کے متعلق پیش فرمائی تھیں ان سب کے متعلق بھی ہمارے عنایت فرما مولوی اجمل میاں صاحب نے ان تمام تفاسیر سے آنکھ بند کر کے جو حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے ان آیات کا مطلب بیان کرتے ہوئے مناظرہ میں پیش فرمائی تھیں اور جو ہر آیت کے ذیل میں صاعقہ آسمانی میں درج ہیں۔ نہایت جرأت کے ساتھ یہی لکھ مارا ہے کہ ان سب میں بھی صرف علم ذاتی کی نفی ہے علم عطائی کی نہیں۔ ہم مفسرین کی تمام عبارات کو نقل کر کے اپنی اس تحریر کو زیادہ طول دینا نہیں چاہتے۔ صرف حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک فرمان صاعقہ آسمانی ہی سے نقل کرتے ہیں جو انہوں نے آیت کریمہ یَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَانَا مَرْسُهَا قُلْ إِنَّمَا

عَلِمَهَا عِنْدَ رَبِّي ۖ (اعراف، رکوع ۲۳) کی تفسیر میں ارشاد فرمایا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

”وَمَا عَلِمَهَا عِنْدَهُ اسْتَثْنَىٰ بَعْلُهَا فَلَمْ يَطْلُعْ عَلَيْهَا مَلَكًا وَلَا رَسُولًا“

یعنی اس (قیامت کے وقت) کا علم بس اللہ ہی کو ہے، اس نے اپنے لئے خاص کر لیا ہے۔ پس نہ

کسی فرشتہ کو اس کی اطلاع دی اور نہ کسی رسول کو“

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ فرمان تفسیر کی بہت سی کتابوں مثلاً ابن کثیر، خازن، درمنثور وغیرہ میں موجود ہے۔ ناظرین اس سے فیصلہ فرمائیں کہ آیا یہاں صرف علم ذاتی کی نفی ہے یا عطائی کی بھی۔ اس کے علاوہ تفاسیر کی اور عبارات صاعقہ آسمانی میں ملاحظہ فرمائی جائیں۔

لے پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے۔ ”اے ہمارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں قیامت کے بارے میں کہ کب آئے گی۔ فرمادیجئے بس اس کا علم میرے رب ہی کو ہے۔ نہیں ظاہر کرے گا اس کو اس کے وقت خاص پر مگر اللہ تعالیٰ۔ بھاری ہے وہ آسمانوں اور زمینوں میں وہ اچانک بے خبری ہی میں آئے گی وہ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کو جانتے ہیں کہ دیکھئے اس کا علم صرف (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

آیت کریمہ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ما ذا اجبتہ قالوا لا علم
لنا انک انت علام الغیوب۔

کا جواب روندا دنولیس صاحب نے یہ دیا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا یہ فرمانا کہ ہم کو علم نہیں۔ صرف
ادب کے طور پر ہوگا۔ اور اس کے ثبوت میں رضا خانیوں کے استاذ العلماء مولوی نعیم الدین صاحب کے رسالہ
”الکلمۃ العلیا“ سے بحوالہ تفسیر خازن ایک عبارت بھی نقل کی ہے۔ اس کے متعلق ہمیں صرف یہ کہنا ہے کہ
تفسیر خازن سے صرف اس ٹکڑے کو نقل کر دینا اور اول و آخر کو ہضم کر جانا تمہاری اور تمہارے استاذ العلماء ہی کی حیا داری
ہے۔ پوری کریں اور وہ بھی ہاتھ میں چراغ لے کر ۷۰ چہ دلاور ست دزدے کہ بجف چراغ دارد

ناظرین کرام! علامہ علی بن محمد خازنؒ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں چند اقوال نقل فرمائے ہیں
پہلا قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ۔ انبیاء علیہم السلام سوال خداوندی کے جواب
میں فرمائیں گے کہ ہم کو آپ کا سا علم نہیں۔ کیوں کہ آپ ان لوگوں کے ظاہر و باطن دونوں کو جانتے ہیں اور ہم کو صرف
ان کے ظاہر کا علم ہے۔

دوسرا قول آیت کریمہ کی تفسیر میں یہ نقل فرمایا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام سوال خداوندی کے جواب میں فرمائیں
گے کہ جب تک ہم دنیا میں رہے ان کے اقوال و افعال کا ہم کو علم رہا اور جب دنیا سے ہمیں اٹھا لیا گیا پھر ہمیں معلوم
نہیں کہ کیا ہوا اور انہوں نے کیا کیا بدعتیں ایجاد کیں۔

تیسرا قول یہ نقل فرمایا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام عرض کریں گے اے بار اللہ ہم کو معلوم نہیں کہ آپ
کی اس میں کیا حکمت ہے کہ ہم سے اُس بات کا سوال کیا جا رہا ہے جس کا علم آپ کو ہم سے زیادہ ہے۔
(ان تینوں اقوال سے اہلسنت و جماعت کی پوری پوری تائید ہوتی ہے جیسا کہ ظاہر ہے)۔

چوتھا قول ایک اور نقل کیا ہے لیکن چونکہ خود ہی اس کو ضعیف اور قابل اعتراض قرار دیا ہے لہذا ہم اس کا نقل
کرنا بھی غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ اس ضعیف قول کے بھی بعد اخیر میں وہ قول نقل کیا ہے جس کو مولوی نعیم الدین صاحب نے
”الکلمۃ العلیا“ میں لیا ہے۔ پھر یہ بھی نہیں کہ مفسر نے اس کو اختیار کیا ہو بلکہ اس کے بعد ہی متصلاً دوسری

سطر میں انک انت علام الغیوب کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ یعنی انک تعلم ما غاب عنا
یعنی انبیاء علیہم السلام کا مطلب یہ ہے کہ اے پروردگار آپ اندرونی باتوں کو بھی جانتے ہیں اور ہم صرف ظاہری باتوں کو۔
اندرونی حالات کی ہم کو خبر نہیں۔

افسوس ہے مولوی نعیم الدین صاحب کی دیانت پر کہ اول و آخر سب حذف کر کے درمیان سے ایک ٹکڑا مفید مطلب
نقل کر دیا اور کہہ دیا کہ تفسیر خانن میں یوں لکھا ہے۔ مولوی صاحب اگر ہماری نہیں تو خدا و رسول کی تو شرم کی ہوتی۔ ع
شرم بادست از خدا و از رسول

الحمد للہ کہ رونداد نویس صاحب نے جن گیارہ آیات کریمہ پر کچھ کلام فرمایا تھا اس سب کا کافی شافی جواب انہی
چند سطروں میں ہو چکا۔ رہی آیت کریمہ نمبر ۱۲ وما یعلم جنود ربک الا هو اس کا جواب ہونا
عملاً خود میاں صاحب کو بھی تسلیم ہے۔ چنانچہ اس آیت کریمہ کو (شاید بھول کر) اپنی رونداد کے صفحہ ۱۱ پر نقل تو کر دیا ہے لیکن
جواب سے بالکل ہی جواب ہے۔ اور آیت کریمہ نمبر ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ کو تو نقل بھی نہ کیا بالکل ہی مضمر کر گئے۔ شاہد باش لے
فاضل نوجوان شاہد باش مردوں کو ایسا ہی چاہئے۔

علیٰ ہذا رسول پاک صاحب لولاک کی جس قدر احادیث شریفہ و حضرات صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
و علیٰ اکرام و صوفیاء عظام کے جتنے بھی اقوال کریمہ حضرت مولانا مولوی محمد منظور صاحب نے مناظرہ کے آخری اجلاس میں پیش فرمائے
تھے جنہوں نے رضا خانیوں کے اس غیبیہ عقیدہ کی بالکل ہی قلعی کھول دی تھی ان سب کو تو ایسا ہضم کیے کہ شاید ڈکار تک
بھی نہ لی۔ ناظرین ان سب کو صاعقہ آسمانی میں ملاحظہ فرمائیں۔ ہم اس سلسلہ کو یہیں ختم کرتے ہیں۔ اور ناظرین کے مزید فائدہ کے
لئے حضرت مولانا مولوی محمد منظور صاحب کے ان مطالبات و مواخذات کی ایک فہرست پیش کرتے ہیں جن کے جوابات مولوی
حشمت علی نہ دے سکے۔ اور چھ ماہ کی متفقہ کوششوں کے باوجود رضا خانی رونداد بھی جن کے جواب سے خالی ہے۔ ملحوظ رہے
کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے کبھی دوران مناظرہ میں اپنے مطالبات کی کوئی فہرست نہیں سنائی اور نہ ان کو قرآن و
حدیث پیش کرنے سے ان غیر ضروری باتوں کی فرصت ملی اور نہ درحقیقت یہ مناظرہ کا کام ہے۔ ہاں جس کے پاس

مولوی حشمت علی صاحب کی طرح اوقات پُری کا کوئی سامان نہ ہو وہ ہر چانس میں اگر یہ بے کار باتیں نہ کرے تو بیچارہ اور کیا کرے۔ الغرض حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے کبھی اس بے کار مد میں اپنا کوئی منٹ صرف کرنا مناسب نہ سمجھا اور نہ ہم نے رونداد مناظرہ صاعقہ آسمانی میں کوئی فہرست اس قسم کی شائع کی اور نہ اس کی ضرورت سمجھی۔ اب جب کہ بعض احباب نے اس پر اصرار کیا ہے تو ہم بھی اس ضمیمہ میں ان مطالبات و مواخذات کی ایک فہرست شائع کرتے ہیں۔

ناظرین ! حضرت مولانا مولوی محمد منظور صاحب کے مطالبات دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ گرفتیں جو مولوی حشمت علی صاحب کی تقریروں پر کی گئیں اور وہ ان کے جوابات سے عاجز رہے۔ دوسرے وہ ادلہ و تائیدات جو مذہب اہلسنت و جماعت کے ثبوت میں حضرت مولانا نے پیش کیں اور مولوی حشمت علی صاحب باوجود پلے درپلے مطالبہ کے ان کے کچھ جوابات نہ دے سکے۔ پہلی قسم کے مطالبات کی تعداد ستر اور دوسری قسم کے مطالبات کی ساٹھ ہے۔ فہرست ہدیہ ناظرین ہے۔

فہرست مطالبات قسم اول

- انشاء اللہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا جائے گا۔ جو کچھ عرض کیا جائے گا بحوالہ صفحہ صاعقہ آسمانی سے نقل کیا جائے گا۔
- (۱) : صفحہ ۸۸ و ۸۹، قرآن عزیز کا نزول کب ختم ہوا ؟ اس سوال کے جواب میں بہت دیر تک تو مولوی حشمت علی صاحب نے اڑان گھائیاں ہی کاٹیں (جس کا اقرار رضا خانی رونداد میں بھی ہے)، بڑی عرق ریزی کے بعد مولوی رحمہ اللہ صاحب نے ایک روایت کی رسالہ سے پڑھوائی۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یوم وفات تک وحی نازل ہوئی۔ اس پر مولانا محمد منظور صاحب یہ نقص کیا۔
- (۲) : صفحہ ۹۰۔ اس سے مطلق وحی کے اختتام کا وقت معلوم ہوا، نہ قرآن عزیز کا۔ حالانکہ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ پھر بے چاروں نے ایک دوسری روایت اکیاسی روز والی نکال کر مولوی حشمت علی صاحب سے پیش کرانی۔ حضرت مولانا نے اس پر یہ نقص فرمایا۔
- (۳) : صفحہ ۹۱۔ کہ جن لوگوں کا یہ قول ہے ان کا مطلب یہ ہے کہ اس مدت کے بعد احکام کی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی اور دوسری قسم کی آیات اس کے بعد بھی نازل ہوئی ہیں لہذا یہ جواب بھی صحیح نہیں۔

۴ : صفحہ ۱۰ - آپ کا یہ کہنا کہ تمام علوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب ہیں قرآن عزیز کا مقابلہ کرنا ہے اس میں علم شعر کے متعلق صاف ارشاد ہے کہ وہ آپ کی شان کے مناسب نہیں۔

۵ : صفحہ ۱۰ - آپ کے اس قول سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ جوئے بازی، شراب سازی وغیرہ کا علم بھی حضورؐ کی شان کے مناسب ہو۔

۶ : صفحہ - اگر آیت کریمہ وما علمناہ الشعر میں شعر منطقی بھی مراد ہو تو ہمارا مدعا پھر بھی ثابت ہے کیوں کہ وہ بھی ماکان و مایون میں داخل ہے۔

۷ : اگر آپ کے نزدیک اَحَادُ اُخْفِیْہَا میں اخفا کسی خاص زمانہ تک محدود تھا تو اس تحدید کے دلیل پیش کیجئے۔

۸ : صفحہ - میں نے جس آیت کا مطلب بیان کیا ہے وہ یا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان فرمودہ ہے۔ یا حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا یا علامہ نسفیؒ کا۔ لہذا آپ کا میرے بیان کردہ مطالب کو غلط کہنا ان حضرات کی تفسیر کرنی ہے۔

۹ : صفحہ - سورۃ لقمان والی آیت کا مطلب خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف سے بیان کیا گیا ہے کیا آپ کے نزدیک معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قرآن عزیز کا مطلب نہیں سمجھا۔

۱۰ : کہئے کیا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ کی ان تصریحات کے علم کے بعد بھی یہ عقیدہ رکھنے کی گنجائش ہے کہ قیامت کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔

۱۱ : صفحہ - کیا انہیں شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ اس مسئلہ میں ضیاعینوں

کے موافق ہیں جنہوں نے اشعۃ اللمعات کے صفحہ ۳۳، جلد ۴ و صفحہ ۴۵، جلد ۱ پر تصریح کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم حاصل نہیں تھا۔

۱۲ : صفحہ - مدارج النبوت کی عبارت کا ہرگز وہ مطلب نہیں ہو سکتا جو آپ بیان کر رہے ہیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ مساوات اور برابری لازم آجائے گی۔ اور اس کو مولوی احمد رضا خان صاحب بھی کفر کہتے ہیں۔

۱۳ : صفحہ - پھر یہ مطلب خود حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے مسلک کے بھی مخالف ہے۔ کیونکہ علم قیامت کے متعلق

ان کا عقیدہ ابھی معلوم ہو چکا ہے۔

۱۲: صفحہ - کیا آپ اس کے لئے تیار ہیں کہ مسئلہ علم غیب کا فیصلہ کسی کو ثناءت مقرر کر کے حضرت شیخؒ ہی کی تصانیف سے کر لیا جائے۔

۱۵: صفحہ - حدیث (رأیت ربی عز وجل) کس زمانہ کی ہے۔

۱۶: صفحہ - چونکہ یہ واقعہ شب معراج میں پیش آیا ہے (جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی کی روایت شاہد ہے) لہذا اگر اس سے جمیع ماکان و مایکون کا علم ثابت ہوگا تو ہجرت سے بھی پہلے مکہ معظمہ میں ماننا پڑے گا اور آپ اس کے خود قائل نہیں۔

۱۷: صفحہ - حضرت ثوبان کی روایت سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ جس وقت حضور ص کو یہ مشاہدہ کرایا گیا ہو اس وقت دنیا میں جو کچھ تھا اس کو آنحضرت ص نے دیکھ لیا ہو۔ اور یہ جمیع ماکان و مایکون کا کروڑوں حصہ بھی نہیں۔

۱۸: صفحہ - پھر اس حدیث میں صرف زمین کا ذکر ہے اور ماکان و مایکون میں عرش کرسی، لوح و قلم سب ہی داخل ہے۔

۱۹: صفحہ - پھر جس قدر کا علم لازم آتا ہے اس کا بھی تفصیلی نہیں۔ کیونکہ روایت کے لئے علم تفصیلی ضروری نہیں۔

۲۰: صفحہ - علیٰ ہذا حدیث (فعلمت ما فی السموت والارض) سے بھی صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت جو کچھ زمین و آسمان میں تھا اس کا علم اجمالی ہو گیا۔ اور ظاہر ہے کہ اس وقت اس زمانہ کی بہت سی چیزیں موجود نہ تھیں۔ میں بھی موجود نہ تھا، آپ بھی موجود نہ تھے، یہ نہ پڑا ل بھی موجود نہ تھا۔

۲۱: صفحہ - حضرت شیخ کی عبارت میں لفظ ”بود“ خود اسی مطلب کی تائید کر رہا ہے جو بیان کیا گیا۔

۲۲: صفحہ - کیا حضرت حذیفہ کی روایت کا یہ مطلب ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس وعظ میں یہ بیان فرمایا کہ جو ایوں کھیلا جاتا ہے، دیکھو شراب یوں بنائی جاتی ہے، چوری یوں کی جاتی ہے۔ میرے نزدیک تو کوئی عقلمند اس کو گوارا نہ کرے گا۔

۲۳: صفحہ - پھر یہ کہ حضرت حذیفہؓ کی حدیث میں نہ کیا اسی روز کا ذکر ہے نہ بیاسی روز کا۔

۲۲ : صفحہ — نیز حضرت ثوبان رضی کی حدیث میں بھی اس کا کوئی ذکر نہیں۔

۲۵ : صفحہ — آیت کریمہ و علمک ما لم تکن تعلم کب نازل ہوئی۔

۲۶ : صفحہ — یہ آیت کریمہ میں نازل ہوئی ہے اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً

سات برس دنیا میں رونق افروز رہے۔ لہذا اس کو آپ کے دعوے سے کوئی تعلق نہیں۔ اس نقص کے علاوہ دو نقص

۲۷ و ۲۸ : اور بھی اس دلیل پر پیش کئے گئے تھے جو صاعقہ آسمانی میں نمبر وار مذکور ہیں۔ ملاحظہ ہو صفحہ

۲۹ : صفحہ — کیا آپ لوگ اس تفسیر کو بھی سینے سے لگائیں گے (اور بسر و چشم قبول کریں گے) جو حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر سے ٹکڑا لے (اور اس کے مخالف ہو) یا للعجب۔ زبانی محبت کا دعوے تو اتنا لانا چوڑا

اور دل کی یہ حالت۔

۳۰ : صفحہ — کیا آپ کے نزدیک ان کا غد اور پٹھوں کا نام تفسیر ہے ؟ مہربان من ! تفسیر کے

معنی ہیں قرآن شریف کے معانی کو کھولنا اور بیان کرنا۔ دیکھو حواشی تفسیر جلالین وغیرہ۔

۳۱ : صفحہ — حضرت امام ابو حنیفہؒ کا مقولہ ہے کہ اگر میرا کوئی قول حدیث نبوی کے مخالف پاؤ تو دیوار

پر مار دو۔ تو کیا آپ کے نزدیک اس کا یہ مطلب ہوگا کہ قول امام کوئی ڈھیلا یا پتھر ہے۔

مولوی حشمت علی صاحب کی دلیل نمبر ۲ کے متعلق تین سوال۔

۳۲ : ۳۳ : ۳۴ : نمبر وار درج ہیں۔ ملاحظہ ہو صاعقہ آسمانی صفحہ

۳۵ : صفحہ — امام بخاری اور امام احمد وغیرہ کی روایت نے صاف طور پر بتلادیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے بھی علم عطائی کی نفی سمجھی ہے۔

۳۶ : صفحہ — حضرت ابن عباس رضی و ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایات نے بھی بتلادیا کہ علم

عطائی کی نفی کی گئی ہے۔

۳۷ : صفحہ — کیا اس کے بعد بھی کسی کو یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ صرف علم ذاتی کی نفی ہے۔

۳۸ : صفحہ — جب یہ ثابت ہو چکا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت عبداللہ بن عباسؓ و حضرت

عبداللہ بن مسعودؓ نے بھی علم عطائی کی نفی سمجھی ہے تو پھر آپ کے استاذ مولوی نعیم الدین صاحب کا یہ لکھنا کہ در اس

آیت سے نفی علم عطائی کی نکالنا ظلم ہے، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت ابن عباس رضی و ابن مسعود رضی کو ظالم کہنا ہے جو خالص کفر ہے۔

۳۹ صفحہ — جب کہ یہ معلوم ہو چکا کہ آیت کریمہ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ما ذا احببتم قالوا لا علم لنا الآیۃ میں انکار انبیاء علیہم السلام کی جانب سے ہو گا تو پھر آپ کے استاذ مولوی نعیم الدین صاحب کا یہ لکھنا کہ ”ایسے انکار سوائے ادب پر محمول ہوتے ہیں“ کیا صاف طور پر حضرات انبیاء علیہم السلام کو بے ادب اور مستباح کہنا نہیں ہے، اور یقیناً ہے اور وہ بھی خالص کفر ہے۔
مولوی حسرت علی صاحب کی دلیل نمبر ۳ پر جو تین سوال۔

۴۰ : ۴۱ : ۴۲۔ کئے گئے تھے وہ صاعقہ آسمانی صفحہ — پر نمبر وار درج ہیں۔ ملاحظہ فرمائے

جائیں۔

مولوی حسرت علی صاحب کی دلیل نمبر ۴ پر جو تین سوال۔

۴۳ : ۴۴ : ۴۵۔ کئے گئے ہیں وہ صفحہ — پر نمبر وار درج ہیں۔

نیز دلیل نمبر ۵ پر جو تین سوال

۴۶ : ۴۷ : ۴۸۔ کئے گئے ہیں وہ بھی حوالہ بالا پر ملاحظہ ہوں۔

۴۹ صفحہ — آیت کریمہ عالم الغیب فلا یظهر علی غیبہ احدا الآیۃ میں

سلب عموم ہے یا عموم سلب یا سلب خصوص۔

۵۰ صفحہ — اور بہر تقدیر مستثنی متصل ہے یا منقطع۔

۵۱ صفحہ — علیٰ ہذا آیت کریمہ ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب الآیۃ میں

سلب عموم ہے یا عموم سلب یا سلب خصوص۔

۵۲ صفحہ — اور بہر تقدیر مستثنی متصل ہے یا منقطع۔

۵۳ صفحہ — آپ کی دلیل نمبر ۶ سے بقول آپ کے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کو کسی ذریعہ سے اعمال امت کی اطلاع ہوتی ہے اور یہ آپ کے دعوے کا کروڑواں حصہ بھی نہیں۔

۵۴ صفحہ — پھر یہ جداگانہ سوال ہے کہ یہ اطلاع کب ہوتی ہے۔ اس میں کیا سی، بیسی روز کا کوئی ذکر نہیں۔

۵۵ صفحہ — یہ بھی جداگانہ سوال ہے کہ اجمالی ہوتی ہے یا تفصیلی۔

مولوی حسرت علی صاحب کی دلیل نمبر، پر جو تین سوال

۵۶، ۵۷، ۵۸۔ وارد کئے گئے تھے وہ نمبر وار صاعقہ آسمانی صفحہ پر ملاحظہ ہوں۔

۵۹ صفحہ — حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی روایت سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ آیت شعر میں شعر سے مراد وہی شعر ہے جس کو عام اہل عرب شعر کہتے تھے۔

۶۰ صفحہ — یہ بھی معلوم ہو گیا کہ محض ملکہ کی نفی نہیں کیوں کہ ملکہ کو شعر گوئی میں دخل ہوتا ہے، نہ کسی کا شعر نقل کرنے میں۔

۶۱ صفحہ — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر آپ کا یہ بہتان عظیم ہے کہ حضور اقدس م کو شعر کا علم تھا اور حضور م نے غزوہ حنین کے موقع پر شعر کہا۔ ذرا غور کیجئے آپ کے اس بہتان سے مذہب مقدس کی مضبوط بنیادیں ہل جاتی ہیں۔ اب آپ سے سبق حاصل کر کے دنیا بھر کے کافر کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاعر تھے۔ اگر انہوں نے یہ فیض بلیغ قرآن خود بنالیا ہو تو کیا عجب ہے۔

۶۲ صفحہ — بخاری شریف سے جو ایک موزوں کلام آپ نے پڑھا ہے اس کو شعر کہنا ہی حماقت ہے اصطلاح اہل عربیت میں اس قسم کے موزوں کلاموں کو رجز کہا جاتا ہے۔ دیکھو فتح الباری وغیرہ۔

۶۳ صفحہ — علاوہ ازیں یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی وزن توڑ کر پڑھا تھا تاکہ شعر کی بو بھی نہ رہے اور آپ جیسے مخالفین اسلام کو لب کشائی کی گنجائش ہی نہ رہے۔ تفسیر مدارک شریف میں اس کی تصریح موجود ہے۔

۶۴ صفحہ — حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب پر آپ کا یہ محض افتراء ہے کہ وہ قیامت کے وقت خاص کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حاصل مانتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب نے کہیں ایسا نہیں لکھا۔

مولوی حسنت علی صاحب کی دلیل نمبر ۸ پر جو تین اعتراض۔

۶۵ : ۶۶ : ۶۷ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے وارد کئے تھے وہ حوالہ بالا پر نمبر وار درج ہیں ملاحظہ

فرمائے جائیں۔

۶۸ : صفحہ — آپ کا یہ فرمانا کہ ”جو علوم اللہ تبارک و تعالیٰ کی شان کے مناسب ہوں وہ انھیں

صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیے غیر مناسب ہو سکتے ہیں“ مخلوق کو خالق عز و جل پر قیاس کرنا ہے اور یہ قیاس مع الفارق ہے۔ قرآن عزیز میں صاف ارشاد ہے۔ لیس کمثلہ شیء۔

۶۹ : صفحہ — دیکھو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا انسان کا فرض ہے اور کسی مخلوق کی عبادت کرنا شرک

اور کفر الٰہی۔

۷۰ : صفحہ — خود آپ کے اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں کہ ”خداوند تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ذاتی ہے۔ اور اگر

کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک ذرہ کے کروڑ دیں حصہ کا بھی علم ذاتی طور پر مانے تو بلاشبہ مشرک ہے“ کہئے ان کے متعلق کیا ارشاد ہے۔

فہرست مطالبات قسم دوم

یعنی وہ ادلہ و تائیدات جن کے جواب کا مطالبہ مولوی حسنت علی صاحب سے کیا گیا اور وہ ان کے جوابات سے

عاجز رہے۔

۷۱ : صفحہ — وما علمناہ الشعر ہم نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر نہیں سکھایا۔

۷۲ : صفحہ — وما ینبغی لہ اور نہ علم شعرا ان کی شان کے مناسب ہے۔

۷۳ : صفحہ — اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الساعة اتیۃ اکاد اخفیہا بتحقیق قیامت

آنے والی ہے۔ میں ارادہ کرتا ہوں کہ اس کو چھپاؤں۔

۷۴ : صفحہ — اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اپنے سوا کسی کو

قیامت کے وقت کی اطلاع نہ دوں گا۔

۵، ۱ صفحہ - حضرت قتادہ رضی فرماتے ہیں۔ بخدا قیامت کے وقت کو اللہ تعالیٰ نے چھپایا ہے۔

اس کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتہ کو دی ہے نہ کسی نبی و رسول کو۔

۶، ۱ صفحہ - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل سے فرمایا قیامت کے بارہ میں میرا علم

تم سے زیادہ نہیں۔ یعنی نہ میں جانوں نہ تم جانو۔

۷، ۱ صفحہ - اور فرمایا اے گروہ صحابہ رضی یہ سائل جبریل امین تھے۔ تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ قیامت کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں جزو دین ہے۔ (یعنی وقسط لانی و تحفۃ

الباری شریح بخاری)۔

۸، ۱ صفحہ - اور فرمایا یہ علم قیامت ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۹، ۱ صفحہ - فتح الباری شریف میں ہے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے علم کو اپنے لئے خاص کر لیا ہے۔

۱۰، ۱ صفحہ - سورۃ لقمان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ عنده علم الساعة

بہ تحقیق اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم۔

۱۱، ۱ صفحہ - اور فرماتا ہے وینزل الغیث یعنی یہ بھی اسی کے علم میں ہے کہ بارش کب ہوگی۔

۱۲، ۱ صفحہ - اور فرماتا ہے۔ ویعلم ما فی الارحام یعنی اور وہی جانتا ہے جو

کچھ رحموں میں ہوتا ہے۔

۱۳، ۱ صفحہ - اور فرماتا ہے وما تدری نفس ماذا تکسب غدا اور کوئی نہیں

جانتا کہ کل کیا کرے گا۔

۱۴، ۱ صفحہ - اور فرماتا ہے وما تدری نفس بائی ارض تموت اور کوئی نہیں

جانتا کہ کہاں مرے گا۔

۱۵، ۱ صفحہ - حضرت قتادہ رضی فرماتے ہیں کہ یہ پانچ چیزیں غیب میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو

اپنی ہی ذات کے لئے خاص کر لیا ہے۔ اس کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتہ کو دی نہ کسی نبی و رسول کو۔

۱۶، ۱ صفحہ - سورۃ اعراف میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے یسئلونک عن الساعة

ایمان مرئھا قل انما علمھا عند ربی لے ہمارے رسول م لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں قیامت کب آئے گی۔ فرمادیجئے کہ بس اس کا علم میرے رب ہی کو ہے۔

۸۷: صفحہ — اور فرماتا ہے ثقلت فی السموت و الارض اس آیت کریمہ کی تفسیر رسالہ ہذا کے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

۸۸: صفحہ — اور فرماتا ہے یسئلونک کانک حقّی عنھا قل انما علمھا عند اللہ یعنی لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا کہ آپ اس کو جانتے ہیں۔ فرمادیجئے بس اس کا علم میرے اللہ ہی کو ہے۔
۸۹: صفحہ — حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ قیامت کا علم بس اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ اس کے علم کو اس نے اپنے لئے خاص کر لیا ہے۔ پس اس کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتہ کو دی ہے نہ کسی رسول کو۔

۹۰: صفحہ — تفسیر مدارک شریف میں ہے۔ اس نے علم قیامت کو اپنے ہی لئے خاص کر لیا ہے۔ اس کی خبر نہ کسی مقرب فرشتہ کو دی ہے اور نہ کسی رسول کو (علیہا الصلوٰۃ والسلام)۔

۹۱: صفحہ — حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی » اشعة اللمعات صفحہ ۴۵ پر ارقام فرماتے ہیں قیامت کے وقت کو بجز خداوند تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا اور اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی فرشتوں اور رسولوں میں سے اس کی اطلاع نہیں دی۔

۹۲: صفحہ — مسلم شریف میں ہے کہ حضور اقدس ص نے اپنی وفات سے صرف ایک ماہ قبل ارشاد فرمایا تم لوگ مجھ سے قیامت کا سوال کرتے ہو حالانکہ اس کا علم بس اللہ ہی کو ہے۔

۹۳: صفحہ — حضرت شیخ عبدالحق صاحب » اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ آں خود معلوم من نیست و از اجز خدائے تعالیٰ نداند۔ یعنی وہ خود مجھے معلوم نہیں اور اس کو سوائے خداوند تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

۹۴: صفحہ — اللہ تعالیٰ سورۃ مائدہ میں ارشاد فرماتا ہے یوم یجمع اللہ الرسل ،

فیقول ماذا اٰ جبتہ قالوا لا علم لنا۔

۹۵: صفحہ — اور فرماتا ہے انک انت علام الغیوب۔ جس دن کہ جمع کرے گا اللہ تعالیٰ

رسولوں کو پس فرمائے گا ان سے تم کو کیا جواب دیا گیا۔ عرض کریں گے وہ کہ ہمیں علم نہیں۔ آپ ہی غیب کی باتوں کے جاننے والے ہیں۔

۹۶: صفحہ — حضرت خواجہ علی مہاسنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام فرمائیں گے کہ اگرچہ ہم کو ان کی ظاہری باتوں کی خبر ہے لیکن ہم ان کے دلوں کی حالت کو نہیں جانتے۔ کیوں کہ وہ غیب ہے اور غیب کا احاطہ تیری ہی ذات پاک کا خاصہ ہے۔

۹۷: صفحہ — مسند احمد میں حضرت خذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے وقت کا سوال کیا گیا حضور نے فرمایا کہ بس اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ الحدیث۔

۹۸: صفحہ — اللہ تعالیٰ سورۃ ملک میں ارشاد فرماتا ہے ویقولون متی هذا الوعد ان کنتم صادقین۔ قل انما العلم عند اللہ وانما انا نذیر مبین۔ یہ کفار کہتے ہیں کہ بتلاؤ یہ وعدہ یعنی قیامت کب ہوگا۔ فرمادیجئے اس کا علم بس اللہ ہی کو ہے اور میں تو صرف ڈرنے والا ظاہر کر دینے والا ہوں۔

۹۹: صفحہ — تفسیر جامع البیان میں ہے۔ اس وعدہ کے وقت کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۱۰۰: صفحہ — اللہ تعالیٰ سورۃ الغام میں ارشاد فرماتا ہے وعندہ مفاتیح الغیب لا یعلمہا الا هو اللہ ہی کے علم میں ہیں مفاتیح الغیب۔ ان کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۱۰۱: صفحہ — بخاری شریف میں ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مفاتیح الغیب پانچ چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا وہی جو سورۃ لقمان کی آیت میں مذکور ہو چکیں۔

۱۰۲: صفحہ — حضرت عبداللہ بن عباس رضی فرماتے ہیں۔ مفاتیح الغیب وہی پانچ چیزیں ہیں انہ۔

۱۰۳: صفحہ — اسی کے قریب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی کا فرمان بھی ہے۔

۱۰۴: صفحہ — حضرت ربیع بن خراش رضی کی وہ حدیث جو بحوالہ سند احمد وغیرہ رسالہ ہذا کے صفحہ

پر مذکور ہوئی۔

۱۰۵: صفحہ — اللہ تعالیٰ سورۃ احزاب میں ارشاد فرماتا ہے یسئلك الناس عن الساعة

قل انما علما عند اللہ - اے محبوب تم سے لوگ قیامت کا سوال کرتے ہیں۔ کہہ دو کہ بس اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔

۱۰۶ صفحہ - تفسیر جلالین شریف میں ہے۔ تم اس کو نہیں جانتے۔

۱۰۷ صفحہ - اللہ تعالیٰ سورۃ زخرف میں ارشاد فرماتا ہے۔ وعندہ علم الساعة الاية

اسی (اللہ تعالیٰ) کو ہے قیامت کا علم۔

۱۰۸ صفحہ - تفسیر جامع البیان میں ہے۔ بس اسی کو ہے قیامت کا علم نہ اس کے غیر کو۔

۱۰۹ صفحہ - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الی یرد علم الساعة اللہ ہی کی طرف پھیرا جاتا ہے

قیامت کے وقت کا علم۔

۱۱۰ صفحہ - جلالین شریف میں ہے لا یعلمہ غیرہ اس کے سوا اس کو کوئی نہیں جانتا۔

۱۱۱ صفحہ - حضرت حسن بصریؒ کی وہ روایت جو رسالہ ہذا کے صفحہ پر مذکور ہو چکی۔

۱۱۲ صفحہ - تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازیؒ آیت کریمہ یوم یجمع اللہ الرسل کی

تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ نقل فرماتے ہیں۔ انما قالوا لا علم لنا الخ یعنی انبیاء علیہم السلام نے جو اللہ تعالیٰ کے سوال کے جواب میں یہ کہا کہ "ہم کو علم نہیں" اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ان کے ظاہر و باطن دونوں کو جانتے ہیں اور ہم کو بس ان کی ظاہری باتوں کی خبر ہے۔

۱۱۳ صفحہ - اللہ تعالیٰ سورۃ مدثر میں فرماتا ہے وما یعلم جنود ربك الا هو۔ اللہ کے

لشکروں کی تعداد کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۱۱۴ صفحہ - اللہ تعالیٰ سورۃ والفجعت میں ارشاد فرماتا ہے۔ یسئلونک عن الساعة

ایات مرسہا۔ الیہ۔

۱۱۵ صفحہ - تفسیر مدارک التنزیل میں ہے۔ وقت قیامت کے علم کی انتہاء اللہ تعالیٰ پر ہوتی ہے۔ اس

کے سوا اس کو کوئی نہیں جانتا۔

۱۱۶ صفحہ - اسی کی مثل جلالین شریف میں ہے۔

۱۱۷: صفحہ — اللہ تعالیٰ سورہ نساء میں ارشاد فرماتا ہے: وَرَسُولًا لِّمَنْ نَّقْصَصُ عَلَيْكَ

یعنی اے محبوب ہم نے بہت سے ایسے رسول بھیجے ہیں جن کو ہم نے تم سے بیان نہیں کیا۔

۱۱۸: صفحہ — حضرت علی کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حبشیوں میں سے ایک نبی بھیجے تھے

اور وہ ان میں سے تھے جن کی اطلاع جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دی گئی۔

۱۱۹: صفحہ — اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

الغیب الا اللہ وما يشعرون ايان يبعثون۔ فرمادیجئے اے محبوب کہ نہیں جانتا کوئی نہ آسمان

میں اور نہ زمین میں اس غیب کو اللہ کے سوا۔ اور انہیں خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

۱۲۰: صفحہ — جلالین شریف میں ہے کہ نہ کسی فرشتہ کو خبر ہے اور نہ کسی انسان کو۔

۱۲۱: صفحہ — اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فان تولوا فقل اذنتکم علی سوء وان

ادری اقرب ام بعید ما توعدون۔ یعنی پس اگر یہ لوگ (توحید سے) روگردانی کریں تو فرمادیجئے

کہ میں تم کو اطلاع دیتا ہوں مساوات پر۔ اور میں نہیں جانتا کہ قریب ہے یا بعید جو تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔

۱۲۲: صفحہ — تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ یعنی یہ وعدہ وقوع میں تو ضرور آئے گا لیکن مجھے اس کے قرب و

بعد کی خبر نہیں۔

۱۲۳: صفحہ — بخاری شریف میں حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے۔ الخ رپوری روایت روئداد کے

صفحہ نمبر — پر ملاحظہ ہو۔ بقصد اختصار ہم صرف حوالہ پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۲۴: صفحہ — بخاری شریف و مسلم شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اپنی

وفات شریف سے صرف تقریباً تین ماہ قبل فرمایا کہ۔ اگر پہلے مجھے اس معاملہ کی خبر ہوتی جو اب بعد میں ہوئی تو میں اپنے ساق

قربانی نہ لاتا۔

۱۲۵: صفحہ — اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ اشقۃ اللغات میں

لکھتے ہیں۔ "اگر من پسین ازیں می دانستم برآمدن از احرام بر شام شاق خواہد آمد من نیز ساق ہدی نمی کردم و من

نمی دانستم کہ حکم الہی چنین خواہد بود " یعنی اگر اس سے پہلے مجھے معلوم ہوتا کہ تم پر احرام سے نکلنا شاق گزرتے گا تو میں

بھی قربانی ساتھ نہ لانا۔ اور مجھے معلوم نہ تھا کہ حکم الہی ایسا ہو جائے گا۔

۱۲۶: صفحہ - مرض الموت والی حدیث جس نے بتلادیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم محیط یوم وفات

تک بھی عطا نہیں ہوا۔

۱۲۷: صفحہ - اہلسنت کی مسلم کتاب شرح عقائد نسفی کی فیصلہ کن اور نہایت مفید عبارت صاعقہ آسمانی

صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

۱۲۸: صفحہ - حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روح کی حقیقت کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کو نہیں عطا فرمایا گیا۔

۱۲۹: صفحہ - حضرت شیخ محی الدین اکبر بن عربیؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ قیامت کا علم سوا اللہ کے

اور کسی کو بھی نہیں۔

۱۳۰: صفحہ - حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ فرماتے ہیں کہ قیامت کے وقت کی اطلاع جناب رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دی گئی۔ عبارت رسالہ ہذا کے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

ناظرین کرام! یہ ہیں ہمارے وہ ایک سو تیس مطالباتِ قاہرہ جن کے جواب سے رضا خانی جماعت کے مناظر

مولوی حسنت علی صاحب عاجز رہے۔ اور الحمد للہ چھ ماہ کی متفقہ عرق ریزی اور دماغ سوزی کا نتیجہ رضا خانی روئداد بھی آج

ان کے جواب سے ساکت ہے۔ روئداد نویس صاحب نے ہمارے بعض مطالبات کے جو ٹوٹے پھوٹے جوابات لکھ کر اپنے ظاہر

و باطن کی طرح کاغذ کو بھی سیاہ کیا تھا۔ الحمد للہ کہ اس مختصر ضمیمہ نے ان سب پر بھی پانی پھیر دیا۔

وخسر هنالك المبتلون - واعلموا ان الله لا يهدي الكافرين۔

رضا خانی روئداد کے متعلق ایک استفساری خط

اور حضرت مولانا محمد منظور صاحب مدظلہ کے قلم سے اس کا جواب

حال میں کسی محب سنت کا ایک خط آیا تھا جس کا حاصل یہ تھا کہ "رضا خانی روئداد میں حضرت شیخ عبدالحی صاحب محدث دہلویؒ و حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ و شیخ ملا علی قاریؒ و علامہ قسطلانی شامیؒ و امام فخر الدین رازیؒ و علامہ ابوالسعودؒ و علامہ خازنؒ و صاحب تفسیر روح البیانؒ یہ کل حضرات اس کے قائل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے وقت خاص کا علم بے طائے الٰہی حاصل تھا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ نسبت کہاں تک صحیح ہے ؟"

اس خط کا جو جواب حضرت مولانا نے دیا تھا چونکہ اس میں بہت سی مفید باتیں آگئی ہیں اس لئے ہم اُس کو بحسنہ شائع کرتے ہیں۔

(خاکسار ابوالانصار محمد سراج الحق نعمانی عفی عنہ)

نقل جواب باصواب حضرت مولانا محمد منظور صاحب مدظلہ عن فیضہم

مکرم زادکم اللہ حرصا علی اتباع السنۃ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

گرامی نامہ موصول ہوا۔ بوجہ عدم الفرستی انتہائی اختصار کے ساتھ جواب لکھتا ہوں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مختصر تحریر کو تشفی بخش بنائے۔ وما ہو علی اللہ بعزیز۔

جن حضرات کے اسماء گرامی آپ نے لکھے ہیں ان کی طرف اس بے اصل عقیدہ کی نسبت کہلے والا نہ صرف مفتری و کذاب بلکہ بے حیا بھی ہے۔ آج وہ حضرات دنیا میں زندہ نہیں لیکن ان کی کتابیں جو ان کی زندہ یاد گاریں ہیں اس بے اصل عقیدہ کی تردید سے پُر ہیں۔ ان کی طرف اس عقیدہ کی نسبت کرنا ان کی ارواح مقدسہ کو ایذا پہنچانا اور اپنے آپ کو قیامت میں ان کا مواخذہ داربنا ہے۔ یہ حضرات اور ایسے مصنوعی عقیدہ کی تائید ؟ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ۔

اب میں ان حضرات کی چند عبارتیں ان کی مشہور و معروف تصانیف سے نقل کرتا ہوں ان سے معلوم ہو جائے گا کہ علم قیامت کے بارے میں ان کا کیا عقیدہ ہے۔ واللہ ہوا موفق۔

حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ المعات شرح مشکوٰۃ شریف میں حدیث جبرئیل کے تحت میں ارقام فرماتے ہیں۔

”وے تعالیٰ ہیچ کس را از ملائکہ و رسل برآں اطلاع نداده“ (اشعۃ المعات جلد اول، ص ۴۵)۔ اس کی (یعنی قیامت کے وقت) کی اطلاع نہیں دی ہے۔

نیز یہی شیخ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث تسئلونی عن الساعة الحدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یعنی از وقت وقوع قیامت کبریٰ می پرسیدہ آن خود معلوم من نیست و آنرا جز خداوند تعالیٰ نداند“ (اشعۃ المعات جلد چہارم، ص ۳۷۷)۔ یعنی اے گروہ صحابہؓ تم مجھ سے قیامت کے آنے کا وقت پوچھتے ہو وہ خود مجھ کو معلوم نہیں۔ اور اس کو سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا“

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر فتح العزیز پارہ تبارک کے ترجمہ معروف بہ تفسیر عزیزی کے صفحہ ۳۶ پر ہے۔

وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ - اور کہتے ہیں (یعنی یہ کفار) کب ہوگا یہ وعدہ اگر تم لوگ سچے ہو۔ سو ان کی اس بات کے جواب میں (قل) کہہ کہ ہم اُس وعدہ کو معین نہیں کر سکتے۔ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس کا علم نہیں دیا۔ بلکہ اس وعدہ کو مبہم اور پوشیدہ رکھا ہے۔ اور اس کو مبہم اور پوشیدہ رکھنے میں ایک بڑی حکمت ہے۔ سو اسی واسطے اس کا علم کسی مخلوقات کو عنایت نہیں ہوا بلکہ (انما العلم عند اللہ) نہیں ہے اس واقعہ کا علم مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔ بلکہ ہر شخص کی موت کا علم بھی اسی اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ سو اے اس کے کوئی نہیں جانتا“

سورۃ ” والنزعت “ کی تفسیر میں علم قیامت کے متعلق حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے اس سے بھی زیادہ لکھا ہے۔ لیکن ہم اس عبارت کے نقل کرنے کے بعد کسی مزید ثبوت کی حاجت نہیں سمجھتے۔ اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دیں اس کو اسی قدر کافی ہے۔

_____ علامہ قسطلانیؒ اپنی مشہور کتاب ” ارشاد الساری شرح بخاری شریف “ میں حدیث جبرئیل کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ان الله تعالى استأثر بعلم وقت مجيئها
الله تعالى نے قیامت کے وقت کا علم اپنے لئے خاص کر لیا ہے۔ (ص ۲۸۰ - ج ۱)

ایک جگہ لکھتے ہیں۔

اعتقاد وجود الساعة وعدم العلم
قیامت کے آنے کا اعتقاد، اور اس بات کا اعتقاد کہ اس کے وقت کا علم اللہ کے سوا کسی نہیں، یہ دونوں باتیں بوقتہا لغير الله تعالى من الدين - (ص ۲۴۴ - ج ۱)

جزو دین ہیں۔

_____ علامہ علی قاریؒ مکیؒ اپنی مشہور کتاب ” موضوعات کبیر “ میں اپنے زمانہ کے بعض غالی لوگوں کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وقد جاهر بالكذب بعض من يدعي
العلم في زماننا ان رسول الله صلى الله
عليه وسلم يعلم متى تقوم الساعة
ولا ريب انه الجاء هؤلاء على هذا
الفلو اعتقادهم انه يكفر عنهم
سيئاتهم ويدخلهم الجنة وكما
غلوا كانوا اقرب الي فهم اعمى
الناس لامره واشدهم مخالفة

ہمارے زمانہ کے بعض مدعیان علم نے یہ کھلم کھلا جھوٹ بولا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے وقت کا علم ہے۔ اور بے شک ان مدعیان علم کو اس یادہ گوئی پر صرف ان کے اس خیال نے مجبور کیا ہے کہ ان کی یہ بات ان کے لئے کفارہ سیئات بن جائے گی۔ اور ان کو جنت میں داخل کر دے گی۔ اور جس قدر بھی وہ آپ کی شان میں غلو سے کام لیں گے اسی قدر آپ سے قربت حاصل ہوگی۔ یہ لوگ حضورؐ کے حکم سے بالکل ہی اندھے ہیں

لسنة فيهم مشب ظاهراً من
النصارى غلوا على المسيح اعظم
الغلوا خالفوا شرع ودين اعظم المخالفة
انتہی۔ (موضوعات کبیر، ص ۱۱۹)
اور آپ کی سنت کے سب سے بڑے مخالف ہیں ان
میں نصاریٰ کی ظاہر باہر مشابہت ہے۔ انہوں نے
بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں بڑے غلو سے
کام لیا اور ان کی شریعت، اور ان کے دین کی مخالفت کی۔
غور فرمایا جائے کس قدر حیار دار ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ملا علی قاریؒ علم قیامت میں رضا خانیوں کے
موافق ہیں۔

— امام فخر الدین رازیؒ تفسیر کبیر میں آیت کریمہ یسئلونک عن الساعة الاية کے تحت میں ارقام
فرماتے ہیں۔

ان وقت الساعة مكتوم عن الخلق۔
یعنی بتحقق قیامت کا وقت ساری مخلوق سے چھپا لیا
گیا ہے۔ (ص ۳۳۰ ج ۴)

اگے چل کر انما علمها عند ربی کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ای لا یعلم الوقت الذی فیہ یحصل
القیامة الا الله سبحانه۔
یعنی قیامت کے وقت خاص کا علم اللہ سبحانہ کے
سوا کسی کو نہیں۔

اس کے علاوہ رہنے اس کی حکمت بھی بتلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقت کا علم تمام مخلوق سے کیوں
چھپایا۔ میں بقصد اختصار اس کو چھوڑتا ہوں۔ پھر ثقلت فی السموت و الارض کی تفسیر کرتے ہوئے امام
تفسیر سیوطیؒ کا قول یہ نقل کرتے ہیں۔

ای اخفیت فی السموت و الارض و لم
یعلم احد من الملائكة المقربين و
الانبياء والمرسلین متى یکون حد و ثما و
وقوعها۔
یعنی قیامت مخفی ہے آسمانوں اور زمینوں میں۔ اور
مقرب فرشتوں اور نبیوں اور رسولوں میں سے کسی کو علم
نہیں کہ کب واقع ہوگی۔

نیز آیت کریمہ یسئلک الناس عن الساعة قل انما علمها عند الله کے تحت میں ارقام

فرماتے ہیں۔

ان الله اخفاها لحكمة - یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی حکمت کی وجہ سے قیامت

کے وقت کو چھپایا ہے۔

(ص ۵۹۲ - ج ۶)

تفسیر کبیر میں اس مضمون کی صد بار عبارتیں موجود ہیں۔ لیکن چونکہ استیعاب مقصود نہیں اس لئے انہی پر اکتفا کرتا ہوں۔

تفسیر ابوالسعود میں آیت کریمہ عالم الغیب فلا یظهر علی غیب احد الا یہ کے تحت میں مرقوم ہے۔

واما ما لا یعلق بہا علی احد الوجہین اور جن غیوب کا تعلق رسالت سے نہ ہو، جن میں سے ایک

من الغیوب الی من جملتہا وقت قیام قیامت کا وقت خاص بھی ہے سو اللہ تعالیٰ ان کی اطلاع

الساعة فلا یظهر علیہا احدا ابدا۔ کبھی کسی کو نہیں دے گا۔

تفسیر خازن میں آیت کریمہ یسئلونک عن الساعة الایہ کے تحت میں ہے۔

استأثر الله بعلمها فلم یطلع علی احد۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقت کا علم اپنے لئے

خاص کر لیا ہے اس کی اطلاع کسی کو نہیں دی۔

(ص ۳۶۵ - ج ۲)

اسی آیت کریمہ کے تحت میں تفسیر روح البیان میں ہے۔

قد استأثر به لم یطلع علی ملکا یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے ہی لئے خاص

مقربا ولا نبیا مرسل۔ (ص ۸۰۸ - ج ۱) کر لیا ہے نہ کسی مقرب فرشتہ کو اطلاع دی ہے، نہ کسی

نبی و رسول کو۔

نیز اسی تفسیر میں آیت کریمہ ان الله عنده علم الساعة کے تحت میں غیب کے اقسام بیان کرتے

ہوئے لکھتے ہیں۔

ومنہ ما استأثر الله به لا یطلع علی اور غیب کی ایک قسم وہ ہے جس کو اس نے اپنے لئے خاص

ملك مقرب ولا نبی مرسل کما اشار کر لیا ہے۔ اس کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتہ کو ہوئی ہے

الی بقوله وعنده مفاتح الغیب لا نہ کسی نبی و رسول کو علیہا الصلوٰۃ والسلام۔ چنانچہ اسی طرف

یعلمہا الا هو ومنہ علم الساعة اشارہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں

فقد اخفا الله علم الساعة - وعنده مفاتيح الغيب لا يعلمها الا هو -

(تفسیر روح البیان، جلد سوم، صفحہ ۹۶) اور اسی قسم میں قیامت کے وقت کا علم ہے۔ پس تحقیق اس

کو اللہ تعالیٰ نے چھپا لیا ہے۔

پھر آیت کریمہ عالم الغیب فلا یظهر علی غیبہ احدا الاّیہ کے تحت میں ارقام فرماتے ہیں۔

واما ما لا یتعلق بہا علی احد الوجہین اور جن غیوب کا تعلق رسالت سے نہ ہو، جن میں سے ایک

من الغیوب الّتی من جملة ما وقت قیام قیامت کے وقت کا علم بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اطلاع

الساعة فلا یظهر علیہ احدا ابدا علی کبھی بھی کچھ نہیں دے گا۔ اس کے علاوہ یہ کہ قیامت کے

ان بیان وقتہ مغل بالحکمة التشریعیۃ وقت کا بتلادینا حکمت تشریعیہ کے بھی مخالف ہے۔ جس

الّتی یدور علیہا فلاک الرسالۃ پر نبوت اور رسالت کا دار و مدار ہے۔

(جلد سوم، ص ۱۱۷۹)

جن حضرات کے اسماء گرامی آپ نے تحریر فرمائے تھے ان ہی کی یہ چند عبارتیں اور وہ بھی انتہائی اختصار کو ملحوظ

رکھتے ہوئے نقل کر دی گئی ہیں۔ اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ وہ نسبت کہاں تک صحیح ہے۔

علم قیامت کی نفی کے بارہ میں اگر قرآن حکیم و نبی کریم علیہ التّحیۃ والتّسلیم کے نصوص اور صحابہ و تابعین و دیگر بزرگان

دین کے اقوال کو جمع کیا جائے تو دو ڈھائی سو صفحوں کی ایک ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ لیکن نہ آپ کے لئے اس کی

ضرورت ہے اور نہ تحقیر کو اس قدر فرصت۔ اگر توفیق ایزدی شامل حال رہے تو انشاء اللہ اس کی کسی قدر تفصیل اپنے

رسالہ ”بوارق الغیب علی من یدعی لغير الله علم الغیب“ میں کر دوں گا۔ لیکن افسوس یہ

ہے کہ امسال تعلیمی مشاغل کی کثرت کی وجہ سے تالیف کے لئے بہت ہی کم وقت ملتا ہے۔ اور اسی وجہ سے ”بوارق“

کی اشاعت میں باوجود احباب کی سخت تاکیدوں کے روز بروز تاخیر ہوتی جا رہی ہے۔

فکر معاش و ذکر خُدا یاد رنستگان

دو دن کی زندگی میں بھلا کوئی کیا کرے

بہر حال اس مختصر تحریر میں اس مسئلہ پر کافی روشنی نہیں ڈالی جاسکتی۔ لیکن اجمالاً اتنا عرض کرتا ہوں کہ

بفضلہ تعالیٰ اس وقت میرے پاس آیات قرآنی کے ماسوا تقریباً چالیس ایسی حدیثیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے قیامت کے وقت خاص کا علم کسی کو عطا نہیں فرمایا۔ جن میں سے کچھ سنہل کے مناظرہ میں پیش ہو چکی ہیں۔ (رونداد مناظرہ صاعقہ آسمانی میں ملاحظہ فرمائیں) اور ایک اب صرف آپ کی خاطر لکھتا ہوں۔

» روایت کیا ہے امام احمد نے مسند میں، اور ابن ابی شیبہ نے مصنف میں، اور ابن جریر و ابن منذر نے اپنی تفسیروں میں، اور بیہقی نے "البعث والنشور" میں، اور حاکم نے مستدرک میں۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لقیت لیلۃ اسری نبی ابراہیم وموسى و عیسیٰ (علیہم السلام) فتذاکروا امر الساعۃ فردوا امرہم الی ابراہیم فقال لا علم لی بہا فردوا امرہم الی موسیٰ فقال لا علم لی بہا فردوا امرہم الی عیسیٰ فقال اما وجبتہا فلا یعلمہا احد انتہی بقدر الحاجۃ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے شب معراج میں حضرت ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات کی۔ پس انہوں نے قیامت کے وقت کا ذکر کیا۔ پس پہلے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے سوال کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھے علم نہیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا گیا انہوں نے بھی فرمایا کہ مجھے علم نہیں۔ پھر یہی مسئلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کے وقوع کے وقت کو کوئی بھی نہیں جانتا۔

اسی طرح جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت جبریل ؑ نے حضور کی عمر شریف کے اخیر حصہ میں قیامت کے متعلق سوال کیا تو حضور نے بھی یہی فرمایا کہ "یہ ان پانچ چیزوں میں داخل ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں" میں نہیں سمجھ سکتا کہ خدا کے ان برگزیدہ رسولوں کی ان زبردست شہادتوں کے بعد کس ثبوت کا انتظار باقی رہ جاتا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ اس کے لئے ہے جس کے قلب میں ایمان کا کوئی ذرہ اور خدا کا خوف ہو۔ منکروں کے حق میں خود ارشاد خداوندی ہے۔

وما تغنی الایات والنذر عن قوم لا یؤمنون (یونس ۱۰ = ۱۱)

تمی دستان قسمت را چہ سودا ز بہر کابل

کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

فقط والسلام ختام الکلام رقمہ ز خاک محمد منظور نعمانی غفر اللہ لہ ولوالدیہ

ختم ہوا خط کا مضمون

اب ہم اپنی اس حقیر تحریر کو اسی پر ختم کرتے ہیں اور دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو بھی اسی طرح
نافع غلاتی بنائے جس طرح کہ اصل رونما د صاعقہ آسمانی کو اس نے نافع بنایا۔ واکھد شہ رب العلمین

خاکسار محمد سراج الحق

ناظم دارالاشاعت سنہ ۱۳۵۱

ضلع مراد آباد (یوپی)

مناظرہ سنبھل و در ضلع نیننی تال کی مفصل روداد

فتح الابرار علی الفجار

۲۷ ۱۳ھ

صاعقه آسمانی فرقہ رضا خانی

حصہ دوم

مربہ

مولانا ابوالمجاہد محمد عابد خلیش

انجمن ارشاد المسلمین

۱۴- بہاولپور روڈ، مرننگ لاہور

آئینہ کتاب

۱۶۹	ویباچہ
۱۷۲	تمہید
۱۷۷	گل و یگر مہکنت
۱۸۱	ابتدائی گفتگو
۱۸۶	آغز از مناظرہ (مسئلہ علم غیب)
۲۰۳	مناظرہ کا دوسرا دن
۲۳۹	مناظرہ کا تیسرا دن
۲۷۷	تکملہ
۲۸۱	رضا خانی رویت اور کے مضامین پر ایک نظر

دیباچہ

باسمہ تعالیٰ حامداً و مصلیاً و مسلماً

سنجمل کا یہ مناظرہ جس کی روئاد کا دوسرا ایڈیشن اس وقت آپ کے سامنے ہے جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ء میں ہوا تھا۔ اہلسنت کی طرف سے رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی ایدہ اللہ بنصرہ مناظر تھے۔ اور رضا خانیوں کی طرف سے مولوی حشمت علی صاحب لکھنوی رضا خانی جماعت کے نمائندہ اور وکیل ہو کر پیش ہوئے تھے۔ اہلسنت نے اس مناظرہ کی مکمل و مفصل روئاد اسی وقت شائع کر دی تھی جس کی صحت کا اعتراف منصف مزاج مخالفین نے بھی کیا۔ مگر چونکہ یہ مناظرہ اپنی نوعیت میں بے نظیر تھا اس لئے اس کی روئاد بھی بے حد مفید ثابت ہوئی۔ اور بہت زیادہ مقبول ہوئی۔ یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس کا ایک نسخہ بھی باقی نہ رہا اور اب بعض احباب کے اصرار سے اس کو دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔

یہ روئاد جب پہلی مرتبہ شائع ہوئی اور اس نے ہر صاحب بصیرت کے لئے سنجمل کے اس عظیم الشان اور معجزہ الآراء مناظرہ کا سچا فوٹو کھینچ کر دور دراز تک یہ غلغلہ بلند کر دیا کہ رضا خانیوں کے پاس اپنے غیبیہ عقیدہ کے ثبوت میں مکڑی کے جالے کے برابر قوت رکھنے والی بھی کوئی دلیل نہیں۔ اور اہلسنت کے پاس رضا خانیوں کے اس خانہ ساز عقیدہ کی تردید میں صد ہا آیات و احادیث موجود ہیں۔ تو سنجمل و مراد آباد کے رضا خانیوں کو کبھی ایک روئاد گھڑنے کی فکر دا منگیر ہوئی۔ اور بالآخر مناظرہ سے چھٹے، ساتھینے کے بعد رضا خانی برادری کے بڑے بڑے پنچوں کے مشوروں اور کمیٹیوں کی ہدایتوں سے ایک روئاد تصنیف ہوئی جس کا خوبصورت سانام ” مذہبی دقات کی روئاد مکمل “ تھا۔ اس نام نہاد روئاد میں جس قدر بے ایمانی و دروغ بیانی سے کام لیا گیا تھا، حق یہ ہے کہ وہ ہمارے رضا خانی دوستوں ہی کا حصہ تھا جیسے ہی یہ مصنوعی روئاد شائع ہوئی اسی وقت.....

دارالاشاعت ” کی طرف سے ایک تنقیدی رسالہ ” بارقہ آسمانی “ اس پر نازل کر دیا گیا۔ آسمانِ صدا کی اس بارقہ (بجلی) نے اس شیطانی گورکھ دھندے کو جلا کر خاکِ سیاہ کر دیا۔ اور چھ، ساٹھ مہینے کی عرق ریزی و دماغ سوئی کے بعد جھوٹ اور گالیوں کی جو عمارتِ رضا خانی معماروں نے تیار کی تھی وہ بھک سے اڑ گئی اور باوجود زبردست مطالبہ کے آج تک (کہ چار سال گزرے) رضا خانیوں کی طرف سے اس رسالہ ” بارقہ آسمانی “ کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ صدق اللہ عزوجل۔

فَعْتُوا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ فَاخَذَ اللَّهُ الصَّاعِقَةَ وَهُمْ يَنْظُرُونَ
فَمَا اسْتَطَاعُوا مِنْ قِيَامٍ وَمَا كَانُوا مُنْتَصِرِينَ ۝ (الذاریات ۵۱-۴۳-۴۵)
اس دوسرے ایڈیشن کے حاشیہ میں جہاں کہیں رضا خانی رونداد پر ہم کوئی تنقیدی نوٹ لکھیں گے وہ اسی بارقہ آسمانی سے ماخوذ ہوگا۔ اس دفعہ اس رونداد میں ایک مستقل تکرار کا بھی اضافہ کیا جا رہا ہے جس میں ان دلائل کا مکمل جواب ہے جو رضا خانی رونداد میں مولوی احمد رضا خان صاحب وغیرہ کے رسالوں سے بڑھائے گئے ہیں یہ جوابات بھی ” بارقہ آسمانی “ ہی سے ماخوذ ہیں۔

نیز اسی تکرار میں رضا خانی رونداد نویس اجمل علی خان صاحب سنبھلی کا ایک پراسرار گرفتار شدہ خط بھی درج ہے جس نے ان کی رونداد کے جعلی، مصنوعی اور بناوٹی ہونے کا قطعی فیصلہ کر دیا ہے۔ اس خط کا ہمارے ہاتھ آجانا صرف تائید غیبی اور ہماری صداقت و حقانیت کا ایک معجز نما کرشمہ ہے ورنہ

کہاں ہم اور کہاں نیکی بخت گل
نسیم صبح تیری مہربانی

یہ پراسرار خط آج سے چار سال پہلے ” بارقہ آسمانی “ میں بھی شائع ہو چکا ہے مگر الحمد للہ کہ مولوی اجمل علی یا مولوی شمس علی باوجود زبردست چیلنج کے آج تک اس کا انکار نہ کر سکے۔ اس خط کے بعد رضا خانی رونداد کے بناوٹی اور مصنوعی ثابت کرنے کے لئے کسی دوسری دلیل کی ضرورت نہیں۔ خود رونداد نویس صاحب کے اس خط نے اس بے چاری کا کام تمام کر دیا آہ۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

ملے انہوں نے اپنے پڑدگار کے حکم سے سرکش کی تو انہیں مذاب نے آیا۔ اس حال میں کہ وہ دیکھ رہے تھے۔ تب وہ نہ کھڑے ہی ہو سکے اور نہ (ہم سے) بدلہ ہی لے سکے

صدق الله عزوجل -

يُخْرِجُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ
فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

(الحشر ۵۹ = ۲)

خاکسارِ ناظم دارالاشاعت

مہتمم طبع دوم : جمادی الاخریٰ ۱۳۵۱ھ

نوٹ : مناظرہ سنہل کے متعلق حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی و جناب مولوی رحمہ اللہ صاحب کے مابین جو خط و کتابت تقریباً تین مہینے جاری رہی تھی پہلے ایڈیشن میں وہ کسی قدر تفصیل کے ساتھ درج کی گئی تھی مگر اس دفعہ چونکہ حاشیہ اور تکرار میں دوسرے اہم اور ضروری مضامین کا اضافہ کیا جا رہا ہے اس لئے اس مراسلت کا ذکر صرف اجمالاً کیا جائے گا اور وہ اس قدر اہم اور ضروری بھی نہیں ہے۔

ناظم دارالاشاعت

لے وہ اپنے گھروں کو اپنے ہی ہاتھوں سے اجاڑ رہے تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی۔ لہذا اے عقل مندو! جنت حاصل کرو۔

تمہید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى سيما
سيدنا ومولانا محمد المصطفى وعلى اله المجتبیٰ



ناظرین کو ”صاعقہ آسمانی حصہ اول“ کے مطالعہ سے معلوم ہو چکا ہوگا کہ مناظرہ درو کے آخری اجلاس میں جبکہ مسئلہ علم غیب زیر بحث تھا اور صرف دو گھنٹے کی گفتگو نے مولوی رحمہ اللہ صاحب کے چھکے چھڑا دیے تھے اور مولوی صاحب موصوف نے مناظرہ کے درہم برہم کرنے کے لئے انتہائی سخت کلامی شروع کر دی تھی۔ اور ان کی خوش قسمتی سے وہاں کی عام پہلک نہ ان علی اور دقیق مباحث کو سمجھتی تھی جو اس بحث میں آتے تھے اور نہ مولوی رحمہ اللہ صاحب کی اس چال کو۔ اور قریب تھا کہ یہ دل چسپ اور معرکہ الارار مناظرہ مولوی رحمہ اللہ صاحب کے سخت کلامی کی نذر ہو کر بغیر کسی نتیجہ کے درہم برہم ہو جائے۔ اس لئے اس عظیم الشان مناظرہ کے نتیجہ خیز اور کامیاب بنانے کے لئے بعض حضرات نے انتقال مقام کی تجویز پیش کی جو بڑی رد و کد کے بعد منظور ہو گئی۔ پھر تعین مقام کے متعلق گفتگو ہوئی۔ حضرت مولانا محمد منظور صاحب لغمانی نے بریلی کو پیش کیا (جو وہاں سے بہت زیادہ قریب ہونے کے علاوہ مولوی رحمہ اللہ صاحب کی اقامت گاہ اور ان کی جماعت کا مرکز بھی ہے) اور فرمایا کہ اگر آپ تیار ہوں تو میں ابھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں صرف جلسہ کے انتظامات آپ کرادیں باقی اپنے ذاتی اخراجات کا میں خود کفیل ہوں گا۔ مگر جب مولوی رحمہ اللہ صاحب اس کے لئے کسی طرح رضا مند نہ ہوئے تو حضرت مولانا نے مراد آباد کو پیش کیا۔ لیکن مولوی رحمہ اللہ نے اس کو بھی منظور نہ کیا۔ بالآخر حضرت مولانا نے اپنے وطن عزیز سنبھل کو پیش کیا اور نہایت فراخ دلی کے ساتھ جملہ انتظامات کی ذمہ داری بھی خود ہی لی۔ اور فرمایا کہ اگر آپ چاہیں گے تو آپ کو اور آپ کے رفقاء کو سفر خرچ بھی دیا جائے گا۔ اس کے بعد جب مولوی رحمہ اللہ صاحب کے لئے کوئی مفر

باقی نہیں رہا تو چار و ناچار ان بے چاروں کو منظور ہی کرنا پڑا۔ اللہ بھلا کرے دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے مدرس دوم اور مولوی رحمہ اللہ صاحب کے معین مناظرہ مولوی عبدالعزیز خان صاحب کا وہ چونکہ مولوی رحمہ اللہ صاحب کے مناظرہ کا تلخ نتیجہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے اس لئے انہوں نے مولوی رحمہ اللہ صاحب کا لحاظ کئے بغیر صاف کہہ دیا کہ آئندہ ہم کو مناظرہ تبدیل کرنے کا حق ہوگا۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ میں اس کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتا۔ لیکن مولوی عبدالعزیز خان صاحب اور ان کے بعض دوسرے رفقاء کار نے اس پر سخت اصرار کیا اور کہا ہم صرف اپنے ہی لئے یہ حق نہیں چاہتے۔ بلکہ آپ کو بھی یہ حق دیتے ہیں۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ ”اچھا اللہ مجھے اس کی ضرورت نہیں“ بہت دیر تک اس پر گفتگو جاری رہی (لیکن مولوی رحمہ اللہ صاحب اس وقت بالکل خاموش باختم ہو گئے تھے کیونکہ ان کا ایک رفیق کا بلکہ ایک ماتحت مدرس ان کی معزولی پر زور دے رہا تھا۔ جس کے معنی یہ اور صرف یہ تھے کہ اس کے نزدیک مولوی رحمہ اللہ صاحب ناقابل مناظرہ ثابت ہوئے ہیں، بہر حال دیر تک اس تجویز پر بحث ہوتی رہی۔ بالآخر صدر مجلس مناظرہ عالی جناب ثروت یار خان صاحب مجسٹریٹ دروئے بھی مولوی عبدالعزیز خان صاحب کی سفارش کی اور آخر کار یہ تجویز منظور کر لی گئی۔

یہ بھی قرار پایا کہ اس مناظرہ کے لئے شرائط بذریعہ خط کتابت از سر نو طے ہوں۔ یہ بھی طے ہو گیا کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب شرائط کے متعلق مولوی رحمہ اللہ صاحب سے خط کتابت کریں یا امیر رضا خانیت مولوی حامد رضا خان صاحب سے۔ بعد میں ان تمام چیزوں کے متعلق ایک یادداشت بھی لکھ لی گئی۔ سب کچھ طے ہو جانے کے بعد مولوی رحمہ اللہ صاحب نے اس یادداشت کے آخر میں یہ عبارت لکھ کر کہ۔

” بشرط اجازت سرپرست مدرسہ حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب مدظلہ “

اس سارے معاملہ کو مولوی حامد رضا خان صاحب کی اجازت پر موقوف کر دیا اور درو کی ساری کاروائی اس پر ختم ہو گئی۔ وہاں سے واپس آکر اس قرارداد کے بموجب حضرت مولانا نے ایک رجسٹری شدہ خط مولوی حامد رضا خان صاحب کے نام ارسال فرمایا اور منجمل کے مناظرہ کے لئے شرائط طلب کئے۔ مولوی حامد رضا خان صاحب نے یہ دیکھ کر کہ اس خط کے بھیجنے والے رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد منظور صاحب نغانی ہیں اس کے

وصول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور ۱۰ صفر کو یہ رجسٹری شدہ خط انکاری واپس آگیا۔ حضرت مولانا نے مولوی حامد رضا خان صاحب کا اس درجہ گریز دیکھ کر ان کا پیچھا چھوڑ دیا اور براہ راست مولوی رحمہ اللہ صاحب کے نام ایک خط بذریعہ رجسٹری روانہ فرمایا۔ جس میں ان کے خداوند نعمت مولوی حامد رضا خان صاحب کے اس بے حجاب گریز کا ذکر کرتے ہوئے خود ان سے شرائط مناظرہ طلب کئے اس خط میں یہ بھی لکھ دیا گیا تھا کہ اگر اس کا جواب دس روز تک نہ آیا تو پھر دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے گا۔ بعونہ تعالیٰ وہو الکافی۔

اس خط کے اس آخری جرنے مولوی رحمہ اللہ صاحب کو جواب دینے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ ۲۲ صفر کو ان کا جواب آیا جس میں حضرت مولانا کے خط کے جواب میں صرف اس قدر الفاظ تھے کہ۔

”اب ہم بالکل تیار ہیں اور آمد و رفت اور خورد و نوش کے خرچ کے منظر ہیں لہذا جلد از جلد تاریخ مناظرہ اور مقام مناظرہ کہ سنجھل میں کس جگہ ہوگا اور شرائط مناظرہ مقرر فرما کر اور اس کے ساتھ حسب قرارداد آمد و رفت اور خورد و نوش کا خرچ نقد روانہ فرما دیجئے“

اس کے جواب میں ۲۶ صفر کو حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے ایک رجسٹری روانہ کی جس میں سات شرطیں بھی نہایت مناسب لکھ دیں جن میں فریقین کے حقوق بالکل مساوی تھے اور یہ بھی لکھ دیا کہ ان کے علاوہ اور جو شرائط آپ مناسب خیال فرمائیں ان کو بھی تحریر فرمادیں۔ شرائط طے ہونے کے بعد ہم تاریخ بھی معین کر دیں گے اور اسے تاریخ سے ایک ہفتہ پہلے زاد راہ بھی حاضر خدمت کر دی جائے گی۔ اس خط کے جواب میں بھی مولوی رحمہ اللہ صاحب نے خاموشی اختیار کر لی۔ بالآخر دو ہفتہ کامل انتظار کرنے کے بعد ۱۱ ربیع الاول کو بطور تقاضا ایک اور رجسٹری حضرت مولانا نے ارسال فرمائی جس کے آخر میں یہ بھی لکھا تھا کہ اس رجسٹری کو تار کے حکم میں سمجھا جائے اور جواب میں انتہائی عجلت سے کام لیا جائے۔“

اس رجسٹری کے بعد بھی مولوی رحمہ اللہ صاحب نے کروٹ نہ لی تب بھجوری کامل دس روز کے انتظار کے بعد ۲۲ ربیع الاول شریف کو حضرت مولانا نے ایک اور رجسٹری روانہ کی جس کے آخر میں یہ بھی تحریر فرما دیا تھا کہ۔

”اس کا جواب یکم ربیع الآخر تک آجانا چاہئے۔ اگر اس عرصہ میں نہیں آیا تو ہم جناب کے اس طرز عمل کو پہلو تہی اور گریز سے تعبیر کرنے پر مجبور ہوں گے۔ پھر یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ پہلو تہی کا رخ

محض آپ کی ذات تک محدود نہیں رہے گا بلکہ چونکہ یہ مناظرہ مولوی حامد رضا خان صاحب کی رضا و اجازت سے طے ہوا ہے اور پھر آپ کو آپ ہی لوگوں کی درخواست پر یہ بھی حق دیا گیا ہے کہ آپ جس کو چاہیں اپنی جماعت میں سے منتخب کر کے مناظرہ میں پیش کریں اس لئے آپ کا یہ طرز عمل آپ کی ساری جماعت اور خود مولوی حامد رضا خان صاحب کا گریز کما جائے گا۔“

حضرت مولانا کے اس گرامی نامہ نے جب سب اگلی پچھلی سبھائی تو بمجبوری مولوی رحمہ اللہ صاحب کو اپنی چپ توطی پڑی اور ۲۶ ربیع الاول شریف کو ۲۶ صفروالی تحریر کے جواب میں ایک رجسٹری روانہ کی۔ جس میں حضرت مولانا کے پیش کردہ شرائط کے متعلق اپنی رائے ظاہر کی تھی اور بعض کے متعلق کچھ سوالات کئے تھے مولوی رحمہ اللہ صاحب کی اس رجسٹری کا مفصل جواب حضرت مولانا نے ۱۲ ربیع الآخر کو ارسال فرمایا جس کا جواب مولوی رحمہ اللہ صاحب کی طرف سے ۳ اکتوبر کو آیا جس میں کوئی خاص بات قابل ذکر نہ تھی۔ صرف جلسہ مناظرہ کے لئے ایک مسئلہ فریقین صدر کے ہونے کو اصولاً تسلیم کرتے ہوئے تعین صدر کے معاملہ کو ابھانے کی کوشش کی گئی تھی جس کا واحد مقصد یہی تھا کہ نہ صدارت کا مسئلہ طے ہونہ مناظرہ کی نوبت آئے۔ نہ نومین تیل ہو گا نہ۔۔۔۔۔۔

لیکن آفرین ہے حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی ہمت مردانہ پر کہ آپ نے نہایت فراخ دلی سے کام لیتے ہوئے صدارت کے لئے جناب چودھری محفوظ علی خان صاحب سپکٹر پولیس پنشنر ساکن سنبھل کا نام لکھ بھیجا۔ جواز روئے عقائد تقریباً رضا خانی ہی ہیں مگر ان کی وجاہت اور انصاف پسندی سے کسی خلاف انصاف کارروائی کی امید نہ تھی، نیز حضرت مولانا نے مولوی رحمہ اللہ صاحب کی اس روش کو دیکھتے ہوئے اس مکتوب گرامی کے اخیر میں یہ بھی لکھ دیا تھا کہ :

”یہ سلسلہ خط و کتابت بظاہر اس طرح ختم ہوتا نظر نہیں آتا اس لئے بہتر یہ ہے کہ اس سلسلہ کو یہیں ختم کر دیا جائے کیونکہ شرائط کا بیشتر حصہ طے ہو چکا ہے اور جو کچھ باقی ہے وہ سنبھل پہنچ کر طے ہو سکتا ہے۔ لہذا اس مناظرہ کی تاریخیں ۲۲ - ۲۳ - ۲۴ جمادی الاول کے مقرر کی جاتی ہیں۔ بس اس عرصہ کے جواب میں ان تاریخوں کی منظوری سے مطلع کر دینا کافی ہے اگر یہ اطلاع ۱۰ جمادی الاول تک موصول ہو گئی تو پندرہ جمادی الاول کو حسب قرار داد سفر خرچ روانہ کر

دیا جائے گا۔“

حضرت مولانا کے اس گرامی نامہ نے مولوی رحمہ اللہ صاحب کے لئے کوئی راہ فرار نہ چھوڑی اور بمصادقہ ”تنگ آمد بکنگ آمد“ ناچار مناظرہ منظور کرنا ہی پڑا۔ لیکن ایک آخری چال یہ چلی کہ اس مکتوب کا جواب بجائے اس کے کہ ۸۔۷۔۸۰ جمادی الاول کے کو دیتے جو دس تک حضرت مولانا کے پاس پہنچ جاتا ۱۲ جمادی الاول کے کو لکھا جو ہم ار کو حضرت مولانا کو وصول ہوا۔ مقصد اس تاخیر کا صرف یہ تھا کہ حضرت مولانا انتظامات کے لئے اس تھوڑی مدت کو نا کافی سمجھیں گے اور لامحالہ مناظرہ کی تاریخیں بدلنے پر مجبور ہوں گے۔ ہم کو یہ کہہ کر پچھا چھڑانے کا اچھا موقع مل جائے گا کہ آپ نے خود ہی مناظرہ کی تاریخیں مقرر کی تھیں ہم نے منظور کر لیں اب آپ مناظرہ سے فرار کرتے ہیں۔ ”ہدی لگے نہ پھٹکڑی“ گھر بیٹھے بٹھائے عظیم الشان فتح ہاتھ آئے گی۔ مگر شیرنیتان مناظرہ نے ان اقراری سب بارگاہ رضوی کی اس چال کو سمجھ لیا اور حسب وعدہ تاریخ معینہ سے ایک مہفتہ قبل سفر خرچ روانہ کر کے اس آخری منصوبے کا بھی خاتمہ کر دیا۔ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ۔

لیکن اس کے بعد بھی ایک احتمال باقی تھا کہ کچھ سازش کے تاریخ معینہ تک منی آرڈر وصول نہ کیا جائے اور تاریخ ہائے مناظرہ گزر جانے کے بعد لکھ دیا جائے کہ آپ کا منی آرڈر دیر سے وصول ہوا لہذا ہم نہیں اس کے اس قسم کی رو باہ بازیوں کا دروازہ قطعاً بند کرنے کے لئے حضرت مولانا نے بذریعہ جبری ایک خط بھی روانہ کر دیا۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ۔

”ہم حسب وعدہ سفر خرچ روانہ کر چکے۔ اگر بفرض محال ۲۱ جمادی الاول کے تک کسی وجہ سے وصول نہ ہو تو جناب اس کا انتظار نہ فرمائیں بلکہ ۲۱ کو ضرور بالضرور سوار ہو جائیں۔ یہاں پہنچنے پر سفر خرچ حاضر خدمت کر دیا جائے گا۔“

پھر مزید احتیاط کے لئے تاریخ مناظرہ سے تین روز قبل یعنی ۱۹ جمادی الاول کے کو ایک تاریخ بھی اس مضمون کا دے دیا کہ۔

”انتظامات بالکل مکمل ہو چکے ہیں ہر قسم کے حیلوں کو ترک کر کے تشریف لائیے۔“

گل دیکر شگفت

ہمارا خیال تھا کہ اب مولوی رحمہ اللہ صاحب کے لئے فرار کی کوئی راہ نہیں رہی۔ اب وہ ضرور بالضرور تشریف لائیں گے۔ لیکن بقول کے ”خود غلط بود آنچه ما پنداشتیم“ ہمارے سارے منصوبے غلط نکلے اور مولوی رحمہ اللہ صاحب نے ایک اشتہار دو کھلا خط بھیج کر ثابت کر دیا کہ میں اس خان بریلوی کا سپوت ہوں جس نے تمام عمر مناظرہ کی دھوم مچانے کے باوجود ہمیشہ قوت پر مناظرہ سے جان بچائی۔

اس اشتہار کذب و بہتان کے طومار کا خلاصہ اسی کے الفاظ میں یہ تھا۔

”جناب مولوی منظور حسن صاحب خصوصاً و جمیع و بابیہ سبب عموماً در وضع غنی تال میں جو قرارداد ہو چکی تھی اس کے مطابق میں آپ سے مناظرہ کرنے کے لئے تیار تھا اور ہوں۔ لیکن معلوم ہوا کہ تلمیذ رشید عزیز سعید شیریشہ سنت مولوی حسنت علی خان صاحب لکھنوی کے مقابلہ میں آپ کا سارا گروہ عاجز رہا۔ خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عزیز موصوف کو آپ کے گروہ کے مقابلہ میں پانچ روشن فقیہ اور آپ کے گروہ کو پانچ بار شرمناک شکستیں دیں۔ آپ اور آپ کا گروہ سب عزیز موصوف کے مقابلہ سے عاجز آچکے۔ مناظرہ بجد اللہ تعالیٰ اہل سنت کی فتح مبین اور و بابیہ کی شکست مہین پر ختم ہو چکا۔ لہذا وہ مناظرہ جو قرارداد وضع غنی تال کے مطابق طے ہوا تھا ختم ہو چکا۔ کہ جو لوگ میرے تلمیذ سعید کے سامنے اپنا اسلام ثابت کرنے سے عاجز رہے وہ میرے سامنے ایک فرعی مستند علم غیب میں لب کشائی کا کیا حق رکھتے ہیں۔ اب بھی اگر مناظرہ کرنا ہو تو یا تو اسکی ایک تحریر دو کہ ہمارا سارا گروہ مولوی حسنت علی صاحب کے مقابلہ سے عاجز رہا یا اپنے اکابر کو دیوبند و تھانہ بھون سے بلاؤ تاکہ ان کا عجز و فرار بھی (ایسا ہی) دکھا دیا جائے“

لعنة الله على الكاذبين۔ سہ جھوٹوں پر خدا کی لعنت۔ سہ شاید عالم خیال میں۔ سہ لہذا خدا کے واسطے مجھ ہی پر

حَلَّ جَلَالَهُ وَعَمَّ نَوَالَهُ

ہمارا ارادہ تھا کہ ہم اس لال اشتہار پر مفصل تبصرہ کریں گے لیکن چونکہ مولوی رحمہ اللہ صاحب نے اس کا کذب خالص اور دروغ بے فروغ ہونا اپنے طرز عمل سے خود ہی ثابت کر دیا لہذا ہم اب اس کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے بس یہ عرض کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ یہ سرخ اشتہار یا لال چھیترا بعد میں خود مولوی رحمہ اللہ صاحب کے لئے وبال جان ہو گیا اور ان بے چاروں نے اس کے چھپانے کی ایسی ہی کوشش کی جیسی کہ..... لال چھیتروں کے چھپانے کی کرنی چاہتے۔ مختصر یہ کہ مناظرہ میں تین روز متواتر مجمع عام میں یہ سوال کیا گیا کہ یہ اشتہار آپ کا شائع کردہ ہے یا نہیں؟ لیکن کوئی جواب نہ دیا گیا۔ بعد اختتام مناظرہ بذریعہ تحریر بھی دریافت کیا گیا لیکن آج تک کوئی جواب موصول نہ ہوا۔

اے بدعت ملعونہ تجھ پر خدا کی ہزار لعنت۔ کیا تو ایمان و اسلام کے ساتھ آدمی کی انسانیت کو بھی رخصت کر دیتی ہے۔ کیا آج کوئی ہے کہ کراڑا خانی محدث کی اس راست بازی کا نمونہ دنیا کی کسی مہذب و متعلم قوم کے لٹریچر سے پیش کر سکے۔

بہر کیف مولوی رحمہ اللہ صاحب نے یہ اشتہار بھیج کر اپنے شرمناک فرار کا اعلان کر دیا اور سمجھ لیا کہ بس رسید ہو دبلائے دلے بخیر گزشت۔ لیکن افسوس یہ نہ سوچا کہ یہ لومڑی کی سی چالیں کسی اپنے ہم جہولی ہی کے مقابلہ میں کاٹیا ہو سکتی ہیں نہ شیرانِ حق کے مقابلہ میں۔

تاریخ مناظرہ سے ایک روز قبل یعنی ۲۱ کو یہ اشتہار بھل میں شائع ہوا تھا اور ۲۲ کو حضرت مولانا محمد منظور صاحب مدظلہ نے بذریعہ جوابی تار برقی مندرجہ ذیل نوٹس دیا۔

” فوراً آئیے ہر قسم کی بہانہ بازی کو چھوڑ دیجئے۔ ورنہ جملہ ہرجہ کے آپ ذمہ دار ہوں گے۔“

اس نوٹس نے سارے منصوبوں کا خاتمہ کر دیا اور بے چارے مولوی رحمہ اللہ صاحب کی یہ آخری چال بھی شیرنستان کے مقابلہ میں بے کار ثابت ہوئی۔

صَدَقَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْخَائِنِينَ۔ وَمَكْرُؤًا

وَمَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ -

بہر حال اس برقی نوٹس نے حسمت علی صاحب والی وہ فرضی پانچ شکستیں بھی بھلا دیں اور ۷

قدر درویش برجان درویش

مولوی رحمہ اللہ صاحب مع جناب مولوی عبدالعزیز خان صاحب و بعض دیگر علماء فرقہ رضا خانی کے مناظرہ کے آخر روز یعنی ۲۴ جمادی الاول کے کو ۸ بجے منجھل وارد ہوتے اور نوبت کے مقام مناظرہ پر پہنچے۔ اور یہاں پہنچ کر فرار کی ایک نئی یہ راہ نکالی کہ مسئلہ صدارت کے متعلق اگرچہ طے ہو چکا تھا کہ کل جلسہ مناظرہ کا ایک صدر ایسا ہے گا جو فریقین سے بالکل آزاد ہو۔ اور حضرت مولانا نے نہایت فراخ حوصلگی اور عالی ہمتی سے کام لیتے ہوئے ایک ایسا شخص بھی پیش کر دیا تھا جو مذہبنا رضا خانیوں سے اقرب تھا۔ (یعنی جناب چوہمدی محفوظ علی خان صاحب انسپٹر پولیس پنشنر) لیکن مولوی رحمہ اللہ صاحب نے اگر مسئلہ صدارت کے متعلق صاف کہہ دیا کہ اگر ایک مسئلہ فریقین ہو سکتے ہیں تو بس فلاں صاحب یا فلاں صاحب (جو شاید خود مولوی رحمہ اللہ صاحب سے بھی زیادہ غالی رضا خانی ہیں) ورنہ ہر فریق کا صدر علیحدہ رہے گا۔ جس کا کام محض اپنی اپنی جماعت کو قابو میں رکھنا ہوگا۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے بہرچند اس پر زور دیا کہ کسی ایسے آزاد شخص کو صدر مقرر کیا جائے جو فریقین سے کوئی خاص تعلق نہ رکھتا ہو۔ یہ بھی کہا کہ اگر آپ کے نزدیک مسلمانوں میں کوئی ایسا نہیں ہے تو منجھلے کے غیر مسلم تعلیم یافتہ طبقہ میں سے کسی کو منتخب فرما لیجئے۔ لیکن مولوی رحمہ اللہ صاحب کی ہٹ ختم نہ ہوئی۔ بالآخر یہ بھی کہا گیا کہ اچھا کسی ایسے رضا خانی ہی کو صدر مقرر کر لیجئے جو معاملہ سنجہ ہونے کے ساتھ ساتھ رضا خانیت میں غالی نہ ہو۔ لیکن ان سب باتوں کا جواب یہی ملا کہ اگر ایک صدر مسئلہ فریقین ہو گا تو بس انہی دو صاحبان میں سے کوئی ہو سکتا ہے جن کو پہلے پیش کیا جا چکا ہے ورنہ ہر فریق کا صدر جدا گانہ ہوگا۔ مقصد اس بے جا ضد کا بھی یہی تھا کہ اہلسنت ہماری ان بے جا ضدوں کو منظور نہ کریں اور کسی طرح مناظرہ سے جان بچے۔ لیکن حضرت مولانا مولوی محمد منظور صاحب نے بالآخر ان کی اس ہٹ کو بھی مان لیا۔ رضا خانیوں کی طرف سے جناب خان صاحب ولایت حسین صاحب صدارت کے لئے منتخب ہوئے اور اہلسنت کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ ہماری طرف سے عالی جناب نواب داؤد علی خان صاحب انصاری دام فیضہ الجاری خدمات صدارت کو انجام دیں گے۔

اس کے بعد مولوی رحمہ اللہ صاحب نے اس طرح تقریر شروع کی۔
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ مُحَمَّدٍ وَ
 آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ۔

غوث اعظم بامن بے سرو ساماں مددے
 قبلہ دین مددے کعبۂ امیاں مددے

میں نے سناتے کہ کل اور پرسوں میرے نہ آنے کی مولوی محمد منظور صاحب نے بہت زیادہ شکایتیں
 کی ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ آپ کا منی آرڈر کچھ دیر سے پہنچا۔ اور چونکہ میں مدرسہ کا ملازم تھا اس لئے حضرت مولانا
 حامد رضا خان صاحب مظلہ کی اجازت کے بغیر آ بھی نہیں سکتا تھا اور وہ اتفاق سے گاؤں کو چلے گئے تھے میں
 نے اجازت لینے کے لئے ان کے پاس آدمی بھی بھیجا۔ لیکن کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ وہ آدمی بھی واپس نہ آیا۔ اب جب
 میں نے دیکھا کہ سب تاجنیں مناظرہ کی گزری جاتی ہیں تو بغیر اجازت ہی چلا آیا ہوں اور میں نے ملازمت کی بھی پرواہ
 نہیں کی۔ آپ تصدیق کریں یا نہ کریں لیکن میں حلف اٹھانے کے لئے بھی تیار ہوں اور آپ بریلی آدمی بھیج کر اس کی
 تصدیق بھی کرا سکتے ہیں۔ خیر گزشتہ آنچ گزشتہ۔ اب جو باقی ماندہ شرائط ہیں ان کو طے کر لیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ سنونم) حسبنا اللہ ونعم الوکیل

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یا معین بلک نستعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

۱۔ (حاشیہ صفحہ گزشتہ) دو سال ہوئے کہ خان صاحب موصوف اس دار فانی سے رحلت کر چکے ہیں۔ اگرچہ راقم الحروف کو خان صاحب کے
 خیالات و عقائد سے سخت اختلاف تھا مگر اس میں شک نہیں کہ موصوف بڑی خوبیوں کے آدمی تھے بالخصوص اپنے چھوٹوں کے ساتھ بڑی
 شفقت سے پیش آتے تھے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے ساتھ بہتر معاملہ کرے۔ ۱۲

(حاشیہ صفحہ ۱۸۱) ۱۔ کیا آخری جہٹری اور سولہ کا روانہ شدہ تاریخ بھی ۲۱ تک نہیں پہنچا؟ شدم بشدم ۱۔ ۱۔ بالکل غلط۔ یوں کہنا چاہئے
 کہ اب جب دیکھا کہ فزار کی کوئی راہ نہیں رہی جب مجبوری آیا ہوں ۱۲۔

ابتدائی گفتگو

میں اولاً اپنے محترم دوست جناب مولوی رحمہ اللہ صاحب سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ لالہ اشتہار
 ۱۰ کھلا خط بنام وہابیہ دیوبندیہ سنبھل ضلع مراد آباد ۱۰ جناب ہی کا شائع کردہ ہے یا کسی دوسرے نے بغیر آپ
 کی اجازت کے آپ کی طرف سے شائع کر دیا ہے ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب : (نہایت خوشامدانہ لہجہ میں) مولوی صاحب میں آپ کی سلامتی طبع کا
 قائل ہوں یہ باتیں کچ طبع لوگ کیا کرتے ہیں۔ اب جب میں آہی گیا تو وہ بات ختم ہو گئی۔ لہذا اب مناظرہ کسے
 کا روائی شروع ہونی چاہئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : کارروائی مناظرہ ابھی شروع ہوتی ہے لیکن پہلے اشتہار کے معاملہ
 کو صاف کر دیجئے تاکہ معلوم ہو جائے کہ آپ حضرات کس قدر صداقت اور راستبازی سے کام لیتے ہیں۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : دیکھئے آپ بالکل بے کار وقت ضائع کر رہے ہیں میرے آجانے کے بعد
 اس اشتہار کا تذکرہ ہی فضول ہے۔ اور اگر معلوم ہی کرنا ہے تو خود اشتہار کو دیکھ لیجئے وہ بتا دے گا کہ میں کس کا شائع
 کردہ ہوں۔ اور اگر اس کا مضمون مجھ کو بتلایا جائے تو میں بھی بتلا سکتا ہوں کہ وہ میرا شائع کردہ ہے یا نہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : مولانا یہ اشتہار کتنا ہے کہ میں مولوی رحمہ اللہ صاحب صدر مدرس مدرسہ
 منظر اسلام بریلی کا شائع کردہ ہوں۔ فرمائیے یہ صحیح کہہ رہا ہے یا غلط ؟ جناب نے اس مرتبہ یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر
 اس کا مضمون مجھ کو سنایا جائے تو میں بتلا سکتا ہوں تو سنئے۔ اس کا مضمون یہ ہے اس کے بعد حضرت مولانا نے
 اُس کذب و بہتان کے طور مار کو از اول تا آخر پڑھ کر سنایا، جن لوگوں نے مولوی رحمہ اللہ صاحب کی مذکورہ بالا معذرت
 سنی تھی اور تا ہنوز یہ اشتہار نہ دیکھا تھا وہ اس کے حرف پر ان محدث صاحب کی صداقت شعاری اور استباز
 کی داد دل و زبان سے دے رہے تھے۔ اس وقت خود مولوی رحمہ اللہ صاحب کی جو حالت تھی وہ دیکھئے ہی سے
 تعلق رکھتی تھی، اس اشتہار کے سننے کے بعد مولانا نے فرمایا کہ اب تو فرمائیے کہ یہ جناب ہی کا شائع کردہ ہے یا آپ کے
 کسی خیر اندیش کی کار سازی ہے ؟

مولوی رحمہ الہی صاحب : دیکھئے مولوی صاحب یہ بالکل وقت کو ضائع کرنا ہے۔ آپ جلد کاروائی مناظرہ شروع کیجئے اور جو شرائط باقی ہیں ان کو طے کیجئے۔ مناظرہ شروع ہونے کے بعد ہم اس اشتہار کے متعلق بھی تشفی بخش جواب دے دیں گے۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے مولوی رحمہ الہی صاحب کی اس قابل رحم حالت پر رحم کھا کر جواب سوچنے کے لئے یہ مہلت بھی دے دی۔ اور شرائط کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ تقریباً ایک گھنٹہ میں مع ان شرائط کے جو بذریعہ خط کتابت طے ہوئی تھیں مندرجہ ذیل شرطیں طے ہوئیں۔

- ۱ : یہ مناظرہ محض مسئلہ علم غیب پر ہوگا اس کو دوسرے اختلافات سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔
- ۲ : ہر فریق کا فرض ہوگا کہ نفس مسئلہ پر استدلال یا مسئلہ کتب عقائد اہلسنت سے کرے یا نصوص قطعیہ سے اگر کوئی فریق ان کے سوا دوسری قسم کے ادلہ پیش کرے گا تو دوسرے فریق کو حق ہوگا کہ وہ اس وقت تک ان کا جواب نہ دے جب تک کہ مسئلہ سے یہ تحریر نہ لے لے کہ میں اپنا مدعا کتب عقائد اہلسنت اور نصوص قطعیہ سے ثابت نہیں کر سکتا۔

۳ : مسئلہ زیر بحث کے علاوہ اگر کوئی مناظرہ دوسری بحث چھیڑے گا تو اولاً اس کو متنبہ کر دیا جائے گا اگر وہ باز نہ آیا تو یہ اس کے فریق کی کھلی شکست سمجھی جائے گی۔ اور دوسرے فریق کا فرض ہوگا کہ وہ اس خارج از بحث امر کی طرف متوجہ نہ ہو ورنہ خاطی اور لاعنی سمجھا جائے گا۔

۴ : ہر مناظرہ کو حق ہوگا کہ وہ اپنے مقابل کے جس جملہ کو لکھنا چاہے لکھالے اس کو کسی طرح حق انکار نہ ہوگا۔ بلکہ اس کا انکار اس کی شکست سمجھی جائے گی۔

۵ : مناظرہ کے سوا کسی کو حق دخل دہی نہ ہوگا۔

۶ : دل آزار اور اشتعال انگیز کلمات کوئی مناظرہ استعمال نہ کرے گا۔ جو مناظرہ خلاف تہذیب الفاظ زبان سے نکالے گا اس کی مسئلہ شکست سمجھی جائے گی اور دوسرا فریق چاہے گا تو مناظرہ ختم کر دے گا۔

۷ : ہر فریق کے مناظرہ کو تقریر کے لئے دس دس منٹ وقت دیا جائے گا۔

۸ : یہ مناظرہ زیادہ سے زیادہ تین روز رہے گا۔

۹ : جناب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی سائل ہوں گے اور جناب مولوی رحمہ اللہ صاحب مجیب -
ان شرائط کے طے ہو جانے کے بعد مولوی رحمہ اللہ صاحب نے سوال کیا کہ آپ علماء دیوبند کے اقوال کو بھی
تسلیم کریں گے یا نہیں ؟

مولانا محمد منظور صاحب : نے فرمایا یہ سوال بالکل لغو ہے اس لئے کہ شرائط میں یہ طے ہو چکا ہے کہ
نفس مسئلہ پر استدلال یا مسئلہ کتب عقائد اہلسنت سے ہو گا یا انصوص قطعیہ سے - اور ان حضرات کے اقوال ان میں سے
کسی قسم میں بھی داخل نہیں - اور نہ میں ان حضرات کا مقلد ہی ہوں کہ بحیثیت تقلید ان حضرات کا قول واجب تسلیم ہو
بلکہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقلد ہوں البتہ ان حضرات کا ایک ادنیٰ کفش بردار ہوں - ہاں اتنا
جانتا ہوں اور وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جو میرے نزدیک اصول شریعت ہیں وہی ان حضرات کے بھی اصول
ہیں (یعنی کتاب و سنت و قیاس و اجماع امت)۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب نے اس کی تحریر طلب کی - جناب مولانا محمد منظور صاحب نے اس کی تحریر بھی دے
دی - اس کے بعد مولوی رحمہ اللہ صاحب نے فرمایا کہ آپ کی طرف سے مناظر کون ہو گا ؟ جناب مولانا محمد منظور صاحب
نے فرمایا کہ یہ کوئی دریافت کرنے کی بات نہیں - اپنی جماعت کی طرف سے آپ ہوں گے اور اہلسنت کی جانب سے خاکسار
ہو گا - مولوی رحمہ اللہ صاحب نے فرمایا کہ درو میں یہ طے ہو چکا ہے کہ ہر فریق کو حق ہو گا کہ وہ جس کو چاہے
اپنی طرف سے بحیثیت مناظر پیش کرے - لہذا آپ اپنی طرف سے کسی ایک کو متعین کر دیجئے ہم بھی اپنی طرف سے کسی
ایک کو وکیل کر دیں گے جس کے بعد کسی دوسرے کو بولنے کا حق نہ رہے گا -

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ جب میں اور آپ دونوں موجود ہیں اور کسی کو کوئی معذور ہی بھی نہیں تو
پھر وکالت کے کیا معنی ؟ مولوی رحمہ اللہ صاحب نے دیر تک اسی پر اصرار کیا - بالآخر مولانا محمد منظور صاحب نے
فرمایا کہ آپ کو یاد ہو گا جس وقت استحقاق تبدیل مناظر کی تجویز جناب کی طرف سے پیش ہوئی تھی میں نے شدت سے

سلسلہ اگرچہ یہ تجویز مولوی عبدالعزیز خان صاحب نے پیش کی تھی مگر چونکہ وہ مولوی رحمہ اللہ صاحب کے مشیر و رفیق کار تھے لہذا ان کی تجویز
گو یا مولوی رحمہ اللہ صاحب ہی کی تجویز ہے - ۱۲ -

مخالفت کی تھی اور اسی وقت کہ دیا تھا کہ بھرا اللہ تعالیٰ خاکسار اس سے مستغنی ہے۔ لہذا مناظرہ کرنے کا حق نہ خود لینا چاہتا ہے نہ مولوی رحمہ اللہ صاحب کو دینا چاہتا ہے۔ اور بہت دیر تک اس پر گفتگو بھی رہی تھی اور میں کسی طرح قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ بالآخر آپ کے اٹھائی اصرار اور جناب صدر صاحب کی سفارش کی وجہ سے میں نے منظور کر لیا تھا۔ اور نہ اس وقت بعوضہ آئے اس کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ الغرض چونکہ یہ استحقاق تبدیل مناظر کی تجویز آپ کی جانب سے پیش ہوئی تھی لہذا آپ پہلے اپنا مناظر متعین فرمادیں، بندہ بھی عرض کر دے گا۔ اس کے جواب میں مولوی رحمہ اللہ صاحب نے فرمایا کہ تجویز کسی کی جانب سے پیش ہوئی ہو لیکن مناظر پہلے آپ ہی متعین فرمائیں گے۔ اور بہت دیر تک اسی پر بحث کی۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ لیجئے میں آپ کی خاطر اس قدر تعین بھی کرتا ہوں کہ اگر اپنی جماعت کے طرف سے آپ خود مناظر ہونے تو بندہ ہی مناظرہ کرے گا۔ اور اگر جناب نے کسی دوسرے کو کھڑا کیا تو اس کا نام معلوم ہونے پر اسی درجہ کا مناظرہ خاکسار بھی پیش کر دے گا۔ اتنی معقول بات پر بھی مولوی رحمہ اللہ صاحب کی وہ بے جا طفلانہ ضد اور بہت ختم نہ ہوئی۔ بالآخر شیر نستان مناظرہ جناب مولانا مولوی محمد منظور صاحب نے، اعلان فرمایا کہ الحمد للہ ثم الحمد للہ! اب جب کہ جناب کا عجز آفتاب نیم روز کی طرح روکش ہو چکا تو بندہ اعلان کرتا ہے کہ آپ جس کو بھی اپنی جانب سے بحیثیت وکیل پیش فرمائیں ہم کو منظور ہے اور اپنی طرف سے خاکسار خود ہی مناظرہ کرے گا۔

اس گلو خلاصی کی جو مسرت مولوی رحمہ اللہ صاحب کو ہوئی وہ احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ ناظرین خود اندازہ کر لیں کہ جس رہائی کے لئے شرمناک سے شرمناک تدابیر اختیار کی گئی تھیں اور بد قسمتی سے سب کی سب ناکام رہیں اس کے غیر متوقع حصول پر کس درجہ مسرت ہوئی ہوگی۔ اسی غیر معمولی مسرت کی حالت میں فرمایا کہ میں اپنی طرف سے مولوی حافظ حشمت علی صاحب لکھنوی سلمہ کو پیش کرتا ہوں وہ اسی مسئلہ پر انہیں طے شدہ شرائط کے ساتھ مناظرہ کریں گے اور ان کا سامنے پر دانختہ میرا سامنے پر دانختہ سمجھا جائے گا۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ مجھ کو اس کی تحریر دے دی جائے۔ مولوی رحمہ اللہ صاحب نے یہ الفاظ لکھ دیئے کہ۔

”وہ میرے وکیل مطلق ہوں گے اور ان کا ساختہ پرداختہ میرا ساختہ پرداختہ سمجھا جائیگا۔“
اس تحریر کو لکھنے کے بعد مولوی رحمہ اللہ صاحب نے حاضرین جلسہ کو پڑھ کر سنا بھی دیا۔ اور اس کے بعد
فرمایا کہ جناب ! میں نے یہ تحریر لکھ بھی دی اور آپ حضرات کو پڑھ کر سنا بھی دی۔ لیکن دلوں کا نہیں۔ اور نہ ان
الفاظ کے لکھانے کا مجھ سے مولوی صاحب کو حق ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب نے بوجہ کثیر استحقاق ثابت کیا لیکن مولوی رحمہ اللہ صاحب نے ایک ذہنی اور
یہی فرماتے رہے کہ ان الفاظ کے لکھانے کا آپ کو حق نہیں ہے۔ جب ان محدث صاحب کی راست بازی کا حق
حاضرین جلسہ پر آشکارا ہو گئی تو مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ آپ تحریر دیں یا نہ دیں لیکن بھگوان آپ ہی
کی زبان سے حاضرین جلسہ کو یہ تو معلوم ہو ہی گیا کہ مولوی حشمت علی صاحب آپ کے وکیل مطلق ہیں اور ان کا ساختہ
پرداختہ بعینہ آپ کا ساختہ پرداختہ ہو گا۔ پس جن لوگوں کے نزدیک دنیا میں زبان بھی کوئی چیز ہے وہ خود سمجھ
لیں گے کہ مولوی حشمت علی صاحب آپ کے وکیل مطلق ہیں یا نہیں۔ لہذا اب آپ جن الفاظ میں بھی مجھ کو تحریر
دے سکتے ہوں دے دیں۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب نے بجائے اس تحریر کے مندرجہ ذیل تحریر دی جو ہمارے پاس دستخطی محفوظ ہے۔
”۷۶۔ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم۔ ہماری طرف سے
جناب حافظ مولوی حشمت علی صاحب مناظر مقرر کئے جاتے ہیں اُسی مسئلہ اور انہیں شرائط
کی پابندی کریں گے جو مجھ سے طے ہوئے ہیں۔ فقط

رحمہم اللہ غفرلہ : ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ

(دستخط صدر صاحب) ولایت اللہ بقلم خود :

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ ہمارے فاضل مخاطب جس
مصیبت سے بچنا چاہتے ہیں اسی میں ایسے گرفتار ہوتے ہیں کہ رہائی بھی دشوار ہو جاتی ہے۔ پہلے آپ نے یہ قرار
کیا کہ مولوی حشمت علی صاحب میرے وکیل مطلق ہیں اور ان کا ساختہ پرداختہ میرا ساختہ پرداختہ سمجھا جائے۔
اس وکالت مطلقہ کے متعلق جناب نے ایک تحریر بھی لکھ دی۔ لیکن ذمہ داری سے بچنے کے لئے اس تحریر کے

دینے سے انکار کر دیا جس سے مجھ کو دو فائدے ہوئے۔ ایک یہ کہ آپ کے اقرار کی ذہب سے ذمہ داری بھی
 بدستور رہی۔ دوسرے یہ کہ تحریر نہ دینے سے آپ کی راست بازی بھی لوگوں کو معلوم ہو گئی۔ اگر میں اس کی کوشش
 بھی کرتا تو شاید اس قدر کامیاب نہ ہوتا۔ آپ نے تحریری ذمہ داری سے بچنا چاہا لیکن بمصدق فرما من
 المطر قو تحت المیزاب ایسی تحریر دی جس سے نہ محض اپنی بلکہ ساری رضا خانی جماعت کے
 ذمہ داری تسلیم کر لی۔ و ذالك من فضل الله علينا وعلى الناس ولكن اكثر الناس
 لا يشكرون۔ اس کے بعد کاروائی مناظرہ شروع کی جاتی ہے۔

آغازِ مناظرہ بر مسئلہ علمِ غیب

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ سنونہ)۔ حسبنا الله ونعم الوكيل

ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم اللهم اذك عضدي

ونصيري بك احول وبك اصول ومتيعنا باسمك اقول

اعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم

ربنا افتح بيننا وبين قومنا بالحق وانت خير الفاتحين۔

اما بعد ! چونکہ اس مسئلہ میں مدعی آپ حضرات ہیں لہذا پہلے آپ اپنا دعویٰ متعین فرمادیں تاکہ

حاضریں کے نزدیک محل نزاع متعین ہو جائے۔

مولوی حسرت علی صاحب : (دکیل و نمائندہ فرقہ رضا خانی) ایک طولانی خطبے کے بعد جس میں

استغانت بغیر اللہ کا عنصر غالب تھا۔ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ اللہ پاک نے اپنے حبیب اکرم جناب رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کو تمام ماکان و مایکون کا علم دیا۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) مہربان من ! ایسے لفظ بولتے کہ عام حاضریں بھی سمجھ لیں۔

آپ کے اس کَانَ اور یَکُون کو وہ نہیں سمجھتے۔ آپ صاف لفظوں میں اپنے عقیدہ کا اظہار کیجئے۔

مولوی حسرت علی صاحب : یا غوث یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً باللہ۔

مولوی صاحب میں نے تو اپنا عقیدہ صاف بیان کر دیا تھا لیکن آپ کہتے ہیں کہ اور تفصیل کر دو اور کر دو

تو لیجئے میں آپ کی خواہش پر اوروں کے دیتا ہوں۔ سنئے ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم

شیخ اعظم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء آفرینش دنیا سے قیامت تک جو کچھ کہہ چکا یا ہو رہا ہے
یا ہوگا اس سب کا علم تفصیلی محیط عطا فرمایا۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ مسنونہ) قیامت کے بعد جو کچھ ہونے والا ہے کیا اس کا
علم آپ کے اس دعوے سے خارج ہے ؟

مولوی حشمت علی صاحب : معلومات مابعد القیامت کے متعلق ہمارا یہ دعویٰ نہیں ہے وہ
ہمارے دعوے سے خارج ہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : نے فرمایا کہ اپنے اس عقیدہ کو لکھ دیجئے۔ مولوی حشمت علی صاحب نے
یہ الفاظ لکھ دیئے۔

” اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ابتداء آفرینش عالم سے قیامت
تک جو کچھ ہوگا جو ہو رہا ہے جو ہوگا سب کا تفصیلی علم محیط عطا فرمایا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کا علم اقدس اس سے بھی بدجہانانہ ہے “ فقط

فقیہ ابوالفتح عبد الرضا محمد حشمت علی قادری رضوی لکھنوی غفرلہ

مولانا محمد منظور صاحب : نے فرمایا کہ یہ بھی لکھ دیجئے کہ واقعات مابعد القیامت کا علم ہمارے دعوے
سے خارج ہے۔

مولوی حشمت علی صاحب : نے اسی تحریر پر لکھ دیا۔ ” مکرر یہ کہ معلومات مابعد القیامت ہمارے
دعوے میں سکوت عنہا ہیں۔ فقط۔

مولانا محمد منظور صاحب : افسوس آپ نے کہا تو یہ تھا کہ معلومات مابعد القیامت ہمارے دعوے
سے خارج ہیں۔ اور اسی کی میں نے تحریر بھی طلب کی تھی۔ لیکن آپ تحریر میں لکھتے ہیں کہ۔ وہ ہمارے دعوے میں سکوت
عنہا ہیں۔ یعنی ہم اس کے متعلق کچھ کہنا نہیں چاہتے چپ رہنا چاہتے ہیں۔ مہربانم ! چپ تو آپ جب رہ سکتے ہیں

جب کوئی آپ کو چپ رہنے دے۔ اگر میرے سوالات کے جواب میں چپ رہنے کا ارادہ تھا تو آپ یہاں تشریف ہی کیوں لاتے تھے؟ مناظرے کے پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر سوال کے جواب میں سکوت کرنا کہاں کا اصول ہے۔ مہربانی فرما کر صاف لکھنے کہ: معلومات مابعد القیامت کے متعلق ہمارا یہ عقیدہ نہیں وہ ہمارے دعوے سے خارج ہیں۔

مولوی حسنت علی صاحب: نے مجبور ہو کر اسی تحریر کے نیچے یہ بھی لکھ دیا: "یعنی وہ ہمارے دعوے سے خارج ہیں۔"

مولانا محمد منظور صاحب: (بعد از خطبہ) ہمارے فاضل مخاطب نے لفظ مسکوت عنہما کی تفسیر یہ کی ہے کہ وہ ہمارے دعوے سے خارج ہیں۔ اس کی داد تو اہل علم خود ہی دیں گے میں اس کے متعلق کچھ کہنا بے کار سمجھتا ہوں۔ ہاں مولوی صاحب سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ جناب نے تو اپنا عقیدہ یہ بیان فرمایا ہے کہ ابتداء آفرینش عالم سے قیامت تک کا علم تھا اور واقعات مابعد القیامت کو اپنے عقیدہ سے خارج بتایا ہے۔ اور جماعت رضویہ کے امیر ثانی مولوی نعیم الدین صاحب رضا خانی مراد آبادی اپنی کتاب الکلمۃ العلیا میں اپنی جماعت کا عقیدہ یہ تحریر فرما رہے ہیں کہ۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء آفرینش سے داخلہ جنت و دوزخ تک کے تمام علوم جزئی و کلی حاصل ہیں۔

حالانکہ قیام قیامت اور اس داخلہ میں حسب تصریح حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کچا پس ہزار برس کا فاصلہ ہے۔ لہذا مولوی نعیم الدین صاحب کی اس تحریر اور آپ کے بیان کردہ عقیدہ میں زمین و آسمان کا فرق ہوا۔ تو جناب سے یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ ہم آپ کی جماعت کا عقیدہ وہ سمجھیں جو جناب نے بیان کیا ہے یا وہ جو آپ کی جماعت کے رکن کہیں مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے لکھا ہے۔ یا پہلے وہی عقیدہ تھا اور اب اہلسنت کی وارو گیرت اس عقیدہ میں کچھ تبدیلی کر لی گئی ہے جس طرح آریہ سماج ہر سال علماء اسلام کے اعتراضات سے عاجز آکر اپنے مذہب میں کچھ تبدیلی کر لیتے ہیں۔

مولوی حسنت علی صاحب: مولوی صاحب آپ نے میرا مطلب نہیں سمجھا۔ میرا مطلب بھی یہی تھا کہ

ابتدائے آفرینش سے دخول جنت اور دوزخ تک کے تمام علوم دے دینے گئے وہ پچاس ہزار برس کا زمانہ قیامت ہی کا تو ہے آپ کو اتنی بھی خبر نہیں۔ مولوی صاحب اتنی بے خبری سے کام مت لیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) اگرچہ یہ ظاہر ہے کہ یہ محض آپ کی تاویل ہے کیوں کہ جب محاورات میں قیامت تک کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے قیامت کا آنا مراد ہوا کرتا ہے نہ جنت و دوزخ میں داخل ہونا۔ لیکن چونکہ ہمارا اور دنیا کے تمام اہل عقل کا یہ اصول ہے کہ اگر تکلم اپنے کلام کا کوئی مطلب بیان کرے اگرچہ وہ ایک گونہ بعید ہی کیوں نہ ہو تو اس کو مان لینا چاہئے۔ اس لئے میں اس کو تسلیم کئے لیتا ہوں۔ یہ اصول آپ ہی کو مبارک رہے کہ تکلم اپنے کلام کا ایک نہایت واضح اور صاف مطلب بیان کرے اور قسم کھا کر کہے کہ میری یہی مراد ہے لیکن آپ حضرات یہی کہیں گے کہ ہرگز نہیں تیرے کلام کا وہی مطلب ہے جو ہم نے سمجھا ہے اگرچہ اس بے چارے کے کلام سے کوسوں دور ہو۔

بہر حال میں اس کو مانے لیتا ہوں کہ آپ کی مراد وہی ہے جو اَلْكَلِمَةُ الْحُلْيَا میں لکھا ہوا ہے۔ یعنی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک کا تمام علم تفصیلی محیط عطا فرمایا۔ لیکن یہ اور بتلایا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم محیط کب عطا فرمایا گیا۔ آیا ولادت با سعادت سے پہلے عالم ارواح میں یا ولادت شریفہ سے بعد کو۔ پھر نبوت سے پہلے یا بعد میں۔ اگر بعد میں تو ہجرت سے پہلے یا بعد میں۔ اگر بعد از ہجرت تو کس سنہ میں؟

مولوی حسنت علی صاحب : یہ علم محیط حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتدریج عطا فرمایا گیا۔ اور اس کی تکمیل اس وقت ہوئی جب قرآن عزیز کا نزول ختم ہوا۔

مولانا محمد منظور صاحب : قرآن عزیز کا نزول کب ختم ہوا ؟

مولوی حسنت علی صاحب : مولوی صاحب ! آپ علم غیب کی بحث کرتے ہیں یا نزول قرآن کی ؟ ارے صاحب ! یہ تو کوئی مختلف فیہ مسئلہ نہیں ہے۔ جب آپ کے نزدیک ختم ہوا ہے اسی وقت ہمارے نزدیک بھی ختم ہوا ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : میرے محترم یہاں ان باتوں سے کام چلنا دشوار ہے یہ علمی میدان ہے

اگر جناب کو معلوم نہیں اور یقیناً معلوم نہیں تو صاف لفظوں میں لاعلمی کا اقرار کیجئے پھر میں بتلاؤں گا کہ قرآن عزیز کا نزول کب ختم ہوا۔ اور اگر معلوم ہے تو اظہار فرمائیے۔ ہاں آپ کا یہ جملہ کہ علم غیب کی بحث کرتے ہو یا نزول قرآن کی بہت ہی معنی خیز ہے۔ آپ کے نزدیک اس بحث کا علم غیب سے کچھ تعلق ہی نہیں۔ بہت خوب۔

مولوی حسنت علی صاحب : مولوی صاحب میں کہہ چکا ہوں کہ وہ اتفاقی مسئلہ ہے اس میں جو مذہب آپ کا ہے وہی ہمارا بھی ہے۔ ہمیں اس سے انکار نہیں اگر میں بتاؤں گا تو بہت ممکن ہے آپ اس کو نہ مانیں لہذا جو تاریخ ختم نزول قرآن کی آپ بتائیں وہی ہمیں بھی تسلیم ہے۔ مولوی صاحب ! میں نے آپ کی بہت تعریفیں سنی ہیں اور اسی وجہ سے مجھے آپ کے ساتھ بہت زیادہ حسن ظن ہے آپ ان بے کار باتوں سے اس حسن ظن کو ختم مت کیجئے اور علم غیب کی بحث شروع کیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : مہربانم میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ یہ علمی میدان ہے دو چار رسالے دیکھ کر اس میدان میں قدم رکھنا بجز ندامت کے اور کوئی فائدہ نہیں بخشتا۔ دو مرتبہ میں سوال کر چکا ہوں اور محمد اللہ قرآن عزیز سے آپ کی اور مولوی رحمہ اللہ صاحب کی ناواقفی آفتاب نیمروز کی طرح روشن ہو چکی ہے۔ اب پھر تیسری مرتبہ وہی سوال کرتا ہوں اگر اب بھی جناب نے جواب نہ دیا تو انشاء اللہ آپ کی اور آپ کے موکلہ ساری رضا خانی جماعت بالخصوص مولوی رحمہ اللہ صاحب کی لاعلمی پر ایسی جھڑپی ہوگی جس کو دنیا دیکھے گی۔ اگر آپ اس کے لئے کچھ مہلت طلب کریں وہ بھی دی جاسکتی ہے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب نے بہت دیر عرق ریزی کے بعد کسی رسالہ سے ایک عبارت نکال کر دی۔ مولوی حسنت علی صاحب بڑی مسرت کے ساتھ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ لیجئے مولوی صاحب آپ کہتے تھے کہ حسنت علی کو ختم نزول قرآن کی تاریخ معلوم نہیں اب حسنت علی ہی آپ کو بتاتے دیتا ہے۔ سنئے۔ ^۱روای ابن جریر اللہ

^۱ اس روایت کے پیش کرنے سے چونکہ مولوی حسنت علی اور مولوی رحمہ اللہ صاحب کی جہالت اور حماقت ثابت ہوتی ہے اس لئے رضا خانی روایت کے اخیر صفحات میں اس روایت کا صاف انکار کیا گیا ہے۔ اور اس کو ہمارا جھوٹ بتلایا گیا ہے لیکن ہم کو امید ہے کہ منہج کا تعلیم یافتہ طبقہ آج تک اس بحث کو نہ بھولا ہوگا اور وہ ہماری صداقت کی شہادت دے گا ۱۱

اس روایت کا مضمون یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یوم وفات تک برابر وحی نازل ہوتی تھی اور سب سے زیادہ وحی اس روز نازل ہوئی جس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف ہوئی ہے۔ اس روایت کے پڑھنے کے بعد مولوی حسنت علی صاحب نے غیر معمولی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اب تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ قرآن شریف کا نزول کب ختم ہوا۔ میں چاہتا تھا کہ اس بے کار بحث میں نہ پڑوں لیکن آپ نے یہ سمجھا کہ حسنت علی کو معلوم ہی نہیں ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : آپ کے متعلق تو میں کچھ عرض کرنا نہیں چاہتا۔ اس لئے کہ آپ اپنی قابلیت سے مجبور ہیں۔ ہاں مولوی رحمہ اللہ صاحب پر حیرت ہے کہ وہ باوجود صدر المدرسین ہونے کے وحی اور قرآن عزیز کا فرق بھی نہیں سمجھتے۔ کیا آپ کی جماعت کے محدث ایسے ہی ہوتے ہیں ؟ میرے نزدیک ایسی فحش غلطی اصولِ شائشی پڑھنے والا بھی نہیں کرے گا۔ مولوی صاحب ! اگر آپ کو یہ فرق معلوم نہیں تھا تو کسی پڑھے لکھے سے دریافت کر لیا ہوتا۔

تعلم اذا كنت لست بعالم فما العلم الا عند اهل التعلم
تعلم فان العلم ازين للفتى من الحلة الحسناء عند التكلم

ترجمہ ! علم حاصل کرو جب کہ تم عالم نہ ہو کیوں کہ علم پڑھنے والوں ہی کے پاس ہوتا ہے۔ اور علم حاصل کرو کیوں کہ بات کرتے وقت علم عمدہ لباس سے زیادہ زینت کی چیز ہے۔

مہربان من ! وحی عام ہے اور قرآن خاص۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں جو مضمون بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے خواہ وہ بذریعہ الہام اور کشف کے ہو یا بواسطہ جبریل علیہ السلام کے، اصطلاح شریعت میں وہ سب وحی ہے اور قرآن عزیز اس کا ایک خاص حصہ ہے جس کو وحی متلو کہا جاتا ہے۔ پس جو روایت آپ نے پڑھی ہے اس سے تو محض یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یوم وفات تک وحی ہوتی۔ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس روز تک قرآن عزیز نازل ہوا۔ بلکہ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چند روز پیشتر قرآن شریف کا نزول ختم ہو چکا تھا۔ افسوس کہ آدھ گھنٹہ کی عرق ریزی کے بعد جو کچھ نکالا گیا تھا وہ بھی غلط ثابت ہو گیا۔ اس وقت ہمارے مخاطب مولوی حسنت علی صاحب دل

میں تو ضرور کہتے ہوں گے کہ مولوی رحمہ اللہ صاحب نے کس بلا میں مجھ کو پھنسا دیا ۔

اس کشمکشِ دام سے کیسے کام تھا مجھے

اے الفتِ حِسن ترا خانہ خراب ہو

اس کے بعد مولوی رحمہ اللہ صاحب نے اسی رسالہ میں سے ایک دوسری روایت نکال کر دی ۔ مولوی

حشمت علی صاحب نے اس کو پڑھ کر سنایا ۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ ۔

امام احمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس میں بہت زیادہ اختلاف ہے کہ سب سے آخر میں کوئی آیت

نازل ہوئی اور اکثر اس طرف ہیں کہ آخری آیت الیوم اکملت لکم دینکم ہے ۔

اور اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا اسی روزِ رحلت رہے ۔

مولوی حشمت علی صاحب نے اس روایت کے پڑھنے کے بعد بہت جھنجھلا کے فرمایا کہ ۔ کیا اس کو بھی آپ

نہیں مانتے گا ۔ اس سے تو صاف معلوم ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے کیا اسی روز پہلے قرآنِ عزیز کا نزول ختم ہو گیا تھا ۔

مولانا محمد منظور صاحب : میرے محترم میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ یہ علمی میدان ہے کسی کے

رساویں پر اعتماد کر کے اس میں قدم رکھنا ذلت اور رسوائی ہی کا باعث ہوتا ہے ۔ اس آیت کریمہ کو جن لوگوں نے

آخری آیت کہا ہے ان کا مطلب مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ احکام کی آیات کے اعتبار سے یہ آخری آیت ہے یعنی

اس کے بعد کوئی آیت حلال و حرام کے بارے میں نہیں نازل ہوئی ۔ اور دوسری قسم کی آیتیں اس کے بعد بھی نازل

ہوئی ہیں ۔ جیسا کہ کتب حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے ۔ ہاں اس روایت نے یہ بھی بتا دیا کہ یہ مسئلہ اختلافی

ہے جس کے متعلق پہلے آپ نے بار بار یہی کہہ کر ٹالنا چاہا کہ یہ مسئلہ اختلافی نہیں متفق علیہ ہے ۔ افسوس کہ آپ رسالے

بھی پہلے دیکھ کر نہیں آتے یہیں آکر دیکھتے ہیں ۔

بہر حال بفضلہ تعالیٰ آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ آپ حضرات کو قرآن شریف سے کتنا تعلق ہے ۔

اتنوں میں کسی کو بھی خبر نہیں کہ قرآن شریف کا نزول کب ختم ہوا ۔ اسی علم و قابلیت پر اہل حق سے مناظرہ کرنے

کی جرأت ہے ۔

بت کریں آرزو خدا کی شان تیر کی بیانی کی

خیر تنزل کے درجہ میں میں آپ کی اسی پیش کردہ روایت کو مان لیتا ہوں۔ اس بنا پر آپ کا عقیدہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک کا علم محیط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف سے اکیاسی روز قبل عطا فرمایا۔ معلوم ہوا کہ ان آخری اکیاسی روز کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری عمر شریف میں میرا اور آپ کا کوئی نزاع نہیں۔ کیوں کہ اس میں میرے اور آپ کے کسی کے نزدیک بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم محیط حاصل نہیں تھا۔ اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے علوم غیبیہ عطا فرمائے تھے جتنے کہ نہ کسی نبی کو دیئے گئے۔ نہ کسی ولی کو۔ نہ کسی فرشتہ کو۔ پس اب مولوی صاحب کو چاہئے کہ وہ کوئی ایسی دلیل پیش کریں جس سے معلوم ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عمر شریف کے آخری اکیاسی روز میں یہ علم محیط عطا فرمایا گیا۔ کیوں کہ ان کا دعویٰ محض انہیں آخری اکیاسی روز کے متعلق ہے۔

مولوی حشمت علی صاحب : آپ نے ابھی یہ فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اتنے علوم غیبیہ عطا فرمائے کہ جتنے نہ کسی ولی کو دیئے گئے نہ کسی نبی کو۔ نہ فرشتے کو۔ آپ پہلے اس کی تحریر دے دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب نے اسی مضمون کی تحریر دے دی۔

مولوی حشمت علی صاحب : آپ نے ابھی اقرار کیا تھا کہ میرے اور علماء دیوبند کے اصول ایک ہیں۔ اور آپ کے علماء دیوبند میں سے مولوی خلیل احمد صاحب نے براہین قاطعہ میں یہ لکھا ہے کہ۔
”شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کوئی نص قطعی ہے۔“

دیکھتے اس میں صاف اقرار ہے کہ شیطان کے علم کی وسعت نص سے ثابت ہے اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت کسی نص سے ثابت نہیں۔ مولوی صاحب آپ اپنا عقیدہ چھپاتے ہیں

آپ کا اور آپ کے بڑوں کا عقیدہ تو یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے شیطان ملعون کا علم بھی زیادہ ہے اور آپ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے کہتے ہیں کہ حضور کے برابر کسی دلی کسی نبی کسی فرشتے کو بھی علم غیب نہیں تھا مولوی صاحب آپ کو شرم کرنی چاہئے۔ بتائیے کہ خلیل احمد انبیٹھی اور رشید احمد صاحب گنگوہی نے حضور کے علم کو شیطان مردود کے علم سے کم بتایا یا نہیں؟ اس سے حضور کی توہین ہوئی یا نہیں؟ وہ آپ کے نزدیک کافر ہیں یا نہیں؟ آپ ان سوالوں کا جواب ٹھیک دے دیں گے تو ہم علم غیب کا مسئلہ آپ کو ڈومٹ میں سمجھا دیں گے۔ پہلے آپ اپنا اور اپنے بڑوں کا مسلمان ہونا تو ثابت کر دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) اب معلوم ہوا کہ مولوی رحمہ اللہ صاحب نے کون سی نصیحت دیکھ کر آپ کو مناظرہ میں کھڑا کیا ہے۔ لیکن میرے محترم آپ کا یہ اختیار کردہ راستہ آپ کی مشکل کو حل نہیں کر سکتا

ترجمہ نرسی بکھب لے اعرابی
کس رہ کہ تو میری برکت است

مہربانم شرائط میں یہ طے ہو چکا ہے کہ تین روز تک مناظرہ محض مسئلہ علم غیب پر ہو گا اور اس میں سائل میں رہوں گا۔ آج بحث محض مسئلہ علم غیب کی ہے۔ اس کی نہیں کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب و حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مسلمان ہیں یا نہیں۔ اگر اس پر بھی مناظرہ کرنا ہو تو بندہ حاضر ہے لیکن تین دن کے بعد جب مسئلہ علم غیب پر کافی روشنی پڑ جائے۔ اور آپ حضرات کا سنی حنفی ہونا لوگوں کو معلوم ہو جائے اور اگر ابھی شوق ہے تو مجھ کو یہ تحریر دے دیجئے کہ ہم مسئلہ علم غیب پر مناظرہ کرنے سے عاجز ہیں لہذا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب وغیرہ کے اسلام پر بحث کرنا چاہتے ہیں۔ بندہ اسی وقت ان کا اسلام ثابت کر کے دکھا دے گا۔ یہ بھی بتائے دیتا ہوں کہ آپ کے لئے اسی آخری صورت میں سہولت ہے کیوں کہ مسئلہ علم غیب پر اہلسنت سے بحث کرنا تو بے چارے کے چنے چبانے ہیں۔ اگر آپ کی ساری جماعت مل کر قیامت تک زور لگانے کو کمر باندھ کر جائے کہ برابر بھی کوئی دلیل اس علم غیب پر نہیں پیش کر سکتی۔

بہر حال اب آپ کے لئے دو راستہ ہیں ایک یہ کہ اگر ہمت ہو تو اپنے دعوے پر کوئی دلیل پیش کیجئے جس سے معلوم ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم محیط دفات شریف سے محض کیا نشی روز قبل دے دیا گیا لیکن میں

پیشین گوئی کر چکا ہوں کہ آپ قیامت تک کوئی دلیل نہیں پیش کر سکتے۔ دوسرے یہ کہ آپ اپنے عجز کا اقرار کریں پھر میں انشاء اللہ اپنا اور اپنے بڑوں کا اسلام بھی ثابت کر کے دکھا دوں گا۔ فرمائیے کیا رائے ہے۔

مولوی حسرت علی صاحب : سنی بھائیو ! آپ نے دیکھ لیا کہ مولوی صاحب رشید اسحق و خلیل احمد صاحبان کو کافر کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ پہلے علم غیب کی بحث کرو۔ ارے صاحب ! میں کہہ چکا ہوں کہ پہلے آپ اپنا اور اپنے بڑوں کا اسلام تو ثابت کر دیجئے پھر علم غیب کا سمجھا دینا ہمارا کام ہے۔ بس ڈونٹ میں سمجھا دیں گے۔ دیکھئے پھر سن لیجئے کہ آپ کے خلیل احمد صاحب اپنی براہین قاطعہ کے صفحہ ۵۱ پر یہ لکھ رہے ہیں کہ

”شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص

قطعی ہے“

میرا سوال یہ ہے کہ گنگوہی و انبیٹھی صاحبان نے حضور کے علم کو شیطان کے علم سے کم بتایا یا نہیں۔ اس میں حضور کی توہین ہوئی یا نہیں ؟ توہین کرنے والا کافر ہے یا نہیں۔ اور لیجئے آپ کے مولوی تھانوی صاحب اپنی حفظ الایمان میں لکھتے ہیں کہ۔

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے“

اس عبارت میں تھانوی صاحب نے حضور کے علم اقدس کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتایا یا نہیں۔ یہ حضور کی توہین ہے یا نہیں ؟ تھانوی صاحب آپ کے نزدیک کافر ہونے یا نہیں ؟ آپ پہلے ان چھ سوالات کاہرہ کا جواب دیجئے اس کے بعد ہم سے دلیل لیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) حاضرین ! ہمارے فاضل مخاطب کی دیدہ دلیری اور حیا داری کو ملاحظہ فرمائیں۔ باوجودیکہ یہ طے ہو چکا ہے کہ گنگوہی محض مسئلہ علم غیب پر ہوگی۔ اور سوال کا حق بس مجھ کو ہوگا لیکن ہمارے مخاطب صاحب ہر مرتبہ غلط بحث کرنے کے لئے خارج از بحث باتوں میں سارا

وقت صرف فرما دیتے ہیں۔

مہربانم ! شاید آپ کو معلوم نہیں ہے کہ مباحثہ درویش (جس کا یہ مباحثہ تتمہ ہے) میں اپنے بڑوں کا اسلام آپ کے ساتھ مکرم جناب مولوی رحمہ اللہ صاحب کے مقابلہ میں ثابت کر چکا ہوں۔ وہاں مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ وغیرہ کی انہی عبارات پر دو روز متواتر گفتگو رہی تھی۔ آپ مولوی رحمہ اللہ صاحب سے کہنے کہ انہوں نے محض مسئلہ علم غیب پر مباحثہ طے کر کے کیوں آپ کو مصیبت میں دے دیا۔ اس وقت آپ کا یہ ادھر ادھر ہاتھ پیر پھینکنا بے سود ہے۔ اور اگر انہی عبارات پر بحث کرنی تھی تو آپ نے پہلے میرے تنقیحی سوالات کا جواب کیوں دیا۔ لیکن آپ کو کیا خبر تھی کہ دعوے کی تنقیح کے بعد ایسی مصیبت کبریٰ قائم ہو جائے گی۔

اس کے بعد میں حاضرین کی طمانیت کے لئے یہ بھی بتلا دینا چاہتا ہوں کہ جو عبارات مولوی صاحب نے براہین قاطعہ اور حفظ الایمان کی پڑھ کر سنائی ہیں ان میں نہایت شرمناک خیانت سے کام لیا ہے۔ براہین قاطعہ کی اس عبارت سے پہلے اور بعد میں جو عبارت ہے اگر مولوی حسمت علی صاحب اس کو بھی پڑھ دیتے تو شاید مجھ کو جواب دینے کی بھی حاجت نہ ہوتی۔ حاضرین خود اس سے براہین کی عبارت کا صحیح مطلب سمجھ لیتے اور ان کو معلوم ہو جاتا کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب علم ذاتی کی نفی فرما رہے ہیں جس کا ثابت کرنا آپ حضرات کے نزدیک بھی شرک محض ہے۔ خیر مولوی صاحب نے تو نہیں پڑھی لائیے میں پڑھ کر سنائے دیتا ہوں۔ سنئے۔

براہین قاطعہ میں جس جگہ یہ بحث ہے اس کی پہلی سطر یہ ہے۔

”تمام امت کا یہ اعتقاد ہے کہ جناب فخر عالم صلعم کو اور سب مخلوق کو جس قدر علم حق تعالیٰ نے عنایت کر دیا اور بتلا دیا اس سے ایک ذرہ زیادہ کا بھی علم ثابت کرنا شرک ہے۔ سب کتب شریعہ سے یہی مستفاد ہے۔“

اس عبارت سے معلوم ہو گیا کہ صاحب براہین اس علم کے ثابت کرنے کو شرک بتا رہے ہیں جو علاوہ عطا خداوندی کے کسی مخلوق کے لئے ثابت کیا جائے نہ اس کو جو بعطاء اللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی دوسری مخلوق کے لئے ثابت کیا جائے۔ پھر اسی بحث میں کچھ دو چل کر فرماتے ہیں۔

”عقیدہ اہلسنت کا یہ ہے کہ کوئی صفت حق تعالیٰ کی بندہ میں نہیں ہوتی اور جو کچھ اپنی صفات

کا نکل کسی کو عطا فرماتے ہیں اس سے زیادہ ہرگز کسی میں ہونا ممکن نہیں۔۔۔ پھر جس کو جس قدر علم عطا فرما دیا ہے اس سے زیادہ ہرگز ذرہ بھر بھی نہیں بڑھ سکتا شیطان اور ملک الموت کو جس قدر وسعت دی۔۔۔۔۔ اس سے زیادہ کی ان کو کچھ قدرت نہیں۔
پھر فرماتے ہیں کہ۔

علم مکاشفہ جس قدر حضرت خضر کو ملا اس سے زیادہ پر وہ قادر نہ تھے اور حضرت موسیٰ کو باوجود افضلیت کے نہ ملا تو وہ حضرت خضر مفضل کے برابر بھی اس علم مکاشفہ کو پیدا نہ کر سکے۔
یعنی یہ خیال غلط ہے کہ کوئی افضل اپنی افضلیت کی وجہ سے بغیر عطا تے خداوندی کوئی صفت کمال مفضل سے زیادہ اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے بلکہ جس کو جو کچھ علم وغیرہ ملے گا وہ اللہ تعالیٰ ہی سے ملے گا۔
حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اس مضمون کو مدلل کرنے کے بعد فرماتے ہیں ”الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر (یعنی یہ دیکھ کر کہ ان کو بعض مواقع زمین کا علم بعطائر الہی حاصل ہے) محیط زمین کا علم (یعنی ذاتی) فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسد سے ثابت کرنا (یعنی اس اٹکل سے کہ جب آنحضرت صلعوم شیطان و ملک الموت سے افضل ہیں تو آپ بوجہ اپنی اس فضیلت کے اپنے اندر خود ہی ساری زمین کا علم پیدا کر لیں گے) شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت (یعنی اللہ کے حکم سے بہت سے مواقع زمین کا علم ہونا) نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی (یعنی علم ذاتی کی) کیوں کہ قیاس فاسد اور محض اٹکل سے تو وہی ثابت کیا جا رہا ہے۔ اور حضرت مولانا اسی کی سبب فرما رہے ہیں جیسا کہ اوپر کے مضمون سے معلوم ہو چکا اور آئندہ خود حضرت مرحوم کی تصریح سے معلوم ہو جائے گا کون نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔“

اس آخری جملہ سے بھی صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت مرحوم اسی وسعت کی نفی فرما رہے ہیں جس کا ثابت کرنا

لے اس لئے کہ مولانا مرحوم آئندہ سطر میں اس کو شرک بتا رہے ہیں اور شرک ان کے نزدیک وہی ہے جو عطائی کے علاوہ مانا جائے۔

جیسا کہ پہلے مضمون سے معلوم ہوتا ہے اور آئندہ معلوم ہو جائے گا۔

شرک ہے اور یہ حضرت مولانا کی سب سے پہلی سطر نے بتلادیا تھا کہ شرک اسی علم کا ثابت کرنا ہے جو عطا بہ خداوندی کے علاوہ ثابت کیا جائے۔ الغرض اس عبارت سے پہلی عبارت اور اس کے متصل ہی اس سے بعد کی عبارت صاف طور سے بتلا رہی ہے کہ صاحبِ براہین اُسی وسعتِ علمی کی نفی فرما رہے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ذاتی طور پر بغیر عطا بہ خداوندی مانی جائے اور اسی کو شرک قرار دے رہے ہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ چند ہی سطر بعد مولانا مرحوم نے صراحتاً یہ بھی لکھ دیا کہ یہ بحث علم ذاتی میں ہے نہ عطا فی میں۔ پھر بھی کہا جاتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو شیطان سے گھٹا دیا۔ یہ ہے ان حضرات کی دیانت۔ چنانچہ چند ہی جملوں کے بعد مولانا رحمہ کی یہ عبارت ہے۔ ”اور یہ بحث اس صورت میں ہے کہ علم ذاتی آپ کو کوئی ثابت کر کے یہ عقیدہ کرے جیسا کہ جہلاء کا عقیدہ ہے۔ الغرض اس عبارت میں مولانا وسعتِ علم ذاتی کی نفی فرما رہے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے علم ذاتی کی نفی کرنا ہرگز حضور کی توہین نہیں۔ قرآن عزیز نے بہت سی جگہ علم ذاتی کی نفی کی ہے۔ بلکہ آپ کے اعلیٰ حضرت تو خالص الاعتقاد میں یہ لکھتے ہیں کہ۔ قرآن عزیز میں جتنی جگہ بھی حضور سرورِ عالم سے علم غیب کی نفی کی گئی ہے وہاں علم ذاتی ہی مراد ہے۔ تو کیا معاذ اللہ قرآن عزیز نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے۔ اور نقلِ کفر کفر نہ باشد تو کیا آپ معاذ اللہ، اللہ تبارک و تعالیٰ پر کفر کا فتوے دیں گے۔ بلکہ آپ کے اعلیٰ حضرت تو اسی ”خالص الاعتقاد“ میں یہ لکھ رہے ہیں کہ حضور اقدس کے لئے ذرہ بھر کا علم ذاتی ثابت کرنا بھی شرک ہے تو پھر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ہی نے کون سا بھس ملا دیا۔ لیکن بات یہ ہے کہ ع

گلُ است سعدی و در چشم دشمنان خار است

علیٰ ہذا ہمارے مخاطب صاحب نے حفظِ الایمان کی بھی جو عبارت پڑھی ہے اس سے ماقبل و مابعد کی عبارت

لہ حفظِ الایمان کی عبارت کی مکمل بحث صاعد آسمانی حصہ اول میں ملاحظہ ہو جس میں تقریباً تیس صفحات پر یہی بحث اور رضا خانیوں

کی ساری ہرزہ بافیوں کا نہایت مکمل و مفصل جواب ہے ۱۲

۱۳ براہین قاطعہ کی عبارت کے متعلق جو اضافہ رضا خانی رونداد میں بعد میں کیا گیا ہے اس کا جواب غور کرنے والے کو حضرت مولانا محمد منظور

صاحب کی اسی تقریر سے مل سکتا ہے اور مزید تفصیل حضرت مولانا مظفر کی بے نظیر کتاب ”سیفِ یمانی“ میں دیکھی جائے جس کے بعد کسی

بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ

اگر دیکھی جائے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت مولانا کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم زید و عمر وغیرہ کے برابر ہے اور نہ کوئی مسلمان بلکہ انسان ایسی بے ہودہ بات کہہ سکتا ہے۔ مولانا کا مطلب تو یہ ہے کہ آپ کے اس بے ہودہ اصول پر کہ جس کو غیب کی بعض باتوں کا بھی علم ہو اس کو عالم الغیب کہا جاسکتا ہے۔ لازم آتا ہے کہ زید و عمر جی کہ جان و دل اور پاگلوں کو بھی عالم الغیب کہا جائے۔ کیونکہ غیب کی کسی نہ کسی بات کا علم ان چیزوں کو بھی ضرور ہوتا ہے مثلاً کم از کم اللہ تعالیٰ ہی کا علم ہو گا اور وہ بھی غیب کا ایک فرد ہے۔ ذرا انصاف کے کلام لیجئے۔ مولانا نے حضور اقدس کے علم شریف کو ان چیزوں کے برابر بتلایا یا آپ کو برابری سے بچانے کی کوشش کی؟ حفظ الایمان کی جو عبارت ہمارے مخاطب نے پڑھی ہے اس کے بعد یہ عبارت موجود ہے کہ۔

”جس قدر علوم لازمہ نبوت تھے وہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھے“

کیا جس شخص کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام علوم لازمہ نبوت حاصل ہوں وہ آپ کے علم شریف کو ان حقیر چیزوں کے برابر بتلا سکتا ہے ذرا کچھ تو عقل سے کام لیجئے۔

الغرض مسلمان مٹن رہیں کہ بحمد اللہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب کا ہرگز وہ عقیدہ نہیں جو ہمارے مخاطب صاحب نے بیان کیا اور نہ کسی مسلمان کا ہو سکتا ہے۔ جو شخص ایسا عقیدہ رکھے وہ کافر ہے ملعون ہے۔ خود حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے بھی ”بسط النبان“ میں اس کو خارج از اسلام لکھا ہے۔ اور اسی میں یہ بھی لکھا ہے کہ

”بفضلہ تعالیٰ ہمیشہ سے میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ آپ کے افضل المخلوقات فی جمیع

الکمالات العلمیہ والعملیہ ہونے کے باب میں یہ ہے“

بعد از خدایا بزرگ توئی قصۂ مختصر

اسی طرح حضرت مولانا فلیل احمد صاحب ”بھی براہین قاطعہ کی ابتداء ہی میں تحریر فرماتے ہیں کہ

”پس کوئی ادنیٰ مسلم بھی فخر عالم علیہ الصلوٰۃ کے تقرب و شرف کمالات میں کسی کو مماثل آپ کا نہیں جانتا“

لیکن ہمارے مخاطب صاحب اور ساری رضا خانی جماعت کی بالکل وہ مثال ہے کہ کسی نے سادہ میں آنکھیں بنوائیں تھیں تو اس کو ہر طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آتا تھا۔ اسی طرح اللہ کی عنایت سے ان حضرات کو کچھ کفریات سے اس قدر محبت ہے کہ جس عبارت کو بھی دیکھتے ہیں کفر ہی کفر نظر آتا ہے کسی نے اپنے محبوب کے بارے میں کہا ہے۔

جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

خیر یہ تو حاضری کو غلطی سے بچانے کے لئے عرض کر دیا گیا۔ آپ سے پھر وہی گزارش ہے کہ اس حیلہ بازی کو چھوڑ کر مسئلہ علم غیب پر کوئی دلیل پیش کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائے یا اپنے عجز کی تحریر دے دیکھتے۔ پھر چھ نمیں چھ سو سوال کیجئے انشاء اللہ العزیز سب کا جواب دیا جائے گا۔

مولوی حسرت علی صاحب : بھائیو! آپ نے سنا مولوی صاحب نے برائین قاطعہ کی عبارت کا جواب دیا ہے کہ صاحب اس میں وسعت علم ذاتی کی نفی ہے۔ اچھا صاحب اگر ذاتی کی نفی ہے تو کیا مولوی خلیل احمد صاحب شیطان کے لئے علم ذاتی مانتے ہیں۔ اللہ اکبر۔ ارے شیطان کے لئے علم ذاتی ثابت کرنا شرک نہ ہو اور پیارے مصطفیٰ کے لئے اگر ثابت کیا جائے تو شرک ہو جائے۔ یہ ہے دیوبندی دھرم دیکھا تم نے مسلمانو! ہمارے مولوی صاحب کہتے ہیں کہ تھانوی صاحب نے حفظ الایمان میں یہ بھی تو لکھا ہے کہ۔

”جس قدر علوم لازمہ نبوت تھے وہ تمامہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حاصل تھے“

اچھا تو میں پوچھتا ہوں کہ حبیب تھانوی صاحب کے دھرم میں جانوروں کو بھی حضور کے برابر علم ہے اور

۱۔ حضرت مولانا مہجور کے نزدیک تو کسی مخلوق کو بھی علم ذاتی حاصل نہیں بلکہ اس کا ثابت کرنے والا مشرک ہے جیسا کہ رد اد

مذاکے صفحہ سطر میں مذکور ہوا۔ ہاں البتہ کسی بدعتی مشرک بندہ شیطان کا یہ عقیدہ ہو تو عجیب نہیں۔ مولانا مہجور کا مطلب تو یہ ہے کہ ساری

زمین کا علم محیط جو کہ کمالات نبوت کے سامنے بالکل بیچ ہے محض اس قیاس سے حضور اقدس کے لئے ثابت نہ کرنا چاہئے کہ جب ملک الموت

وغیرہ کو بعض زمین کا علم عطا ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ اپنی افضلیت کے اپنے اندر خود ہی اس سے زیادہ

یعنی ساری زمین کا علم محیط از خود بخیر عطا ہوا تو خود ہی پیدا کر لیں گے۔ مزید تفصیل السحاب المدبر اور سیف یمانی میں ملاحظہ ہو ۱۲

۲۔ حضرت مولانا دام محمد کا عقیدہ تو ابھی ”بسط البتآن“ سے نقل ہو چکا کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مخقر۔

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

حضور کو تمام علوم لازمہ نبوت حاصل تھے تو ضرور حیوانات کو بھی حاصل ہوں گے اور جب ان کو علوم لازمہ نبوت ہوں گے تو وہ نبی بھی ہو سکیں گے۔ تو بتلائیے کیا آپ کے دھرم میں گدھا بھی نبی ہو سکتا ہے، سور بھی نبی ہو سکتا ہے، کتا بھی نبی ہو سکتا ہے، مکھی، مکڑی، مچھر، پتو، ہوسکتے ہیں۔ اگر ہو سکتے ہیں تو کبھی نبی ہوتے ہیں یا نہیں اگر ہوتے ہیں تو ان کا ذکر قرآن میں حدیث میں کہیں ہے۔ آپ دکھا سکتے ہیں۔ یہ بھی بتلائیے کہ گدھے، کتے، سور کو کتنا علم غیب تھا۔ مچھر، پتو، مکڑی، مکھی وغیرہ کو کس قدر علم غیب تھا اور کس نص قطعی سے ثابت ہے۔ میرے چھ سوال پہلے آپ پر سوار ہیں اور نویسوار ہوئے آپ پہلے ان پندرہ سوالات کا ہرہ کو اپنی پیٹھ سے اتار دیجئے۔ اس کے بعد ہم علم غیب پر دلیل بھی پیش کر دیں گے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) اگر اس سخت کلامی سے جناب کا مقصد یہ ہے کہ میں بھی جبراً ترکی بترکی دوں اور دونوں جماعتوں میں اشتعال پیدا ہو کر تصادم ہو جائے اور آپ کی جان مناظرہ سے چھوٹ جائے تو یہ خیال غلط ہے ع

اس خیال است و محال است و جنوں

قرآن عزیز نے ہم کو پہلے ہی یہ بتلا دیا ہے۔

وَلَقَدْ عَلَّمْنَا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ
أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا فَإِنْ تَصِيرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَلِكَ
مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (آل عمران ۳= ۱۸۶)

یعنی اے مسلمانو! شمع محمدی کے پروانو! تم اہل کتاب اور غام شرکوں سے بڑی گندی اور
تکلیف دہ باتیں سنو گے اگر تم نے صبر اور تقویٰ سے کام لیا تو یہ بڑا کام ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) لہذا ان کا تو یہ مذہب ہو نہیں سکتا۔ ہاں رضا خانی دھرم میں ایسی خرافات کا ہونا ممکن ہے کیوں کہ ان

کے خاندان مذہب میں خدائے قدوس کے لئے بھی بری سے بری صفات ماننا میں اسلام ہے۔ دیکھو فتاویٰ رضویہ ص ۴۵، د

ص ۴۶۔ اور تمہید شیطانی وغیرہ

لہذا میں آپ کی اس سخت کلامی پر صبر کرنے کو اپنے کمال ایمان کی علامت سمجھتا ہوں اور اس پر فخر،

کرتا ہوں۔ ۷

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغیت

سر دستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اور اپنے احباب سے بھی یہی کہتا ہوں کہ وہ بھی صبر سے کام لیں اور پوری طرح قمع سنت ہونے کا ثبوت دیں

اور اگر آپ کا مقصد یہ ہے کہ میں بھی ان خرافات کی طرف متوجہ ہو جاؤں اور مسئلہ علم غیب پر روشنی نہ پڑے اور آپ

کا خارج از اہلسنت اور خلاف خدا و رسول، مخالف فقہ حنفی غیر مقلد ہونا لوگوں کو معلوم نہ ہو تو یہ بھی غلط ہے۔

بجھائے بندہ ان چالوں میں آنے والا نہیں ۷

عنقا شکار کس نہ شود دام باز چسپیں

کیں جا ہمیشہ باد بدست است دام را

بندہ نواز یہاں کی سپک اتنی جاہل نہیں کہ آپ کی ان چالوں کو نہ سمجھے۔ حاضرین آپ کی ان کاروائیوں کو

خوب سمجھ رہے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ آپ مسئلہ علم غیب پر دلیل پیش کرنے سے قطعی عاجز ہیں۔ وہ دیکھ رہے ہیں

کہ یہ آپ کے پندرہ سوال، سوال نہیں بلکہ مناظرے سے بھاگنے کے راستے ہیں۔ لہذا میں بطور خیر خواہی عرض کرتا ہوں

کہ اگر کچھ رہا سہا وقار قائم رکھنا ہے تو علم غیب پر دلیل پیش کیجئے۔ ورنہ اپنے عاجز ہونے کی تحریر دیجئے۔ آپ کے

یہ پندرہ سوال قطع نظر اس سے کہ اصول مناظرہ کے خلاف ہیں کیونکہ از روئے شرائط مناظرہ میں سائل نہیں اور

آپ مجیب ہیں ان سب کا جواب اسی تقریر میں ہو چکا ہے جو حاضرین کو غلط فہمی سے بچانے کے لئے میں نے کی تھی

۷ کیوں کہ یہ سوالات اسی وقت ہو سکتے ہیں جب کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے معاذ اللہ علم نید و عمر وغیرہ کو علم

نوی لے کر آیا ہو۔ اور حضرت مولانا فیصل احمد صاحب نے وسعت علم عطائی کے اثبات کو شرک کہا ہو۔ اور جب کہ یہ ثابت

کر دیا گیا کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے باری کا اثبات نہیں کیا بلکہ رضا خانیوں کو برابری سے پکارا ہے۔ اور حضرت مولانا خلیل احمد

صاحب نے وسعت علم ذاتی کے ثابت کرنے کو شرک کہا ہے نہ علم عطائی کے ثابت کرنے کو تو پھر ان سوالات کو پیش کرنا سراسر حماقت

اور جہالت ہے۔

اب ان سوالات کا پیش کرنا آپ ہی کی حیا داری ہے۔

اس کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ مناظرہ کا یہی رنگ رہا۔ مولوی حسنت علی صاحب اپنے انہیں مایہ ناز سوال کو دہرا دیتے تھے اور اسی گندہ دہنی سے کام لیتے تھے جو خان بریلوی کے گھر کی ممتاز دولت اور جس پر رضا خانیوں کو ناز ہے۔

اور حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مناظر اہلسنت اس کے جواب میں صرف یہ فرما دیتے تھے کہ آج بحث حفظ الایمان اور براہین قاطعہ کی نہیں ہے مسئلہ علم غیب کی بحث ہے۔ آپ مدعی ہیں اگر کوئی گری ٹری بھی دلیل ہو تو پیش کیجئے۔ لیکن میں دعوے سے کتا ہوں کہ آپ کے پاس مکڑی کے جالے کے برابر، چڑیا کے پر کے برابر بھی کوئی دلیل نہیں۔ آپ اور آپ کی ساری جماعت اگر زور لگائے تو قیامت تک پیش نہیں کر سکتے۔ اور اگر آپ علم غیب پر بحث کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں تو مجھ کو اس کی تحریر دے دیجئے۔ اور پھر پندرہ نہیں پندرہ سو سوالات کیجئے اور ان سب کے شافی جواب لیجئے۔ آپ نے جو کچھ سخت کلامی میرے یا میرے اکابر و مشائخ کے متعلق کی ہے میں اس کو معاف کرتا ہوں۔

بدم گفتی و نذر سندم عفاک اللہ نگو گفستی

جواب تلخ مے زبید لب لعل شکر خارا

یہ دن اسی طرح ختم ہوا۔ اور دوسرے روز ۹ بجے صبح کو اس طرح مناظرہ شروع ہوا۔

مناظرہ کا دوسرا دن

۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۳ھ یوم جمعہ وقت صبح



مولانا محمد منظور صاحب : (خطبہ سنو) رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا
بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ۔ اما بعد !

کل ہمارے فاضل مخاطب نے نہایت بے دردی کے ساتھ سارا وقت بے کار باتوں میں ضائع کر دیا تھا اور حفظ الایمان و براہین قاطعہ کی ایک خارجی بحث شروع کر دی تھی۔ جس کو مسئلہ زیر بحث سے کوئی تعلق نہ تھا۔ میں نے بار بار دلیل کا مطالبہ کیا۔ لیکن اس مطالبہ کے جواب میں مولوی صاحب نے ہر مرتبہ اپنے پندرہ یا سولہ نہایت معقول سوالات کی ایک فہرست پڑھ کر منادی۔ جس کی معقولیت یا نامعقولیت پر روشنی ڈالنے کی بھی ضرورت نہیں۔ حاضرین خود فیصلہ کر لیں بلکہ کرچکے۔ لیکن بہر حال کل مولوی صاحب ایک درجہ معذور بھی تھے۔ کیوں کہ مناظرہ بلائے ناگہانی کی طرح سر پر آگیا تھا۔ شاید مسئلہ علم غیب کے متعلق رسالے دیکھنے کا موقعہ نہیں ملا ہوگا۔ لہذا ان سوالات کے سوا وقت پورا کرنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ لیکن خیر اب۔ وہ وقت بھی گزر گیا اور مولوی صاحب کو رسالے دیکھنے کے لئے کل سے اب تک تقریباً ۲۰ گھنٹے کی مہلت بھی مل گئی۔ لہذا رات بھر کے مشوروں کے بعد اگر کوئی دلیل کہیں سے نکالی ہو تو پیش فرمائیے۔ لیکن اپنا دعوے یا درجے۔ آپ کا دعوے یہ ہے کہ۔

”اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک جو کچھ کہ ہو چکا یا ہو رہا ہے یا ہوگا اس سب کا علم تفصیلی محیط حضور کی وفات شریف سے محض اکیاسی روز پہلے عطا فرمایا ہے۔“

آپ کے پاس کون سی ترازو ہے جس سے آپ نے حضور کے علم شریف کو تول کر یہ حکم لگایا ہے۔
مولوی حسرت علی صاحب : ایک خطبہ طولانی کے بعد۔ انا فتحنالک فتحمبنا۔
حضرات میں تو اس تمنا پر تھا کہ مولوی صاحب نے میرے سوالات قاہرہ کا رات بھر محنت کر کے کچھ جواب سوچا ہوگا مگر اس وقت جب کھڑے ہونے تو میری سب آرزوں پر پانی پھیر دیا۔ اور وہی مرغی کی ایک ٹانگ کہ علم غیب پر دلیل لائیے۔

مولوی صاحب ! میں پھر عرض کرتا ہوں کہ ہمارے ان سوالات قاہرہ کے جوابات دیجئے۔ اور اس وقت یہ پانچ سوال اور کئے جاتے ہیں۔

۱ : کیا شرک نص سے ثابت ہو سکتا ہے۔

۲ : کیا یہ ممکن ہے کہ بہائم کو علم غیب ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ہو۔

۱۳ : میں نے کل یہ کہہ دیا تھا کہ جلدی مت کیجئے۔ جلدی کرنا شیطان کا کام ہے تو اس میں آپ کی توہین ہو گئی اور مولوی خلیل احمد صاحب نے حضور کے علم کو شیطان کے علم سے کم بتایا تو اس میں حضور کی کچھ توہین نہیں ہوئی۔

۱۴ : میں نے کل کہا تھا کہ ڈھائی منٹ میں کر دوں گا اپنا کام تو اس میں آپ کے صدر صاحب کے نزدیک توہین ہو گئی اور تھانوی صاحب نے حضور کے علم کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتایا اس میں حضور کی کچھ توہین نہیں ہوئی۔

۱۵ : آپ ہم سے سوال کرتے ہیں کہ تم نے حضور کے علم کو کس تراز میں تو لا۔ اچھا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کے پاس وہ کون سی تراز ہے جس میں آپ نے حضور اقدس کے علم کو تول کر یہ حکم لگایا کہ آپ کو جمع ماکان و مایکون کا علم نہیں تھا۔

آپ پہلے ان بیس سوالات قاہرہ کا جواب دے دیجئے اس کے بعد ہم علم غیب پر دلیل پیش کریں گے آپ یہ کہتے ہیں کہ میں سائل ہوں مجیب نہیں۔ لیکن یہ غوثِ پاک کی کرامت ہے کہ انہوں نے آپ کو مجیب بنا دیا۔ اگر آپ مجیب نہ تھے تو آپ نے کل حفظ الایمان اور براہین قاطعہ کی عبارت کا جواب کیوں دیا۔ تھانوی صاحب کی محبت آپ کے دل میں جگہ کر گئی۔ وہ حضور کو گالیاں دیتے ہیں اور آپ ان کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ ارے کیا آپ کو گنگوہی صاحب حضور سے زیادہ محبوب ہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ سنونہ) جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی سے محبت کرے وہ ہمارے نزدیک مومن کہلانے کا مستحق نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَ
النَّاسِ أَجْمَعِينَ۔

کوئی شخص تم میں سے مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کو میری محبت اپنے ماں باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہو۔

بحمد اللہ یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ ایک حضرت گنگوہی کیا معنے کر وڑوں مولانا رشید احمد قربان ہوں حضور کی

خاک پا پر۔ اللہ شاہد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ مبارکہ کی خاک پا کے برابر بھی ہمارے قلب میں مولانا رشید احمد صاحب وغیرہ کی حرمت نہیں اور جو بھی کچھ تھوڑی بہت حضرت گنگوہیؒ سے ہے وہ بھی محض اس وجہ سے ہے کہ وہ حضور اقدس کے غلام اور سچے عاشق ہیں۔ آپ نے مجھ پر یہ افتراء کیا ہے کہ معاذ اللہ مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حضرت گنگوہیؒ کی محبت ہے۔ میں اس کا انتقام خدا کے یہاں لوں گا وہ خوب دلوں کے حال کو جانتا ہے۔ رہے آپ کے سوالات ان کا وہی ایک جواب ہے کہ وہ خارج از بحث ہیں ان کا جواب اردوئے شرائط اصول نامہ ضروری توضیحی درست بھی نہیں کیونکہ آپ محض مجیب ہیں آپ کو کسی سوال کا حق نہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت غوث پاک نے مجھے سائل اور تم کو مجیب بنادیا۔ بہت خوب۔ تو معاذ اللہ حضرت غوث پاک کا کام یہی غصب کرنا اور سائل کا حق مجیب کو دلانا ہے؟ آپ کیوں خواہ مخواہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے دامن کو ایسا دھبہ لگاتے ہیں۔ کیا یہی حضرت غوث پاک کی محبت ہے؟ استغفر اللہ۔

رہ جناب کا یہ فرمانا کہ تو نے پہلے حفظ الایمان اور براہین کی عبارت کا جواب کیوں دیا۔ تو مہربان من! اس کا جواب یہ ہے کہ شاید جناب کو یاد نہیں رہا۔ میں نے اسی وقت یہ عرض کر دیا تھا کہ۔

”حاضرین کی غلط فہمی رفع کرنے کے لئے میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ مولوی صاحب نے

حفظ الایمان اور براہین کی عبارت پڑھنے میں نہایت شرمناک خیانت سے کام لیا ہے“

الغرض وہ جو کچھ عرض کیا گیا تھا محض حاضرین کی غلط فہمی رفع کرنے کے لئے عرض کیا گیا تھا نہ آپ کے سوالات کے رد کرنے میں۔ میرے نزدیک تو از روئے اصول مناظرہ آپ کے ان سوالات کا جواب جائز ہی نہیں یہ محض اللہ کا فضل ہے کہ اس سے آپ کے سوالات کا کافی جواب بھی ہو گیا۔

آپ نے اس مرتبہ مجھ سے یہ بھی دریافت کیا ہے کہ تمہارے پاس کون سی ترازو ہے جس سے تم نے یہ معلوم کر لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ماکان و مایکون کا علم نہیں تھا۔ اگرچہ بحیثیت مدعی ہونے کے یہ آپ کا فرض تھا کہ آپ کوئی ترازو بتاتے جس سے معلوم ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم محیط حاصل تھا۔ لیکن چونکہ بھلا اللہ کل اور آج کی بحث نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ آپ دلیل پیش کرنے سے قطعی عاجز ہیں آپ کے پاس علم غیب کے بارے میں مکڑی کے جالے کے برابر بھی کوئی دلیل نہیں اس لئے اب میں ہی آپ کو وہ ترازو بتاتا ہوں۔ سنئے اور غور سے سنئے۔

ہمارے پاس کوئی خانہ ساز ترازو نہیں بلکہ ہمارے پاس وہ کاٹا ہے جو حق و ناحق کے جانچنے کے لئے آج سے تقریباً ساڑھے تیرہ سو برس پہلے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا تھا۔ وہی حق کا کاٹا اور وہی حق کی کسوٹی ہم کو بتاتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ماکان و مایکون کا علم نہیں تھا۔

قال الله تعالى وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشَّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ الْاٰیة

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کو یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر نہیں سکھایا۔ اور نہ ان کی شان کے مناسب ہے۔

علامہ نسفی حنفیؒ اپنی مشہور و معتبر تفسیر مدارک التنزیل میں فرماتے ہیں۔

وما علمناه الشعر اى قول الشعراء - یعنی نہیں سکھایا ہم نے ان کو شعر یعنی شعرا کا قول۔

اس آیت کریمہ اور تفسیر مدارک کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کا علم نہیں تھا۔ اور وہ بھی ماکان و مایکون میں داخل ہے۔ لہذا اس خدائی ترازو اور خدائی کسوٹی سے معلوم ہو گیا کہ ماکان و مایکون میں سے بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جن کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیا گیا۔ بہت ممکن ہے کہ کسی کو یہ شبہ ہو کہ شعر کا علم اس آیت کے نازل ہونے کے وقت تک نہیں دیا ہو گا بعد میں دے دیا گیا ہو گا جیسا کہ ہمارے فاضل مخاطب نے فرمایا ہے کہ اس علم محیط کی تکمیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف سے اکیس سو دو ذیل ہوئی ہے لیکن قرآن عزیز نے وَمَا يَنْبَغِي لَهُ فرما کر اس شبہ کا بھی خاتمہ کر دیا۔ اور بتلایا کہ یہ علم حضور کے لئے مناسب ہی نہیں۔ تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ کسی وقت بھی حضور کو یہ علم دیا گیا ہو۔ اور اس مناسب نہ ہونے کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ اس سے آپ کی نبوت کی سب سے بڑی دلیل یعنی قرآن عزیز پر ایک قدم کا پردہ پڑتا تھا۔ اگر حضور کو شعر کا علم دیا جاتا تو کفایت یہ کہہ سکتے تھے کہ صاحب ان کو تو شعر کا علم آتا ہی تھا اگر انہوں نے خود بخود قرآن شریف بنا لیا ہو تو کون سی بڑی بات ہے۔ پس اللہ جل شانہ نے اپنی حجت تمام کرنے کے لئے حضور کو شعر کا علم نہیں دیا۔ اور قرآن عزیز میں وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشَّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ فرما کر مسئلہ علم غیب کا بھی خاتمہ کر دیا۔

میں نے تو اپنی ترازو بتلا دی اب آپ بھی کوئی ترازو پیش کیجئے۔ یا آپ کی ترازو یہی ہیں سوالات ہیں۔ یہ مسئلہ

علم غیب کی ترازو تو ہیں نہیں۔ ہاں آپ کے علم و قابلیت کی ضرورت ترازو ہیں۔

مولوی حشمت علی صاحب : آپ ہمارے سوالات کا جواب دیں گے یا نہیں۔ اگر آپ کے جی میں نہ ہو تو پھر ہم آپ کی دلیل ہی کو توڑیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : میں شرائط اور اصول مناظرہ سے مجبور ہوں۔ جب تک کہ بحث علم غیب کی ختم نہ ہو جائے گی میں ہرگز ان خرافات کا جواب نہیں دوں گا۔ جس کا نام آپ نے سوالات رکھا ہے۔ البتہ اگر آپ اپنے اس مصنوعی عقیدہ سے توبہ کر لیں یا مجھ کو عاجزی کی تحریر دے دیں تو ابھی اس کا بھی جواب دے دیا جائے گا۔

مولوی حشمت علی صاحب : ہمارے مخاطب صاحب نے آیت ”وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ“ پڑھی ہے اس پر آپ سے دو سوال ہیں۔ ۱۱۔ بتلانیے کہ علم کے کیا معنی ہیں ؟ ۲۔ شعر سے اس جگہ کیا مراد ہے ؟ دیکھئے ہمارے بیس سوال آپ پر جوں کے توں قائم ہیں ان کو آپ نے ابھی نہیں اٹھایا ہے شاید آپ بھول گئے۔ لہذا میں پھر سناتے دیتا ہوں (اس کے بعد انہیں نام نہاد سوالات اور ”حقیقت خرافات کا پھر اعادہ کر دیا۔ اس کے بعد فرمایا) مولوی صاحب میں خیر خواہی سے کہتا ہوں کہ آپ پہلے ہمارے ان بیسوں اور دو بائیس سوالات کا جواب دے دیجئے اس کے بعد ہم غیب کا مسئلہ دو منٹ میں سمجھا دیں گے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) میں نے بطور پیشین گوئی عرض کیا تھا کہ بریلوی جماعت مسئلہ علم غیب پر دلیل پیش کرنے سے عاجز اور بالکل عاجز ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھ گنہگار کی پیشین گوئی سچ کر دکھائی۔ اس وقت تک کی بحث سے آپ حضرات نے بھی اندازہ کر لیا ہو گا کہ ہمارے فاضل مخاطب سب کچھ کر سکتے ہیں گالیاں بھی دے سکتے ہیں۔ زور سے بھی بول سکتے ہیں۔ نقل بھی اتار سکتے ہیں۔ لیکن دلیل پیش کرنے سے بالکل ہی عاجز ہیں۔ اور اس عاجزی پر پردہ بھی نہیں ڈال سکتے۔ واللہ اعلم۔

آپ نے بڑے زور شور کے ساتھ فرمایا تھا کہ اگر آپ کا ارادہ سوالات کے جواب دینے کا نہ ہو تو ہم تمہاری دلیل کو توڑ دیں۔ میں نے عرض کر دیا تھا کہ تا وقتیکہ مسئلہ علم غیب کے متعلق کوئی فیصلہ نہ ہو جائے میں دوسری طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ میرا خیال تھا کہ اب ہمارے مخاطب صاحب میری پیش کردہ دلیل پر ہی کچھ اعتراض کریں گے لیکن آپ مجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ ”شعر سے کیا مراد ہے۔ علم کے کیا معنی ہیں؟“ کیا انہی سوالات سے قرآن عزیز کے نص قطعی کو توڑا جائے گا۔ کیا آپ ہی وہ نازک خیال ہیں جو شیشہ سے پتھر کو توڑنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

نازک خپ لیاں میری توڑیں عہد کا دل

میں وہ بلا ہوں شیشہ سے پتھر کو توڑ دوں

غیر چونکہ آپ کے ان دونوں سوالوں کا تعلق مسئلہ زیر بحث سے ہے لہذا جواب دیتا ہوں۔ علم کے معنی صراح (بلکہ میزان) میں ہیں دَاٰنِسْتَنْ یعنی جاننا۔ شعر کی مراد۔ میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ تفسیر مد اربك التنزیل سے بتا چکا ہوں۔ یعنی قول شعراء۔

اس کے بعد بتلادینا چاہتا ہوں کہ اگر آپ نے ہمت کی تو انشاء اللہ العزیز چالیس آیتیں قرآن عزیز سے پیش کروں گا۔ آپ ذرا جواب ہی دینے کی ہمت کیجئے۔ جس میں سے ایک پیش کر چکا ہوں اور دوسری سنئے۔

قال الله تعالى إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ
أَكَادُ أُخْفِيهَا لِنُجْزِي كُلَّ نَفْسٍ بِمَا

یہ کہ اس کو چھپاؤں۔

تَسْعُ - (ظہ - ع ۱)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ قیامت کے چھپانے کا ہے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ فَعَالٌ لِّمَا يُرِيد ہے جو ارادہ کرتا ہے اس کو ضرور پورا کرتا ہے۔ لہذا ضرور اس نے قیامت کو چھپایا ہوگا۔ اور کسی کو بھی نہیں بتلایا ہوگا۔ سید المفسرین حیر الامت سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جن کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاص طور پر دعا فرمائی ہے۔ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْنَا الْكِتَابَ کہ لے اللہ میرے اس چچا زاد بھائی کو قرآن کا علم دے۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

يقول لا اظهر عليهما احدا غیری۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے سوا اس قیامت

پر کسی دوسرے کو مطلع نہیں کروں گا۔ روایت کیا

(رواہ ابن ابی حاتم)

اس کو ابن ابی حاتم نے۔

اور ایسا ہی ہوا بھی کہ کسی کو اللہ تعالیٰ نے اس کا علم نہیں دیا۔ چنانچہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

ولعمری لقد اخفاها الله من بخدا قیامت کو چھپا لیا ہے اللہ تعالیٰ نے مقرب

الملئكة المقربين ومن الانبياء فرشتوں اور نبیوں اور رسولوں سے -

المرسلين (رواہ ابن المنذر وابن ابی حاتم)

بلکہ میں کہتا ہوں کہ چونکہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے ضرور اسے یہ علم تھا کہ تیرہویں صدی کے آخر میں ایک فرقہ ایسا پیدا ہوگا جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام ماکان و مایکون کا علم ثابت کرے گا اس لئے غالباً اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس فرقہ پر حجت قائم کرنے کے لئے اس مسئلہ کو قرآن شریف میں بھی زیادہ صاف کیا جیسا کہ کچھ معلوم ہو چکا اور کچھ معلوم ہو جائے گا اور جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بھی بہت زیادہ صاف کر دیا جیسا کہ انشاء اللہ میں ثابت کروں گا۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ امت کو اس کا مشاہدہ کر دیا کہ ہم نے بعض ماکان و مایکون کا علم نہ افضل البشر سید الانبیاء یوم الحشر کو دیا ہے اور نہ افضل الملائکۃ المقربین سیدنا حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کو۔ اور ان کی توہمتی بھی کیا ہے۔

چنانچہ بخاری شریف و مسلم شریف اور دوسری کتب حدیث میں بکثرت یہ روایت موجود ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز صحابہ کے مجمع میں تشریف رکھتے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک بدوی کی صورت میں تشریف لائے اور نہایت بے تکلفی کے ساتھ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زانوؤں پر ہاتھ رکھ کر سوال کیا کہ ایمان کیا ہے ؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ پھر سوال کیا کہ سلام کیا ہے ؟ آپ نے اس کا بھی جواب دیا۔ پھر دریافت کیا کہ احسان کیا ہے ؟ آنحضرت نے اس کا بھی جواب دیا۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام دریافت فرماتے ہیں۔ متى الساعة یعنی قیامت کب آئے گی ؟ سرکارِ دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے ہیں۔ ما المسئول عنها با علم من السائل یعنی قیامت کے بارے میں جس سے سوال کیا جا رہا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ اس کے بارے میں علم نہیں رکھتا۔ یعنی اس کا علم نہ مجھ کو ہے اور نہ تم کو۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے دریافت کیا کہ تم جانتے ہو یہ کون تھے ؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اللہ ورسولہ اعلم اللہ اور اس کا رسول (جل ذکرہ و صلی اللہ علیہ وسلم) ہی خوب جانتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ انہ جبرئیل جاء ليعلمكم دينكم۔ یہ جبرئیل امین تھے تمہیں تمہارا دین سکھانے کے لئے آئے تھے۔ یعنی التسوالات سے مقصد خود دریافت

کرنا نہیں تھا بلکہ تم کو بتلانا مقصود تھا۔

دیکھتے اس جگہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے مجمع میں حضرت جبرئیل سے قیامت کا سوال کرا کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا جواب یہ دلوا کے کہ **مَالِ الْمَسْئُولِ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ** صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو یہ مشاہدہ کرا دیا کہ بعض ماکان دمایکون کا علم نہ سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے اور نہ سید الملائکہ کو۔ بلکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں **جَاءَ لِيُعَلِّمَكُمْ دِينَكُمْ** تمہارا دین تم کو سکھانے کے لئے آئے تھے، فرما کر یہ بھی بتلادیا کہ قیامت کا علم کسی کو نہ ہونا یہ دین کا جز ہے جس طرح ایمان و سلام و احسان سے مسلمانوں کو واقف ہونے کی ضرورت ہے اسی طرح اس عقیدہ کی بھی ضرورت ہے کہ قیامت کا علم کسی کو نہیں دیا گیا۔ کیا ان نصوص کے بعد بھی کسی کو یہ گنجائش رہتی ہے کہ وہ یہ کہے کہ تمام ماکان دمایکون کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ ہاں جو علوم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب تھے وہ سب آپ کو حاصل تھے اور جو شان نبوی کے مناسب نہ تھے وہ آنحضرت کو نہیں عطا فرمائے اور اس سے آنحضرت کی کوئی شان نہیں گھٹتی جس طرح کہ خالق اور رزاق نہ ہونے کی وجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی کمی نہیں آتی۔

مولوی حسرت علی صاحب : حضرات گرامی آپ نے دیکھا خدا اپنے محبوب کے دشمنوں سے یوں اقرار کراتا ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منکروں سے یوں کہلوا لیتے ہیں۔ مولوی صاحب کو خبر بھی نہیں ہوئی اور وہ پیارے مصطفیٰ کے علم غیب کا اقرار کر گئے۔ آپ تعجب نہ کیجئے میں ابھی بتائے دیتا ہوں۔ سنتے۔

ابھی مولوی صاحب نے یہ کہا ہے کہ جس قدر علوم حضور کی شان کے مناسب تھے وہ سب حضور کو حاصل تھے۔ کیوں بھائیو! کہا ہے یا نہیں؟ (ہاں صاحب ہاں) بس میں کہتا ہوں کہ حضور کے مناسب یہی ہے کہ تمام ماکان دمایکون کا علم ہو۔ اب تو آپ نے خود ہی اقرار کر لیا۔ اب علم غیب پر مناظرہ کیا ہوگا۔ چلئے اب تو آپ کی ہوس بھی مٹ گئی۔ رسول پاک نے اپنے علم غیب کا اقرار خود آپ سے کرا لیا۔ اب تو آپ ہمارے سوالوں کا جواب دیکھئے۔ یا اب بھی آپ نہیں دیں گے۔ ہمارے پہلے بائیس سوال جن کو مولوی صاحب نے ہاتھ تک نہیں لگایا ہے یہ ہیں (اس کے بعد سوالات کی فہرست پھر پڑھ کر سنا دی) اس کے بعد کہا بائیس تو یہ ہیں اب ان پر تین سوالوں کا اور اضافہ

کرتا ہوں۔

۱ : وما علمناه الشعر میں شعر سے شعر عروضی مراد ہے یا منطقی۔

۲ : اکاد اخفیہا پر میرا یہ سوال ہے کہ یہ اخفایا تک رہے گا۔

۳ : ما المسئول عنها با علم من السائل کا تو یہ مطلب ہے کہ میں تم سے زیادہ اس کو جاننے والا نہیں۔

جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس کا علم مجھ کو بھی ہے اور تم کو بھی ہے آپ نے نفی کہاں سے نکالی۔

بائیں پہلے تھے اور تین یہ ہوئے۔ آپ پہلے ان پچیس سوالات کا جواب دے دیکھئے اس کے بعد آگے بڑھئے۔

میں آپ کو ہرگز نہ بڑھنے دوں گا۔ آپ کو علم غیب کی نفی میں آیتیں حدیثیں پڑھنی آتی ہیں اپنے اور اپنے بڑوں کے سر سے کفر اٹھانا نہیں آتا۔ آپ علم غیب کا اقرار کر چکے ہیں۔ لہذا اس کو تو اب چھیڑیئے ہی مت۔ اب بس

جلدی سے ہمارے سوالات کا جواب دے دیکھئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : بعد از خطبہ سنونہ ہمارے مخاطب فرماتے ہیں کہ مسئلہ علم غیب کا فیصلہ

ہو گیا اور تو نے خود ماکان و مایکون کے علم کا اقرار کر لیا۔ اس لئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے وہی

مناسب ہے۔ آپ نے تقریر تو بڑے زور شور سے کی اور واقعی بات بھی ایسی ہی عجیب کہی ہے کہ سوا اس شخص کے

جو ایک زمانہ تک بریلی میں رہا ہو، دوسرا شخص مشکل ہی سے کہے گا۔ لیکن ذرا ایمان کی خبر لیجئے۔ آپ نے صریح قرآن

عزیز کا مواضع کیا ہے قرآن شریف توصاف الفاظ میں کہتا ہے : وما علمناه الشعر وما ينبغي له

جس سے صاف معلوم ہوتا کہ ماکان و مایکون میں سے شعر کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب

نہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ تمام ماکان و مایکون کا علم ہی جس میں شعر بھی داخل ہے، شان نبوی کے مناسب

ہے آپ کو توبہ کرنی چاہئے۔ پھر یہ کہ آپ کے اس قول سے لازم آتا ہے کہ جوئے بازی شراب سازی وغیرہ کا علم

بھی معاذ اللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب ہو۔ کیوں کہ یہ چیزیں بھی ماکان و مایکون

میں داخل ہیں حالانکہ کوئی مسلمان اس کو گوارا نہیں کر سکتا۔ کیا ان چیزوں کا علم بھی آپ کے نزدیک جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب ہے۔ پھر تو آپ نے شان نبوت کی بہت ہی توقیر و تعظیم کی۔

ہمارے مخاطب صاحب نے اس مرتبہ یہ بھی فرمایا ہے کہ اب علم غیب کی بحث کو نہ چھیڑیئے وہ ختم ہو گئی

مہربان من ؟ ابھی تو ۲ آیتیں ہی پیش ہوئی ہیں اڑتیس باقی ہیں۔ آپ کا ابھی سے یہ حال ہے ہمیں تو ابھی اس مسئلہ پر بہت کچھ کہنا ہے ۷

سحر ہے دور تر از نگفتی ابھی سے ہے

اس کے بعد میں ان سوالات کا جواب دیتا ہوں جو جناب نے میری تقریر پر فرمائے ہیں۔

۱ : شعر سے وہی مراد ہے جس کو اہل عرب اپنے محاورات میں شعر کہتے ہیں۔ قضایا شعر کو شعر کہنا قرآن عزیز کے نازل ہونے سے سینکڑوں برس بعد کی منطقوں کی ایجاد ہے قرآن شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی عربی زبان میں نازل ہوا ہے نہ منطق کی اصطلاح میں۔ چنانچہ وہ خود صاف کہہ رہا ہے۔ وھذا اللسان عربی مبین ۷ اور اگر بعض شعر منطقی بھی مراد ہے تو مجھ کو مضر نہیں میرا مدعا پھر بھی ثابت ہے اس لئے کہ وہ بھی ماکان و مایکون میں سے ایک چیز ہے جب اس کے علم کی نفی کر دی جائے گی تو لامحالہ ماکان و مایکون کی نفی ہو جائے گی۔

۲ : اَكْثَادُ اخْفِيْهَا میں کوئی قیہ نہ کو نہیں وہ طلق ہے اگر آپ کے نزدیک وہ حکم کسی خاص زمانے تک تھا تو آپ اس کی دلیل پیش کریں۔

۳ : آپ فرماتے ہیں کہ ما المسؤل عنھا باعلم من السائل میں نفی کہاں سے نکالی ہے بلکہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ قیامت کا علم مجھ کو بھی ہے اور تم کو بھی ۷ معلوم ہوتا ہے کہ کبھی شکوۃ شریف دیکھنے کا بھی اتفاق نہیں ہوا۔ اس میں اسی حدیث میں بروایت بخاری بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ موجود ہیں۔
فِيْ خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ اَنْتَ اللّٰهُ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ الْاٰیۃ

یعنی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل کو یہ جواب دیا کہ قیامت کے بارے میں تم سے زیادہ علم نہیں رکھتا۔ یہ ان پانچ چیزوں میں داخل ہے جن کے متعلق قرآن شریف نے بتلادیا ہے کہ ان کو سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور استشہاد سورۃ لقمان کی اس آیت کو بھی پڑھا
اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ الْخ

۷ تو خود آنحضرت علیہ السلام کے الفاظ تھے جن سے معلوم ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ تھا

کہ قیامت کا علم جس طرح اے جبرئیل تم کو نہیں مجھ کو بھی نہیں۔ اب شارحین حدیث کے اقوال ملاحظہ فرمائیے۔
خاتم الحفاظ ابن حجر عسقلانی ؒ اس حدیث کے تحت میں اپنی مشہور و معروف کتاب فتح الباری شریف
شرح بخاری شریف میں فرماتے ہیں۔

المراد التساوی فی العلم بان الله تعالى استأثر بعلمها لقوله

بعد خمس لا يعلمها الا الله. رفتح الباری مصری ص ۳۸

یعنی حضور کی مراد یہ ہے کہ اے جبرئیل میں اور تم دونوں اس بات کے جاننے میں برابر ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے قیامت کے علم کو اپنے لئے مخاص کر لیا ہے (کسی کو بھی نہیں دیا)۔

یہ تو تھا آپ کے سوالات کا مختصر جواب۔ اب تیسری آیت سنئے۔

قال الله تعالى إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ
وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ
وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ
عَذَابًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ
أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ
خَبِيرٌ خَبِيرٌ۔ (لقمان ۳۱۔ آخری آیت)

بہ تحقیق اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور وہی
نازل کرتا ہے بارش کو یعنی یہ بھی اسی کے علم میں ہوتا
ہے کہ بارش کب ہوگی، اور وہی جانتا ہے جو کچھ عورتوں
کے رحم میں ہوتا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا
اور کوئی نہیں جانتا کہ کہاں مرے گا۔ تحقیق اللہ ہی
جاننے والا اور خبر دار ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان پانچ چیزوں کا علم خدا کے سوا کسی کو حاصل نہیں حالانکہ یہ بھی ماکان و ما
یکون میں داخل ہیں۔ چونکہ میرا وقت ختم ہو گیا اس لئے ختم کرتا ہوں۔ انشاء اللہ آئندہ نوبت میں اس پر مزید

ملہ رضا خانی روئداد میں ان دونوں آیتوں کے متعلق یہ سوالات اور ان کے علاوہ اور بہت سے سوالات تصنیف کر کے
بھر دینے گئے ہیں۔ مگر آفرین اس بہادری پر کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے کفر شکن اور باطل سوز جوابات کا ایک لفظ
بھی نقل نہیں کیا۔ ہمارے ناظرین مولانا کی تقریر کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔ اس سے رضا خانیوں کے نئے پرانے سارے سوالات
پادر ہوا ہو جاتے ہیں۔

روشنی ڈالوں گا۔

مولوی حشمت علی صاحب : افسوس میرے سوالات ویسے ہی قائم ہیں۔ مولوی صاحب نے ان کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اگر مولوی صاحب میں حقانیت ہے تو وہ ان کا جواب دیں۔ لیکن میں پیشین گوئی کرتا ہوں کہ اگر مولوی صاحب کی ساری جماعت بھی مل کر زور لگائے تو میرے پچیس سوالات قاہرہ کا جواب نہیں دے سکتی۔ رشید احمد صاحب گنگوہی، خلیل احمد صاحب انبلیشی، اشرف علی صاحب تھانوی کے سر سے کوئی کفر نہیں اٹھا سکتا۔ اگر مولوی صاحب میں مہمت ہو تو اٹھائیں۔ لیکن کس کی مجال ہے کہ حشمت علی کے مقابلہ میں دیوبندیوں کا سلام ثابت کر دے۔

صاحبو ! یہ کمال میرا نہیں یہ اللہ و رسول جل جلالہ، صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ہے۔ یہ غوث پاک کی کرامت ہے وہ اپنے غلاموں کی ایسی ہی امداد فرماتے ہیں خدا ان کا کوئی غلام نہ سکر تو دیکھے۔ میرے پچیس سوالات قاہرہ یہ ہیں (اس کے بعد تمام سوالات کی فہرست پڑھ کر سنادی) اس کے بعد کہا اس مرتبہ مولوی صاحب سے دو سوال اور کرتا ہوں۔ اگرچہ امید ان کے جواب کی بھی نہیں ہے۔

۱۔ آپ نے جو اس مرتبہ سورہ لقمان کی آیت پڑھی ہے ان میں پانچ علموں کا تذکرہ ہے اللہ تعالیٰ ان کا ظلم کسی کو دے بھی سکتا ہے یا نہیں ؟

۲۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ جبریل کی اس حدیث کے واقعہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم دے دیا گیا ہو۔ یہ کیسے معصوم ہو کہ وفات شریف سے اکیاسی روز قبل بھی یہ علم نہیں دیا گیا ؟

مولوی صاحب آپ پہلے ہمارے ان ستائیس سوالوں کا جواب دے دیکھئے پھر ہم آپ کو ان آیات کا مطلب بھی سمجھا دیں گے۔

مولانا محمد منظور صاحب : آپ خدا و رسول جل جلالہ، صلی اللہ علیہ وسلم پر اقرار کرتے ہیں کہ یہ میرا کمال نہیں بلکہ اللہ و رسول جل جلالہ، صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ہے۔ یاد رکھئے کہ مسلمانوں کو کافر بنانا ہرگز جناب رسول اللہ علیہ وسلم کا کمال نہیں بلکہ شیطان کا کمال ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال یہ تھا کہ جس وقت دنیا شرک و کفر کا گہوارہ بن رہی تھی کوئی

خدا پرست ڈھونڈ لے نہ ملتا تھا اس تاریک زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور چند ہی روز میں لاکھوں مسلمان بنادیئے۔ آج انہیں کی جوتیوں کا صدقہ ہے کہ دنیا میں چالیس کروڑ سے زیادہ مسلمان موجود ہیں۔

مہربانم! آپ کا اور آپ کی جماعت کے قبلہ و کعبہ مولوی احمد رضا خان صاحب کا کمال تو یہ ہے کہ ذیاب میں کوئی مسلمان نہ چھوڑا۔ مولوی محمد اسماعیل صاحب شہیدؒ وہ کافر۔ جو انہیں کافر نہ کہے وہ کافر۔ علماء دیوبند وہ کافر۔ جو انہیں کافر نہ کہے وہ کافر۔ اہل حدیث وہ کافر۔ جو انہیں کافر نہ کہے وہ کافر۔ ندوۃ العلماء قائم ہوا آپ کے اعلیٰ حضرت نے حکم لگایا جو اس میں شریک ہو وہ کافر۔ آخری زمانہ میں تحریک خلافت اٹھی آپ کے اعلیٰ حضرت نے اس کے شرکاء کو بھی کافر بتایا۔ حالانکہ ہندو و بیرون ہند کے سارے مسلمان اس میں شریک تھے۔ بالخصوص مولوی عبدالباری صاحب لکھنؤی فرنگی محلی کو اسی جرم میں ایک سو ایک وجہ سے کافر لکھا۔ پھر مولوی محمد اسماعیل صاحب شہیدؒ کو مسلمان بتا کر خود کافر ہوئے۔ اپنی ساری جماعت کو کافر بنایا۔

الغرض آپ کا کمال تو یہ ہے کہ ساری دنیا کو کافر بنایا۔ سارے مسلمانوں کو شمشیر تکفیر کے گھاٹ اتار دیا۔ اور آج کوئی دنیا میں ایسا نہیں جو مولوی احمد رضا خان صاحب کی تکفیر کا شکار نہ بنا ہو۔

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال یہ تھا کہ دنیا بھر میں سلام پھیلادیا سینکڑوں برس کے کافروں کو مسلمان بنا دیا۔

بہ نسبت خاک را با عالم پاک
کجا عیسیٰ کج دجال نا پاک

آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے سوالوں کا جواب دو۔ اطمینان رکھیے اب حاضرین بھی آپ کی ان چالوں میں آنے والے نہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ سوالات نہیں بلکہ مسئلہ علم غیب سے بچنے کی چالیں ہیں۔ میرے محترم دوست! یہاں کی پہلک اتنی ناسمجھ نہیں کہ اتنی روشن بات کو بھی نہ سمجھے۔

میں اس سے بہت زیادہ خوش ہوں کہ آپ ہر مرتبہ اسی طرح ان نام نہاد سوالات کو پڑھ کر سن دیا کریں اور میں قرآن و حدیث سے مسئلہ علم غیب پر روشنی ڈال کر دوں۔

ہر کے را بہر کارے ساختند
میل او را در دلش انداختند

آپ کی دولت یہی سوالات ہیں اور میرے پاس قرآن وحدیث کی دولت ہے۔ کُلُّ حِزْبٍ بِمَا
لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ۔

اس مرتبہ مولوی صاحب نے مسئلہ علم غیب کے متعلق دو باتیں دریافت کی ہیں۔ ایک یہ کہ ان پانچ چیزوں
کا علم اللہ تعالیٰ دے بھی سکتا ہے یا نہیں ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے نزدیک ضرور اس پر قادر
ہے کہ ان چیزوں کا علم کلی کسی کو دے دے۔ لیکن ہمارا اور سارے سلف صالحین کا عقیدہ یہ ہے کہ کسی کو دیا نہیں
اور نہ دے گا۔ کیوں کہ اس نے ان علوم کو قرآن عزیز میں اپنے ہی ساتھ خاص بتلایا ہے۔ یہی سورہ لقمان کی آیت اس
کی شاہد ہے۔ وقت ختم ہو جانے کی وجہ سے میں اس وقت اس پر کافی روشنی نہیں ڈال سکا تھا ورنہ مولوی صاحب
کو اس سوال کی حاجت ہی نہیں رہتی۔ خیر اب عرض کرتا ہوں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں
فرماتے ہیں۔

خمس من الغیب استأثر بہن اللہ	غیب سے پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ
فلم یطلع علیہن ملکہا مقربا ولا	نے اپنے لئے خاص کر لیا ہے ان کی اطلاع نہ کسی مقرب
نبیا مرسل ان اللہ عنده علم	فرشتہ کو دی ہے نہ کسی نبی و رسول کو۔ بہ تحقیق اللہ
الساعة فلا یدری احد من الناس	ہی کو بے قیامت کا علم۔ پس کوئی نہیں جانتا آدمیوں
متی تقوم الساعة فی ائی سنة ولا	میں سے کہ کب قیامت آئے گی۔ کس سنہ اور کس مہینہ
فی ائی شہر الیلا ام نہارا وینزل	میں۔ دن میں آئے گی یا رات میں۔ اور وہی نازل
الغیث فلا یعلم احد متی ینزل الغیث	کرنا ہے بارش کو۔ پس کوئی نہیں جانتا کہ کب
الیلا ام نہارا ویعلم ما فی الارحام	بارش ہوگی۔ آیا دن میں یا رات میں۔ اور وہی جانتا
فلا یعلم احد ما فی الارحام اذ کر	ہے اس کو جو کچھ رحم میں ہے۔ پس کوئی نہیں جانتا اس
ام انثی احمر او اسود ولا تدری	کو جو رحموں میں ہے یعنی کسی کو خبر نہیں ہے کہ بچہ

نفس ماذا تحسب غدا اخيرا ام
 مشرا وما تدری نفس باعی
 ارض تموت لیس احد من الناس
 یدری این مضجعه من
 الارض افی بحر ام بر فی سهل ام
 فی جبل - رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم
 تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۵۵۵ لم
 ہے یا بچی، سرخ ہے یا سیاہ - اور کوئی نہیں جانتا
 کہ کل کیا کرے گا - نیکی یا بدی - اور کسی کو بھی خبر
 نہیں کہ کس زمین میں مرے گا - یعنی آدمیوں میں سے
 کسی کو خبر نہیں کہ کہاں اس کا مرقہ ہوگا - دریا
 میں یا خشکی میں نرم زمین میں یا سنگستان میں -
 روایت کیا اس کو ابن جریر اور ابن ابی حاتم
 نے -

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تفسیر سے معلوم ہو گیا کہ یہ پانچ علم نہ کسی مقرب فرشتہ کو دینے
 گئے ہیں نہ کسی نبی و رسول علیہ السلام کو - علاوہ ازیں یہ کہ بخاری شریف سے جو ابھی میں نے حدیث جبریل کے الفاظ
 پڑھے تھے وہ بھی صاف بتلا رہے ہیں کہ ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں عطا فرمایا - حدیث کے
 الفاظ یہ ہیں -

فی خمس لا یعلمهن الا الله ان الله عنده علم الساعة الخیة

یعنی تم قیامت کا سوال کرتے ہو کہ کب آئے گی - اس معاملہ میں میرا علم تم سے زیادہ نہیں -

کیوں کہ وہ ان پانچ چیزوں میں سے جسے کہ جن کو اللہ کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا :-

اور حضور نے استدلال کے طور پر یہی آیت پڑھ دی - معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس
 آیت کا وہ مطلب سمجھا تھا جو میں عرض کر رہا ہوں - یہ کہنا کہ علم ذاتی کی نفی کی تھی جہالت کا ثبوت دینا ہے - کیونکہ
 سائل نے یہ دریافت نہیں کیا تھا کہ آپ کو علم ذاتی ہے یا نہیں - بلکہ اس کا سوال یہ تھا کہ متی الساعة
 قیامت کب آئے گی :- اب اگر یہ کہا جائے کہ حضور نے محض علم ذاتی کی نفی کی ہے اور حضور کا مطلب یہ ہے کہ
 مجھ کو اس کا - از خود بغیر اطلاع خداوندی علم نہیں تو - سوال از آسمان جواب از ریمان - کی مثال صادق
 آئے گی - اس کے علاوہ اور بھی میرے پاس قوی دلائل ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ محض علم ذاتی کی نفی مقصود
 نہیں - لیکن چونکہ ان کا تعلق علم حدیث سے زیادہ - - - اس لئے اس مجمع میں بالخصوص آپ جیسے عالم متبحر

کے سامنے (جس کو یہ بھی خبر نہیں کہ خبر واحد دلیل قطعی نہیں ہوتی) بیان کرنا موتیوں کو کوڑے پر بکھیرنا سمجھتا ہوں۔
 یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس آیت سے علم قیامت نہ ہونے پر خود آنحضرت نے بھی استدلال فرمایا ہے۔
 ۱۲ دوسری بات آپ نے یہ دریافت کی تھی کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ قیامت کا علم اس حدیث جبریل کے واقعہ کے بعد بھی آنحضرت کو نہیں دیا گیا۔ ممکن ہے کہ اس واقعہ کے بعد دے دیا گیا ہو۔ ہمارا دعویٰ تو کیا اسی روز پیشتر کا ہے۔

قرآن و حدیث سے تو آپ کی واقفیت کل سے معلوم ہو رہی ہے۔ لیکن اس سوال سے معلوم ہوا کہ آپ اصول مناظرہ سے بھی بہت زیادہ واقف ہیں۔ میرے محترم دوست دلیل کی ضرورت اس کو ہے جو یہ دعویٰ کرے کہ اس واقعہ کے بعد کیا اسی روز سے پہلے پہلے علم دے دیا گیا۔ اور جو انکار کرے اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں مناظرے پہلے آپ کو مناظرہ رشیدیہ پڑھنی چاہئے تھی۔

بہستان رو کہ از بلبل طری عشق گیسری یاد
 بچسل آ کہ از ناصح سخن گفتن بیا موزی

لیکن چونکہ معلوم ہو چکا ہے کہ دلیل پیش کرنے کا سبق آپ نے پڑھا ہی نہیں ہے اس لئے میں ہی بتلاتا ہوں۔ سنئے۔

خاتم المحدثین حافظ ابن حجر عسقلانی ر فتح الباری شریف میں اسی حدیث کے تحت میں ارقام فرماتے ہیں۔
 ورواہ ابن مندۃ فی کتاب الایمان
 باسنادہ الذی علی شرط مسلم من
 طریق سلیمان التیمی فی حدیث عمران لہ
 ان رجلا فی آخر عمر النبی صلی اللہ علیہ
 وسلم جاء الی رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم فذکر الحدیث بطولہ۔
 (فتح الباری شرح بخاری)
 اسی حدیث جبریل کو ابن مندہ نے کتاب الایمان میں
 اپنی اس سند سے جو علی شرط مسلم ہے بطریق سلیمان
 تیمی بروایت فاروق اعظم روایت کیا ہے اور اس کے
 پہلے لفظ یہ ہیں کہ۔
 ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے آخر میں
 ایک شخص (جبریل) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
 میں حاضر ہوئے اس کے بعد پوری حدیث بیان کی ہے۔

اس روایت نے آپ کے کیا اسی روز والے احتمال کا بھی خاتمہ کر دیا اور بتلادیا کہ یہ واقعہ ہی عمر شریف کے آخر حصہ میں ہوا ہے۔ یہ ہے معجزہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ یہ ہے امداد اللہ تعالیٰ کی، یہ ہے حقانیت کا کرشمہ۔ واقعی جس وقت حضرت مولانا نے یہ روایت فتح الباری سے پڑھی تھی اس وقت مجمع کی ایک عجیب کیفیت تھی جو احاطہ تحریر سے باہر ہے۔

حاضرین کرام ! اس طرف بھی توجہ فرمائیں کہ مسئلہ علم غیب کے متعلق جوابات ہمارے فاضل مخاطب دریافت کرتے ہیں میں برابر اس کا جواب دیتا ہوں اور بھگد اللہ ایسا شافی کہ اس کے بعد مولوی صاحب کو لب کشائی کا موقعہ بھی نہیں رہتا۔ لیکن ان سوالات کی فہرست میں برابر ان کا شمار رہتا ہے۔ یہ ہے ہمارے فاضل مخاطب صاحب کی حق پرستی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولوی حشمت علی صاحب : ارے صاحب ! آپ کو ان کتابوں سے کیا واسطہ ؟ آپ اشرف علی کی "حفظ الایمان" کو دیکھئے۔ گنگوہی کی "براین" کو دیکھئے۔ پچھلے اپنے کفریات کو اٹھائیے۔ آپ کو تو ان اسلامی کتابوں کو ہاتھ لگانے کا بھی حق نہیں۔ آپ ان مقدس کتابوں کو کیا سمجھ سکتے ہیں۔ آپ اپنے کفر سے توبہ کر لیں تو ہم ابھی ان کتابوں کا مطلب سمجھا سکتے ہیں۔

حضرات گرامی ! میرے سوالات ستائیس ہو چکے ہیں اور مولوی صاحب ان کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔ مولوی صاحب کو اپنا اور اپنے بڑوں کا کافر ہونا تسلیم ہے پچھلے اپنے سوالات سنانے دیتا ہوں۔ اس کے بعد وہی فہرست سنادی۔ اور جلسہ برخاست ہو گیا۔

اس اجلاس کی کیفیت کا اندازہ کسی قدر ہمارے ناظرین کو بھی ہو گیا ہوگا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس جلسہ کی کیفیت جس درجہ عجیب و غریب تھی اس کا صحیح نقشہ کھینچنا ہمارے امکان سے باہر ہے۔ مختصر یہ کہ مولوی حشمت علی خان صاحب جس وقت اپنے ستائیس سوالات کی فہرست ہاتھ میں لے کر کھڑے ہوتے تھے تو سارے رضا خانی شرم سے آنکھیں نیچی کر لیتے تھے۔ اور بیچارے مولوی رحمہ اللہ صاحب نے تو سر اٹھانے کی قسم ہی کھالی تھی۔ رضا خانیوں کے بعض سرغنوں نے جلسہ کا یہ رنگ دیکھ کر مولوی حشمت علی صاحب سے کہا بھی کہ آپ مجمع کا رنگ نہیں دیکھتے ان سوالوں کو رکھئے اور دلیل پیش کیجئے۔ بالآخر جب ان کو یقین ہو گیا کہ ان تلوں میں تیل ہی نہیں تو بھجوری

انہوں نے بھی کہنا چھوڑ دیا۔

اور شام کو اس طرح مناظرہ شروع ہوا۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ سنون) حضرات جس مسئلہ پر بحث کرنے کے لئے اس جلسہ کا انعقاد ہوا تھا بحمد اللہ اس پر کافی روشنی پڑ چکی ہے۔ میں تین آیتیں پیش کر چکا ہوں جن کا جواب ہمارے ^{فاضل} محفل طلب اس کے سوا اور کچھ نہیں دے سکے کہ تم نے ان آیات کا مطلب نہیں سمجھا۔ اگر تم ہمارے سوالوں کا جواب دے دو گے تو ہم مطلب سمجھا دیں گے۔ لیکن آپ حضرات کو معلوم ہے کہ اب تک جو آیت میں نے پڑھی ہے اس کا مطلب بھی مفسرین امت کے کلام سے بیان کیا ہے۔ میں اپنی طرف سے کسی آیت کا مطلب بیان کرنا حرام سمجھتا ہوں۔ لہذا ہمارے فضل مخاطب غور فرمائیں کہ آپ میرے بیان کردہ مطلب کو غلط نہیں بتلا رہے بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ۔ علامہ نسفی صاحب مدارک التذیل کے بیان کردہ مطالب کو غلط بتلا رہے ہیں۔ بلکہ سورۃ لقمان کی آیت کا مطلب تو میں نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف سے بیان کیا ہے۔ کیا معاذ اللہ آپ کے نزدیک آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی قرآن عزیز کا مطلب نہیں سمجھا۔ استغفر اللہ۔

اب چوتھی آیت سنئے۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ	اے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، لوگ آپ سے
مُرْسَاهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي	سوال کرتے ہیں قیامت کے بارے میں کہ کب آنے
لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي	گی۔ فرمادیجئے کہ بس اس کا علم میرے رب ہی کو ہے۔

اے حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے اس کا التزام فرمایا تھا کہ جو آیت بھی پیش فرماتے تھے اس کی تفسیر اور توضیح کے لئے

احادیث یا آثار صحابہ یا اقوال مفسرین ضرور پیش کرتے تھے۔ سنبھل کی سپک آج تک اس کی شہ ہے۔ اور یہی وہ چیز تھی جس نے حضرت مولانا کے تھر علی کا سکہ دشمنوں کے قلب و جگر میں بٹھا دیا ہے۔ مگر رضا خانی روئداد میں برائے نام بھی ان چیزوں کا ذکر

نہیں۔ اللہ رے ایمان داری۔ الحساب یوم الحساب۔

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمُ
إِلَّا بَقُتَّةٍ يُسْأَلُونَكَ عَنْكَ خَفِيفٌ
عَنْهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنَّ
أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ

(اعراف - رکوع ۲۳)

نہیں ظاہر کرے گا اس کو اس کے وقت پر مگر اللہ تعالیٰ
بھاری ہے وہ آسمانوں اور زمینوں میں۔ وہ اچانک
بے خبری ہی میں آئے گی۔ وہ لوگ آپ سے سوال کرتے
ہیں گویا کہ آپ اس کو جانتے ہیں۔ کہہ دیجئے کہ اس کا
علم اللہ ہی کو ہے۔ لیکن بہت سے لوگ اس راز سے
ناواقف ہیں۔

سید المفسرین سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لَمَّا سَأَلَ النَّاسُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ سَأَلُوهُ سَوَالَ قَوْمٍ كَانَهُمْ
يُرَوْنَ أَنَّ مُحَمَّدًا خَفِي بِهِمْ
فَاَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَهُ
اِسْتَاثَرُ بَعْلُهَا فَلَمْ يُطْلَعْ عَلَيْهَا مَلَكًا
وَلَا رَسُولًا اَخْرَجَهُ رَأْيُ جَرِيرٍ وَغَيْرِهِ وَنَثَرَهُ
عَلَامَةُ نَفْسِي خَفِيَّةٌ اِنِّیْ مَشْهُورٌ مُتَعَبِّرُ تَفْسِيرُ "مَدَارِكُ التَّوْحِيدِ" فِي هَذِهِ
مِیْنِ اِسْ اِیْتِ کِی تَفْسِیْرُ کَرْتِیْ هُوئے فَرْمَاتِیْ هِیْن۔
یَعْنِی قِیَامَتِ کِی قَائِمُ کَرْنِیْ کِی وَقْتُ کَالْعِلْمِ بَس
اللَّهُ تَعَالٰی هِیْ کُوْهَیْ۔ اَوْر اِسْ عِلْمُ کُوْ اِسْ نِیْ اِپْنِیْ هِیْ
لِیْ خَاصُ کَر لِیَا هِیْ اِسْ کِی خَبْرُ مَلَائِکَہِ مُقَرَّبِیْنِ، اَوْر
اَنْبِیَا عَلَیْہِمُ السَّلَامُ مِیْنِ سِیْ کِی کُوْ بَہِیْ نِہِیْنِ دِیْ ہِیْ۔

قل انما علمها عند ربی ای علم وقت
ارسائها عنده وقد استاثر به لم
یخبر به احدا من ملک مقرب ولا
نبی مرسل۔ (مدارک ص ۲۳ ج ۱)

غور کیا جائے کیا ان تصریحات کے ہوتے ہوئے بھی کسی مسلمان کو یہ گنجائش ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھے کہ
قیامت کے وقت کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ بہت ممکن ہے کہ ہمارے فاضل مخاطب
صحیح کی طرح کہہ دیں کہ اس آیت کے نزول کے بعد دے دیا گیا تھا۔ لیکن اول تو یہ کہنا اس وقت زیبا ہے جب

مولوی صاحب اس کی کوئی دلیل پیش کریں بے دلیل دنیا میں کوئی دعوے نہیں سنا جاتا۔ دوسرے یہ کہ حدیث جبریل نے اس احتمال کا بھی قلع قمع کر دیا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ آخر عمر تک بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم نہیں عطا فرمایا گیا۔

صبح جناب نے مجھ سے دریافت فرمایا تھا کہ حدیث جبریل کے الفاظ سے نفی کس طرح نکالی۔ اگرچہ اس کا جواب شافی میں صبح ہی دے چکا ہوں لیکن اس وقت حضرت شیخ عبدالحی صاحب محدث دہلوی کی عبارت اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف سے اور پڑھتا ہوں۔ جس سے حدیث جبریل کے مضمون پر کافی روشنی پڑ جائے گی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ ماالمستول عنها با علم من السائل کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

یعنی من تو ہر دو برابریم در نادانستن آن بلکہ ہر
سائل وسؤل ہمیں حال دارد کہ آنرا جز خدا
وند تعالیٰ کے نہ داند دوے تعالیٰ پہنچ کس را از
ملائکہ و رسل برآں اطلاع نداده۔

(اشعة اللمعات جلد اول ص ۵۴)

تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے
کسی کو بھی ملائکہ اور رسولوں میں سے اس کی اطلاع

نہیں دی۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ شیخ وہی ہیں جن کو فاضل بریلوی بھی اپنی بعض تصانیف میں شیخ الشیوخ لکھتے ہیں۔
مولوی حشمت علی صاحب : حضرات کل سے تقریریں ہو رہی ہیں۔ مولوی صاحب کا کفر علی رؤس
الاشہاد ثابت کیا جا رہا ہے۔ لیکن مولوی صاحب نے اس کا کوئی جواب دیتے ہیں نہ اپنے کفر سے توبہ کرتے ہیں۔ ہمارے
سوالات ستائیس ہو چکے ہیں لیکن مولوی صاحب ان کا کوئی جواب نہیں دیتے۔ اچھا اب میں کہتا ہوں کہ آپ
ہمارے سوالات کا جواب مت دیجئے۔ بس یہ تحریر دے دیجئے کہ ہم حشمت علی کے سوالات قاہرہ کے جواب سے عاجز
ہیں اس کے بعد میں ان آیات کا مطلب بیان کروں گا جن کو پڑھ کر آپ مسلمانوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔
ارے مولوی صاحب ! آپ مولوی ہو کر خیانت کرتے ہیں لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ پڑھ کر آپ مسلمانوں کو

دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ آپ نے شیخؒ کی عبارت پوری نہیں پڑھی۔ اسی حدیث کے تحت میں شیخؒ کی عبارت یہ بھی تو ہے۔

» اینہما از امور غیب اند کہ جز خدا کے آزاندا نہ مگر آنکہ دے تعالیٰ از نزد خود کسے را بداند بوحی والہام «

یعنی یہ قلمیت وغیرہ پانچوں چیزیں امور غیب میں سے ہیں کہ خدا کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا مگر وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ وحی یا الہام کے ذریعہ سے بتا دیں تو کیا آپ کے نزدیک حضور پر وحی نہیں ہوتی تھی ؟

آپ ویسے تو اتنے سیدھے ملتے ہیں لیکن خدا کے نبی کا علم گھٹانے کے لئے آپ کو ایسی ایسی خیانتیں کرنی آتی ہیں۔ سنئے یہی شیخ مدارج النبوت کے خطبہ میں فرماتے ہیں۔

» دوی صلی اللہ علیہ وسلم داناست بر ہمہ چیزے از شیونات ذات الہی و احکام و صفات حق و اسماء و آثار و جمیع علوم ظاہر و باطن و اول و آخر احاطہ نموده است و مصداق فوق کل ذی علم علیم است «

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذات الہی کی تمام شانوں اور اس کے احکام اور اس کے اسماء و صفات و آثار کو جاننے والے ہیں۔ اور تمام علوم ظاہری و باطنی اور اول و آخر کو احاطہ کئے ہوئے ہیں اور فوق کل ذی علم علیم کا مصداق ہیں «

دیکھئے یہ وہی توشیح ہیں ارے صاحب آپ کو شرم کرنی چاہئے۔ آپ بھرے مجمع میں ایسی خیانت کرتے ہیں۔ آپ اپنے سرے کفر اٹھائیے۔ ہمارے ستائیں سوالوں کا جواب دیجئے یا اپنے عاجز ہونے کی تحریر دیجئے۔ مولانا محمد منظور صاحب : (بعد خطبہ) ہمارے فاضل مخاطب نے جس قدر سخت الفاظ میرے متعلق کہے ہیں میں ان کا جواب کچھ نہیں دینا چاہتا ۔

بدم گفتی و خرم عفاک اللہ بگو گفستی
جواب تلخ می زب لب لعل شکر خارا

یہ سخت کلامیاں اور بے تہذیبیاں آپ ہی کو مبارک ۔ ہاں اتنا عرض کروں گا۔ چونکہ آپ حضرات کا دن رات کا مشغلہ بزرگوں کے کلام میں ناجائز خیانت اور قطع برید کرنا ہے اس لئے آپ دوسروں کو بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔
 الْمَرْءُ يَقْنِصُ عَلَى نَفْسِهِ ۔ لیکن یاد رکھئے کہ بحمد اللہ اہل حق کو ان حیا سوز کارروائیوں کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

شیخ علیہ الرحمۃ کی جس عبارت کے متعلق جناب فرما رہے ہیں کہ وہ نہیں پڑھی۔ بے شک میں نے نہیں پڑھی۔ کیوں کہ اس کو مسئلہ علم غیب سے اثباتاً یا نفیاً کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس سے صرف اتنا نکلتا ہے کہ ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تبارک و تعالیٰ اگر کسی بندے کو عطا فرمادے تو اس کو بھی ان کا علم ہو سکتا ہے۔ اور اس کا انکار کسی کو بھی نہیں۔ بے شک اگر اللہ تعالیٰ کسی مخلوق کو ان پانچ چیزوں کا علم دے دے تو ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ بات کہ کسی کو دیا بھی یا نہیں، جدا گانہ ہے۔ اب یہ بھی شیخ جہی سے دریافت کیجئے کہ آیا کسی کو دیا بھی ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے یہاں سے ہی ملے گا کہ۔

”وی تعالیٰ ہیج کس را از ملائکہ و رسل برآں اطلاع نداده“

”اور اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی فرشتوں اور رسولوں میں سے اس کی اطلاع نہیں دی ہے“

اب فرمائیے کہ کس نے خیانت کی اور کون بے حیا اور بے شرم بنا۔ ج

ہم الزام ان پر رکھتے تھے قصور اپنا نکل آیا

اس کے بعد شیخ جہی کی ایک اور عبارت پیش کرتا ہوں جس سے اور زیادہ صاف طور پر علم غیب کے متعلق شیخ

کا عقیدہ معلوم ہو جائے گا۔ مشکوٰۃ شریف میں بروایت مسلم شریف یہ حدیث ہے۔

عن جابر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول قبل ان

یموت بشہر تسمیٰ لوئی عن الساعة علمها عند اللہ۔ الحدیث

ترجمہ ! مروی ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے سنا حضور اپنی وفات شریف سے محض ایک مہینہ پہلے فرماتے تھے کہ تم لوگ مجھ سے قیامت

کا سوال کرتے ہو حالانکہ اس کا علم بس اللہ ہی کو ہے“

اس حدیث کی شرح میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

گفت جابر شنیدم انحضرت را فرمود پیش از حلت
خود بیک ماہ قسٹلونی عن الساعة می پرسید
حضرت جابر رضی فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم سے حضور کی وفات شریف سے ایک ماہ
قبل سنا حضور فرماتے تھے کہ تم مجھ سے قیامت کے
مر از وقت قیام قیامت وانما علیہما عند
اللہ ونیت علم بقیمین وقت آن مگر نزد خداوند
عز وجل یعنی از وقت وقوع قیامت کبریٰ می پرسید
آن خود معلوم من نیست و آن را جز خدا لئے تعالیٰ
نداند
اس کو خدا کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

(شعۃ اللغات جلد چہارم ص ۳۷)

اس روایت نے صاف بتلادیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم وفات شریف سے ایک
ماہ قبل تک بھی نہیں تھا چہ جائیکہ اکیاسی روز پیشتر۔ اور شیخ علیہ الرحمۃ کی اس عبارت نے اور زیادہ وضاحت
کے ساتھ اس کو بیان کر دیا۔ کیا انہیں شیخ کو کہا جاتا ہے کہ وہ علم غیب کے قائل ہیں ؟
مولوی حسنت علی صاحب : حضرات گرامی ! آپ دیکھ رہے ہیں کہ کل سے برابر مولوی صاحب کا
کفر ثابت کیا جا رہا ہے لیکن وہ نہ اس کو اٹھاتے ہیں نہ توبہ کر کے مسلمان ہی ہوتے ہیں۔ چارے ستائیس سوال مولوی
صاحب پر سوار ہیں ان کو بھی ہاتھ نہیں لگاتے۔ بس وہی مرغی کی ایک ٹانگ ”علم غیب، علم غیب“ رٹ لیا ہے اسی کو بار بار
دہراتے ہیں۔ اور ہم سے کہتے ہیں کہ دلیلین پیش کرو۔ اچھا میں کہتا ہوں کہ جب آپ کے بڑوں کے نزدیک جانوروں
کو بھی علم غیب ہے، شیطان کو بھی علم غیب ہے، تو آپ پہلے ان کے علم غیب کی کوئی قطعی دلیل پیش کر دیجئے اس
کے بعد ہم حبیب پاک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی دلیل پیش کر دیں گے۔ اَللّٰهُ اَکْبَرُ !
آسمان بھٹ نہیں جاتا، زمین شق نہیں ہو جاتی، خدا کے محبوب کے علم غیب کا انکار کیا جاتا ہے اور اہل بیس مردود و
ملعون کے علم غیب پر ایمان ہے۔ آہ گدھے، کتے، بکھی، مچھر بھنگے، پتو کے لئے علم غیب مانا جاتا ہے اور پیارے مصطفیٰ
کے علم غیب کا انکار کیا جاتا ہے اور اس پر آیتیں اور حدیثیں پڑھی جاتی ہیں۔

۲۹ : میں مولوی صاحب سے دریافت کرتا ہوں کہ آپ نے تو اپنا عقیدہ یہ بتلایا ہے کہ حضور کو اس قدر علم غیب تھا کہ کسی نبی، کسی ولی، کسی فرشتہ کو بھی نہیں تھا۔ اور آپ کے مولوی گنگوہی صاحب لکھتے ہیں۔

” ہر چہ ائمہ مذہب و جملہ علماء متفق ہیں کہ انسبیا علیہم السلام غیب پر مطلع نہیں ہیں “

(رسالہ مسئلہ علم غیب ص ۲۰)

لہذا ہمیں بتلانیے کہ آپ کا اصل عقیدہ کیا ہے ؟ مولوی صاحب یہ وقت چھپانے کا نہیں ہے۔ اب میرے سوالات انتہی ہونچکے ہیں۔ خدا کے واسطے کسی کا جواب دیجئے۔ یا آپ سے بس خدا کے محبوب کا علم عظیم گھٹانے کے لئے آیتیں ہی پڑھنی آتی ہیں۔

۳۰ : میں نے مدارج النبوت کی عبارت پڑھی اس کا آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کا جواب دیجئے لیجئے اب میرے سوالات پورے تئیں آہو گئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد خطبہ) محترم بزرگو ! یہ باتیں تو آپ کل سے برابر سن رہے ہیں۔ اور بقدر ضرورت میں ان کا جواب بھی دتے ہوں اب جس کے اعادہ کی حاجت نہیں سمجھتا۔ ہمارے مخاطب صاحب جن عقائد کو میری یا میرے اکابر کی طرف منسوب کر رہے ہیں کل ہی عرض کر چکا ہوں کہ وہ کسی مسلمان تو کیا معنی کسی سچدار انسان کے بھی نہیں ہو سکتے۔ بھگواندے ہمارے اکابر کا دامن تقدس ان خرافات سے بالکل پاک ہے لیکن ناحق کی زبان درازی کا علاج کسی کے پاس نہیں۔ بیچیا باش و برہہ خواہی کن۔

لیکن بچا پڑے مولوی صاحب بھی مجبور ہیں آخر کسی طرح دس منٹ بھی پورے کریں آیات و احادیث نہ سہی گالیاں اور افتراءات ہی سہی۔

لے بے شک کسی مخلوق کو غیب پر اطلاع نہیں۔ لیکن اطلاع سے مراد وہ علم ہے جو کسی قوتِ مدرک کے ذریعہ سے بغیر اخبار خداوندی حاصل ہو۔ چنانچہ تفسیر مدارک شریف میں زیر آیت مَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ تصریح ہے کہ غیب کی کسی بات پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہیں بلکہ آپ کو من جانب اللہ خبر دی جاتی ہے۔ دونوں باتوں میں نہایت باریک فرق ہے خوب سمجھ لو ۱۲

بہر حال میں موافق تعلیم قرآنی مولوی صاحب کی ان لغویات سے اعراض کرتے ہوئے اصل بحث کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ پانچویں آیت سنئے۔

یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ما ذا
اجبتم قالوا لا علم لنا انک انت
علام الغیوب۔

(مائتہ - رکوع ۱۴) دلے ہیں۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت خواجہ محمد دوم علی مہاشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
لا علم لنا وان علمنا ظاہر ما قالوا لا نعلم ما فی قلوبہم
لانہ غیب وانت مخصص باحاطۃ المغیبات۔

یعنی انبیاء علیہم السلام فرمائیں گے کہ اگرچہ ہم کو ان کی ظاہری باتوں کی خبر ہے لیکن ہم ان کے
دلوں کی حالت کو نہیں جانتے کیوں کہ وہ غیب ہے اور غیب کا احاطہ تیری ہی ذات پاک کے
ساتھ خاص ہے۔ (تفسیر تیسیر الرحمن)

اصول کا مسئلہ ہے کہ اگر کسی بات پر امت محمدیہ کے مجتہدین متفق ہو جائیں تو پھر کسی کو اختلاف کی گنجائش
نہیں رہتی۔ اور یہاں خدا کے دربار میں سارے انبیاء علیہم السلام سیدنا حضرت آدم سے لے کر خاتم الانبیاء حضرت
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اس بات پر اجماع کر رہے کہ ہمیں دلوں کے حال کی خبر نہیں۔ آپ ہی غیبوں
کے جاننے والے ہیں۔

لیکن افسوس! آج چودھویں صدی میں اس اجماع پیغمبران کا نہایت زور شور سے خلاف کیا جا رہا ہے
پھر یہ اجماع بھی دنیا میں نہیں بلکہ خدا کے دربار میں خداوند تبارک و تعالیٰ کے حضور میں۔ اس اجماع پیغمبران سے
بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے؟

آپ نے جو مدارج النبوت کی عبارت پڑھی تھی اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ کوشیوں و صفات الہی
اور کل علوم ظاہری و باطنی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا۔ اس لئے کہ کوشیوں و صفات الہیہ غیر متناہی ہیں

اسی طرح کل علوم ظاہری و باطنی میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے تمام علوم داخل ہیں اور وہ بھی غیر تقنا ہی ہیں۔
 پس اس بنا پر لازم آئے گا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بھی غیر تقنا ہی اور معاذ اللہ، اللہ تبارک
 و تعالیٰ کے برابر ہو۔ اور اسی کو آپ کے اعلیٰ حضرت نے بھی کفر لکھا ہے۔ اس لئے شیخ رحمہ کی اس عبارت
 کا وہ مطلب تو ہو ہی نہیں سکتا۔ لہذا اس کا مطلب بھی یہی ہوگا کہ جو علوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب
 تھے وہ تمام حضور کو حاصل تھے۔ اور اس کی نظیر خود قرآن عزیز میں موجود ہے۔ مگر بلقیس کے متعلق ارشاد
 ہوتا ہے ”وَأُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ“ اور اس کو ہر چیز دے دی گئی تھی۔“

ظاہر ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا بھر کی تمام چیزیں اس کو دے دی گئی تھیں۔ کیونکہ ہمارے
 فاضل مخاطب ہی اس کے یہاں نہیں تھے، یہ پنڈال بھی یقیناً اس کو نہیں دیا گیا تھا۔ بس جس طرح اس آیت
 کریمہ کا سب کے نزدیک یہ مطلب ہے کہ جو چیزیں بحیثیت ملکہ ہونے کے اس کی شان کے مناسب تھیں وہ تمام
 اس کو دے دی گئی تھیں۔ اسی طرح اس عبارت کا بھی یہی مطلب ہے کہ جو علوم بحیثیت سید الانبیاء ہونے
 کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب تھے وہ کل کے کل حضور کو حاصل تھے اور اس کا کسی کو انکار
 نہیں۔ دوسرے یہ کہ شیخ رحمہ کی عبارت کا اگر وہ مطلب لیا جائے گا تو خود حضرت شیخ رحمہ کے مسلک کے خلاف ہوگا
 کیوں کہ ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قیامت ہی کا علم نہیں مانتے۔
 اس کے بعد میں کہتا ہوں کہ اگر آپ شیخ کو مانتے ہیں تو چلئے بس اس کی تصانیف پر فیصلہ رکھ لیجئے۔ ہم اس کے
 لیے بالکل تیار ہیں۔ کسی کو ثلاث مقرر کر کے بس حضرت شیخ۔ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کتاب
 ہی سے فیصلہ کر لیجئے۔ میں اس کی تحریر بھی دے سکتا ہوں۔ آپ بھی ایک تحریر لکھ دیں۔

مولوی حشمت علی صاحب : بزرگو! آپ نے دیکھ لیا مولوی صاحب عاجز ہیں۔ میرے
 سوالات کا ہرگز جواب نہیں دے سکتے۔ میرے تیس سوالات قاہرہ یہ ہیں۔ (اس کے بعد فہرست پڑھ کر سنائی
 اور کہا) بیابانوں کا کوئی ذرہ، دریاؤں کا کوئی قطرہ ایسا نہیں جس کا علم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ہو
 مولوی صاحب بہت سی آیتیں اور حدیثیں پڑھ چکے ہیں۔ اب میں بھی نمونہ کے طور پر ایک حدیث پڑھ کر سناتا
 ہوں۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

عن عبد الرحمن بن عائش قال قال
 رسول الله صلى الله عليه وسلم
 حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں
 نے اپنے رب عزوجل کو بہترین صورت میں دیکھا

رأيت رب عز وجل في احسن
 صورة قال فيما يختصم الملا
 الا على قلت انت اعلم قال فوضع
 كفه بين كتفي فوجدت بردها
 بين شدي فعلمت ما في السموات
 والارض -

اس نے فرمایا کہ فرشتے کس چیز میں جھکڑے ہیں؟
 میں نے عرض کیا کہ آپ ہی خوب جانتے ہیں۔ پس
 اللہ نے اپنا دست قدرت میرے شانوں کے بیچ
 میں رکھ دیا پس میں نے اس کا اثر اپنے سینے میں محسوس
 کیا۔ پس میں نے جان لیا اس کو جو آسمانوں اور زمین
 میں ہے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہو گیا کہ حضور کو تمام آسمانوں اور زمین کا علم ہے شیخ محدث دہلوی اسی
 کے تحت میں فرماتے ہیں۔

” پس دانستم ہرچہ در آسمانها و ہرچہ در زمین بود عبارت است از حصول تمامہ علوم جزوی
 و کلی و احاطہ آل ؟

یعنی میں نے جان لیا تمام ان چیزوں کو جو آسمانوں اور زمینوں میں تھیں اور اس سے مراد تمام
 علوم جزوی و کلی کا حاصل ہونا اور اس کا احاطہ کرنا ہے۔

مولوی صاحب ! میں ایسی حدیثیں بہت سی پیش کر سکتا ہوں۔ لیکن پہلے آپ ہمارے تیس سوالوں کا
 جواب دیجئے ہم جب علم غیب پر بحث کریں گے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد خطبہ سنونہ) سے

لأنه اس بُت کو انتخاب کر کے
 کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

میں اپنے ان عنایت فرما کا دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے آج آخری وقت اپنی ساری جماعت کی
 لاج رکھنے کے لئے ہمارے ضدی فاضل مخاطب کو نہ معلوم کس خاص دباؤ سے اڈلہ پیش کرنے پر مجبور کر دیا کاش
 ہمارے وہ عنایت فرما کل ہی سے اس طرف توجہ فرماتے ۔

ہزاروں فتنوں پر بھی جھنک کی
 تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

ہمارے فاضل مخاطب نے مسئلہ علم غیب سے بچنے کے لئے بہت کچھ ہاتھ پیر پھینکے۔ انکل سٹکل تیس سو سوالات کی فہرست بھی تیار کر لی جن کی حقیقت ہر سمجھ دار سمجھ سکتا ہے۔ لیکن جف القلم بھاہو کا تن۔ وہی ہوتا ہے جو خدا چاہتا ہے۔ بالآخر جبراً قرآن مسئلہ علم غیب کی طرف آنا ہی پڑا۔

بہر کیف مولوی صاحب نے اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے جو حدیث پڑھی ہے اگرچہ از روئے شرائط مناظرہ مجھ کو اس کا جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ کیوں کہ وہ نص قطعی نہیں ہے۔ اور شرائط میں یہ طے ہو چکا ہے کہ ہر فریق استدلال میں یا کتب عقائد پیش کرے گا یا نصوص قطعیہ۔ لیکن میں بطور احسان مولوی صاحب کی اس دلیل کا جواب دیتا ہوں۔ مگر پہلے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ حدیث کس زمانے کی ہے؟ کیا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات شریف سے محض اکیسی روز پیشتر یہ فرمایا تھا؟

مولوی حسنت علی صاحب : اھمڈ ! مسلمانوں نے دیکھ لیا کہ میں نے ایک حدیث پیش کی کی تھی جس کا جواب مولوی صاحب کچھ نہیں دے سکے۔ یہ فرماتے ہیں کہ صاحب نص قطعی نہیں ہے۔ ارے مولوی صاحب ! آپ نص قطعی کے معنی بھی نہیں جانتے۔ مجھ سے کہتے ہیں کہ اس حدیث کا زمانہ بتا دو۔ دیکھا تم نے مسلمانو ! جب میں نے دلیلیں پیش کر فی شروع کر دیں تو اب مولوی صاحب بھاگتے ہیں۔ ارے صاحب یہاں علم غیب کی بحث ہے یا زمانے کی؟ جو زمانہ آپ بتلا دیں گے وہی ہمیں بھی تسلیم ہے آپ ہی بتا دیجئے کہ یہ حدیث کس زمانہ کی ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) میرے محترم ! اس لفاظی سے یہاں کام چلنا دشوار ہے آپ کے یہ ظاہری الفاظ آپ کی لاعلمی پر پردہ ڈالنے کے لئے کافی نہیں۔ یہاں کی پبلک اتنی نا سمجھ نہیں کہ لہی کھلی ہوئی باتوں کو بھی نہ سمجھے۔ اگر جناب کو اس حدیث کا زمانہ معلوم نہیں ہے تو مجھ کو اس کی تحریر دے دیجئے کہ ہم کو معلوم نہیں جو زمانہ تم بتلاؤ گے وہ ہم کو بھی تسلیم ہوگا۔

مولوی حسنت علی صاحب نے یہ تحریر دی۔

در اس حدیث کا جو زمانہ مولوی منظور حسن صاحب بتلا دیں گے وہ ہم کو بھی تسلیم ہوگا۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) آپ حضرات ہمارے مخاطب صاحب کی علی لیاقت

کے نمونے کل سے دیکھ رہے ہیں۔ جب کوئی علمی سوال کیا جاتا ہے تو ہمارے فاضل مخاطب یہی فرماتے ہیں کہ اس کا جواب تم ہی دے دو۔ ہم ہی سائل اور ہم ہی مجیب۔ لیکن ہم اپنے محترم دوست کی خاطر اس کے لئے بھی تیار ہیں۔

کیوں نہ ٹھہریں ہدفِ نادک سیداد کہ ہم
خود اٹھ لالتے ہیں جو تیر خطا ہوتا ہے

خیاب میں بتلاتا ہوں کہ یہ واقعہ شب معراج کا ہے۔ اس حدیث کو ابن جریر نے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے اور اس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

فقلت یا رب انک اتخذت ابراہیم	یعنی حضورؐ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے
خلیلا و کلمت موسیٰ تکلیما	پروردگار آپ نے ابراہیمؑ کو خلیل بنایا۔ اور موسیٰؑ
و فعلت و فعلت قال الم اشرح لك	سے کلام کیا اور یہ کیا اور یہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے
صدرك الم اضع عنك وزرک	فرمایا کیا ہم نے تمہارا شرح صدر نہیں کیا۔ کیا ہم
الم افعل بك الم افعل فافضنی	نے تمہارا بار نہیں اتارا۔ کیا یہ نہیں کیا۔ کیا یہ نہیں کیا۔
الی اشياء لم یؤذن لی ان	پس مجھ کو چن چنیزیں بتلائیں جن کو تم سے بیان کرنے
احد ثکموها قال فذاک قولہ فی	کا مجھ کو حکم نہیں دیا گیا۔ پس یہی اللہ تعالیٰ کا فرمان
کتابہ ثم دنی فتدلی فکان قاب	ہے قرآن عزیز میں۔ ثم دنی فتدلی
قوسین او ادنی فاوحی الی	فکان قاب قوسین او ادنی فاوحی
عبده ما اوحی ما کذب الفؤاد	العبده ما اوحی ما کذب
ما رای النر	الفؤاد ما رای النر

اس روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ شب معراج میں پیش آیا ہے۔ اور معراج ہجرت سے بھی پہلے مکہ معظمہ میں ہوئی ہے لہذا یہ حدیث وفات شریف سے ساہ سال پیشتر کی ہوئی۔ اور آپؐ خود اس زمانہ میں علم غیب نہیں مانتے بلکہ وفات شریف سے محض اکیاسی روز پہلے مانتے ہیں۔ لہذا آپ کے ہی بیان

بیان کردہ مطلب کے اعتبار سے یہ حدیث خود آپ کے مذہب کے ہی مخالف ہے۔ لہذا پہلے آپ خود اس کا جواب دیں اس کے بعد ہم سے جواب لیں۔

انجھا ہے پاؤں یا رکاز لفظ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

مولوی صاحب ! کاربوزینہ نیست بخاری۔ دلیل پیش کرنا ہر ایک کا کام نہیں۔ مستدل بننے کے لئے کچھ علم کی بھی ضرورت ہے۔ اور وہ نصیب دشمنان۔

مولوی حشمت علی صاحب : لو بھائیو ! میں بھی حدیثیں پیش کرتا ہوں۔

۱ : عن ثوبان قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله زوى لى الارض حتى رايت مشارقها ومغاربها

حضرت ثوبان رض سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا۔ یہاں تک کہ میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھ لیا۔



۲ : عن حذيفة قال قام فينا رسول الله صلى الله عليه وسلم مقاما ما ترك شيئا يكون في مقامه ذلك الى قيام الساعة الا حدث به حفظه من حفظه و نساه من نساه

حضرت حذیفہ رض سے مروی ہے کہ میں نے کھڑے ہوئے ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں چھوڑی آپ نے کوئی چیز جو ہونے والی تھی اس مقام میں قیامت تک مگر یہ کہ آپ نے اس کو بیان کر دیا۔ یاد رکھا اس کو اس نے جس نے یاد رکھا اور بھول گیا اس کو جو بھول گیا۔



مولوی صاحب ! ہمارے پاس حدیثیں بہت ہیں۔ لیکن پہلے آپ اپنا اسلام تو ثابت کر دیجئے۔ دیکھئے آپ کا کفر ثابت ہو چکا ہے یا تو آپ علماء دیوبند سے علیحدگی ظاہر کیجئے یا توبہ کر کے مسلمان ہو جائیے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ سنونہ) حاضرین ! ہمارے فاضل مخاطب کی اس دلیری کو ملاحظہ فرمائیں۔ باوجودیکہ یہ طے ہو چکا ہے کہ استدلال بس کتب عقائد یا نصوص قطعیہ پیش کئے جائیں گے۔ لیکن آپ برابر اخبار و احادیث پیش کر رہے ہیں۔ میں جناب مولوی رحمہ اللہ صاحب کو توجہ دلاؤں گا کہ وہ اپنے دلیل کو شرائط کی پابندی پر مجبور کریں۔ شرط نمبر ۲ کے الفاظ یہ ہیں۔

» ہر فریق کا فرض ہوگا کہ وہ نفس مسئلہ پر استدلال یا مسئلہ کتب عقائد اہلسنت سے کرے یا نصوص قطعیہ سے۔ لہذا اگر کوئی فریق استدلال میں دوسری قسم اڈلہ پیش کرے گا تو فریق مخالف کو حق ہوگا کہ وہ اس کا جواب اس وقت تک نہ دے جب تک کہ مسئلہ سے یہ تحریر نہ لے لے کہ » میں اپنا مدعا نصوص قطعیہ اور مسئلہ کتب عقائد اہلسنت سے ثابت نہیں کر سکتا «

لہذا اس قرارداد کے مطابق میں جناب مولوی رحمہ اللہ صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے دلیل کو مجبور کریں کہ وہ استدلال میں نصوص قطعیہ یا کتب عقائد پیش کریں یا مجھ کو تحریر دیں کہ ہم اپنا عقیدہ نصوص قطعیہ اور کتب عقائد اہلسنت سے ثابت نہیں کر سکتے۔ اس کے بعد میں پھر ان کی ان دلیلوں کا بھی جواب دوں گا اور انشاء اللہ تبارک و تعالیٰ ان حدیثوں کو آپ کے عقیدہ سے بال برابر بھی تعلق نہیں۔

مولوی حشمت علی صاحب : واہ صاحب واہ ! آپ حدیثیں پیش کریں تو وہ نصوص قطعیہ ہو جائیں اور ہم پیش کریں تو وہ نص قطعی نہ ہو۔ یہ کہاں کا قاعدہ ہے پہلے آپ نص قطعی کے معنی تو بتلا دیجئے۔ آپ بے کار وقت ضائع مت کیجئے۔ ہماری دلیلوں کا جواب دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) میں سمجھ نہیں سکتا کہ اس وقت ہمارے فاضل مخاطب ناواقف کی وجہ سے ایسی لاعلمی کی باتیں کر رہے ہیں یا جان بوجھ کر انجام بن رہے ہیں۔

فان كنت لا تدري فتلك مصيبة

وان كنت تدري فالمصيبة اعظم

میرے محترم ! نص قطعی اس کو کہتے ہیں جس کا تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونا یقینی اور قطعی ہو۔ اور اس

کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ قرآن عزیز کی آیت ہو کیوں کہ سارے قرآن عزیز کا تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونا ایسی یقینی اور قطعی ہے کہ جس میں کچھ شبہ نہیں۔ اور اگر آج کوئی شخص قرآن عزیز کی آیت کے متعلق بھی یہ کہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نہیں تو وہ بالاتفاق امت کا فر اور مرتد ہے۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی ایسی حدیث ہو جس کے راوی اس کثرت سے ہوں کہ اس کے فرمان رسول ہونے میں کسی قسم کا شبہ نہ رہے۔ یعنی حدیث متواتر ہو۔

اب تک جو دلیلیں آپ نے پیش کی ہیں ان میں نہ کوئی آیت قرآنی ہے نہ حدیث متواتر۔ اب معلوم ہوا جناب کو نص قطعی کس کو کہتے ہیں۔

رہا جناب کا یہ فرمانا کہ تم بھی احادیث پیش کرتے ہو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کچھ اللہ میں نے استدلال میں ابھی تک کوئی حدیث پیش نہیں کی جو دلیل پیش کی ہے وہ قرآن عزیز کی آیت سے پیش کی ہے۔ ہاں تائید کے طور پر البتہ ضرور دو حدیثیں پیش کی ہیں۔ اگر جناب کو تائید اور استدلال کا فرق معلوم نہ ہو تو کسی پڑھے لکھے سے دریا کر لیجئے۔

تَعْلَمُ اِذَا كُنْتَ لَسْتَ بِعَالَمٍ فَمَا الْعِلْمُ اِلَّا عِنْدَ اَهْلِ التَّعْلَمِ
تَعْلَمُ فَاِنَّ الْعِلْمَ اَزَيْنَ لِلْفَتَى مِنْ الْحِلَّةِ الْحَسَنَاءِ عِنْدَ التَّكَلُّمِ

اس کے بعد میں بطور اتمام حجت آپ کی پیش کردہ دونوں دلیلوں کا جواب دیتا ہوں۔ بغور سنئے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو روایت جناب نے پیش کی ہے اس سے محض اس قدر ثابت ہوتا ہے

کہ کسی وقت اللہ تبارک و تعالیٰ نے ساری زمین کو سمیٹ کر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشاہدہ کرا دیا۔ ہمیں اس سے انکار نہیں۔ لیکن اس سے تمام ماکان و مایکون کا علم ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ اس سے محض اس قدر

لازم آتا ہے کہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مشاہدہ فرمایا تھا اس وقت جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہو اس

کا علم ہو گیا ہو۔ اور یہ تمام ماکان و مایکون کا کردار و حال سمجھ بھی نہیں۔ اس وقت میں بھی دنیا میں نہیں تھا۔ آپ

بھی نہیں تھے۔ یہ پنڈال بھی نہیں تھا۔ پھر ماکان و مایکون میں عرش کرسی، لوح و قلم، ملائکہ وغیرہ سب ہی داخل

ہیں اور اس حدیث میں محض زمین کا ذکر ہے۔ پھر جس قدر کا علم لازم آتا ہے اس کا بھی تفصیلی نہیں۔ کیونکہ روایت

دیکھنے کے لئے علم تفصیلی لازم نہیں۔ اس وقت آپ کہہ سکتے ہیں کہ شاید میں جس قدر پھول ہیں وہ میں دیکھ رہا ہوں۔ لیکن اگر کوئی آپ سے دریافت کرے کہ اس میں کتنے پھول ہیں؟ تو آپ محض اس دیکھنے کی وجہ سے نہیں بتا سکتے جب تک ان کو شمار نہ کریں۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب مشرکین مکہ کے ردبر و حضور نے معراج کا ذکر فرمایا۔ اور بیت المقدس کی سیر کا ذکر کیا تو بطور امتحان انہوں نے بیت المقدس کے متعلق چند سوالات کئے۔ حضور سرور عالمؐ فرماتے ہیں کہ ان کے سوالات سے میری طبیعت متردد ہوئی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بیت المقدس کو حضور کے سامنے کر دیا۔ حضور اس کو دیکھ دیکھ کر ان کے سوالات کا جواب دیتے تھے۔ پس اگر دیکھ لینا علم تفصیلی کے لئے کافی ہوتا ہو تو دوبارہ بیت المقدس کو سامنے کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ معلوم ہوا کہ مشاہدہ کے لئے علم تفصیلی لازمی نہیں۔

اور یہی جواب تقریباً اس معراج والی حدیث کا کچھ جس میں فعلمت ما فی السموات والارض آیا ہے۔ اس سے بھی ماکان و مایکون نہیں نکلتا۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت جو کچھ زمین و آسمان میں تھا اس کا علم اجمالی ہو گیا۔ اور ظاہر ہے کہ اس وقت دنیا کی بہت سی چیزیں نہیں تھیں۔ اشعة اللمعات کے الفاظ سے خود یہ بات نکلتی ہے کہ محض وہی چیزیں مراد ہیں جو اس وقت موجود تھیں چنانچہ بشع کی عبارت میں لفظ ”بود“ اس کو بتلارہا ہے۔ پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ علم تفصیلی ہی ہو۔

تیسری روایت جو آپ نے حضرت حذیفہ رضی کی پڑھی ہے اس کا مطلب بھی ہرگز یہ نہیں کہ حضور نے تمام ماکان و مایکون بتلادیا۔ بلکہ اس کا مطلب یہی ہے کہ قیامت تک جو دین میں فتنے ہونے والے تھے ان سب کو حضور نے بیان فرمادیا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تو بیان کیا ہی نہیں ہوگا کہ شراب اس طرح بنائی جاتی ہے۔ جو یوں کھینچا جاتا ہے۔ مرقیوں کیا جاتا ہے۔ فلاں دقت زید غسل خانہ میں جائے گا۔ فلاں دقت پائخانہ میں۔ فلاں شخص کی داڑھی میں اتنے بال ہوں گے۔ فلاں شخص کے سر پر اتنے بال ہوں گے۔ فلاں دقت منجھل کے بازار میں گندم کا یہ نرخ ہوگا۔ سو کا یہ نرخ ہوگا۔ فلاں جگہ نبیب کا درخت ہوگا اس درخت میں اس قدر پتے ہوں گے۔ ہر پتے میں اتنی رگیں ہوں گی۔

الغرض میرے نزدیک کوئی عقل مند اس کو گوارہ نہیں کرے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر پڑھ کر دنیا

بھر کی ان خرافات کو بیان کیا ہو۔ حضور کی شان اس سے بہت زیادہ اعلیٰ و ارفع ہے بلکہ یہ کہنا ایک درجہ میں شان نبوت کی توہین کرنا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان خرافات کے بتانے کے لئے تشریف نہیں لائے تھے۔ حضور سرور عالم خود فرماتے ہیں: ”من حسن اسلام المرء تركه مالا يعنيه“ آدمی کے دین کی خوبی یہ ہے کہ وہ غیر مفید باتیں نہ کرے۔ پس یہ کیسے ممکن ہے کہ دوسروں کو تو بے کار باتوں کے ترک کرنے کا حکم دیں اور خود منہ پر چڑھ کر ایسی بے کار باتیں بیان کریں جس سے کوئی دینی فائدہ ہو نہ دنیوی۔ الغرض یہ عقلاً بھی ناممکن ہے کہ حضور نے اس مجلس میں دنیا بھر کی یہ خرافات بیان کی ہوں۔ اور نقلاً بھی۔ پھر ابو داؤد شریف کی روایت نے اس کو بالکل ہی صاف کر دیا ہے۔ ابو داؤد شریف میں انہی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی یہی روایت ہے اور اس کے الفاظ اس موقع پر یہ ہیں۔

”والله ما ترك من قائل فتنه يبلغ من ثلثائة فصاعداً“

یعنی حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم حضور نے اس بیان میں کسی فتنہ پر باز کو نہیں چھوڑا جس کے متبعین تین سو یا زیادہ ہو جائیں گے۔

اسی روایت سے صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے بڑے بڑے فتنوں میں سے کوئی ایسا نہیں چھوڑا جس کا ذکر نہ کیا ہو۔ اور یہ ہم کو بھی تسلیم ہے۔ اس کا ایک قرینہ یہ بھی کہ عام محدثین اس حدیث کو کتاب الفتن ہی میں بیان کرتے ہیں۔ دوسرا قرینہ یہ ہے کہ یہی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ قیامت کے علم کی نفی کی بھی روایت کر رہے ہیں۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الساعة فقال علمها عند ربي عز وجل لا يجليها لوقتها الا هو الحديث.	جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے وقت کے بارے میں سوال کیا گیا۔ حضور نے فرمایا کہ اس کا علم اللہ ہی کو ہے وہی اس کو اس کے وقت پر ظاہر کرے گا۔
--	---

(روایت کیا اس کو امام احمد نے)

(رواہ احمد)

الغرض ان وجوہات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ حضور نے تمام ماکان و مایکون

کو بیان فرمایا۔ اسی وجہ سے حضرت شیخ عبدالحی صاحبؒ اس حدیث کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”یعنی نگذاشت دریں مقام بیچ چیزے راز و قانع کہ شرفی است تا روز قیامت“

اس سب کے علاوہ یہ کہ ان میں کوئی حدیث بھی ایسی نہیں جس میں الکیا سی روز کا ذکر ہو۔ پھر ان کو اپنے دعوے کی دلیل میں پیش کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی قل ھو اللہ شریف پڑھ کر کہہ دے کہ اس سے علم غیب ثابت ہو گیا۔

میں امید کرتا ہوں کہ حاضرین ہمارے مخاطب صاحب کی تینوں دلیلوں کا جواب پوری طرح سمجھ گئے ہوں گے اگر مولوی صاحب نے ان جوابات کی طرف توجہ فرمائی تو بہت ضرورت پھر عرض کروں گا۔ پانچ آیتیں بجز اللہ میں اپنی طرف سے پیش کر چکا ہوں۔ جن کا جواب ہمارے فاضل مخاطب نے قم کھانے کو بھی نہیں دیا ہے۔ اب چھٹی آیت سنئے۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ ۖ إِنَّا

كُنَّا صَادِقِينَ ۚ قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ

اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ - المائدہ ۲۶

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب جامع البیان ارقام فرماتے ہیں۔

قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ لَا يَعْلَمُ

الْأَوَّلُ - کہہ دیجئے کہ اس وعدہ کے وقت کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

حضرات میں چھ آیتیں پیش کر چکا ہوں اور مولوی صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر جرات ہو تو میری

دلیلوں پر کلام فرمائیں۔ یا شراط کی پابندی کرتے ہوئے کوئی نص قطعی پیش کریں۔

مولوی حشمت علی صاحب : حضرات گرامی آپ نے دیکھ لیا میرے سوالات بدستور ہیں۔ مولوی

صاحب نے ان کا کوئی جواب نہیں دیا۔ مولوی صاحب کہتے ہیں نص قطعی پیش کر دیجئے۔ میں نمونے کے طور پر ،

نص قطعی بھی پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ وَكَانَ

اللہ نے تم کو سکھا دیا جو تم نہیں جانتے تھے۔ اور اللہ

فضل اللہ علیک عظیما۔ کا آپ پر بڑا فضل ہے۔
 اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ حضور کو اللہ تعالیٰ نے تمام ماکان و مایکون کا علم دیا۔ واللہ اعلم۔
 اس تقریر پر جلسہ ختم ہو گیا اور دوسرے روز صبح کو ۹ بجے اس طرح جلسہ شروع ہوا۔

مناظرہ کا تیسرا دن

۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۲ھ یوم شنبہ

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ مسنونہ) آپ حضرات بار بار سن چکے ہیں کہ اس مناظرہ کا انعقاد مسئلہ غیب کے تصفیہ کے لیے ہوا ہے۔ شرائط میں طے ہو چکا ہے کہ اس مناظرہ کو دوسرے مسائل مختلف فیہا سے کوئی تعلق نہیں ہوگا، بلکہ یہ بھی طے ہو چکا ہے کہ جو فریق مسئلہ غیب سے باہر جائیگا اس کی مسئلہ شکست مانی جائے گی۔ (ملاحظہ ہو شرط نمبر ۱ و ۲)

الحمد للہ یہ اقراری شکست تو ہمارے حریف کو پہلے ہی روز سے ہو رہی ہے۔ اور خدا کا فضل ہے کہ ہمارے فاضل مخاطب کی کوئی تقریر ابھی تک ایسی نہیں ہوئی ہے جس میں آپ نے مسئلہ علم غیب سے باہر جانے کی کوشش نہ کی ہو۔ الاما شا اللہ۔ بہر حال کل بمشکل تمام ساری جماعت کے مجبور کرنے سے ہمارے مخاطب نے بھی مسئلہ علم غیب کو چھوڑنے اور بڑے زور شور سے تین حدیثیں پیش کیں۔ جن کے جواب کچھ اللہ ایسے کافی اور شافی دیتے ہیں کہ مولوی صاحب کو اس کے جواب میں ایک حرف کہنے کی بھی جرات نہیں ہوئی اور نہ انشاء اللہ العزیز ہوگی۔

اس کے بعد آپ نے چلتے وقت ایک آیت بھی پڑھی تھی۔ اس کے متعلق بھی میرا پہلا سوال یہی ہے جس کا جواب نہ ابھی تک آپ نے دیا ہے اور نہ انشاء اللہ آپ دے سکیں گے۔ یعنی یہ بتلائیے کہ یہ آیت کریمہ کس زمانے

سے اس آیت سے ہرگز یہ معلوم نہیں ہوتا بلکہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ جو امور دین سے متعلق تھے اور تم ان کو نہیں جانتے

تھے ہم نے وہ بتلا دیئے۔ یا یہ کہ اگلے لوگوں کی جو خبریں تم کو معلوم نہ تھیں وہ ہم نے بتلا دیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۱۱۳

میں نازل ہوئی ہے ؟ اگر جناب کو معلوم نہ ہو تو دس منٹ خراب کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ سیدھی بات کہہ دیں کہ مجھ کو معلوم نہیں پھر میں انشاء اللہ عرض کر دوں گا۔

مولوی حسمت علی صاحب : (ایک خطبہ طولانی کے بعد) حاضرین ! آپ نے دیکھ لیا کہ مولوی صاحب کے پاس نہ ہمارے سوالوں کا جواب ہے نہ ہماری دلیلوں کا۔ میں نے تین حدیثیں پیش کیں۔ ہمارے مخاطب صاحب نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ نص قطعی نہیں۔ اب جب میں نے نص قطعی بھی پیش کر دیا اور ایک کڑا سا کھڑا کر دیا تو اب مولوی صاحب اس کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے اور مجھ سے پوچھتے ہیں صاحب یہ بتا دو کہ یہ آیت کب نازل ہوئی ہے مولوی صاحب یہاں علم غیب پر مناظرہ ہے اس پر نہیں ہے کہ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ” کب نازل ہوئی۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) آپ نے جو اس تقریر میں اپنی خاص طرز میں میرے متعلق ایک نہایت گندہ جملہ استعمال کیا ہے اس سے قرآن عزیز کی بھی سخت توہین ہوئی ہے جو ایک سچے مسلمان کے دل کو پاش پاش کر دینے کے لئے کافی ہے۔ خدا توفیق دے تو آپ کو اس سے توبہ کر لینی چاہئے۔ میں اس کی شرح کر کے مسلمانوں کو سمجھانا بھی اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہوں۔ یہ آپ کی دولت آپ ہی کو مبارک۔

اس کے بعد میں آپ کی دلیل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ بحمد اللہ ! کل اور پرسوں کی بحث میں یہ بات تو آفتاب نیمروز کی طرح روشن ہو چکی ہے کہ کسی آیت یا حدیث کے متعلق یہ تحقیق و تدقیق کہ وہ کب نازل ہوئی ؟ کیوں نازل ہوئی ؟ مفسرین اور محدثین نے اس کے متعلق کیا لکھا ہے یہ سب ہمارے ہی حصہ میں آیا ہے۔ ہماری حریف جماعت اس نعمت سے محروم ہے۔

آپ تو کیا چیز ہیں میں آپ کی جماعت کے محدث مولوی رحمہ اللہ صاحب کو چیلنج دیتا ہوں کہ جو آیت یا حدیث پیش کی جاوے وہ اس کا زمانہ نزول و شان نزول بتلائیں یا میں بتلاتا ہوں۔ چلئے آج شانِ تحدیث

لے یہ ہے رضا خانیوں کا ایمان اور ان کی سیا سوز تہذیب ! آیات قرآنی کے ساتھ بھی یہ گستاخیاں۔ اسی ناپاک زبان سے کہا جاتا ہے کہ حضرات دیوبند معاذ اللہ توہین کرتے ہیں۔ انصاف ! انصاف ! لے اہل انصاف !!! انصاف !!! الحساب یوم الحساب۔

ہی کا امتحان سہی۔ (اس کو سن کر جب مولوی رحمہ اللہ صاحب سرنگوں ہو گئے تو مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا) لیجئے اب میں بتلاتا ہوں کہ۔ یہ آیت سلمہ کی ہے (درمنثور) اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً سات برس دنیا میں رونق افروز رہے ہیں۔ لہذا اس کو آپ کے دعوے سے کوئی تعلق نہیں۔ کیوں کہ آپ کا دعوے محض اکیاسی روز پیشتر کا ہے۔ اس سے پہلے آپ خود اس علم محیط کے قائل نہیں۔ دوسرے یہ کہ آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے۔

و اللہ تعالیٰ نے سکھلادیا آپ کو جو آپ نہیں جانتے تھے ۱

اگر آپ کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے تھے وہ کل سکھادیا۔ تو میں دریافت کرتا ہوں کہ آپ خود اس کے قائل کیوں نہیں۔ جب آیت کریمہ آپ کے نزدیک کل کو ثابت کرتی ہے تو پھر آپ کو محمد و د کرنے کا کیا حق ہے ؟

ہم پر تو یہ افتراء کہ معاذ اللہ علم نبوی گھٹانے کے لئے آیات کے معنی بدلتے ہیں اور اپنا یہ حال کہ بقول خود آیت کریمہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام علوم غیر متناہیہ ثابت کرے اور آپ محض ابتداء آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ کا علم محیط مانیں جو اس کا کروڑواں حصہ بھی نہیں۔ کہئے ! کس نے علم گھٹایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور کون اقراری و لمابی بنا ؟ ع
ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

اور اگر کہا جائے کہ آیت کریمہ کا یہ مطلب ہے کہ جن علوم کثیرہ کی تعلیم اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مناسب تھی وہ تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھادینے گئے تو وہ ہمارا عین مذہب ہے لہذا ہمارے مخالف نہیں اور آپ کو مفید نہیں کیوں کہ آپ کا دعوے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک کا علم تفصیلی محیط حاصل تھا۔ اور اس کا اس آیت کریمہ میں پتہ نشان بھی نہیں۔ بہر کیف آپ کی یہ دلیل دعوے پر منطبق نہیں۔

تیسرے یہ کہ اگر آپ کے نزدیک یہی الفاظ اس علم محیط کے ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں تو مجھے خطرہ ہے کہ کہیں آپ اپنی جدت پسند طبیعت سے کفار دشمنان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی یہ علم غیب نہ ثابت

کرنے لگیں۔ کیوں کہ یہی الفاظ قرآن عزیز میں ان کے حق میں بھی استعمال کئے گئے ہیں۔ سورۃ النعام میں یہود کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔ ”و علمتم ما لم تعلموا انتم ولا اباؤکم“ اور سکھلا دیا گیا تم کو جو نہیں جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادے“ (النعام ۶۱-۹۱)

تو کیا اب آپ ان دشمنان رسول کے لئے بھی یہ علم محیط مانیں گے۔ پھر تو آپ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ہی خوش کیا۔ اگرچہ مجھ کو ابھی اس آیت کریمہ کے متعلق بہت کچھ عرض کرنا ہے۔ کیوں کہ یہ آپ کے استاد العلماء مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی کی مایہ ناز دلیل ہے۔ لیکن سر درست اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں۔ اس کے بھائیوں آیت اور پڑھتا ہوں جس سے آفتاب نیمروز کی طرح معلوم ہو جائے گا کہ جمیع ماکان و مایکون میں سے بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے لئے خاص کر لیا ہے اور مخلوق میں سے کسی کو اس کا علم نہیں عطا فرمایا۔ قال اللہ تعالیٰ۔

وعنده مفاتيح الغيب لا يعلمها الا هو۔ الآية (النعام ۵۹-۶۰)
اسی کے علم میں ہیں مفاتيح الغيب، نہیں جانتا ان کو اس کے سوا کوئی۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں خود حضرت سرور کائنات فخر موجودات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مفاتيح الغيب خمس لا يعلمها الا الله
ان الله عنده علم الساعة و
ينزل الغيث ويعلم ما في الارحام
وما تدري نفوس ماذا تكسب عندا
تدري نفوس باي ارض تموت ان
الله علیم خبير۔

مفاتيح الغيب پانچ چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ ہی کو قیامت کا علم ہے۔ اور وہی (اپنے علم سے) نازل کرتا ہے بارش کو اور وہی جانتا ہے اس کو جو رحم مادر میں ہوتا ہے اور کسی کو خبر نہیں کہ میں کل کیا کروں گا۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ کہاں مردوں گا۔ اللہ ہی جانتے والا خبر دہے۔

رواہ البخاری عن ابن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
روایت کیا اس کو امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے۔

اس روایت سے صاف معلوم ہو گیا کہ اس آیت کریمہ میں مفاتح الغیب سے یہ پانچ چیزیں مراد ہیں۔ اب حضورؐ کے ارشاد کے مطابق آیت کریمہ کا یہ مطلب ہو گیا۔

» اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہیں یہ پانچوں چیزیں۔ اس کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا ۳
اصول تفسیر میں یہ مسئلہ طے ہو چکا ہے کہ اگر کسی آیت کریمہ کی تفسیر خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو جائے تو اس کے مقابلہ میں کسی کی تفسیر مسموع نہ ہوگی۔ اور جو تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر سے ٹکرائے گی وہ ہرگز تسلیم نہیں کی جائے گی بلکہ ٹھکرا دی جائے گی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں صحابہ رض کا مرتبہ ہے۔ لہذا اگر کسی آیت کریمہ کی تفسیر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے کلام سے دیکھا جائے گا۔ پس اگر اس کی تفسیر کسی صحابی رض سے پایہ ثبوت کو پہنچ جائے تو اس کے مقابلہ میں غیر صحابی کی تفسیر قابل اعتبار نہ ہوگی۔

الحمد للہ کہ اس آیت کریمہ کی تفسیر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے جیسا کہ بخاری شریف کی روایت سے معلوم ہو گیا۔ اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے بھی۔ چنانچہ سید المفسرین سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مفاتح الغیب کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

هكَ خَمْسَ اَنْبَاءٍ اَللّٰهُ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ مفاتح الغیب وہی پانچ چیزیں ہیں جو لقمان کی آیت
وَيَنْزِلُ الْغَيْثَ الْحَيَّةَ (درنثور) میں مذکور ہیں۔ (درنثور)

اسی کے قریب قریب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھی الفاظ ہیں۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ قرآن دانی میں صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جماعت میں جس طرح سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خصوصیت حاصل ہے اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ایک امتیاز حاصل ہے۔ ان کو قرآن دانی کی سند خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکار سے ملی ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ
يَقُولُ خُذُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةِ فرماتے تھے حاصل کرو (علم) قرآن ان چار سے عبداللہ

من عبد الله ابن مسعود و سالم و بن مسعود سے اور سالم اور معاذ اور ابی بن کعب

معاذ و ابی بن کعب سے۔

نیز اسی بخاری شریف میں خود حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان موجود ہے۔

والله الذی لا اله غیرہ ما انزلت
سورة من کتاب الله الا انا اعلم ابن
انزلت لا آية من کتاب الله الا
انا اعلم فیما انزلت ولو اعلم احدا
اعلم منی بکتاب الله تبلیغیہ
الابل لركبت الیہ۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔
نہیں نازل ہوئی کوئی سورۃ قرآن عزیز کی مگر میں جانتا
ہوں کہ وہ کہاں نازل ہوئی ہے۔ اور نہیں نازل
ہوئی کوئی آیت قرآنی مگر مجھ کو علم ہے کہ وہ کس
بارے میں نازل ہوئی ہے اور اگر میں سمجھتا کسی کو اپنے
سے زیادہ قرآن دان اور پہنچا سکے مجھ کو دباں تک
اونٹ تو البتہ میں سوار ہی ہو کر اس کے پاس پہنچتا۔

حاضرین کو ان دونوں روایتوں سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
قرآن عزیز کی تفسیر میں کس درجہ خاص امتیاز حاصل ہے۔

پس جب اس آیت کریمہ کی یہ تفسیر خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عبد اللہ ابن عباس و
حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ثابت ہو گئی۔ تو اب کسی مدعی اسلام کو سرتابی کی گنجائش نہیں۔
من شاء فلیؤمن و من شاء فلیکفر قد تبین الرشید من الغی۔
حق آفتاب نیروز کی طرح ظاہر ہو چکا۔ اب جس کا جی چاہے سرکار ابد قرار آقائے نامدار جناب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا غلام اور صحابہ رض کا سچا تبع بن کر نجات ابدی حاصل کرے۔ اور جس کا جی چاہے
آنکھیں بند کر کے جہنم کا راستہ لے۔ اللہ کی حجت تمام ہو چکی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مولوی حسرت علی صاحب : آپ نے اپنی تقریر میں یہ کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی تفسیر کے مقابلہ میں ہر ایک کی تفسیر ٹھکرا دی جائے گی۔ میں اس کی تحریر لینا چاہتا ہوں۔

مولانا محمد منظور صاحب : میں نے عرض کیا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر

سے جو تفسیر ٹکرائے گی وہ ہرگز تسلیم نہیں کی جائے گی بلکہ ٹھکرا دی جائے گی۔ اسی کی میں تحریر بھی دے سکتا ہوں۔
اس کے بعد اس مضمون کی تحریر بھی دے دی گئی۔

مولوی حسنت علی صاحب : مولوی صاحب ! آپ تو بکچھے آپ نے یہ صریح کلمہ کفر کہا ہے۔
اے صاحب ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تو خدا کی تفسیر بھی ہے آپ اس کو بھی ٹھکرا دیں گے۔ اور
جب آپ تفسیر کو ٹھکرا دیں گے تو کیا قرآن شریف میں ٹھکرا نہیں لگے گی۔ قرآن شریف بھی تو تفسیر میں لکھا ہوا ہوتا
ہے آپ کو توبہ کرنی چاہئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد خطبہ) حضرات میں نے عرض کیا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی تفسیر سے جو تفسیر ٹکرائے گی وہ ہرگز تسلیم نہیں کی جائے گی۔ بلکہ ٹھکرا دی جائے گی۔ ہمارے فاضل
مخاطب فرماتے ہیں کہ یہ صریح کلمہ کفر ہے تجھ کو اس سے توبہ کرنی چاہئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے فاضل مخاطب
صاحب اس تفسیر کو بھی سینہ سے لگائیں گے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر سے ٹکرائے گی۔
یا للتعجب ! زبانی محبت کا دعوے تو ایسا لمبا چوڑا اور دل کی یہ حالت۔ انا للہ وانا الیہ
راجعون۔

میرے محترم آپ کی شریعت میں یہ کلمہ کلمہ کفر ہوگا ہمارے نزدیک تو یہ عین ایمان ہے۔ قرآن عزیز
فرماتا ہے۔

فلا وربك لا يؤمنون حتى
يحكموك فيما شجر بينهم ثم
لا يجدوا في انفسهم حرجا مما
قضيت ويسلموا تسليما۔ (النساء ۶۵)

یہ لوگ اس وقت تک مومن کہلانے کے مستحق نہیں
جب تک آپ کے فیصلہ کے ساتھ تسلیم خم
نہ کریں۔ اور دل و زبان سے آپ کے منقاد و
مطیع نہ ہوں۔

ایک آیت کے معنی جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیئے تو اب اگر کوئی شخص اس
کے خلاف معنی بیان کرے تو ایک مومن کا فرض ہے کہ وہ ان کو ہرگز تسلیم نہ کرے بلکہ ٹھکرا دے۔ ہاں یہ ایک ہی
کہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے سوا خدا کی تفسیر بھی ہے۔ مہربان من ! آپ کے نزدیک خدا اور

خدا کے رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیریں دو دو ہوں گی۔ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر دہی خدا کی ہے۔ قرآن عزیز نے بہانگ دہل فرمادیا۔

”و ما یطق عن الہوی انت ہوالا وحی یوحی“

مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

گفتہ او گفتہ الشہود

گرچہ از حلقوم عبد الشہود

جناب کا یہ فرمانا کہ ”جب تفسیر میں ٹھوکر ماری جائے گی تو قرآن شریف میں بھی ٹھوکر لگے گی“ آپ

کی علمیت پر بھی کافی روشنی ڈالتا ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک ان کا غذا اور پٹھوں کا نام تفسیر ہے۔

مہربان من! تفسیر کے معنی ہیں قرآن شریف کے معانی کو کھولنا اور بیان کرنا۔ (دیکھو حواشی جلالین شریف

وغیرہ) اور اس کا نہ ماننا ہی اس کو ٹھکرا دینا ہے۔ ٹھکرا دینے سے جوتی کی ٹھوکر مراد لینا آپ کی خوش فہمی ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر میرے قول کو حدیث صحیح کے مخالف پاؤ تو اس کو دیو

پر مار دو۔ تو شاید جناب تو اپنی خوش فہمی سے یہی سمجھیں گے کہ قول امام کوئی ڈھیلا یا پتھر ہوگا جس کو دیو پر

پھینک دیا جائے گا ع

بریں عقل و دانش بہاید گریست

اسکے بعد گزارش ہے کہ میں نے جناب کی دلیل پر جو اعتراضات کئے ہیں ان کے جوابات سے سکدوش

ہو جتے۔ اور اگر ان اعتراضات کا لا جواب ہونا جناب کو بھی تسلیم ہو تو پھر دوسری دلیل پیش کیجئے۔

مولوی حشمت علی صاحب : بیجئے اب آپ کی دلیلوں کا جواب دیتا ہوں۔ آپ نے جو ابھی

آیت پڑھی ہے اس میں علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے۔ حضور کو ان پانچوں چیزوں کا علم بعطاء خداوندی حاصل تھا

مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ

اور عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم

وسلمو صعدا احدا و ابو بکر و عمر

و عثمان فرجف بهم فضر به
برجله فقال اثبت احد فانما عليك
نبي و صديق و شهيدان ۔
ایک روز اُحد پہاڑ پر تشریف لے گئے وہ ہمیت
سے لرزے لگا۔ حضرت نے ایک ٹھوکر ماری اور کہا
رک جا۔ کیوں کہ تجھ پر ایک نبی اور ایک صدیق اور
دو شہید ہیں۔

اگر آپ کو آئندہ کے واقعات کا علم بے طائر الہی بھی نہیں تھا تو پھر آپ نے حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان
غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت کی خبر کیسے دے دی۔ اسی شکوۃ شریف میں ہے۔
عن سهل ابن سعد رضى الله
صلى الله عليه وسلم قال يوم خيبر
لا عطين هذه الراية عند ارجل يفتح
الله على يديه الحديث ۔
یعنی حضور نے غزوہ خیبر کے روز یہ فرمایا کہ میں یہ جھنڈا
کل ایک ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ
فتح دے گا الخ

دیکھئے اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ حضور کل کی ہونے والی باتوں کو بھی جانتے تھے۔
نیز ایک آیت پیش کر چکا ہوں اور دوسری اب سنئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
وما هو على الغيب بضنين ۔ اور نہیں ہیں وہ غیب پر بخیل۔

یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب کی باتیں بتلانے میں بخیل نہیں۔ پیارے مسلمانو! جب
جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خود علم غیب نہ ہوگا وہ دوسروں کو غیب کی باتیں کیا بتلائیں گے۔ لہذا اس
آیت سے بھی معلوم ہو گیا کہ حضور کو علم غیب تھا۔
مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) حضرات گرامی! میں نے اپنے فاضل مخاطب سے

۱۔ اس آیت کریمہ سے علم محیط ثابت کرنا محض نادانی ہے۔ اس کا مطلب تو طرف یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کو جو باتیں ہم بذریعہ وحی تعلیم فرماتے ہیں وہ ان کے بتلانے میں بخیل نہیں۔ تفسیر مدارک میں ہے۔ وما محمد علي

الوحي ببخيل ۔۔۔۔۔ ولا يكتتم شيئاً مما اوحى اليه ۱۲

عرض کیا تھا کہ آپ کی پیش کردہ دلیل پر میں نے جو تین اعتراض کئے تھے اگر ہو سکے تو ان کے جوابات دیجئے اور اگر ان کا لا جواب ہونا آپ کو بھی تسلیم ہو تو دوسری پیش کیجئے۔ الحمد للہ کہ ہمارے مخاطب صاحب نے ان کا لا جواب ہونا خود ہی تسلیم کر لیا۔ اور اس استدلال سے ایسی دست برداری دی کہ قسم کھانے کو بھی کسی اعتراض کا جواب نہیں دیا۔ پس حاضرین اس سے اندازہ کر لیں کہ ہمارے مخالفین کے دلائل کتنے زبردست ہیں۔ اور یہ اس دلیل کا حال ہے جس پر مولوی نعیم الدین صاحب کو ناز ہے ۴

بس قیاس کن ز گلستان من بہار مل

اب میں مولوی صاحب کی دوسری دلیل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اس دلیل پر بھی میرے تین اعتراض ہیں اگر ہو سکے تو نمبر وار جواب دیجئے۔

۱ : اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب پر بخیل نہیں ہیں“ میں دریافت کرتا ہوں کہ آپ کے نزدیک اس سے کل مغیبات مراد ہیں یا بعض۔ اگر کل مراد ہیں تو آپ خود کیوں کل مغیبات کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہیں مانتے اور کیوں حضور کے علم کو محدود کرتے ہیں۔ اور اگر بعض مراد ہیں تو ہمارے مخالف نہیں۔ لہذا اس آیت کریمہ کو ہمارے سامنے پیش کرنا اپنی جہالت کا ثبوت دینا ہے۔

۲ : آپ کا دعوئے یہ ہے کہ ابتداء آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک کے کل واقعات جزئیہ و کلیہ کا علم تفصیلی محیط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ اور اس آیت کریمہ میں نہ ابتداء آفرینش کا ذکر ہے نہ دخول جنت و دوزخ کا لہذا دلیل دعوئے پر منطبق نہیں۔

۳ : آپ کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ علم محیط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات شریف سے محض کیا اسی روز پیشتر عطا فرمایا گیا اور یہ آیت کریمہ ہجرت سے بھی پہلے مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اور اس کے نزول کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس بارہ سال سے بھی زیادہ دنیا میں رونق افروز رہے ہیں۔ پس اگر اس آیت کریمہ سے یہ علم محیط ثابت ہو گا تو ہجرت سے پہلے بھی ماننا پڑے گا۔ اور اس کے آپ خود بھی قائل نہیں۔

اس وقت انہی تین اعتراضوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ اگر آپ نے کچھ توجہ فرمائی تو پھر انشاء اللہ العزیز ثابت کر دوں گا کہ یہی آیت کریمہ اس کو بتلا رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز وہ علم غیب نہیں تھا جس

کے آپ حضرات قائل ہیں۔ لیکن اس کا کیا علاج کہ آپ بجائے جواب دینے کے اپنے استدلال ہی سے دستبردار ہو جاتے ہیں۔ اس مرتبہ آپ نے خلاف عادت میری پیش کردہ دلیل کی طرف بھی توجہ فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے نہ عطائی کی۔ اور ان پانچوں چیزوں کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعطائے خداوندی حاصل تھا۔

الحمد للہ کہ یہ جناب کو بھی تسلیم ہے کہ اس آیت کریمہ میں ان پانچوں چیزوں کے علم کی نفی کی گئی ہے۔ اب ہمارا، آپ کا یہ نزاع رہا کہ آپ کے نزدیک محض علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے اور میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ عطائی کی بھی نفی ہے۔

قرآن عزیز نے مومن کی یہ شان بتلائی ہے کہ وہ اپنے سارے اختلافات کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کراتے۔ اس لئے بس ہم بھی اپنے اس نزاع کا فیصلہ آقائے نامدار مدینہ کے تاجدار کے دربار سے کرائیں۔ لیکن یاد رہے کہ اس عالی دربار کے ناطق فیصلہ کے بعد اگر ذرا بھی چوں و چہرا کی گئی تو بس ٹھکانا جہنم میں ہے۔ سنتے۔ درمنثور میں ہے۔

اخرج سعيد بن منصور و
احمد و البخاری فی الادب
عن ربعی بن حراش رضی اللہ
تعالی عنہ قال حدثنی رجل من
بنی عامر انہ قال یا رسول اللہ
هل بقی من العلم شیء لا تعلمہ قال
لقد علمنی اللہ خیراً وان من
العلم ما لا یعلمہ الا اللہ الخمس
ان اللہ عندہ علم الساعة الآیہ

روایت کیا ہے سعید بن منصور اور امام احمد اور امام
بخاری نے ادب المفرد میں حضرت ربعی بن حراش
سے۔ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حدیث بیان کی ایک
شخص نے بنی عامر میں سے کہ میں نے عرض کیا یا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا علم میں سے کوئی ایسی بات
باقی رہ گئی ہے جس کو آپ نہ جانتے ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے
مجھ کو بہت کچھ خیر سکھایا اور بہ تحقیق ابھی علم میں سے
وہ بھی ہے جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

وہی پانچ چیزیں ہیں (اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے بطور استشہاد سورہ لقمان کی وہی آیت پڑھی
 ان اللہ عنده علم الساعة (الآیہ)۔

کہنے کیا اس روایت کے بعد بھی کسی با ایمان کو گنجائش رہتی ہے کہ وہ کہے کہ محض علم ذاتی کی نفی کی ہے
 عطائی کی نہیں۔ بحمد اللہ اس حدیث شریف نے صاف بتلادیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس
 آیت کریمہ سے علم عطائی کی نفی سمجھی ہے۔ لیکن آپ کے مولوی نعیم الدین صاحب ”الکلمۃ العلیا“ میں لکھتے
 ہیں کہ ”اس آیت سے علم عطائی کی نفی نکالنا ظلم ہے“

جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ معاذ اللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظالم تھے۔ سیدنا حضرت
 عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ظالم تھیں
 کیوں کہ انہوں نے بھی ان پانچوں چیزوں کے علم عطائی کی نفی کی ہے۔

کہاں ہیں حضرات علماء دیوبند اور مولوی محمد اسماعیل صاحب شہیدؒ کو برا کہنے والے آئیں۔ اور
 مولوی نعیم الدین صاحب کی اس دریدہ ذہنی کو ملاحظہ فرمائیں کیسے کیسے جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہما حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کو ظلم کا مرتکب بتا رہے ہیں۔ افسوس آج انہیں مولوی نعیم الدین صاحب کو کہا جاتا ہے
 استاذ العلماء، فقیہ الہند اور چناں اور چنیں سے

کار شیطان میکنہ نامش دلی
 گر دلی ایں است لعنت بر دلی

۱۔ اس لئے کہ سائل کا سوال علم عطائی ہی کے متعلق تھا۔ کیوں کہ وہ مسلمان تھا۔ اور حضور کے متعلق علم ذاتی کا اجماع
 کسی مسلمان بالخصوص صحابی رضی اللہ عنہما نہیں ہو سکتا۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے یہی معلوم ہوتا ہے جیسے کہ خط
 کشیدہ الفاظ سے ظاہر ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ رضا خانی روئداد میں بھی اس کو تسلیم کر لیا گیا ہے کہ اس حدیث میں علم عطائی
 کی نفی ہے۔ مگر بایں ہمہ آیت کے متعلق بھی لکھا گیا ہے کہ اس میں صرف ذاتی کی نفی ہے۔ ناظرین غور فرمائیں کہ یہ روئداد

نویں صاحب کی بدحواسی نہیں تو اور کیا ہے ۱۲

جبل اُحد اور غزوہ خیبر کی جو دو حدیثیں آپ نے پیش کی ہیں ان سے جزوی علم ثابت ہوتا ہے۔ ہم کو اس سے انکار نہیں۔ ہمارا دعوایہ یہ ہے کہ مد ان پانچ چیزوں کا علم کلی مخلوقات میں سے کسی کو عطا نہیں فرمایا گیا۔ یہ حدیثیں اس کے مخالف نہیں۔ الحمد للہ کہ جو دلیل آپ نے پیش کی تھی اس کا بھی شافی جواب ہو گیا اور میری دلیل کے متعلق جو گہرا فحاشی فرمائی تھی اس کی حقیقت بھی معلوم ہو گئی۔ والحمد للہ رب العلمین۔

مولوی حسرت علی صاحب : آپ کہتے ہیں کہ ان حدیثوں سے جز ثابت ہوتا ہے کل ثابت نہیں ہوتا (۳۱)۔ بتلایئے جز کسے کہتے ہیں۔ (۳۲)۔ اور کل کی کیا تعریف ہے۔ (۳۳)۔ کل اور جز میں کون سی نسبت ہے۔ آپ نے میری دلیل پر اعتراض کیا تھا کہ دلیل دعوے پر منطبق نہیں۔ (۳۴)۔ بتلایئے دلیل کسے کہتے ہیں۔ (۳۵)۔ دعوے کسے کہتے ہیں۔ (۳۶)۔ اور ان دونوں میں کیا فرق ہے۔ آپ بار بار مغیبات مغیبات بولتے ہیں۔ (۳۷)۔ بتلایئے یہ کیا لفظ ہے مغیبات یا مغیبات۔ (۳۸)۔ اور کیا صیغہ ہے۔ (۳۹)۔ اور اس میں کیا تعلیل ہوئی ہے۔ ؟

ہمارے تیس سوال آپ پر پہلے سوار ہیں اور نوویہ ہوئے۔ اب پہلے آپ ان اتنا لیس کتب جلال قاہرہ کو اپنے سر سے اتارئیے اس کے بعد علم غیب پر دلیلیں پیش کیجئے۔

صاحبو ! میں علم غیب پر دو آیتیں پیش کر چکا ہوں۔ اب تیسری اور پیش کرتا ہوں۔

عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ
احداً الا من ارتضیٰ من رسول۔
خدا عالم الغیب ہے نہیں اظہار دیتا اپنے غیب پر کسی
کو مگر جس کو پسند کر لے اپنے رسول سے لے

لے اور بعینہی جواب ان روایات کا ہے جو ان پانچ چیزوں کا علم ثابت کر لے کے لئے رضا خانی روئداد میں جا بجا مولوی احمد رضا خان صاحب وغیرہ کے رسالوں سے بڑھائی گئی ہیں۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت امام مہدی کے پیدا ہونے کی خبر دینا، حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے یہاں فرزند کے تولد کی خبر دینا۔ یا فتولین بدر کی قتل گاہیں دکھانا۔ یا قبل از قیامت ایک عالمیگر بارش کی خبر دینا۔ وغیرہ وغیرہ۔ فرض ان تمام روایات کا جواب اسی قدر کافی ہے کہ ان سے صرف جزئیات کا علم ثابت ہوتا ہے اور اس کے ہم بھی قائل ہیں۔ ہمارا دعوئی صرف یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں کا علم کلی کسی کو نہیں دیا گیا۔ خوب سمجھ لو۔ (بھیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

جب حضور بھی پسندیدہ رسول ہیں تو پھر ان کو بھی اطلاع دی ہوگی۔ لہذا آپ عالم الغیب ہوئے۔
مولانا محمد منظور صاحب : (بعد خطبہ) حضرات میں نے عرض کیا تھا کہ مولوی نعیم الدین صاحب
 مراد آبادی کی تحریر سے لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظالم ہوں۔ ہمارے فاضل و مجتہد
 نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔

اب انہی مولوی نعیم الدین صاحب کا دوسرا فتویٰ ملاحظہ ہو جس کا نشانہ محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 ہی نہیں بلکہ سارے انبیاء علیہم السلام ہیں۔ آیت کریمہ یوم یجمع اللہ الرسل الایہ پر کلام فرماتے
 ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ۔

” اس سے استدلال نہ کیا جائے کیوں کہ اس قسم کے انکار سورہ ادب پر محمول ہوتے ہیں “
 اور چونکہ یہ انکار تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ہے تو مولوی نعیم الدین صاحب کی اس عبارت
 کے مطابق معاذ اللہ کل انبیاء علیہم السلام بے ادب اور گستاخ ہوتے۔
 ہمارے بعض بھولے بھالے بھائی کہا کرتے ہیں کہ غلام دیوبند کی عبارتوں میں کچھ بے ادبی اور گستاخی تو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ۱۰ یہاں غیب سے وہی غیوب مراد ہیں جن کو رسالت سے کچھ تعلق ہو۔ تفسیر الرواسعود جو بعض حیثیات
 سے تفاسیر المسند میں بہترین تفسیر ہے۔ اس میں ہے ای رسولاً ارتضاه للاطلاع علی بعض غیوبہ المتعلقۃ
 برسالة..... تعلقاً تاماً..... اما لكونها مبادئ رسالة..... اولكونها أركانها و
 احكامها واما مالا يتعلق بها علی احد الوجهین من الغیوب اللتی من جملتها وقت قیام
 الساعة فلا یظهر علیہا احداً ابداً۔

یعنی ان غیوب پر پسندیدہ رسول کو اطلاع دیتا ہے جو اس کی رسالت سے پورا پورا تعلق رکھتے ہیں۔ خواہ اس طور
 پر کہ وہ معجزہ ہونے کی حیثیت سے رسالت کے موقوف علیہ ہوں۔ یا اس طور پر کہ وہ رسالت کے احکام و ارکان میں سے ہوں۔ اور
 جن غیوب کا تعلق رسالت سے نہ ہو۔ جیسے قیامت کا وقت خاص۔ پس اس پر کبھی کسی کو اطلاع نہیں دیتا۔ ۱۲

ہوگی ہی۔ آخر مولوی احمد رضا خان صاحب اد ان کے موافقین نے بلاوجہ تو ان کو بے ادب اور گستاخ بتایا ہی نہیں ہوگا۔ کیا وہ اپنی اس اٹکل سے یہاں بھی کام لیں گے۔ اور یہاں بھی یہی کہیں گے کہ صاحب انبیاء علیہم السلام نے کچھ نہ کچھ تو بے ادبی اور گستاخی کی ہی ہوگی تو بلاوجہ مولوی نعیم الدین نے بے ادب اور گستاخ بتایا ہی نہ ہو گا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مسلمانو! جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ظالم اور تمام انبیاء علیہم السلام کو بے ادب اور گستاخ بتائے اس سے کیا بعید ہے کہ حضور کے غلاموں کو کافر، مرتد بتائے۔ یہ ہے ان لوگوں کا ایمان جس پر دوسروں کی تکفیر کی جارہی ہے۔ مولوی صاحب دیکھا! کافروں کا کفر یوں ثابت ہوتا ہے۔

آپ نے شمار بڑھانے کے لئے جو تفسیری دلیل پیش کی ہے اس پر بھی میرے تین اعتراض ہیں۔
۱: اگر آپ کے نزدیک اس کا یہ مطلب ہے کہ کل غیب پر برگزیدہ رسول کو اطلاع دی جاتی ہے۔ تو آپ کے مذہب کے بھی مخالف ہے۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ بعض مغیبات پر اطلاع دی جاتی ہے جس کا تفسیر مدارک و معالم التنزیل والبالسعود وغیرہ میں لکھا ہے تو ہمارے مخالف نہیں۔

۲: آیت کریمہ میں ابتدائے آفرینش اور دخول جنت و دوزخ کا ذکر نہیں۔ اور وہ آپ کے دعویٰ میں داخل ہے۔

۳: آیت کریمہ میں کیا سی یا بیاسی روز کا کچھ پتہ نشان نہیں بلکہ یہ آیت بھی مکی ہے لہذا آپ کے عقیدہ سے محض بے تعلق ہے۔

آپ دلیوں کی شمار بڑھا کر میری نقل اتارنا چاہتے ہیں۔ مہربان من! علی باتوں کی نقل کے لئے بھی کچھ علم کی ضرورت ہے۔ کاربوز مینہ نیست بخاری ۷

وللزنبور والبازی جمیعا لدی الطیران اجنحة وخفق

ولکن بین ما یصطاده باز وما یصطاده الزنبور فرق

آپ مجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ کل اور جز کی کیا تعریف ہے اور اس میں کیا نسبت ہے۔ دلیل اور دعویٰ کی کیا تعریف ہے اور ان میں کیا فرق ہے یہ لفظ مغیبات ہے یا مغیبات۔ یہ سوالات کسی مناظر کے سامنے

پیش کرنے کے نہیں کسی طالب علم سے دریافت کیجئے گا۔ اور اگر اس وقت جواب لینے کا شوق ہے تو بھگدائے اس وقت بھی وہ طلبہ موجود ہیں جو آپ کے ان سوالوں کے جوابات دینے کی اور اسی قسم کے دوچار سوال آپ سے بھی کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ اگر آپ فرمائیں تو کھڑی دیر کے لئے انہی کو کھڑا کر دیا جائے۔ اور اگر مجھ سے ہی دریافت کرنا ہے تو مناظر کی حیثیت سے نہیں طالب علم کی حیثیت سے سوالات کیجئے اور جوابات لیجئے۔

مولوی حسرت علی صاحب : آپ لوگوں نے دیکھ لیا کہ چھ سوال میں نے منطق کے کئے تھے۔ مولوی صاحب ان کا کچھ جواب نہیں دے سکے اور یہ فرماتے ہیں کہ طالب علم بن کر سوال کر دو۔ ارے مولوی صاحب ! آپ ہمیں شاگرد بنانا چاہتے ہیں۔ آپ کے بڑوں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شاگرد بنایا ہے۔ آپ کے مولوی خلیل احمد صاحب نے لکھا ہے کہ حضور کو اردو زبان دیوبندیوں سے سیکھ کر آگئی۔ (۴۰) بتائیے کہ جو شخص حضور کو دیوبندیوں کا شاگرد بتائے اس نے حضور کی توہین کی یا نہیں ؟ اور وہ کافر ہوا یا نہیں ؟

انتالیس سوال ہمارے پہلے تھے اور ایک یہ ہوا۔ آپ ان چالیس سوالوں کا جواب دیجئے۔ حاضرین ! اب ہمارے مخاطب صاحب کا اسٹاک تو خالی ہو گیا۔ اب مجھ سے دلیلیں سنئے۔ میں علم غیب پر تین دلیلیں پیش کر چکا ہوں چوتھی یہ ہے۔

ماکان اللہ لیطلعکم علی الغیب نہیں ہے اللہ اس واسطے کہ تمہیں اطلاع دے غیب پر

۱۔ یہ حضرت مرحوم پر افتراء محض ہے جس کی جزا رضا خانیوں کو انشاء اللہ مرنے کے بعد قبر میں اور حشر کے بعد جہنم میں ملے گی اور اگر کسی احمق نے یہ مضمون اس خواب سے تراشا ہو جو براہین کے ساتھ پر درج ہے تو یہ اس کی حماقت ہے جس سے حضرت مولانا بری ہیں اول تو اس کے اور اس کے مضمون سے کوئی نسبت نہیں۔ دوسرے یہ کہ عالم رویا پر اس عالم کے احکام جاری کرنا اصول شریعت سے ناواقفی ہے۔ بعض حضرات اولیاء کرام سے مروی ہے کہ انہوں نے خواب میں جناب اللہ تبارک و تعالیٰ کو مجسم دیکھا ہے۔ ان پر کیا فتوے ہو گا۔ مزید تفصیل اور رضا خانیوں کے اس بہتان کا دندان شکن و دبانہ وز جواب حضرت مولانا محمد منظور صاحب

مدظلہ کی کتاب ”سیفِ یمانی“ میں ملاحظہ ہو ۱۲

۲۔ بیشک کافر بلکہ کفر ہے لیکن یہ تو فرمایا کہ بریلی کے پاگل خانہ کے سوا ایسی کجواں کرنے والا کہیں ملے گا بھی یا نہیں ؟ ۱۳

ولكن الله يجتبي من رسله من
لیکن وہ چن لیتا ہے جس کو چاہتا ہے اپنے رسول
یشاء میں سے۔

پانچویں دلیل سنئے۔ قرآن شریف میں ہے۔ ”خلق الانسان علمه البيان“
معالم التنزیل میں ہے۔

ای خلق محمدا صلی اللہ علیہ وسلم و علمہ البیان ما کان
دما یكون۔

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا اور جو کچھ کہہ چکا اور جو کچھ کہہ گا اس سب کا علم ان کو عطا فرمایا۔
اس تقریر پر جلسہ برخواست ہو گیا۔ اور شام کو اس طرح مناظرہ شروع ہوا۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد خطبہ سنونہ) حاضرین کرام ! اس مبارک جلسہ کا یہ آخری اجلاس
ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اس کے بعد آپ حضرات کو حق و باطل میں امتیاز کرنے کا ایسا موقع نہ ملے لہذا میں درخواست
کرتا ہوں کہ آپ حضرات اس وقت انتہائی توجہ سے کام لیں اور یہ تمیز کریں کہ کس کے ہاتھ میں قرآن عزیز ہے لہذا
نبویہ کس کی حقانیت کی شہادت دے رہی ہیں۔ صحابہؓ و تابعینؓ و دیگر سلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
کا دامن کس کے ہاتھ میں ہے۔ نام کی دلیلیں تو ہر باطل سے باطل فرقہ کے پاس ہوتی ہیں۔ لیکن قابل قبول دلیل وہی
ہوتی ہے جو عقل و نقل کی کسوٹی پر کھنے کے بعد اس قابل ثابت ہو۔ آپ حضرات مشاہدہ فرما رہے ہیں کہ اس وقت

لے اس سے علم محیط ثابت کرنا محض جہالت ہے۔ تفسیر جامع البیان میں ہے۔ ولكن الله تعالى يجتبي من

رسله من يشاء فيخبره ببعض المغيبات ۱ ص ۶۴۔ یعنی اللہ تعالیٰ برگزیدہ رسولوں کو بعض
عیوب کی خبر دیتا ہے۔

۲ یہ تفسیر نہایت مروج ہے۔ چنانچہ صاحب معالم نے بہت سے اقوال نقل کرنے کے بعد انہیں اس کا ذکر کیا ہے۔

اور خازن نے بلفظ ”قل“ اس کو تعبیر کیا ہے جو اعلیٰ درجہ کے ضعف کی دلیل ہے۔ اس کی واضح تفسیر وہ ہے جو جلالین شریف

میں مذکور ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جنس انسان کو پیدا فرمایا اور اس کو گویائی دی۔

تک ہمارے فاضل مخاطب نے جس قدر نام نہاد دلیلیں پیش کی ہیں بھگدائے ان کے کئی کئی جوابات دیتے گئے ہیں جن پر ہمارے فاضل مخاطب صاحب کو ایک حرف کہنے کی بھی جرأت نہیں ہوئی اور نہ انشاء اللہ العزیز ہو گی اور خاکسار نے اہلسنت کی طرف سے جو اذکار قاہرہ پیش کئے ہیں بفضلہ تعالیٰ ہمارے فاضل مخاطب قسم کھانے کو بھی ان کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔

میں نے آیت کریمہ **وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشُّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ** پیش کی اور تفسیر مدارک سے اس کے معنی بیان کئے۔ وہ بھگدائے لاجواب رہی۔ بعد ازاں میں نے

**يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أَحْبَبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا
أَنْتَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ**

پیش کی اور اس کی تفسیر حضرت خواجہ محمد دوم علی مہتممی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے یہ بیان کی کہ ہمیں دلوں کا حال معلوم نہیں۔ وہ بھگدائے اس وقت تک لاجواب رہے اور انشاء اللہ العزیز قیامت تک لاجواب رہے گی۔ ان کے علاوہ میں نے چار آیتیں کل اور بھی پیش کی تھیں وہ بھی بھگدائے اس وقت تک لاجواب ہیں۔ آج ساتویں آیت صبح پیش کی تو ہمارے مخاطب صاحب نے بڑی جرأت کر کے فرمایا کہ اس میں علم ذاتی کی نفی ہے۔ احمدا اللہ کہ میں نے خود آنحضرت سرور کائنات فخر موجودات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ثابت کر دیا کہ عطائی کی بھی نفی ہے۔ اور پھر حضرت عبداللہ بن عباس و حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اقوال سے بھی اس کا ثبوت یا جیسے جواب میں ہمارے مخاطب صاحب ایک حرف بھی نہ کہہ سکے۔ صبح آخری تقریر میں آپ نے شمار بڑھانے کے لئے دو دلیلیں پیش کی تھیں۔ جن میں سے پہلی کا بعینہ وہی مضمون ہے جو آپ کی تیسری دلیل کا تھا۔ لہذا جو تین اعتراض خاکسار نے اس پر وارد کئے تھے وہ یہاں بھی وارد ہوتے ہیں۔ اس لئے پہلے ان اعتراضات کے جوابات دے کر اس دلیل کو اپنے دعوے پر منطبق کیجئے بغیر اس کے ان آیات کریمہ کو اپنے دعوے کی دلیل میں پیش کرنا بالکل ایسا ہی ہوگا جیسے کہ کوئی شخص علم غیب کے ثبوت میں قل ہو اللہ شریف پڑھ کر سنا دے۔

علیٰ ہذا آپ کی پانچویں دلیل بھی دعوے پر منطبق نہیں۔ کیوں کہ اگر اس تفسیر کو دوسرے ملتزم الصقۃ، مفسرین کی تفسیروں کے مقابلہ میں صحیح اور راجح بھی تسلیم کر لیا جائے تو زیادہ سے زیادہ اس سے یہ ثابت ہوگا

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے تعلیم فرما دیا جو کہ ہو چکا اور جو کہ ہو گا۔ لہذا یہاں بھی وہی سوال وارد ہو گا کہ اس سے کل مراد ہے یا بعض۔ اگر کل مراد ہے تو تمہارے بھی مخالف۔ اور بقول مولوی احمد رضا خان صاحب محال عقلی و شرعی۔ اور اگر بعض مراد ہے یعنی وہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب ہے تو وہ ہمارے مخالف نہیں وہ بعینہ ہمارا مذہب ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ آیت کریمہ بھی مکی ہے لہذا اگر بفرض اس سے یہ علم محیط ثابت ہو تو ہجرت سے بھی پہلے ماننا پڑے گا اور آپ وفات شریف سے محض اکیاسی روز قبل مانتے ہیں۔ مولوی صاحب ایسی دو تین اعتراض کجہ اللہ آپ کی ساری دلیلوں کا خاتمہ کر دینے کے لئے کافی ہیں۔ اگر کسی دلیل میں کچھ نبض باقی ہو تو فرمائیے تاکہ کچھ اور عرض کر دیا جائے۔ اس کے بعد اب آٹھویں دلیل سنئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرماتے ہیں

يَسْئَلُ النَّاسُ عَنْ السَّاعَةِ قُلْ

انما علمها عند الله الآية

لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں قیامت کے وقت

خاص، کے بارہ میں فرما دیجئے۔ بس اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔

(احزاب - رکوع ۸)

اسی آیت کے تحت میں تفسیر جلالین شریف میں ہے اِنْت لَا تَعْلَمُهَا یعنی تم اس کو نہیں جانتے۔ نویں دلیل سنئے۔

وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ اِلَيْهِ تَرْجَعُونَ

بس اسی کو ہے قیامت کا علم اور اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔

(زخف پارہ ۲۵ - رکوع ۶)

تفسیر جامع البیان میں ہے۔ وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ لَا عِنْدَ غَيْرِهِ یعنی اسی کے پاس ہے علم قیامت نہ اس کے غیر کے پاس۔ (ص ۴۰۸)

دسویں دلیل ملاحظہ ہو۔

اِلَيْهِ يَرْدُ عِلْمُ السَّاعَةِ (الآية)

اللہ ہی کی طرف پھیرا جاتا ہے قیامت (کے وقت)

(م السجدہ : ۴۱ = ۴۲) کا علم۔

اس آیت کے تحت میں علامہ جلال الدین فرماتے ہیں۔ لَا يَعْلَمُهُ غَيْرُهُ " اس کے سوا اس

کو کوئی نہیں جانتا : (ص ۳۹۸)

معلوم ہوا جناب کو کہ اہلسنت کے خزانہ عامرہ میں ابھی کیسے کیسے اَدلہ قاهرہ ہیں۔ ذرا جواب دینے کی تو ہمت کیجئے۔ ابھی تو دس ہی آیتیں پیش کی گئی ہیں اگر آپ نے ہمت کی اور وقت ملا تو انشاء اللہ چالیس آیات کریمہ سے آپ کے اس خانہ ساز عقیدہ کی حقیقت و اشکاف کی جائے گی۔

صبح آپ نے بجز وکل، دعویٰ و دلیل کی تعریفیات دریافت کر کے اپنی منطق دانی پر بھی کافی روشنی ڈالی تھی جس کی داد اگر آپ ہمت کرتے تو طلبہ ہی سے اچھی ملتی۔ لیکن خیر آپ کی منطق دانی تو ان سوالات ہی سے معلوم ہو گئی اب میں ایک بات دریافت کرتا ہوں جس کو کچھ معمولی سا تعلق منطق سے بھی ہے۔ آپ سے تو سوال سمجھنے کی بھی امید نہیں۔ لہذا مولوی رحمہ اللہ صاحب سے گزارش ہے کہ وہ جواب مرحمت فرمائیں لیکن جواب سے پہلے درو کی بشرط لاشنی اور لا بشرط شنی والی بحث کو بھی یاد کر لیں۔

سوال یہ ہے کہ۔ آیت کریمہ ”فلا ینظر علی غیبہ احد ا الاٰیۃ“ و آیت کریمہ ”ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب الاٰیۃ“ میں سلب عموم ہے یا عموم سلب یا سلب مخصوص اور بہر تقدیر استثناء متصل ہے یا منقطع ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب کے علاوہ اگر کوئی اور صاحب بھی جواب دینے کا شوق رکھتے ہوں تو ان کو بھی

اجازت ہے۔

جناب نے صبح کی تقریر میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مرحوم مغفور پر ایک بہتان یہ گھڑا تھا کہ معاذ اللہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علماء دیوبند کا شاگرد بتایا ہے۔ یہ آپ کا جیتا جاگتا افتراء ہے۔ اگر میں ایسی ہی حیا داری پر اتر آؤں تو کہہ سکتا ہوں کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے خدائے قدوس کو اپنا شگرد بتایا ہے۔ آپ کو خدا کا خوف کرنا چاہئے دنیا میں ہمیشہ رہنا نہیں ہے۔

مولوی حشمت علی صاحب : آپ حضرات دیکھ رہے ہیں کہ میرے سوالات چالیس ہو چکے ہیں مولوی صاحب ان کا کچھ جواب نہیں دیتے۔ ارے مولوی صاحب آپ یہاں جواب دیں یا نہ دیں آپ کو خدا کے یہاں جواب دینا پڑے گا۔ کیا آپ کو گنگوہی، تھانوی صاحبان کی محبت حضور سے زیادہ ہے ؟ آپ کہتے ہیں

کہ حشمت علی نے ہماری دلیلوں کا کچھ جواب نہیں دیا۔ اب میں آپ کی سب دلیلوں کا جواب دیتا ہوں۔ آپ نے ”وما علمناہ الشعر“ پڑھی تھی اس کا میں نے کل ہی جواب دے دیا تھا کہ یہاں شعر سے شعر منطقی مراد ہے اور علم سے ملکہ مراد ہے۔

”یوم یجمع اللہ الرسل“ کا مطلب آپ نے نہیں سمجھا وہ تو انبیاء علیہم السلام بطور ادب کے انکار فرمائیں گے۔ ورنہ ان کو علم تو ظاہر و باطن و دونوں کا ہے۔ باقی جو آیات آپ نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے پڑھی ہیں ان سب میں علم ذاتی کی نفی ہے۔

اب لیجئے مجھ سے دلیلیں۔ سنئے قرآن شریف میں ہے۔

”لَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا“ (بقرہ ۱۲۳)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور اپنی امت کے اعمال کی شہادت دیں گے۔ پس جب تک آپ کو علم نہ ہوگا شہاد کیے دے سکتے ہیں۔ لہذا اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ حضور کو امت کے تمام اعمال کی خبر رہتی ہے۔ اور سنئے ! قرآن شریف میں ہے۔

مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَى وَلَكِنْ تَصْدِيقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلُ كُلِّ شَيْءٍ
یہ کتاب کوئی گھڑی ہوئی کتاب نہیں۔ اس میں اگلی کتابوں تصدیق اور ہر شے کی تفصیل ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن شریف میں ہر چیز کی تفصیل ہے تو آپ کو بھی ہر چیز کا علم ہوگا۔

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا رحمہ اللہ صاحب قبلہ مدظلہ میرے سوالات کا جواب دیں۔ ارے مولوی صاحب وہ تو ہمارے استاد ہیں۔ میرے سامنے تو آپ کا یہ حال ہے وہ تو آپ کی دھجیاں اڑا دیں گے۔ مولوی صاحب آپ کا خصم تو میں ہوں آپ کو ان سے کیا واسطہ۔ بتلانیے عام کسے کہتے ہیں، خاص کی کیا تعریف ہے۔ اور ان میں کون

لہ مفسرین المسنت نے اس آیت کے تحت میں تصریح فرمائی ہے کہ یہاں ”کل شیء“ سے وہی چیزیں مراد ہیں جن کا علم

دینی حیثیت سے ضروری ہے۔ چنانچہ تفسیر جلالین شریف ص ۳۱۸ پر ہے ”کل شیء یحتاج الیہ فی الدین“ یہی مضمون

تفسیر جامع البیان۔ تفسیر مدارک۔ تفسیر کبیر۔ تفسیر بیضادی وغیرہ میں بھی موجود ہے ۱۲

سی نسبت ہے۔ ۹۔

حاضرین! آپ یاد رکھیں میرے سوالات تین تالیس ہو چکے۔ مولوی صاحب نے کسی کا بھی جواب نہیں دیا ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : حاضرین جلسہ ! میرے منہ میں بھی زبان ہے۔ میں بھی اپنے امجد ایک

نفس رکھتا ہوں۔ مولوی صاحب کی سخت کلامی کے جواب میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ بھی میری عنایت ہے کہ میں نے مولوی

رحم الہی صاحب کی پیرائہ سالی پر رحم کر کے آپ کو ان کی بجائے قبول کر لیا ہے۔ ورنہ درحقیقت میں مولوی رحم الہی

صاحب کا خصم تھا اور آج سے تقریباً چار ماہ قبل تین روز برابر درو میں مولوی رحم الہی صاحب کا خصم رہا ہوں

اور اب آپ کا خصم ہوں۔ یہاں آپ سے مناظرہ محض دن میں کرتا ہوں اور وہاں مولوی رحم الہی صاحب سے

رات میں بھی کیا کرتا تھا۔ خود مولوی صاحب موصوف اس کی شہادت دے سکتے ہیں۔ لیکن واللہ میں اس سوجھ بوجھ

طرز گفتگو کو ہرگز اپنی شان کے شایان نہیں سمجھتا۔ یہ بازاری باتیں آپ ہی کو مبارک۔ لہذا میں اس کا انتقام خدا کے

سپر دکر کے حافظ شیرازیؒ کی زبان میں وہی عرض کروں گا۔

بدم گفتی و خرمندم عفاک اللہ نکو گفتی

جواب تلخ می زبید لب لعل شکر خارا

اس کے بعد جناب کی دلیلوں کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ پہلی آیت سے بقول آپ کے محض یہ ثابت ہوتا

ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی ذریعہ سے اعمال امت کی اطلاع ہوتی ہے۔ حاضرین غور فرمائیں کہ اس کو

ہمارے مخاطب صاحب کے دعوے سے کیا تعلق ہے۔ دعوے تو اتنا طویل و عریض کہ دنیا کے ذرہ ذرہ کا سمندر

کے قطرہ قطرہ کا۔ درختوں کے پتہ پتہ کا۔ دریاؤں کی مچھلی، مینڈک۔ اور زمین کے ہر ایک کیڑے مکوڑے کی ہر حرکت

وسکون کا۔ حتیٰ کہ پاخانہ و پیشاب وغیرہ وغیرہ کا علم تفصیلی محیط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات شریف سے

اکیاسی روز قبل عطا فرمایا گیا۔ اور دلیل یہ کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اعمال امت کی اطلاع کسی طریقہ

سے ہوتی ہے۔ پھر یہ بات جدا گانہ ہے کہ یہ اطلاع کب ہوتی ہے۔ اجمالی ہوتی ہے یا تفصیلی۔

معزز حاضرین ! غور فرمائیں کہ ہمارے فاضل مخاطب اس وقت کیسی صحیح نحو اسی سے کام لے رہے ہیں۔

دوسری دلیل آپ کی یہ ہے کہ قرآن شریف کے بارے میں تفصیلہ لکل شیء فرمایا گیا ہے

اس دلیل پر بھی میرے تین اعتراض ہیں۔

۱ : اگر آپ کے نزدیک اس کا یہ مطلب ہے کہ قرآن شریف میں ہر چیز کی تفصیل ہے خواہ وہ ادنیٰ ہو، یا اعلیٰ، دین سے متعلق ہو یا دنیا سے، شان نبوت کے مناسب ہو یا غیر مناسب۔ تو آپ خود اس کے قائل نہیں آپ محض ان اشیاء کا علم مانتے ہیں جو ابتدائے آفرینش عالم سے لیکر آخرت تک عالم وجود میں آئیں نہ اس سے قبل کی اشیاء کا نہ اس سے بعد کی اشیاء کا۔ لہذا اس صورت میں یہ آیت آپ کے بھی مخالف ہوگی۔

۲ : جس طرح اس آیت کریمہ میں قرآن عزیز کے بارہ میں تفصیلاً لکل شیء فرمایا گیا ہے اسی طرح توریت کے متعلق بھی سورۃ الفام میں ارشاد ہے۔

” ولقد اتینا موسیٰ الكتاب تماماً علی الذی احسن وتفصیلاً

لکل شیء ” (الانعام ۶، ۱۵۷)

پس آپ کے اصول پر لازم آئے گا کہ علوم قرآن و علوم توریت برابر ہوں۔ اور قرآن شریف میں کوئی بات توریت سے زیادہ نہ ہو۔ اور یہ یقیناً کفر ہے۔

۳ : پھر یہ بھی لازم آئے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف بس حضرت موسیٰ و عیسیٰ علی نبینا وعلیہما السلام کے برابر ہو زیادہ نہ ہو۔ اور یہ بھی کفر ہے۔

اس کے بعد میں چاہتا ہوں کہ جناب نے جو میرے ادلہ پر گہرا فحاشی فرمائی ہے اس کے متعلق بھی اخصاً کے ساتھ کچھ عرض کر دوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ شعر سے مراد بس شعر منطقی ہے اور علم سے مراد محض ملکہ ہے۔ میرے عرض کرتا ہوں کہ غلط اور محض غلط ہے۔ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کی غلطی پرست ہوں۔ تفسیر ابن کثیر میں بروایت حضرت حسن بصری ۷ روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز اس طرح شعر پڑھ رہے تھے

کفی بالاسلام والشیب للمرناہیا

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت یہ شعر اس طرح ہے۔

کفی الشیب والاسلام للمرناہیا

لیکن حضور نے پھر اسی طرح پڑھنا۔ (علی مافی الدر المنثور)

یہ دیکھ کر صدیق اکبر رضی و فاروق اعظم رضی نے فرمایا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ وہ خود فرماتا ہے ”وما علمناہ الشعر وما ينبغي له“

اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ اس آیت کریمہ میں شعر سے وہی مراد ہے جس کو عام اہل عرب شعر کہتے ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ محض ملکہ کی نفی نہیں۔ کیوں کہ ملکہ کو شعر گوئی میں دخل ہوتا ہے نہ کسی کا شعر نقل کرنے میں۔ آپ فرماتے ہیں کہ ”یوم یجمع اللہ الرسل الایۃ“ کا تو نے مطلب نہیں سمجھا۔ مہربانم ! میں عرض کر چکا ہوں کہ میرے نزدیک اپنی طرف سے کسی آیت کا مطلب بیان کرنا حرام ہے۔ میں نے اس آیت کا جو مطلب بیان کیا تھا وہ سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان کردہ ہے۔ اس آیت کے تفسیر کرتے ہوئے علامہ فخر الدین رازی رحمہ اللہ حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر نقل فرماتے ہیں۔ ”انما قالوا لا علونا“ یعنی انبیاء علیہم السلام نے جو اللہ تعالیٰ کے سوال کے جواب میں یہ فرمایا کہ۔ ”ہم کو علم نہیں“ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ان کے ظاہر و باطن دونوں کو جانتے ہیں اور ہم کو بس ان کی ظاہری باتوں کی خبر ہے لہذا آپ کا علم ان کے بارہ میں زیادہ نافذ ہوگا۔ اور اس مطلب کے متعلق لکھتے ہیں۔

”هو الاصح وهو الذي اختاره ابن عباس رضی“

کہ یہی زیادہ صحیح ہے اور یہی حضرت ابن عباس رضی کا مختار ہے۔

معلوم ہوا جناب کو کہ وہ مطلب کس عالی ذات کا بیان کردہ ہے ؟ مسلمانو ! اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صدیق اکبر رضی و فاروق اعظم رضی و ابن عباس رضی و ابن مسعود رضی اللہ عنہم کی اتباع کا نام ہی ناسمجھی اور گمراہی ہے تو شاہد رہو کہ اس ناسمجھی اور گمراہی کے ہم سوجان سے خریدار ہیں۔ آپ کو آپ کے مولوی نعیم الدین صاحب مبارک ہوں اور ہم کو یہ حضرات قدسی صفات۔ ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارا حشر بھی ان کے غلاموں میں کرے۔

قیامت وغیرہ کے علم متعلق آپ کا یہ فرمانا کہ محض علم ذاتی کی نفی ہے آپ ہی کی جرات ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس اور صحابہ کرام و تابعین عظام تو ان آیات سے علم عطائی کی نفی فرمائیں جیسا کہ

میں ثابت کر چکا ہوں، اور آپ ان حضرات کے مقابلہ میں فرماتے ہیں کہ محض علم ذاتی کی نفی ہے۔
اب گیارہویں دلیل سنئے۔ اللہ تعالیٰ سورہ مدثر میں فرماتا ہے۔

» وما يعلم جنود ربك الا هو « (المدثر ۷۷، ۷۸، ۷۹)
» اللہ کے لشکروں (کی تعداد) کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا «
بارہویں دلیل ملاحظہ ہو۔

» يسئلونك عن الساعة ايان مرسها فيم انت من
ذكرها الى ربك منتهمها « (النزعت ۷۹، ۸۰، ۸۱)
مدارک التنزیل میں ہے۔

» الى ربك منتهمها، منتهمی علمها متى تكون لا يعلمها غيره «
یعنی وقت قیامت کے علم کی انتہاء اللہ تعالیٰ پر ہوتی ہے۔ اس کے سوا اس کو کوئی نہیں
جانتا۔ اور اسی کی مثل جلالین شریف میں ہے۔

مولوی حسرت علی صاحب : حضرات آپ نے سنا ! مولوی صاحب کہتے ہیں کہ حضورؐ کو شعر
کا علم نہیں تھا۔ میں ثابت کرتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کا علم تھا۔ بخاری شریف میں ہے کہ غزوہ حنین میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شعر پڑھا ۔

انا ابن عبد المطلب انا النبی لا کذب

جب آپ کو شعر کا علم نہ تھا تو حضورؐ نے یہ شعر کیسے پڑھا۔ آپ کہتے ہیں کہ حضورؐ کو دلوں کا حال معلوم
نہیں۔ دیکھئے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ لکھتے ہیں کہ حضورؐ کو اپنے امتیوں کے ایمان کے درجوں کی بھی خبر ہے
اور حضورؐ کو معلوم ہے کہ کون کس درجہ کا مخلص ہے۔ بتائیے ! شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سچے ہیں، یا
ابن عباسؓ؟

۱۔ جس وقت مولوی حسرت علی نے حضرت ابن عباسؓ کی شان میں یہ گستاخانہ کلمات بولے تھے تمام مسلمانوں کے رونگٹے کھڑے
(بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۲۶۴)

آپ کہتے ہیں کہ حضورؐ کو قیامت کا علم نہیں تھا اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ لکھتے ہیں کہ قیامت کا علم حضورؐ کو حاصل تھا۔ بتلانیے آپ کی مانیں یا شاہ عبدالعزیز صاحب کی۔ ہاں آپ تو کہہ ہی چکے ہیں کہ حضورؐ کی تفسیر کے مقابلہ میں ساری تفسیریں ٹھکرا دی جائیں گی۔ لہذا شاہ صاحب کی اس تفسیر کو بھی ٹھکرا دیجئے مولوی صاحب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی ہمارے پاس بہت سی دلیلیں ہیں۔ لیکن پہلے آپ اپنا اسلام تو ثابت کر دیجئے۔

میں مسلمانوں کے سنانے کے لئے ایک آیت پڑھتا ہوں۔

» وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تَبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ « (النحل، ۱۶، ۸۹)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں ہر چیز کا واضح بیان ہے لہذا حضورؐ ہر چیز کے عالم ہوئے آپ بار بار کہتے ہیں کہ دنیا کی باتوں کا علم حضورؐ کی شان کے مناسب نہیں۔ ارے صاحب میں پوچھتا ہوں کہ آپ کے نزدیک ان چیزوں کا علم اللہ کے لئے بھی مناسب ہے یا نہیں ؟ یا آپ کے نزدیک اللہ کو بھی ان باتوں کا علم نہیں۔ مولوی صاحب میرے سوالات پچاس کے قریب ہو چکے ہیں اب جلسہ ختم ہونے کو ہے خدا کی واسطے کسی کا جواب دیجئے۔ پھر ہم اور آپ کہاں ملیں گے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد خطبہ) برادران ملت ! یہ میری آخری تقریر ہے۔ سب سے پہلے میں شعر گوئی کے اس بہتانِ عظیم کا جواب دینا چاہتا ہوں۔ جو ہمارے فاضل مخاطب نے نص قطعی کی مخالفت کرتے ہوئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گھڑا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کے اس بہتان نے ،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ہو گئے تھے بلکہ بہت سے رضا خانیوں کو بھی سخت ناگواری ہوئی تھی۔ مگر خود مولوی حسنت علی پر کوئی اثر نہ ہوا اور باوجود حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی تذکیر کے آخر وقت تک مولوی حسنت علی نے ان الفاظ سے توبہ نہ کی۔ اللہ بڑا کرے اس ضد اور ہٹ کا کہ یہ انسان کو راہِ حق سے دور لے جاتی ہے ۱۲

۱۲ یہاں بھی وہی اشارہ مراد میں جن کی احتیاج دینی معاملات میں ہوتی ہے۔ مدارک میں ہے۔ تبیاناً لکل شئ من امور الدین۔ جلالین ص ۲۲۲ میں ہے یحتاج الناس الیہ من امور الشریعۃ وکذا فی جامع البیان ص ۲۲۳۔ اور ایسی تفسیر کبیر میں ہے ۱۲

مذہب مقدس کی مضبوط بنیادوں کو ہلا دیا ہے۔ اب آپ سے سبق حاصل کر کے دنیا بھر کے کفار کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاعر تھے اگر انہوں نے یہ فصیح و بلیغ قرآن بنا لیا ہو تو کیا عجب ہے۔

مولوی صاحب ! یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ دنیا سے اب حامیان اسلام اٹھ گئے۔ اس گئی گزری حالت میں بھی دین الہی کے ایسے خدام موجود ہیں جو دانا دشمنوں کی ان چیرہ دستیوں سے مذہب مقدس کی حفاظت کرنے کے لئے اگر اپنے ہاتھ میں تلوار نہیں تو منہ میں زبان رکھتے ہیں۔

سنئے۔ بخاری شریف سے جو ایک موزوں کلام آپ نے پڑھا ہے اس کو شعر کہنا ہی حماقت ہے۔ اصطلاح اہل عربیت میں اس قسم کے موزوں کلاموں کو رجز کہا جاتا ہے۔ دیکھو فتح الباری شرح بخاری وغیرہ۔ نیز عام مفسرین نے بھی اسی آیت کے تحت میں اس کی تصریح فرمادی ہے۔ علاوہ ازیں یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی وزن توڑ کر پڑھا تھا تاکہ شعر کی بوجھ نہ رہے۔ اور مخالفین اسلام کو لب کشائی کی گنجائش ہی نہ رہے۔ تفسیر مدارک شریف میں ہے۔ **عَلَيْهِ السَّلَامُ فَتَحَ الْبَاءُ فِي كَذِبٍ وَخَفَضَ الْبَاءُ فِي الْمَطْلَبِ**۔

آپ نے اپنی اس تقریر میں سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی توہین کر کے ہم مسلمانوں کا جودل دکھایا ہے اس کا انتقام ہم اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔ وہ تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں حضور تو عام صحابہ رضہ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

” مَنْ أَذَاهُمْ فَقَدْ أَذَانِي وَمَنْ أَذَانِي فَقَدْ أَذَى اللَّهِ ”

وَمَنْ أَذَى اللَّهِ فَيُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ اللَّهُ “

یعنی جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی۔ اور جس نے مجھ کو ایذا دی اس نے اللہ

تعالیٰ کو ایذا دی۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی قریب ہے کہ وہ اس کو دبوچ لے۔

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمہ پر آپ کا یہ افتراء ہے کہ وہ خلاف قرآن و حدیث قیامت کے وقت

کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حاصل مانتے ہیں۔ تفسیر عزیزی میں حضرت شاہ صاحب رحمہ نے

تصریح فرمائی ہے کہ - قیامت کے وقت کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ملے۔

اس کے بعد میں آپ کی اس نئی دلیل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اس پر بھی میرے وہی تین اعتراض ہیں جو اس سے پہلی تقریر میں عرض کر چکا ہوں۔ یعنی یہ کہ اگر کل اشیاء مراد ہیں تو آپ کے بھی مخالف اور اگر وہ اشیاء مراد ہیں جو دین سے متعلق اور شان نبوی کے مناسب ہوں جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے تو وہ لجینہ ہمارا مذہب ہے۔ نیز یہ کہ قرآن عزیز میں توریت کے متعلق بھی اس قسم کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں لہذا آپ کی تقریر کی بنا پر لازم آئے گا کہ علوم توریت و علوم قرآن مساوی ہوں و نیز علوم محمدی و علوم موسوی بالکل برابر ہوں۔ پہلے ان کے جوابات سے سبکدوشی حاصل کیجئے اس کے بعد استدلال کا نام لیجئے۔

حاضرین ! اس وقت تک کی بحث سے کچھ اللہ یہ تو آپ حضرات کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ ہمارے مخالفین کے پاس کمزور سے کمزور بھی کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے ان کا دعویٰ ثابت ہو۔ میرا ارادہ تھا کہ اتہاماً للحجۃ میں نمبر وار ان آیات کا صحیح مطلب بجا الہ تفاسیر بیان کرتا جو اس وقت تک ہمارے مخاطب صاحب نے تلاوت فرمائی ہیں۔ لیکن وقت کی تنگی کی وجہ سے اس کو اس وقت نظر انداز کرتا ہوں۔ ہاں مولوی صاحب کے اس مغالطہ کو رفع کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ -

”ہو علوم اللہ تبارک و تعالیٰ کی شان کے مناسب ہوں وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیر مناسب کیے ہو سکتے ہیں“

۱۔ ملاحظہ ہو تفسیر عزیزی پارہ مبارک ص ۳۶ و پارہ عقیدت ساعلون - سورۃ النازعات ص ۳۴، ۳۵

۲۔ ہم نے حاشیہ پر اختصار کے ساتھ مفسرین کی عبارتیں درج کر دی ہیں جن سے مولوی حسنت علی کی پیش کردہ آیتوں کا صحیح مطلب معلوم ہوتا ہے۔ پوری تفصیل ہمارے ناظرین حضرت مولانا محمد منظور صاحب مدظلہ کی بے نظیر اور لاجواب کتاب -

”بوارق الغیب“ حصہ دوم میں ملاحظہ فرمائیں۔

مہربانم ! مخلوق کو خالق عزوجل پر قیاس کرنا یہی تو وہ خام خیال ہے جس نے بہت سوں کو دہریہ ، اور بہت سوں کو مشرک بنادیا۔ قرآن عزیز نے اس باطل عقیدہ کا رد کرتے ہوئے صاف ارشاد فرمایا۔ لیس کمثلہ مشی ۔ اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں ۔ لہذا اس پر کسی کو قیاس کرنا پرلے درجہ کی حماقت ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا انسان کا فرض ، اور کسی مخلوق کی عبادت کرنا شرک اور کفر۔ مارنا اور جلانا اللہ تعالیٰ کے لئے مناسب اور سزاوار ، اور مخلوق کے لئے ہرگز سزاوار نہیں۔ اگر آج کوئی شخص کسی انسان کو مار ڈالے تو قانون رائج الوقت کی رو سے پھانسی کا مستحق ہے۔ انسان کو ہر حال میں ہر جگہ دیکھنا اللہ تعالیٰ کے لئے سزاوار ہے اور انسان کے لئے ہرگز یہ سزاوار نہیں کہ وہ دوسرے اپنے ہم جنسوں کو خاص خاص حالتوں میں دیکھے۔ الغرض جو چیز اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے مناسب ہو یہ ضروری نہیں کہ وہ مخلوق کے لئے بھی مناسب ہو۔ آپ کے اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں کہ۔

» خداوند تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ذاتی ہے اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی شخص

ایک ذرہ کا علم بھی ذاتی ثابت کرے تو وہ مشرک ہے «

تو کیا اب آپ ان اعلیٰ حضرت سے بھی یہی سوال کریں گے ؟

اس کے بعد اصل بحث کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ بارہ آیات کریمہ تلاوت کر چکا ہوں جن کے جواب نہ ہو

سکے کا داغ ہمارے مخاطب صاحب اور مولوی رحمہ اللہ صاحب کی پیشانی پر ہے اور انشاء اللہ رہے گا۔

تیرہویں آیت سنئے۔

قال اللہ تعالیٰ ورسلا قد قصصناهم اور بھیجے ہم نے بہت سے رسول جن کو ہم نے تم پر اب

علیک من قبل ورسلا لو نقصصهم سے پہلے بیان کر دیا ہے اور بہت سے رسول ایسے

علیک ۔ (نساء - ع ۲۳) ہیں جن کو ہم نے تم سے بیان نہیں کیا۔

اس آیت کریمہ نے صاف بتلا دیا کہ بہت سے انبیاء علیہم السلام کا علم بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو عنایت نہیں فرمایا گیا۔ سیدنا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اس آیت کریمہ کے ماتحت ارشاد فرماتے ہیں۔

» بعث اللہ نبیا من الحبش وهو ممن لع یق علی محمد

صلی اللہ علیہ وسلم « (تفسیر درنثور ج ۲ ص ۲۴۴)

یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک حبشی بنی کو مبعوث فرمایا تھا اور وہ ان میں سے ہیں جن کی اطلاع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دی گئی۔

کہاں ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا دم بھرنے والے، آئیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان کے سامنے سر تسلیم خم کریں۔ یہ وقت ان کے امتحان کا ہے۔ آج دیکھنا ہے کہ کس کو قرآن عزیز اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کبار و اہلبیت اطہار کی محبت ہے۔ اور کس کو فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب کی۔ ایک طرف قرآن عزیز اور احادیث نبوی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اور اہلبیت کرام و صحابہ عظام ہیں اور ایک طرف مولوی احمد رضا خان صاحب کے خیالات و اہمیت۔

چودھویں آیت کریمہ ملاحظہ ہو۔

قل لا یعلم من فی السموات و الارض الغیب الا اللہ وما یشعرون ایاں یبعثون
فرما دیجئے کہ نہیں جانتا اس غیب کو کوئی آسمان یا زمین
کا رہنے والا۔ (یعنی نہ کوئی فرشتہ اور نہ کوئی انسان
کافی اجلالین) مگر اللہ ہی جانتا ہے۔ اور نہیں
جانتے وہ کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

(النمل ۲۷ = ۶۵)

اس آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے علامہ جلال الدین فرماتے ہیں۔

”وسئلوه عن وقت قیام الساعة فنزل قل لا یعلم الا یتہ“

یعنی لوگوں نے حضور سے قیامت کے وقت کا سوال کیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس شان نزول سے معلوم ہوا کہ آیت میں غیب سے مراد غیب خاص یعنی قیامت وغیرہ ہے۔ الغرض اس آیت کریمہ سے بھی معلوم ہو گیا کہ قیامت کا علم نہ کسی فرشتہ کو عطا فرمایا گیا نہ کسی انسان کو۔

پندرہویں آیت ملاحظہ ہو۔

لہ کمانص علیہ الحافظ ابن کثیر تحت قوله تعالیٰ ان الساعة

اتیة اکاد اخفیها الا یتہ - ج ۲ - ص ۳۳۰ -

فان قولوا فقل اذنتکم علی
سواء وان ادری اقرب
ام بعید ما توعدون ۔
سورۃ انبیاء ۲۱ - رکوع آخر

پس اگر یہ لوگ (توحید سے) روگردانی کریں تو فرما دیجئے
کہ میں تم کو اطلاع دیتا ہوں مسادات پر اور میرے
نہیں جانتا کہ قریب ہے یا بعید جو تم سے وعدہ کیا
جا رہا ہے ۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے ۔

ای هو واقع لا محالة ولكن لا علم لی بقربه ولا بعده - ج ۶ ص ۳۱۳ -
یعنی یہ وعدہ وقوع میں تو ضرور آئے گا لیکن مجھے اس کے قرب و بُعد کی خبر نہیں ۔
مسلمانو ! یہ پندرہ صاف صریح آیات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ
علم محیط حاصل نہیں تھا جس کی مدعی ہماری حریف جماعت ہے ۔ اگرچہ ان نصوص قرآنیہ کے بعد کسی تائید کی بھی
حاجت نہیں رہتی لیکن میں مزید اتنا محبت کے لئے دو چار ایسی حدیثیں بھی سنا دینا چاہتا ہوں جو جناب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریف کے آخری زمانے کی ہیں ۔
بخاری شریف میں ہے ۔

عن زید بن أرقم الخ یعنی حضرت زید بن ارقم رضی فرماتے ہیں کہ میں نے
عبداللہ بن ابی منافق کو سنا وہ یہ بک رہا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
رہنے والوں پر کچھ خرچ مت کرو ۔ اور یہ بک رہا تھا کہ اگر ہم مدینہ پہنچے تو ہم میں سے جو عزت دار
زیادہ ہوگا وہ ذیلیوں کو نکال دے گا ۔ پس میں نے اس کا تذکرہ اپنے چچا سے کیا ۔ انہوں نے
مضور سے اس کا تذکرہ کیا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی اور اس کے
ساتھیوں کو بلایا اور ان سے دریافت کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے ۔ ان منافقین نے جھوٹی قسم کھا
لی کہ ہم نے نہیں کہا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تصدیق کر دی اور زید بن ارقم رضی
کی تکذیب کر دی ۔ حضرت زید فرماتے ہیں کہ مجھے اس کا اس قدر صدمہ ہوا کہ کبھی مدت العمر
میں ایسا صدمہ نہیں ہوا تھا ۔ پس میں شرم کے مارے اپنے گھر میں بیٹھ رہا ۔ پس اللہ تعالیٰ

نے سورہ منافقوں کی ابتدائی آیتیں نازل فرمائیں پس حضورؐ نے مجھ کو طلب فرمایا۔ اور

ارشاد فرمایا کہ مطمئن ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے بیان کی تصدیق نازل فرمادی۔“

(بخاری شریف کتاب التفسیر ۲۷ ص ۷۲۸)

اور نسائی شریف میں تصریح ہے کہ یہ واقعہ غزوہ تبوک میں پیش آیا۔ اور وہ ۹ھ میں ہوا ہے۔

بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے کہ اس ۹ھ کے آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے لئے سفر فرمایا اور مکہ معظمہ پہنچ کر اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا۔

لو استقبلت من امری ما استدبرت لعاسق الہدیٰ

”اگر پہلے مجھے اس معاملہ کی خبر ہو گئی ہوتی جواب بعد میں ہوتی تو میں اپنے ساتھ قربانی نہ لانا“

اس حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے شیخ علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

”اگر من پیش ازین می دانستم کہ برآمدن از احرام بر شما شاقی خواہد آمد من نیز ساقی ہوا

نئے کہ دم و من نے دانستم کہ حکم الہی چنین خواہد بود“

یعنی اگر اس سے پہلے مجھے معلوم ہو جاتا کہ تم پر احرام سے نکلنا شاق گزرے گا تو میں بھی

قربانی ساتھ نہ لانا اور مجھے معلوم نہ تھا کہ حکم الہی ایسا ہو جائے گا“

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۳۲۸)

یہاں یہ امر بھی قابلِ ملاحظہ ہے کہ آیت کریمہ الیوم اکملت لکم دینکم الایہ

بھی اسی سفر میں عرفہ کے روز نازل ہوئی ہے اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً تین ماہ اس دنیا

میں رونق افروز رہے ہیں۔

وفات شریف سے ایک ماہ قبل کی روایت بحوالہ مسلم شریف، میں کل پیش کر چکا ہوں جس میں آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے علم قیامت کی نفی فرمائی ہے۔ اور بحوالہ مسلم و بخاری حدیث جبریل بھی میں کل پیش کر چکا ہوں

جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت وغیرہ پانچوں چیزوں کے علم کی نفی فرمائی ہے۔ اور ابن مندہ کی

روایت سے یہ بھی ثابت کر چکا ہوں کہ وہ حدیث آخر عمر شریف کی ہے۔ نیز خاص مرض الموت میں آنحضرت صلی

علیہ وسلم کا چند مرتبہ نماز کے لئے اٹھنے کا ارادہ فرمانا اور ہر مرتبہ غشی کا طاری ہو جانا اور مسجد شریف میں تشریف نہ لے جاسکنا۔ (دیکھو بخاری و مسلم) اس کی کھلی دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم محیط عمر شریف کے آخری روز تک بھی عنایت نہیں فرمایا گیا۔ اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و کمال میں کوئی کمی بھی نہیں آتی۔ جس طرح خالق، رازق، مہی و ممیت نہ ہونے سے کچھ شان محمدیؐ میں نقصان نہیں آتا۔

حاضرین کرام ! یہ احادیث شریفہ محض بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں۔ ورنہ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر اس قسم کی احادیث شمار کی جائیں تو سینکڑوں کی تعداد میں نکلیں گی۔ حدیث اور قرآن کے ان فیصلوں کے بعد اب میں اپنے مخالفین کو دعوت دیتا ہوں **تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم** آؤ ہم اس نزاع کا فیصلہ اہلسنت کی مسلمہ کتب عقائد سے کریں۔ شرح عقائد فلسفی جو عام طور پر مدارس اسلامیہ میں پڑھائی جاتی ہے اس کے صفحہ نمبر ۱۰۱ پر ہے۔

الاولی ان لا یقتصر علی عدد فی التسمیۃ فقد قال اللہ تعالیٰ منہم من قصصنا علیک ومنہم من لم نقصص علیک ولا یومن فی ذکر العدد ان یدخل فیہم من لیس منہم او یدخرج منہم من ہو فیہم یعنی ان خبر الواحد لا ینفید الا الظن ولا عبرۃ بالظن فی باب الاعتقادات خصوصاً اذا کان بہتر یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں نہ انقصار کیا جائے کسی عدد پر نام لینے میں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ ان میں سے ہم نے بعض کو تم سے بیان کر دیا ہے اور بعض کو بیان نہیں کیا اور کسی عدد کے ذکر کرنے میں خوف ہے کہ بعض انبیاء علیہم السلام خارج ہو جائیں یا غیر نبی سلسلہ انبیاء میں داخل ہو جائیں مطلب یہ ہے کہ خبر واحد اگر صحیح بھی ہو تو محض ظن کی مفید ہوتی ہے۔ اور اعتقادات

القول بموجبه يفضي الى مخالفة
ظاهر الكتاب وهو ان بعض
الانبياء لم يذكر للنبي عليه
الصلوة والسلام انتهى
میں ظن معتبر نہیں۔ بالخصوص جب کہ اس کے مضمون
کا قائل ہونا ظاہر کتاب اللہ کی مخالفت تک پہنچاتا ہو
اور وہ (ظاہر قرآن مجید یہ ہے) کہ بعض انبیاء
علیہم السلام کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
نہیں کیا گیا۔

اس کے بعد بطور نمونہ اکابر صوفیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال بھی ملاحظہ ہوں۔
سارے صوفیاء کے سر تاج سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ابھی آپ حضرات سن چکے ہیں کہ
اللہ تعالیٰ نے ایک نبی حبشی مبعوث فرمائے تھے اور وہ ان میں سے ہیں جن کی اطلاع جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو نہیں دی گئی۔ (ملاحظہ ہو دفتور)
سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”روح کی حقیقت کا علم جناب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیا گیا۔“ (ملاحظہ ہو فتح الباری شرح بخاری شریف کتاب التفسیر)
حضرت شیخ اکبر ابن عربیؒ اپنی تفسیر قرآن میں متعدد جگہ تصریح فرماتے ہیں کہ ”قیامت کے وقت
کا علم اللہ کے سوا کسی کو بھی نہیں۔“
مسلمانو! کیا قرآن عظیم و احادیث نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم و صحابہ کبار و اہلبیت اطہار و مفسرین
اعلام و محدثین عظام و صوفیائے کرام کے ان صاف صاف فیصلوں کے بعد بھی کسی چیز کا انتظار باقی رہتا ہے؟
قبائی حدیث بعدہ یؤمنون۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين و افضل الصلوات
واكمل التحيات على خير خلقه و نور عرشه محمد خاتم
النبيين قائد الفر المحجلين و على اله الطاهرين
الطيبين و اصحابه الراشدين المهديين و على سائر
عباد الله الصالحين الى يوم الدين۔

مولوی حسرت علی صاحب : سنی بھائیوں کو مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مناظرہ ان کی فتح پر ختم کیا اور پیارے مصطفیٰ کی امداد سے بغداد ولے آقا کی کرامت سے ان کے دشمنوں کو ذلت نصیب ہوئی۔ سب حضرات نے دیکھ لیا کہ تین روز کی عرق ریزی کے بعد بھی مولوی صاحب اپنا اور اپنے بڑوں کا اسلام نہیں ثابت کر سکے۔ ہاں پیارے مصطفیٰ کا علم عظیم گھٹانے کے لئے مولوی صاحب نے آیتیں بہت سی پڑھ دیں۔ لیجئے اب میں بھی آیتیں پڑھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَا فَرَطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ۚ

ہم نے قرآن شریف میں کوئی چیز نہیں چھوڑی

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَكُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ۚ

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) ۱۔ حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی یہ آخری تقریر تقریباً چودہ منٹ جاری رہی تھی۔ اس تقریر کے وقت مجمع کا سماں قابل دید تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ دلائل و براہین کا تیز و تند سیلاب ہے جو امنڈ رہا ہے اور علوم و معارف کا ایک ناپیدا کنارہ سمند ہے جو موجیں لے رہا ہے سا مجمع چشم حیرت بنا حضرت مولانا کو دیکھ رہا تھا خود مولوی حسرت علی اس وقت متاثر تھے کہ اس کے بعد پانچ منٹ سے زیادہ نہ بول سکے۔ اور جیسے کچھ بولے ناظرین خود فیصلہ کر سکتے ہیں ان کی آخری تقریر بعینہ حاضر ہے۔ مگر اے بے حیائی اور دروغ بیانی تجھ پر اور تیرے دامن میں پناہ لینے والوں پر خدا کی ہزار لعنت۔ تو ہی بے ایمانوں کا سہارا ہے۔ سنبھل کی عام پبلک کو اور کچھ یاد ہو یا نہ ہو مگر مناظرہ کی آخری مجلس کا یہ عجیب سماں جس نے رضا خانیت کی کمر توڑی تھی ضرور ہی یاد ہو گا۔ مگر باوجود اس کے رضا خانی روئداد نویس صاحب نے اس موقع پر جس قدر شرمنگ خیانت سے کام لیا ہے وہ صرف ایسے ہی حیا داروں کا حصہ ہے مختصر یہ ہے کہ حضرت مولانا کی اس طویل عریض تقریر کو مسخ کر کے صرف نو منٹ میں لکھا گیا ہے۔ اور مولوی حسرت علی کی اس آخری تقریر کو (جو نہ معلوم بے چارے نے کس پریشانی کی حالت میں صرف پانچ منٹ کی تھی) تقریباً چودہ صفحات پر لکھا گیا ہے۔ افسوس! جھوٹ بولنے کے لئے بھی سلیقہ چاہئے۔ کیا سنبھل کی پبلک اس حماقت کی داد دے گی۔ ۱۲

” اور ہر چیز کو ہم نے بیان کر دیا امام مبین قرآن شریف میں “
اور فرماتا ہے۔ ” وکل شیء فصلناہ تفصیلاً “

” اور ہم نے ہر چیز کی پوری پوری تفصیل کر دی ہے “

ترمذی شریف میں حضرت معاذ بن جبل رضی سے ایک حدیث مروی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے سوال کیا ” فیما یختصم الملاء الا علی “ میں نے عرض کیا ” لا ادری “ پس اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے شانوں کے درمیان میں رکھا۔ ” فتجلی لی کل شیء وعرفت “ اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل حضورؐ کے علم غیب کی ہو سکتی ہے ؟

ارے مولوی صاحب ! آپ رسول پاک کے علم غیب میں کلام کرتے ہیں میں تو کہتا ہوں کہ آدمی بغیر علم غیب کے مومن نہیں ہو سکتا۔ قرآن شریف میں ہے ” یومنون بالغیب “ جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ بتلاتے ہیں جب تک غیب کا علم نہ ہوگا اس پر ایمان کیسے ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد میں اپنے سوالات سنانا چاہتا ہوں۔ سنی بھائی یاد کر لیں (اس کے بعد سوالات کی فہرست سنادی) اور جلسہ برخواست ہو گیا۔
اس وقت ۱۴ بجے تھے۔ چونکہ عصر کا وقت مستحب قریب الختم تھا اس لئے فوراً اہلسنت کے مؤذن

ملحوظ رہے کہ یہ زمانہ وسط نومبر کا تھا اور اس وقت آفتاب ۵ بجے کے قریب غروب ہو جاتا ہے پھر اتنی بڑی جماعت کے وضو کرنے کے لئے بھی کچھ وقت درکار ہے اہل سنت جس وقت نماز سے فارغ ہوئے ہیں تقریباً پانچ بجے کا وقت تھا۔ مگر یہ معلوم رضاخانیوں کے لئے یہ مختصر وقت کس قدر متد ہو گیا تھا کہ بقول رضاخانی روئداد نویس صاحب کے۔ اسی وقت میں رضاخانیوں کا عظیم الشان جلوس شہر کا گشت کرتا ہوا قیام گاہ پر بھی پہنچ گیا اور اتنے بڑے انبواہ نے باری باری وضو کر کے نماز بھی باجماعت پڑھی۔ اور بعد نماز فتح کا جلسہ بھی منعقد ہوا۔ جس میں چند شخصوں کی تقریریں بھی ہوئیں اور یہ تمام کارروائی مغرب سے پہلے ہی ختم بھی ہو گئی۔ ” جل جلالہ “

بھلا ان حماقت مآب روئداد نویس سے کوئی پوچھے کہ اس وقت کا ہر منٹ ہزار سکنڈ کا تھا یا ہر سکنڈ کتنے منٹ کا؟
(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

نے اذان پڑھی اور ایک جم غفیر نے حضرت رئیس المناظرین کی اقتداء میں جلسہ گاہ ہی میں فرضِ عصر باجماعت ادا کیا۔ اور رضا خانیوں نے اپنی شرمناک شکست پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ حیرت افراز کارروائی کی کہ ایک صاحب نے مولوی حشمت علی صاحب کو اپنے کاندھے پر رکھا اور دوسرے صاحب نے جناب مولوی رحمہ الہی صاحب کو۔ اور اس طرح شہر کے ایک حصے کی پھیری دیتے ہوئے اپنی قیام گاہ پہنچے اور فرضِ عصر کو بلا وجہ بالکل یا اس کے وقتِ مستحب پر ترک کر کے دربار رسالت سے فقد کفر یا منافق کا خطاب باعتبار پایا اور جن کی حیا نے اور زیادہ ترقی کی انہوں نے شرم مٹانے کے لئے شیرینی وغیرہ بھی بھیری اور بارگاہِ الہی و دربار رسالت پناہی سے اس کے صلہ میں ”کانوا اخوان الشیاطین“ کا لقب پا کر، طوق لعنت اپنی گردن میں ڈالا۔ فلعلہ اللہ علیہم وعلیٰ اخوانہم یہ منظر بھی قابل دید تھا اور اس نے ہنود سنبھل کے ایک خاص میلے (مہولی) کی یاد تازہ کر دی تھی۔ خیریت سے تماشاہیوں کی تعداد بھی خاصی تھی۔ سنگا ہے کہ بعض مسخرے یہ بھی کہتے جا رہے تھے۔

”راون بھیا کی جیت ہے“ ”راون بھیا کی جیت ہے“

اسی دین و دیانت سوز کارروائی پر ناز کرتے ہوئے ”سواد اعظم“ مراد آباد کا صداقت شعار مضمون نگار لکھتا ہے کہ ”رضا خانیوں نے اپنے مناظر مولوی حشمت علی صاحب کا زبردست جلوس نکالا اور شیرینی بھیری اور یہ کیا اور وہ کیا۔ اور المہنت بہریت خوردہ جماعت کی طرح جلسہ گاہ ہی میں منہ چھپائے پڑے رہے اور دیر کے بعد نہایت خاموشی کے ساتھ اپنی اپنی قیام گاہ پر چلے گئے۔“

ہم اس کے جواب میں اس سے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو ہمیشہ اسی کی توفیق عطا فرمائے جو ہم نے بعد اختتام مناظر جلسہ گاہ پر ٹھہر کر کیا۔ (یعنی فرضِ عصر کے بعد اس عظیم الشان فتح پر بدرگاہ خیر الفائن

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) سنبھل کے رضا خانیو! کیا اپنے روماد نویس کی صحت حواسی کی کچھ داد دو گے۔ دیکھو بگڑنا مت ہم ایک پتہ کی بات کہتے ہیں۔ ”کتے گھاس کھا لیا کرتے تو ہر شخص ہی نہ پال لیتا“ ”کو کیسی کہی۔ اب ہمارے مناظرین خود فیصلہ کر لیں کہ بقول روماد نویس اگر رضا خانیوں کے انہوں نے جلوس کے گشت کے بعد باری باری وضو کر کے عصر کی نماز پڑھی تو وہ وقتِ مستحب میں پڑھی یا غیر مستحب میں۔ دیکھو سچ جھوٹ پر اس طرح غالب آتا ہے۔ ”اچھی بعلوا ولا یعلیٰ“

شکریہ ادا کر کے وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ۝ کی نعمتوں سے مالا مال ہوئے، اور تم کو اسی کی توفیق دے جو تم نے اس گشت میں کیا۔ (یعنی نماز عصر کو بالکل یا اس کے وقت مستحب میں ترک کر کے مستحق لعنت ہوئے اور شیرینی وغیرہ پامال کر کے انخوان الشیاطین کا لقب پایا اور خان بریلوی علیہ ما علیہ کے فتوے سے اس اضاعت مال اور اسراف بے جا کے جرم میں فاسق بنے۔ دیکھو رسالہ تعزیر داری)۔

اگر اب بھی اپنی اس نام نہاد فتنہ پر دل سے راضی ہو تو کوہجاری اس دعا پر آمین! رضا خانیوں کے شیوخ روافض کا اصول یہ ہے کہ جب ان کا مناظر بار جاتا ہے تو وہ اس کی پہلے سے بھی زیادہ عزت کرتے ہیں۔ لیکن اس کی دل دہی کے لئے اس کی شکست کو فتح نہیں کہتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ہارنے میں مضائقہ نہیں وہ تو حقانیت کی دلیل ہے جیسا کہ امام جعفر صادق ؑ کے ایک اس قول سے معلوم ہوتا ہے جو شیعوں کی بعض کتابوں میں منقول ہے کاش کہ روافض کے یہ جیلے بھی اسی قدر پس کرتے۔ لیکن ان دشمنان صدق و صداقت نے تو یہ کیا کہ اپنے مناظر کی اشک ثنوی کے لئے اس شرمناک شکست کو عظیم الشان فتح کا لقب دیا۔ ہم اس روئداد کو یہیں ختم کرتے ہیں اور بغرض تبرک تکمیل فائدہ حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالفتاح درجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه کی مشہور کتاب فتوح الغیب شریف سے حضرت کا ایک باطل سوز فرمان نقل کر کے اسی کو اپنی اس روئداد کا خاتمہ قرار دیتے ہیں اور اس کو اپنے حسن خاتمہ کی نیک فال سمجھتے ہیں۔

آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے فرزند ان روحانی کو نصیحت فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

يَا بَنِيَّ اجْعَلِ الْكِتَابَ وَالسَّيِّئَةَ اِمَامَكَ وَلَا تَنْظُرْ اِلَى الْقَالَ
وَالْقِيلِ فَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِي قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ
وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا اَلَا يَتَذَكَّرُ

یعنی اے بیٹا! قرآن و حدیث کو اپنا پیشوا اور رہنما بناد اور قیل و قال کی طرف ہرگز مت نظر کرو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ ایک گمراہ اور بھٹکی ہوئی قوم کے حق میں فرماتا ہے۔

”وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ اَلَمْ

جو لوگ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محض زبانی نہیں بلکہ قلبی تقبیح رکھتے ہیں وہ حضرت خدا کے اس

فرمان سے فیصلہ کر لیں کہ کون جماعت صراطِ مستقیم پر ہے اور کون بھٹکی ہوئی اور گمراہ ہے ۔ ۹
 و اخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین ۔



تکملہ



ہم دیباچہ میں بتلا چکے ہیں کہ سنبھل کے مناظرہ سے چھ سات مہینے بعد جب کہ صاعقہ آسمانی کی اشاعت کو بھی کئی مہینے گزر چکے تھے۔ رضا خانیوں نے بھی اس مناظرہ کی ایک نام نہاد رونداد تصنیف کر کے شائع کی تھی اس رونداد میں جس قدر بے ایمانی اور دروغ بیانی سے کام لیا گیا ہے اس کا اندازہ صرف وہی حضرات کر سکتے جو اس مناظرہ میں خود شریک تھے دوسرے لوگوں کے لئے اس کا فیصلہ سخت مشکل تھا۔ مگر صد ہزار شکر اسے رب العزت کا جس نے خود رونداد کے مصنف کے قلم سے اس کا فیصلہ کر دیا اور ہمیں اس کے لئے کسی بڑی کاوش کی ضرورت نہیں پڑی۔ و کفی الله المؤمنين القتال۔

وہ خود کہہ رہے ہیں یہ میری خطا ہے۔

اقراری ڈگری

جس وقت یہ رونداد پریس میں چھپ رہی تھی اس دوران میں اس کے مصنف مولوی اجمل علی سنبھلی نے اسی رونداد کے متعلق مولوی حسمت علی صاحب کو ایک کھلا کارڈ لکھا تھا جو صرف قدرت کی سازگاری سے ہمارے بھی ہاتھ لگ گیا ہم یہاں اس کو بعینہ نقل کرتے ہیں ۔
 کیا لطف کہ غیر پردہ کھولے جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

۱۰ یہ خط ہمارے ہاتھ کس طرح آیا اس کی تفصیل ”بارقہ آسمانی“ میں لکھی جا چکی ہے۔ ۱۰

ناظرین سے درخواست ہے کہ وہ اس خط کے ساتھ ہمارے حاشیہ پر بھی ایک نظر ڈالتے جائیں لطفِ خالی نہ ہوگا۔ بریکٹ میں جو توضیحی الفاظ ہوں وہ ہمارے سمجھے جائیں۔

مولوی اجمل علی کا گرفتار شدہ خط

محرمی جناب مولانا حسنت علی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب کے دوگرامی نامے آئے ایک اس وقت آیا تھا جب میں مراد آباد تھا۔ کئی روز قیام رہا اس وجہ سے تاخیر ہوئی کہ اتنے میں دوسرا خط سر پر سوار ہو گیا۔ رونداد کی طباعت شروع ہو گئی ہے کئی کاپیاں چھپ چکی ہیں نہایت جلد ہفتہ عشرہ میں مطبوع ہو جائے گی اس میں (یعنی اس رونداد میں جو مولوی حسنت علی صاحب نے لکھ کر سنبھل بھیجی تھی) اتنا تغیر اور کر دیا گیا ہے کہ جہاں سے سوال و جواب نہیں ہے ان کو انہیں کی (یعنی اہلسنت کی) رونداد سے نکال کر نہایت زبردست پہلو اپنا کر کے دکھایا گیا ہے۔ اور اس میں ان تمام خرافات کا جواب بالا بالا ہر ایک تقریر میں دے دیا گیا ہے۔ اور ہر مسئلہ کی کافی بحث کر دی گئی ہے۔ اور آخر میں ایک تتمہ تنقیدی اس کے ساتھ ضم کر

۱۔ مولوی اجمل علی کے بعض خاص آدمیوں سے ہم کو معلوم ہوا تھا کہ اصل رونداد مولوی حسنت علی نے مرتب کر کے بھیجی تھی لیکن وہ کافی سمجھی گئی اور بہت سے رسالوں سے اس میں عبارتیں وغیرہ بڑھائی گئیں۔ الحمد للہ کہ اس خط نے اس خبر کی پوری پوری تصدیق کر دی۔ ۱۲۔
۲۔ اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ رضا خانیوں کے پاس اس مناظرہ کی کوئی مکمل یادداشت بھی نہیں تھی۔ اہلسنت کی رونداد کو سامنے رکھ کر بعد میں یہ سوال جواب گھڑے گئے ہیں۔ **فَللّٰہُ الْحَمْدُ**۔ ۱۳۔

۳۔ اس خط کشیدہ فقرہ نے فیصد کر دیا کہ مناظرہ میں رضا خانیوں کا پہلو کیسا رہا تھا اور رونداد میں کیسا دکھایا گیا ہے۔ دیکھو پوچھو یوں پکڑے جاتے ہیں۔ کیا ہمارے رضا خانی دوست اس سے کچھ عبرت حاصل کریں گے؟

۴۔ ہم نے آپ نے اپنی کرنی میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور مولوی حسنت علی پر بالخصوص۔ اور ساری رضا خانی جماعت پر بالعموم۔ احسان کیا ہے کہ اس شبنم شکت کو فتح بنا دیا مگر کیا کئے قسمت بری تھی کہ یہ پراسرار خط دشمنوں کے ہاتھ آ گیا۔ جس نے سارا

جل۔ ۱۰ دیا **لِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالْمُنَّةُ**۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

یہ گرفتار شدہ خط ”بارقہ آسمانی“ میں بھی شائع کیا گیا تھا اور ساتھ ہی ساتھ مولوی اجمل علی صاحب کو نہایت زبردست چیلنج دیا گیا تھا کہ اگر ان کو اس خط سے انکار ہو تو وہ حلفیہ بیان شائع کریں مگر ”خود کردہ راعلا“ غیبت ”زبان پر ایسی مہر لگی کہ آج تک ایک لفظ بھی نہ نکال سکے۔ اور اپنی پہلار سالہ خاموشی سے اس خط پر مہر تصدیق ثبت کر دی اور آج ۱۳۸۷ھ میں یہ خط گویا مولوی اجمل علی کی تصدیق اور توثیق کے بعد شائع کیا جا رہا ہے اب سنبھل کے مناظرہ کی فتح و شکست اور رضا خانی روئداد کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے کسی دوسری چیز کی ضرورت نہیں رضا خانیوں کے روئداد نویس مولوی اجمل علی کا یہ خط کافی ہے۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلینے کی خود پاک داماں ماہ کنف کا

یک نشہ دوشد جس وہ یار پکارا بھی دیکھا کیسے ؟

ہمارے ناظرین مولوی اجمل علی صاحب کی اس حماقت سے متحیر نہ ہوں۔ خدا کے فضل سے ہم جیسے قدر دانوں کے لئے آپ کی زندگی میں ایسے بہت سے دل چسپ لطافت موجود ہیں جو ارباب ظرافت کے لئے تفریح طبع کا بہترین سامان ہیں چنانچہ آپ کی بوکھلاہٹ کا اس سے زیادہ چمکتا ہوا ایک دوسرا نمونہ ملاحظہ ہو۔

سنبھل کے مناظرہ سے دو چار روز بعد آپ نے اپنی فرضی فتح کا ایک اشتہار اپنے چند شاگردوں کے نام سے شائع کیا تھا جس میں مولوی حشمت علی صاحب کے کل سوالات کی تعداد پچاس لکھی تھی۔ اور چھ مہینے بعد یہ روئداد تصنیف کر کے شائع کی تو اس میں ان سوالات کی تعداد اس سے تین گنی یعنی ڈیڑھ سو لکھی۔ جل جلالہ۔

پہلی خط والی غلطی کی تو میاں جی یہ تاویل بھی کر سکتے ہیں کہ وہ ایک پرائیوٹ خط تھا جس کے متعلق مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ دشمنوں کے ہاتھ لگ جائے گا اور تمام راز فاش ہو کر ہماری ساری خفیہ کارروائیوں کا بھانڈا یوں

چوراہے میں بھڑکے گا۔ مگر اس دوسری حماقت کی تو بظاہر کوئی تاویل بھی ممکن نہیں۔ رضا خانی دوستو! کچھ زیادہ افسوس نہ کرو یہ اختلاف بیانی دروغ گوئی کے لوازم میں سے کیا نہیں سنا۔
دروغ گو را حافظہ نہ باشد

رضا خانی رونداد کے مضامین پر ایک نظر

ان دو شہادتوں کے بعد اگرچہ رضا خانی رونداد کے متعلق کچھ عرض کرنے کی حاجت نہیں رہتی۔ مگر ہم اپنے ناظرین کی خاطر ان مضامین پر بھی ایک تنقیدی نظر ڈال دینا چاہتے ہیں جن کا اضافہ اس میں بعد میں کیا گیا ہے۔ یہ اضافہ دو قسم کا ہے ایک یہ کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے جو اذکار قاہرہ المہنت کی طرف سے پیش کئے تھے اور جن کا جواب مناظرہ میں برائے نام بھی مولوی حسرت علی صاحب نہ دے سکے تھے۔ اس مصنوعی رونداد میں ان کے جواب دینے کی انتہائی کوشش کی گئی ہے اور ان آیات و احادیث کی جو تاویلیں اگلے مضامینوں نے اپنے رسالوں میں کی تھیں ان سب کو نقل کر کے ورق کے ورق سیاہ کر ڈالے ہیں۔ مگر الحمد للہ نتیجہ وہی ہے جو آفتاب پر خاک اڑانے کا ہونا چاہئے۔ کیوں کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے اپنی ہر دلیل کے ساتھ استدلال کی تقریر میں مفسرین امت اور شہین حدیث کے کلام سے ان تمام تاویلات کا دروازہ پہلے ہی بند کر دیا تھا۔ اس کے بعد بھی انہی فرسودہ تاویلات کا لکھنا محض اپنی جہالت اور نادانی کا ثبوت دینا ہے۔ البتہ اس بے ایمانی کا کوئی علاج نہیں کہ رضا خانی رونداد نویس صاحب نے مولانا کی تقریروں کو اس قدر مسخ کیا ہے کہ استدلالی تقریریں ایک جگہ بھی پوری نقل نہیں کی۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ اس بہادری سے یہ بھی کیا ہے کہ حضرت مولانا کی جس دلیل کا کوئی جھوٹا سچا جواب اگلے مضامینوں کے رسالوں میں نہ مل سکا تو سرے سے آپ اس کو ہضم ہی کر گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا کی پیش کردہ آیت نمبر ۱۳- و ۱۴- و ۱۵- کے ذکر سے رضا خانی رونداد بیکسر خالی ہے۔ علیٰ ہذا مناظرہ کے آخری اجلاس میں حضرت مولانا نے جو احادیث کریمہ پیش فرمائی تھیں اور صحابہ کرام و تابعین عظام و مشاہیر اولیاء اللہ کے جو اقوال پیش کئے تھے جنہوں نے رضا خانی عقیدہ کی دھجیاں بکھیر دی تھیں ان سب کو تو ایسا ہضم

کیا ہے کہ شاید ڈکار بھی نہ لی۔ الغرض رضا خانیوں کے اس مصنوعی رونداد میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی تقریریں اپنے حسبِ منشاء گھر کے ان کے جواب میں درق کے درق سیاہ کئے گئے ہیں۔ پس اگر اسی کا نام جواب ہے تو بے شک ہم کو اعتراف ہے کہ رضا خانی رونداد نویس صاحب نے جواب دے دیا مگر درحقیقت یہ دلائل کا جواب نہیں بلکہ جواب کو جواب ہے۔

رضا خانی دوستو! جائے ماتم ہے کہ چھ مہینے کی دماغ سوزی اور عرق ریزی کے بعد تمہاری برادری کے بڑے بڑے پیچوں اور کمیٹیوں کے مشوروں سے جو رونداد تصنیف کی گئی تھی وہ بھی حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے دلائل کا جواب نہ دے سکی۔ تو کیا ہم اب یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوں گے کہ

رضا خانیت کا دیوالہ نکل گپ

اگر کسی کو ہماری رائے سے اختلاف ہے تو دنیا لے رضا خانیت کو ہمارا چیلنج ہے » اجمعوا مشرکاء کم« اگر دم ہو تو میدان میں آئیں اور حضرت مولانا کے ان دلائل کا اب رجب کہ چار سال سے زیادہ گزر چکے ہیں جواب دیں۔ کیا ہے کوئی جوان، بوڑھا، ادھیڑ بچہ۔ کہ اپنی برادری کی لاج رکھنے کے لئے میدان میں آئے؟ حاضر شو! حاضر شو! حاضر شو!!! - خبر شرط است! خبر شرط است!!!

دوسرا ہم اضافہ رضا خانیوں کی اس مصنوعی رونداد میں یہ کیا گیا ہے کہ مسئلہ علم غیب کے متعلق جو کچھ ثبوت مناظرہ میں رضا خانیوں کی طرف سے مولوی حسمت علی صاحب نے پیش کیا تھا جس کو حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے دندان شکن جوابات اور لاجواب گرفتوں نے بے کار کر دیا تھا، رونداد نویس اور ان کے شیروں نے اس ثبوت کو ناکافی سمجھ کر کچھ مزید ثبوت کا اضافہ کیا ہے۔ ہم اس نئے ثبوت کا جواب دینے سے پہلے مناسب سمجھتے ہیں کہ مولوی حسمت علی صاحب کی وہ آخری تقریر جس میں یہ اضافہ کیا گیا ہے رضا خانی رونداد سے کجبنہ نقل کر دیں تاکہ جوابات کے سمجھنے میں آسانی ہو اور یک طرفہ بات بھی نہ رہے اور ناظرین کو فریقین کی تحریروں سے صحیح نتیجہ نکالنے کا بہترین موقع ملے۔ رضا خانی رونداد کے صفحہ ۷۶ پر ہے۔

”اب نويس آيت سنا تا هوں“ و نزلنا عليك الكتاب تبيا نا لكل شىء

يعنى اے محبوب ہم نے تم پر یہ کتاب نازل فرمائی جو ہر شے کا روشن بیان ہے۔

دسویں آیت ملاحظہ ہو ”ما فرطنا في الكتاب من شىء“ یعنی ہم نے اس کتاب

میں کوئی چیز اٹھا نہیں رکھی۔ یعنی اس میں ہر چیز کا بیان ہے۔

گیا رہو اس آیت ”وكل شىء احصيناه في امام مبين“ ہر چیز کو ہم نے قرآن

پاک میں بیان کر دیا ہے۔

بارہویں آیت ”وكل شىء فصلناه تفصيلا“ اور ہم نے ہر چیز کی پوری پوری

تفصیل کر دی۔

تیرہویں آیت ”ولاحبة في ظلمت الارض ولا رطب ولا يابس الا

في كتاب مبين“ یعنی کوئی ایسا دانہ نہیں جو زمین کی تاریکیوں میں ہو۔ اور نہ تر و نمشک مگر کتاب مبین،

میں ہے۔

ان پانچوں آیتوں سے یہ معلوم ہوا کہ قرآن پاک ہر شے کا بیان ہے اور حضورؐ اس کے عالم تھے لہذا حضورؐ

کو ہر شے کا تفصیلی علم ہو گیا اور تمام ماکان و مایکون پر اطلاع حاصل ہو گئی۔

چودہویں آیت ”ذالك من انباء الغيب نوحيها اليك“ یعنی یہ غیب کی خبریں

میں جو ہم نے تیری طرف وحی کی ہیں۔

پندرہویں آیت ”فادحی الی عبده ما اوحی“ پس وحی کی اپنے حبیب کی طرف

جو کچھ کہ وحی کی۔

اب دو حدیثیں بھی تبرکاً اور پیش کرتا ہوں۔ طبرانی میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ”لقد

ترکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما یحرک طائر جناحیه الا ذکر لنا منه علماً“

” یعنی نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ہم سے اس حال میں مفارقت کی کہ کوئی پر خدا ایسا نہیں کہ اپنے بازو کو
 ہلانے کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس کا بھی حال بیان فرما دیا “
 ۲۔ تفسیر روح البیان میں ایک حدیث بیان کی جس کے الفاظ یہ ہیں۔

قال صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ المعراج قطرت فی حلقی قطرة
 فعلمت ما کان وما سیکون “

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج میں میرے حلق میں ایک قطرہ ٹپکایا
 گیا اس کے فیضان سے مجھے ماکان وما یكون کا علم حاصل ہو گیا “ (صفحہ ۷۶)

اس کے علاوہ صفحہ ۶۶ پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت کا اضافہ کیا ہے۔

الفاظ یہ ہیں ” قام فینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء
 الخلق حتی دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم “

لے رضا خانی روئداد میں یہ لفظ اسی طرح لکھا ہوا ہے اور غلط نامہ میں اس کی تصحیح اس طرح کی گئی ہے ” پرندا “
 معلوم ہوا کہ فون کے بجائے ف لکھ دینا یہ تو بے چارے کاتب کی غلطی تھی لیکن ہ کے بجائے ” پرندہ “ کو الف سے لکھنا یہ جناب
 فضیلت مآب مولوی اجمل میاں کا کمال ہے اور کیوں نہ ہو آخر ” تفسیر “ کی بجائے ” تفسیر “ لکھنا یہ بھی تو آپ ہی کی خصوصیت ہے ہمارے
 پاس میں صاحب کی وہ تحریر محمد اللہ محفوظ ہے جس میں آپ نے ” تفسیر “ کی بجائے ” تفسیر “ لکھا ہے۔ اور ” یعسوب “ کو الف سے
 ” یسوب “ لکھنا یہ تو بال ہی کی کرامت ہے۔ جس کا جی چاہے خود میاں صاحب کا نکاح خوانی کا رجسٹر دیکھ سکتا ہے اس میں یہ دونوں
 لکھے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی رضا خانی روئداد میں ایسی غلطیاں ہیں جن کے متعلق وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ صرف مولوی اجمل میاں
 صاحب ہی کی کرامت ہے۔ انشاء اللہ کسی آئندہ ضمیمہ میں ان کی بھی فہرست شائع کر دی جائے گی۔

”یعنی حضور ہم میں ایک بار کھڑے ہوئے تو حب سے مخلوقات کی پیدائش کی ابتداء ہوئی اس وقت سے جب تک جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں اس وقت تک تمام چیزوں کا بیان فرمادیا“

نیز اسی صفحہ پر ایک عبارت شرح زرقانی سے نقل کی ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔ اصحابہ صلی اللہ علیہ وسلم جازمون باطلاعه علی الغیب : صحابہ کرام یقین کے ساتھ حکم لگاتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے“

ان کے علاوہ اپنے دعوے کی تائید میں جن اقوال کو پیش کیا ہے ہم ان کے جواب دینے کی چنداں ضرورت نہیں سمجھتے۔ چونکہ بیشتر تو ان میں وہ ہیں جن کا جواب صاعقہ آسمانی ہی کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے اور کچھ کا جواب ہماری اس مختصر تحریر سے معلوم ہو جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز الکریم۔ علاوہ ازیں یہ کہ وہ حجت شرعیہ بھی نہیں اب ہم نمبر وار جواب دیتے ہیں بنظر انصاف ملاحظہ فرمایا جائے۔

اس تقریر میں جو پہلی آیت کریمہ ہے اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے ”اور نازل کیا ہم نے تم پر کتاب کو کہ (وہ) پورا بیان ہے ہر شے کا“ اس استدلال پر پہلے تو رونداد نولیس صاحب سے چند مناظرانہ سوالات کئے جاتے ہیں۔

۱ : اگر آپ نے اس کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ قرآن عزیز میں ہر چیز کا بیان ہے خواہ وہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ دین کی ہو یا دنیا کی، شان نبوت کے مناسب ہو یا غیر مناسب، تو آپ خود اس کے قائل نہیں۔ آپ محض انہ چیزوں کا علم محیط مانتے ہیں جو ابتدائے آفرینش عالم سے لے کر یوم آخرت تک عالم وجود میں آئیں۔ نہ اس سے قبل کی اشیاء کا نہ اس سے بعد کی اشیاء کا۔ چنانچہ آپ نے اپنی اس رونداد کے صفحہ ۱۲ سطر ۱۱ میں صاف لکھا ہے کہ ”اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات و صفات کا پورا علم نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے نہ آئندہ ہوگا اور نہ ہو سکتا ہے“ (مخلصاً) حالانکہ ذات و صفات الہیہ بھی مولوی احمد رضا خان صاحب کی تصریح کے مطابق اشیاء میں داخل ہیں۔ ”انباء المصطفیٰ“ صفحہ ۲ پر فاضل ربیلوی لکھتے ہیں۔

”اور اہلسنت کے مذہب میں شے ہر موجود کو کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ

کی ذات و صفات بھی موجودات میں سے ہیں بلکہ ساری مخلوق کا وجود ظلی اور ذات و صفات

الہیہ کا وجود اصلی ہے ۔

نیز ”خالص الاعتقاد“ میں آپ کے انہیں اعلیٰ حضرت نے علم قیامت کے متعلق تردد ظاہر کیا ہے کہ آیا وہ داخل اور خارج۔ لہذا اگر اس آیت کریمہ کے یہ عام معنی لئے جائیں گے تو یہ آپ کے مذہب کے بھی مخالف ہے اور جو الزام آپ ہم پر رکھنا چاہتے تھے وہی بعینہ آپ پر بھی وارد ہوگا۔ ع

ہم الزام ان یہ رکھتے تھے قصور اپنا نکل آیا

۱۲ : جس طرح اس آیت کریمہ میں قرآن عزیز کو تنبیٰنا لکل شیء فرمایا گیا ہے اسی طرح توریت کے متعلق بھی سورۃ النعام میں ارشاد ہے ولقد اتینا موسیٰ الكتاب تماما علی الذی احسن وتفصیلا لکل شیء۔

دوسری جگہ ارشاد ہے وکتبناہ فی اللواح من کل شیء موعظۃ وتفصیلا لکل شیء پس آپ کے اصول پر لازم آئے گا کہ توریت میں بھی ہر چیز کا بیان ہو اور علوم قرآن و علوم توریت برابر ہوں اور قرآن پاک میں کوئی بات توریت سے زیادہ نہ ہو اور یہ یقیناً کفر ہے۔

۱۳ : پھر یہ بھی لازم آئے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف اس حضرت موسیٰ وعلی علی بنینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کے برابر ہو ان سے زیادہ نہ ہو۔ کیوں کہ حضور اقدسؐ کی طرح بواسطہ توریت ہر چیز کا پورا پورا علم ان کو بھی ہوگا۔ اور یہ بھی صریح کفر ہے۔

سردست صرف یہی تین مناظرانہ وار کئے جاتے ہیں ان کا جواب آجانے پر اس آیت کے متعلق کچھ اور بھی عرض کیا جائے گا۔ کیوں کہ یہ مولوی احمد رضا خان صاحب کے نزدیک مسئلہ علم غیب کی نہایت زبردست دلیل ہے اس کے بعد ہم اس آیت کریمہ کا صحیح مطلب مفسرین امت کے کلام سے پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر مدارک التنزیل

۱۴ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو اس لئے کہ توریت خود ان پر نازل ہوئی۔ اور حضرت علی علیہ السلام کا عالم توریت ہونا قرآن عزیز

میں مذکور ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ویعلمہ الكتاب والحکمة والتوراة والانجیل الآیہ ۱۲

میں ہے۔

۱ : تبیاناً لكل شیء من امور الدین یعنی قرآن عزیز میں دین کی ساری باتوں کا بیان ہے۔

۲ : تفسیر جلالین شریف میں ہے یحتاج الیہ من امر الشریعة (ص ۲۲۲)

یعنی قرآن شریف میں ان سب باتوں کا بیان ہے جن کی ضرورت لوگوں کو شریعت کی باتوں میں پڑتی ہے

۳ : تفسیر جامع البیان میں بھی اس کے قریب قریب الفاظ ہیں۔ ملاحظہ ہو ص ۲۲۲۔

۴ : تفسیر تبصیر الرحمن میں ہے۔ لكل شیء من المعارف والاحکام و اخبار

الماضیین۔ یعنی قرآن شریف میں ہر چیز کا بیان ہے معرفت کی باتوں میں سے اور احکام میں

سے اور اگلے لوگوں کے واقعات میں سے۔

۵ : تفسیر روح البیان میں ہے۔ لكل شیء يتعلق بامور الدین یعنی قرآن شریف سب دینی

باتوں کا بیان ہے۔

۶ : تفسیر معالم التنزیل میں ہے۔ تبیاناً لكل شیء یحتاج الیہ من الامر والنہی

والحلل والحرام والحدود والاحکام۔ (ص ۱۰۰)

یعنی قرآن شریف میں ہر اس چیز کا بیان ہے جس کی حاجت پڑتی ہے یعنی اوامر و نواہی کا حلال و حرام

کا حدود اور احکام کا۔

۷ : تفسیر خازن میں ہے۔ قال المعانی (تبیاناً لكل شیء) یعنی من امور الدین (ص ۲۲۹)

یعنی قرآن پاک میں سب دینی باتوں کا بیان ہے۔

۸ : تفسیر مضاوی شریف میں ہے۔ (تبیاناً لكل شیء) من امور الدین (ص ۳۲۲ ج ۱)

یعنی قرآن شریف میں سب دینی باتوں کا روشن بیان ہے۔

۹ : تفسیر ابو السعود میں ہے۔ (تبیاناً لكل شیء) يتعلق بامور الدین (ص ۳۶۴ ج ۶)

یعنی قرآن پاک میں تمام ان چیزوں کا روشن بیان ہے جو دین سے متعلق ہیں۔

۱۰ : تفسیر کبیر میں تقریباً یہی مضمون ہے۔ لیکن چونکہ اس میں اس کو مدلل بیان کیا ہے اس وجہ سے عبا

طویل ہو گئی ہے ہم بقصد اختصار اس کو چھوڑتے ہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر کبیر ص ۳۴۴ ج ۵۔

اب ہم بقصد اختصار صرف انہی دس تفسیروں کے حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہیں ورنہ اہلسنت کی صد ہا تفسیر

سے اس قسم کی عبارتیں نقل کی جاسکتی ہیں۔

ان عبارات سے ہر ذی فہم سمجھ سکتا ہے کہ مفسرین اہلسنت کے نزدیک اس آیت کریمہ کا مطلب صرف یہ ہے

کہ قرآن پاک میں دینی باتوں کا پورا بیان ہے۔ اور اکھد اللہ کہ یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ بے شک قرآن عزیز میں دین النبی

کی باتوں کا نہایت واضح اور روشن بیان ہے اور ہمارے آقا و مولا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس

کے عالم ہیں، عالم ہی نہیں بلکہ معلم ہیں۔ اور جس کو جو کچھ دین النبی کا علم ہے وہ حضور ہی کا صدقہ ہے۔ صلی اللہ علیہ

وسلم وبارک و عظم و شرف و کرم۔

ہاں یہ رضا خانیوں ہی کی ذہنیت ہے کہ ان کے نزدیک قرآن شریف میں یہ بھی مذکور ہے کہ فلاں روز اتنی کھلیا

میں گی، اتنی پیدا ہوں گی، اس قدر پھر میں گے اور اس قدر پیدا ہوں گے۔

ناظرین ! ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں کہ کیا قرآن عزیز مکھی، مکڑی، مچھر، لپو اور کیڑے مکوڑوں کے

موت و حیات و دیگر حالات بیان کرنے کے لئے نازل ہوا ہے ؟ کیا وہ مکھی، مینڈک اور برساتی کیڑوں کی ہڑکا

اور حالات زندگی بتلائے گا ؟ میرے نزدیک تو کوئی با ایمان بھی اس کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ نعوذ

باللہ من سوء الفہم۔

اس کے بعد ہم دوسری آیت کریمہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔ ”نہ چھوڑی ہم نے

کتاب میں کوئی چیز“ اس آیت کریمہ سے جو استدلال کیا جاتا ہے اول تو اس پر وہی تین مناظرانہ سوال کئے جاتے

ہیں جو اس سے پہلے استدلال پر کئے گئے، تا وقتیکہ ان کے شافی جوابات دے کر دلیل کو دعوے کے مطابق نہ کر دیا

جائے۔ اس سے استدلال کرنا بقول مولوی احمد رضا خان صاحب نہ صرف بجاالت بلکہ دیوانگی ہے۔ (سوالات کے

اعادہ کی حاجت نہیں، ناظرین خود جاری فرما سکتے ہیں)۔

اس کے بعد ہم اس آیت کریمہ کا بھی صحیح مطلب مشاہیر مفسرین اہلسنت کی تفسیر سے نقل کرتے ہیں ملحوظ

رہے کہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض نے لفظ ”کتاب“ سے لوح محفوظ مراد لی

اور بعض نے قرآن پاک ظاہر ہے کہ جب لوح محفوظ مراد لی جائے گی (جیسا کہ تفسیر جلالین - ص ۱۱۳ - و تفسیر جامع البیان ص ۱۱۳ - و تفسیر مدارک التنزیل ص ۱۸۶ - و تفسیر تبصیر الرحمن ص ۲۱۴ - وغیرہ میں ہے) تو آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے لوح محفوظ میں کوئی چیز نہ چھوڑی۔ پس اس صورت میں اس آیت کریمہ کو مسئلہ علم غیب سے کوئی تعلق ہی نہ ہوگا۔ اور نہ ہمارے مخالفین اس معنی کے اعتبار سے اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔ ان کا استدلال صرف اس صورت میں ہے جب کہ کتاب سے قرآن پاک مراد ہو۔ لہذا ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ جن مفسرین نے کتاب سے قرآن پاک مراد لیا ہے انہوں نے اس آیت کا مطلب کیا سمجھا ہے آیا وہ جو ہمارے دوست رضا خاں نے سمجھا (یعنی یہ کہ قرآن شریف میں ساری باتیں مذکور ہیں خواہ وہ دینی ہوں یا دنیوی، مفید ہوں یا غیر مفید حتیٰ کہ (معاذ اللہ) کیڑے مکوڑوں کا پاخانہ اور پیشاب بھی مذکور ہے)۔

یا وہ معنی سمجھے ہیں جو باتباع مفسرین ہم سمجھتے ہیں (یعنی یہ کہ قرآن شریف میں دین الہی کی تعلیم ہے ہدایت کے اصول ہیں معارف کا بیان ہے، حقائق کا تبیان ہے) ملاحظہ ہو۔ تفسیر مدارک التنزیل میں ہے۔

”او الكتاب القران وقوله من شيء اى من شيء يحتاجون اليه (مدارک ص ۱۸۶)

یعنی اس آیت میں ”یا کتاب سے قرآن عزیز مراد ہے تو اس صورت میں شے سے مراد وہی چیز ہے جس کے لوگ دینی معاملات میں محتاج ہوں۔ یعنی قرآن شریف میں دینی ضروریات کو نہیں چھوڑا گیا۔

تفسیر ابوسعود میں ہے۔ اى ما تركنا فى القران شيئا من الاشياء المهمة - (ص ۱۶۹ - ج ۲)

یعنی ہم نے قرآن شریف میں (سب ضروری باتیں بیان کر دیں) کوئی چیز بھی ضروریات میں سے نہیں چھوڑی۔

تفسیر کبیر میں ہے۔ قوله ”ما فرطنا فى الكتاب من شيء“ يجب ان يكون

مخصوصا ببيان الاشياء التى يجب معرفتها والاحاطة بها۔

”یعنی اس آیت کریمہ میں جو شے کا لفظ ہے (اس کو عام نہیں رکھا جاسکتا بلکہ) اس کا ان اشیاء کے

ساتھ خاص کر دینا واجب ہے جن کی معرفت ضروری ہو۔ اور جن کا علم لا بدی ہو۔ یعنی آیت کریمہ کا صرف یہ

مطلب ہے کہ ہم نے قرآن شریف میں تمام وہ چیزیں بیان کر دیں جن کا جاننا لازمی ہے۔ ان میں سے

کوئی چیز نہ چھوڑی۔“

ہم یہاں بخوف طوالت صرف انہیں حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہیں اور ارباب انصاف کے لئے اسی قدر کافی سمجھتے ہیں۔

اس کے بعد ہم پوچھتی آیت کریمہ وکل شیء فصلناہ تفصیلاً کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس کا ترجمہ یہ ہے ”ہم نے ہر چیز کی پوری تفصیل کر دی“

اس استدلال پر بھی ہمارے وہی اہل تین سوال ہیں جو پہلی دلیل پر وارد کئے جا چکے ہیں اور جن کا جواب نہ ہوا اور نہ انشاء اللہ ہو سکے گا۔ (ناظرین ان سوالات کو خود جاری فرمائیں)۔ رہا اس کا صحیح مطلب تو اس کو ہم چند معتبر و مستند تفاسیر سے نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایا جائے۔

۱ : تفسیر جلالین شریف میں ہے۔ (وکل شیء) یحتاج الیہ (فصلناہ تفصیلاً) ^{۲۲۹}

یعنی ہم نے ہر ضروری چیز کی پوری تفصیل کر دی“

۲ : تفسیر جامع البیان میں ہے۔ (وکل شیء) مما تحتاجون الیہ (فصلناہ تفصیلاً)

یعنی ہم نے ان تمام چیزوں کی پوری تفصیل کر دی جن کی ضرورت تم کو پڑتی ہے“

۳ : تفسیر مدارک شریف میں بھی یہی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ مدارک ص ۳۵۸۔

۴ : تفسیر ابوالسعود میں ہے۔ (وکل شیء) تفتقرون الیہ فی المعاش و

المعاد (ص ۴۰۶ - ج ۶)۔ یعنی ہم نے ہر اس چیز کی پوری تفصیل کر دی جس کی تمہیں امر معاش

و معاد میں ضرورت ہے“

۵ : تفسیر کبیر میں ہے۔ وکل شیء فصلناہ تفصیلاً ای کل شیء بکم الیہ

حاجة الخ (ص ۳۷۷ - ج ۵) یعنی ہم نے ان تمام چیزوں کی پوری تفصیل کر دی جن کی تم کو

ضرورت ہے“

یہاں بھی بقصد اختصار صرف انہی حوالہ جات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ واللہ الہادی الی

سبیل الرشاد۔

مفسرین عظام کی ان تصریحات سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس آیت کریمہ کا بھی یہی مطلب ہے کہ قرآن عزیز

انسانی ضروریات کا کفیل ہے اس میں ضروری ضروری باتیں بیان کر دی گئی ہیں نہ یہ کہ اس میں حشرات الارض
 زمین کے کیڑے مکوڑوں کی سوانح عمری ہو جیسا کہ ہمارے رضا خانی دوستوں کا خیال ہے۔ والعیاذ باللہ
 رب العالمین۔

آیت کریمہ نمبر ۳ (وکل شیئ احصیناہ فی امام مبین)۔ نمبر ۵ یعنی (ولا حبة
 فی ظلمت الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین)۔ کے متعلق ہم صرف
 اس قدر عرض کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ ان دونوں آیتوں میں کتاب مبین سے لوح محفوظ مراد ہے۔ مفسرین اہلسنت
 نے تو اس کی تصریح کی ہی ہے۔ لیکن یہاں تو غضب یہ ہے کہ آپ کے قبلہ و کعبہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی
 بھی لوح محفوظ مراد لے رہے ہیں۔ دیکھو ”انبار المصطفیٰ“ ص ۳، سطر ۲۱، ۲۲۔ اگرچہ تقریباً تمام تفاسیر
 میں بھی یہی مذکور ہے۔ لیکن ہم خان والا شان کے فرمان عالی شان کے بعد کسی مفسر کی عبارت نقل کرنے کے
 لئے ضرورت نہیں سمجھتے۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

آیت کریمہ نمبر ۶ نمبر ۶ کے متعلق ہم کچھ عرض کرنے کی حاجت نہیں سمجھتے۔ ناظرین خود فیصلہ فرمائیں۔
 کہ ان کو کہاں تک رضا خانیوں کے دعوے سے تعلق ہے۔ پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے: ”اے حبیب دردمندان
 محبت کے طبیب، یہ غیب کی خبروں میں سے ہے ہم تمہاری طرف اس کو وحی کرتے ہیں“
 دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے: ”پس وحی کی اپنے حبیب کی طرف جو کچھ کہ وحی کی“

غور فرمایا جائے کہ دعوے تو اتنا طویل و عریض کہ بیابانوں کے ذرہ ذرہ کا، سمندروں کے قطرہ قطرہ
 کا، درختوں کے پتہ پتہ کا، دریاؤں کی مچھلی، مینڈک اور زمین کے ہر کیڑے مکوڑے کی حرکت و سکون کا، حتیٰ کہ
 پاخانہ و پیشاب وغیرہ کا علم تفصیلی محیط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات شریف سے کیا سی روز
 قبل عطا فرمادیا گیا۔ اور دلیل یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غیب کی
 خبروں میں سے کوئی خبر وحی فرمائی، یا یہ کہ وحی فرمائی جو کچھ کہ وحی فرمائی۔ سُبْحَانَ اللَّهِ ! واہ
 بے استدلال۔

قرآنی آیات کی بحث سے فارغ ہو کر اب ہم ان احادیث کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جن کا اضافہ رضا خانیوں کی اس جعلی روئداد میں کیا گیا ہے۔ فاقول وبالله التوفیق۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت لفظ ترکنا رسول اللہ صلعم للحديث کے متعلق سر درست صرف اس قدر لکھتے ہیں کہ یہ دعوے سے خاص ہے اور دعوے عام دلیل خاص سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ کما بین فی کتب الاصول۔

دوسری روایت جو جناب شب معراج کی پیش کی ہے اس کا ترجمہ آپ کے اصول پر یہ ہے: ”پس میں جان لیا (اس شب معراج میں) جو کچھ کہہ چکا اور جو کچھ کہہ گا“ لہذا یہاں وہی سوال وارد ہو گا کہ اس سے کل مراد ہے یا بعض؟ اگر کل مراد ہے تو یہ آپ کے دعوے سے عام ہے (جیسا کہ رضا خانیوں کے استاد العلماء مولوی نعیم الدین صاحب نے ”الکلمۃ الحلیمہ“ میں اس کا اعتراف کیا ہے) لہذا یہ دلیل خود آپ کے بھی مذہب کے مخالف ہے اور آپ کے دعوے سے متخلف ہوگی۔

اور اگر اس سے بعض مراد ہے یعنی وہ جو اس وقت عند اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب تھا تو وہ ہمارے مخالف نہیں وہ بعینہ ہمارا مذہب ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر اس روایت سے یہ علم محیط ثابت ہو گا تو شب معراج میں ہجرت سے بھی بہت پہلے ماننا پڑے گا۔ اور آپ خود اس کے قائل نہیں۔ آپ صرف وفات شریف سے اکیاسی روز قبل اس علم محیط کی تکمیل مانتے ہیں۔ لہذا یہ روایت آپ ہی کے بیان کردہ مطلب کے اعتبار سے آپ کے بھی مخالف ہے۔

تیسرے یہ کہ اس روایت کو تا قیامت صحیح نہیں ثابت کیا جاسکتا، صحیح ہونا تو درکنار اس کی پوری اسناد بھی نہیں بتلائی جاسکتی۔ راویوں کی جمع و تعدیل تو بعد کی چیز ہے۔ لیکن میاں صاحب افسوس! کہ آپ کے سامنے ان چیزوں کا ذکر کرنا ہمارے نزدیک بھینس کے آگے بین بجانے سے کم نہیں۔ کاش کہ کسی ذی علم کا مقابلہ ہوتا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت (قام فیما النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحديث) جس کا اضافہ اس رضا خانی روئداد کے صفحہ ۶۶ پر کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب بھی ہرگز یہ نہیں کہ جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس وعظ میں رضا خانیوں کا تمام ماکان لٹے دیا۔ کیوں کہ ظاہر ہے کہ حضور نے یہ تو بیان کیا ہی نہ ہوگا کہ شراب اس طرح بنائی جاتی ہے، جو ایوں کھیلا جاتا ہے، فلاں وقت زید غسل خانہ میں جائے گا۔ فلاں وقت پلخانہ میں، فلاں وقت کلکتہ کے بازار میں گندم کا یہ نرخ ہوگا جو کا یہ نرخ ہوگا، ہندوستان میں ایک شہر بریلی ہوگا اس میں ایک پاگل خانہ ہوگا اور اس میں فلاں فلاں پاگل ہوں گے۔

الغرض میرے نزدیک کوئی عقل مند اس کو گواہ نہیں کرے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر دنیا بھر کی ان خرافات کو بیان کیا ہو، بلکہ یہ کہنا ایک درجہ میں شان نبوت کی توہین کرنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کام کے لئے تشریف نہیں لائے تھے بلکہ بعثت کی غرض دین الہی کی تعلیم تھی لہذا اس حدیث کا وہی مطلب ہوگا جو ہمارے اور آپ کے دونوں کے مسلم شیخ اشیشوہ شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں لکھا ہے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے الفاظ اس موقع پر یہ ہیں۔

”ای مما يتعلق بالدين ای کلیاتہ“

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وعظ میں بدء الخلق سے لے کر دخول جنت و دخول جہنم کی تمام وہ باتیں بیان فرمادیں جو دین سے متعلق تھیں اور اس کے بھی کلیات نہ ہر ہر جزئی ”الحمد للہ کہ اس دلیل کا فیصلہ ایسے کے قلم سے ہوا جس کے سامنے رضا خانی دم نہیں مار سکتے۔ فللہ الحجة السامیہ۔

رہی شرح زرکانی کی عبارت ”اصحابہ صلعم جازمون باطلاعه علی الغیب“ اس کا جواب صرف اس قدر کافی ہے کہ یہاں غیب سے کل غیب تو نہ تمہارے نزدیک مراد ہو سکتے ہیں نہ ہمارے نزدیک۔ لہذا بعض غیب مراد ہوں گے۔ اور اس صورت میں یہ ثبوت بدعا نہیں۔ پھر اس سے استدلال بقول مولوی احمد رضا خان صاحب ”نہ صرف جہالت بلکہ دیوانگی ہے“ الحمد للہ کہ روئے ادنیٰ صاحب نے جس قدر

لے یہ اس لئے عرض کیا گیا ہے کہ رضا خانیوں کا ماکان دیا کیوں بھی دنیا سے نرالا ہے آئمہ الشاہدہ کسی تحریر میں اس کی تفصیل کی جائے گی۔

۲ اور یہی مطلب بعینہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ہے جس کا اضافہ رضا خانی روئے ادنیٰ کے صفحہ ۲ پر کیا گیا ہے۔

ثبوت کا اضافہ کیا تھا وہ تمام بھی پہلے ثبوت کی طرح ”ہیاء منشوراً ہو گیا

وَحَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ۔



دوبند اور بریلی کے اختلاف و نزاع پر ^{۲۹۵}

فیصلہ کن مناظرہ

میں

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے تکفیری فتوے "حسام الحرمین" کے جواب میں جناب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کا وہ فیصلہ کن بیان جو موصوف نے ۱۳۵۲ھ (م ۱۹۳۳ء) میں لاہور میں ہونے والے ایک ایسے مناظرہ میں پیش کرنے کے لیے تیار کیا تھا، جس کے لیے علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم پر فہمیر علامہ صفیر علی روحی مرحوم اور شیخ صادق حسن امترسری (بیرسٹریٹ لا) حکم طے پائے تھے۔ یہ بیان پہلی دفعہ ۱۳۵۳ھ میں "معرکہ القلم" کے نام اور فیصلہ کن مناظرہ کے لقب سے شائع ہوا تھا۔

ناشر

انجمن ارشاد المسلمین

۱۴۔ بہاولپور روڈ، مرنگ لاہور

فہرست مضامین

۲۹۸	عرضِ ناشر
۳۰۳	بریلی کا تکھیزی فتنہ (ماضی اور حال)
۳۱۹	تعارف اور مہذرت
۳۲۲	حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ پر انکارِ ختم نبوت کا بہتان
۳۳۱	حضرت نانوتویؒ اور تفسیر ”خاتم النبیین“
۳۳۳	تکذیبِ امتِ اس کی عبارتوں کا صحیح مطلب
۳۳۴	ایک عام فہم مثال سے مولانا نانوتویؒ کے مطلب کی توضیح۔
۳۳۷	خاتم النبیین کی تفسیر میں مولانا نانوتویؒ کے مسلک کی تائید مولوی احمد رضا خاں کی تصریحات سے
	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ پر تکذیبِ رب العزت
۳۴۰	بجل جلالہ کا ناپاک بہتان اور اس کا جواب
	حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر تنقیصِ شانِ سید الانبیاء صلی اللہ
۳۵۰	علیہ وسلم کا ناپاک بہتان۔
۳۷۶	خانصاحب بریلوی کا کراماتی اُلُو۔
	مولانا خلیل احمد صاحب کی صفائی میں مولوی عبدالسمیع و مولوی احمد رضا خانصاحب کی
۳۸۰	زبردست شہادت
۳۸۶	براہینِ قاطعہ پر مولوی احمد رضا خانصاحب کے دوسرے اعتراض کا جواب
۳۹۲	براہینِ قاطعہ پر خانصاحب کے تیسرے اعتراض کا جواب
۳۹۳	براہینِ قاطعہ پر خانصاحب کے چوتھے اعتراض کا جواب
	حکیم الامت حضرت تھانویؒ پر توہینِ شانِ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا بہتان اور اس
۴۰۰	کا جواب۔

- ۴۰۵ ”حفظ الایمان“ کی عبارت اور اس کی توضیح -
- ۴۰۵ ”حفظ الایمان“ کی عبارت میں خانصاحب بریلوی کی تحریفات کی تفصیل -
- ۴۰۷ عبارت حفظ الایمان کی مزید توضیح
- ۴۰۸ حفظ الایمان کے اہم مقدمات کا ثبوت نمود خانصاحب کی تصریحات سے
- ۴۰۹ ہر مومن کو کچھ غیوب کا علم تفصیلی ضرور ہوتا ہے
- ۴۱۰ خانصاحب کے والد بزرگوار کو بھی غیب کا علم تھا
- ۴۱۰ خانصاحب کے نزدیک گدھے کو بعض غیوب کا علم
- ۴۱۱ دُنیا کی ہر چیز کو بعض غیوب کا علم حاصل ہے
- ۴۱۲ عبارت حفظ الایمان کا ایک مثالی نوٹ
- ۴۱۷ مکملہ - مصنف حفظ الایمان کی حق پرستی اور بے نفسی عبارت حفظ الایمان میں ترمیم کا اعلان

عرض ناشر

پاکستان کی آزاد مملکت کے قیام کے بعد اس بات کی شدید ضرورت تھی کہ پاستانی مسلمان آپس کے اختلافات کو ختم کر کے اپنی تمام مساعی اس طرف مبذول کریں کہ اس نوزائیدہ مملکت کو استحکام و استقلال نصیب ہو اور یہاں کتاب و سنت کے مطابق پورا اسلامی نظام نافذ ہو جائے اور اس طرح تمام روئے زمین کی حکومتوں کے سامنے ایک مثالی اسلامی حکومت کا صحیح نمونہ پیش کیا جاسکے۔ مگر نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس اہم نصب العین کی طرف صحیح معنوں میں کوئی اقدام نہیں کیا گیا اور روحانی اور اخلاقی اعتبار سے ہم دن بدن اور گرتے چلے جا رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں سیاسی لیڈروں اور سیاسی جماعتوں اور ان کے کارکنوں نے اور حکومت کے ذمہ دار عمدہ داروں نے ہر دور میں جو کچھ کیا اور جس طرح ملک کو ہر لحاظ سے تباہ و برباد کیا وہ تو ایک ظاہر حقیقت ہے، فی الحال مجھے اس کے بارے میں کچھ کہنا مقصود نہیں بلکہ دین اور علم دین کی طرف منسوب لوگوں نے جو کچھ کیا ان کے بارے میں کہنا چاہتا ہوں۔ اگرچہ اس میں بھی شک نہیں کہ علماء کرام اور دیندار مسلمانوں کے ایک طبقہ نے اس عرصہ میں مسلسل کوششیں کی ہیں کہ اس ملک کا آئین قرآن و سنت کے مطابق بن کر نافذ ہو جائے اور پاکستان ایک صحیح اسلامی ریاست بن جائے اور انہوں نے تمام توجہات اسی ایک ہی مقصد کی طرف مبذول کی ہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ علماء رکملانے والے کچھ لوگ ایسے بھی اس ملک میں موجود ہیں جنہوں نے اس نصب العین سے عام مسلمانوں کی توجہات ہٹانے کے لئے دوسرے مشاغل اختیار کئے اور علماء بحق کو بھی ان فضول مشاغل میں الجھانے اور صحیح کام سے نکلانے کی کوششیں کی ہیں۔ چنانچہ ان ”اللہ کے بندوں“ نے دیوبندی بریلوی نزاع و اختلاف کو ہر دور میں اور ملک کے ہر گوشہ میں تازہ رکھا۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس ملک

میں ٹھوس بنیادوں پر دینی علوم اور دینی مسائل کی ترویج و اشاعت اور اسلامی نظام کے لئے علمی اور عملی جدوجہد کا کام وہ علماء کرام کر رہے ہیں جو دارالعلوم دیوبند کے ساتھ یا تو براہ راست تلمذ و عقیدت کا تعلق رکھنے والے ہیں، یا بالواسطہ اکابر علماء دیوبند کے ساتھ وابستہ اور ان کے متفقہ ہیں۔ لیکن ان علماء حق کے راستوں میں روڑے اٹکانے کے لئے اور قوم کا تعلق ان سے توڑنے کے لئے کچھ ہنگامہ شکنم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ علماء دیوبند کے خلاف ملک میں مستقل محاذ قائم رکھیں اور تکفیر و تفسیق کے تیروں سے ان کو نشانہ بناتے رہیں۔ عام مسلمان اپنی نادانی اور حقیقت حال سے بے خبری کی بنا پر محراب و منبر پر جلوہ گر ان داعضانِ خوش گلوں کے دامِ فریب میں پھنس جاتے ہیں اور ان علماء ربانین اکابر علماء دیوبند کے بارے میں بدظن ہوتے ہیں جن کی مجاہدانہ کوششوں اور دینی اور علوم دینی کی خدماتِ جلیلہ کی برکت سے آج ہندو پاکستان میں اسلامی روایات اور اسلامی علوم باقی ہیں۔ یہ داعضانِ حق ناشناس اور سودگرانِ متاعِ دین و ایمان جس بہتان تراشی اور تہمت طرازی سے کام لے کر اہل حق کے خلاف فضا کو ناسازگار کرنے اور ان کو دینی مقاصد میں ناکام بنانے کی سعی کر رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ اس کی حقیقت کھول کر ناواقف مسلمانوں کو اس دھوکہ اور فریب سے بچایا جائے۔ دیوبندی بریلوی اختلاف نہایت ہی عجیب قسم کا اختلاف ہے۔ یہ چند دینی مسائل کے فہم و تعبیر میں باہم علمی اختلاف نہیں بلکہ ناظرین کو جیسا کہ آئندہ ادراک کے مطالعہ سے معلوم ہوگا اس کی اصلیت اور تاریخ صرف یہ ہے کہ۔

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے علماء دیوبند کی طرف بعض کافرانہ عقیدے منسوب کر کے دعویٰ کیا اور فتویٰ دیا تھا کہ

”چونکہ ان کے یہ عقیدے ہیں اس لئے وہ قطعی کافر ہیں، ایسے کافر کہ جو شخص ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی ویسا ہی کافر ہے“

اس کے جواب میں علماء دیوبند اُسی وقت سے برابر کہہ رہے ہیں کہ ”ہم پر محض بہتان ہے، ہمارے ہرگز یہ عقیدے نہیں ہیں بلکہ جس کسی کے بھی ایسے ناپاک عقیدے ہوں ہم خود اس کو کافر اور اسلام سے خارج سمجھتے ہیں“ اور مولوی احمد رضا خان صاحب نے ہماری جن عبارتوں کا حوالہ دیا ہے ان کا ہرگز وہ مطلب نہیں ہے بلکہ ان کا مطلب یہ ہے جو تصریحات کتاب و سنت اور عقائد اہلسنت کے ہرگز خلاف نہیں ہے اور علماء دیوبند اپنے اس دعویٰ کا نہایت

صاف اور روشن ثبوت بھی دیتے ہیں۔ جس کی ایک مثال یہ رسالہ (فیصلہ کن مناظرہ) بھی ہے۔

ظاہر ہے کہ علماء دیوبند کے اس جواب کے بعد اس اختلاف کو عقیدہ کا اختلاف نہیں کہا جاسکتا اور مسلمانوں میں اس اختلاف کے اب تک باقی رہنے کی کوئی وجہ اس کے سوا سمجھ میں نہیں آسکتی کہ کچھ لوگوں نے مسلمانوں میں اس اختلاف کے باقی رکھنے اور اس بنیاد پر ان کو آپس میں لڑانے کو اپنی روزی کا ذریعہ بنالیا ہے اور اب یہی ان کا ناجائز پیشہ ہے۔

شاید بہت سے لوگ ناواقفی سے یہ سمجھتے ہوں کہ میلاد، قیام، عرس، وقالی، فاتحہ، تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں، برسی وغیرہ دسوم کے جائز و ناجائز اور بدعت و غیر بدعت ہونے کے بارے میں مسلمانوں کے مختلف طبقوں میں جو نظریاتی اختلاف ہے یہی دراصل دیوبندی و بریلوی اختلاف ہے مگر یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کے درمیان ان مسائل میں یہ اختلاف تو اس وقت سے ہے جب کہ دیوبند کا مدرسہ قائم بھی نہیں ہوا تھا اور مولوی احمد رضا خان صاحب پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے ان مسائل کے اختلاف کو ”دیوبندی بریلوی اختلاف“ نہیں کہا جاسکتا۔

علاوہ ازیں ان مسائل کی حیثیت کسی فرقی کے نزدیک بھی ایسی نہیں ہے کہ ان کے ماننے نہ ماننے کی وجہ سے کسی کو کافرا یا اہلسنت سے خارج کہا جاسکے۔ یہی وجہ ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب اور ان کی خاص ذریت کے علاوہ ہندوستان کے بہت سے علماء اور بہت سے علمی حلقے ایسے ہیں جن کی تحقیق اور رائے ان مسائل میں علماء دیوبند کی تحقیق سے مختلف ہے مگر اس کے باوجود ان میں سے کوئی بھی دوسرے کی تکفیر یا تفسیق نہیں کرتا۔ بلکہ آپس میں عقیدت اور احترام کے تعلقات ہیں جیسے کہ علماء بریلی کے درمیان ہونے چاہئیں۔ اس کی مثال میں حضرات علماء فرنگی مہلی (لکھنؤ)، حضرت مولانا معین القضاۃ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا معین الدین صاحب اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد سجاد صاحب بہاری رحمہم جیسے بہت سے علماء کرام اور علمی سلسلوں اور خاندانوں کا نام لیا جاسکتا ہے۔ ان حضرات کا مسلک حضرات علماء دیوبند کے مسلک سے مختلف تھا لیکن جاننے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ احترام میں کوئی فرق نہ تھا اور اب بھی یہی صورت ہے الغرض ان مسائل کے اختلاف کو ”دیوبندی بریلوی اختلاف“ سمجھنا صحیح نہیں ہے۔

دیوبند و بریلی کا اصل اختلاف د نزاع جیسا کہ عرض کیا گیا وہی ہے جو مولوی احمد رضا خان صاحب کے تکفیری فتوؤں سے پیدا ہوا ہے اور ناظرین کو معلوم ہو چکا کہ وہ کس قدر بے بنیاد ہے کیونکہ جن عقائد کو بنیاد قرار دے کر مولوی

احمد رضا خان صاحب نے حضرات علماء دیوبند کی تکفیر کی تھی وہ حضرات ان عقیدوں سے نہ صرف تبری اور کٹاشی کرتے ہیں بلکہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایسے عقیدے رکھنے والا خود ہمارے نزدیک بھی کافر ہے اور مولوی احمد رضا خان صاحب کے خلاف انصاف کی عدالت میں عرصہ دراز سے ان کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے ہماری طرف بالکل بے اصل فتوؤں کی نسبت کر کے اور ہماری عبارتوں میں ناجائز قطع و برید کر کے اور ان کو توڑ مروڑ کے ہم پر یہ بہتان لگائے ہیں اور وہ اپنے اس دعویٰ کا نہایت روشن اور ناقابل تردید ثبوت بھی دے چکے ہیں۔ اور یہ رسالہ بھی اس سلسلہ کی آخری فیصلہ کن سٹاپ ہے۔

الغرض مسلمانوں کی اس قسمی پرکس قدر ماتم کیا جائے اور ان کی اس سادہ لوحی اور بیوقوفی پر کتنا رویا جائے کہ ایسا بے بنیاد اختلاف اپنی وسعت اور پھیلاؤ اور مضرت کے لحاظ سے ان کا سب سے بڑا اختلاف ہوا ہے بہتستان پاکستان میں مسلمانوں کی بہت ہی کم خوش نصیب بستیاں ہوں گی جہاں کے مسلمان اس بے بنیاد دیوبندی بریلوی اختلاف کی نحوست اور تباہ کاری سے بالکل محفوظ ہوں۔

اس اختلاف کو بے حقیقت اور بے بنیاد ثابت کرنے اور عام مسلمانوں پر تو واضح کرنے کے لئے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے علماء دیوبند کی طرف کافرانہ عقائد کی نسبت کر کے ان کی تکفیر کی ہے وہ ہرگز ان حضرات کے عقائد نہیں ہیں۔ علماء دیوبند کی طرف سے اس سلسلہ میں بہت کچھ کہا اور لکھا گیا ہے۔ لیکن اب ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء میں اسی موضوع پر لاہور میں ہونے والے ایک ایسے مناظرہ میں پیش کرنے کے لئے (جس کا فیصلہ دینے کے لئے علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم اور ان کے ساتھ دو اور ایسی ممتاز شخصیتوں کو حکم بھی تسلیم کر لیا گیا تھا) جو ایک مفصل بیان مخدوم و معظ مولانا محمد صاحب نعمانی مظلہ نے علماء دیوبند کی طرف سے تیار کیا تھا جو بعد میں ”فیصلہ کن مناظرہ“ کے نام سے مستقل رسالہ کی شکل میں بھی شائع ہو گیا تھا۔ بلاشبہ اس موضوع پر وہ حریف آخر ہے اور سچ یہ ہے کہ اس نے اس اختلاف کے باقی رہنے کے لئے ذرہ برابر بھی گنجائش نہیں چھوڑی ہے۔

مدت دراز سے یہ بیان نمایاب تھا اور ملک کے خاص حالات کی وجہ سے اس کی اشاعت کی خاص ضرورت بھی نہ تھی۔ مگر اب پاکستان کے مختلف شہروں میں اس فتنہ کے علمبردار (جنہوں نے اسی فتنہ انگیزی کو اپنا پیشہ اور معاشی ذریعہ بنا لیا ہے) پھر اس دفن شدہ فتنہ کو اکھاڑ رہے ہیں اور ملک کے مختلف حصوں سے اس آگ کے بھڑکنے کی اطلاعاتیں آرہی ہیں اس آگ کو بجھانے اور نزاع کو ختم کرنے کے لئے ضرورت تھی اس کو پھر شائع کیا جائے۔ چنانچہ مسلمانوں میں اتحاد و

اتفاق کی فضا پیدا کرنے اور باہمی شقاق و خلاف کو دور کرنے کے ارادۂ نیک اور اصلاح احوال کے جذبہ کی بنا پر ہمارا ادارہ اسے شائع کر رہا ہے۔

کچھ عرصہ پہلے مصنف ممدوح نے اس فتنہ کے متعلق ایک نہایت مفید اور بصیرت افروز مضمون بھی ”الفرقان“ میں شائع کیا تھا ہم نے مناسب سمجھا کہ ”مقدمہ“ کے طور پر اس کو بھی کتاب میں شامل کر دیں۔ اس ”پیش لفظ“ کے بعد ناظرین کرام اسی کو پڑھیں گے۔ اس کے بعد مولانا نعمانی ہی کے قلم سے صفحہ ۲ پر ”تعارف و معذرت“ کے عنوان سے ایک تعارفی نوٹ ہے۔ بعد ازاں صفحہ ۲ سے اصل کتاب شروع ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ناظرین کو اس سے فائدہ پہنچائے اور اس فتنہ کے فرد ہونے کا اس کو ذریعہ بنائے۔

والحمد للہ اولاً و آخراً



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بریلی کا تکفیری فتنہ

ماضی اور حال

اس دنیا میں بعض واقعات اس قدر عجیب و غریب اور بعید از قیاس ہوتے ہیں کہ عقل ہزار سر مارے مگر ان کے کوئی معقول توجیہ کرنے سے عاجز ہی رہتی ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام اور ان کی دینی دعوت کے ساتھ ان کی قوموں نے عام طور سے جو سلوک کیا وہ بھی دنیا کے ایسے ہی عجیب و غریب اور بعید از قیاس واقعات میں سے ہے۔ خود اس دنیا کے پیدا کرنے والے اور چلانے والے خالق و پروردگار نے کتنے عجیب انداز میں اس پر حسرت کا اظہار کیا ہے۔

يُحْشَرُ عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِؤْنَ (سورہ

مثال کے طور پر صرف خاتم النبیین سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سرگزشت کو اس نظر سے

حدیث و سیر کی کتابوں میں دیکھ لیا جائے۔

آپ کو معظمہ میں پیدا ہوئے، وہیں پلے بڑھے، بچپن ہی سے صورت میں دل کشی و محبوبیت اور عادات میں معصومیت تھی اس لئے ہر ایک محبت و احترام کرتا تھا۔ گویا آپ پوری قوم کو پیارے اور اس کی آنکھ کے تارے تھے پھر جب عمر مبارک چالیس سال کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے صورت و سیرت کی اس محبوبیت و معصومیت کے ساتھ نبوت کا کمال اور رسالت کا جلال و جمال بھی عطا فرمایا، جس کے بعد سیرت اور زیادہ بلند ہو گئی۔ زبان سے علم و حکمت کے چشمے پھوٹنے لگے اور پیدائشی حسین و جمیل چہرہ میں اب نبوت کا نور بھی چمکنے لگا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف

لے گئے کیسی حسرت ہے ان بندوں پر، ہماری طرف سے جو رسول بھی ان کے پاس پہنچے یہ ان کے ساتھ تسخیر

اور استعزاز ہے ہی پیش آئے۔“

سے حکم ہوا کہ اپنی قوم کو توحید اور اسلام کی دعوت دیں۔ آپ نے پورے اخلاص اور کامل محبت اور انتہائی حکمت کے ساتھ درد اور سوز سے بھری ہوئی اس آواز میں جس سے پتھر بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اپنی قوم کے سامنے توحید اور اسلام کی وہ دعوت پیش کی جس کا حق اور معقول ہونا اور آپ کی قوم اور ساری انسانیت کیلئے سرسبز رحمت ہونا گویا بالکل بدی تھا۔ عقل کا فیصلہ اور قیاس کا تقاضا یہی تھا کہ پوری قوم جو پہلے ہی سے آپ کی گرویدہ تھی اور آپ کو صادق و امین سمجھتی اور کتنی تھی وہ آپ کی اس دینی دعوت پر ایک زبان ہو کر لبیک کہتی اور پروانہ دار آپ پر ٹوٹ پڑتی اور کم از کم مکہ میں تو ایک بھی مکذّب اور مخالف نہ ہوتا۔ لیکن ہوا یہ کہ گنتی کے چند سعادت مندوں کے سوا ساری قوم آپ کی تکذیب اور مخالفت پر متفق ہو گئی، جو ہمیشہ سے صادق و امین کہتے اور عقیدت کے پھول چڑھاتے تھے وہی شاعر و مجنون اور ساحر و کذاب کہنے لگے اور آپ کے خلاف نفرت و عداوت کی آگ بھڑکانا ان کا محبوب ترین مشغلہ بن گیا۔ پھر تو قریباً دس سال تک آپ کے ان ہی جاننے پہچاننے والوں نے اس قدر ستایا اور ایسی ایسی کمینہ حرکتیں کیں کہ خود ارشاد فرماتے ہیں۔ مَا أُوذِيَ فِي اللَّهِ أَحَدٌ مِّثْلَ مَا أُذِيتُ ، اللہ کی راہ میں اس کے کسی بندہ کو کبھی اتنا نہیں ستایا گیا جتنا کہ مجھے ستایا گیا ہے۔

بے چاری عقل حیران ہے، ایسا کیوں ہوا؟ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ان دنوں مکہ میں دماغوں کو خواب کر کے آدمیوں کو پاگل بنا دینے والی کوئی خاص ہوا چلی تھی جس کے اثر سے ساری قوم کی قوم پاگل ہو گئی تھی اور آپ کے ساتھ یہ جو کچھ اس نے کیا وہ پاگل پنہ کی وجہ سے کیا۔

اسی کی دوسری مثال امت میں لیجئے! حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہم اجمعین) یہ چاروں بزرگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں۔ اور اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تاریخ سے کچھ بھی واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ اللہ و رسول کے ساتھ اور ان کے مقدس دین کے ساتھ ان چاروں بزرگواروں کی وفاداری اور ان کا اخلاص ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ اللہ کے ان صادق بندوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان جان نثاروں نے حضور کے زمانہ میں اور آپ کے بعد اسلام کے لئے جو کچھ قربانیاں کیں اور اللہ کے مقدس دین کی جو خدمات انجام دیں وہ آفتاب سے زیادہ روشن اور دنیا کے زیادہ سے زیادہ مشہور و ستم واقعات سے زیادہ مسلم و مستند

ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے مواقع پر اپنے ان چاروں جان نثاروں کی خدمات اور قربانیوں کا جس محبت اور قدر دانی کے ساتھ اعتراف فرمایا اور ان کے مقبول اور عبتی ہونے اور جنت میں بھی اپنے پاس اور اپنے ساتھ رہنے کی بار بار جوشہادتیں اور بشائیں دیں وہ اپنے تواتر کی وجہ سے قریب قریب ایسی ہی یقینی اور ناقابل شک ہیں جیسا کہ عقیدہ توحید و عقیدہ قیامت اور نماز اور روزہ اور حج اور زکوٰۃ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے ہونا قطعاً غیر مشتبہ اور یقینی ہے۔

لیکن غور کیجئے اس امت کی تاریخ کا یہ کیسا عجیب و غریب اور ناقابل فہم واقعہ ہے کہ اسلام کے بالکل ابتدائی دور ہی میں خود مسلمانوں میں ایسے مستقل فرقے پیدا ہوئے جن کی خصوصیت اور جن کا امتیاز صرف یہی ہے کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان جلیل القدر اور ممتاز صحابہ کے ایمان ہی سے انکار تھا اور وہ (معاذ اللہ) ان کو کافر و منافق اور گمراہ زنی کہنے پر مصر تھے۔ اور اب تک بھی یہ فرقے دنیا میں موجود ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ مسلمانوں کے قدیم ترین فرقہ شیعہ کی خصوصیت اور امتیاز ہی یہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عداوت و بدگوئی اور ان کے مومن و مخلص ہونے سے انکار، ان کے مذہب کی بنیاد یا کم از کم ان کا مذہبی شعار ہے اور اس معاملہ میں ان کا غلو اور جنون اس حد کو پہنچا ہوا ہے کہ ان کے بہت سے چوٹی کے ”مہذب“ اور ”تعلیم یافتہ“ افراد ”تہذیب روادار“ کے اس دور میں بھی اپنے اس حال کے اظہار سے نہیں شرماتے کہ ان بزرگوں کی تعریف و مدح میں کسی اور کا بھی کچھ کہنا ان کے لئے ناقابل برداشت ہے اور اس کے برعکس ان پاک ہستیوں پر تبرّ ابازی ان کا محبوب ترین مشغلہ اور ان کے نزدیک کارِ ثواب ہے۔

ناطقہ سرگرمیوں کے لیے کیا کہنے !

خلاف عقل مجاہدانہ کی بجائیں کو تو چھوڑ دیجئے اور پھر ٹھنڈے دل سے غور کیجئے کہ کیا کسی کی عقل بھی ان لوگوں کے اس طرز عمل کی کوئی معقول توجیہ کر سکتی ہے ؟

کون کہہ سکتا ہے کہ اس فرقہ والے سب پاگل اور عقل عام سے محروم ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ان میں بڑے بڑے تعلیم یافتہ، بڑے بڑے دانشور اور ایک سے ایک ذہین و فطین ہر دور میں رہے ہیں اور آج بھی موجود ہیں بلکہ اس فرقہ کے جن ممتاز عالموں اور مصنفوں نے خاص اسی موضوع (مطالعہ خلفاء ثلاثہ) پر ضخیم ضخیم کتابیں لکھی ہیں ان

کہ وہی کتابیں مشاہد ہیں کہ نہ وہ پاگل ہیں نہ بے خبر جاہل ہیں، بلکہ — اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی — کا قابل عبرت نمونہ ہیں۔

یہی حال ان کے اصل حریف اور مقابل فرقہ یعنی خوارج و فواصب کا ہے۔ ان بد بختوں کے نزدیک سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ (معاذ اللہ) ایسے بد دین، اس درجہ کے دشمن اسلام، ایسے مجرم اور گردن زنی تھے کہ ان کو سم کر دینا نہ صرف کارِ ثواب بلکہ ان کے قاتل کے جنت میں پہنچنے کا یقینی ذریعہ تھا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ جب شقی، ابنِ عجم نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تلوار سے وار کیا اور اس کو معلوم ہو گیا کہ وار بھر پور پڑا اور حضرت مدوح رضی کی زندگی ختم کر دینے کے اپنے منصوبہ میں وہ کامیاب ہو گیا تو گرفتار ہونے کے باوجود وہ کستا تھا کہ "خُذْتُ وَرَبَّ الْكُفَّةِ" (اس بد بخت کا مطلب یہ تھا کہ سیدنا علی کو خاک و خون میں تڑپا کے اور ان کی شیعہ حیات گل کر کے میں نے نجات اور جنت حاصل کرنے کا سامان کر لیا، اور خواہ اس زندگی میں اب مجھ پر کچھ بھی گزرے لیکن مرنے کے بعد آخرت کی کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی میں میرا یہ عمل مجھے جنت میں ضرور پہنچا دے گا) — بتلایے! کہ عقل بے چاری اس گمراہی اور عقل باختگی کی کیا توجیہ کرے؟ — جو لوگ تاریخ کے ذریعہ ابنِ عجم اور اس کے فرقہ کے حالات سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ فرقہ بھی پاگلوں اور اُن پڑھ جاہلوں کا فرقہ نہ تھا بلکہ ان میں بہت سے اچھے خاصے علم و فہم والے بھی تھے۔

اصل بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص حب مال یا حب جاہ یا ایسے ہی کسی اور غلط جذبہ کے تحت کسی معاملہ میں اللہ کی ہدایت کی بجائے اپنے نفس کی خواہشات اور اپنے ذاتی جذبات و خیالات کی پیروی کا فیصلہ کر لیتا ہے تو کم از کم اس خاص معاملہ میں خدا ترسی و حق بینی کی صلاحیت اور فہم سلیم کی دولت اس سے چھین لی جاتی ہے۔ اور پھر فطرتِ عقل و ہوش رکھنے کے باوجود اس سے اس معاملہ میں ایسی ایسی حرکتیں سرزد ہوتی ہیں کہ عقل سلیم ان کی کوئی توجیہ بھی نہیں کر سکتی۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق قرآن کا بیان ہے۔

لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ اُذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلَّوْهُمُ اَضَلُّ

لے ان کے دل ہیں مگر یہ ان سے سمجھتے نہیں، ان کے کان ہیں مگر یہ ان سے سنتے نہیں، ان کی آنکھیں ہیں مگر یہ ان سے دیکھتے

نہیں، یہ تو بس جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے اور زیادہ گمراہ ہیں۔

عقل و خرد کی گراہی کی ایسی مثالیں اسلامی تاریخ کے بعد کے دوروں میں بھی بکثرت ملتی ہیں اور مختلف زمانوں میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں جنہوں نے اپنے زمانہ کے اچھے سے اچھے اور نہایت نیک سیرت بندوں کی عداوت و دشمنی و بدگوئی و ایذا رسانی کو اپنا خاص مشغلہ بنایا۔ بلکہ شاید امت کے اکابر و ائمہ میں سے شاذ و نادر ہستیاں ہی ایسی ہوں گی جن کو نبوت کی اس میراث سے حصہ نہ ملا ہو۔

شیخ تاج الدین سبکیؒ نے ”طبقات الشافعیۃ الکبریٰ“ میں رنج اور غصہ کے ساتھ لکھا ہے۔

ما من — امام الا وحد
طعن — فیہ طاعنون
وهلك فیہ هالكون —
امت کا کوئی امام ایسا نہیں ہے جس کو حملہ
کرنے والوں نے اپنے حملوں کا نشانہ نہ بنایا ہو
اور جس کی شان میں گستاخیاں کر کے ہلاک ہونے
والے ہلاک نہ ہوئے ہوں۔

قت جس افسوسناک اور تکلیف دہ واقعہ کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے وہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔
حقیقتوں کا پورا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے لیکن جہاں تک بشری معلومات اور اطلاعات کا تعلق ہے اپنے
دل کے پورے اطمینان کے ساتھ اور بلا خوف تردد یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ و شاہ عبدالعزیزؒ کے بعد
تیرہویں صدی ہجری (اور انیسویں صدی عیسوی) میں ان کے اخلاف و وارثین حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ و حضرت
حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کے رفقاء نے اللہ کی راہ میں جو قربانیاں دیں اور اسلام کے فروغ اور اس کی سرسبزی
کے لئے جو محنتیں کیں، یہاں تک کہ بالاکوٹ کے معرکہ میں اسی راہ میں اپنی جانیں بھی قربان کر دیں۔ اور پھر ان کی انص
مختوں اور قربانیوں کا یہاں کے مسلمانوں پر جو اثر پڑا اور اس ملک میں دین کی جو تجدید ظہور میں آئی اور صلاح و تقویٰ
اور قلع بائیسہ اور روح جماد اور اتبارع سنت کی صفات کو جو نئی زندگی اس ملک میں ملی اور ان صفات میں خود ان بزرگوں
کا جو حال تھا، ان سب چیزوں کو پیش نظر رکھنے کے بعد اس میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ یہ حضرات اس دور میں اللہ تعالیٰ
کے خاص مقبول بندوں میں سے تھے۔

پھر بعد کے دور میں (یعنی تیرہویں صدی کے آخر اور چودھویں صدی ہجری کے شروع میں) ان ہی
مجاہدین ملت اور مصلحین امت کے علی و روحانی وارثین حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد

گنگوہیؒ اور ان کے خاص رفقا کو اللہ تعالیٰ نے اس ملک میں اپنے مقدس دین کی حفاظت و خدمت کی جو توفیق دی اور ان کی جد و جہد سے توحید و سنت اور عام اسلامی تعلیمات کی اس ملک میں جو اشاعت ہوئی اور علم و عمل اور عشق و فنائیت کی جامعیت کے لحاظ سے خود ان بزرگوں کا جو حال تھا، اور یہ مبارک صفات ان کے ذریعہ امت کے مختلف طبقات میں جس وسیع پیمانہ پر پھیلیں، ان سب چیزوں کو اور ان کے اثرات و ثمرات کو آنکھوں سے دیکھنے کے بعد دل کو اس میں ذرا شبہ نہیں رہتا کہ حضرات اس دور کے خاصانِ خدا میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی خدمت اور توحید و سنت کی اشاعت کے لئے، اور ان کے قلوب کو اپنے خاص نفل کے واسطے چن لیا تھا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین کی دراشت و نیابت میں ان بندگانِ خدا کے ساتھ بھی یہی ہوا کہ اسی دور میں کچھ ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے جنہوں نے ان حضرات کو بدنام کرنا اور ان پر جھوٹی مہمتیں لگا لگا کر مسلمانوں میں ان کے خلاف نفرت پیدا کرنا اپنا مشغلہ بنالیا۔

تیسرے صدیوں اور چودھویں صدی کے ان مجاہدین فی سبیل اللہ اور محافظینِ سنت و شریعت و مصلحینِ امت کے خلاف فتویٰ بازی اور فتنہ انگیزی و افتراء پر دازی میں اس دور کے جن صاحب نے سب سے زیادہ حصہ لیا اور جو ”وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ“ کے مصداق ہیں وہ بیل کے مولوی احمد رضا خان صاحب ہیں جو اپنی اس تکفیر بازی ہی کی وجہ سے یہ مقام حاصل کر چکے ہیں کہ ایمان والوں کی بے پناہ تکفیر کی مثال میں عام طور سے ان ہی کا نام بطور ضرب المثل کے زبانوں پر آتا ہے۔

ان خان صاحب نے پہلے تو عرصہ تک حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کو اپنی بدگوئی و کفر بازی کا نشانہ بنایا اور اپنے رسالوں اور فتوؤں میں ایسے ایسے گندے اور خبیث عقیدے ان کی طرف منسوب کئے جن کی نقل سے بھی ایمانی روح لرزتی ہے۔ برسوں ان بزرگوار کا یہی مشغلہ رہا۔ ایک ایک رسالہ اور فتوے میں راہِ خدا کے اس شہید کو ستر ستر اور پچھتر پچھتر وجہ سے کافر ثابت کر کے یہ اپنے شوقِ تکفیر کا مظاہرہ کرتے رہے۔

اس کے بعد انہوں نے اسی ولی اللہی خاندان کے علمی و روحانی وارثین حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ وغیرہ اکابرِ جماعت دیوبند کو اپنی مشقِ بسم کے لئے انتخاب کیا اور پھر زندگی بھر ان ہی بزرگوں کی بدگوئی اور تکفیر کر کے ان کے حسنات میں اضافہ اور درجات میں ترقی کا سامان کرتے رہے۔

سب سے پہلے ۱۳۲۰ھ میں اپنی کتاب ”المعتد المستند“ میں ان حضرات کو انکار ختم نبوت اور تکذیب رب العزت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص و اہانت کا مجرم قرار دے کر ان کی قطعی تکفیر کی — لیکن ان کی فتوے بازی اور کافر سازی چونکہ نہایت بدنام اور رسوا ہو چکی تھی اس لئے اس کا کوئی اثر نہیں ہوا، یہاں تک کہ جن بزرگوں کی تکفیر کی گئی تھی انہوں نے بھی کوئی نوٹس نہیں لیا۔

مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنے فتوے کا یہ حشر دیکھ کر ایک نیا منصوبہ بنایا۔ ۱۳۲۳ھ میں انہی بزرگوں کی تکفیر کا ایک فتوے انہوں نے مرتب کیا جس میں وہی انکار ختم نبوت اور تکذیب رب العزت و اہانت حضرت رسالت جیسے صریح کفریات کو ان بزرگوں کی طرف منسوب کر کے ان کی قطعی تکفیر کی۔ ایسی قطعی تکفیر کہ جو شخص ان کو مسلمان مانے یا ان کے کافر ہونے میں شک بھی کرے، اس کے بارے میں بھی لکھا کہ وہ بھی قطعی کافر، دائرہ اسلام سے خارج اور جہنمی ہے۔ — تکفیر کی اس سرسبز جلی اور منفردانہ دستاویز کو لے کر مولوی احمد رضا خان صاحب اسی سال حجاز گئے اور مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے حضرات علماء و مفتیین کے پاس پہنچ کر نہایت ہی عیارانہ اور پرفریب انداز میں انے حضرات سے فریاد کی کہ ہندوستان میں اسلام پر بڑا سخت وقت آگیا ہے، مسلمانوں ہی میں بعض لوگ ایسے ایسے کافرانہ عقائد رکھنے والے پیدا ہو گئے ہیں اور عام مسلمانوں پر ان کا اثر پڑ رہا ہے، ہم غریب اس فتنہ کی روک تھام کر رہے ہیں مگر اس مہم میں ہم کو آپ کی اس مدد کی ضرورت ہے کہ ان بدعقیدہ لوگوں کی تکفیر کے اس فتوے کی آپ حضرات بھی تصدیق فرما دیں، چونکہ آپ اللہ کے مقدس اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک شہر کے رہنے والے ہیں اس لئے دینی رہنمائی کے بارہ میں ہندوستان کے ہم مسلمانوں کو آپ ہی حضرات پر پورا اعتماد ہے اور اس وجہ سے اس فتوے پر آپ ہی کی تصدیق مہر میں ہندوستان کے عام مسلمانوں کو کفر و بددینی کے اس سیلاب میں بہنے سے روک سکتی ہیں، ورنہ فتنہ ایسا شدید ہے کہ ان کا ایمان پر قائم رہنا مشکل ہے۔ المدد المدد لے خدا کے شیرد! الغیاث الغیاث اے لشکر محمدی کے شہسوارو!!

اے مولوی احمد رضا خان صاحب نے جو فتوے علماء بحرین کے سامنے پیش کیا تھا جو بعد کو ”حسام الحرمین“ کے نام سے چھپ کر شائع ہوا، یہ اسی کی تمسید کا حاصل اور خلاصہ ہے۔۔۔ جھوٹے آنسوؤں اور جھوٹی آہوں سے اللہ کے نیکے و بھولے بندوں کو متاثر کرنا مکاری کا ایک فن ہے اور مولوی احمد رضا خان صاحب کی حسام الحرمین کی تمسید اس کا خاص نمونہ ہے۔ ہم نے تو صرف اپنے الفاظ میں اس کا حاصل اور خلاصہ لکھ دیا ہے۔

الغرض مولوی احمد رضا خان صاحب نے ان علماء حرمین کے سامنے جو اصل واقعات سے بالکل بے خبر تھے اور اردو زبان سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے ان اکابر جماعت دیوبند کی وہ کتابیں بھی نہیں پڑھ سکتے تھے جن کی طرف مولوی احمد رضا خان صاحب نے انکار ختم نبوت وغیرہ مضامین منسوب کئے تھے۔ اپنا یہ جعلی فتوے اس انداز میں اور اس تمہید سے پیش کیا کہ گویا ہندوستانی مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت اب بس اس فتوے سے اور اس پر علماء حرمین کی تصدیقی مہریں لگ جانے سے وابستہ ہے۔ اگر یہ نہ ہوا تو گویا وہ سب شدتھی اور مرتد ہو جائیں گے۔ ————— فحوذ باللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے بہت سے نیک دل علماء نے مولوی احمد رضا خان صاحب کی ان سب باتوں کو واقعہ سمجھا اور اس کے بعد جیسا کہ ان کو چاہئے تھا انہوں نے پورے دینی جوشش کے ساتھ اس تکفیری فتوے پر تصدیقیں لکھ دیں۔ لیکن بعض اہل فراست کو اپنی ایانی فراست سے اور بعض کو دوسری اطلاعات سے اس معاملہ میں شک ہو گیا اور انہوں نے احتیاط فرمائی اور اس جال میں پھنسنے سے بچ گئے۔

قصہ مختصر یہ جعلی فتویٰ جس کی بنیاد محض غلط بیانی اور افتراء پردازی پر تھی ہندوستان لاکر ”حسام الحرمین“ کے نام سے شائع کیا گیا اور ایک شور و ہنگامہ برپا کر دیا گیا کہ ہندوستان کے ان مشاہیر علماء کرام اور جماعت دیوبند کے اکابر عظام (حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ، اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ) کے متعلق مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے علماء مفتیین نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے کہ (معاذ اللہ) یہ سب ایسے قطعی کافر اور مرتد ہیں کہ جو شخص ان کے کافر اور ناری ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر اور جہنمی ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کی اس چال نے ہندوستانی مسلمانوں میں ایک طوفانی فتنہ کھڑا کر دیا اور شاید ہزاروں یا لاکھوں سادہ دل بندے جو مولوی احمد رضا خان صاحب کی فتوے بازی سے بالکل متاثر نہ تھے، علماء حرمین کے نام سے اس فتنہ میں مبتلا ہو گئے۔ ہمارے وہ بزرگ جن کی تمام تر توجہ اس وقت ہندوستان میں اسلام کی حفاظت کے بنیادی کاموں، درس و تعلیم اور اصلاح و تربیت وغیرہ پر مرکوز تھی اور جنہوں نے مولوی احمد رضا خان صاحب

لے اس کی پوری تفصیل رسالہ ”الشہاب الثاقب“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ جو انجمن ارشاد السالین کی طرف سے جدید اضافوں

اور طویل مقدمہ کے ساتھ طبع ہو چکی ہے۔

کی تکفیری سرگرمیوں کی طرف کبھی کوئی توجہ نہیں کی تھی بلکہ ایسے لوگوں سے اکٹھا اور ان کی افراط پر دانیوں کا جواب دینا بھی جن کے اصول اور ذوق کے خلاف تھا جب انہوں نے دیکھا کہ اللہ کے بندوں کو علماءِ حرمین کے ناموں سے دھوکہ دیا جا رہا ہے اور وہ بیچارے اس فریب میں آکر فتنہ میں مبتلا ہو رہے ہیں تو ان حضرات نے بھی اس فریب کا پردہ چاک کر کے اصل حقیقت کا ظاہر کرنا اپنے لئے ضروری سمجھا۔ چنانچہ حسام الحرمین میں جن چار متذکرہ صدر بزرگوں کی طرف عقائدِ کفریہ منسوب کر کے تکفیر کی گئی تھی ان میں سے جو دو بزرگ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ اور مخدوم الملت حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ اس وقت اس دنیا میں رونق افروز تھے۔ انہوں نے اسی زمانے میں اپنے بیانات دیئے، جن میں ان کفریہ عقائد سے اپنی برائت ظاہر کی اور صاف لکھا کہ

”حسام الحرمین“ میں ہماری طرف جو عقائد مولوی احمد رضا خان صاحب نے منسوب کئے ہیں، وہ ان کا ہم

پر محض افرا ہے۔ ایسے عقیدے رکھنے والوں کو ہم خود بھی کافر سمجھتے ہیں۔“

ان بزرگوں کے یہ بیانات اس دور کے رسائل ”السحاب الدیاذ“ اور ”قطع الوتین“ وغیرہ میں اسی وقت شائع

ہو گئے تھے، بلکہ حضرت تھانویؒ کا بیان تو ایک مختصر اور مستقل رسالہ کی صورت میں ”لبسط البنان“ کے نام سے بھی شائع ہوا تھا۔

اسی زمانہ میں ایک خاص واقعہ یہ بھی پیش آیا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کے حجاز سے واپس آ جانے کے بعد

حرمین شریفین میں خاص کر مدینہ طیبہ میں اس کا چرچا ہوا کہ ہندوستان کے اس مولوی نے جن لوگوں کی تکفیر کی تصدیق کرانی

ہیں ان کے عقائد کے بارہ میں اس نے غلط بیانی کی ہے۔ یہ سن کر وہاں کے بعض علماء کرام نے خود علمائے دیوبند کی طرف رجوع

کر کے معاملہ کی تحقیق کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے ”حسام الحرمین“ میں ان حضرات کے متعلق

جو کچھ لکھا تھا اور علماءِ حرمین کے قلوب میں ان کی طرف سے بغض و نفرت پیدا کرنے کے لئے جو کچھ اس کے سوا زبان سے کہا

تھا، اس سب کو پیش نظر رکھ کر ان حضرات نے ۲۶ سوالات مرتب کئے اور علماءِ دیوبند سے ان کا جواب چاہا۔ یہ سب

سوالات علماءِ دیوبند کے عقائد اور ان کے مسلک و مشرب ہی سے متعلق تھے۔ یہاں سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب

سہارنپوریؒ نے ان کا مفصل اور مدلل جواب تحریر فرمایا۔ جس پر اس دور کے جماعتِ دیوبند کے قریباً سب ہی اکابر و مشاہیر

نے تصدیقات لکھیں، اور وہی جوابات حرمین شریفین اور ان کے علاوہ مصر و شام وغیرہ ممالکِ اسلامیہ کے علماء اور اہل فتویٰ کے

پاس بھیجے گئے جن کی ان تمام حضرات نے بھی تصدیق اور تائید فرمائی اور لکھا کہ یہی عقیدے اہلسنت والجماعت کے ہیں اور ان میں کوئی ایک عقیدہ بھی عقائد اہلسنت کے خلاف نہیں ہے۔

یہ سارے سوالات و جوابات اور ہندوستان اور حرمین شریفین اور دوسرے ممالک اسلامیہ کے علماء کرام کی تصدیقات اسی زمانہ میں اردو ترجمہ کے ساتھ ایک ضخیم رسالہ کی صورت میں ”التصدیقات لدفع التلبیسات“ کے نام سے شائع ہو گئے تھے۔ پھر اس وقت سے اب تک بار بار یہ رسالہ چھپتا رہا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ خدا ترس طالبان حق کے لئے صرف یہی رسالہ اس سلسلہ میں کافی تھا اور اب بھی کافی ہے۔

اس کے علاوہ ان حضرات اکابر کے تلامذہ اور خدام میں سے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری رحمہ اللہ نے جو اس وقت جماعت دیوبند کے نوجوان علماء و فضلاء میں سے تھے۔ مولوی احمد رضا خان صاحب کے اس جعلی فتوے ”حسام الحرمین“ کے جواب میں ”السحاب المدرار“ الشہاب الثاقب“ ”تزکیۃ الخواطر“ اور ”توضیح البیان“ وغیرہ مستقل رسائل لکھے، جن میں پوری تفصیل اور وضاحت کے ساتھ دکھلایا کہ بریلوی خان صاحب نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے بارہ میں ”حسام الحرمین“ میں کیا کیا غلط بیانیاں اور ان کی عبارات میں کیسی کیسی تحریفیں کی ہیں اور علماء حرمین کو کیا کیا دھوکے دیئے ہیں۔ ان رسالوں نے معاملہ کو اور بھی زیادہ صاف کر دیا اور گویا بجٹ ختم کر دی گئی۔ لیکن مولوی احمد رضا خان صاحب کی طرف سے تکفیر و تفریق کی ہم اسی طرح جاری رہی۔ مگر ان جوابات کے بعد اس میں کوئی جان نہیں رہی اور بازار سرد پڑ گیا۔

پھر ۱۳۴۵ھ، ۱۹۲۶ء، ۲۷ء میں، یعنی حسام الحرمین کی پہلی اشاعت سے قریباً ۲۰ برس بعد مولوی احمد رضا خان صاحب کے اخلاف نے اس فتنہ کو پھر ایک دفعہ زور و شور سے اٹھایا اور پھر فتوے بازی، پیلیج بازی، اور اشتہار بازی کے ذریعہ اپنے بازار میں گرمی پیدا کرنے کی کوشش کی اور رنج و افسوس کے ساتھ عرض کرنا پڑتا ہے کہ بے چارے عام مسلمانوں کو پھر دیکھا گیا کہ مذہب سے ناواقفیت اور سادہ لوحی کی وجہ سے پھر ان فتنہ پردازوں کا شکار ہو رہے ہیں اور ایسے ایسے جاہل کہ جن کو کلمہ بھی نہیں آتا ان فتنہ پردازوں کی باتوں سے متاثر ہو کر اور کارِ ثواب

سمجھ کر اکابر علماء اور بزرگان دین کو کافر کہتے پھر رہے ہیں، گھر گھر خانہ جنگیاں ہیں اور مسجدیں اور عید گاہیں تک میدان جنگ بنی ہوئی ہیں۔

اس عاجز راقم سطور نے اسی سال دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث ختم کیا تھا اور حسن اتفاق سمجھے یا سو اتفاق کہ میرے وطن اور قرب و جوار میں اس وقت اس فتنے کے شعلے خوب بھڑک رہے تھے۔ حالات کا تقاضا بھی تھا اور جوانی کے جوش کو بھی ضرور اس میں کچھ دخل تھا کہ اس آگ کے بجھانے اور اس کے لگانے والوں کا آخری حد تک مقابلہ اور تعاقب کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ پھر قریباً دس سال تک اپنے دوسرے کاموں درس و تصنیف وغیرہ کے ساتھ یہ شغل بھی سرگرمی سے جاری رہا اور یہاں بغیر کسی تواضع اور انکسار کے اس کا ذکر کر دینا ہی مصلحت ہے کہ اپنے نزدیک کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ جہاں ضرورت معلوم ہوئی وہاں خود پہنچ کر اور گھر گھر کے تکفیر کے ان علمبرداروں سے مناظرے بھی کئے اور ان کے دعوؤں کی تردید میں چھوٹے بڑے مستقل رسائل بھی لکھے (جن کی تعداد ۵۰، ۵۱ سے کم نہ ہوگی) بلکہ اب سے اکیس سال پہلے ۱۳۵۳ھ میں جب الفرقان جاری ہوا تھا تو اس کا خاص موضوع اس وقت اسی فتنہ کا مقابلہ تھا۔

لیکن اجزاء ”الفرقان“ سے ۳، ۴ سال ہی بعد (۱۳۵۶ھ م ۱۹۳۷ء میں) نظر آیا کہ ہندوستان میں ایک بہت بڑی تبدیلی ہونے والی ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنی ساری قوتوں کو اسلام اور مسلمانوں کی اس خدمت پر لگا دیں کہ مسلمانوں کے جن طبقوں میں اسلامی شعور کا کمی ہے اور اسلام کے ساتھ ان کا تعلق کمزور ہے، ان میرے اسلامی شعور پیدا ہو اور دین کے ساتھ ان کی وابستگی میں پختگی آئے۔ دل و دماغ پر اس احساس کا ایسا تسلط ہوا، اور یہ فکر ایسا چھایا کہ تھوڑے ہی دنوں میں دوسرے تمام کاموں سے دلچسپی ختم ہو گئی اور سارے کام چھوڑ چھاڑ کے بس اسی ایک کام کو اپنا کام بنالیا۔ یہاں تک کہ بریلی کے اس تکفیری فتنہ کے رد میں بعض اہم کتابیں جو اس وقت لکھی جا چکی تھیں لیکن چھپنے کی ابھی نوبت نہیں آئی تھی، ان کے مسودات کی حفاظت کی بھی فکر نہیں رہی بلکہ ان میں دو کتابیں وہ تھیں جن کے خاصے حصے کی کتابت بھی ہو چکی تھی اور صرف اس کا انتظار تھا کہ کتابت مکمل ہو جائے تو کاپیاں پریس میں دے دی جائیں ان کی بھی کتابت رکوا دی اور جو کاپیاں لکھی جا چکی تھیں ان کی حفاظت سے بھی بے پروائی برتی گئی جس کا انجام یہی ہونا چاہئے تھا اور ہوا کہ وہ ساری کاپیاں اور سارے مسودات ضائع ہو گئے، جس کا پہلے تو

کوئی افسوس نہیں تھا لیکن اب افسوس ہے اور آج کا احساس یہ ہے کہ ”لو استقبلت من امری ما استدبرت لما صنعت ما صنعت“



ہندوستان میں آنے والے جس انقلاب کا احساس اس عاجز کو ۱۹۳۷ء میں ہوا تھا جس کے نتائج کی فکر نے اپنے دل و دماغ کو اس طرح بدل دیا تھا وہ ٹھیک دس سال کے بعد ۱۹۴۷ء میں آگیا اور وہ حالات اور وہ آزمائشیں لے کر آیا جن کا بڑے بڑے پیش بینوں کو بھی تصور نہ تھا۔ اس انقلاب میں ہندوستان کے مسلمانوں پر جو کچھ گزری اس کی یاد بھی تکلیف دہ ہے لیکن امید تھی کہ اس برائی سے ایک بھلائی ضرور پیدا ہوگی کہ ہندوستان کے عام مسلمانوں کو کچھ عقل آجائے گی اور دین و دنیا کے لحاظ سے اپنے کو بہتر اور قوی تر بنانے والے ٹھوس تعمیری کاموں میں وہ سرگرمی سے لگ جائیں گے اور پھر کوئی بہکانے والا ان کو مبکا کر غلط کاموں میں نہ لگا سکے گا اور بریلی کے اس تکفیری فتنہ جیسا کوئی فتنہ اب ان میں نہیں اٹھ سکے گا۔ لیکن ————— خود غلط بود آنچه ما پنداشتیم ————— معلوم ہوا کہ اس ہولناک اور قیامت خیز انقلاب سے بھی یہاں کے بہت سے مسلمانوں نے سبق نہیں لیا اور اپنے نفع و نقصان اور برائی بھلائی کو پہچاننے کی کوئی صلاحیت اپنے اندر پیدا نہیں کی۔ جیسے ہی حالات میں کچھ سکون پیدا ہوا وہ سب تباہ کن مشغلے اور وہی بے فکریاں اور بے وقوفیاں پھر شروع ہو گئیں، یہاں تک کہ تقریباً دو تین سال سے (جب سے کہ ہندوستان میں حالات کچھ معتدل ہوئے ہیں، بہت سے علاقوں میں بریلی کے اس تکفیری فتنہ کے علمبرداروں کے دورے اور ان کی وہی تفریقی سرگرمیاں اور فساد انگیزیاں پھر شروع ہو گئیں۔

قریباً دو ڈھائی سال سے یہ حال ہے کہ کم ایسے دن ہوتے ہیں، جن میں اس فتنہ و فساد سے متعلق خطوط ملک کے مختلف حصوں سے نہ آتے ہوں۔ ان خطوط میں عام طور سے یہی لکھا ہوتا ہے کہ ”بریلی سلسلہ کے فلاں مشور مکفر مولوی صاحب ہمارے یہاں آئے ہوئے ہیں اور یہاں ان کی تقریروں نے فتنہ و فساد کا ایک طوفان برپا کر رکھا ہے ان کی وجہ سے مسلمانوں میں خانہ جنگی اور سر بھٹول کی صورت پیدا ہو گئی ہے۔ وہ ہندوستان کے فلاں فلاں اکابر علماء اور بزرگان دین کا نام لے لے کر ان کی طرف ایسے ایسے گندے عقیدے منسوب کر کے برسر عام ان کی تکفیر کرتے ہیں اور ہندوستان میں دینی و ملی کام کرنے والی جماعتوں میں سے خاص کر جمعیتہ العلماء اور تبلیغی جماعت کے

خلاف جھوٹے جھوٹے بہتان لگا کر عام مسلمانوں میں ان کے خلاف نفرت اور اشتعال پیدا کرتے ہیں اور اپنے جاہل سامعین سے ہاتھ اٹھوا اٹھوا کر ان جماعتوں کی مخالفت کرنے کا عہد لیتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ عام مسلمانوں میں دین سے وابستگی پیدا کرنے کا جو کام ہم لوگ کر رہے تھے اس کے راستے میں رکاوٹیں پڑ رہی ہیں اور جن کی ہم خدمت کرنا چاہتے ہیں وہ ہماری دشمنی اور ہماری مخالفت کو کارِ ثواب سمجھتے ہیں۔

قریباً دو ڈھائی سال سے ملک کے مختلف حصوں سے اس طرح کے خطوط کا تانتا بندھا ہوا ہے اور قریب قریب ہر خط میں یہ اصرار اور تقاضا ہوتا ہے کہ اس شر اور فتنہ سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے اور ان مفترلوں کی افتراء پر دازی کا جواب دینے کے لئے فوراً پنچو اور اس سلسلہ کی اپنی فلاں فلاں کتابیں بھیجا دو۔

اس موضوع پر لکھی ہوئی اپنی کتابوں کا معاملہ تو یہ ہے کہ عرصہ سے قریباً وہ سب نایاب ہیں۔ اور اپنے دل کا حال یہ ہے کہ اس میں یہ یقین اللہ تعالیٰ نے بھر دیا ہے کہ اپنے نفس کی خبر گیری اور اصلاح کی فکر کے بعد اپنے وقت اور اپنی قوتوں کا سب سے بہتر اور قیمتی مصرف — خاص کر اس زمانہ میں جب کہ عام مسلمانوں کے ایانوں پر زعفران کرنے کی سازشیں بلکہ ————— علانیہ کوششیں ہو رہی ہیں ————— یہی ہے کہ امت محمدیہ کے عوام میں دینی شعور، ایمانی روح اور اسلامی زندگی پیدا کرنے کا اصلی اور بنیادی کام کیا جائے یہی اس وقت کا جہادِ عظیم ہے۔

علاوہ ازیں اپنے پچھلے دور کے دس سالہ تجربہ کے بعد یہ چیز میرے لئے حق الیقین بن گئی ہے کہ اس تکفیری فتنہ کے جوڑھے لکھے علمبردار اور سرغنے ہیں ان کو کوئی غلط فہمی اور کوئی علمی مغالطہ ہرگز نہیں ہے وہ خود اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں کی طرف جن کا فرانہ عقیدوں کی وہ نسبت کرتے ہیں ان سے ہمارے بزرگوں کا دامن بالکل پاک ہے الغرض مجھے اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں ہے کہ یہ نا خدا ترس محض اپنے ذنیوی منافع اور مصلح کے لئے دیدہ و دانستہ ہمارے اکابر پر یہ افتراء پر دازیاں اور تہمت تراشیاں کرتے ہیں ————— اس لئے اس کی کوئی امید نہیں کہ اگر انہیں تحریر یا تقریر کے ذریعہ بات سمجھائی جائے تو یہ فتنہ ختم ہو جائے گا ————— ایک دو دفعہ نہیں بارہا تحریر کے ذریعہ بھی اور تقریر اور زبانی گفتگو کے ذریعہ بھی ان کو سمجھانے کی کوشش کی جا چکی ہے، کتابیں لکھی گئیں، مناظرے بھی کئے گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی توفیق و مدد سے ان کتابوں اور ان مناظروں میں بات کو اس طرح سلجھایا اور سمجھایا گیا کہ اگر فی الحقیقت کوئی غلط فہمی ہوتی یا کوئی علمی مغالطہ ہوتا تو یہ قضیہ اب سے بہت پہلے بالکل ختم ہو چکا ہوتا

لیکن واقعہ یہ ہے کہ چونکہ یہ فتنہ انگیزی اب ان کا پیشہ اور معاشی ذریعہ ہے ، اس لئے انہیں اگر ہزار دفعہ بھی سمجھایا جائے تو یہ مان کے نہیں دیں گے۔ ان کا حال بالکل ان غنا و پیشہ دشمنانِ حق کا سا ہے جن کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔
 وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ۖ وَانْمُوتُوا وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (النمل ۲۷-۱۳)
 مان چکے تھے۔

اس لئے میرا یقین ہے کہ ان پیشہ وروں کو مخاطب بنا کے سمجھانے کی کوشش کرنا اب صرف اپنے وقت کو ضائع کرنا اور ان کے کاروبار کو فروغ دینا ہے۔ لہذا میری قطعی رائے ہے کہ ان سے اب بالکل صرف نظر کر لیا اور قرآن مجید کے الفاظ میں ان کے بارہ میں اپنی اس پالیسی کا صاف اعلان کر دیا جائے کہ۔

لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَالْيَهُ الْمَصِيدُ ۖ شَوْرَىٰ آيَتِ ۱۵
 (یعنی ہماری طرف سے حجت تمام کی جا چکی۔ اب اس کے بعد ہمارے تمہارے درمیان کسی حجت اور بحث کی گنجائش نہیں رہی ، اب ہمارا تمہارا فیصلہ قیامت کے دن احکم الحاکمین کے دربار ہی میں ہو گا۔)

الغرض اس تکفیزی فتنہ کے جو علمبردار اور سرغنہ ہیں ، جنہوں نے اس فتنہ انگیزی کو اپنا پیشہ اور کاروبار بنالیا ہے ، ان کی طرف تو اب روئے سخن بالکل نہ کیا جائے۔ البتہ جو بے چارے عام مسلمان ان کی مولویانہ صورتوں اور مولویانہ کپڑوں سے دھوکہ کھا کر اس تکفیزی فتنہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں ان کا بے شک حق ہے کہ مناسب طریقوں سے انہیں سمجھایا جائے اور اس فتنہ سے ان بے چاروں کو نکالنے کی کوشش کی جائے۔

اس سلسلہ میں ایک ابتدائی اور عمومی طریق کار تو یہ ہے کہ جس جگہ پر فتنہ نمودار ہو ، وہیں کے پڑھے لکھے سمجھدار مسلمانوں کو اس فتنہ کی اصل حقیقت اور ان فتنہ گردوں کی واقعی حیثیت سمجھا دی جائے اور پھر وہی اپنے یہاں کے عوام کو سمجھانے کی کوشش کریں۔

بہتر ضرورت ہو تو خاص اس مقصد کے لئے جلسے بھی کئے جائیں اور ان میں ان حضرات سے تقریریں کرائی جائیں جو اس فتنہ سے اُن فتنہ گردوں سے واقفیت رکھتے ہوں۔

نیز اس سلسلہ میں ایک دایمی کتابوں کا چھپ جانا بھی ضروری ہے جن میں ان ناخدا ترس مفسرین کے ان بہتانوں کا جو یہ ہمارے اکابر اور بزرگانِ دین پر لگاتے ہیں پوری تحقیق اور تفصیل کے ساتھ سنجیدہ اور عام فہم انداز میں کافی شافی جواب دیا گیا ہو ، جن کا مطالعہ کر کے ہر پڑھا لکھا طالبِ حق اصل حقیقت سمجھ سکتا ہو اور دوسروں کو بھی سمجھا سکتا ہو۔

احمدؒ اس مقصد کے لئے کسی نئی کتاب کی تالیف اور تیاری کی بالکل ضرورت نہیں، جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا اس سلسلہ میں جو کام پہلے دور میں ہو چکا ہے وہی ہمیشہ کے لئے کافی دانی ہے، ضرورت صرف اس کی ہے کہ اس سلسلہ کی جواہر اور زیادہ مفید کتابیں عرصہ سے نایاب ہو چکی ہیں، ان کے پھیننے کا کوئی انتظام ہو جائے۔

اگرچہ اس قسم کا کوئی کام کرنا اب اپنے ذوق پر گراں ہوتا ہے، لیکن دو ڈھائی سال سے اس سلسلہ کے خطوط کا جو تسلسل ہے اور اس فتنہ کے متعلق جو اطلاعات ملک کے مختلف حصوں سے آرہی ہیں ان سے متاثر اور مجبور ہو کر اتنا کام اس عاجز نے کر دیا ہے کہ اب سے ۲۱ سال پہلے مولوی احمد رضا خان صاحب کے فتوے ”حسام الحرمین“ کا جو آخری جواب ”محرکۃ القلم“ کے نام سے اس عاجز نے لکھا تھا جس کا لقب یاد دہرانام ”فیصلہ کن مناظرہ“ تھا۔ (اور جو تقریباً بیس برس سے بالکل نایاب تھا، یہاں تک کہ اس کا کوئی نسخہ میرے پاس بھی محفوظ نہ تھا، کسی طرح ایک نسخہ اس کا فراہم کر کے اور ایک سرسری نظر اس پر ڈال کر اور کچھ لفظی ترمیمیں کر کے اس کو طباعت کے لئے تیار کر دیا ہے۔

اس کے علاوہ یہ فتنہ گر مکھڑیں، حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر جو خبیث اور گندے بہتان لگاتے ہیں اب سے ۱۹، ۲۰ سال پہلے چند مقالات ان کے جواب میں لکھے تھے، ان میں کا ہر مقالہ گویا ایک مستقل رسالہ تھا۔ یہ تمام مقالات بھی اسی زمانہ سے نایاب تھے، اب جب ضرورت محسوس ہوئی اور کوشش کی گئی تو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ سب مقالات بھی دستیاب ہو گئے اور نظر ثانی کر کے ان سب کو بھی ایک مستقل کتاب کی شکل میں مرتب کر کے تیار کر دیا۔

بریلوی سلسلہ کے عام مکھڑیں ہمارے اکابر کے متعلق جن بہتانوں کو اپنی تقریروں میں زیادہ تر دہراتے اور اچھالتے ہیں اور جن پر تکبیر کی بنیاد رکھتے ہیں ان کے جواب کے لئے بفضلہ تعالیٰ یہی دو رسالے امید ہے کہ کافی ہوں گے جو تیار کر کے ایک عزیز کے حوالے کر دیئے گئے ہیں۔ وہ عزیز ان کو چھاپنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ اگر وہ انتظام کر سکے تو توقع ہے کہ انشاء اللہ دو تین مہینے میں یہ دونوں رسالے تیار ہو جائیں گے۔

ملک کے مختلف صوبوں اور علاقوں کے جواہر بریلی کے اس تکبیری فتنہ کی اس نئی شورش سے پریشان ہو ہو کر

اس عاجز کو خطوط لکھتے ہیں اور اصرار کرتے ہیں کہ میں پھر اس کثیر توجہ کر دوں، ان سے گزارش ہے کہ اپنے موجودہ حالات و مشاغل میں اس فتنہ کے شر سے عام مسلمانوں کو بچانے کے سلسلہ میں اس وقت صرف اتنی ہی خدمت اس عاجز نے اپنے ذمہ ضروری سمجھی کہ اپنی رائے، اپنا مشورہ اور اپنا تجربہ تفصیل سے ان صفحات میں عرض کر دیا اور اس سلسلہ میں جن دو کتابوں کی اشاعت ضروری سمجھی نظر ثانی کر کے ان کو طباعت کے لئے تیار کر دیا۔ اور جو عزیزان کو چھاپنا چاہتے ہیں ان کو، اجازت دے دی۔

اس سے زیادہ جس قسم کی توجہ کے لئے احباب اپنے خطوط میں اصرار کرتے ہیں، اس عاجز کے اوقات و مشاغل و مصروفیات میں اب اس کی بالکل گنجائش نہیں ہے۔

اللَّهُمَّ وَفَّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضَى وَاجْعَلْ آخِرَتَنَا خَيْرًا مِّنْ أَوَّلِيَّـ



تعارف اور معذرت

یہ رسالہ — فیصلہ کن مناظرہ — جو دراصل مولوی احمد رضا خان صاحب کے فتوے — حسام الحرمین — کا مفصل جواب اور مدلل رد ہے۔ ناظرین کو مطالعہ سے پہلے اس کی دل چسپ تاریخ اور اس کی خاص نوعیت بتا دینا ضروری ہے۔

اب سے ۲۲، ۲۱ سال پہلے کی بات ہے۔ شمال ۱۳۵۲ھ میں ”حسام الحرمین“ کے مضامین پر ایک خاص نوعیت کا مناظرہ لاہور میں ہونا قرار پایا تھا۔ اس کی اہم خصوصیت یہ تھی کہ فریقین کے ان مقامی نمائندوں نے جن کو ابتدائی بنیادی امور طے کرنے کے لئے فریقین نے اپنی اپنی طرف سے نامزد کیا تھا، اس مناظرہ کو ”فیصلہ کن مناظرہ“ بنانے کے لئے تین نہایت اہم اور ممتاز شخصیتوں کو اس مناظرہ کا حکم بھی تجویز کر لیا تھا

۱ : ایک ڈاکٹر علامہ سر محمد اقبال مرحوم۔

۲ : دوسرے علامہ اصغر علی صاحب روحی مرحوم (پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور)

۳ : تیسرے شیخ صادق حسن صاحب بیرسٹریٹ لا (امر تسر)

اور ان تینوں حضرات نے فریقین کی درخواست پر حکم بنا منظور بھی فرمایا تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ بریلی کے تکھیزی فتنہ کی پوری تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ بریلویوں کے نمائندوں نے اس نزاع کے

فیصلہ کے لئے تحکیم کے اصول کو مانا اور مذکورہ بالا تین شخصیتوں پر اتفاق بھی ہو گیا۔ ہم نے اس موقع کو بہت ہی غنیمت جانا

اور طے کر لیا کہ جس طرح بھی ہو یہ مناظرہ ہو ہی جانا چاہئے۔

اس مناظرہ میں مولوی احمد رضا خان صاحب کے تکھیزی فتوے — حسام الحرمین — کے متعلق یہ ثابت کرنے کی

دومہ داری کہ وہ غلط و باطل ہے اور اس کی بنیاد مجلس سازی اور افتراء پر دازی پر ہے، جماعت دیوبند کے نمائندہ اور وکیل کی حیثیت راقم سطور کے سپرد تھی اور اس سلسلہ میں مجھے جو کچھ اپنے پہلے بیان میں حکم صاحبان کے سامنے لکنا تھا اور "حسام الحرمین" پر جو بحث کرنی تھی، اس کو میں اس خیال سے قلم بند بھی کر لیا تھا کہ اس کی ایک کاپی اسی وقت حکم صاحبان کو، اور ایک فریق مخالف کو دی جاسکے۔

لیکن اس مناظرے کا حشر یہ ہوا کہ جب وہ تاریخ قریب آئی اور ہم لوگ (ناچیز راقم سطور محمد منظور نعمانی) اور جناب مولانا ابوالوفا صاحب شاہ جھانپوری۔ و جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب سنبھلی جو اس دور میں بریلی کے اس تکفیری فتنہ کے مقابلہ میں اکثر ایسے موقعوں پر ساتھ رہا کرتے تھے) لاہور پہنچے تو بریلوی نمائندوں نے اس مناظرہ میں اپنی شکست بلکہ سچ یہ ہے کہ اپنے برابر کئے ہوئے تکفیری فتنہ کی موت دیکھتے ہوئے اپنی روایتی حیلہ بازیوں کے ذریعے پہلے تو حکیم کی طے شدہ قرارداد سے انحراف کیا اور اس کے بعد اپنے مفسدانہ مظاہروں اور اشتعال انگیزیوں کے ذریعہ امن کے ذمہ دار حکام کو اس پر مجبور کر دیا کہ وہ سرے سے مناظرہ ہی نہ ہونے دیں۔ بالآخر یہی ہوا اور ہماری ہر طرح کی کوششوں کے باوجود وہ مناظرہ نہیں ہو سکا۔ ان تمام واقعات کی پوری تفصیل چونکہ اسی زمانہ میں رسالہ "الفرقان" کے ابتدائی نمبروں میں اور اس رسالہ "فصلہ کن مناظرہ" کے پہلے ایڈیشن میں شائع ہو چکی ہے۔ اس لئے اب اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

قصہ مختصر لاہور میں یہ مناظرہ نہیں ہو سکا، تو اس عاجز نے اپنا بیان جو اس مناظرہ کے لئے قلم بند کر لیا تھا پہلے قسط اول "الفرقان" میں اور اس کے بعد مستقل کتابی شکل میں۔ فصلہ کن مناظرہ۔ ہی کے نام سے شائع کر دیا۔ لاہور میں ہونے والے اس مناظرہ میں بریلوی جماعت کی طرف سے اصل فریق چونکہ مولوی حامد رضا خان صاحب بریلوی (خلف اکبر و جانشین جناب مولوی احمد رضا خان صاحب) قرار پائے تھے اس لئے میرے بیان میں روئے سخن ان ہی کی طرف تھا اور جا بجا ان کے نام کے ساتھ ان سے خطاب تھا۔ لیکن اب ۲۱، ۲۲ سال کے بعد جب اس کی پھر ضرورت محسوس ہوئی اور اس غرض سے میں نے اس کو دیکھا تو اس خطاب خاص اہم کے نام کو نکال دینا مناسب سمجھا۔ اگر بالفرض کہیں باقی رہ گیا ہو تو اس کو سو سمجھا جائے۔

اس کے علاوہ بھی بعض مقامات پر کچھ لفظی ترمیمیں کی ہیں۔ مگر اس کے بعد بھی ناظرین سے بطور معذرت یہ عرض کرنا

ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر فرصت میسر ہوتی تو میں اس کی زبان اور طرز بیان یکسر بدل ڈالتا اور خالص تقابلی انداز میں نئے سرے سے لکھتا۔ لیکن کتاب کی اشاعت چونکہ جلد سے جلد ضروری تھی اور میرے اوقات میں اس کی بالکل گنجائش نہ تھی کہ میں پوری کتاب کو نئے طرز پر اور نئی زبان میں از سر نو لکھوں، اس لئے مجبوراً اسی حال میں اشاعت کے لئے دے رہا ہوں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جن مقبول بندوں کی طرف سے اس میں مدافعت اور جوابدہی کی گئی ہے ان کے جن اعمال و افعال سے ان کا رب کریم راضی ہے ان کا کوئی ذرہ اس ناپیز کو بھی نصیب فرمائے اور ان ہی کی برکت سے اس کتاب کو نافع بنائے۔ آمین ثم آمین

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ



①

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ

پر

انکار ختم نبوت کا بہتان

مولوی احمد رضا خان صاحب — حسام الحرمین — صفحہ ۱۲، ۱۳ پر (جہاں سے اکابر علماء اہلسنت کی تکفیر کا سلسلہ شروع ہوتا ہے) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ (بانی دارالعلوم دیوبند) کے متعلق لکھتے ہیں۔

قاسم نانوتوی صاحب تحذیر الناس
 وهو القائل فیہ لو فرض فی زمنہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم بل لو حدث بکدہ صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی جدید لو یخل
 ذلک بخاتمیتہ وانما یتخیل العوام انه
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین
 بمعنی اخر النبیین انه لا فضل فیہ اصلا
 عند اهل الفہم الی اخر ما ذکر من

قاسم نانوتوی جس کی تحذیر الناس ہے اور اس نے اپنے
 رسالہ میں لکھا ہے بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں
 اور کوئی نبی ہو، جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی
 رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا
 ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ عوام
 کے خیال میں رسول اللہؐ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ
 آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ
 تقدم یا تأخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں

لے تحذیر الناس میں رسول اللہؐ کے بعد صلعم چھپا ہوا ہے ہر شخص آج بھی دیکھ سکتا ہے لیکن مولوی احمد رضا خان صاحب نے

مسلمانوں کو بدظن کرنے کے لئے اس کو اڑا دیا، یہ ہے ان کی دیانت - ۱۲

الہدایات وقد قال فی التتمۃ و
 الاشباہ وغیرہما اذا لم یعرف ان
 محمدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اخر
 الانبیاء فلیس بمسلم لانه من
 الضروریات ۴

حالانکہ فتاویٰ تتمہ اور الاشباہ والنظائر وغیرہما
 میں تصریح فرمائی کہ اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب
 سے کچھلا نبی نہ جانے تو مسلمان نہیں، کہ حضور اقدس
 صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر الانبیاء ہونا سب انبیاء سے زمانہ
 میں کچھلا ہونا ضروریات دین سے ہے۔

(ترجمہ حسام الحرمین ص ۱۲)

(حسام الحرمین ص ۱۲)

یہ بندہ عرض کرتا ہے کہ خان صاحب بریلوی نے اس عبارت میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کے متعلق کفر
 کا جو حکم لگایا ہے، اس عاجز کے نزدیک وہ دھوکہ اور فریب کے سوا کچھ بھی نہیں۔ خان صاحب موصوف اتنے بے علم اور
 کم سمجھ بھی نہیں تھے کہ انکے اس فتوے کو ان کی کم علمی اور نا سمجھی کا نتیجہ سمجھا جا سکے۔ واللہ اعلم !
 اس فتوے کے غلط اور محض تلبیس و فریب ہونے کے چند وجوہ یہ ہیں۔

مولوی احمد رضا خان صاحب نے تحذیر الناس کی عبارت نقل کرنے میں نہایت افسوسناک
 پہلی وجہ تحریف سے کام لیا ہے، جس کے بعد کسی طرح اس کو تحذیر الناس کی عبارت نہیں کہا جاسکتا

اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ عبارت ”تحذیر الناس“ کے تین مختلف صفحات کے متفرق فقروں کو جوڑ کر بنائی گئی ہے۔ اس
 طرح کہ ایک فقرہ صفحہ ۳ کا ہے۔ اور ایک صفحہ ۴ کا۔ اور ایک صفحہ ۲۸ کا۔ اور صفحات کا نمبر درکنار، فقروں کے
 درمیان امتیازی خط (ڈیش) تک نہیں دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے کسی طرح دیکھنے والا یہ نہیں سمجھ سکتا کہ یہ مختلف
 مقامات کے فقرے ہیں بلکہ وہ یہی سمجھنے پر مجبور ہوگا کہ یہ مسلسل ایک عبارت ہے۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ خالص کفر کا مضمون
 بنانے کے لئے خان صاحب موصوف نے فقروں کی ترتیب بھی بدل دی ہے۔ اس طرح کہ پہلے صفحہ ۴ کا فقرہ لکھا ہے
 اس کے بعد صفحہ ۲۸ کا، پھر صفحہ ۳ کا۔

خان صاحب کے اس ترتیب بدل دینے کا یہ اثر ہوا کہ تحذیر الناس کے تیوں فقروں کو اگر علیحدہ علیحدہ اپنی
 جگہ پر دیکھا جائے تو کسی کو انکا ختم نبوت کا وہم بھی نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہاں انہوں نے جس طرح ”تحذیر الناس“

کی عبارت نقل کی ہے اس سے صاف ختم نبوت کا انکار مفہوم ہوتا ہے۔ اور یہ صرف آپ کی قلم کاری کا نتیجہ ہے، ورنہ مصنف تحذیر الناس کا دامن اس سے بالکل پاک ہے جیسا کہ انشاء اللہ ہمارے آئندہ بیان سے مفصل معلوم ہو جائے گا اور تحذیر الناس کی ان عبارات کا جو عربی ترجمہ آپ نے علماء حرمین کے سامنے پیش کیا ہے اس میں تو اور بھی غضب ڈھایا ہے اور دیدہ دلیری کے ساتھ جعل سازی کی انتہا کر دی ہے۔ حرکت یہ کی ہے کہ صفحہ ۱۴ اور صفحہ ۲۸ کے پہلے دونوں فقرہ کو توڑ پھوڑ کے ایک ہی فقرہ بنا ڈالا ہے۔ اس طرح کہ پہلے فقرہ کا مسند الیہ حذف کیا اور دوسرے ہی کے مسند الیہ کو پہلے کا بھی مسند الیہ بنا دیا ہے۔ جس کے بعد کسی کو ہم بھی نہیں ہو سکتا کہ یہ مختلف جگہ کی عبارتیں ہیں اور انہیں کارروائیوں کو قرآن کی زبان میں تحریف کہتے ہیں۔

قرآن عزیز میں بنی اسرائیل کی تحریف کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے ”يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ“ اور خود خان صاحب موصوف نے بھی ایک جگہ اس قسم کی کارروائی کو ”خونفاک تحریف“ بتلایا ہے۔ کسی شخص نے جس کا فرضی نام خان صاحب کے رسالہ ”بریق المنار“ میں زید لکھا گیا ہے تَتَّخِذُونَ عَلَيْهِمْ مَسَاجِدَ کو قرآن عظیم کا لفظ لکھ دیا تھا۔ اس کے متعلق موصوف اسی ”بریق المنار“ کے صفحہ ۱ پر لکھتے ہیں کہ۔

”سب سے زیادہ خونفاک تحریف یہ ہے کہ ”تَتَّخِذُونَ عَلَيْهِمْ مَسَاجِدَ“ کو

قرآن عظیم کا لفظ کریم بنالیا، حالانکہ یہ جملہ قرآن عظیم میں کہیں نہیں، یہ تینوں لفظ متفرق طور

پر قرآن عظیم میں ضرور آئے ہیں“

خان صاحب کی اس عبارت سے صاف معلوم ہو گیا کہ کسی کتاب کے متفرق جگہ کے الفاظ کو جوڑ کر ایک مسلسل

عبارت بنا کر اس کتاب کی طرف منسوب کر دینا نہایت خونفاک تحریف ہے اور اس قسم کی تحریفات سے اصل مضمون کا بدل

جانا اور کسی اسلامی کلام کا خالص کفر ہو جانا بالکل بعید نہیں۔ تحذیر الناس تو بہر حال ایک بشر کی کتاب ہے اگر کوئی بد نصیب

کلام اللہ میں اس قسم کی تحریف کر کے کفریہ مضامین بنانا چاہے تو بنا سکتا ہے، بلکہ اس کو شاید اتنی محنت بھی نہ کرنی پڑے

جتنی کہ خان صاحب نے کی کہ ایک فقرہ صفحہ ۱۴ کا لیا، اور ایک صفحہ ۲۸ کا، اور ایک صفحہ ۳۰ کا۔ وہ قرآن حکیم کی ایک

ہی سورۃ بلکہ ایک ہی آیت میں اس قسم کا رد و بدل کر کے کفریہ مضامین نکال لے گا۔ مثلاً قرآن عزیز میں ارشاد ہے

« إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ » (الأنفطار، ۱۳، ۱۴)

اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ” نیکو کار جنت میں رہیں گے اور بدکار دوزخ میں “

اب اگر خان صاحب کا کوئی مرید یا شاگرد خان صاحب کی سنت پر عمل کر کے اس آیت کریمہ میں صرف اس قدر تحریف کر دے کہ ” نعیم کی جگہ ” جحیم “ پڑھے اور ” جحیم “ کی جگہ ” نعیم “ تو مطلب بالکل الٹا ہو جائے گا اور کلام صریح کفر ہوگا۔ حالانکہ اس میں سب لفظ قرآن ہی کے ہیں صرف دو لفظوں کی جگہ بدل گئی ہے۔ یہ صرف ایک مثال عرض کر دی گئی ہے۔ اگر ناظرین غور فرمائیں تو اس قسم کی سینکڑوں اور ہزاروں مثالیں نکل سکتی ہیں۔ بلکہ یہاں تو الفاظ کی جگہ بدلی ہے بعض صورتوں میں تو صرف حرکات کی جگہ بدل جانے سے بھی کفر کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں مثلاً قرآن کریم میں ہے۔ ” وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ “ اگر کوئی بد بخت دیدہ و دانستہ ” آدَم “ کی ” میم “ اور ” رَبُّهُ “ کی ” با “ کی حرکتیں بدل دے، اس طرح کہ ” میم “ پر پیش کی جگہ زبر پڑھے، اور ” با “ پر زبر کی جگہ پیش، تو یہی پاکیزہ کلام جس کی تلاوت باعثِ ثواب ہے صرف اسی قدر رد و بدل سے خالص کفر ہو جائے گا۔

بہر حال یہ حقیقت بالکل ظاہر ہے کہ بعض اوقات کلام میں معمولی سی تحریف کر دینے سے مضمون بدل جاتا ہے اور اس میں اسلام و کفر کا فرق ہو جاتا ہے چہ جائیکہ اس قدر زبردست الٹ پلٹ کی جائے کہ مختلف صفحات کے فقرہ کو توڑ پھوڑ کر ایک مسلسل عبارت بنائی جائے اور فقرہ کی ترتیب بھی بدل دی جائے۔ پس چونکہ خان صاحب نے ” تحذیر الناس “ کی عبارتوں میں اس قسم کی تحریف کر کے کفر کا حکم لگایا ہے اور ان کی اس تحریف اور الٹ پلٹ نے تحذیر الناس کی عبارت کا مطلب بالکل بدل دیا ہے اور اس میں ختم نبوت زمانی کے انکار کے معنی پیدا کر دیئے ہیں اس لئے ہم ان کے اس فتوے کو دانستہ فریب اور معاندانہ تبلیغ سمجھنے پر مجبور ہیں۔

دوسری وجہ اور دوسری دلیل ہمارے اس خیال کی یہ ہے کہ خان صاحب نے عبارت

دوسری وجہ

تحذیر الناس کے عربی ترجمہ میں ایک نہایت افسوسناک خیانت یہ کی ہے کہ ” تحذیر “

صفحہ ۳ کی عبارت اس طرح تھی۔

” مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں “

ظاہر ہے کہ اس میں صرف فضیلت بالذات کی نفی کی گئی ہے جو بطور مفہوم مخالف فضیلت بالعرض کے ثبوت کو مستلزم ہے، مگر خان صاحب نے اس کا عربی ترجمہ اس طرح کر دیا۔

مع انه لا فضل فيه اصلا عند اهل الفهم

جس کا مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے میں اہل فہم کے نزدیک بالکل فضیلت نہیں، اور اس میں ہر قسم کی فضیلت کی نفی ہو گئی اور ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے (کمال کھنٹی)۔
تیسری وجہ اور تیسری دلیل ہمارے اس خیال کی یہ ہے کہ ”تخذیر الناس“ کے جو

تیسری وجہ

فقیرے خان صاحب نے اس موقع پر نقل کئے ہیں۔ ان کا ”ما سبق ولاحق“، جس سے ان کا صحیح مطلب واضح ہو جاتا ہے اور ناظرین کو غلط فہمی کا موقع نہ رہتا حذف کر دیا ہے (اس کا ثبوت آگے آتا ہے)۔

ہمارے خیال کی چوتھی وجہ اور چوتھی دلیل یہ ہے کہ خان صاحب کے اس حکم کفر کی تمام
تر بنیاد اس پر ہے کہ ”تخذیر الناس“ میں ختم نبوت کا انکار کیا گیا ہے۔ حالانکہ

چوتھی وجہ

اس میں اول سے آخر تک ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی کا انکار نکل سکے۔ بلکہ تخذیر الناس کا تو موضوع ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر قسم کی خاتمیت ذاتی، زمانی، مکانی وغیرہ کی حمایت اور حفاظت ہے اور بالخصوص ختم زمانی کے متعلق تو اس میں نہایت صاف اور واضح تصریحات ہیں۔ چنانچہ ”تخذیر الناس“ صفحہ ۳ پر اس فقرہ کے بعد جس کو فاضل بریلوی نے سب سے آخر میں نقل کیا ہے۔ مولانا مہتمم تحریر فرماتے ہیں۔

۱۔ یہ مسئلہ مسلمہ ہے کہ مفہوم مخالف مصنفین کے کلام میں معتبر ہے۔ علامہ شامی رد المحتار میں ارقام فرماتے ہیں کہ۔

”فی انفع المسائل مفہوم التصنیف حجة“ رد المحتار ج ۳، صفحہ ۴۴۴۔ اور اس مسئلے میں

خفیہ اور شافیہ کا جو اختلاف مشہور ہے وہ صرف نصوص شرعیہ تک محدود ہے۔ ۱۲ منہ غفرلہ

» بلکہ بناءً خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور (یعنی سد باب

مذہبیان نبوت) خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دو بالا ہو جاتی ہے ۵

نیز اسی تحذیر الناس کے صفحہ ۱۰ پر مولانا مرحوم اپنے اصل مدعا کی توضیح سے فارغ ہو کر تحریر فرماتے ہیں کہ

» سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے، ورنہ تسلیم لازم خاتمیت زمانی

بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے اور تصریحات نبوی مثل انت منی بمنزلہ ہارون

من موسیٰ الا انه لانی بعدی او کما قال ۶ جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ

خاتم النبیین سے ماخوذ ہے۔ اس باب میں کافی ہے۔ کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے۔ پھر

اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا، گو الفاظ مذکور بسند تواتر منقول نہ ہوں۔ سو یہ عدم تواتر الفاظ

بوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہو گا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و دروغہ۔ باوجودیکہ

الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں جیسا اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی

کافر ہو گا ۷

اس عبارت میں مولانا مرحوم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی کو پانچ طریقوں سے ثابت

فرمایا ہے۔

۶ یہاں یہ بات خاص طور سے قابل لحاظ ہے کہ ختم زمانی پر صراحت دلالت کرنے والی ۷ لانی بعدی ۸ جیسی حدیثیں بھی

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب ۹ کے نزدیک قرآن کریم کے لفظ ۱۰ خاتم النبیین ۱۱ ہی سے ماخوذ ہیں۔ یعنی مولانا موصوف کا یہ خیال اور

دعویٰ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن حدیثوں میں اپنا سب سے آخری نبی ہونا اور اپنے بعد کسی اور نبی کا نہ آنا بیان فرمایا

ہے وہ قرآن پاک کے لفظ خاتم النبیین ہی سے ماخوذ ہے اور گویا اسی کی تفسیر اور تشریح ہے اس صاف اور واضح تصریح کے

ہوتے ہوئے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو ختم نبوت زمانی کا منکر قرار دینا یا یہ کہنا کہ وہ قرآن مجید کے لفظ خاتم النبیین سے خاتمیت

زمانی کا مطلب نکالنے کو ۱۲ عامیانه خیال ۱۳ کہتے ہیں کسی بے شرمی کی بات ہے۔ مولانا ۱۴ نے تو صرف حصر کو عوام کا خیال بتلایا

ہے جس کی تفصیل اور توضیح آگے آتی ہے۔

۱ : یہ کہ حضور اقدس کے لئے خاتمیتِ زمانی نص "خاتم النبیین" سے بدلات مطابقتی ثابت ہو ، اس طور پر کہ خاتم کو ذاتی اور زمانی سے مطلق مانا جائے ۔

۲ : یہ کہ بطورِ عموم مجاز لفظ خاتم کی دلالت دونوں قسم کی خاتمیت پر مطابقتی ہو ۔

۳ : یہ کہ دونوں میں سے ایک پر مطابقتی ہو اور دوسرے پر التزامی ، اور ان تینوں صورتوں میں خاتمیتِ زمانی نص قرآن سے ثابت ہوگی ۔

۴ : یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیتِ زمانی احادیث متواترۃ المعنی سے ثابت ہے ۔

۵ : یہ کہ خاتمیتِ زمانی پر امت کا اجماع ہے ۔

ان پانچ طریقوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیتِ زمانی ثابت کرنے کے بعد مولانا مرحوم نے یہ بھی تصریح فرمادی کہ خاتمیتِ زمانی کا منکر ایسا ہی کافر ہے جیسا کہ دوسرے ضروریات و قطعیات دین کا ۔
 "تحذیر الناس" کی ان واضح تصریحات کے باوجود یہ کہنا کہ اس میں ختم نبوتِ زمانی کا انکار کیا گیا ہے سخت ظلم اور فریب نہیں تو کیا ہے ۔

پھر اس قسم کی تصریحات تحذیر الناس میں ایک ہی دو جگہ نہیں ، بلکہ مشکل سے اس کا کوئی صفحہ اس کے ذکر سے خالی ہوگا ۔ اس وقت ہم تحذیر الناس کی صرف ایک عبارت اور ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جس میں مولانا نافو تو ہی مرحوم نے ایک نہایت ہی عجیب و غریب فلسفیانہ انداز میں ختم نبوتِ زمانی کو بیان فرمایا ہے ۔ تحذیر الناس کے صفحہ ۲۱ پر ہے ۔

» در صورتیکہ زمانے کو حرکت کہا جائے تو اس کے لئے کوئی مقصود بھی ہوگا جس کے آنے پر حرکت

مختی ہو جائے ، سو حرکت سلسلہ نبوت کے لئے نقطہ ذاتِ محمدی مختی ہے اور یہ نقطہ اس ساقِ زمانی او

ساقِ مکانی کے لئے ایسا ہے جیسے نقطہ راس زاویہ تاکہ اشارہ شناسانِ حقیقت کو یہ معلوم ہو کہ آپ

کی نبوت کون و مکان ، زمین و زمان کو شامل ہے "

پھر اس کے چند سطر بعد اسی صفحہ پر فرماتے ہیں کہ ۔

» منجملہ حرکات حرکت سلسلہ نبوت بھی تھی ، سو بوجہ حصولِ مقصودِ اعظم ذاتِ محمدی صلعم وہ

حرکت مبدل بسکون ہوئی ، البتہ اور حرکتیں ابھی باقی ہیں اور زمانہ آخر میں آپ کے ظہور کی ایک

(تحدیر الناس ص ۲۱)

یہ بھی وجہ ہے “

پھر تحدیر الناس ہی پر منحصر نہیں، حضرت مرحوم کی دوسری تصانیف میں بکثرت اس قسم کی تصریحات موجود ہیں۔
محض بطور نمونہ ”مناظرۃ عجیبہ“ کی چند عبارتیں ملاحظہ ہوں۔ ”مناظرۃ عجیبہ“ کا مضمون جہاں سے شروع ہوتا ہے اس کی پہلی
سطر یہ ہے۔

” حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلم ہے اور یہ بات

بھی سب کے نزدیک مسلم ہے کہ آپ اہل المخلوقات ہیں “

———— پھر اسی کے صفحہ ۳۹ پر فرماتے ہیں۔

” خاتمیت زمانی اپنا دین و ایمان ہے، ناسخ کی تمت کا البتہ کچھ علاج نہیں “

———— پھر اسی کے صفحہ ۵۰ پر فرماتے ہیں۔

” خاتمیت زمانی سے مجھے انکار نہیں، بلکہ یوں کہنے کے لئے گنجائش انکار نہ چھوڑی

افضلیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے والوں کے پاؤں جھادیتے، اور نبیوں کی نبوت پر ایمان ہے،

پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر کسی کو نہیں سمجھتا “

———— پھر اسی کے صفحہ ۶۹ پر فرماتے ہیں۔

” ہاں یہ مسلم ہے کہ خاتمیت زمانی اجماعی عقیدہ ہے “

———— پھر اسی کے صفحہ ۱۰۳ پر ہے۔

” بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے

اس کو کا فر سمجھتا ہوں “

یہ پانچ عبارتیں صرف ”مناظرۃ عجیبہ“ کی ہیں۔ اس کے بعد حضرت نانوتوی مرحوم کی آخری تصنیف ”قبلہ نما“

سے ایک عبارت اور نقل کی جاتی ہے ”قبلہ نما“ کے صفحہ ۱۱ پر ہے۔

” آپ کا دین سب دینوں میں آخر ہے اور چونکہ دین مکمل نامہ خداوندی کا نام ہے تو جس کا دین آخر

ہوگا وہی شخص سردار ہوگا، کیونکہ اسی کا دین آخر ہوتا ہے جو سب کا سردار ہوتا ہے “

حضرت قاسم العلوم قدس سرہ کی یہ کل دس عبارتیں ہوئیں۔ کیا ان تصریحات کے ہوتے ہوئے کوئی صاحب دیانت اور صاحب عقل کہہ سکتا ہے کہ یہ شخص ختم نبوت زمانی کا منکر ہے ؟ لیکن افزاء پرداز پر داری کا کوئی علاج نہیں۔ ایسے ہی مفتریوں کے متعلق عارف جاتی نے کہا ہے ۔

چنین کردند و خلق در تماشا ہمیں گفتند حاشا ثم حاشا
کزیں روئے نگو بدکاری آید وزیں دل دار دل آزاری آید

حضرت نانوتوی مرحوم کی مختلف تصانیف کی مذکورہ بالا تصریحات اور دوسرے علماء دیوبند کی وہ علمی اور عملی مساعی، جو قادیانی جماعت کے مقابلہ میں اسی مسئلہ ختم نبوت کے متعلق اب تک کتابوں اور مناظروں کی شکل میں ظہور پذیر ہو چکی ہیں اور جن سے تمام اسلامی دنیا واقف ہے۔ ختم نبوت کے متعلق باقی دارالعلوم دیوبند اور جماعت علمائے دیوبند کی پوزیشن واضح کرنے کے لئے انصاف والی دنیا کے نزدیک کافی سے زائد ہیں۔

وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا
اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُوْنَ ۝

اس کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کسی قدر تفصیل کے ساتھ تحذیر الناس کے ان تینوں فقروں کا صحیح مطلب بھی عرض کر دیا جائے جن کو جوڑ توڑ کر مولوی احمد رضا خان صاحب نے اس کے مصنف پر ختم نبوت زمانی کے انکار کا بہتان لگایا ہے۔ لیکن اس کے لئے ضرورت ہے کہ اختصار کے ساتھ قرآن مجید کے لفظ خاتم النبیین کی تفسیر کے متعلق مولانا نانوتوی مرحوم کا مسلک اور نقطہ نظر واضح کر دیا جائے۔



حضرت نانوتوی محرم اور تفسیر ”خاتم النبیین“

تہمید ————— اولاً بطور تہمید گزارش ہے کہ رسول خدا (روحی و قلبی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے نفس الامر میں دو قسم کی خاتمیت ثابت ہے۔ ایک زمانی جس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ آپ سب سے

آخر نبی ہیں اور آپ کا زمانہ تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد ہے اور آپ کے بعد اب کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔

دوسرے خاتمیت ذاتی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ وصف نبوت کے ساتھ بالذات موصوف ہیں۔ اور دوسرے

انبیاء (علیہم السلام) بالعرض۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو براہ راست نبوت عطا فرمائی۔

اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حضور کے واسطے سے۔ جس طرح (بلاشبہ) خداوند تعالیٰ نے آفتاب کو بغیر کسی واسطے

کے روشن فرمایا اور اس کی روشنی عالم اسباب میں کسی دوسری روشن چیز سے مستفاد نہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کمالات نبوت براہ راست بلا کسی واسطے کے عطا فرمائے، اور آپ کی نبوت کسی دوسرے نبی

نبوت سے مستفاد نہیں۔ اور جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے مہتاب اور دوسرے ستاروں کو آفتاب کے واسطے

سے منور فرمایا، اور وہ اپنی نورانیت میں آفتاب کے نور کے محتاج ہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کو کمالات نبوت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے عطا فرمائے گئے۔ اور وہ حضرات بالانکہ حقیقتہً نبی ہیں لیکن اپنی نبوت میں

آفتاب آسمان نبوت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض کے دست نگر ہیں (وہذا کُلُّہُ بِإِذْنِ

اللہ تَعَالٰی)۔ اور جس طرح کہ ہر موصوف بالعرض کا سلسلہ کسی موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے اور آگے نہیں

چلتا، مثلاً خانوں میں آئینوں کے ذریعہ جو روشنی پہنچائی گئی ہے، اس کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ وہ آئینہ سے

آئی اور آئینہ کی روشنی کو کہا جاسکتا ہے کہ وہ آفتاب کا عکس ہے لیکن آفتاب پر جا کر یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور

کوئی نہیں کہتا کہ آفتاب کی روشنی عالم اسباب میں فلاں روشن چیز کا عکس ہے۔ (کیونکہ آفتاب کو اللہ تعالیٰ نے خود

روشن بنایا ہے) اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت کے متعلق تو کہا جاسکتا ہے کہ وہ حضرت خاتم الانبیاء کی

کی نبوت سے مستفاد ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جا کر یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور آپ کے متعلق کوئی نہیں کہہ سکتا

کہ آپ کی نبوت فلاں نبی کی نبوت سے مستفاد ہے (کیونکہ آپ باذن اللہ تعالیٰ نبی بالذات ہیں) پس اسی کو خاتم ذاتی

کہا جاتا ہے اور اسی مرتبہ کا نام خاتمیت ذاتیہ ہے۔

اس مختصر تمہید کے بعد عرض ہے کہ حضرت مولانا نانوتوی مرحوم اور بعض دوسرے محققین کی تحقیق یہ ہے کہ قرآن عزیز میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے۔ اس سے آپ کے لئے دونوں قسم کی خاتمیت ثابت ہوتی ہے ذاتی بھی اور زمانی بھی۔ اور عوام اس سے محض ایک قسم کی خاتمیت مراد لیتے ہیں، یعنی صرف زمانی۔

بہر حال حضرت مولانا مرحوم اور عوام کا نزاع نہ ختم نبوت زمانی میں ہے نہ اس میں کہ قرآنی لفظ خاتم النبیین سے خاتم نانی مراد لی جائے (کیونکہ مولانا کو یہ دونوں چیزیں تسلیم ہیں) بلکہ نزاع صرف اس میں ہے کہ لفظ خاتم النبیین سے خاتمیت زمانی کے ساتھ خاتمیت ذاتی بھی مراد لی جائے یا نہیں؟ حضرت مولانا اس کے قائل اور مثبت ہیں اور انہوں نے اس کی چند صورتیں لکھی ہیں۔

- ۱ : ایک یہ کہ لفظ خاتم کو خاتمیت زمانی اور ذاتی کیلئے مشترک معنوی مانا جائے اور جس طرح مشترک معنوی سے اس کے متعدد افراد مراد لئے جاتے ہیں، اسی طرح یہاں آیت کریمہ میں بھی دونوں قسم کی خاتمیت مراد لی جائے۔
- ۲ : دوسری صورت یہ ہے کہ ایک معنی کو حقیقی اور دوسرے کو مجازی کہا جائے اور آیت کریمہ میں لفظ خاتم سے بطور عموم مجاز ایک ایسے معنی مراد لئے جائیں جو دونوں قسم کی خاتمیت کو حاوی ہوں۔
- ان دونوں صورتوں میں لفظ خاتم کی دلالت دونوں قسم کی خاتمیت پر ایک ساتھ اور مطابقتی ہوگی۔
- ۳ : تیسری صورت یہ ہے کہ قرآن کریم کے لفظ خاتم سے صرف خاتمیت ذاتی مراد لی جائے، مگر چونکہ اس کے لئے بدلائل عقلیہ و نقلیہ خاتمیت زمانی لئے لگے لہذا اس صورت میں بھی خاتمیت زمانی پر آیت کریمہ کی دلالت بطور التزام ہوگی۔

ان تینوں صورتوں کے لکھنے کے بعد ”تخذیر الناس“ کے صفحہ ۹ پر حضرت مولانا نے جس کو خود اپنا مختار بتلایا ہے، وہ یہ ہے کہ خاتمیت کو جنس مانا جائے اور ختم زمانی و ختم ذاتی کو اس کی دو نوعیں قرار دیا جائے اور قرآن عزیز کے لفظ خاتم سے یہ دو نوعیں بیک وقت مراد لے لی جائیں جس طرح کہ آیت کریمہ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَ

الْانْتِصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ میں بیک وقت ”رِجْس“ سے ظاہری و باطنی دونوں قسم کی نجاستیں مراد لی جاتی ہیں۔ بلکہ غور کیا جائے تو یہاں ختم زمانی اور ختم ذاتی میں اس قدر بُعد نہیں جس قدر

شراب کی نجاست اور جوئے کی نجاست میں۔

لفظ خاتم النبیین کی تفسیر کے متعلق حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کا خلاصہ صرف اسی قدر ہے جس کا حاصل صرف اتنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم زمانی بھی ہیں اور خاتم ذاتی بھی۔ اور یہ دونوں قسم کی خاتمیت آپ کے لئے قرآن کریم کے اسی لفظ خاتم النبیین سے نکلتی ہے۔

تخذیر الناس کی عبارتوں کا صحیح مطلب
اس کے بعد ہم ان تینوں فقروں کا صحیح مطلب عرض کرتے ہیں جن کو جوڑ کر مولوی احمد رضا خان صاحب نے

کفر کا مضمون بنا لیا ہے۔

ان میں سے پہلا فقرہ صفحہ ۱۴ کا ہے اور یہاں حضرت مرحوم اپنی مذکورہ بالا تحقیق کے موافق خاتمیت ذاتی کا بیان فرما رہے ہیں۔ اس موقع پر ”تخذیر الناس“ کی پوری عبارت اس طرح تھی۔

” غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء

گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا، بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو

جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے “

خان صاحب نے اس عبارت کا خط کشیدہ حصہ جس سے ہر شخص یہ سمجھ لیتا کہ مولانا کی یہ عبارت خاتمیت ذاتی کے متعلق ہے نہ کہ زمانی کے متعلق، حذف کر کے ایک نامتوا مکرر نقل کر دیا۔ اور پھر غضب یہ کیا کہ اس کو صفحہ ۲۸ کے ایک فقرہ کے ساتھ اس طرح جوڑا کہ صفحہ کے نمبر کا تو ذکر ہی کیا ہے، درمیان میں ختم فقرہ کی علامت (ڈیش) بھی نہیں دیا اور پھر اس دوسرے فقرہ کی نقل میں بھی صریح خیانت کی۔ اس موقع پر پوری عبارت اس طرح تھی۔

” ہاں اگر خاتمیت بمعنی القاص ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا اس سمجھپان نے عرض کیا ہے تو

پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصودہ بالخلق میں سے مماثل نبوی صلی اللہ

علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ

نہ ہوگی۔ افراد معتدہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی، بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی

صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

اس عبارت میں بھی مولوی احمد رضا خان صاحب نے یہ کارروائی کہ اس کا ابتدائی حصہ جس سے ناظرین کو صاف معلوم ہو سکتا تھا کہ یہاں صرف خاتمیت ذاتی کا ذکر ہے نہ کہ زمانی کا، نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افضلیت کے متعلق بھی مصنف "تخذیر الناس" کا عقیدہ اس سے معلوم ہو جاتا، اس اہم حصہ کو خان صاحب نے یک قلم حذف کر کے صرف آخری خط کشیدہ فقرہ نقل کر دیا اور دوسری کارروائی یہ کی کہ اس ناتمام فقرہ کو بھی صفحہ ۳ کے ایک ناتمام فقرہ سے اس طرح جوڑ دیا کہ وہاں بھی درمیان میں ڈلیش تک نہیں دیا۔

بہر حال صفحہ ۱۴ اور صفحہ ۲۸ کے ان دونوں فقروں میں حضرت مرحوم صرف خاتمیت ذاتی کے متعلق فرما رہے ہیں کہ یہ ایسی خاتمیت ہے کہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد اور کوئی نبی ہو، تب بھی آپ کی اس خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ یہی خاتمیت زمانی، اس کا یہاں کوئی ذکر نہیں، اور نہ کوئی ذی ہوش یہ کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت زمانی میں کوئی فرق نہیں آتا

ایک عام فہم مثال سے مولانا ناتوی کے مطلب کی توضیح

بلاشبہ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ کسی ملک میں کوئی دہائی مرض پھیلا۔ بادشاہ

کی طرف سے یکے بعد دیگرے بہت سے طبیب بھیجے گئے اور انہوں نے اپنی قابلیت کے موافق مریضوں کا علاج کیا۔ آخر میں اس جیم و کریم بادشاہ نے سب سے بڑا اور سب سے زیادہ حاذق طبیب جو پہلے تمام طبیبوں کا استاد بھی ہے، بھیجا۔ اور اعلان کر دیا کہ اب اس کے بعد کوئی طبیب نہیں آئے گا۔ آئندہ جب کبھی کوئی مریض ہو، وہ اسی آخری طبیب کا نسخہ استعمال کرے، اُسی سے شفا ہوگی۔ بلکہ اس کے بعد جو شاہی طبیب ہونے کا دعویٰ کرے، وہ جھوٹا اور واجب القتل ہے۔ چنانچہ دنیا کا وہ آخری طبیب آیا اور اس نے اگر اپنا شفا خانہ کھولا۔ جو قوت مریض اس کے دارالشفاء میں داخل ہو کر شفا یاب ہوئے۔ بادشاہ نے اپنے اس طبیب کو ایک حکم نامہ میں "خاتم الاطباء" کا خطاب بھی دیا۔ اب عوام تو یہ سمجھتے ہیں کہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ یہ طبیب زمانہ کے اعتبار سے سب سے آخری طبیب ہے اور اس کے بعد اب کوئی اور طبیب بادشاہ کی طرف سے نہیں آئے گا اور اہل فہم کا ایک گروہ (جو بالیقین جانتا ہے کہ یہ طبیب فی الواقع آخری ہی طبیب ہے)

کہتا ہے کہ اس عظیم الشان طبیب کو خاتم الاطباء صرف اسی وجہ سے نہیں کہا گیا ہے کہ وہ آخری طبیب ہے بلکہ اس کے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تمام پہلے طبیبوں کی طب کا سلسلہ اسی جلیل القدر طبیب پر ختم ہے یعنی وہ سب اس کے شاگرد ہیں۔ انہوں نے فن طب اسی سے سیکھا ہے۔ لہذا اس دوسری وجہ سے بھی وہ خاتم الاطباء ہے اور یہ دونوں قسم کی خاتمیت اُسی خاتم الاطباء کے لفظ سے نکلتی ہے۔ بلکہ اگر تم غور کر دگے تو تم کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ بادشاہ نے اس حاذق طبیب کو جو سب سے آخر میں بھیجا ہے اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ یہ فن طب میں سب سے فائق، سب سے ماہر اور سارے طبیبوں کا آئینہ ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ بڑے سے بڑے طبیب کی طرف اخیر ہی میں رجوع کیا جاتا ہے۔ مقدمات تمام تحتانی مراحل طے کرنے کے بعد ہی بادشاہ معظم کی عدالت عالیہ میں پہنچتے ہیں۔ بہر حال یہ طبیب صرف زمانہ ہی کے اعتبار سے خاتم نہیں ہے۔ بلکہ اپنے فن کے کمال کے اعتبار سے بھی خاتم ہے اور یہ دوسری خاتمیت ایسی ہے کہ اگر بالفرض اس کے زمانہ میں یا اس کے بعد بھی کوئی طبیب آجائے تو اس کی اس خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

فاخرین انصاف فرمائیں کہ اہل فہم کے اس گروہ کے متعلق ان کے کسی معاند دشمن کا یہ کہنا کہ یہ لوگ اس خاتم الاطباء کو آخری طبیب نہیں مانتے اور اس کی اس حیثیت کے منکر ہیں، کتنی بڑی تبلیس اور کس قدر عُریاں بے حیائی ہے۔ جبکہ اہل فہم کا یہ گروہ اس شاہی طبیب کو ذاتی اور مرتبی حیثیت سے خاتم الاطباء ماننے کے ساتھ یہ بھی صاف صاف کہتا ہے کہ زمانہ کے لحاظ سے بھی یہی آخری طبیب ہے اور اس کے بعد اب کوئی طبیب بادشاہ کی طرف سے نہیں آئے گا بلکہ جو کوئی اس کے بعد شاہی طبیب ہونے کا دعویٰ کرے وہ واجب القتل ہے۔

یہاں تک تحذیر الناس کے صفحہ ۱۴ و ۲۸ کے فقرہ کا صحیح مطلب عرض کیا گیا ہے۔ رہا تیسرا فقرہ جس کو خان صاحب نے سب سے اخیر میں نقل کیا ہے، وہ تحذیر الناس کے تیسرے صفحہ کا ہے۔ اور یوں سمجھنا چاہئے کہ گویا تحذیر الناس وہیں سے شروع ہوتی ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔

» بعد حمد و صلوة کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنا چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو، سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں «

اس عبارت میں دو چیزیں قابلِ لحاظ ہیں۔ ایک یہ کہ یہاں مولانا مرحوم مسئلہ ختمِ نبوت پر کلام نہیں فرما رہے ہیں، بلکہ لفظِ خاتم کے معنی پر کلام فرما رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ خاتم سے ختمِ زمانی مراد لینے کو مولانا نے عوام کا خیال نہیں بتلایا بلکہ ختمِ زمانی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے۔ اور عوام کے اسی نظریہ سے مولانا کو اختلاف ہے ورنہ خاتمیتِ زمانی مع خاتمیتِ ذاتی مراد لینا خود مولانا مرحوم کا مسلک مختار ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے اور تحذیر الناس کے صفحہ ۹۰۸ پر مولانا نے پوری تفصیل کے ساتھ اس کو بیان فرمایا ہے۔

بہر حال چونکہ خود حضرت مولانا کے نزدیک لفظ خاتم النبیین سے ختمِ زمانی بھی مراد ہے۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ یہاں صرف حصر کو مولانا نے عوام کا خیال بتلایا ہے اور مولانا کا مطلب صرف یہ ہے کہ عوام تو یہ سمجھتے ہیں کہ حضور کے لئے لفظ ”خاتم النبیین“ سے صرف خاتمیتِ زمانی ہی ثابت ہوتی ہے اس کے سوا کچھ نہیں ثابت ہوتا اور اہل فہم کے نزدیک اصل حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کے اس لفظ سے حضور کے لئے خاتمیتِ زمانی بھی ثابت ہوتی ہے اور خاتمیتِ ذاتی بھی۔

میں سے مولوی احمد رضا خان صاحب کے اس اعتراض کا بھی جواب ہو گیا جو انہوں نے تحذیر الناس کی اسی عبارت پر ”الموت الاحمر“ میں کیا ہے کہ۔ ”اس میں خاتم النبیین سے خاتمِ زمانی مراد لینے کو عوام کا خیال بتلایا گیا ہے حالانکہ خاتم کے یہ معنی خود حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام سے بھی مروی ہیں۔ پس مصنف تحذیر الناس کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و تمام صحابہ کرام رض عوام میں داخل ہوئے۔ (معاذ اللہ)

جواب کی تقریر و تفصیل یہ ہے کہ صاحب تحذیر الناس نے خاتم سے خاتمِ زمانی مراد لینے کو عوام کا خیال نہیں بتلایا بلکہ ختمِ زمانی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کسی صحابی سے حصر ثابت نہیں بلکہ علماءِ اسخین میں سے بھی کسی نے حصر کی تصریح نہیں فرمائی اور کیونکہ کوئی حصر کی جرات کر سکتا ہے جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آیاتِ قرآنی کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

لے اس پر پوری روشنی اور پروا لی جا چکی ہے اور مولانا مرحوم کی یہ تصریح چند صفحے پہلے گزر چکی ہے کہ ان کے نزدیک ختمِ نبوت زمانی پر صراحت دلائی کرنے والی ”لانی لجدی“ جیسی ساری حدیثیں ”خاتم النبیین“ ہی کے لفظ سے ماخوذ و مستنبط ہیں۔ ۱۳

لِكُلِّ آيَةٍ مِنْهَا ظَهَرَ وَ بَطَنٌ وَلِكُلِّ حَدِّ مُطَّلَعٌ -

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر آیت قرآنی کے کم از کم دو مفہوم ضرور ہوتے ہیں۔ اور اگر علماء سلف میں سے کسی کے کلام میں حصر کا کوئی لفظ پایا بھی جائے تو وہ حصر حقیقی نہیں ہے جس کو مولانا نانوتوی مرحوم عوام کا خیال بتلاتے ہیں۔ بلکہ اس سے مراد حصر اضافی بالنظر الی تاریلات الملاحدة ہے۔

بہر حال جو شخص صاحب تحذیر الناس پر یہ بہتان رکھتا ہے کہ انہوں نے معاذ اللہ آنحضرت ص کی بیان کردہ تفسیر کو خیال عوام بتلادیا، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی سے ایک ہی روایت حصر کی ثابت کر دے۔ پھر یہ کہ مولانا مرحوم نے اپنے مکتوبات میں اس کی بھی تصریح فرمادی ہے کہ باب تفسیر میں عوام سے مراد کون لوگ ہوتے ہیں۔ اس موقع پر حضرت مرحوم کے الفاظ یہ ہیں۔

» وجز انبیاء علیہم السلام یا راسخین فی العلم
ہمہ عوام اند «
باب تفسیر میں سوائے انبیاء علیہم السلام اور
علماء راسخین کے سب عوام ہیں۔

(قاسم العلوم نمبر اول، مکتوب دوم ص ۱)

ان تصریحات کے ہوتے صاحب تحذیر الناس کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ کرام کو عوام میں داخل کر دیا، سخت ترین بددیانتی ہے۔

خاتم النبیین کی تفسیر میں حضرت مولانا نانوتوی کے مسلک کی تائید مولوی احمد رضا خاں انصاری کی تصریحات سے

اس کے بعد ہم یہ بھی بتلادینا چاہتے ہیں کہ جو لوگ لفظ خاتم النبیین سے صرف ایک ہی معنی (خاتم زمانی) مراد لیتے ہیں اور معنی خاتم النبیین کو اسی میں حصر کرتے ہیں وہ فاضل بریلوی کے نزدیک بھی عوام میں داخل ہیں، اہل فہم میں سے نہیں۔ فاضل موصوف «الدولة المکیہ» صفحہ ۳۴ پر تحریر فرماتے ہیں۔

عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا یفقه الرجل کل الفقہ حتی یجعل للقران وجوها قلت اخرجہ عن ابی الدرداء حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آدمی اس وقت تک کامل فقیہ نہیں ہوتا جب تک کہ قرآن کے لئے متعدد وجوہ نکالے (میں کہتا ہوں کہ تخریج کی ہے اس

رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن سعد فی الطبقات
 و ابو نعیم فی الحلیۃ و ابن عساکر فی تاریخہ
 و اوردہ مقاتل بن سلیمان فی صدر کتابہ
 فی وجوہ القرآن مرفوعاً بلفظ لا یكون
 الرجل فقیہا کل الفقہ حتی یری للقرآن
 وجوہاً کثیرۃ -
 روایت کی حضرت ابو دردار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
 ابن سعد نے طبقات میں - اور ابو نعیم نے حلیہ میں ، اور ابن عساکر
 نے اپنی تاریخ میں - اور مقاتل بن سلیمان نے اپنی صدر کتاب
 میں ، وجوہ قرآن میں اس کو بدیں الفاظ مرفوعاً روایت
 کیا ہے کہ » آدمی اس وقت تک کامل فقیہ نہیں ہوتا ،
 جب تک کہ قرآن کے لئے وجوہ کثیرہ دیکھے ۔

قال فی الاتقان قد فسرہ بعضهم
 بان المراد ان یری اللفظ الواحد یحتمل
 معانی متعدده فیحملہ علیہا اذا كانت
 غیر متضادۃ ولا یقتصر بہ علی معنی
 واحد - (انتہی صفحہ ۳۳۴)
 علامہ سیوطی اتقان میں فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے
 اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ مطلب یہ ہے کہ لفظ واحد جو متعدد
 معانی کے لئے محتمل ہو اس کو ان سب پر محمول کرے جب کہ
 وہ آپس میں ٹکراتے نہ ہوں اور ایک ہی معنی پر منحصر نہ
 کرے ۔

مولوی احمد رضا خان صاحب کی اس عبارت بلکہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے صاف معلوم
 ہو گیا کہ ہر شخص کسی آیت قرآنی سے صرف ایک ہی معنی مراد لے اور اسی میں محصر کرے تو وہ عوام میں داخل ہے ، اہل فہم (فقہاء
 میں سے نہیں ہے) کامل فقیہ جب ہی ہو گا جب کہ ایک آیت کو بہت سے غیر متعارض معانی پر محمول کر سکے ، جیسا کہ حضرت
 مولانا محمد قاسم ؒ نے ایک لفظ خاتم النبیین سے تین قسم کی خاتمیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کی یعنی خاتمیت
 ذاتی ، زمانی ، مکانی ۔

الحمد للہ تحذیر الناس کے تینوں فقروں کا صحیح مطلب بیان کر دیا گیا اور ناظرین کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صفحہ ۳۳ کے فقرے
 میں حضرت نافوتوی مرحوم نے جن لوگوں کو عوام بتلایا ہے وہ فاضل بریلوی کے نزدیک بھی عوام ہی میں داخل ہیں - اس کے
 بعد ہم یہ بھی بتلادینا چاہتے ہیں کہ یہ تحقیق کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم زمانی ہونے کے ساتھ خاتم مرتبی اور خاتم
 ذاتی بھی ہیں یعنی آپ نبی بالذات ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام نبی بالعرض - آپ کو کمالات نبوت اللہ تعالیٰ نے براہ
 راست عطا فرمائے اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو آنحضرت کے واسطے سے - اس میں بھی حضرت نافوتوی مرحوم متفرد نہیں بلکہ

بہت سے اگلے علمائے محققین بھی اس کی تصریح فرما چکے ہیں۔ لیکن یہاں ہم ان کی عبارات نقل کر کے بات کو طویل کرنے اور کتاب کو ضخیم بنانے کی ضرورت نہیں سمجھتے کیونکہ خود مولوی احمد رضا خان صاحب نے بھی اس مسئلہ کو اس طرح لکھ دیا ہے کہ اس کے بعد کسی اور کی عبارت نقل کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اس لئے ہم ان ہی کی ایک عبارت اس سلسلہ میں نقل کر کے اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔

فاضل موصوف اپنے رسالہ ”جزاء اللہ وعدہ“ کے صفحہ ۲۳ پر لکھتے ہیں۔

”اور نصوص متواترہ اولیاء کرام و ائمہ عظام و علماء اعلام سے مبرہن ہو چکا کہ ہر نعمت قلیل یا کثیر، صغیر یا کبیر، جسمانی یا روحانی، دینی یا دنیوی، ظاہری یا باطنی۔ روز اول سے اب تک اور اب سے قیامت تک، قیامت سے آخرت، آخرت سے ابد تک، مومن یا کافر، مطیع یا فاجر، نیک یا انسان، جن یا حیوان، بلکہ تمام ماسوی اللہ میں جسے جو کچھ ملی یا ملتی ہے یا ملے گی، اُس کی کلی انہیں کے صباۓ کرم سے کھلی اور کھلتی ہے اور کھلے گی۔ انہیں کے با محقوں پر بھی اور ملتی ہے اور ملے گی، یہ سر الوجود اور اصل الوجود، خلیفۃ اللہ الاعظم و ولی نعمت عالم میں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ خود فرماتے ہیں، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ”انا ابو القاسم اللہ یعطی وانا قاسم“ رواہ الحاکم فی المستدرک وصحیحہ و اقربہ الناقدون“

فاضل بریلوی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ عالم میں جو کچھ نعمت روحانی یا جسمانی، دنیوی یا دینی، ظاہری یا باطنی کسی کو ملی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے دست کرم کا نتیجہ ہے اور چونکہ نبوت بھی ایک اعلیٰ درجہ کی روحانی نعمت ہے لہذا وہ بھی دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حضور ہی کے واسطے سے ملی ہے۔ اور اسی حقیقت کا نام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کی اصطلاح میں خاتمیت ذاتی اور خاتمیت مرتبی ہے۔

اس وقت ہم اس بحث کو اسی پر ختم کرتے ہیں اور مولوی احمد رضا خان صاحب نے حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہیؒ پر تکذیب رب العزت جل جلالہ کا جو بہتان لگایا ہے اب اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

(۲)

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنج گوہی قدس سرہ

تکذیبِ رب العزت جلّ جلالہ کا ناپاک بہتان

اور

اس کا جواب

مولوی احمد رضا خان صاحب — حسام الحرمین — کے صفحہ ۱۳ پر حضرت مولانا گنگوہی رحمہ کے متعلق

لکھتے ہیں۔

پھر تو ظلم و گمراہی میں اس کا حال یہاں تک بڑھا کہ اپنے	ثم تمادى به الحال في الظلم و
ایک فتوے میں جو اس کا مہرہ دستیختی میں نے اپنی آنکھ	الضلال حتى صرح في فتوى له (قد رايتها
سے دیکھا ہے بمبنی وغیرہ میں بارہا مع رد کے چھپا	بخطه وخاتمه بعيني وقد طبعت مرارا
صاف لکھ دیا کہ جو اللہ سبحانہ تعالیٰ کو بالفعل جھوٹا مانے	في بمبني وغيرها مع ردّها، ان من
اور تصریح کرے کہ معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولا	يكذب الله تعالى بالفعل ويصرّح أنّه
اور یہ بڑا عیب اس سے صادر ہو چکا تو اسے کفر بالائے	سبحانه وتعالى قد كذب وصدّرت منه
طاق، گمراہی درکنار، فاسق بھی نہ کہو، اس لئے کہ بہت	هذه العظيمة فلا تنسبوه الى فسق فضلا
سے امام ایسا کہ چکے ہیں جیسا اس نے کہا۔ بس نہایت	عن ضلال فضلا عن كفر فان كثيرا من
کاریہ ہے کہ اس نے تاویل میں خطا کی	الائمة قد قالوا بقبيله وانما قصارى
..... یہی وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہر اکبر	امره انّه منحط في تاويله
اور ان کی آنکھیں اندھی کر دیں۔ اولئك الذين اصمّمهم الله تعالى

واعنی ابصارهم ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم -

الا بالله العلی العظیم -

(حسام الحرمین ص ۱۳)

یہ ناچیز بندہ عرض کرتا ہے کہ حضرت گنگوہی مرحوم کی طرف کسی ایسے فتوے کی نسبت کرنا سراسر افتراء اور بہتان ہے۔ پہلی بحث میں تو مولوی احمد رضا خان صاحب نے تحذیر الناس کی متفرق عبارتیں جوڑ کر کفر کی مسل تیار بھی کر لی تھی یہاں تو یہ بھی ناممکن ہے۔ بحمد اللہ ہم پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مرحوم کے کسی فتوے میں یہ الفاظ موجود نہیں، نہ کسی فتوے کا یہ مضمون ہے۔ بلکہ درحقیقت یہ صرف خان صاحب یا ان کے کسی دوسرے ہم پیشہ بزرگ کا افتراء اور بہتان ہے بفضلہ تعالیٰ ہم اور ہمارے اکابر اس شخص کو کافر، مرتد، ملعون سمجھتے ہیں جو خداوند تعالیٰ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرے اور اس سے بالفعل صدور کذب کا قائل ہو بلکہ جو بد نصیب اس کے کفر میں شک کے ہم اس کو بھی خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ (جن پر خان صاحب نے یہ ناپاک بہتان باندھا ہے) خود انہیں کے مطبوعہ فتاویٰ کی جلد اول صفحہ ۱۱۸ پر ہے۔

”ذات پاک حق تعالیٰ جل جلالہ کی پاک و منزہ ہے۔ اس سے کہ متصف بوصف کذب کیا جائے۔

معاذ اللہ تعالیٰ اس کے کلام میں ہرگز شائبہ کذب کا نہیں، قال اللہ تعالیٰ ومن اصدق من اللہ قیلاً“

جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے، یا زبان سے کہے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے، وہ قطعاً

کافر و ملعون ہے اور مخالف قرآن و حدیث کا اور اجماع امت کا ہے۔ وہ ہرگز مومن نہیں۔ تعالیٰ اللہ

عَمَّا يَقُولُ الظَّالِمُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا -

ناظرین بالانصاف فیصلہ فرمائیں کہ اس صریح اور چھپے ہوئے فتوے کے ہوتے ہوئے حضرت مدوح پر یہ افتراء کرنا کہ

معاذ اللہ وہ خدا کو کاذب بالفعل مانتے ہیں، یا ایسا کہنے والے کو مسلمان کہتے ہیں کس قدر شرمناک کارروائی ہے؟ الحساب یوم

الحساب -!

رہا مولوی احمد رضا خان صاحب کا یہ لکھنا کہ ”میں نے ان کا وہ فتوے مع مہر و دستخط بچشم خود دیکھا ہے“ اس کے

جواب میں ہم صرف اس قدر عرض کریں گے کہ جب اس چودہویں صدی کا ایک عالم اور مفتی ایک چھپی ہوئی کثیر الاشاعت کتاب (تخذیر الناس) کی عبارتوں میں قطع و برید کر کے اور صفحہ ۳، ۴، ۵، ۶ کی عبارتوں میں تحریف کر کے ایک کفر کا مضمون گھڑ کے تخذیر الناس کی طرف منسوب کر سکتا ہے تو کسی مجلس کے لئے کسی کے مہر و دستخط بنالینا کیا مشکل ہے؟ کیا دنیا میں جعلی کے اور جعلی دستاویزیں تیار کرنے والے موجود نہیں؟ مشہور ہے کہ بریلی اور اس کے اطراف میں تو اس فن کے بڑے بڑے کامل رہتے ہیں جن کا ذریعہ معاش ہی مجلس سازی ہے۔

بہر حال مولوی احمد رضا خان صاحب نے حضرت گنگوہی مرحوم کے جس فتوے کا ذکر کیا ہے اس کی کوئی اصل نہیں، ”فتاویٰ رشیدیہ“ جو تین جلدوں میں چھپ کر شائع ہو چکا ہے وہ بھی اس کے ذکر سے خالی ہے۔ بلکہ اس میں اس کے صریح خلاف چند فتوے موجود ہیں جن میں سے ایک پر نقل بھی کیا جا چکا ہے۔ اور اگر فی الواقع خان صاحب نے کوئی فتوے اس قسم کا دیکھا ہے تو وہ یقیناً ان کے کسی ہم پیشہ بزرگ یا ان کے کسی پیشرو کی مجلس سازی اور وسیعہ کاری کا نتیجہ ہوگا۔ حضرات علماء و مشائخ کی عزت و عظمت کو مٹانے کے لئے حاسدوں نے اس سے پہلے بھی اس قسم کی کارروائیاں کی ہیں۔ اس سلسلہ کے چند عبرت آموز واقعات ہم یہاں نقل بھی کرتے ہیں۔

(۱) امت کے جلیل القدر مجتہد اور محدث حضرت امام احمد بن حنبلؒ اس دنیا سے کوچ فرما رہے ہیں اور کوئی بد نصیب حاسد عین اسی وقت ان کے تکیہ کے نیچے کچھ لکھے ہوئے کاغذات رکھ جاتا ہے جن میں خالص طعنہ عقائد اور زندیقانہ خیالات بھرے ہوئے ہیں۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ لوگ ان تحریرات کو امام احمد بن حنبلؒ ہی کی کاوش و دماغی کا نتیجہ سمجھیں گے اور جب ان کے مضامین اسلامی تعلیمات کے خلاف پائیں گے تو امام سے بدظن ہو جائیں گے اور لوگوں کے دلوں سے ان کی عزت و عظمت نکل جائے گی۔ پھر ہماری دوکان جو امام کے فیض عام کے مقابلہ میں بھکی پڑ گئی ہے چمک اٹھے گی۔

(۲) امام لغت علامہ محمد الدین فیروز آبادیؒ صاحب قاموس زندہ تھے۔ مشہور امام اور مرجع خواص و عوام تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ بھی محدث نے ان کے خرمین علم سے خوشہ چینی کی۔ حاسدین ان کی اس غیر معمولی مقبولیت کو نہ دیکھ سکے اور ان کی عظمت و شہرت کو بڑا لگانے کے لئے ان کے نام سے پوری ایک کتاب حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مطاعن میں تصنیف کر ڈالی جس میں خوب زور و شور سے حضرت امام اعظمؒ کی تکفیر بھی کی اور یہ جعلی کتاب دور دراز مقامات تک شائع کر دی گئی۔ حنفی دنیا میں علامہ فیروز آبادیؒ کے خلاف نہایت زبردست ہیمجان برپا ہو گیا۔ لیکن بے چارے علا

کو اس کی بالکل بھی خبر نہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ کتاب ابو بکر الخياط البغوی الیمانی کے پاس پہنچی تو انہوں نے علامہ فیروز آبادیؒ کو خط لکھا کہ ”آپ نے یہ کیا کیا؟ علامہ موصوف نے اس کے جواب میں لکھا۔

”اگر وہ کتاب جو افتراء میری طرف منسوب کر دی گئی ہے آپ کے پاس ہو تو فوراً اس کو نذر آتش کر دیجئے۔ خدا کی پناہ! میں اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کی تکفیر ”وانا اعظم المعتقدین فی الامام ابی حنیفہ“ (حالانکہ مجھ کو امام کی جناب میں بے انتہا عقیدت ہے) میں نے تو ایک ضخیم کتاب بھی امام کے مناقب عالیہ میں لکھی ہے۔“

(۳) امام مصطفیٰ قرمانی حنفیؒ نے نہایت جانکاہی سے ”مقدمہ ابواللیث سمرقندی“ کی ایک مبسوط شرح لکھی۔ جب ختم کر چکے تو مصر آئے کہ وہاں کے علماء کو دکھلانے کے بعد اس کی اشاعت کریں گے۔ تصنیف بھلائی کامیاب تھی۔ بعض حاسدوں کی نظر میں کھٹک گئی اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اس کی اشاعت سے ہماری دوکانوں کی رونق پھیلے گی۔ کچھ اور تو نہ کر سکے البتہ یہ خیانت کی کہ اس کے ”باب آداب الخلاء“ کے اس مسئلہ میں کہ قضائے حاجت کے وقت آفتاب و ماہتاب کی طرف رخ نہیں کرنا چاہئے ”اپنی وسیعہ کاری سے اتنا اضافہ کر دیا کہ۔

”چونکہ ابراہیم علیہ السلام ان دونوں کی عبادت کیا کرتے تھے“ (معاذ اللہ) علامہ قرمانی کو اس شرارت کی کیا خبر تھی انہوں نے لاعلمی میں وہ کتاب علماء مصر کے سامنے پیش کر دی۔ جب ان کی نظر اس دلیل پر پڑی سخت برہم ہوئے اور تمام مصر میں علامہ قرمانی کے خلاف ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ قاضی وقت نے واجب القتل قرار دیا۔ بیچارے راتوں رات جان بچا کر مصر سے بھاگے ورنہ سر دیئے بغیر پھپھا چھوٹنا مشکل تھا۔

(۴) عارف ربانی امام عبدالوہاب شعرانیؒ اپنی کتاب ”البواقیت الجواہر“ میں آپ بتی لکھتے ہیں کہ۔

”بعض حاسدوں نے میری کتاب ”البحر المورود فی المواثیق والحمود“ میں میری زندگی ہی میں عقائد باطلہ اور خیالات فاسدہ بڑھادیئے اور تین سال تک مصر مکہ مکرمہ میں خوب اس کی اشاعت کی۔ جب مجھے اس کا علم ہوا تو میں نے مشاہیر علماء سے اصل نسخہ پر تصدیقیں لکھوا کر ان ملکوں میں بھیجا۔ وہ حسد و کینہ کے مریض اس پر بھی باز نہ آئے اور ان کمینوں نے اس کے بعد یہ پروپیگنڈہ کیا کہ جن علماء نے ان پر تصدیقات لکھی تھیں اب وہ اس سے رجوع کر رہے ہیں اور

اکثر کرچکے ہیں (امام شعرانیؒ لکھتے ہیں کہ) حب مجھے اس کی خبر ہوئی تو میں نے پھر ان حضرات علما کو تکلیف دی اور خود انہیں کے قلم سے حاسدوں کے اس نئے پروپیگنڈے کی تردید لکھوا کر عرب روانہ کیں حب کہیں اس فتنہ کا خاتمہ ہوا۔

یہ گفتی کے چند واقعات ہیں۔ تاریخ اور تذکرے کی کتابیں اگر دیکھی جائیں تو بد نصیب حاسدوں کی دسیہ کاریوں کے ان جیسے سینکڑوں شرمناک واقعات ملیں گے۔

پس اگر درحقیقت فاضل بریلوی اپنے اس بیان میں سچے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ بالا مضمون کا کوئی فتویٰ حضرت گنگوہی مرحوم کے مہر و دستخط کے ساتھ دیکھا ہے تو یقیناً وہ اسی قبیل سے ہے لیکن پھر بھی مولوی احمد رضا خان صاحب کو اس کی بنا پر کفر کا فتوے دینا ہرگز جائز نہ تھا، تاوقتیکہ وہ یہ تحقیق نہ کر لیتے کہ یہ فتوے حضرت مولانا کا ہے بھی یا نہیں؟ فقہ کا مسلم اور مشہور مسئلہ ہے کہ "الخط يشبه الخط" یعنی ایک انسان کا خط دوسرے کے خط سے مل جاتا ہے اور خود خان صاحب بھی اس سے ناواقف نہیں۔ چنانچہ خط یا تار سے عدم ثبوت رویت ہلال پر استدلال کرتے ہوئے آپ تصریح فرماتے ہیں کہ۔

"تمام کتابوں میں تصریح ہے "الخط يشبه الخط" الخط لا يحمل به"

(ملفوظات اعلیٰ حضرت جلد ۲، ص ۵۲)

بہر حال حب کہ رویت ہلال جیسی معمولی باتوں میں خط کا اعتبار نہیں تو پھر تکفیر جیسے اہم معاملہ میں کیونکر اس کا اعتبار ہو سکتا ہے۔

رہے وہ دلائل جو خان صاحب نے حضرت گنگوہی مرحوم کی طرف اس جعلی فتوے کی نسبت صحیح ہونے پر اپنی کتاب "تمہید ایمان" میں پیش کئے ہیں وہ نہایت لچر پوچ اور تمار عنجکوت سے زیادہ کمزور ہیں۔ ناظرین ذرا ان کو خود بھی دیکھ لیں اور جانچ لیں۔

مولوی احمد رضا خان صاحب موصوف اس جعلی فتوے کے متعلق "تمہید ایمان" ص ۳۸، ۳۹ پر لکھتے ہیں۔

"یہ تگزیب خدا کا ناپاک فتوے اٹھارہ برس ہوئے ۱۳۰۸ھ ہجری میں رسالہ "صیانتہ الناس"

کے ساتھ مطبع حدیقہ العلوم میرٹھ میں ص ۲ کے شائع ہو چکا، پھر ۱۳۱۸ھ میں مطبع گلزار حسنی

بہی میں اس کا مفصل رد چھپا ، پھر ۱۳۲۰ھ میں پٹنہ عظیم آباد مطبع تحفہ حنفیہ میں اس کا اور
قاہرہ رد چھپا ، اور فتوے دینے والا جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ میں مرا اور مرتے دم تک سکت
رہا نہ یہ کہا کہ وہ فتویٰ میرا نہیں حالانکہ خود چھاپی ہوئی کتابوں سے فتوے کا انکار کر دینا سہل تھا ،
نہی بتلایا کہ مطلب وہ نہیں جو علمائے اہلسنت بتلا رہے ہیں بلکہ میرا مطلب یہ ہے ۔ نہ کفر صریح کی
نسبت کوئی سہل بات تھی جس پر التفات نہ کیا ۔“

حشو و زوائد حذف کر دینے کے بعد خان صاحب کی اس دلیل کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ ۔

۱ : یہ فتوے مع رد کے مولانا گنگوہی مرحوم کی حیات میں تین مرتبہ چھپا ۔

۲ : انہوں نے تازلیت اس فتوے کی نسبت سے انکار نہیں کیا ، نہ اس کا اور کوئی مطلب بتایا ۔

۳ : اور چونکہ معاملہ سنگین تھا اس لئے خاموشی کو عدم التفات پر بھی محمول نہیں کیا جاسکتا ، لہذا ثابت ہو گیا کہ
یہ فتوے انہیں کا ہے اور اس کا مطلب بھی وہی ہے جس کی بنا پر ہم نے تکفیر کی ہے ۔

اگرچہ خان صاحب کی اس دلیل کا کچر پوچ اور مہمل ہونا ہمارے نقد و تبصرہ کا محتاج نہیں ۔ ہر معمولی سی عقل
رکھنے والا بھی تھوڑے سے غور و فکر سے اس کی لغویت کو سمجھ سکتا ہے ۔ تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ہر جز پر
تھوڑی سی روشنی ڈال کر ناظرین سے بھی خان صاحب کے علم و مجددیت کی کچھ داد دلوا دی جائے ۔
خان صاحب کی دلیل کا پہلا بنیادی مقدمہ یہ ہے کہ ۔

” یہ فتوے مولانا گنگوہی کی حیات میں تین مرتبہ مع رد کے چھپا ۔“

اسی مقدمہ سے اتنا تو معلوم ہو گیا کہ یہ جعلی فتوے مولانا کے مخالفین نے چھاپا ہے ۔ مولانا یا آپ کے متوسلین
کی طرف سے کبھی اس کی اشاعت نہیں ہوئی (خیر اس راز کو تو اہل بصیرت ہی سمجھیں گے) ہم کو تو اس کے متعلق صرف اتنا
عرض کرنا ہے کہ اگر خان صاحب کے بیان کو صحیح سمجھ کر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ یہ فتوے متعدد بار مع رد کے حضرت
گنگوہی مرحوم کی حیات میں چھپ کر شائع ہوا ، جب بھی لازم نہیں آتا کہ حضرت کے پاس بھی پہنچا ہو یا ان کو اس
کی اطلاع بھی ہوئی ہو ۔ اور اگر ان کے پاس بھیجا گیا تو سوال یہ ہے کہ ذریعہ قطعی تھا یا غیر قطعی ؟ پھر کیا خان صاحب
کو اس کی وصول یا بی کی اطلاع ہوئی ؟ اگر سوائے تودہ ذریعہ قطعی تھا یا ظنی ! بحث کے پہلوؤں سے چشم پوشی کر کے

کفر کا قطعی یقینی فتوے دینا کیوں کر درست ہو سکتا ہے۔ بہر حال جب تک قطعی طور پر یہ ثابت نہ ہو جائے کہ فی الواقع حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی ایسا فتوے لکھا تھا جس کا قطعی اور متعین مطلب وہی تھا جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے لکھا ہے۔ اس وقت تک ان تخمینہ بنیادوں پر تکفیر قطعاً ناروا اور معصیت ہے۔ حضرت مولانا گنگوہی مرحوم تو ایک گوشہ نشین عارف باللہ تھے جن کا حال بلا مبالغہ یہ تھا کہ

بسو دائے جہان ز جہاں شتغل

بذکر حبیب از جہاں شتغل

یہ خاکسار جس کے اوقات کا خاصہ حصہ اب تک اہل باطل ہی کی تواضع میں صرف ہوا ہے آج اس جعلی فتوے کے ان تینوں ایڈیشنوں کی زیارت سے محروم ہے جن کا ذکر خان صاحب فرما رہے ہیں۔ پس ہو سکتا ہے بلکہ قرین قیاس ہے کہ حضرت مرحوم کو اس قصہ کی خبر بھی نہ ہوئی ہو۔

خان کی دلیل کا دوسرا مقدمہ یہ تھا کہ مولانا گنگوہی مرحوم نے اس فتوے سے انکار نہیں کیا، نہ اس کی کوئی تاویل بیان کی۔

اس کے متعلق پہلی گزارش تو یہی ہے کہ جب اطلاع ہی ثابت نہیں تو انکار کس چیز کا اور تاویل کس بات کی؟ اور فرض کریجئے کہ ان کو اطلاع ہوئی لیکن انہوں نے ناخدا ترس مفقروں کی اس ناپاک حرکت کو ناقابل توجہ اور شائستہ اعتناء ہی نہ سمجھا یا ان کو حوالہ بخدا کر کے سکوت فرمایا۔

رہا یہ کہ کفر کی نسبت کوئی معمولی بات نہ تھی جس کی طرف التفات نہ کیا جاتا۔ سوا دل تو یہ ضروری نہیں کہ دوسرے بھی آپ کے اس نظریہ سے متفق ہوں، ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اس لئے انکار کی ضرورت نہ سمجھی ہو کہ ایمان والے خود ہی ایسے ناپاک افتراء کی تکذیب کر دیں گے۔ یا انہوں نے یہ خیال کیا ہو کہ گندگی اچھالنے والے علی اور غمہی دنیا میں کوئی مقام نہیں رکھتے لہذا ان کی بات کا کوئی اعتبار ہی نہ کرے گا۔ بہر حال سکوت کے لئے یہ وجوہ بھی ہو سکتے ہیں۔ اور پھر قطع نظر ان تمام باتوں سے یہ کہنا ہی غلط ہے کہ کفر کا معاملہ سنگین تھا۔ بے شک خان صاحب کی ”مجددیت“ کے دور سے پہلے تکفیر ایسی ہی غیر معمولی اہمیت رکھتی تھی لیکن خان صاحب کی روح اور ان کی موجودہ ذریت مجھے معاف فرمائے کہ جس دن سے افتاء کا قلمدان خان صاحب کے بے باک ہاتھوں میں گیا ہے اس روز سے تو کفر اتنا سستا ہو گیا کہ اللہ کی پناہ !

ذوقہ العلما۔ والے کافر، جو انہیں کافر نہ کہے وہ کافر، علماء دیوبند کافر، جو انہیں کافر نہ کہے وہ کافر۔ غیر متقلین
المحدث کافر، مولانا عبد الباقی صاحب فرنگی محلی کافر۔ اور تو اور تحریک خلافت میں شرکت کے جرم میں اپنے برادران طریقت
مولوی عبد الماجد صاحب بدایونی کافر، مولوی عبد القدیر صاحب بدایونی کافر۔ کفر کی وہ بے پناہ مشین گن چلی کہ الہی توبہ!
بریلی کے ڈھائی لاکھ انسانوں کے سوا کوئی بھی مسلمان نہ رہا۔

پس ہو سکتا ہے کہ خان صاحب اور ان جیسے کفر باز کسی اللہ والے کو کافر کہیں اور وہ اس شور و غوغا کو نباہ
الکلاب سمجھتے ہوئے خاموشی اختیار کرے اور اس کا اصول یہ ہو کہ۔

وَلَقَدْ أَمَرُ عَلَى اللَّهِ عَلَيْهِمْ يَسْتَبِي
فَمَضَيْتُ ثُمَّ قُلْتُ لَا يَعْزُبُنِي

اور ہو سکتا ہے کہ حضرت مولانا مرحوم کو اطلاع ہوئی ہو اور انہوں نے اس جعلی فتوے سے انکار بھی فرمایا ہو لیکن
خان صاحب کو اس انکار کی اطلاع نہ ہوئی ہو، پھر عدم اطلاع سے عدم انکار کیونکر سمجھا جاسکتا ہے؟ کیا عدم علم
عدم الشیء کو مستلزم ہے؟

اہل علم اور ارباب انصاف غور فرمائیں کہ کیا اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے بھی تکفیر جائز ہو سکتی ہے؟ دعویٰ
تو یہ تھا کہ۔

” ایسی عظیم احتیاط والے (یعنی خود بد دولت جناب مولوی احمد رضا خان صاحب) نے ہرگز ان
دشنامیوں (حضرت گنگوہی وغیرہ) کو کافر نہ کہا جب تک یقینی، قطعی، واضح، روشن، جلی طور
سے ان کا صریح کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو گیا، جس میں اصلاً اسلام گزہر گز کوئی گنجائش کوئی
تاویل نہ نکل سکی“ (تمہید ص ۴۴)

اور دلیل اس قدر پھر کہ یقین کیا معنی ظن کی بھی مفید نہیں۔ اور اگر ایسی ہی دلیلوں کے ثبوت ہوتا ہے تو پھر اسلام
اور مسلمانوں کا اللہ ہی حافظ۔ کوئی جاہل یا دیوانہ کسی باغداد کو کافر کہے، اور وہ اس کو ناقابل خطاب سمجھتے ہوئے اعرض
کرے اور اس کے سامنے اپنی صفائی پیش نہ کرے، بس خان صاحب کی دلیل سے کافر ہو گیا۔ بچہ خوش!
گر ہمیں معنی دہیں فتوے کلامیں تمام خواہش

ادھر فقہائے کرام کی وہ تصریحات کہ اگر ۹۹ احتمال کفر کے ہوں، اور صرف ایک احتمال اسلام کا، تب بھی تکفیر جائز نہیں اور ادھر چودھویں صدی کے ان خود ساختہ مجدد صاحب کہ یہ تیز دستی کہ صرف خیالی و وہمی مقدمے جوڑ کر نتیجہ نکالا اور تکفیر یقینی، قطعی۔ ہر کہ شک آرد کا ذکر در۔

بسیں تفادست رہ از کجاست تا بکی

یہاں تک تو مناظران بحث تھی لیکن اس کے بعد ہم یہ بھی بتلا دینا چاہتے ہیں کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے اخیر زمانہ حیات میں جب آپ کے بعض متوسلین کو اہل بدعت کی آخرت پر دہرازی کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے عریضہ لکھ کر حضرت مرحوم سے اس کے متعلق دریافت کیا، حضرت نے جواب میں اپنی برادری اور جعلی فتوے کے لغتی مضمون سے کامل بیزاری ظاہر فرمائی اور خان صاحب کو اس کی اطلاع بھی ہوئی، لیکن کفر کا فتویٰ پھر بھی جوں کا توں رہا۔ یہیں سے تکفیر کے ان علمبردار اور ان کی ذریت کی نیت بے نقاب ہو جاتی ہے۔

چنانچہ ۱۳۲۳ھ میں حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب مدظلہ نے جب مولوی احمد رضا خان صاحب کے خاص الخاص عقیدت کیش میانجی عبدالرحمن پکھر ریوی کے ایک رسالہ میں اس جعلی فتوے کا ذکر دیکھا تو اسی وقت حضرت کی خدمت میں گنگوہ عریضہ لکھا کہ حضرت کی طرف اس مضمون کے فتوے کی نسبت کی جا رہی ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟ تو جواب آیا کہ۔

”یہ سراسر افتراء اور محض بہتان ہے۔ بھلا میں ایسا کیسے لکھ سکتا ہوں؟“

حضرت مرحوم کے اس جواب کا ذکر حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب مدظلہ کے متعدد رسائل ”السحاب المدلل“ ”ترکیۃ الخواطر“ وغیرہ میں آچکا ہے اور یہ تمام رسالے خان صاحب کی حیات میں ان کے پاس پہنچ بھی چکے ہیں۔ نیز جب پہلے پہل اس بہتان کا چرچا بریلی میں ہوا تو یہاں سے بھی حضرت کے بعض متوسلین نے گنگوہ عریضہ لکھ کر حقیقت حال دریافت کی۔ اس کے جواب میں بھی حضرت مرحوم نے اپنی بے زاری ظاہر فرمائی اور حضرت مرحوم کی وہ جوابی تحریر عبیدہ خان صاحب کو دکھلائی بھی گئی، مگر پتھر کے اس دل پر کوئی اثر نہ ہوا اور خدا کا خون غلطی کے اقرار پر اس کو آمادہ ذکر نہ سکا۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً

مے حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری کے یہ اور دیگر رسالے انجمن ارشاد السالین کی جانب سے دو جلدوں میں طبع ہو چکے ہیں (ناشر)

وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ أَلُنَمَارُطٌ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقُّوْ

فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۚ

یہی وہ حالات اور واقعات ہیں جن کی وجہ سے ہم یہ سمجھنے اور کہنے پر مجبور ہیں کہ خان صاحب کے فتوے کفر کی بنیاد پہلے

دن سے کسی غلط فہمی یا علمی لغزش پر نہ تھی بلکہ درحقیقت اس کی تہ میں صرف حسد و جاہ پرستی اور نفس پروری کا بے پناہ

جذبہ کار فرما تھا۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَعَىٰ مُنْقَلَبٌ يَّنْقَلِبُونَ ۚ



۱۔ پھر تمہارے دل سخت ہو گئے، پس وہ پتھروں کی طرح ہیں یا ان سے بھی زیادہ سخت۔ اور بے شک پتھر دل میں

سے تو ایسے بھی ہیں جن سے نہریں پھوٹ رہی ہیں اور ان میں سے ایسے بھی ہیں جو شق ہو جاتے ہیں پھر ان سے پانی نکلتا ہے اور بعضے ان

میں وہ ہیں جو خدا کے خوف سے نیچے اگرتے ہیں۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب حمۃ اللہ علیہ تفقیص شان سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ناپاک بہتان

مولوی احمد رضا خان صاحب — حسام الحرمین — ص ۱۵ پر لکھتے ہیں۔

وهؤلاء اتباع شيطان الاتاق
ابليس اللعين وهو ايضا اذنا ب ذلك المكذب
الكنكوهي فانه قد صرح في كتابه
البراهين القاطعه وما هي والله الا
القاطعه لما امر الله به ان يوصل بان
شيخهم ابليس اوسع علما من رسول الله
صلى الله عليه وسلم وهذا نصه الشنيع
بلغظه الفظيع (ص ۴۴) شيطان وملك الموت
كواله . اي ان هذه السعة في العلم
ثبتت للشيطان وملك الموت بالنص واي
نص قطعي في سعة علم رسول الله صلى الله
تعالى عليه وسلم حتى ترد به النصوص

اور یہ شیطان آفاق ابلیس لعین کے پیرو ہیں اور یہ بھی اسی
تکذیب خدا کرنے والے گنگوہی کے دم چھلے ہیں کہ اُس
نے اپنی کتاب ”براہین قاطعہ“ میں تصریح کی ،
اور خدا کی قسم وہ قطع نہیں کرتی مگر ان چیزوں کو جن کے
ہوٹنے کا اللہ عزوجل نے حکم فرمایا ہے کہ ان کے پیرو ابلیس
کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے اور یہ
اس کا برا قول خود اس کے بد الفاظ میں صفحہ ۴۴ پر ہے۔
شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے
ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی
ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا
ہے۔ اور اس سے پہلے لکھا کہ شرک نہیں تو کون سا ایمان
کا حصہ ہے۔

جیسا دُیُثبت شرک و کتب قبلہ ان
هذا الشرک لیس فیہ حبة خردل من

ایمان -

پھر مؤلف براہین کو کچھ ”صلواتیں“ بنا کر چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں۔

وقد قال فی نسیم الریاض کما تقدم
من قال فلان اعلم منہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فقد عابه و نقصه فهو سابع و
الحکم فیہ حکم الساب من غیر فرق
لا نستثنی منہ صورة و هذا کله اجماع
من لدن الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم
ثم اقول انظروا الی آثار ختم اللہ کیف
بصیر البصیر اعلم و کیف یختار علی الہدی العمی
یومن بعلم الارض المحیط لا یلیس الذی ذکر محمد رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال هذا
شرک و انما الشرک اثبات الشرک
اللہ تعالیٰ فالشیء اذا کان اثباتہ لاحد
من المخلوقین شرکاً کان شرکاً قطعاً
لکل الخلائق اذ لا یصح ان یکون احد
مشریکاً للہ تعالیٰ فانظر و اکیف امن بان
ابلیس شرک لہ سبحانہ و انما الشرکۃ
منتفیة عن محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اور بے شک نسیم الریاض میں فرمایا (جیسا کہ اس کا نص
اصل کتاب میں گزر چکا ہے) کہ جو کسی کا علم حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ بتائے اس نے بیشک
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عیب لگایا اور
حضور کی شان گھٹائی تو وہ گالی دینے والا ہے ، اور
اس کا حکم وہی ہے جو گالی دینے والے کا ہے ، اصلاً فرق
نہیں ، اس میں سے ہم کسی صورت کا استثناء نہیں
کرتے ، اور ان تمام احکام پر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم
کے زمانہ سے اب تک برابر اجماع چلا آیا ہے۔ پھر میں
کتا ہوں کہ اللہ کی مہر کر دینے کا اثر دیکھو ، کیونکر نکھیرا
اندھا ہو جاتا ہے اور راہ حق چھوڑ کر چوہٹ ہونا پسند
کرتا ہے۔ ابلیس کے لئے تو زمین کے علم محیط پر ایمان لانا
ہے اور حب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا
ذکر آیا تو کتا ہے یہ شرک ہے۔ حالانکہ شرک تو اسی کا نام
کہ اللہ عزوجل کے لئے کوئی شرک محض ہٹایا جائے۔ تو
جس چیز کا مخلوق میں سے کسی ایک کے لئے ثابت کرنا شرک
ہو ، وہ تو تمام جہان میں جس کے لئے ثابت کی جائے

ثم انظروا الى غشاة غضب الله تعالى
 على بصره يطالب في علم محمد صلى الله
 تعالى عليه وسلم بالنص ولا يرضى به حتى
 يكون قطعيا فاذا جاء على سلب علمه صلى
 الله تعالى عليه وسلم تنسك في هذا
 البيان نفسه على صفحه ۴۶ بستانه اسطر
 قبل هذا الكفر الممين بحديث باطل لا
 اصل له في الدين و ينسبه كذبا الى من لم
 يروه بل رده بالرد المبين حيث يقول
 دوى الشيخ عبد الحق قدس سره عن
 النبي صلى الله تعالى عليه وسلم انه قال
 لا اعلم ما وراء هذا الجداره مع ان
 الشيخ قدس الله تعالى سره انما قال
 في مدارج النبوة هكذا يشكل ههنا
 بان جاء في بعض الروايات انه قال رسول
 الله صلى الله عليه وسلم انما انا عبد لا
 اعلم ما وراء هذا الجدار وجوابه ان
 هذا القول لا اصل له ولو تصح به
 الروايه اه فانظروا كيف يحتج بلا
 تقربوا الصلوة ويتزكوا وانتم سكارى

(حسام ص ۱۸)

یقیناً شرک ہوگا کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔
 تو دیکھو ابیس لعین کے اللہ عزوجل کے ساتھ شریک ہونے
 کا کیسا ایمان رکھتا ہے، شرکت تو محمد رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم سے مفتی ہے پھر غضب الہی کا گھٹا ٹپ
 اس کی آنکھوں پر دیکھو۔ علم محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تو
 نص مانگتا ہے اور نص پر بھی راضی نہیں جب تک قطعی
 نہ ہو اور جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی نفی پڑے
 تو خود اسی بحث میں صفحہ ۴۶ پر اس ذلت دینے والے
 کفر سے چھ سطر پہلے ایک باطل روایت کی سند کڑی ہے
 جس کی دین میں بالکل اصل نہیں اور ان کی طرف اس
 کی نسبت کر رہے جنہوں نے اسے روایت نہ کیا بلکہ
 اس کا صاف رد کیا کہ کہتا ہے شیخ عبدالحق روایت
 کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچے کا بھی علم نہیں، حالانکہ
 شیخ نے "مدارج النبوت" میں یوں فرمایا ہے کہ
 یہاں یہ اشکال پیش کیا جاتا ہے کہ بعض روایات میں
 آیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ "میں تو ایک
 بندہ ہوں اس دیوار کے پیچے کا حال مجھے معلوم نہیں"
 اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قول بے اصل ہے اس کی روایت
 صحیح نہ ہوئی۔ دیکھو کیسی "تقربوا الصلوة" سے دلیل
 لایا اور "وانتم سکارى" کو چھوڑ گیا۔

اس موقع پر شوق تکفیر پورا کرنے کے لئے مولوی احمد رضا خان صاحب نے دین و دیانت پر جو ظلم کیا ہے اس کی فریاد بس واحد قہار سے ہے۔ اس کی باز پرس انشاء اللہ روز جزا ہوگی۔ لیکن دنیا میں ارباب انصاف بھی فیصلہ فرمائیں کہ اس مدعی مجددیت کے بیان اور اس کے فتوے میں کتنی صداقت ہے ؟

اس عبارت میں خان صاحب نے مصنف براہین قاطعہ پر مندرجہ ذیل چار اعتراض کئے ہیں۔

۱ (معاذ اللہ) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو شیطان جہیم کے علم سے گھٹایا۔

۲ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زمین کے علم محیط کے اثبات کو شرک بتلایا اور شیطان لعین کے لئے اس کو

ثابت مانا حالانکہ کسی ایک مخلوق کے لئے جس چیز کا ثابت کرنا شرک ہے دوسری مخلوقات کے لئے بھی اس کا

ثابت کرنا یقیناً شرک ہے۔ تو گویا مصنف براہین نے (معاذ اللہ) شیطان کو خدا کا شریک مان لیا۔

۳ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر نص قطعی کا مطالبہ کیا اور جب حضور اقدس م کے علم کی نفی کی تو ایک باطل

الروایۃ حدیث سے استناد کیا۔

۴ پھر اس حدیث کی روایت کو از راہ دروغ بیانی اس شخص کی طرف منسوب کیا، جس نے روایت نہیں کی بلکہ نقل کر کے

ردّ بلیغ کیا۔

یہ ہے خان صاحب کی اس ساری عبارت کا خلاصہ اور مصنف براہین قاطعہ کے خلاف ان کی فرد قرار

جہم ہم تحریر جواب سے پہلے چند تمہیدی مقدمات عرض کرتے ہیں۔

علم کی دو قسمیں ہیں۔ ذاتی اور عطائی۔ ذاتی وہ ہے جو از خود ہو، کسی کا دیا ہوا نہ ہو

پہلا مقدمہ اور عطائی وہ ہے جو کسی کا دیا ہوا اور بتلایا ہوا ہو۔

پہلی قسم : (علم ذاتی) اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ مخلوقات میں سے جس کو بھی کوئی علم ہے وہ سب اسی کا

دیا ہوا اور بتلایا ہوا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی دلی یا نبی یا فرشتے کے لئے بھی علم ذاتی ثابت کرے گا تو سب کے نزدیک مشکوک

ہوگا، چونکہ یہ تمام امت کا مشہور اجماعی مسئلہ ہے لہذا ہم اس کے ثبوت میں صرف خان صاحب بریلوی کی تصریحات

پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔ ع

مدعی لاکھ پہ محباری ہے گواہی تیری

موصوف " خالص الاعتقاد " صفحہ ۲۸ پر رقمطراز ہیں۔

" علم یقیناً ان صفات میں ہے کہ غیر خدا کو جو علم حاصل سکتا ہے تو ذاتی و عطائی کی طرف اس کا انقسم یقینی، یوں ہی محیط و غیر محیط کی تقسیم بدیہی، ان میں اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہونے کے قابل صرف ہر تقسیم کی تقسیم اول ہے یعنی علم ذاتی و علم محیط حقیقی "

نیز اسی خالص الاعتقاد کے صفحہ ۳۲ پر فرماتے ہیں۔

" بلاشبہ غیر خدا کے لئے ایک ذرہ کا علم ذاتی نہیں، اس قدر خود ضروریات دین سے ہے اور منکر کافر "

اور " الدولۃ المکیہ " کی نظر اول صفحہ ۶ پر ہے۔

فلا دول (العلم الذاتی) مختص	علم ذاتی اللہ عزوجل سے خاص ہے اس کے غیر کے لئے محال
بالمعلیٰ سبحانہ و تعالیٰ لا یسکن لخبیرہ و	ہے جو اس میں سے کوئی چیز اگرچہ ایک ذرہ سے کمتر سے کمتر
ومن اثبت شیئاً منہ ولو ادنیٰ من ادنیٰ	سے کمتر غیر خدا کے لئے مانے وہ یقیناً کافر و مشرک ہو گیا اور
من ذرۃ لاحد من العالمین فقد کفر و	ہلاک و برباد ہوا۔
اشوک و باد و هلك .	

کائنات کے ہر ذرہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کے علوم غیر قناہی ہیں اور چونکہ کسی مخلوق کا علم معلوم ہوتا ہے تو اس کا علم غیر قناہی ہو سکتا، لہذا کہا جاسکتا ہے کہ کسی مخلوق کو ایک ذرہ کا بھی حقیقی علم میں علم محیط نہیں ہو سکتا۔

اس کے ثبوت میں بھی ہم خان صاحب بریلوی ہی کی تصریحات پر قناعت کریں گے۔

موصوف " الدولۃ المکیہ " صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں۔

بل لا سبحانہ و تعالیٰ فی کل ذرۃ	بلکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لئے ہر ذرہ میں علوم غیر قناہیہ
علوم لا قناہی لان لكل ذرۃ مع کل	ہیں۔ اس لئے کہ ہر ذرہ کو دوسرے اس ذرہ کے ساتھ جو
ذرۃ کانت او تکون او یسکن انت	موجود ہو چکا یا آئندہ موجود ہوگا یا جس کا وجود ہوگا

تكون نسبة بالقرب والبعد و الجهة
مختلفة في الازمنة باختلاف الامكنة
الواقعة والممكنة من اول يوم الى ما لا
اخر له والحكل معلوم له سبحانه وتعالى
بالفعل فعلمه عزجلا له غير متناه في
غير متناه في غير متناه
ومعلوم ان علم المخلوق لا يحيط في ان
واحد غير المتناهي كما بالفعل تفصيلا
تا ما حيث يمتاز في كل فرد عن صاحبه
امتيازا كليا.

قرب اور بُعد اور جهت کے اعتبار سے کوئی نسبت ہے جو
مختلف ہوتی رہتی ہے۔ زمانوں میں ساتھ مختلف ہونے کی ایک
کے جو واقع ہوں اور جن کا امکان ہے دنیا کے پہلے دن سے
ابد الابد تک اور سب اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو بالفعل معلوم ہے
پس اللہ عزوجل کا علم غیر متناہی در غیر متناہی در غیر
متناہی ہے۔
اور معلوم ہے کہ مخلوق کا علم ایک آن میں غیر متناہی بالفعل
کا تفصیلی احاطہ نہیں کر سکتا، اس طرح کہ اس میں ہر فرد
دوسرے سے کامل طور پر ممتاز ہو۔

نیز اسی "الدولة النورية" کے صفحہ ۲۱۲ پر ہے۔

انّ بَيِّنَت ان له سبحانه في كل ذرة ذرة
علوم لا متناهي فكيف ينكشف شئ لخلق
كانكشافه للخالق عزوجل ؟

بہ تحقیق میں بیان کر چکا ہوں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہر
ذہ میں غیر متناہی علوم ہیں۔ پس کوئی چیز کسی مخلوق کے لئے
اس طرح کیسے منکشف ہو سکتی ہے جیسے کہ اس کا انکشاف
خداوند تعالیٰ کے لئے ہے؟

مقصود قائم کرنے کے لئے دلیل قطعی کی ضرورت ہے اور نفی کے لئے صرف عدم دلیل ثبوت کافی
تیسرا مقدمہ ہے۔ اسی لئے قرآن عزیز میں جا بجا مشرکین کے خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ کی تردید

میں فرمایا گیا ہے کہ یہ ان کے ذاتی خیالات اور شیطانی وساوس ہیں۔ خدا کی طرف سے ان پر کوئی دلیل و برہان نہیں۔

نیز خود مولوی احمد رضا خان صاحب نے بھی "انباء المصطفیٰ" میں عقائد کے اثبات کے لئے دلیل قطعی کے

ضرورت کو تسلیم کیا ہے۔

علوم و دقہم کے ہیں۔ ایک وہ جن کو دین سے تعلق ہے۔ (جیسے تمام علوم دینیہ شرعیہ)۔ اور دوسرے
چوتھا مقدمہ

وہ جن کو دین سے تعلق نہیں۔ (جیسے زید، عمرو، گنگا پرشاد، جمناداس، سربگ، اور
لارڈ ولنگٹن، مسٹر چرچل وغیرہ کے بہت سی حالات کا علم، زمین کے کیڑے مکوڑوں اور سمندر کی مچھلیوں کی تعداد اور ان کے
خواص کا علم، ان کی عام نقل و حرکت، اکل و شرب اور بول و براز کا علم) ظاہر ہے کہ ان چیزوں کے علم کو دین سے کوئی تعلق
نہیں اور نہ ان علوم کو کمال انسانی میں کوئی دخل۔ اور نہ ان کے نہ ہونے سے انسان میں کوئی نقصان !

اگرچہ یہ مقدمہ بدیہی ہے اور ہر معمولی سی عقل رکھنے والا بھی اس کو تسلیم کر لے گا، مگر اب چند روز سے مولوی احمد رضا
خان صاحب کی روحانی ذریت نے اس سے انکار شروع کر دیا ہے۔ اور وہ نہایت بلند آہنگی کے ساتھ کہتے ہیں کہ دنیا میں
کوئی علم ایسا نہیں جس کا دین سے تعلق نہ ہو۔ اور جس کو کمال انسانی میں دخل نہ ہو۔ لہذا یہاں بھی ہم صرف خان صاحب
ہی کی ایک عبارت پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔ موصوف کے ملفوظات حصہ دوم صفحہ ۶۲ پر ہے۔

”سیمیا ایک ناپاک علم ہے“

خان صاحب کے اس مختصر مگر پر معنی فقرے سے صرف اتنا ضرور معلوم ہو گیا کہ بعض علم ناپاک بھی ہیں اور ظاہر
ہے کہ جو علم ناپاک ہو، وہ نہ دینی علم ہو سکتا ہے اور نہ کسی انسان کے لئے باعث کمال۔

شریعت میں جس علم کی مدح کی گئی ہے اور انسان کو جس کی ترغیب دی گئی ہے اور جو،
پانچواں مقدمہ
رضائے الہی کا باعث ہے، وہ صرف وہ علم ہے جس کا تعلق دینیات سے ہو اور جس سے

کمال انسانی وابستہ ہو مثلاً قرآن عزیز میں ہے۔

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ

وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔

کیا علم والے اور بے علم سب برابر ہو سکتے ہیں ؟

نہیں۔ (الزمر ۳۹ - ۹)

اور دوسری جگہ ارشاد ہے۔

يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ

بلند کرے گا (المجادلہ ۵۸ - ۱۱)

أَوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ۔

ظاہر ہے کہ ان آیات میں علم سے نہ انگلش مراد ہے نہ سنسکرت یا بھاشا، نہ سائنس نہ جغرافیہ، نہ جادوگری، نہ

شاعری، بلکہ صرف علم دین ہی مراد ہے اور وہی خدا کو محبوب ہے اور حدیث شریف میں ہے۔
 طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ۔ طلب علم ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اور ایک دوسری حدیث میں ہے۔

إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يَوْرَثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَإِنَّمَا وَرَثُوا الْعِلْمَ نَمَنَ أَخَذَ مِنْهُ أَخَذَ بِحِطِّ وَافِرٍ۔
 بہ تحقیق انبیاء علیہم السلام نے دراہم و دنانیر کی میراث نہیں چھوڑی، ان کی میراث صرف علم ہے جس نے اس کو لے لیا اس نے بہت بڑا حصہ پایا۔

ان احادیثِ کریمہ میں بھی علم سے علمِ شریعت اور علمِ دین ہی مراد ہے۔ کون بدبخت کہہ سکتا ہے کہ دنیاوی علوم کا حاصل کرنا بھی مسلمان کا مذہبی فرض ہے۔ اور کون محروم البصیرت خیال کر سکتا ہے کہ جادوگری و شعبد بازی جیسے لغو علوم بھی میراثِ نبوت ہیں۔ بہر حال یہ چیز بالکل بدیہی ہے کہ شریعت میں جس علم کی ترغیب دی گئی ہے اور جس کو کمال انسانی میں دخل ہے وہ صرف علمِ دین ہے۔ بلکہ بے کار اور غیر متعلق باتوں کی کعود کرید سے تو شریعت نے منع فرمایا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ
 مَا لَا يَعْنِيهِ۔ انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ بے کار باتوں میں نہ پڑے۔

مولوی احمد رضا خان صاحب سے کسی شخص نے تعزیر داری اور امور متعلقہ تعزیر داری کے متعلق چند سوال کئے تھے
 منجملہ ان کے بارہواں سوال (شہدائے کربلا رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق) یہ تھا کہ۔

” بعد شہادت کس قدر مبارک دمشق کو روانہ ہوئے تھے اور کس قدر واپس آئے ؟“

اس کے جواب میں مولوی صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں۔

” حدیث میں فرمایا کہ آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بے کار باتیں چھوڑ دے “

خان صاحب کا وہ پورا فتوے جس میں یہ سوال و جواب درج ہے کئی جگہ متعدد بار چھپ کر شائع ہو چکا ہے اور

اس کی اصل بہ مہر و دستخط بھی میرے پاس محفوظ ہے اور اگر ان کے یہاں نقل فتاویٰ کا پورا اہتمام ہوگا (جیسا کہ میں نے سنا ہے) تو غالباً وہاں بھی اس کی نقل محفوظ ہوگی۔

فتویٰ پر تو کوئی تاریخ درج نہیں اور لغاظ پر ڈاک خانہ کی نہر بھی کچھ زیادہ صاف نہیں، تاہم بعد خود بسیار غن کا
یہ ہے کہ اکتوبر ۱۹۲۰ء میں بریلی کے ڈاک خانہ سے وہ فتوے روانہ ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔؟

خان صاحب کے اس فتوے سے بھی صاف معلوم ہو گیا کہ بعض علوم ایسے بھی ہیں جو بے کار ہیں اور ان کا حاصل نہ کرنا
ہی بہتر ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ جس سوال کے جواب میں خان صاحب نے یہ تحریر فرمایا ہے وہ سوال زید، عمرو، بکر، حیوانات
دہانم، دیا کی پھل، میڈک یا حشرات الارض کے متعلق نہیں کیا گیا ہے بلکہ اہل بیت کرام و شہدائے عظام کے مقدس
سرور کے متعلق سوال ہے۔ اس کا جواب خان صاحب یہ دیتے ہیں کہ :- اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بے کار باتوں کو
چھوڑ دے :-

جو علوم انسان کے لئے باعث کمال نہیں اور حجت کے حصول کے لئے انسان خدا کی طرف سے
چھٹا مقدمہ مامور نہیں (جیسے روزمرہ کے جزئی حوادث اور مخصوص افراد کے شخصی اور خانگی حالات) ان
میں ایک مفضول کا دائرہ علم افضل سے اور ایک مردود کا مقبول سے وسیع ہو سکتا ہے۔ بلکہ غیر دینی اور غیر ضروری امور میں
غیر نبی کا علم بھی کبھی نبی سے بڑھ سکتا ہے، لیکن علوم شرعیہ اور ضروریہ اور اصول دینیہ میں ہمیشہ نبی ہی کا دائرہ علم زیادہ
وسیع ہوگا۔ کیوں کہ ان علوم کے فیضان میں وہ تمام امت کے لئے واسطہ کبریٰ ہوتا ہے اور اسی کے ذریعہ سے یہ علوم افراد
امت تک پہنچتے ہیں۔

امام محمد بن رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں۔

يجوز ان يحكون غير النبي فوق جائزہ کہ غیر نبی، نبی سے بڑھ جائے ان علوم میں حجت پر
النبي في علوم لا متوقف نبوتہ علیہا۔ نبی کی نبوت متوقف نہ ہو۔

(ج ۱ ص ۲۹۵)

دین سے غیر متعلق اور غیر ضروری امور کے نہ جاننے کی وجہ سے حضرات انبیاء علیہم السلام اور
ساتواں مقدمہ دیگر مقبرین بارگاہ احمدیت کی شان میں کوئی کئی بھی نہیں آتی اور ان کے کمال علی کو اس

سے کچھ مدد پہنچتا ہے۔ بلکہ ایسا کجنامہ انتہائی سفاکت اور منصب رسالت سے اعلیٰ درجہ کی جہالت ہے۔

علامہ کاظمی عیاضی جن کو حضرت رسالت کے ساتھ قابل تقلید عشق ہے۔ "شفا شریف" میں اس نکتہ پر تبصیر فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

فاما ما تعلق منها باموال الدنيا فلا
يشترط في حق الانبياء العصمة من عدم
معرفة الانبياء ببعضها او اعتقادها
على خلاف ما هي عليه ولا وصم عليهم
فيه اذ هم متمم متعلقة بالآخرة و
انبائها و امر الشريعة و قوانينها
وامور الدنيا تضادها بخلاف
غيرهم من اهل الدنيا الذين
يعلمون ظاهرا من الحياة الدنيا
وهو عن الآخرة هم غفلون۔

بہر حال وہ علوم جن کا تعلق دنیاوی باتوں سے ہو، سو
ان میں سے بعض کے نہ جاننے سے اور ان کے متعلق خلاف
واقعہ اعتقاد قائم کر لینے سے انبیاء عظیم السلام کا مصوم
ہونا ضروری نہیں (یعنی ہو سکتا ہے کہ انبیاء عظیم السلام
کو بعض دنیاوی باتوں کا علم نہ ہو) اور اس کے نہ جاننے
کی وجہ سے ان پر کوئی دھبہ نہیں۔ کیوں کہ ان کی حق
آخرت اور اس کی خبروں اور شریعت اور اس کے،
قوانین کے ساتھ متعلق ہے۔ اور دنیاوی باتیں ان کے
برعکس ہیں۔ بخلاف اہل دنیا کے جو اسی دنیاوی زندگی
کو جانتے ہیں اور آخرت سے بالکل غافل ہیں۔

(شفا، ۱، ص ۲۵۴)

پھر اس مضمون کو متعدد احادیث شریفہ سے ثابت فرما کر صفحہ ۳۰۲ پر لکھتے ہیں۔

فمثل هذا و اشباهه من
اموال الدنيا التي لا تدخل فيها لعلم
ديانته ولا اعتقادها ولا تعلبها مجوز
عليه فيما ذكرنا اذ ليس في هذا
كله نقيصة ولا محطه وانما هي
امور اعتيادية يعرفها من تجربتها
وجعلها همة و شغل نفسه بها والنبي

پس دنیاوی امور میں سے ایسی باتیں کہ جن کو نہ دین کے علم
میں کوئی دخل ہے نہ اس کی تعلیم میں نہ اس کے اعتقاد
میں نہ سو ایسی باتوں کے بارے میں، جائز ہے۔ نبی
علیہ السلام پر وہ جو ہم نے ذکر کیا (یعنی ان باتوں کا نہ جاننا)
اس لئے کہ ایسی باتوں کے نہ جاننے کی وجہ سے نہ تو کچھ
نقصان پیدا ہوتا ہے نہ درجہ اور مرتبہ میں کوئی کمی آتی
ہے۔ یہ امور تو عادت پر موقوف ہیں ان کو وہ شخص خوب

مشحون القلب بمعرفة الربوبية ملآن
الجوانح بعلوم الشريعة
جائے گا جس نے ان کا تجربہ کیا ہو اور انہیں کو اپنا
مقصد بنالیا ہو اور جس نے اپنے نفس کو انہیں باتوں میں
مشغول کر دیا ہو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
قلب مبارک تو معرفت اللہ سے اور سینہ فیض گنجینہ
عیاض، ص ۳۰۲ -

علوم معرفت سے لبریز ہے :

بہر حال جو امور دین سے غیر متعلق ہوں، اگر ان میں سے بعض کا علم کسی غیر نبی کو ہو جائے اور نبی کو نہ ہو تو اس
میں اس نبی علیہ السلام کی کوئی تنقیص نہیں۔ کیوں کہ ان امور سے حضرات انبیاء علیہم السلام کو کوئی خاص تعلق ہی
نہیں، اسی لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا -
انتم اعلم بامر دنیاکم - اپنی دنیا کی باتوں کے تم زیادہ جاننے والے ہو۔

(رداء مسلم)

صحیح مسلم کی یہ روایت ہمارے مدعا کے لئے نہایت واضح اور روشن دلیل ہے۔ نیز آپ ارشاد فرماتے ہیں -
اذا كان شئ من امر دنیاکم فانتم اعلم به و اذا كان شئ من
امرکم دینکم فانی رواہ احمد و
مسلم عن انس، وابن ماجہ عن انس و
عائشہ رضی عنہما، وابن خزيمة عن
ابی قتادة (کثیرالعمال - ج ۶ - ص ۱۱۶)
ابن خزيمة نے حضرت ابو قتادہ سے -
جب کہ کوئی چیز تمہارے دنیاوی امور میں سے ہو جب
تو تم ہی اس کے زیادہ جاننے والے ہو۔ اور اگر کوئی دینی
معاملہ ہو تو میری طرف رجوع کرو۔ روایت کیا اس کو
امام احمد اور امام مسلم نے حضرت انس سے، اور ابن ماجہ
نے حضرت انس اور حضرت عائشہ رضی عنہما دونوں سے۔ اور

اگر بعض جزئی واقعات کا علم کسی ادنیٰ درجے کے شخص کو ہو اور اعلیٰ کو نہ ہو
یا کسی امتی کو ہو اور نبی کو نہ ہو تو صرف اس کی وجہ سے اس ادنیٰ کو اعلیٰ سے اور

آٹھ سوال مستتر

اس امتی کو نبی سے اعلم (زیادہ علم والا) نہیں کہا جاسکتا، مثلاً آج کل کی مادی ایجادات اور صنعتی اختراعات کے،
متعلق جو معلومات یورپ کے ایک ملحد کو حاصل ہیں یقیناً وہ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کو حاصل نہ تھے،

گرامر فون بنانے کا علم جو اس کے غیر مسلم موجد کو تھا وہ یقیناً حضرت عنوث پاکؓ کو نہ تھا۔ لیکن کون احمق ہے جو ان مادی اور دنیوی علوم کی وجہ سے یورپ کے ان ملحدین کو حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے اعلم (زیادہ علم والا) کہنے کی جرات کرے۔ سینما اور تھیٹر کے متعلق جو معلومات ایک فاسق و فاجر بلکہ ایک کافر و مشرک تماشہ بین کو ہیں وہ یقیناً ایک بڑے سے بڑے متقی عالم کو نہیں، تو کیا کوئی تاریک دماغ ہر تماشہ بین کو اس عالم سے اعلم کہہ سکتا ہے؟ اور اسی پر کیا موقوف، جرائم پیشہ لوگوں کو جو معلومات اپنے جرائم کے متعلق سے ہوتے ہیں حضرات علمائے دین کو ان کی ہوا بھی نہیں لگتی۔ تو کیا سب چور، ڈاکو، گروہ کٹ، پاکٹ مار، شرابی، کبابی، ہر عالم دین کے مقابلہ میں اعلیت کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟

اور کیا یہ واقعہ نہیں کہ نجاست کھانے والے کیڑے کو نجاست و غلاظت کا ذائقہ معلوم ہوتا ہے اور ہر شریف انسان اس سے ناواقف ہے، تو کیا اب نجاست کا ہر کیڑہ بھی تمام انسانوں سے اعلم کہا جاسکتا ہے۔

بہر حال یہ مقدمہ بالکل بدیہی ہے کہ جو علوم دین سے غیر متعلق ہوں اور جن علموں کو کمال انسانی میں کوئی دخل نہ ہو وہ اگر کسی شخص کو زیادہ مقدار میں حاصل ہو جائیں تو صرف اس کی وجہ سے اس کو زیادہ علم دان نہیں کہا جاسکتا۔ اعلم (زیادہ علم والا) چھٹی کہا جائے گا جب کہ علوم کمالیہ و علم دینیہ میں دوسروں پر فوقیت رکھتا ہو۔

قرآن و حدیث میں اس کی نظیریں بکثرت ملتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں بہت سے نوال مستدیمہ واقعات جزئیہ کی اطلاع دوسرے لوگوں کو ہو گئی (بوجہ اس کے کہ وہ واقعہ انہیں پر گزرا تھا یا ان سے اس کا کوئی خاص تعلق تھا) اور حضور کو اس وقت اس کی اطلاع نہ ہوئی۔ اس کی چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ غزوہ تبوک میں عبداللہ بن ابی منافق نے کسی موقع پر یہ کہا۔

لَا تَنْفِقُوا عَلٰی مَنْ عِنْدَ

جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنے والے

رَسُولِ اللّٰهِ (المنافقون ۳ء)

ہیں ان پر کچھ خرچ مت کرو۔

نیز اسی مجلس میں اس نے یہ بھی کہا۔

لَنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لِيُخْرِجَنَا
الْأَعْرَضُ مِنْهَا الْأَذَلَّ -
اگر ہم مدینہ پہنچے تو ہم میں سے جو زیادہ عورت والا ہوگا
وہ ذلیلوں کو نکال دے گا (یعنی ہم مہاجرین کو مدینہ سے
بھگا دیں گے)۔ (الناسفون، ۸)

اس کی یہ کہ اس حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے اپنے چچا سے اس کا ذکر کر دیا۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا۔ حضور نے عبد اللہ ابن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلایا اور اس سے دریافت کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ ان منافقین نے جھوٹی قسم کھائی کہ ہم نے نہیں کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تصدیق کر دی اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو جھوٹا قرار دے دیا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کا ایسا صدمہ ہوا کہ مدت طویل ایسا صدمہ نہ ہوا تھا، یہاں تک کہ میں نے باہر نکل چھوڑ دیا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ نے سورہ منافقین کی ابتدائی آیتیں نازل فرمائیں، جن میں حضور کو اطلاع دی گئی کہ درحقیقت ان منافقین نے ناشائستہ کلمات کہے تھے۔ تو حضور نے مجھ کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مطمئن ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے تمہارے بیان کی تصدیق نازل فرمادی۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر)

۲۔ بعض منافقین کے متعلق سورہ توبہ میں ارشاد ہے۔

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ
مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُّوا
عَلَى الْبَغْيِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ
نَعْلَمُهُمْ (التوبہ ۹، ۱۰)

اور بعض ان لوگوں میں سے جو تمہارے ارد گرد ہیں بدعتی
منافق ہیں اور بعض اہل مدینہ منافقت میں بہت
مشاق ہیں، آپ ان کو نہیں جانتے ہم ان کو (خوب)
جانتے ہیں۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں خود مدینہ طیبہ اور اس کے آس پاس کی بستیوں میں کچھ ایسے منافق تھے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محبوب آپ ان کو نہیں جانتے، اور ظاہر ہے کہ خود ان منافقین کو ایسے نفاق کا مدد دے رہے ہوں گے۔

۳۔ وَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ لِّتَعْلَمُوهُنَّ
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَنُصَبِّهُنَّ لَكُمْ
اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جن کی بات اس دنیاوی
زندگی میں آپ کو اچھی معلوم ہوتی ہے اور وہ اپنے دل کی

مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْغِصَامِ . بات پر خدا کو شاہد بتاتے ہیں اور فی الحقیقت وہ نہایت
(سورہ بقرہ ۲ = ۲۰۴) جھگڑالو ہیں

تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر خازن وغیرہ میں ہے کہ یہ آیت اغنس بن شریح ثقفی کے بدے میں نازل ہوئی ہے۔
یہ شخص دیکھنے میں بہت اچھا اور نہایت شیریں زبان تھا، حضور کی خدمت میں آتا اور اپنے کو مسلمان ظاہر کرتا اور بہت زیادہ
اظہار محبت کرتا تھا۔ اور اس پر عدا کی قسمیں کھاتا تھا حضور م اس کو اپنے پاس بٹھاتے تھے اور درحقیقت وہ منافق تھا، اس
کے بدے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

فَنَزَلَ فِي ذِي قَعْدٍ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ
يَعْبُوكَ قَوْلًا ۖ اِمْ يَرَوْكَ وَتَسْتَحْسِنُ
وَيَعْظُمُ فِي قَلْبِكَ . (خازن۔ جلد اول، ص ۱۳۱)
اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جن کی بات آپ کو بھلی
معلوم ہوتی ہے اور آپ اس کو اچھا سمجھتے ہیں اور آپ
کے دل میں اس کی عظمت ہوتی ہے۔

اس آیت کریمہ اور اس کے شان نزول سے معلوم ہوا کہ اغنس بن شریح کے باطن کا حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے مخفی تھا۔ اور ظاہر ہے کہ وہ بد بخت اپنے حال سے ضرور آگاہ تھا۔

۴ . نیز منافقین ہی کی ایک جماعت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہے۔
وَإِذَا رَأَوْهُمْ تَبََّعَكَ أَجْنَامُهُمْ
وَأِنْ يَقُولُوا تَسْمَعُ لِقَوْلِهِمْ .
(سورہ منافقون آیت ۴)
اور جب آپ ان کو دیکھیں تو ان کے ہتھوڑے قدامت آپ کو
خوشنما معلوم ہوں اور اگر وہ کچھ کہیں تو آپ ان کی سن
لیں گے۔

تفسیر معالم التنزیل میں وَإِنْ يَقُولُوا تَسْمَعُ لِقَوْلِهِمْ کی تفسیر میں ہے۔
ای فتحسب انه صدق۔ یعنی آپ اس کو سچا سمجھیں۔ (ج ۴، ص ۸۲)

ان قیول آیتوں سے بظہر تد مشترک اتنا معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مدینہ طیبہ ہی کے
اندک کچھ ایسے سیاہ باطن منافق بھی تھے جن کے نفاق (یا مدارج نفاق) کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تھا۔ ظاہر
حال دیکھ کر آپ ان کو اچھا جانتے تھے۔ ان کی جھوٹی باتوں کو سچ سمجھتے تھے اور بدکردار اپنے حال سے خود یقیناً خبردار
تھے (اگرچہ بعد میں بذریعہ وحی حضور کر بھی مطلع فرمایا گیا ہو)۔

اس کے بعد ہم اس سلسلہ میں صرف ایک آیت اور پیش کرتے ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے۔
 وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ۔ اور ہم نے اپنے رسول کو شعر نہیں سکھایا اور نہ وہ ان
 کے لئے مناسب ہے۔ (سورہ ناس)

اس آیت کریمہ سے نہایت صاف طور پر معلوم ہوا کہ آپ کو علم شعر نہیں عطا فرمایا گیا۔ حالانکہ یہ علم کافروں تک
 کو حاصل ہوتا ہے۔

بہر حال قرآن اس حقیقت پر شاہد ہے کہ بعض غیر ضروری اور امور رسالت سے غیر متعلق علوم آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کو نہیں عطا فرمائے گئے۔ اور دوسروں کو حتیٰ کہ مشرکوں اور کافروں کو وہ حاصل تھے لیکن اس کی وجہ سے ان
 دوسروں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ وسیع العلم کہتے انتہائی بلا دت اور اعلیٰ درجہ کی حماقت اور ضلالت ہے۔
 اگر اس قسم کے واقعات احادیث میں تلاش کیے جائیں تو سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں نکل آویں گے۔ یہاں نمونہ
 کے طور پر محض چند حدیثیں اجمالاً ذکر کی جاتی ہیں۔

۱ : صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک سیاہ فام عورت
 مسجد میں جھاڑو لگایا کرتی تھی ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نہ پایا تو حال دریافت فرمایا۔ عرض کیا گیا کہ
 اس کا انتقال ہو گیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔

أَفَلَا كُنْتُمْ أَذُنْكُمْ فِیْ

اس کے بعد ارشاد فرمایا۔

دَلُّوْهُ عَلَى قَبْرِهَا فَدَلُّوْهُ
 یعنی مجھے اس کی قبر بتاؤ، چنانچہ قبر بتلا دی گئی، پس
 آپ نے اس پر نماز پڑھی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ص کو اس عورت کے انتقال کی اطلاع نہ ہوئی اور صحابہ رحم کو اطلاع بھی۔

نیز اس کی قبر کی اطلاع بھی صحابہ ہی نے حضور کو دی۔

۲ : سنن نسائی میں حضرت یزید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک روز حضور کے ساتھ

باہر نکلے تو حضور کی نظر ایک نئی قبر پر پڑی۔ فرمایا۔

مَا هَذَا ؟ یہ کیا ہے ؟ (یعنی یہ کس کی قبر ہے)

عرض کیا گیا کہ یہ فلاں شخص کی فلاں کنیز کی قبر ہے۔ دوپہر میں اس کا انتقال ہو گیا اور حضورؐ چونکہ قیلولہ فرما رہے تھے اور حضورؐ روزے سے بھی تھے۔ اس لئے ہم نے جگنا بہتر نہ سمجھا۔ پس حضورؐ کھڑے ہونے اور لوگوں نے پیچھے صف باندھی اور حضرتؐ نے نماز پڑھی پھر ارشاد فرمایا۔

لَا يَمُوتُ فَيْكُم مِيتَ مَا دُمْتَ بَيْنَ ظَهْرَانِيكُم إِلَّا أَذْنَمُوْنِي بِهِ فَاَنْ صَلُّوْا لَهٗ رَحْمَةً۔ (جو ۱۰ ص ۲۸۴)

جب تم میں سے کسی کا انتقال ہو جب تک میں تمہارے درمیان موجود ہوں تو مجھ کو ضرور اس کی خبر دیا کرو، کیونکہ میری نماز اس کے واسطے رحمت ہے۔

اس روایت سے بھی ہمارے مدعا پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے اور اس سے صرف ایک وقتی واقعہ ہی نہیں بلکہ آپؐ کی زندگی کی ایک عام مستمر حالت معلوم ہوتی ہے۔

۳ : صحیح بخاری اور سنن اربعہ میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ احد میں شہداء احد میں سے دو کو ایک ایک قبر میں دفن فرماتے تھے اور قبر میں اتارنے وقت لوگوں سے دریافت فرماتے تھے۔

اَيُّهُمَا اَكْثَرُ اخَذَ الْقُرْآنَ فَاِذَا اشِيرَ اِلٰى اَحَدِهِمَا قَدِمَ فِي اللَّحْدِ۔ ان دونوں میں سے کون زیادہ قرآن حاصل کرنے والا ہے پس جب ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کر دیا جاتا تو آپؐ اس کو لحد میں پہلے اتارتے۔

۴ : صحیح مسلم اور سنن نسائی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر سے کچھ آواز سنی، فرمایا۔

مَتٰى مَاتَ هٰذَا ؟ قَالُوْا مَاتَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَسَرَّ بِذَٰلِكَ۔ یہ شخص کب مرا ہے ؟ لوگوں نے عرض کیا، دور جاہلیت میں تو آپؐ کو اس سے مسرت ہوئی۔

۵ : مسند احمد اور مسند بزار میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک غزوہ میں حضورؐ کی خدمت میں پیڑھا کر گیا تو آپؐ نے دریافت فرمایا کہ

یہ کہاں کا تیار شدہ ہے ؟

این صنعت هذم ؟

لوگوں نے عرض کیا کہ پارس کا بنا ہوا ہے ۔

قالوا بفارس ! الله

۶۔ ابو داؤد و جامع ترمذی میں ابیض بن جمال سے مروی ہے کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ مقام ماب میں جو شہر آباد ہے وہ مجھ کو عنایت فرمادیا جائے۔ چنانچہ حضورؐ نے درخواست منظور فرمائی۔ اور وہ ان کو دے دیا گیا۔ جب وہ واپس چل دیئے تو حاضرین مجلس میں سے ایک صحابی نے حضورؐ سے عرض کیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے ان کو کیا دے دیا ؟

اندری ما قطعت له یارسول الله
انما قطعت له الماء العذ فانتزعه من
آپ نے تو ان کو بنا بنایا پانی (جو بلا کد و کاش کے
نکب بن سکتا ہے) دے دیا۔ تو حضورؐ نے ان سے واپس
لے لیا۔ (ترمذی ۱۱۵۱ ص ۱۶۶)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضورؐ کو پہلے اس سرزمین کی مخصوص حیثیت معلوم نہیں تھی۔ اور اسی لاطلی کی وجہ سے وہ ابیض بن جمال کو عطا فرمادی تھی۔ لیکن جب بعد میں ان صحابی کے عرض کرنے سے اس کی حیثیت معلوم ہوئی (کہ اس سے عام پیک کے منافع وابستہ ہیں) تو حضورؐ نے اس کو واپس لے لیا۔

، صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (ایک دفعہ قضائے حاجت کے لئے) بیت الخلا تشریف لے گئے تو میں نے حضورؐ کے وضو کے لئے پانی بھر کر رکھ دیا۔ جب آپ باہر تشریف لائے تو دریافت فرمایا کہ

من وضع هذا فأخبر فقال الله
فَقَدْ فِي الدِّينِ وَمَلَأَهُ السَّاءُ وَيْلٌ -
یہ کس نے رکھا ہے ؟ تو حضورؐ کو اطلاع دی گئی کہ میں
نے رکھا ہے تو حضورؐ نے میرے لئے تفسد فی الدین اور
علم تاویل قرآن کی دعا فرمائی۔

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ اس موقع پر حضورؐ کو پانی رکھنے والے کی اطلاع دوسروں نے دی۔

۸ سنن ابی داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں بخار میں مبتلا تھا اور مسجد میں بڑا ہوا تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ پس آپ نے فرمایا۔

من احسن الفتی الدوسی ثلث
مرات فقال رجل یا رسول اللہ ہو
ذا یوعک فی جانب المسجد فاقبل
یشی حتی وصل الی موضع یدہ علی
اللہ۔

کسی نے دوسری جوان (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) کو دیکھا ہے؟ یہ
آپ نے تین دفعہ فرمایا، تو ایک شخص نے عرض کیا، حضرت
وہ یہ ہیں! بخار میں مبتلا ہیں، مسجد کے گوشہ میں ہیں۔ پس
آپ میری طرف کو چلے اور میرے پاس پہنچ کر اپنا دست
مبارک مجھ پر رکھ دیا۔

اس روایت سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مسجد میں ہونے کی اطلاع حضور کو دہی۔
دوسرے شخص کے مطلع کرنے سے حضور کو خبر ہوئی۔

۹ مصنف ابن ابی شیبہ میں عبد الرحمن ابن الازہر سے مروی ہے کہ۔

رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم عام الفتح وانا غلام شاب یثیل
عن منزل خالد بن الولید۔

میں نے فتح مکہ کے سال (جب کہ میں جوان بڑا تھا)
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ خالد بن
الولید کے گھر کا پتر پوچھتے تھے۔

۱۰ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن نسائی اور ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں
کہ مجھ سے خالد بن ولید نے بیان کیا کہ میں ایک اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا تو میں نے ان کے پاس بٹنی
ہوئی۔ گوہ۔ دیکھی جس کو ان کی بہن "حنیدہ" خیمہ سے لائی تھیں، وہ گوہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
پیش کر دی گئی۔ اور حضور کی عادت تشریف تھی کہ جب تک کھانے کی کیفیت نہ بیان کر دی جاتی اور اس کا نام نہ بتلایا
جاتا، آپ اس کی طرف بہت کم ہاتھ بڑھاتے تھے۔

وکان قلما یقدم یدہ ل طعام
پس آپ نے اپنا دست مبارک گوہ کی طرف بڑھایا تو

حتی یحدث عنہ ویسٹی لہ فاہوی
بیدہ الی الضب فقالت امرأة اخبرن
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بما قدمتن
لہ قلن هو الضب یا رسول اللہ فرفع یدہ الخ

ایک عورت نے کہا کہ حضور کو بتلا دو کہ حضور کے سامنے
کیا رکھا گیا ہے (چنانچہ ازواج مطہرات میں سے جو حاضر
تھیں) انہوں نے عرض کیا، کہ حضور! یہ گوہ ہے۔ تو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اٹھالیا۔ الخ

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جب وہ گوہ حضور کے سامنے رکھی گئی تو آپ کو معلوم نہ تھا کہ یہ گوہ ہے جی کہ آپ نے
کھانے کے لئے ہاتھ بھی بڑھا دیا اور بعد میں جب دوسروں کے بتلانے سے اس کا علم ہوا تو آپ نے ہاتھ کھینچ لیا۔
۱۱ : طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت بلالؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ میرے پاس معمولی درجہ کی کھجوریں تھیں۔
میں نے ان کھجوروں کو دے کر ان کے بدلے میں ان سے ادھی عمدہ کھجوریں لے لیں اور حضور کی خدمت میں
حاضر کیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، ان سے اچھی کھجوریں آج تک ہم نے نہیں دیکھیں۔ تم یہ کہاں سے لائے ہو حضرت
بلالؓ کہتے ہیں :-

من این هذا لك یا بلال
فحدثته بما صنعت فقال انطلق
فردہ علی صاحب الخ

میں نے وہ تبادلے کا واقعہ بیان کر دیا تو حضور نے
فرمایا اچھی جاؤ اور ان کو واپس کر کے آؤ (کیونکہ یہ
ربو ہو گیا)۔

۱۲ : مصنف عبدالرزاق میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و
وسلم اپنی بعض ازواج کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے وہاں بہت عمدہ کھجوریں دیکھیں۔ دریافت فرمایا یہ
کھجوریں تمہارے پاس کہاں سے آئیں، انہوں نے عرض کیا۔

من این لكم هذا ؛ قلن ابد لنا
صاعین بصاع فقال (صلی اللہ علیہ وسلم)
لا صاعین بصاع ولا درہمین بدرہم الخ

ہم نے دو صاع اپنی معمولی کھجوریں دے کر یہ ایک صاع
اچھی کھجوریں لے لی ہیں۔ حضور نے فرمایا، ایک صاع
کے بدلے میں دو صاع، اور ایک درہم کے بدلے میں
دو درہم جائز نہیں۔

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ حضور کو اس ناجائز تبادلہ کی اطلاع دوسروں کے عرض کرنے سے ہوئی۔

۱۳ : روایت کیا ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور امام احمد نے مسند میں۔ اور ابو نعیم نے کتاب المعرفة میں۔
حضرت عبداللہ بن سلام سے، اور عبدالرزاق نے ابوالامامہ سے اور ابن جریر نے ابن ساعدہ سے کہ جب اہل قبا کی شان میں
یہ آیت فیہ رجال یحبون ان یتطہروا نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قبا کو بلا کر دریتا فرمایا کہ

ما هذا الطهور الذي قد خصصتم تمہاری وہ کیا خاص طہارت ہے جس کی توفیق
به في هذه الآية وفي بعض الروايات خداوند تعالیٰ اپنی مقدس کتاب میں فرماتا ہے ؟
فما طهوركم وفي بعضهما ان الله قد اشئى انہوں نے عرض کیا کہ ہم استنجا میں ڈھیلے کے ساتھ
عليكم في الطهور خيرا پانی کا بھی استعمال کرتے ہیں۔

۱۴ : صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابو داؤد اور سنن نسائی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک
غلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے ہجرت پر حضورؐ سے بیعت کی اور حضرتؐ کو یہ علم
نہ تھا۔

ولم يشعر انه عبد ف جاء سيده کہ وہ غلام ہے۔ بعد میں اس کے لینے کے ارادہ سے
يريد ه فقال له صلى الله عليه وسلم بعنيه اس کا آقا آیا تو حضورؐ نے اس سے فرمایا کہ تم اس غلام
فاستراء بعدين اسودين ثم لوي بايع کو ہمارے ہاتھ بیچ ڈالو۔ چنانچہ آپؐ نے دو حبشی غلام
احدا بعده حتى يسئل اعبده دے کر اس کو خرید لیا اور اس کے بعد آپؐ کسی کو بیعت
نہیں کرتے تھے جب تک کہ یہ دریافت نہ فرمالیں وہ غلام
تو نہیں ہے۔

۱۵ : صحیح بخاری اور جامع ترمذی اور سنن ابی داؤد میں حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ مدینہ میں سریانی زبان
کے جاننے والے صرف یہودی تھے۔ اگر کہیں سے سریانی میں کوئی خط آتا تو وہی پڑھتے اور کسی کو سریانی میں کچھ لکھوانا ہوتا
تو وہ انہیں سے لکھواتا۔ جب حضورؐ کو اس کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپؐ نے مجھ کو سریانی سیکھنے کا حکم فرمایا اور فرمایا
خدا کی قسم، میں اپنی خط و کتابت میں یہودیوں کی طرف سے مطمئن نہیں رہا واللہ ما امن یہود علی کتابی

پس نصف مہینہ پورا نہیں ہوا تھا کہ میں نے سریانی سیکھ لی اور مجھے اس میں خاصی مہارت ہو گئی۔ پھر میں ہی آنحضرتؐ کی طرف سے یہودیوں کو خط لکھتا تھا اور میں ہی ان کے خطوط پڑھتا تھا۔

اس روایت میں یہ کہ ان کی طرف سے جس خطرے کا ذکر ہے وہ جب ہی ممکن ہے کہ حضورؐ کو اس سریانی زبان کا علم نہ ہو جس کا علم اس زمانہ کے یہودیوں کو تھا۔ اگرچہ اس مدعا کے لئے حضورؐ کا اتنی ہونا بھی کافی ہے جس کی شہادت قرآن مجید میں دی گئی ہے مگر میں نے یہ روایت اس لئے نقل کر دی کہ یہ اس آیت کی ایک عملی تفسیر ہے جس کے بعد کسی تائید کی گنجائش نہیں رہتی، کیوں کہ تائید صرف اقوال و الفاظ میں چل سکتی ہے نہ کہ واقعات و حالات میں۔

یہاں تک پانچ آیتوں اور پندرہ حدیثوں سے صرف یہ ثابت کیا گیا ہے کہ عہد رسالت میں بہت سے جزئی واقعات پیش آتے تھے اور حضورؐ کو ان کا اطلاع نہیں ہوتی تھی اور دوسرے لوگوں کو ہو جاتی تھی۔ لیکن صرف ان جزئی معلومات کی وجہ سے (جن کو امور دین و دیانت اور فرائض نبوت و رسالت سے کوئی خاص تعلق بھی نہیں) نہ ان دوسرے لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ علم دان کہا جاسکتا ہے اور نہ ان علوم کے عدم حصول سے حضورؐ کے کمال علمی میں کوئی کمی آتی ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی مفتی بغداد علیہ الرحمۃ اپنی بے نظیر تفسیر ”روح المعانی“ میں ارقام فرماتے ہیں۔

ولا اعتقد فوات کمال بعدم العلم	اور میں دنیوی اور جزئی حوادث کے علم نہ ہونے کی وجہ سے
بحوادث دنیویۃ جزئیۃ لعدم العلم بما	کمال کے فوت ہو جانے کا قائل نہیں جیسے کہ زید کے روزِ
یسنع زید مثلاً فی بیتہ وما یجوز علیہ	کے خانگی حالات کا علم (سوائے علموں کے نہ ہونے سے
فی یومہ وغلہ	کمال نہیں جاتا)۔

(روح المعانی ج ۸، ص ۳۵)

اگر زید کو ایک ہزار باتوں کا علم ہو اور عمرو کو لاکھوں کہڑوں باتوں کا، لیکن زید دسواں مقدمہ کے ان ایک ہزار معلومات میں سے دس بیس ایسے ہوں جو عمرو کو حاصل نہ ہوں تو ان

دس بیس علوم کی وجہ سے (جو زید کو حاصل ہیں اور عمرو کو حاصل نہیں) زید کو علی الاطلاق ”اعلم من عمرو“ (عمرو سے

زیادہ علم ہاں) نہیں کہا جاسکتا ، درآں حالانکہ عمر کو لاکھوں اور کروڑوں وہ علوم حاصل ہیں جن کی زید کو ہوا بھی نہیں لگی ، البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ زید کو فلاں فلاں معلومات ہیں اور عمر کو نہیں ۔ مثلاً حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو شریعت کے لاکھوں اور کروڑوں علم حاصل تھے اور ابن رشد کو بھی علوم شرعیہ میں خاصی دستگاہ تھی ، لیکن حضرت امام ابو حنیفہ کے عشر عشر بھی نہیں تھی ۔ مگر فلسفہ یونان کے متعلق جو معلومات ابن رشد کو حاصل تھے ، وہ یقیناً حضرت امام ابو حنیفہ کو حاصل نہ تھے ۔ کیوں کہ ان کے زمانہ میں فلسفہ یونان عربی میں منتقل ہی نہیں ہوا تھا لیکن اس کی وجہ سے ابن رشد کو حضرت امام ابو حنیفہ سے اعلم نہیں کہا جاسکتا ۔

علیٰ ہذا حضرت امام شافعیؒ اور امام احمدؒ ، امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کو کتاب و سنت کے لاکھوں علوم حاصل تھے مگر تاریخ و سیر میں جو معلومات ابن خلدون اور ابن خلکان کے تھے وہ تمام بحیثیت مجموعی انہ حضرات کو یقیناً حاصل نہ تھے ۔ کیوں کہ ابن خلکان اور ابن خلدون کے علم میں تو بہت سے وہ تاریخی واقعات بھی تھے جو ان حضرات ائمہ کی وفات کے بعد وقوع میں آئے ۔ لیکن اس کی وجہ سے ابن خلکان و ابن خلدون کو یا آج کل کے کسی مؤرخ کو ان ائمہ دین سے اعلم نہیں کہا جاسکتا ۔

علیٰ ہذا ایک موٹر ڈرائیور کو ڈرائیوری کے متعلق اور ایک موچی کو محنت دوزی کے متعلق جو معلومات حاصل ہوتے ہیں وہ یقیناً خود مولوی احمد رضا خان صاحب کو حاصل نہ تھے ۔ لیکن میرے نزدیک کوئی اعلیٰ درجہ کا احمق بھی اس کی وجہ سے ہر موٹر ڈرائیور اور موچی کو خان صاحب موصوف سے زیادہ وسیع العلم کہنے کی جرأت نہ کریگا ۔

بہر حال جب کسی ایک شخص کو دوسرے کے اعتبار سے علی الاطلاق اعلم (زیادہ علم والا) کہا جائے گا تو مجموعہ علوم کے اعتبار سے اور بالخصوص علوم دینیہ شرعیہ ہی کے اعتبار سے کہا جائے گا — اور اگر کوئی شخص زید کے لئے کسی خاص علم کی وسعت تسلیم کرے اور عمر کو کے لئے تسلیم نہ کرے تو اس سے ہرگز لازم نہیں آتا کہ اس نے زید کو عمر سے اعلم مان لیا ۔ بالخصوص جب کہ وہ علم علوم عالیہ کمالیہ میں سے بھی نہ ہو ۔ اور پھر خصوصاً جب کہ شخص مذکور عمر کے لئے اعلیٰ درجہ کے لاکھوں اور کروڑوں علوم ایسے مان رہا ہو جن کی زید کو بلکہ دنیا کے کسی انسان کو ہوا بھی نہ لگی ہو ۔

تک عشرۃ کاملہ ۔

اوسع علما من رسول الله صلى الله تعالى زياده ہے ۔
علیہ وسلم ۔

غور فرمایا جائے ، کہاں صرف علم زمین کی وسعت اور کجا مطلق علم کی وسعت ۔
ہیں تفاوت رہ از کجاست تا بحجب

ہم ناظرین کی سہولت کے لئے ایک مثال بھی پیش کرتے ہیں ۔ اور اسی سے انشاء اللہ عبارت براہین کی پوری توضیح بھی ہو جائے گی ۔

فرض کیجئے کہ مصنف انوار ساطعہ کی ذہنیت رکھنے والا مولوی احمد رضا خان صاحب کا کوئی دوسرا بھائی مثلاً ” زید “ کہتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ” شعر “ کا علم حاصل تھا اور دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ بہت سے فاسقوں اور کافروں کو یہ فن آتا ہے ۔ امراء القیس بہترین کافر تھا اور ساتھ ہی اعلیٰ درجہ کا شاعر بھی ۔ فردوسی فاسد العقیدہ شیعہ تھا اور فارسی کا بہترین شاعر بھی ۔ پس جب کہ فاسقوں اور کافروں تک کو یہ فن حاصل ہے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جو افضل المرسلین سید الاولین والآخرین ہیں ضرور حاصل ہوگا ۔ اس کے جواب میں مولانا خلیل احمد صاحب کا کوئی ہم مسلک مسلمان کہے کہ ۔

” امراء القیس اور فردوسی کا حال تاریخ کی متواتر شہادتوں سے معلوم ہوا ۔ اب پھر کسی افضل کو قیاس کر کے اس میں بھی مثل یا زائد اس مفضول سے ثابت کرنا کسی عاقل ذی علم کا کام نہیں ۔ اول تو عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہو جائیں ، بلکہ قطعی ہیں قطعیات لصوص سے ثابت ہوتے ہیں کہ خبر واحد بھی یہاں مفید نہیں ۔ لہذا اس کا اثبات جب قابل التفات ہو کہ قطعیات سے اس کو ثابت کرے اور خلاف تمام امت کے ایک قیاس فاسد سے عقیدہ خلق کا اگر فاسد کی چاہے تو کب قابل التفات ہوگا ۔

دوسرے قرآن و حدیث سے اس کے خلاف ثابت ہے ۔

قرآن پاک میں ہے ۔

یعنی ہم نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ

کو عیب لگایا اور حضور کی شان گھٹائی تو وہ (حضور کو) گالی دینے والا ہے۔ (لہذا کافر و مرتد ہے)

فاطین بالانصاف غور فرمائیں کہ کیا اس مفتی نے خیانت نہیں کی؟ کیا مذکورہ بالا عبارت میں مطلق علم یا علوم عالیہ کمالیہ کی بحث تھی؟ اور کیا شخص مذکور نے امراء القیس اور فردوسی کے لئے مطلق علم کی یا علوم عالیہ کمالیہ کی وسعت تسلیم کی ہے؟ اور کیا اس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مطلق وسعت علمی سے انکار کیا ہے؟ یا علوم متعلقہ نبوت و رسالت و علوم عالیہ و کمالیہ سے اس کو انکار ہے؟ ظاہر ہے کہ ان میں سے کچھ بھی نہیں بلکہ یہاں صرف علم شعر کی بحث ہے اسی کی وسعت کو امراء القیس جیسے کافر اور فردوسی وغیرہ کے لئے تسلیم کیا گیا ہے۔ اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی نفی کی گئی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ شخص مذکور نے امراء القیس جیسے کافر اور فردوسی جیسے فاسد العقیدہ کو حضور سے زیادہ وسیع العلم مان لیا۔ یا تو ایسے عیار و معیار کا کام ہے جو اپنا التوسیدہ کرنے کے لئے مسلمانوں میں تفریق ڈالنا چاہتا ہے، یا ایسے جاہل اور احمق کا کام ہے جو ”اعلم“ اور ”اوسع علما“ کے معنی سے بھی نا آشنا ہے۔ ہم دسویں مقدمہ میں ثابت کر چکے ہیں کہ ایک کو دوسرے کے اعتبار سے اعلم (زیادہ وسیع العلم) علوم عالیہ کمالیہ اور مجموعہ علوم ہی کے اعتبار سے کہا جاتا ہے ورنہ لازم آئے گا کہ ایک موحی، ایک مؤثر فریاد، ایک نجات کے ایک ناپاک کیڑے کو بھی مولوی احمد رضا خان صاحب کے مقابلہ میں اعلم کہنا صحیح ہو، اس کی تفصیل آٹھویں اور دسویں مقدمے کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

اگرچہ ارباب فہم کے لئے اسی قدر کافی ہے مگر بد قسمتی سے سابقہ ایسی جماعت سے پڑا ہے جس میں جہل کی کثرت ہے اور پھر اللہ کی عنایت سے جو علماء ہیں وہ بھی جہلا سے کمتر نہیں بلکہ بدتر ہیں۔ لہذا تفصیل کے لئے ہم ایک مثال اور عرض کرتے ہیں۔

مولوی احمد رضا خان صاحب نے ایک آٹو کی عجیب و غریب کہانی بیان فرمائی ہے۔

ملہ منقولہ بالا عبارت بعینہ مولوی احمد رضا خان صاحب کی ہے۔ ہم نے صرف تطبیق مثال کے لئے ابلیس کے بجائے

امراء القیس اور فردوسی کا نام لکھ دیا ہے۔ ۱۲ منہ

خان صاحب بریلوی کا کراماتی اُلُو

خان صاحب ارشاد فرماتے ہیں -

” تین صاحب جا رہے تھے دوسرے ایک جنگل میں دیکھا کہ بہت آدمیوں کا مجمع ہے۔ ایک راجہ گدی پر بیٹھا ہے۔ جو اسی حاضر میں، ایک فاحشہ ناپرجہ بھی ہے، شمع روشن ہے، یہ صاحب تیر اندازی کے بڑے مشاق تھے آپس میں کہنے لگے کہ اس مجلس فسق و فحور کو درہم برہم کرنا چاہئے، کیا تدبیر کی جائے؟

ایک نے کہا راجہ کو قتل کر دو کہ سب کچھ اسی نے کیا ہے۔ دوسرے نے کہا، اس ناپرجہ والی عورت کو قتل کرو، تیسرے نے کہا کہ اسے بھی نہ قتل کر دو کہ وہ خود نہیں آئی، راجہ کے حکم سے آئی ہے، اپنی غرض تو مجلس کا درہم برہم کرنا ہے، اس شمع کو گل کر دو۔ یہ رائے پسند ہوئی۔ انہوں نے تاک کر شمع کی نو پتیرا مارا، شمع گل ہوئی، اب نہ وہ راجہ رہا، نہ فاحشہ، نہ مجمع، نہ مہایت تعجب ہوا، بقیہ رات وہیں گزاری۔ جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ ایک اُلُو مرا پڑا ہے اور اس کی چوپڑی میں وہی تیر لگا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ سب کام اسی اُلُو کی روح کر رہی تھی۔“

اب فرض کیجئے کہ خان صاحب کا اُلُو (علیم الدین) جو خان صاحب کو محدث، مفسر، فقیہ، صوفی، حافظ، تاریخی سبھی کچھ سمجھتا ہے مگر کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کو مسمریزم نہیں آتا تھا۔ اور ایک دوسرا مرید (حفیظ الدین) کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کو مسمریزم آتا تھا اور دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکورہ بالا ملفوظ شریف سے معلوم ہوا کہ ایک اُلُو مسمریزم کا اتنا ماہر تھا کہ اپنی ایک نگاہ میں اچھا خاصا بھان متی کا تماشا دکھاتا تھا تو ہمارے اعلیٰ حضرت مجدد ملت جو خدا کے بڑے مقبول بندے تھے اور اس اُلُو سے یقیناً ہزاروں بلکہ لاکھوں درجہ افضل تھے تو بھلا ان کو

۱۔ پیشہ ور لوہڈیاں ۱۲۔ ۲۔ جناب خان صاحب نے یہ قصہ مسمریزم کی حقیقت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے

ملاحظہ ہو ملفوظات حصہ چہارم۔ مطبوعہ سنی پریس بریلی۔ ۱۲ منہ

کیوں نہیں آتا ہوگا ؟ اس پر علیم الدین کہتا ہے کہ اُو کی مسمریزم دانی تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے ملفوظ شریف سے معلوم ہوئی ، مگر اعلیٰ حضرت کی مسمریزم دانی کا کیا ثبوت ہے ؟ اور اعلیٰ حضرت کو اُو پر قیاس کرنا — قیاس فاسد بلکہ نہایت بہودہ حرکت ہے ۔

تو کیا خان صاحب کے کسی مرید یا وارث کو حق پہنچتا ہے کہ اس غریب علیم الدین پر اعلیٰ حضرت کے علم کی تنقیص کا دعویٰ دائر کر دے اور یہ کہے کہ اس نے ایک اُو کو حضور پر نور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ وسیع العلم مان لیا — میں تو سمجھتا ہوں کہ ایسا سمجھنے والا اور کہنے والا ہی اُو ہے ۔ اور اگر بیچارے علیم الدین کو رضا خانی برادری سے خارج کرنے کے لئے دالستہ طور پر ازراہ عیاری اس کے خلاف پروپیگنڈہ کرتا ہے تو اعلیٰ درجہ کا فریبی اور پتلے سرے کا خائن ہے ۔

بہر حال خان صاحب کی پہلی نجیانت تو یہ ہے کہ براہین قاطعہ میں ایک خاص علم کی وسعت یعنی علم روتے زمین کی وسعت میں کلام تھا۔ اُسی کو مولوی احمد رضا خان کے مشربی بھائی مولوی عبد السمیع صاحب نے شیطان اور ملک الموت کے لئے دلائل سے ثابت کر کے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بنا برافضلیت قیاس سے ثابت کیا تھا ۔ اور مصنف براہین نے اسی قیاس کو رد کیا تھا ۔ نیز عبارت میں ایسے الفاظ بھی موجود تھے جنہوں نے بحث کو صرف علم زمین کے ساتھ مخصوص کر دیا تھا ۔ چنانچہ ” براہین قاطعہ “ کے صفحہ ۷۴ سے خان صاحب نے جو فقرہ نقل کیا ہے اس کے شروع میں یہ الفاظ موجود ہیں ۔

” الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف

نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسد سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے ؟

اس فقرے میں ” علم محیط زمین “ کا لفظ موجود ہے جس کے بعد کوئی شبہ ہی نہیں رہتا ، مگر خان صاحب کی دیانت ملاحظہ ہو کہ آپ نے ” حسام “ میں اس فقرے کا آخری خط کشیدہ جُز یعنی صرف ” خبر “ تو نقل کر دی لیکن پہلا جُز یعنی ” مبتداء “ جس میں علم محیط زمین کی تصریح تھی ، صاف ہضم کر گئے ، اور اس پر آپ کا لقب ہے

مجدد بآئہ حاضرہ ، مویہ ملت طاہرہ وغیرہ وغیرہ ۔

پھر اسی جگہ اسی قسم کی ایک اور خیانت ملاحظہ ہو۔ خان صاحب کی نقل کردہ عبارت براہین سے ٹھیک دوسط کے بعد اسی صفحہ پر یہ عبارت شروع ہوتی ہے۔

” پس اعلیٰ علیین میں روح مبارک علیہ السلام کے تشریف رکھنے اور ملک الموت سے افضل ہونے کی

وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو چکا ہو یا نہ زیادہ “

اس عبارت میں بھی ” ان امور “ کا لفظ صاف بتلا رہا ہے کہ بحث صرف علم روئے زمین کی ہے نہ مطلق علم کی

نہ علوم عالیہ کمالیہ کی، جن پر فضل انسانی کا مدار ہے، لیکن خان صاحب نے اس عبارت کو بھی صاف اڑا دیا ۔

بہر حال براہین قاطعہ میں یہ تمام تصریحات ہوتے ہوئے بھی (جن سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ یہاں بحث صرف

علم روئے زمین کی ہے نہ مطلق علم کی) خان صاحب نے بے دریغ لکھ مارا کہ۔

” اُس نے اپنی کتاب ” براہین قاطعہ “ میں تصریح کی کہ ان کے پیر ابلیس کا علم نبی صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم سے زیادہ ہے “

یہاں تک خان صاحب کی پہلی خیانت کا ذکر تھا اور اس کے ضمن میں موصوف کے پہلے اعتراض کا شافی جواب بھی

ہو گیا جس کے بعد کسی مصنف بلکہ متعنت اور متعصب کو بھی کوئی گنجائش نہیں رہتی ۔ فلتہ الحمد ۔

حاصل اس جواب کا یہ ہے کہ براہین قاطعہ میں ملک الموت اور شیطان کے لئے (ان دلائل کی بنا پر جو مولوی

عبدالمسیح صاحب مصنف انوار ساطعہ نے پیش کئے ہیں) صرف علم زمین کی وسعت تسلیم کی گئی ہے اور اسی مخصوص وسعت کو

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیر ثابت بالنقص کہا گیا ہے اس کو مطلق وسعت علمی کے انکار پر محمول کرنا اور یہ

نتیجہ نکالنا کہ (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم تشریف کو شیطان کے علم سے کم بتلا دیا، صرف اسی جاہل

اور احمق کا کام ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم عالی کو اسی عالم سفلی میں محدود سمجھتا ہو۔ لیکن جس کے نزدیک

آپ کے علم کی پرواز عرش و کرسی سے بھی بالاتر ہو وہ ایسی حماقت کا ارتکاب کیونکر کر سکتا ہے ۔ ؟

اگر آج کوئی شخص کے کہ تعمیرات کے فن میں فلاں یورپین انجینئر کے معلومات حضرت امام ابو حنیفہؒ سے زیادہ وسیع

ہیں تو کوئی احمق سے احمق بھی یہ نہیں کہے گا کہ اس شخص نے حضرت امام ابو حنیفہؒ کے علم کو اس کا فرانجینئر کے علم سے گھٹا دیا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص کہے کہ فلاں شرابی کو شراب کے متعلق کچھ معلومات ہیں اور فلاں غوث و قطب کو وہ معلومات حاصل نہیں تو اس سے ہرگز یہ نہیں سمجھا جاسکتا کہ اس شخص نے اس شرابی کو غوث و قطب سے زیادہ وسیع العلم مان لیا۔
اصل حقیقت یہ ہے کہ گمراہ کرنے کے لئے شیطان کو جن وسائل کی ضرورت تھی (بندوں کی آزمائش کے لئے) حق تعالیٰ نے وہ سب اس کو عنایت فرمائے، قیامت تک کی عمر دی، وہ عجیب و غریب قدرت دی کہ انسان کی رگ و پے میں خون کی طرح دوڑ سکے، بندگانِ خدا کو گمراہ کرنے کے لئے جس علم کی ضرورت تھی وہ بھر پور دیا، تاکہ وہ اپنی بیسیانہ کوششیں ختم کرے اور دنیا دیکھ لے کہ ”عباد الرحمن“ کے مقابلے میں اس کے سارے ہتھیار کس طرح بیکار ہوتے ہیں۔

اُس کو ضرورت ہے کہ بنی آدم کو گمراہ کرنے کے لئے ان کے امیال و عواطف (جذبات و خواہشات) سے واقف ہو، اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ فلاں جگہ تنہائی میں ایک نوجوان عورت ہے اور فلاں آوارہ نوجوان کو اس تدبیر سے دہان تک پہنچایا جاسکتا ہے۔ فلاں جگہ مجلسِ رقص ہے اور شوقینِ مزاج نوجوانوں کا فلاں جگہ مجمع ہے اور اس حیلہ سے ان کو اس مجلسِ فراحت میں بھیجا جاسکتا ہے۔ بہر کیف اس کو ان شیطانی امور کی تکمیل کے لئے اس عالمِ سفلی کے وسیع معلومات کی ضرورت ہے، لیکن مقربانِ بارگاہِ خداوندی کو ان لغویات سے کیا غرض؟ ان کا کام تو ارشاد و ہدایت ہے۔ اور اس کے لئے جن پاکیزہ علوم کی ضرورت ہے وہ حق تعالیٰ نے ان کو بے نہایت عطا فرمائے۔
پس اگر اس عالمِ سفلی کے کچھ علوم شیطان کو حاصل ہوں اور حضراتِ انبیاء علیہم السلام کو حاصل نہ ہوں تو کون احمق اور شیطان کا کون سا امتی ہوگا جو صرف علومِ سفلیہ کی دہر سے شیطان کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی دوسرے نبی علیہ السلام سے زیادہ وسیع العلم کہہ دے، دران حالیکہ علومِ النبیہ اور معارفِ ربانیہ سے ان کو وافر حصہ ملا ہے جو کسی مقرب سے مقرب فرشتہ کو بھی نصیب نہیں۔

ہم مقدمات کے ذیل میں اس موضوع پر کافی سے زیادہ روشنی ڈال چکے ہیں اب میاں صرف ایک چیز اور عرض کرتے ہیں اور اسی پر انشاء اللہ اس بحث کا خاتمہ ہے۔ دشمنانِ صداقت سے تو ہمیں کوئی توقع نہیں، ہاں جن حق پسندوں کو اللہ تعالیٰ توفیق دے ان سے ضرور قبولِ حق کی امید ہے۔ ملاحظہ ہو۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی صفائی میں

مولوی عبد السمیع و مولوی احمد رضا خاں صاحبان کی زبردست شہادت

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں

زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنگاں کا

ہمارے بیان سابق سے یہ تو معلوم ہو چکا کہ مصنف براہین قاطعہ کا جرم اس قدر ہے کہ اس نے ایک خاص علم یعنی

علم زمین کی وسعت (بنا برن لائل کو جو آپ کے مولوی عبد السمیع صاحب نے انوار ساطعہ میں پیش کئے ہیں) ملک الموت اور

شیطان کے لئے تسلیم کی ہے اور اسی وسعت علمی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیر ثابت بالنص کہا ہے لیکن

۴۰ ایں گناہیست کہ در شہر شمایز کنند

ذرا اسی بحث میں انوار ساطعہ کے یہ الفاظ ملاحظہ ہوں ۔

” اور تماشا یہ کہ اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام پاک و ناپاک مجالس مذہبی و غیر مذہبی میں

حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعوائے کرتے ، ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا

اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک ، ناپاک ، کفر ، غیر کفر میں پایا جاتا ہے “

کیئے اتنی صفائی کے ساتھ تو مولانا خلیل احمد صاحب نے بھی نہیں لکھا ۔ انہوں نے تو صرف علم زمین کی اُس مخصوص

وسعت کو غیر مخصوص بتلایا تھا ۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب کے یہ شرابی بھائی مولوی عبد السمیع صاحب تو صاف فرماتے

ہیں کہ در ملک الموت اور شیطان کا حاضر ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہی نہیں بلکہ ، زیادہ تر مقامات میں پایا

جاتا ہے “

منقولہ بالا عبارت انوار ساطعہ کے اس پہلے ایڈیشن میں بھی ہے جو براہین قاطعہ سے پہلے شائع ہوا ہے اور

اس میں بھی جو بعد میں مولوی عبد السمیع صاحب کی نظر ثانی اور ترمیم کے بعد شائع ہوا ہے اور جس پر مولوی احمد رضا خاں صاحب

کی تقریباً چار صفحوں کی تقریظ بھی ہے جس میں مولوی عبد السمیع صاحب اور ان کی انوار ساطعہ کی تعریف میں خوب زمین و آسمان

کے قلابے ملائے گئے ہیں۔ لہذا مولوی احمد رضا خان صاحب کے اخلاف و تبعین فرمائیں کہ۔

۱ : مولوی عبد السمیع صاحب اس عبارت کی وجہ سے کافر ہونے یا نہیں ؟

۲ : اور خود خان صاحب اس پر تقریظ لکھنے کی وجہ سے کہاں پہنچے ؟

اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو دیدہ بصیرت دے۔ آپ حضرات نے مصنف برائین قاطعہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت دیکھی ؟ ان خان صاحب نے جو الزام ان پر رکھا تھا وہ خود ہی اس میں گرفتار ہو گئے۔ اس وقت ہم اس بحث کو ہمیں ختم کرتے ہیں۔ اور مناسب سمجھتے ہیں کہ خاتمہ بحث میں رسالہ ”التصدیقات لدفع التلبیسات“ سے مصنف برائین قاطعہ (علیہ الرحمۃ) کا وہ کلام بھی نقل کر دیں جو ان مرحوم نے خان صاحب کے اسی شیطان والے بہتان کے جواب میں تحریر فرمایا ہے۔

جب مولوی احمد رضا خان صاحب اپنی محنت اور کمائی کا یہ نتیجہ (فتویٰ کفر) لے کر حرمین شریفین پہنچے اور وہاں سے ان علمائے کرام سے جو حقیقت حال سے ناواقف تھے دھوکا دے کر تصدیق کرائی اور حرمین شریفین میں بھی علماء دیوبند کے متعلق یہ چرچے ہوئے تو وہاں کے بعض اہل علم نے حضرات علمائے دیوبند دسہار پور سے ان کے عقائد کے متعلق چھبیس^{۲۶} سوال کئے۔ ان سوالوں کا جواب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا۔ پھر یہ مجموعہ بغرض تصدیق و توثیق حرمین شریفین، شام، دمشق، حلب، مصر وغیرہ بلاد اسلامیہ کے علمائے کرام کی خدمت میں بھیجا گیا۔ اور ان علماء کرام و مفتیان عظام نے اس کی تصدیق و تصویب فرمائی اور پھر وہ جواب مع ان تصدیقات کے چھپوا دیا گیا اور اسی زمانہ میں ”التصدیقات لدفع التلبیسات“ کے نام سے اس کا پہلا ایڈیشن مع ترجمہ کے شائع ہو گیا۔ پھر اس کے بعد سے اس وقت تک اس کے بہت سے ایڈیشن نکل چکے ہیں۔

اس میں انیسواں سوال مولوی احمد رضا خان صاحب کے اسی شیطان والے بہتان کے متعلق ہے۔ ذیل میں ہم وہ سوال و جواب بجنسہ نقل کرتے ہیں۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے کہ ہم نے جو کچھ اس بحث میں لکھا ہے وہ حقیقت اسی اجمالی جواب کی تفصیل ہے جو خود مصنف برائین نے اپنی زندگی میں دیا ہے۔

السؤال التاسع عشر

اٹیسوال ۱۹ سوال

أقول ان ابليس اللعين اعلم من
سيد الكائنات علي السلام و اوسع
علما منه مطلقا و هل كتبتم ذلك
في تصنيف ما ربه تحكمون علي من
اعتقد ذلك .

کیا تمہاری یہ رائے ہے کہ ملعون شیطان کا علم سید کائنات
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے زیادہ اور مطلق
وسیع تر ہے اور کیا یہ مضمون تم نے اپنی کسی تصنیف
میں لکھا ہے، جس کا یہ عقیدہ ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

جواب

قد سبق منا تحرير هذه المسئلة
ان النبي علي السلام اعلم الخلق على
الاطلاق بالعلوم والحكم والاسرار و
غيرها من ملكوت الافاق ونتيقن
ان من قال ان فلانا اعلم من النبي علي
السلام فقد كفر وقد اذنت مشائخنا
بتكفير من قال ان ابليس اللعين اعلم من
النبي علي السلام فكيف يمكن ان توجد
هذه المسئلة في تاليف ما من كتبنا غير ان
غيبوبة بعض الحوادث الجزئية للفقيرة
عن النبي علي السلام لعدم التفات اليه
لا يورث نقضا ما في اعلميته علي
السلام بعد ما ثبت ان اعلم الخلق
بالعلوم الشريفة اللاتفة بمنصبه الاعلى

اس مسئلہ کو ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کا علم
حکم و اسرار وغیرہ کے متعلق مطلقاً تمامی مخلوقات سے
زیادہ ہے اور ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں
شخص نبی کریم علیہ السلام سے اعلم ہے وہ کافر ہے۔ اور
ہمارے حضرات اس شخص کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے
ہیں جو یوں کہ شیطان ملعون کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے
پھر بھلا ہماری کسی تصنیف میں یہ مسئلہ کہاں پایا جاسکتا ہے
ہاں کسی جزئی حادثہ حقیرہ کا حضرت کو اس لئے معلوم نہ ہونا
کہ آپ نے اس کی جانب توجہ نہیں فرمائی، آپ کے اعلم ہونے
میں کسی قسم کا نقصان پیدا نہیں کر سکتا جب کہ ثابت ہو
چکا کہ آپ ان شریف علوم میں جو آپ کے منصب اعلیٰ کے
مناسب ہیں ساری مخلوق سے بڑھے ہوئے ہیں جیسا کہ شیطان
کو بہتیرے حقیر حادثوں کی شدت التفات کے سبب اطلاع
مل جانے سے اس مردود میں کوئی شرافت اور علی کمال حاصل

کمالاً یورث الاطلاع علی اکثر تلك الحوادث
 الحقیرة لشدة التفات ابلیس الیها شرفاً
 وکمالاً علمیاً فیہ فانہ لیس علیها مدار
 الفضل والکمال ومن ههنا لا یصح ان
 یقال ان ابلیس اعلم من سیدنا رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمالاً یصح ان
 یقال لصبی علم بعض الجزئیات انہ اعلم
 من عالم متبحر محقق فی العلوم والفنون
 التي غابت عن تلك الجزئیات ولقد
 تلونا علیک قصّة الهدم مع سلیمان
 علی نبینا وعلیہ السلام وقوله انی احطت
 بسالم تحط به ودواوین الحدیث
 ودفاتر التفسیر مشحونة بنظائرھا
 المتکاثرة المشتبهة بین الانام وقد اتفق
 الحكماء علی ان افلاطون وجالینوس

نہیں ہو سکتا کیوں کہ ان پر فضل وکمال کا مدار نہیں ہے
 اس سے معلوم ہوا کہ یوں کہنا کہ شیطان کا علم سیدنا رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے ہرگز صحیح نہیں
 جیسا کہ کسی ایسے بچہ کو جسے کسی جزئی کی اطلاع ہو گئی ہے
 یوں کہنا صحیح نہیں کہ فلاں بچہ کا علم اس متبحر و محقق سے زیادہ
 ہے جس کو جملہ علوم و فنون معلوم ہیں مگر یہ جزئی معلوم نہیں
 اور ہم ہدیہ کا سیدنا سلیمان علیہ السلام کے ساتھ پیش
 آنے والا قصہ بتا چکے ہیں۔ اور یہ آیت پڑھ چکے ہیں کہ ”مجھے
 وہ اطلاع ہے جو آپ کو نہیں“ اور کتب حدیث و تفسیر
 اس قسم کی مثالوں سے بھر پور ہیں نیز حکماء کا اس پر اتفاق ہے
 کہ افلاطون و جالینوس وغیرہ بڑے طبیب ہیں جن کو
 دواؤں کی کیفیت و حالات کا بہت زیادہ علم ہے اور یہ
 بھی معلوم ہے کہ نجاست کے کٹرے نجاست کی حالتوں اور
 مزے اور کیفیت سے زیادہ واقف ہیں تو افلاطون و
 جالینوس کا ان ردی حالات سے ناواقف ہونا ان کے

لے یہ واقعہ سورۃ نمل میں مذکور ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بار حضرت سلیمان نے ہدیہ کو تلاش کیا تو نہیں
 پایا تو بہت زیادہ ناراضی کا اظہار فرمایا۔ جب وہ دیر کے بعد حاضر ہوا تو اس سے باز پرس کی تو اس نے کہا کہ میں ملک ”سبا“ سے ایک
 نہایت عظیم الشان خبر معلوم کر کے لایا ہوں جس کا آپ کو علم نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہدیہ جیسے پرندہ کو ایک ایسی بات معلوم ہو سکتی
 ہے جو انسانی وقت کے علم میں نہ ہو۔ ۱۲

۱۲ ہم نوین مقدمہ میں اس مضمون کی پانچ آیتیں مع اقوال مفسرین اور پندرہ حدیثیں پیش کر چکے ہیں۔ ۱۲

وامثالهما من اعلم الاطباء بکیفیات
الادویة و احوالها مع علمهم ان دیدان
النجاسة اعرف باحوال النجاسة وذوقها
وکیفیاتها فلم تضر عدم معرفة افلاطون
و جالینوس هذه الاحوال الردیة فی
اعلیتھما ولم یرض احد من العقلاء
والحمقى بان یقول ان الدید ان اعلم من
افلاطون مع انها اوسع علما من افلاطون
باحوال النجاسة و مبتدعة دیارنا یشبتون
للذات الشریفة النبویة علیہ الف الف تحیة
وسلام جمیع علوم الاسافل والاراذل والافاضل
الاکابر قائلین انه علی السلام لما کان
افضل الخلق كافة فلا بد ان یحتوی علی
علومهم جمیعها کل جزئی جزئی و کلی کلی
ونحن انکرنا اثبات هذا الامر بهذا
القیاس الفاسد بغیر نص من النصوص
المعتدة بها الا ترمی ان کل مؤمن
افضل واشرف من ابلیس فیلزم علی
هذا القیاس ان یکون کل شخص من
احاد الامة حاویا علی علوم ابلیس —
— و یلزم علی ذالک ان یکون

اعلم ہونے کو مضرب نہیں اسکو عقل سمجھ سکے جسکی یہ
کہنے پر راضی نہ ہوگا کہ کیڑوں کا علم افلاطون سے زیادہ ہے
حالانکہ ان کا نجاست کے احوال سے افلاطون کی بہ نسبت
زیادہ واقف ہونا یقینی امر ہے اور ہمارے ملک کے بقیدین
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام شریف و ادنیٰ داعی
و اسفل علوم ثابت کرتے اور یوں کہتے ہیں کہ حبیب آنحضرت
ساری مخلوق سے افضل ہیں تو ضرور سب ہی کے علوم جنئی
ہوں یا کلی آپ کو معلوم ہوں گے، اور ہم نے بغیر کسی معتبر نص
کے محض اس فاسد قیاس کی بنا پر اس علم کلی و جنئی کے
ثبوت کا انکار کیا۔ ذرا غور تو فرمائیے ہر مسلمان کو شیطان پر
فضل و شرف حاصل ہے پس اس قیاس کی بنا پر لازم
آئے گا کہ ہر امتی بھی شیطان کے ہتھکنڈوں سے آگاہ ہو
اور لازم آئے گا کہ سلیمان علیہ السلام کو خبر ہو اس واقعہ
کی جسے ہمارے جانا، اور افلاطون و جالینوس واقف ہوں
کیڑوں کی تمام واقفیتوں سے اور سارے لازم باطل ہیں۔
چنانچہ مشاہدہ ہو رہا ہے۔ یہ ہمارے قول کا خلاصہ ہے
جو براہین قاطعہ میں بیان کیا ہے جس نے کئی ذہن بددینوں
کی رگیں کاٹ دیں اور دجال و مغتری گروہ کی گردنیں توڑ
دیں، سو اس میں ہماری بحث صرف بعض حوادث جنئی
میں تھی اور اسی لئے اشارہ کا لفظ ہم نے لکھا تھا تاکہ دلالت
کرے کہ نفی و اثبات سے مقصود صرف یہ ہی جزئیات ہیں

مسلمان علی نبینا وعلیہ السلام عالمابما
 علمہ الہد الہد وان یكون افلاطون و
 جالینوس عارفین بجمیع معارف الدیدان
 واللوازم باطلۃ باسرہا کما هو المشاہد و
 هذا خلاصۃ ما قلناہ فی البراہین القاطعۃ
 لعروق الاغبیاء المارقین القاصمۃ لاعناق
 الدجاجلۃ المفترین فلم یکن بحثنا فیہ
 الا عن بعض الجزئیات المستحدثۃ
 ومن أجل ذلك اتینا فیہ بلفظ الاشارة
 حتی تدل أن المقصود بالنفی والاثبات
 هنالك تلك الجزئیات لا غیر لکن للفسدین
 یحرفون الکلام ولا یخافون محاسبۃ
 الملک العلام وانا جازمون ان من قال
 ان فلانا اعلم من النبی علیہ السلام
 فهو کافر کما صرح بہ غیر واحد من
 علماءنا الکرام ومن افتری علینا
 بغیر ما ذکرناہ فعلیہ بالبرہان خائفنا
 عن مناقشۃ الملک الدیان واللہ علی
 ما نقول وکیل

لیکن مفسدین کلام میں تحریف کیا کرتے ہیں اور شاہنشاہی
 محاسبہ سے نہیں ڈرتے ہیں۔ اور ہمارا پختہ عقیدہ ہے
 کہ جو شخص اس کا قائل ہو کہ فلاں کا علم نبی علیہ السلام سے
 زیادہ ہے وہ کافر ہے چنانچہ اس کی تصریح ایک نہیں ہمارے
 ہمتیئے علماء کرچکے ہیں اور جو شخص ہمارے بیان کے خلاف
 ہم پر بہتان باندھے اس کو لازم ہے کہ شاہنشاہ روز جزاء
 سے خائف بن کر دلیل بیان کرے اور اللہ ہمارے قول پر
 وکیل ہے۔

اللہ انصاف ! کیا خود مصنف براہین کے اس جواب کے بعد بھی اس بہتان کی کوئی گنجائش باقی رہتی ہے ؟

لا واللہ الحساب یوم الحساب

براہین قاطعہ پر مولوی احمد رضا خان صاحب کے دوسرے اعتراض کا جواب

مؤلف براہین قاطعہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر خان صاحب بریلوی کا دوسرا سنگین اعتراض یہ تھا کہ " انہوں نے شیطان کے لئے علم محیط تسلیم کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اسی علم کے اثبات کو شرک کہا ، حالانکہ جس چیز کا کسی ایک مخلوق کے لئے ثابت کرنا شرک ہے ، دوسری تمام مخلوقات کے لئے بھی اس کا اثبات شرک ہی ہو گا۔ تو گویا مصنف براہین قاطعہ نے شیطان کو خدا کا شریک مان لیا " (سبحان اللہ وجمہ)

لیکن اگر ناظرین کرام غور فرمائیں گے تو معلوم ہو گا کہ خان صاحب کا یہ اعتراض پہلے سے بھی زیادہ غلط اور بے بنیاد ہے۔ اور اس کو حقیقت سے اتنا ہی بعد ہے جتنا کہ خان صاحب اور ان کے فتوے کو دیانت و صداقت سے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ " براہین قاطعہ " میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم ذاتی کے اثبات کو شرک بتلایا گیا ہے اور (ان دلائل کے بموجب جو خان صاحب کے مشربی بھائی مولوی عبدالسمیع صاحب نے " انوار ساطعہ " میں پیش کئے ہیں) شیطان کے لئے صرف علم عطائی تسلیم کیا گیا ہے اور شرک علم ذاتی ثابت کرنے سے لازم آتا ہے جیسے کہ پہلے مقدمہ کے ذیل میں ہم خود خان صاحب کی تصریحات سے اس کو ثابت کر چکے ہیں۔

براہین قاطعہ میں جا بجا ایسی تصریحات موجود ہیں جن سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ شیطان کے لئے صرف علم عطائی تسلیم کیا گیا ہے اور شرک علم ذاتی کے اثبات کو کہا گیا ہے (جس سے خان صاحب کو بھی اختلاف نہیں) مگر افسوس ہے ان کی مجددانہ دیانت پر کہ براہین قاطعہ کی ان تمام تصریحات سے چشم پوشی کرتے ہوئے صاحب براہین کے متعلق صاف لکھ ڈالا کہ۔

” ابلیس کے لئے تو زمین کے علم محیط پر ایمان لایا ہے اور حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کا ذکر آیا تو کہتا ہے یہ شرک ہے۔ حالانکہ شرک تو اسی کا نام ہے کہ اللہ عزوجل کے لئے کوئی

شریک ٹھہرایا جائے ، تو جس چیز کا مخلوق میں سے کسی ایک کے لئے ثابت کرنا شرک ہو ، وہ تو

تمام جہان میں جس کے لئے ثابت کی جائے یقیناً شرک ہو گا “

ہم کو خان صاحب کے اس کلیہ سے اتفاق کلی ہے کہ مخلوق میں سے کسی ایک کے لئے جس کا اثبات شرک ہے

وہ تمام جہان میں سے جس کے لئے بھی ثابت کی جانے یقیناً شرک ہوگا (یہ نہیں ہو سکتا کہ مشرکین عرب اگر اپنے بتوں کے لئے تصرف ثابت کریں تو شرک ہو اور مشرکین ہند قبروں یا قبر والوں کے لئے وہی تصرف ثابت کریں تو شرک نہ ہو۔ اور اسی طرح یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ جو امور عادۃ طاقت بشریہ سے خارج ہیں مثلاً اولاد دینا، کاروبار میں نفع دینا، مارنا، جلانا وغیرہ وغیرہ ان امور میں بتوں سے مدد مانگنا تو شرک ہو، اور زندہ یا مردہ بزرگوں سے مدد مانگنا اور ان کو فاعل یا اختیار سمجھنا شرک نہ ہو، جیسا کہ قبر پرستوں کا خیال ہے۔

بہر حال مولوی احمد رضا خان صاحب کے اس کلیہ سے ہم کو بالکل اتفاق ہے لیکن صاحب براہین پر اس کو چسپاں کرنا خان صاحب کی وہی مخصوص کارروائی ہے جس کو خیانت یا تحریف کہتے ہیں۔
علاوہ اس ذاتی اور عطائی فرق کے اس موقع پر خان صاحب نے ایک کھلا افتراء یہ کیا کہ صاحب براہین نے شیطان کے لئے ”علم محیط“ مان لیا، حالانکہ یہ وہ جھوٹ ہے جس میں سچائی کا شائبہ تک نہیں۔

مگر افسوس ہے کہ رضا خانی جماعت میں کوئی ایسا دیانت دار اور راست باز بھی نظر نہیں آتا جو اپنے مقتدا کی اس قابل نفرت حرکت کو اگر خیانت نہیں تو نادانستہ غلطی ہی تسلیم کر لے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کے برادرِ مشربی مولوی عبد السمیع صاحب نے انوارِ ساطعہ میں شیطان کے علم کی وسعت ثابت کرتے ہوئے لکھا تھا کہ

” در مختار کے مسائل نماز میں لکھا ہے کہ شیطان اولادِ آدم کے ساتھ دن کو رہتا ہے اور اس کا بیٹا آدمیوں کے ساتھ رات کو رہتا ہے۔ علامہ شامی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ شیطان تمام بنی آدم کے ساتھ رہتا ہے مگر جس کو اللہ نے بچا لیا۔ بعد اس کے لکھا ہے۔ ”واقدرہ علی ذالک کما اقدر ملک الموت علی نظیر ذالک یعنی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس بات کی قدرت دے دی ہے جس طرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کر دیا ہے۔“

(انتہی کلامہ انوار ساطعہ)

پس مولوی عبد السمیع صاحب کی اس دلیل سے شیطان کے لئے جتنا علم ثابت ہوتا ہے اس کو بے شک مولانا خلیل احمد صاحب نے تسلیم کیا ہے اگر اسی کو مولوی احمد رضا خان صاحب روئے زمین کا علم محیط سمجھتے ہیں تو یہ ان کی علمی قابلیت ہے جس کی داد

اہل علم ہی دین گے ورنہ کجا شیطان کا آدمیوں کے ساتھ رہنا اور کجا روئے زمین کا علم محیط جس کے لئے ذرے ذرے قطرے قطرے اور پتے پتے کا علم ضروری ہے۔

اور اگر خان صاحب کی خاطر اسی کو علم محیط مان لیا جائے تو بھی شیطان کے علم محیط پر پہلے ایمان لانے والے بلکہ دوسروں کو ایمان لانے کی دعوت دینے والے خان صاحب کے برابر بزرگوار مولوی عبد السمیع ٹھہریں گے اور اس کفر و شرک کے فتوے کے اولین مصداق وہی ہوں گے کیوں کہ انہوں نے ہی شیطان کے لئے یہ وسعت علم دلائل سے ثابت کی ہے، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب "توصیف" سلٹنا "کئے والے ہیں۔ بہر حال خان صاحب نے اس موقع پر ایک افتراء تو یہ کیا کہ بالکل خلاف واقعہ مصنف براہین کے متعلق لکھ دیا کہ "ابلیس کے لئے زمین کے علم محیط پر ایمان لایا" اور دوسری خیانت یہ کہ براہین قاطعہ میں شیطان کے لئے مولوی عبد السمیع صاحب کے پیش کردہ دلائل کے بموجب صرف علم عطائی تسلیم کیا گیا تھا اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم ذاتی ثابت کرنے کو شرک قرار دیا تھا جناب خان صاحب نے یہ ذاتی اور عطائی کا زبردست فرق بالکل ہی نظر انداز کر دیا۔ اب ہم ان دونوں باتوں کا ثبوت عرض کرتے ہیں کہ تسلیم علم عطائی کیا گیا ہے اور شرک علم ذاتی کو کہا گیا ہے۔

امراؤل کا ثبوت
براہین قاطعہ کی اسی بحث بلکہ اسی قول میں صفحہ ۵۰ کی چودھویں سطر میں ہے۔
"شیطان کو جس قدر وسعت علم دی" الخ

پھر اسی کے چار سطر بعد ہے۔

"اور شیطان و ملک الموت کو جو یہ وسعت علم دی" الخ

ان دونوں فقرہوں میں تصریح ہے کہ شیطان کے لئے علم کی جو وسعت تسلیم کی گئی ہے وہ خدا کی دی ہوئی ہے۔

پہلے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ مصنف براہین قاطعہ اس بحث میں اس قیاس کو رد فرما رہے ہیں کہ جب شیطان اور ملک الموت کو علم کی یہ وسعت حاصل ہے (جو انوار طعہ
امردوم کا ثبوت

کے حوالہ سے مذکور ہو چکی) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی افضلیت کی وجہ سے اس سے زیادہ یعنی روئے زمین کا علم خود ہی پیدا کر لیں گے۔ اور اسی خیال کو صاحب براہین نے شرک قرار دیا ہے۔ اس مختصر تمہید کے بعد ملاحظہ ہو۔

براہین قاطعہ میں جس جگہ یہ بحث ہے اس کی پہلی سطر ہے۔

اپنے کے اندر خود ہی ساری زمین کا علم پیدا کر لیں گے) شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت (یعنی اللہ کے حکم سے بہت سے مواقع زمین کا علم ہونا) نص سے ثابت ہوئی (یعنی اس نص سے جو مولوی عبدالسمیع صاحب نے پیش کی) فخر عالم کی وسعت علم کی (یعنی علم ذاتی کی کیونکہ قیاس فاسد اور محض اٹکل سے تو وہی ثابت کیا جا رہا ہے اور حضرت مولانا اسی کی بحث فرما رہے ہیں جیسا کہ اوپر کے مضمون سے معلوم ہو چکا اور آئندہ خود حضرت مرحوم کی تصریح سے معلوم ہو جائے گا) کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرنا ہے ؟

اس آخری جملہ سے بھی صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مرحوم یہاں اُسی وسعت علم کی بحث فرما رہے ہیں جس کا ثابت کرنا شرک ہے اور یہ سب سے پہلی سطر نے بتلا دیا تھا کہ شرک صرف اسی علم کا ثابت کرنا ہے جو عطاہ خداوندی کے علاوہ ذاتی طور پر ثابت کیا جائے۔

الغرض زیر بحث عبارت سے پہلی عبارت اور اس سے متصل ہی اس کے بعد کی عبارت صاف طور سے بتلا رہی ہے کہ صاحب براہین اس موقع پر صرف وسعت علم ذاتی میں کلام فرما رہے ہیں اور اسی کو انہوں نے شرک قرار دیا ہے۔ یہاں تک تو سیاق و سباق کے قرائن سے ہم نے اپنا مدعا ثابت کیا ہے، اور اگرچہ یہ قرائن بھی تصریحات سے کچھ کم نہیں لیکن اس کے بعد ہم مصنف براہین کی صاف و صریح عبارت پیش کرتے ہیں جس میں انہوں نے نہایت صفائی کے ساتھ اس کو واضح کر دیا ہے کہ میری یہ بحث صرف علم ذاتی میں ہے نہ کہ عطائی میں۔ ملاحظہ ہو اسی بحث اور اسی قول میں خان صاحب کی نقل کردہ عبارت سے چند ہی جملوں کے بعد یہ عبارت ہے۔

” اور یہ بحث اس میں ہے کہ علم ذاتی آپ کو کوئی ثابت کر کے یہ عقیدہ کرے جیسا کہ ہمارے

کا یہ عقیدہ ہے۔ اگر یہ جانے کہ حق تعالیٰ اطلاع دے کہ حاضر کر دیتا ہے تو شرک تو نہیں مگر بدول

ثبوت شرعی کے اس پر عقیدہ درست بھی نہیں “

غور فرمایا جائے، مصنف براہین نے کتنی وضاحت کے ساتھ اس کو بیان کر دیا کہ شرک کا حکم صرف اس صورت

میں ہے جب کوئی شخص حضور کے لئے علم ذاتی ثابت کرے۔

لے حاشیہ بر صفحہ آئندہ۔

اور ہم پہلے مقدمہ کے ذیل میں ”الدولۃ المکیہ“ اور ”خالص الاعتقاد“ کے حوالہ سے خود خان صاحب کی تصریح نقل کر چکے ہیں کہ اگر کوئی شخص اللہ کے سوا کسی کے لئے بھی ایک ذرہ سے کتر سے کتر کا علم ذاتی ثابت کرے تو وہ مشرک ہے۔

پس مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی جرم ایسا نہیں جس میں خان صاحب برابر کے شریک نہ ہوں اور اگر بغرض براہین میں یہ تصریح بھی نہ ہوتی اور سیاق و سباق کے وہ قرائن بھی نہ ہوتے جو علم ذاتی کے مراد لینے پر مجبور کر رہے ہیں، تب بھی اس جگہ وسعت علم سے علم عطائی کی وسعت مراد لینا بالخصوص مولوی احمد رضا خان صاحب کے لئے کسی طرح جائز نہ تھا۔ وہ ”خالص الاعتقاد“ صفحہ ۲۸ پر بطور قاعدہ کلیہ کے لکھ چکے ہیں کہ۔

”آیات و احادیث و اقوال علماء جن میں دوسرے کے لئے علم غیب سے انکار ہے ان میں قطعاً

یہی دو قسمیں (ذاتی یا محیط کل) مراد ہیں“

پس براہین قاطعہ میں جس علم کے اثبات کو شرک کہا گیا ہے وہ بدرجہ اولیٰ ذاتی یا محیط کل پر محمول ہونا چاہئے لیکن افسوس ہے کہ شوق تکفیر نے اپنا لکھا ہوا اصول بھی ٹھکرا دیا۔ یہ سچ ہے حُبُّكَ الشَّيْءُ يُبْسِي وَيُصْفُو۔ یہاں تک براہین قاطعہ کے متعلق خان صاحب کے دوسرے اعتراض کا جواب ہوا جس کا حاصل صرف اس قدر ہے

لے (حاشیہ صفحہ گزشتہ) مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنے رسالہ ”الموت الاحمر“ میں براہین قاطعہ کی اس عبارت پر بڑی بیچ و تاب کھایا ہے اور بہت زیادہ زور اس پر دیا ہے کہ مولوی عبد السمیع صاحب نے انوارِ ساطعہ میں کہیں علم ذاتی ثابت نہیں کیا پس ان کے جواب میں علم ذاتی کا ابطال کسی طرح امر معقول نہیں نیز دوسرے رضا خانی صاحبان بھی اس بحث میں ان ہی کی پیروی میں ہیں۔ سر دست اس کے متعلق ہم صرف اتنا عرض کریں گے کہ یہ بات تو صاحب براہین کی تصریحات سے ثابت ہے کہ شرک کا حکم صرف علم ذاتی کے اثبات پر ہے۔ اب یہ کہنا کہ جانب مخالف جب اس کا ثبوت نہیں تو اس کا ابطال اور شرک کا حکم لگانا کیسا؟ ایک الگ علمی بحث ہے جس کا محبت تکفیر سے کوئی تعلق نہیں۔ ہاں اگر تکفیر کی غلطی تسلیم کر لینے کے بعد ہم سے یہ سوال کیا جائے تو انشاء اللہ اس کا بھی ایسا تشفی بخش جواب دیا جائے گا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کی روح بھی حیرت کرے کہ اتنی کھلی ہوئی چیز مجھ سے کیوں مخفی رہی۔ ۱۲ (مؤلف)

کہ اعتراض جب وارد ہو سکتا تھا کہ شیطان کے لئے جو علم تسلیم کیا گیا تھا اسی کے اثبات کو شرک کہا گیا ہوتا۔ حالانکہ واقعہ اس کے خلاف ہے شیطان کے لئے علم عطائی تسلیم کیا گیا ہے اور شرک علم ذاتی کے اثبات کو کہا گیا ہے۔ وشتان ما بینہما -

براہین قاطعہ پر خانصاحب کے تیسرے اعتراض کا جواب

مؤلف براہین قاطعہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر خانصاحب کا تیسرا اعتراض یہ تھا کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف پر تو نص قطعی کا مطالبہ کرتا ہے اور نفی کے موقع پر خود ایک باطل روایت سے استدلال کیا“

روایت کی حیثیت کے متعلق تو انشاء اللہ ابھی چوتھے اعتراض کے جواب میں عرض کیا جائے گا، یہاں تو ہم صرف خان صاحب کے اس علمی مغالطہ کا جواب دینا چاہتے ہیں کہ ”ثبوت کے لئے نص قطعی کا مطالبہ کیا اور نفی کے موقع پر خود ایک روایت پیش کی“

کاش خان صاحب اعتراض کرنے سے پہلے یہ غور فرمالتے کہ مصنف براہین نے اس موقع پر جو حدیثیں پیش کی ہیں وہ مدعی اور مستدل ہونے کی حیثیت سے پیش کی ہیں، یا مانع اور معارض ہونے کی حیثیت سے، اور کاش اصول مناظرہ کی کسی کتاب میں ان دونوں حیثیتوں کا فرق بھی ملاحظہ فرمالتے۔

واقعہ یہ ہے کہ صاحب براہین نے عقیدہ کے اثبات کے لئے نص قطعی کا مطالبہ کیا ہے اور مولوی عبد السمیع صاحب مصنف ”انوار ساطعہ“ کے قیاس کے معارضہ میں خود احادیث پیش کی ہیں اور یہ دونوں چیزیں صحیح ہیں۔ عقیدہ کے ثبوت کے لئے بے شک نص قطعی ہی کی ضرورت ہے۔ خود مولوی احمد رضا خان صاحب کو بھی اصولاً یہ تسلیم ہے (ملاحظہ ہو انبار المصطفیٰ) اور بے شک قیاس کے معارضہ میں احادیث کی معنی قیاس بھی پیش کیا جاسکتا ہے (ملاحظہ ہو مناظرہ رشیدیہ اور اس کے حواشی)۔

چوتھا اعتراض یہ تھا کہ ”صاحبِ براہین

براہین قاطعہ پر چوتھا اعتراض اور اس کا جواب

نے نقل میں خیانت کی، اور حضرت شیخ

عبدالحق محدث دہلوی نے جس روایت کو نقل کر کے رد کیا، اس کو ان کی طرف منسوب کر کے نقل کر دیا اور رد کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا تو گویا ”لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ“ تو لے لیا ”أَذْنُ سَكَّارٍ“ کو چھوڑ دیا۔

خان صاحب کی ذریت ہمیں معاف فرمائے، یہاں ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ چونکہ وہ خود اس قسم کی کاروائیوں کے عادی تھے اس لئے انہوں نے دوسروں کو بھی ایسا ہی سمجھا، لیکن ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان باتوں کی ضرورت صرف اہل باطل کو پیش آتی ہے حتیٰ پرستوں کو اس کی حاجت نہیں، مگر چونکہ خان صاحب کا یہ اعتراض بھی موضوع تکفیر سے غیر متعلق ہے اس لئے اس کے جواب میں بھی یہاں ہم اختصار ہی سے کام لیں گے۔

دیکھنا یہ ہے کہ اس موقع پر ”صاحبِ براہین“ کے الفاظ کیا ہیں؟ ملاحظہ ہو، صفحہ ۵۱ کی ساتویں سطر میں فرماتے ہیں۔

”اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے کچھپے کا بھی علم نہیں“

یہاں صاحبِ براہین نے شیخ کی کسی خاص کتاب کا نام نہیں لیا ہے۔ پس اگر شیخ کی کسی ایک کتاب میں بھی یہ روایت بغیر جرح و تردید مذکور ہو تو صاحبِ براہین کا حوالہ بالکل صحیح ہے۔ اور یہ سمجھا جائے گا کہ انہوں نے وہیں سے نقل کیا ہے۔ اس کے بعد ملاحظہ ہو مشکوٰۃ المصابیح باب صفة الصلوٰۃ کی فصل ثالثہ کے اخیر میں ذیل کی حدیث درج ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو (ایک دفعہ) ظہر کی نماز پڑھائی

اور پچھلی صفوں میں ایک شخص تھا جس نے نماز اچھی طرح

نہیں پڑھی۔ پس جب سلام پھیر دیا تو رسول خدا صلی اللہ

علیہ وسلم نے اس کو پکارا کہ اے فلاں! کیا تم خدا سے نہیں

ڈرتے۔ کہا تم نہیں دیکھتے کہ تم کیسی نماز پڑھتے ہو؟ تم

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال صلی بنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الظہر

وفی مؤخر الصفوف رجل فاساء الصلوٰۃ

فناداه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یا فلاں! الا تمقّی اللہ الا تری کیف

تصلی انکم ترون انہ یدعی ان شئ

مما تصنعون والله انى لا راي من
خلفى كما اري من بين يدي -
(رواه احمد)

سمجھتے ہو کہ جو کچھ تم کرتے ہو، اس میں سے کوئی بات
مجھ پر پوشیدہ رہتی ہے۔ خدا کی قسم! میں اپنے پیچھے
کے لوگوں کو اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح اپنے سامنے
والوں کو۔ (روایت کیا اس کو امام احمد نے)۔

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے حضرت شیخ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمۃ «اشعۃ اللمعات» صفحہ ۳۹۲ پر

ارقام فرماتے ہیں۔

«ہاں کہ ایں دیدن آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ واصحابہ وسلم از پس و پیش بطریق خرق عادت
بود بوحی یا بالہام و گاہ گاہے بود نہ دائم و مؤید آل
است انچہ در خبر آمدہ است کہ چون ناۃ آنحضرت م
گم شد و در نیافت کہ کجارت منافقان گفتند کہ
محمدؐ می گوید کہ خبر آسمان می رسانم و نمی داند کہ ناۃ او
کجاست۔ پس فرمود آنحضرت م و اللہ من نمی دانم مگر
انچہ بدانند مرا پروردگار من اکنون بنمود مرا پروردگار
من کہ وے در جائے چنین و چنان است و مہارے
در شاخ درختے بند شدہ است و نیز فرمودہ است
کہ من بشرم نمی دانم کہ در پس ایں دیوار چیست یعنی
بے دانانیدن حق سبحانہ۔

(اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۳۹۲)

جان کہ دیکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آگے اور پیچھے
بطور خرق عادت تھا، وحی یا الہام سے اور کبھی کبھی تھا
نہ ہمیشہ۔ اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ جب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناۃ مبارکہ گم ہو گئی اور یہ
نہ معلوم ہوا کہ کہاں گئی، تو منافقوں نے کہا کہ محمد
(علیہ الصلوۃ والسلام) کہتے ہیں کہ میں آسمان کی خبر دیتا
ہوں اور ان کو کچھ خبر نہیں کہ ان کی ناۃ کہاں ہے، تب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اللہ کی میں نہیں
جانتا مگر وہ کہ میرے پروردگار نے مجھ کو بتلایا ہے۔
اب میرے پروردگار نے مجھ کو دکھایا ہے کہ وہ فلاں جگہ
ہے اور اس کی مہار ایک درخت کی شاخ میں بندھی ہوئی
ہے۔ اور یہ بھی حضور م نے فرمایا کہ میں بشر ہوں، میں
نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے، یعنی بے بتلانی
حق سبحانہ کے۔

یہاں شیخ م نے اس روایت کو نقل فرمایا اور کوئی حرج نہیں فرمائی۔ لہذا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب علیہ الرحمۃ

کا سوال بالکل صحیح ہوا۔ بلکہ غور کیا جائے تو شیخؒ کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ روایت ان کے نزدیک قابل اعتبار ہے۔ کیوں کہ یہاں اس کو شیخؒ نے اپنے دعوے کی تائید میں پیش کیا ہے۔ اور شیخؒ کی ثقاہت سے یہ بعید ہے کہ وہ کسی روایت کو باطل محض سمجھتے ہوئے اپنے دعوے کی تائید میں پیش کریں۔ پس مقام تائید میں شیخؒ کا اس روایت کو نقل فرمانا صریح دلیل اس کی ہے کہ یہ ان کے نزدیک معتبر ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ شیخؒ نے ”مدارج النبوت“ میں ایک جگہ اسی روایت کے متعلق یہ بھی فرمایا ہے کہ ”اس کی کوئی اصل نہیں“ سو اگرچہ اس سوال کا جواب ہمارے ذمہ نہیں۔ مگر تاہم ناظرین کے دفع خیال کے لئے اس کے متعلق بھی کچھ مختصراً عرض کرتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ مشہور محتاط اور متشدّد محدث حافظ ابن جوزیؒ (حدیث کے بارے میں جن کی غیر معمولی احتیاط اور حد اعتدال سے بڑھا ہوا تشدد اہل علم کو معلوم ہے) نے اس روایت کو اپنی بعض کتابوں میں بلا اسناد کے نقل فرمایا ہے۔ اور ان جیسے محتاط ناقد بصیر محدث کا کسی روایت کو بغیر جرح کے نقل کرنا اس کے معتبر ہونے کی کافی دلیل ہے۔ اور اسی وجہ سے شیخ علیہ الرحمۃ نے روایت کو معتبر سمجھا اور ”اشقة اللغات“ کی مذکورہ بالا عبارت میں اپنے دعوے کی تائید میں پیش کر دیا، مگر چونکہ اس روایت کی اسناد منقول نہیں، اس لئے ”مدارج النبوت“ میں ایک جگہ یہ بھی فرمادیا کہ ”اس کی کوئی اصل نہیں“ یعنی اسناد نہیں۔ اس طرح شیخؒ کے کلام کا تعارض بھی دفع ہو جاتا ہے اور کوئی اشکال بھی باقی نہیں رہتا۔ اور یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کا کلام بھی اس روایت کے متعلق بظاہر اس طرح متعارض ہے۔ چنانچہ قسطلانیؒ ”مواہب لدنیہ“ میں حافظ سخاویؒ کی مقاصد حسنہ سے ناقل ہیں کہ۔

حدیث ما علم ما خلف جدارى هذا	یہ حدیث کہ وہ میں نہیں جانتا جو میری اس دیوار
قال شيخنا شيخ الاسلام ابن حجر لا اصل له قلت ولكنه قال فى تلخيص تخريج احاديث الرافعى عند قوله فى الخصائص ويرى من وراء ظهره كما يرى من قدامه هو فى الصحيحين وغيرهما من حديث	کے پیچھے ہے ”ہمارے شیخ، شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ ”اس حدیث کی اصل نہیں“ میں کہتا ہوں کہ مگر تخریج احادیث رافعیؒ کی تلخیص میں خصائص کے بیان میں اس کے اس قول کے پاس کہ ”اور آپ دیکھتے تھے اپنے پس پشت جس طرح دیکھتے تھے

انس و غیرہ و الاحادیث الواردة بذلك
مقيدة بحالة الصلوة وبذلك يجمع
بينه وبين قوله علي السلام لا أعلم ما
وراء جداري هذا انتهى وهذا
مشعر بورودہ -

اپنے آگے ” خود انہی (حافظ ابن حجر) نے فرمایا ہے کہ
یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صحیحین اور ان کے علاوہ دوسری
کتب حدیث میں مروی ہے اور جن احادیث میں یہ مضمون
(یعنی حضرت اقدس م کا پس پشت کی چیزوں کو دیکھنا)
وارد ہوا ہے وہ نماز کی حالت کے ساتھ مقید ہیں اور اس
توجیہ سے تطبیق ہو جاتی ہے اس میں اور حضور علیہ السلام
کے فرمان میں کہ ” میں نہیں جانتا اس کو جو میری اس دیوار
کے پیچھے ہے “ منہم ہوا (کلام حافظ ابن حجر) کا، اس کے بعد
حافظ سخاوی فرماتے ہیں کہ (ہمارے شیخ کے) اس کلام
سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث وارد ہوئی ہے “

علامہ زرقانی ” شرح مواہب میں حافظ سخاوی کے اس قول کے بعد فرماتے ہیں کہ۔

فینافی قوله لا اصل لها فهو تناقض
منه ويمكن ان مراده لا اصل
له معتبر لكونه ذكر بلا اسناد
لا ان مراده بطلانه -

پس ان کا (یعنی حافظ ابن حجر) کا، یہ قول ان کے اس قول
کے منافی ہے (جس میں انہوں نے اس حدیث کے متعلق کہا
ہے کہ) ” اس کی اصل نہیں “ پس یہ ان کی جانب سے
(کھلا ہوا) تناقض ہے اور ممکن ہے کہ اس قول سے ان کی مراد
یہ ہو کہ ” اس حدیث کی اصل معتد نہیں “ کیوں کہ وہ بلا
اسناد منقول ہوئی ہے، یہ مطلب نہیں کہ سرے سے باطل۔

پس ہم نے شیخ علیہ الرحمۃ کے مدارج والے قول کی جو توجیہ کی ہے وہ بعینہ وہی ہے جو علامہ زرقانی نے حافظ ابن حجر
کے کلام کی کی ہے۔

یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا، وہ شیخ کے قول ” اصل نہ دارد “ کی توجیہ سے متعلق تھا اور اپنے فریضہ سے زائد۔
ورنہ ہمارے ذمہ صرف اسی قدر تھا کہ شیخ کی کسی تصنیف سے بس اتنا ثابت کر دیتے کہ انہوں نے اس کو بلا حرج نقل فرمایا ہے۔

یہ ہمارا بترع تھا کہ ہم نے شیخؒ کے طرز عمل سے روایت کا معتبر ہونا بھی ثابت کر دیا اور ان کے دونوں قولوں کے ظاہری تعارض کو بھی اٹھا دیا۔ **فلنہ الحمد للہ**۔

اور قطع نظر ان تمام چیزوں سے اس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ یہ روایت معنی صحیح ہے اور بہت سی صحیح حدیثیں اس کے مضمون کی تائید کرتی ہیں۔ چنانچہ صحیحین اور سنن نسائی میں حضرت زینب زوجہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں زکوٰۃ کے متعلق ایک مسئلہ پوچھنے کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر حاضر ہوئی جب میں پہنچی تو اسی ضرورت سے ایک انصاری بی بی بھی وہاں کھڑی ہوئی تھیں۔۔۔۔۔ پس حضرت بلالؓ نے ہمارے پاس آئے تو ہم نے ان سے کہا۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلٰى اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم
فَاخْبِرْہٖ اَنْ اَمْرًا تَیْنِ بِالْبَابِ تَسْلُکُکَ
اَتَجْزِی الصَّدَقَۃَ عَنْہُمَا عَلٰی اَزْوَاجِہُمَا
وَعَلٰی اِیْتَامٍ فِی حُجُوْرِہُمَا وَلَا تَخْبِرْہٗ
مَنْ غَنَ فَسْأَلُہٗ بَلَالٌ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلٰى اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مَنْ ہُمَا فَقَالَ اَمْرَاۃٌ
مِّنَ الْاَنْصَارِ وَزَیْنَبٌ فَقَالَ لَہٗ اَمْرٌ
الْزَیْنَبُ قَالِ اَمْرَاۃٌ عَبْدُ اللّٰهِ فَقَالَ لَہُمَا
اَحْوَانٌ اَجْرُ الْقَرَابَةِ وَاَجْرُ الصَّدَقَۃِ ۔

آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جائے اور ان کو اطلاع دیکھئے کہ دو عورتیں دروازہ پر کھڑی ہیں اور یہ مسئلہ دریافت کرنا چاہتی ہیں کہ ”اگر وہ اپنے شوہروں اور ان یتیم بچوں پر جو ان کی پرورش میں ہیں صدقہ کہ دیں تو کیا ادا ہو جائے گا؟ اور اے بلالؓ دیکھو حضرتؐ کو یہ مرت خبر دینا کہ ہم کون ہیں۔ پس حضرت بلالؓ نے حضورؐ سے وہ مسئلہ اسی طرح دریافت کیا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ وہ پوچھنے والیاں کون ہیں؟ حضرت بلالؓ نے عرض کیا کہ ایک کوئی انصاری بی بی ہیں اور ایک زینب، حضورؐ نے فرمایا کہ کون زینب؟ حضرت بلالؓ نے عرض کیا کہ عبداللہ ابن مسعودؓ کی بیوی۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ اس صورت میں ان کو دو اجر ملیں گے ایک صدقہ کا ایک قرابت کا۔“

سو اگر حضورؐ کو دیوار کے پیچھے کی سب باتیں معلوم ہو جایا کرتیں تو حضرت بلالؓ سے نام دریافت کرنے کی کیا ضرورت

ہوتی ؟ پس آپ کا نام دریافت فرمانا اور زینب نام معلوم ہونے پر یہ فرمانا کہ کون سی زینب ؟ صریح دلیل اس کی ہے کہ آپ کو دیوار کے پیچھے کی بعض باتیں معلوم نہیں ہوتی تھیں۔

فیہ حیات طیبہ کے اخیر دنوں میں حالت مرض میں حضور کا اپنی جماعت کو دیکھنے کے لئے حجرہ مبارکہ کے دروازہ پر تشریف لانا اور پردہ ہٹا کر مسجد نبوی میں نماز پڑھنے والی جماعت کو دیکھنا (جس کا ذکر کتب صحاح میں ہے) اور بالخصوص آخری دن بار بار یہ دریافت فرمانا کہ أَصَلَّى النَّاسُ ؟ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ؟ حالانکہ مسجد مبارکہ اور حجرہ شریفہ میں صرف دیوار ہی حامل تھی ، صریح دلیل اس کی ہے کہ دیوار کے پیچھے کی کچھ باتیں حضور کو معلوم نہیں ہوتی تھیں۔ پس اگر کسی حدیث میں یہ وارد ہوا ہو کہ ۔

واللہ لا ادری ما وراء جداری هذا او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

(یعنی اللہ کی قسم ! میں نہیں جانتا اس کو جو اس دیوار کے پیچھے ہے) تو اس میں کیا استبعاد ہے۔ بہر حال اس روایت کی معنوی صحت سے تو کسی کو بھی انکار کی جرات نہیں ہو سکتی۔

اور پھر اگر ان باتوں سے بھی قطع نظر کر لیا جائے تو یہ ہر منصف مزاج کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ صاحب برائین نے اس روایت کو علم ذاتی کی نفی کے موقع پر پیش کیا ہے۔ کیونکہ ہم خود صاحب برائین کی تصریحات سے ثابت کر چکے ہیں کہ ان کی وہ تمام بحث علم ذاتی کے متعلق ہے تو گویا اس روایت کو انہوں نے علم ذاتی کی نفی پر محمول کیا ہے۔ اور ہم خود مولوی احمد رضا خان صاحب کی تصریحات سے ثابت کر چکے ہیں کہ وہ بھی علم ذاتی کے قائل نہیں ، بلکہ جو شخص ایک ذرہ یا اس سے بھی کمتر سے کمتر کا علم ذاتی غیر اللہ کے لئے مانے وہ ان کے نزدیک بھی کافر و مشرک ہے۔ پس اس اعتبار سے تو یہ روایت خان صاحب کے نزدیک بھی معنیاً صحیح ہے۔ اور وہ تو خود فرما چکے ہیں کہ

” آیات و احادیث و اقوال علماء جن میں دوسروں کے لئے اثبات علم غیب سے انکار ہے ، ان میں

قطعاً یہی دو قسمیں (یعنی ذاتی یا محیط کل) مراد ہیں “ خالص الاعتقاد : ص ۲۸۔

پس جب کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کو علم ذاتی کی نفی پر محمول فرما رہے ہیں۔ تو پھر خان صاحب یا ان کی ذریت کے لئے کیا محل اعتراض ہے۔

ہم شروع ہی میں عرض کر چکے ہیں کہ یہ بحث موضوع تکبر سے غیر متعلق ہے۔ اس لئے ہم اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں

میں تک عبارات برائیں قاطعہ کی بحث ختم ہو گئی اور خان صاحب کے چاروں اعتراضوں کے جوابات سے ہم بعون اللہ تعالیٰ فارغ ہو گئے۔ اب حسام الحرمین کی آخری بحث متعلق عبارت حفظ الایمان شروع ہوتی ہے۔

۱۔ واضح ہے کہ خان صاحب کے دوسرے اعتراض کے جواب میں جو ذاتی اور عطائی کا فرق ہم نے دکھلایا ہے وہ پہلے اعتراض کے جواب میں بھی جاری ہو سکتا ہے۔ فافہم وتامل۔ ۱۲ منہ



حکیم الامت حضرت تھانویؒ

پر
توہینِ شانِ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا بہتان
اور
اُس کا جواب

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے

متعلق — حسام الحرمین — صفحہ ۲۰ و ۲۱ پر فرماتے ہیں۔

ومن کبراء هؤلاء الوهابیۃ
الشیطانۃ رجل اخر من اذئاب الکنگوہی
یقال له اشرف علی التانوی صنف
رسیلۃ لا تبلغ اربعۃ اوراق وصرح فیہا
بان العلم الذی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم بالمغیبات فان مثله حاصل کل
صبی وکل مجنون بل کل حیوان وکل
بہیمۃ وهذا لفظہ الملعون۔ ان صح
الحکم علی ذات النبی المقدسۃ بعلم
المغیبات کما یقول ب زید فالمستول

اور اس فرقہ و ہابیہ شیطانیہ کے بڑوں میں ایک اور شخص
اسی گنگوہی کے دم چھلوں میں ہے جسے اشرف علی تھانوی
کہتے ہیں۔ اس نے ایک چھوٹی سی رسلیہ تصنیف کی چار
ورق کی بھی نہیں، اور اس میں تصریح کی کہ غیب کی باتوں
کا جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچے
اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے
اور اس کی ملعون عبارت یہ ہے۔

آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا
اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس
غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل۔ اگر بعض علوم غیبیہ

بہیمۃ وهذا لفظہ الملعون۔ ان صح
الحکم علی ذات النبی المقدسۃ بعلم
المغیبات کما یقول ب زید فالمستول

مراد ہیں تو اس میں حضورؐ کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ الی قولہ۔ اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں، اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مہر کا اثر دیکھو، یہ شخص کیسی برابری کر رہا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور چینی و چیاں میں۔

عنه انه ماذا اراد بهذا ابعض الغيوب
ام كلها فان اراد البعض فامى خصوصية
فيه لحضرة الرسالة فان مثل هذا العلم
بالغيب حاصل لزید و عمرو بل لكل
صبي و مجنون بل لجميع الحيوانات و
البهائم وان اراد الكل بحيث لا يشذ
من فرد فبطلان ثابت نقلا و عقلا
اه۔

اقول فانظر الى آثار ختم الله تعالى
كيف يسوى بين رسول الله تعالى عليه
وسلم وبين كذا وكذا۔

اس جگہ خان صاحب نے حضرت حکیم الامتؒ کے متعلق جو سخت اور متعفن کلمات استعمال کئے، ان کا جواب تو ہم کچھ بھی نہیں دے سکتے۔ اس کا ترکی بتر کی کلمہ بلکہ جواب وہی بازاری دے سکتا ہے جو گالیوں کے فن میں بھی مجتہدانہ شان رکھتا ہو۔ ہم تو اس فن سے بالکل عاری اور عاجز ہیں۔ ادھر قرآن حکیم کا ارشاد ہے۔

لے رسول! آپ میرے (ایمان والے) بندوں سے کیئے
کہ وہ بات کہیں جو اچھی ہو، یہ تحقیق شیطان پھوٹ
ڈلواتا ہے ان کے درمیان، بے شک شیطان انسان کا
کھلا دشمن ہے۔

قُلْ لِعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ
أَحْسَنُ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ بَيْنَهُمْ
الشَّيْطَانَ كَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوًّا
مُبِينًا۔ بنی اسرائیل ۱، ۵۳

دوسری جگہ خود حضورؐ کو ارشاد ہے۔

اِدْفَعْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةِ آپ بری کا جواب نیکی سے دیجئے۔ (المؤمنون ۲۳-۹۶)
پس حسب فرمودہ قرآن ہم خان صاحب کی ان گالیوں کے جواب میں صرف حق تعالیٰ سے یہ عرض کریں گے کہ
خدا وندا ! خان صاحب تو اس دنیا سے جا چکے ، اب ان کے اخلاف کو ایسی بری عادتوں سے بچا جو دنیا میں ذلت و
رسوائی اور آخرت میں حرمان و خسران کا باعث ہوں۔

اس کے بعد ہم اصل بحث کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ”واللہ الہادی الی سبیل الرشاد۔
معلوم ہوتا ہے کہ۔ حسام الحرمین۔ لکھتے وقت خان صاحب نے قسم کھائی تھی کہ کسی معاملہ میں بھی سچائی اور دیانتداری
سے کام نہ لوں گا۔ غور تو کیجئے ، کہاں حفظ الایمان کی اصل عبارت اور اس کا حقیقی اور واقعی مطلب ، اور کجا خان
صاحب کا تصنیف کردہ یہ لعنتی مضمون۔۔۔ کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ، ایسا
تو ہر بچے اندر ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے۔ (معاذ اللہ)۔ کاش خان صاحب اپنا فیصلہ کفرستان
سے پہلے ”حفظ الایمان“ کی پوری عبارت بغیر قطع و برید کے نقل کر دیتے تو ناظرین کو خود ہی حقیقت معلوم ہو جاتی اور
ہم کو جواب دہی کے لئے قلم اٹھانے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ ”حفظ الایمان“ حضرت حکیم الامت (دامت برکاتہم) کا
ایک مختصر سا رسالہ ہے۔ جس میں تین بحثیں ہیں۔ اور تیسری بحث یہ ہے کہ۔

”حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کتنا درست ہے یا نہیں ؟

واضح رہے کہ مولانا کی بحث اس میں نہیں ہے کہ ”حضور اقدس کو علم غیب تھا یا نہیں ؟ اور تھا تو کتنا تھا ؟“
بلکہ وہاں مولانا مدظلہ صرف اتنا ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضور کو ”عالم الغیب“ کہہ نہیں سکتے۔ اور ان دونوں باتوں
میں بہت بڑا فرق ہے۔ کسی صفت کا واقع میں کسی ذات کے لئے ثابت ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ اس کا اطلاق بھی اس
پر جائز ہو۔ قرآن کریم میں حق تعالیٰ کو ہر چیز کا خالق بتلایا گیا ہے۔ اور تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ عالم کی ہر چیز
صغیر ہو یا کبیر ، عظیم ہو یا حقیر سب اسی کی مخلوق ہے۔ لیکن بائیں ہمہ فقہاء کرام تصریح فرماتے ہیں کہ اس کو
”خالق القردة والخنزیر“ کہنا ناجائز ہے۔ علیٰ ہذا قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے ذرع (کھیتی) کی نسبت

اپنی طرف فرمائی ہے۔ لیکن اس کی ذات پاک پر نہوع کا اطلاق درست نہیں، اسی طرح بادشاہ کی طرف سے لشکر کو جو عطایا اور وظائف دیتے ہیں، اہل عرب ان پر رزق کا اطلاق کرتے ہیں۔ چنانچہ لغت کی عام کتابوں میں یہ محاورہ لکھا ہوا ہے کہ ”رزق الامیر الجند“، لیکن بایں ہمہ بادشاہ کو رازق یا رزاق کہنا درست نہیں۔ اور حضور کے خصائل مبارکہ کے باب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ۔

”آپ خود ہی اپنی نفل مبارک کو ٹانگ لیا کرتے تھے اور خود ہی اپنی بکری دوہ لیا کرتے تھے“

لیکن اس کے باوجود حضور اقدس م کو ”خاصف النحل“ (حجف دوزخ) اور ”حالب الشاة“ (بکری دوہنے والا) نہیں کہا جاسکتا۔ بہر حال یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ بعض اوقات ایک صفت کسی ذات میں پائی جاتی ہے اور اس کا اطلاق درست نہیں ہوتا۔

ہم امید کرتے ہیں کہ اس تمہید سے ہمارے ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ حضور کو علم غیب ہونا نہ ہونا ایک الگ بحث ہے اور آپ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کے اطلاق کا جواز، عدم جواز یہ ایک الگ مسئلہ ہے۔ اور ان دونوں میں باہم تلازم بھی نہیں۔ جب یہ بات ذہن نشین ہوگئی تو اب سمجھئے کہ حفظ الایمان میں اس موقع پر حضرت مولانا کا مقصد صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ حضور کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق ناجائز ہے، اور حضور کو جس طرح ”خاتم النبیین“ ”سید المرسلین“ ”رحمۃ للعالمین“ وغیرہ القابات سے یاد کر سکتے ہیں، اس طرح لفظ ”عالم الغیب“ سے حضور کو یاد نہیں کیا جاسکتا۔ اور اس مدعا کی دو دلیلیں مولانا نے پیش کی ہیں۔

پہلی دلیل کا خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ چونکہ عام طور پر شریعت کے محاورات میں ”عالم الغیب“ اسی کو کہا جاتا ہے جس کو غیب کی باتیں بلا واسطہ اور بغیر کسی کے بتلائے ہوئے معلوم ہوں (اور یہ شان صرف حق تعالیٰ کی ہے) لہذا اگر کسی دوسرے کو عالم الغیب کہا جائے گا تو اس عرف عام کی وجہ سے لوگوں کا ذہن اسی طرف جائے گا کہ ان کو بھی بلا واسطہ غیب کا علم ہے (اور یہ عقیدہ صریح شرک ہے) پس حق جل مجدہ کے سوا کسی اور کو ”عالم الغیب“ کہنا بغیر کسی ایسے قرینہ کے جس سے معلوم ہو سکے کہ قائل کی مراد علم غیب بلا واسطہ نہیں ہے اس لئے نادرست ہوگا کہ اس سے

ایک مشرک نہ خیال کا شبہ ہوتا ہے۔ قرآن وحدیث میں ایسے کلمات سے منع فرمایا گیا ہے جن سے اس قسم کی غلط فہمیوں کا اندیشہ ہو۔ چنانچہ قرآن کریم میں حضور کو لفظ ”راعنا“ سے خطاب کرنے کی ممانعت اور حدیث شریف میں اپنے غلاموں اور باندیوں کو ”عبدی دامتی“ کہنے سے بھی منع فرمایا ہے کہ یہ کلمات ایک باطل معنی کی طرف موہم ہو جاتے ہیں اگرچہ خود مکمل کا قصد ایسا نہ ہو۔ یہ ہے حضرت مولانا تھانوی کی پہلی دلیل کا خلاصہ۔

مگر چونکہ خان صاحب کو مولانا کی اس دلیل پر کوئی اعتراض نہیں ہے، بلکہ تقریباً یہی مضمون خود خان صاحب نے بھی اپنی کتاب ”الدولۃ المکیہ“ میں ایک جگہ پوری تفصیل سے لکھا ہے۔ اس لئے اس کی تصویب و تائید میں ہم کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ ادب مولانا کی دوسری دلیل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اسی میں وہ عبارت واقع ہے جس کے متعلق خان صاحب کا دعویٰ ہے کہ۔

”اس میں تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچے

اور ہر پاگل اور ہر جانور اور ہر چارپائے کو حاصل ہے“

لیکن ہم ”حفظ الایمان“ کی اصل عبارت نقل کرنے سے پہلے ناظرین کی سہولت فہم کے لئے یہ بتلانا مناسب سمجھتے ہیں کہ اس دوسری دلیل میں مولانا نے مسئلہ کی دو شقیں کر کے ان میں سے ہر ایک کو غلط اور باطل ثابت کیا ہے۔ اور حاصل مولانا کی اس دوسری دلیل کا صرف یہ ہے کہ جو شخص حضور کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کرتا ہے اور آپ کو ”عالم الغیب“ کہتا ہے (مثلاً زید) وہ یا تو اس وجہ سے کہتا ہے کہ اس کے نزدیک حضور کو بعض غیب کا علم ہے۔ یا اس وجہ سے کہ آپ کو کل غیب کا علم ہے۔ یہ دوسری شق تو اس لئے باطل ہے کہ آنحضرت کو کل غیب کا علم نہ ہونا، دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہے (اور خود مولوی احمد رضا خان صاحب بھی یہی کہتے ہیں)۔ اور پہلی شق (یعنی بعض غیب کی وجہ سے حضور کو عالم الغیب کہنا) اس لئے باطل ہے کہ اس صورت میں لازم آئے گا کہ ہر انسان بلکہ حیوانات تک کو ”عالم الغیب“ کہا جائے۔ کیونکہ غیب کی بعض باتوں کا علم تو سب کو ہے۔ کیونکہ ہر جاندار کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ضرور ہے جو دوسرے سے مخفی ہے۔ پس اس شق کی بنا پر جو نہ کہ سب کو عالم الغیب کہنا لازم آتا ہے اور یہ عقلاً، نقلاً، عرفاً عرض ہر حیثیت سے باطل ہے۔ لہذا ملزم (یعنی زید کا حضور کو بعض علوم غیبیہ کی وجہ سے عالم الغیب کہنا) بھی باطل ہوگا۔

یہ ہے مولانا کی ساری تقریر کا خلاصہ۔ اس کے بعد ہم حفظ الایمان کی اصل عبارت مع توضیح کے درج کرتے

ہیں۔ حضرت مولانا مظلّم: پہلی دلیل کی تقریر سے فارغ ہونے کے بعد ارقام فرماتے ہیں

”حفظُ الایمان کی عبارت اور اسکی توضیح“
 آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا
 (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب

کہنا اور آپ کی ذات قدسی پر لفظ عالم الغیب کا اطلاق کرنا) اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب
 (اسی زید سے) یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد (یعنی اس غیب سے جو لفظ ”عالم الغیب“ میں واقع
 ہے اور جس کی وجہ سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ”عالم الغیب“ کہتا ہے) بعض غیب ہے یا
 کل غیب (یہاں حضرت مولانا اس شخص سے جو حضرت کو عالم الغیب کہتا ہے اور اس کو جائز سمجھتا ہے
 جس کا فرضی نام زید ہے، یہ دریافت فرما رہے ہیں کہ تم جو حضور کو عالم الغیب کہتے ہو تو کس اعتبار
 سے؟ آیا اس وجہ سے کہ حضور کو بعض غیب کا علم ہے یا اس وجہ سے کہ آپ کو کل غیب کا علم ہے؟
 اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں (یعنی تم حضور بعض علوم غیب کی وجہ سے ”عالم الغیب“ کہتے ہو، اور
 تمہارا یہی اصول ہے کہ جس کو غیب کی بعض باتیں بھی معلوم ہوں گی اس کو تم عالم الغیب کہو گے) تو
 اس میں (یعنی مطلق بعض غیب کے علم میں اور اس کی وجہ سے عالم الغیب کہنے میں) حضور کی کیا
 تخصیص ہے؟ ایسا (بعض) علم غیب (کہ کسی کے عالم الغیب کہنے کے لئے جس کی تم ضرورت سمجھتے
 ہو یعنی مطلق بعض مغیبات کا علم) تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے
 لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے
 تو چاہتے کہ تمہارے اس اصول کی بنا پر کہ مطلق بعض غیب کے علم کی وجہ سے بھی عالم الغیب کہا جا
 سکتا ہے) سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔

”حفظُ الایمان کی عبارت میں خانصاحب بیوی کی تحریفات کی تفصیل“

یہ بھی حضرت کی اصل عبارت اور یہ تھا اس کا صاف اور صریح مطلب جو ہم نے عرض کیا۔ لیکن خان صاحب
 نے اپنی حاشیہ آرائی سے اس میں وہ معنی ڈالے کہ شیطان بھی جس کو سن کر پناہ مانگے۔ اس سلسلہ میں خان صاحب

نے جو تحریفات کیں ان کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

۱ : حفظ الایمان کی عبارت میں ”ایسا“ کا لفظ آیا تھا اور اس سے مطلق بعض غیب کا علم مراد تھا نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اقدس، مگر خان صاحب نے اس سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف مراد لے لیا اور لکھ مارا کہ

”اس میں تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچے اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے۔“ (حسام ص ۲۰)

۲ : حفظ الایمان کی اصل عبارت اس طرح تھی کہ۔

”ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون، بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔“

خان صاحب نے اس کا آخری خط کشیدہ حصہ درمیان میں سے بالکل اڑا دیا، کیونکہ اس سے صراحتہ معلوم ہو جاتا ہے کہ زید و عمرو وغیرہ کے متعلق جو علم تسلیم کیا گیا ہے وہ مطلق بعض غیب کا علم ہے، نہ کہ معاذ اللہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم شریف۔

۳ : حفظ الایمان میں مذکورہ بالا عبارت کے بعد التزامی نتیجہ کے طور پر یہ فقرہ تھا۔

”تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔“

خان صاحب نے اس کو بھی صاف اڑا دیا۔ کیوں کہ اس فقرے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مصنف حفظ الایمان حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کی مستدار میں کلام نہیں فرما رہے، بلکہ ان کی بحث صرف عالم الغیب کے اطلاق میں ہے، اور اتنا معلوم ہو جانے کے بعد خان صاحب کی ساری کارروائی کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ بہر حال خان صاحب نے صاحب حفظ الایمان کو کافر بنانے کے لئے یہ خیانتیں کیں۔ اور جن فقروں سے عبارت حفظ الایمان کا صحیح مطلب بآسانی معلوم ہو سکتا تھا وہ درمیان سے بالکل حذف کر دیئے۔ اور عبارت کا صرف ابتدائی اور آخری حصہ نقل فرما دیا۔ اور ایک بڑی چالاکی یہ کہ عبارت حفظ الایمان کا جو عربی ترجمہ آپ نے علماء حرمین کے سامنے پیش کیا اس میں اس قسم کا کوئی اشارہ بھی نہیں کیا، جس سے وہ حضرات سمجھ سکتے کہ اس عبارت کے درمیان میں سے

کچھ فقرے حذف کر دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ ہمارے ناظرین "حسام الحرمین" کی اس عربی عبارت میں خان صاحب کی یہ دستکاری ملاحظہ فرما سکتے ہیں، جو ہم نے شروع بحث میں حسام الحرمین سے بلفظ نقل کی ہے۔

عبارت حفظ الایمان کی مزید توضیح اگرچہ خان صاحب کی دیانت اور ان کے فتوے کا حال تو

ہمارے ناظرین کو اسی قدر بیان سے معلوم ہو گیا ہوگا۔ مگر ہم بحث کی مزید توضیح اور تفسیم کے لئے اس کے خاص خاص گوشوں پر کچھ اور روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔

حضرت حکیم الامت مدظلہ کی دوسری دلیل کا حاصل صرف اس قدر تھا کہ۔

محض وہ عالم الغیب کہنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ کل غیب کی وجہ سے آپ کو عالم الغیب کہا جائے۔ دوسری یہ کہ بعض غیب کی وجہ سے۔ پہلی شق تو اس لئے باطل ہے کہ آپ کو کل غیب کا علم نہ ہونا دلائل نقلیہ و عقلیہ سے ثابت ہے۔ اور دوسری اس لئے باطل ہے کہ بعض غیب کا علم دنیا کی دوسری حقیر چیزوں کو بھی ہے تو اس اصول پر سب کو عالم الغیب کہنا پڑے گا جو ہر طرح سے باطل ہے۔ اگر اس دلیل کے اجزاء کی تحلیل کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بنیادی مقدمات صرف یہ ہیں۔

۱ : جب تک مبادی کسی چیز کے ساتھ قائم نہ ہو، اس پر شق کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً کسی کو عالم غیب ہی کہا جاسکتا ہے جب کہ اس کے ذات میں علم کی صفت پائی جاتی ہو۔ اور زاہد اسی کو کہا جائے گا جس کے ساتھ زہد کی صفت قائم ہو۔ اور کاتب وہی کہلائے گا جو وصف کتابت کے ساتھ موصوف ہو، الی غیر ذلک من الامثلہ۔

۲ : علت کے ساتھ معلول کا پایا جانا بھی ضروری ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ علت موجود ہو اور معلول نہ ہو۔

۳ : آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کل غیب کا علم حاصل نہ تھا

۴ : مطلق بعض مغیبات کی خبر غیر نسباً عظیم السلام بلکہ غیر انسانوں کو بھی ہو جاتی ہے۔

۵ : ہر زید و عمرو کو عالم الغیب نہیں کہہ سکتے۔

۶ : لازم کا بطلان ملزوم کے بطلان کو مستلزم ہے۔ یعنی جس بات کے ماننے سے کوئی امر باطل لازم آجائے

وہ خود باطل ہے ۔

ان مقدمات میں سے پہلے دونوں اور آخری دونوں تو عقلی مسلمات میں سے ہیں اور گویا بدیہی ہیں جس سے دنیا کا کوئی عاقل بھی انکار نہیں کر سکتا ۔ اس لئے سر درست ہم صرف تیسرے اور چوتھے مقدمہ کو خان صاحب ہی کی تصریحات سے ثابت کرتے ہیں ۔

”مدھی لاکھ پربھ ربی ہے گواہی تیری“

حفظ الایمان کے اہم مقدمات کا ثبوت خود خان صاحب کی تصریحات سے

حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کی دلیل کا تیسرا مقدمہ یہ تھا کہ

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کُل غیب کا علم حاصل نہ تھا“

اس کا ثبوت فاضل بریلوی کی تصریحات سے ملاحظہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کُل غیب کا علم حاصل نہ تھا ۔

فاضل موصوف ”الدولة المکیة“ صفحہ ۲۵ پر رقمطراز ہیں ۔

فان لا ندعی انه صلی اللہ علیہ وسلم قد احاط بجميع معلومات اللہ سبحانه وتعالى فانه محال للمخلوق ۔

ہمارا یہ دعوے نہیں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم شریف تمام معلومات الہیہ کو محیط ہے کیوں کہ یہ تو مخلوق کے لئے محال ہے ۔

اور اسی ”الدولة المکیة“ میں ہے ۔

ولا نثبت بعطاء اللہ تعالیٰ ایضا الا البعض ۔

اور ہم عطاۃ الہی سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع ۔

(الدولة المکیة ص ۲۸ : خالص الاعتقاد ص ۲۳)

اور یہی خان صاحب تمہید ایمان صفحہ ۳۴ پر فرماتے ہیں ۔

”محذور کا علم بھی جمیع معلومات الہیہ کو محیط نہیں“

نیز اسی تمہید کے صفحہ ۲۴ پر ہے۔

”اور جمیع معلومات الہیہ کو علم مخلوق کا محیط ہونا بھی باطل اور اکثر علماء کے خلاف ہے۔“

خان صاحب کی ان تمام عبارات کا مفاد بلکہ مقصد یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع غیوب کا علم حاصل نہ تھا، بلکہ تمام غیوب کے علم تفصیلی کا حصول آپ کے لئے بلکہ ہر مخلوق کے لئے محال ہے اور اس کا عقیدہ رکھنا باطل اور اکثر علماء کے خلاف ہے۔ اور یہی بعینہ حضرت مولانا تھانوی کی دلیل کا تیسرا مقدمہ تھا جو مجدد اللہ خان صاحب ہی کی تصریحات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ فلتہ احمد۔

حضرت مولانا کی دلیل کا چوتھا قابل غور مقدمہ یہ تھا۔

”مطلق بعض مغیبات کی خبر غیر انبیا علیہم السلام بلکہ غیر انسانوں کو بھی ہو جاتی ہے۔“

اس کا ثبوت بھی خان صاحب بریلوی کی تصریحات سے ملاحظہ ہو۔

ہر مومن کو کچھ غیوب کا علم تفصیلی ضرور ہوتا ہے

فاضل موصوف ”الدولة المکیة“ صفحہ ۱۳۱ پر ارقام فرماتے ہیں۔

انا اٰمنا بالقیامة وبالجنة و	بے شک ہم ایمان لائے ہیں قیامت پر اور جنت اور
بالنار و باللہ تعالیٰ و بالامہات السبع	دوزخ پر اللہ تعالیٰ اور اس کے ساتوں صفات اصلیہ
من صفاته عز وجل وکل ذالک غیب و	پر اور یہ سب کچھ غیب ہے اور ہم کو اس کا علم تفصیلی حاصل
قد علمنا کلا بحیالہ ممتازا عن غیرہ	ہے اس طور پر کہ ہمارے علم میں ان میں سے ہر ایک دوسرے
فوجب حصول مطلق العلم التفصیلی	سے ممتاز ہے۔ پس غیب کے مطلق علم تفصیلی کا حصول
بالغیوب لكل مومن۔	ہر مومن کے لئے واجب ہوا۔

نیز یہی خان صاحب ”خالص الاعتقاد“ صفحہ ۲۴ پر فرماتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ (.....) مسلمانوں کو فرماتا ہے ”يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ“ غیب پر ایمان لاتے

ہیں۔ ایمان تصدیق ہے اور تصدیق علم ہے جس شے کا اصلاً علم ہی نہ ہو اس پر ایمان لانا کیوں کر ممکن؟

لاجرم تفسیر کبیر میں ہے ” لا یمتنع ان نقول نعلم من الغیب مالنا علیہ دلیل “

یہ کہنا کچھ منع نہیں کہ ہم کو اس غیب کا علم ہے جس پر ہمارے لئے دلیل ہے “

خان صاحب کی ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ ہر مومن کو غیب کا کچھ علم ضرور ہے۔

مرصوف اپنے والد ماجد کی ایک پیشین گوئی

خان صاحب کے والد بزرگوار کو بھی غیب کا علم تھا
کا ذکر فرما کر ارشاد فرماتے ہیں۔

” یہ سچودہ برس کی پیشین گوئی حضرت نے فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو کہ حضور اقدس

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلامانِ غلام کے کفش بردار ہیں، علوم غیب دیتا ہے “

(ملفوظات اعلیٰ حضرت)

خان صاحب نے اس کے ثبوت میں کشف

فی نفسہ کوئی کمال کی چیز نہیں بلکہ وہ غیر مسلموں

خان صاحب کے نزدیک گدھے کو بعض غیوب کا علم

حتیٰ کہ غیر انسانوں کو بھی حاصل ہو جاتا ہے، اپنے کسی بزرگ سے (جس کے دلی اللہ ہونے کی تصریح بھی آپ نے فرمائی ہے)

ایک صاحب کشف گدھے کی عجیب و غریب حکایت نقل کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ ان بزرگ صاحب نے فرمایا۔

” ہم مصر گئے تھے وہاں ایک جگہ جلسہ بڑا بھاری تھا۔ دیکھا کہ ایک شخص ہے، اس کے پاس ایک

گدھا ہے، اس کی آنکھوں پر ایک ٹی بندھی ہوئی ہے۔ ایک چیز ایک شخص کی دوسرے کے پاس رکھ

دی جاتی ہے۔ بس گدھے سے پوچھا جاتا ہے، گدھا ساری مجلس میں دورہ کرتا ہے جس کے پاس ہوتی

ہے، سامنے جا کر سر ٹیک دیتا ہے “

(ملفوظات حصہ چہارم ص ۱۱)

اس کے بعد خان صاحب فرماتے ہیں۔

” بس یہ سمجھئے کہ وہ صفت جو غیر انسان کے لئے ہو سکتی ہے (یعنی کشف)، انسان کے لئے کمال نہیں الخ

(حصہ چہارم ص ۱۱)

خان صاحب کے اس ملفوظ سے معلوم ہوا کہ مرصوف کے نزدیک اس گدھے کو بھی بعض مخفی باتوں کا کشف ہوتا تھا

وہذا ہوا المقصود۔

دنیا کی ہر چیز کو بعض غیوب کا علم حاصل ہے
ہم ابھی ابھی ”الدولۃ المکیۃ“ سے
خان صاحب کی ایک عبارت نقل کر چکے ہیں

جس میں تصریح ہے کہ ”حق تعالیٰ اور اس کے صفات اور جنت و دوزخ ملائکہ وغیرہ وغیرہ یہ سب امور غیب میں سے ہیں (اور یہ بالکل صحیح ہے)۔“

علیٰ ہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ بذات خود غیب نہیں لیکن آپ کی رسالت بے شک امر غیب ہے کیونکہ وہ کوئی محسوس و مبصر چیز نہیں بلکہ اللہ اور رسول کے درمیان ایک مخفی تعلق ہے جو ہمارے ظاہری احساس کی دسترس سے بالاتر ہے اور صرف پیغمبر کی صداقت کے اعتماد پر اس پر ایمان لایا جاتا ہے۔ پس جس کو اللہ تعالیٰ کے وجود اس کی وحدت یا اس کے رسول کی رسالت کا علم حاصل ہو تو اس کو بعض غیوب کا علم حاصل ہوا اور خان صاحب کو تسلیم ہے کہ کائنات کی ہر چیز جتنی کہ درختوں کے پتے اور رنگستانوں کے ذرے بھی توحید و رسالت پر ایمان لانے کے مکلف ہیں وہ خدا کی تسبیح کرتے ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی شہادت دیتے ہیں۔

چنانچہ خان صاحب کے ملفوظات حصہ چہارم صفحہ ۷۷ پر ہے۔

” ہر شے مکلف ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور خدا کی تسبیح کے ساتھ “

نیز اسی کے صفحہ ۷۸ پر ہے۔

” ایک ایک روحانیت تو ہر ہر نبات ہر ہر حمار سے متعلق ہے اسے خواہ اس کی روح کہا جائے یا

کچھ اور ، اور وہی مکلف ہے ایمان و تسبیح کے ساتھ ، حدیث میں ہے ۔

ما من شیء الا و یعلم انی رسول

کوئی شے ایسی نہیں جو مجھ کو خدا کا رسول نہ جانتی

اللہ الا مردۃ الجن والانس ۔ ہو ، سوا کرشن جن اور انسانوں کے “

خان صاحب کے ان ارشادات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے :

۱ ہر مومن کو غیب کی کچھ باتیں ضرور معلوم ہوتی ہیں ۔

۲ غیر مسلموں کو بھی کشف ہوتا ہے ۔

۳ گدھے جیسے احمق جانور کو بھی بعض مخفی باتوں کا علم ہو جاتا ہے ۔

۴۔ کائنات کی ہر چیز حتیٰ کہ نباتات و جمادات کو بھی غیب کی کچھ باتیں معلوم ہیں۔

اور یہی حضرت مولانا مفتاحی مدظلہ کی دلیل کا چوتھا بنیادی مقدمہ تھا۔

الحاصل مولانا کی دلیل جن چھ مقدمات پر مبنی تھی، ان میں سے چار تو مسلمات عقلیہ اور بالکل بدیہی تھے اور دو محتاج ثبوت تھے۔ سو ان کو ہم نے سجدۃ اللہ خان صاحب ہی کی تصریحات سے ثابت کر دیا اور ہمارے ناظرین کو معلوم ہو گیا کہ حضرت مولانا کی وہ دلیل جن پر خان صاحب نے کفر کا حکم لگایا تھا کجسبب اجزاء خان صاحب کو مسلم ہے اور اگر وہی موجب کفر ہو سکتی ہے تو پھر خان صاحب بھی اس کفر میں برابر کے حصہ دار ہیں۔

چہ خواہی گفت قربانت شوم تا من بہاں گویم

اگرچہ اس کے بعد حفظ الایمان کی عبارت کے متعلق کچھ اور عرض کرنے کی حاجت نہیں رہتی لیکن مزید توضیح کے لئے آخر میں ہم عبارت حفظ الایمان کا ایک مثالی فوٹو پیش کرتے ہیں۔

فرض کیجئے کہ خان صاحب مولوی احمد رضا

عبارت حفظ الایمان کا ایک مثالی فوٹو

صاحب کے کوئی مرید یا جانشین حضور کو عالم الغیب

کہتے ہیں اور اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ اس پر میں ان سے عرض کرتا ہوں کہ آپ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہتے ہیں تو آیا کل غیب کی وجہ سے یا بعض غیب کی وجہ سے؟ اگر کل غیب کی وجہ سے کہتے ہیں تو وہ تو بقول مولوی احمد رضا خان صاحب کے عقلاً، نقلاً باطل بلکہ محال ہے۔

اور اگر آپ بعض غیب کی وجہ سے حضور کو عالم الغیب کہتے ہیں اور آپ کا یہی اصول ہے کہ جس کو بھی غیب کی بعض باتیں معلوم ہوں گی تو آپ اس کو عالم الغیب کہیں گے تو پھر حضور کی اس میں کوئی تخصیص نہیں رہی۔ کیونکہ غیب کی بعض باتوں کا علم تو تمام مؤمنین بلکہ تمام انسانوں اور بلکہ تمام کائنات حتیٰ کہ نباتات اور جمادات کو بھی ہے تو آپ کے اس اصول پر لازم آئے گا کہ آپ دنیا کی ہر چیز کو عالم الغیب کہیں گے۔ اگر آپ فرمائیں کہ ہاں ہم سب کو عالم الغیب کہیں گے تو پھر بتلایا جائے کہ اس صورت میں عالم الغیب کہنے میں حضور کی کیا تعریف نکلی جب کہ آپ کے نزدیک سب کو عالم الغیب کہا جاسکتا ہے۔

ناظرین کرام! غور فرمائیے کہ کیا دنیا کا کوئی باہوش انسان میرے اس کلام سے یہ مطلب سمجھ سکتا ہے کہ معاذ اللہ

میں نے دنیا کی ہر چیز کو علم میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کر دیا۔

اسی کی ایک دوسری اس سے بھی زیادہ عام فہم مثال ملاحظہ ہو۔

فرض کیجئے کہ کسی ملک کا بادشاہ بہت بڑا مخیر ہے۔ اس کے یہاں لنگر خانہ جاری ہے اور صبح و شام ہزاروں محتاجوں اور مسکینوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ اب کوئی احمق مثلاً زید کہتا ہے کہ میں تو اس بادشاہ کو رازق کوں گا۔ اس پر ایک دوسرا شخص مثلاً عمرو کہے کہ بھائی تم جو اس بادشاہ کو رازق کہتے ہو تو کس وجہ سے؟ آیا اس وجہ سے کہ وہ ساری مخلوق کو رزق دیتا ہے؟ یا اس وجہ سے کہ بعض انسانوں کو کھانا کھلاتا ہے؟ پہلی شق تو بڑا ہتہ بادل ہے۔ اب یہی دوسری صورت یعنی یہ کہ اس بادشاہ کو صرف اس وجہ سے رازق کہا جائے کہ وہ بعض انسانوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ تو اس میں اس کی کوئی تخصیص نہیں، کیونکہ ایک غریب انسان اور ایک معمولی مزدور بھی کم از کم اپنے بچوں کا پیٹ بھرتا ہے اور انسان تو انسان چھوٹی چھوٹی چڑیاں اپنے بچوں کو دانہ دیتی ہیں۔ تو پھر تمہارے اس اصول پر چاہئے کہ سب کو رازق کہا جائے اور غور فرمایا جائے کہ کیا عمرو کے اس کلام کا مطلب یہی ہے کہ اس نے اس مخیر اور فیاض بادشاہ اور ہر غریب انسان اور ہر معمولی مزدور کو بالکل برابر کر دیا، یا اس نے ہر انسان اور معمولی مزدور کو اس بادشاہ کے برابر فیاض مان لیا۔ ظاہر ہے کہ ایسا سمجھنا سمجھنے والے کی حماقت ہے۔ پس حفظ الایمان میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اس سے زیادہ کچھ اور نہیں۔

اس کے بعد ہم اہلسنت کے مسلم امام علامہ سید شریف رحمہ اللہ کی شرح مواقف سے ایک عبارت پیش کرتے ہیں جو بالکل عبارت حفظ الایمان کے مشابہ ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد کوئی سنی مسلمان حفظ الایمان کے متعلق لب کشائی کی جرأت نہ کرے گا کیونکہ حفظ الایمان میں جو کچھ ہے وہ قریب قریب شرح مواقف کی اسی عبارت کا ترجمہ ہے۔ ملاحظہ ہو۔ حضرت علامہ فرماتے ہیں۔

بہر حال فلاسفہ پس وہ یہ کہتے ہیں کہ نبی وہ ہے کہ جس میں
تین باتیں خاص طور پر پائی جائیں۔ جن کی وجہ سے وہ نبی
غیر نبی سے ممتاز ہو سکے۔ ان میں سے ایک بات یہ ہے
کہ نبی کو اطلاع ہوئی چاہئے ان مغیبات پر جو ہوتے ہیں
یا ہو چکے ہیں یا ہونے کو ہیں۔

واما الفلاسفة فقالوا النبی هو

من اجتمع فیہ خواص ثلاث یمتاز بها من

غیرہ أحدھا ای أحد الامور المختصة

بہ ان یكون له اطلاع علی المغیبات

الحائنة والماضیة والآتية۔

اس کے بعد چند سطر میں فلاسفہ کی طرف سے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ بات انبیاء علیہم السلام کے لئے چنداں مستبعد نہیں۔ اس کے بعد انہیں فلاسفہ کی طرف سے فرماتے ہیں کہ۔

كَيْفَ يَسْتَنَكِرُ ذَلِكَ إِلَّا طُلُوعُ
فِي حَقِّ النَّبِيِّ وَقَدْ يُوْجَدُ ذَلِكَ فَيَمْنُ
قُلْتُ مَشَاغِلُهُ الرِّيَاضَةِ بِأَنْوَاعِ الْمَجَاهِدَاتِ
أَوْ مَرَضٌ صَارَ لِلنَّفْسِ عَنِ الْإِسْتِغْثَالِ
بِالْبَدَنِ وَاسْتِعْمَالِ الْأَلَةِ أَوْ نَوْمٌ يَنْقَطِعُ
بِهِ أَحْسَاسَاتُهُ الظَّاهِرَةُ فَإِنْ هُوَ لَا
قَدْ يَطْلَعُونَ عَلَى مَغِيبَاتٍ وَيَخْبُرُونَ
عَنْهَا كَمَا يَشْهَدُ بِهِ السَّمَاعُ وَالتَّجَارِبُ
بَعِيْثٌ لَا يَبْقَى فِيهِ شَبْهَةٌ لِلْمُنْصَفِينَ -

اور انبیاء علیہم السلام کا ان مغیبات پر مطلع ہونا کیونکر مستبعد ہو سکتا ہے حالانکہ یہ اطلاع علی المغیبات ان لوگوں میں بھی پائی جاتی ہے جن کے شواغل نفسانی مجاہدوں کی ریاضت یا کسی ایسے مرض کی وجہ سے کم ہوں جو نفس کو اشتغال بالبدن اور آلات کے استعمال سے روکنے والا ہو یا یہ شواغل ایسی نیند کی وجہ سے کم ہوں جس کی وجہ سے اس سونے والے کے احساسات ظاہری منقطع ہو گئے ہوں۔ پس تحقیق یہ لوگ (یعنی ریاضیات اور مجاہدے کرنے والے اور مریض جن کو مایہ خویا ہوتا ہے اور سونے والے بھی) کبھی مغیبات پر مطلع ہو جاتے ہیں جیسا کہ تجربہ شہادت یہاں تک کہ اہل انصاف کو اس میں شبہ تک نہیں رہتا۔

یہاں تک تو فلاسفہ کا مذہب اور اس کے دلائل تھے۔ اس کے بعد مصنف رحمۃ اللہ علیہ اہلسنت وجماعت کی

طرف سے اس کا جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

قُلْنَا مَا ذَكَرْتُمْ مَرْدُودٌ بَوَّجُوهُ
إِذَا الْأَطْلَاعُ عَلَى جَمِيعِ الْمَغِيبَاتِ لَا يَجِبُ
لِلنَّبِيِّ اتِّفَاقًا مَنَا وَمَنْكُورًا لِهَذَا قَالَ سَيِّدُ
الْأَنْبِيَاءِ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا اسْتَكْثَرْتُ
مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسْنِيَ السُّوءُ - وَالْبَعْضُ

جو کچھ تم نے کہا چند وجہ سے مردود ہے۔ اس لئے کہ تمہاری مراد اس اطلاع علی المغیبات سے کیا ہے؟ کل مغیبات پر اطلاع ہونی چاہئے یا بعض پر؟ کل مغیبات پر مطلع ہونا تو کسی کے نزدیک بھی ضروری نہیں۔ نہ ہمارے نزدیک نہ تمہارے نزدیک، اور اسی وجہ سے جناب رسول خدا

امی الاطلاع على البعض لا يختص به صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر میں غیب کو جانتا ہوتا
النبی کما اقررتو به حیث جوزتموه تو میں نے خیر سے بہت سامع کر لیا ہوتا اور مجھ کو برائی نہ
للمرتاضین والمرضى والنائمین فلا یمیز چھوٹی . اور بعض مغیبات پر مطلع ہو جانا نبی کے ساتھ خاص
به النبی عن غیرہ - نہیں (یعنی یہ غیر نبی میں بھی پایا جاتا ہے) جیسے کہ خود تم

کو اقرار ہے ، اس لئے کہ تم اس کو جائز رکھتے ہو ، ریاضت
کرنے والوں کے لئے ، اور مریضوں کے لئے ، اور سونے

والے کے لئے . لہذا نبی غیر نبی سے ممتاز نہ ہوگا :

ناظرین باالضاف غور فرمائیں کہ شرح مواقف کی اس عبارت اور حفظ الایمان کی زیر بحث عبارت میں کیا فرق ہے
ہم اُمید کرتے ہیں کہ ہمارے اس قدر بیان کے بعد حفظ الایمان کی عبارت پر مخالفین کو کوئی شبہ نہ رہے گا۔ اس کے مزید اتمام حجت
کے لئے ہم اختصار کے ساتھ حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کا وہ جواب بھی نقل کرتے ہیں جو انہوں نے اسی افتراء کی
تردید میں تحریر فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

مولوی احمد رضا خان صاحب کا یہ فتوے — حسام اکرمین — جب شائع ہوا اور اس سے ایک فتنہ برپا
ہوا تو جناب مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب نے حضرت مولانا تھانوی کو خط لکھا کہ۔

” مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی آپ کے متعلق یہ لکھتے ہیں کہ ” آپ نے معاذ اللہ ،
حفظ الایمان میں یہ تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
ہے ایسا تو ہر بچے اور ہر پاگل اور ہر جانور کو حاصل ہے ۔ کیا کہیں ”حفظ الایمان“ میں آپ نے
یہ لکھا ہے ؟ یا آپ کا یہ عقیدہ ہے ؟ اگر آپ کا عقیدہ نہیں تو آپ اس شخص کو کیا سمجھتے ہیں
جو ایسا خبیث عقیدہ رکھے ؟“ ملخص از بسط البنان ۔

حضرت مولانا تھانوی جواب دیتے ہیں۔

” میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا ، لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس
مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گزرا۔ میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا ، جیسا کہ اخیر میں

عرض کر دوں گا۔ جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں..... تو میری مراد کیسے ہو سکتا ہے جو شخص ایسا اعتقاد رکھے، یا بلا اعتقاد صراحتاً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرورِ عالم فخرِ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔“

اس کے بعد حضرت مولانا مظلہؒ نے اپنے اسی گرامی نامہ میں جو اسی زمانہ میں ”لبسط البنان“ کے نام سے شائع بھی ہو چکا ہے، خان صاحب کے اس الزام کا تفصیلی جواب بھی دیا ہے۔ اور حفظ الایمان کی زیر بحث عبارت کا مطلب بیان کیا ہے۔ لیکن اب یہاں اس کے نقل کرنے کی حاجت نہیں، کیونکہ ہم نے جو کچھ اس عبارت کی توضیح میں ادھر لکھا ہے وہ گویا حضرت مولانا کے اسی جواب کی شرح ہے۔

ناظرینِ کرام انصاف فرمائیں کہ فاضل بریلوی اپنے فتوے کفر میں صداقت اور دیانت سے کتنے دور ہیں

وَاللّٰهُ الْهَادِیُّ اِلَى سَبِيْلِ الرَّشَادِ



تکملہ

مصنف حفظ الایمان کی حق پرستی اور بے نفسی

عبارت حفظ الایمان میں ترمیم کا اعلان

حضرات! مولوی احمد رضا خان صاحب نے ”حسام الحرمین“ میں ”حفظ الایمان“ کی طرف ایک کافرانہ مضمون کی نسبت کر کے کفر کا جو فتویٰ دیا تھا، اس پر مناظرانہ بحث ختم ہو چکی اور ناظرین کرام کو معلوم ہو چکا کہ اس کی حقیقت افتراء اور بہتان کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ اور مصنف حفظ الایمان کا دامن اس ناپاک کافرانہ عقیدے سے بالکل پاک ہے۔ اس کے بعد یہ معلوم کر کے آپ حضرات کو انشاء اللہ اور زیادہ قلبی اطمینان ہو گا کہ بعض مخلصین نے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ جب اس طرف مبذول کرانی کہ ”اگرچہ حفظ الایمان کی عبارت واقعہ میں بالکل صحیح اور بے غبار ہے لیکن ناخدا ترس اور غرض پیشہ معاندین اس کے جن الفاظ سے بیچارے نافرمان عوام کو دھوکا دیتے ہیں اگر ان الفاظ کو اس طرح بدل دیا جائے کہ اس کے بعد وہ فتنہ پرداز عوام کو یہ دھوکا بھی نہ دے سکیں تو بے چارے عوام کے حق میں یہ بہتر ہو گا۔“ تو حضرت مجدد نے مشورہ دینے والوں کو دعا دیتے ہوئے دلی مسرت کے ساتھ اس مشورہ کو قبول فرمایا اور عبارت کو اس طرح بدل دیا کہ قدیم عبارت میں ”ایسا علم غیب“ کے الفاظ سے جو فقرہ شروع ہوتا تھا اس کے بجائے یہ فقرہ لکھ دیا کہ

”مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں“

یہ واقعہ ماہ صفر ۱۳۴۲ھ کا ہے، گویا اب سے قریباً بیس سال پہلے ”حفظ الایمان“ کی عبارت میں

یہ ترمیم ہو چکی ہے، اور اس کے بعد سے ”حفظ الایمان“ اسی ترمیم کے ساتھ چھپ رہی ہے بلکہ اس ترمیم کا پورا

واقعہ اور حضرت مصنفؒ کی طرف سے اس کا اعلان بھی ”تغییر العنوان“ کے نام سے ”حفظ الایمان“ کے ایک ضمیمہ کے طور پر اس کے ساتھ چھپتا رہا ہے۔

پھر اس کے بعد جمادی الاخریٰ ۱۳۵۴ھ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک صاحب کے توجہ دلانے پر خود اس ناچیز راقم سطور (محمد منظور لغمانی) نے حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ ”حفظ الایمان“ کی جس عبارت پر معاندین کا اعتراض ہے اس کے بالکل ابتداء میں ”علم غیب کا حکم کیا جانا“ کے جو الفاظ ہیں اس کا مطلب بلاشبہ لفظ ”عالم الغیب“ کا اطلاق کرنا ہے، جیسا کہ خود اسی عبارت کے سیاق و سباق سے بھی ظاہر ہے، اور ”بطلان“ اور ”تغییر العنوان“ میں حضرت نے اس کی تصریح بھی فرمائی ہے۔ پس اگر اصل عبارت میں بھی یہاں ”محکم“ کے بجائے ”اطلاق“ ہی کا لفظ کر دیا جائے تو بات اور زیادہ صاف اور بے غبار ہو جائے گی۔ حضرت نے بلا تامل اس کو بھی قبول فرمالیا اور اس فقرہ کو اس طرح بدل دیا۔

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو“ الخ اور اس ناچیز سے فرمایا کہ میری طرف سے آپ ہی اس ترمیم کا اعلان بھی کر دیں۔ چنانچہ رجب ۱۳۵۴ھ کے ”الفرقان“ میں اسی وقت اس کا اعلان ہو گیا تھا۔ بہر حال ان دو ترمیموں کے بعد ”حفظ الایمان“ کی عبارت اب اس طرح ہے۔

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ السلام کی کیا تخصیص ہے؟ مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے“

الغرض ہمارے بزرگوں نے ان کا فرائض عقیدوں سے اپنی برائت اور اپنی بے زاری کا اعلان بھی کیا۔ جن کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے محض ازراہ عناد ان کی طرف منسوب کر کے تکفیر کی تھی اور اسی کے ساتھ اپنی عبارتوں کا وہ صحیح اور واقعی مطلب بھی بیان کیا جس کے سوا ان کا کوئی اور مطلب ہو ہی نہیں سکتا۔ اور یہ بھی ثابت کر دیا کہ ان میں کوئی بات بھی اسلامی تعلیمات اور عقائد اہلسنت کے خلاف نہیں ہے اور اس سب کے بعد جب بے چارے

نافم عوام کو فتنہ سے بچانے کے خیال سے اللہ کے کسی بندہ نے مخلصانہ طور پر عبارت میں تبدیلی کا کوئی مشورہ دیا تو اس کو بھی بے تاثر اور بلا دریغ قبول فرما کر اپنی عبارت کو بدل بھی دیا۔ بلاشبہ یہ ان حضرات کی حق پرستی اور شہادت و بے نفسی کی روشن دلیل ہے۔ افسوس! کیسے ظالم اور شقی ہیں وہ لوگ جو اللہ کے ان بندوں کو کافر کہتے ہیں۔

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

۲۱ ذی الحجہ ۱۳۷۳ ہجری

نوٹ : حفظ الایمان حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ترمیم شدہ عبارت کے ساتھ مع دونوں رسالوں "بسط الیقین" اور "تغیر العنوان" کے انجمن ارشاد المسلمین کی طرف سے طبع ہو چکی ہے۔

۴۲۰

تخذیر الناس کی عبارت پہنچو لا مفصل مکمل مناظرہ

یعنی

گیمناطروہ

موتبہ

مولانا محمد عبد القدوس ہاری

انجمن ارشاد المسلمین

۱۴- بہاولپور روڈ، مزنگ لاہور

فہرست

۴۲۳	رونداد مناظرہ کیا
۴۳۹	مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کا پہلا تحریری بیان
۴۴۸	مولوی حشمت علی صاحب کا پہلا تحریری بیان
۴۵۵	مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کا دوسرا جوابی بیان
۴۶۶	مولوی حشمت علی صاحب کا دوسرا بیان
۴۷۳	مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کا تیسرا جوابی بیان
۴۸۹	مولوی حشمت علی صاحب کا تیسرا بیان
۴۹۹	مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کا چوتھا جوابی بیان
۵۱۷	مولوی حشمت علی صاحب کا چوتھا بیان
۵۳۳	مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کا پانچواں جوابی بیان
۵۴۹	مولوی حشمت علی صاحب کا پانچواں بیان
۵۵۳	مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کا چھٹا جوابی بیان
۵۶۶	مولوی حشمت علی کا چھٹا بیان اور مناظرہ کا خاتمہ
۵۶۷	نوٹ از مرتب
۵۷۳	بشارت نبویؐ

رُودادِ منظرہ گیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى سيما سيلنا
ومولانا محمد بن المصطفى وعلى اله وصحبه مصابيح المهدي
وهداة الوري : اما بعد -

”گیا“، ہمارے صوبہ بہار کا مشہور و معروف شہر ہے اس دور سے پہلے یہاں کے مسلمان امن و سکون کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اور دیوبندی بریلوی اختلافات کا دہاں کوئی چرچا نہ تھا۔ محوِ اہی عرصہ گزرا کہ بعض خدائی بریلوی مولوی صاحبان (مولوی حشمت علی وغیرہ) کا ادھر دورہ ہوا۔ اور دارالتکفیر بریلی کی شاخ یہاں بھی قائم ہو گئی۔ مسلمانوں کو کافر بنانے کا کام زور و شور سے انجام دیا جانے لگا۔ ابتداءً ہم نے ان کی سرگرمیوں سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ لیکن جب ربیع الآخر سنہ رداں میں وہ پھر تشریف لائے اور ان کی زیادتیاں حد سے گز گئیں اور ہم جیسے دردمندوں سے بریلوی مشن کی یہ کفر ازانی نہ دیکھی گئی تو مجبوری ہم نے مافغانہ کارروائیاں شروع کیں۔ اس ناپیزنے خود مولوی حشمت علی صاحب کے اس جلسہ میں پہنچ کر جس میں کفر و لعنت کی باریش ہو رہی تھی مولوی صاحب موصوف کو مناظرہ کا چیلنج دیا اور عرض کیا کہ آپ کی ان تقریروں سے یہاں کے مسلمانوں میں زبردست ہیمان ہو گیا ہے۔ گھر گھر میں پھوٹ پڑ گئی ہے۔ بھائی بھائی کا دشمن، بیٹا باپ سے متنفر اور باپ بیٹے سے جدا ہو گیا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ آپ ان ایک طرفہ تقریروں کا سلسلہ ختم کر دیں اور بجائے اس کے ان مباحث پر مناظرہ کر لیں۔ لیکن میرے اس تحریری و تقریری چیلنج کا جواب جس نامذہب اور خلاف انسانیت طریقہ سے مولوی حشمت علی صاحب اور ان کے

حواریوں کی طرف سے دیا گیا وہ اہل "گیا" کو معلوم ہے۔

جب جلسہ میں شور و غوغا زیادہ بڑھا تو میں واپس آگیا اور علی الصباح مجھے بعض لوگوں سے معلوم ہوا کہ مولوی حشمت علی صاحب اس وقت گیا سے تشریف لے جا رہے ہیں میرا تحریری چیلنج رات ہی رات میں اشتہاری شکل میں چھپ چکا تھا میں نے مناسب سمجھا کہ مزید اتمام حجت کے لئے وہ مولوی صاحب موصوف کو پہنچا دیا جائے تاکہ ان کو کسی عذر و حیلہ کی گنجائش نہ رہے چنانچہ میں نے خود اسٹیشن پر پہنچ کر وہ مطبوعہ چیلنج آپ کے حوالہ کیا اور عرض کیا کہ آپ کی وجہ سے "گیا" کے مسلمانوں میں خطرناک اختلاف پڑ گیا ہے تاوقتیکہ مناظرہ کر کے آپ اس اختلاف کو ختم نہ کر دیں آپ کے لئے کسی طرح یہاں سے تشریف لے جانا مناسب نہیں۔ لیکن مولوی صاحب موصوف نے میرے چیلنج کا کوئی جواب اس وقت عنایت نہیں فرمایا اور آپ تشریف لے گئے مگر آپ کے عقیدت مندوں، نے یہ مشہور کیا کہ اس وقت مولوی صاحب ایک فوری ضرورت سے کراچی تشریف لے گئے ہیں اور آپ اب ۲۰ جولائی ۱۹۳۵ء کو صرف مناظرہ کے لئے "گیا" تشریف لائیں گے۔

یہ خبر سن کر ہم مطمئن ہو گئے اور ہم نے بھی مناظرہ کی تیاری شروع کر دی۔ چنانچہ ہم نے رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدیر الفرقان بریلی سے تشریف آوری کی استدعا کی اور خدا کا شکر ہے کہ آپ نے باوجود بیش از بیش مصروفیتوں کے ہماری درخواست کو شرف قبولیت سے مشرف فرمایا اور آپ ہماری مقرر کردہ تاریخ ۲۱ جولائی ۱۹۳۵ء کو "گیا" تشریف لے آئے لیکن مولوی حشمت علی صاحب نہیں آئے۔ اب نہیں کہا جاسکتا کہ آیا آپ کو کوئی خاص عذر پیش آگیا یا آپ کے عقیدت مندوں نے صرف وقتی خفت مٹانے کے لئے آپ کے وعدہ اور ایما کے بغیر یونہی غلط شہرت دے دی تھی بہر حال اس وجہ سے مناظرہ تو نہ ہو سکا تاہم حضرت مولانا محمد منظور صاحب کا پانچ چھ روز قیام رہا۔ مختلف مقامات پر متعدد تقریریں ہوئیں جس میں نہایت متانت اور سنجیدگی کے ساتھ اختلافی مسائل پر روشنی ڈالی گئی اور بریلوی کفر بازی کی حقیقت کو آشکارا کیا گیا۔ اور الحمد للہ بہت سے مسلمان جو غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے حقیقت حال سے واقف ہو گئے۔

اس سے قریباً آٹھ ماہ کے بعد فروری ۱۹۳۶ء میں پھر صوبہ بہار کی طرف مولوی حشمت علی صاحب کا دورہ ہوا اور پھر آپ نے گیا کو اپنے قدم سے نوازا۔ اس مرتبہ پارہ پہلے سے بھی زیادہ چڑھا ہوا تھا۔ اور کفر اکفری کا بازار

بے حد گرم، مجبور ہو کر اہلسنت کی طرف سے پھر آپ کو مناظرہ کا چیلنج دے دیا گیا۔ اور پھر حضرت مولانا محمد منظور صاحب اور حضرت علامہ مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی کو تار دیا گیا۔ ۲۰ فروری کو ۱۲ بجے رات کے قریب حضرت مولانا محمد منظور صاحب گیا پہنچ گئے اور اگلے روز یعنی ۲۱ فروری کو علامہ العصر حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب بھی تشریف لے آئے۔

مبادی مناظرہ کے متعلق مولوی حشمت علی صاحب سے ہماری خط و کتابت مولانا کی تشریف آوری سے قبل ہی شروع ہو چکی تھی اور بہت طول پکڑ چکی تھی، مولانا محمد منظور صاحب نے پہنچ کر اس کو ختم کرایا۔ اور یہ تحریک کی کہ۔ ۲۱ فروری کو بعد نماز جمعہ فریقین کے پانچ پانچ نمائندوں کی ایک مشترکہ کمیٹی جامع مسجد میں بیٹھ کر مبادی مناظرہ زبانی طور پر طے کرے۔ چنانچہ یہی فیصلہ ہوا۔ اور بعد نماز جمعہ اس کمیٹی کا اجلاس شروع ہوا۔ لیکن ۴۔ ۵ گھنٹہ کی گفتگو کے بعد رات کے ۹ بجے تک تاریخ و وقت اور مقام کی تعیین کے علاوہ نفس مناظرہ کے متعلق صرف یہ باتیں طے ہو سکیں۔

- ۱۔ مناظرہ مباحث حسام الحرمین پر ہوگا۔

- ۲۔ ہر مناظر اپنا بیان تحریری پیش کرے گا اور اس کی توضیح و تائید میں تقریر کرے گا اور اس تحریر و تقریر کے لئے ہر ایک کو کل آدھ گھنٹہ کا وقت دیا جائے گا۔

مباحث کی ترتیب اور یہ کہ مدعی کون فریق ہوگا اور سائل کون، اور یہ کہ مناظرہ کب تک جاری رہے گا ان امور کا فیصلہ اس کمیٹی نے خود مناظرین کے لئے چھوڑ دیا اور مناظرہ کی کاروائی کے آغاز کے لئے ۲۲ فروری ۱۹۳۶ء مطابق ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ یوم شنبہ ۲ بجے دن کا وقت مقرر ہوا۔

شنبہ کی صبح کو حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے کوشش کی کہ نمائندہ کمیٹی نے جو امور مناظرین کے اوپر چھوڑ دیئے ہیں وہ قبل از مناظرہ طے ہو جائیں تاکہ وقت مقررہ پر اصل مناظرہ شروع ہو سکے اور سپیک کا وقت شرائط کی بحث میں ضائع نہ ہو اور اس سلسلہ میں مولوی حشمت علی صاحب سے مختصر سی خط و کتابت بھی ہوئی مگر ان کی بے جا ضد کی وجہ سے کوئی بات طے نہ ہو سکی یہاں تک کہ نمائندہ کمیٹی کی قرار داد کے بموجب جلسہ مناظرہ کا انعقاد ہوا۔ حاضری فریقین کی طرف سے بہت کافی تھی دونوں طرف کے پنڈال بھرے ہوئے تھے۔ انتظام کے لئے پولیس کا عملہ بھی موجود تھا۔

سب سے پہلے حکم کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ اہلسنت کی طرف سے کہا گیا کہ ”گیا“ کے تعلیم یافتہ، طبقہ میں بہت سے ایسے مسلم حکام اور دکن۔ بیرسٹران ہیں جو فریقین سے بالکل آزاد ہیں اور جن کتابوں کی عبارات کے متعلق مناظرہ طے ہوا ہے انہوں نے آج تک ان میں سے کوئی ایک کتاب بھی نہ دیکھی ہوگی اس لئے ان کی رائے بالکل غیر جانب دارانہ ہوگی لہذا ان میں سے کسی ایک کو حکم بنا لیا جائے۔ نیز اس کے لئے چند دکن۔ اور بیرسٹران اور بعض حکام کے نام بھی پیش کئے گئے لیکن مولوی حسنت علی صاحب نے کسی ایک کو منظور نہیں کیا اور کمال جرات سے فرمایا کہ غیر جانب دار کے معنی ذوالوجہین کے ہیں جس کو منافق کہا جاتا ہے اس سلسلہ میں گفتگو بہت پر لطف ہوئی اور تمام حاضرین بالخصوص تعلیم یافتہ حضرات حیران تھے کہ یہ شخص کس بے باکی سے بیک جنبش زبان تمام غیر جانب داروں کو منافق بتلا رہا ہے لیکن مولوی حسنت علی صاحب پر اس کا کوئی اثر نہ تھا۔

بہر حال جب مولوی حسنت علی صاحب کسی غیر جانب دار کو بھی حکم بنانے کے لئے تیار نہ ہوئے تو مجبوراً بلا حکم کے کارروائی شروع ہوئی اور داخلی انتظام کے لئے ہر جماعت نے اپنا اپنا ایک صدر تجویز کر لیا۔ چنانچہ اہلسنت کی طرف سے جناب انجم صاحب مدیر رسالہ ”ندیم“ ”گیا“ اور رضا خانی صاحبان کی طرف سے مولوی عبدالولی صاحب رفیق جناب مولوی حسنت علی صاحب صدر منتخب ہوئے اور کارروائی اس طرح شروع ہوئی۔ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے تمام حاضرین کو عموماً اور اہلسنت و جماعت کو خصوصاً سکون و وقار اور آستماع و انصاف کی تلقین کرنے کے بعد فرمایا کہ قرطین کی نمائندہ کمیٹی نے جن تین چیزوں کا فیصلہ ہم پر چھوڑ دیا ہے جن اتفاق سے وہ سب ایسی ہیں جن کے متعلق اب سے قریباً دو برس پہلے لاہور کے مناظرہ میں میرے اور مولوی حسنت علی صاحب کے درمیان آخری فیصلہ ہو چکا ہے۔ وہاں بڑی طویل بحث و تھقیص کے بعد یہ تینوں باتیں اس طرح طے ہوئی تھیں کہ۔

۱۔ مباحث کی ترتیب وہ رہے گی جو محام اکھرمین میں ہے یعنی پہلے عبارت تحذیر الناس پر بحث ہوگی

پھر اس فتوے پر جس کی نسبت حضرت گنگوہی علیہ الرحمۃ کی طرف کی جاتی ہے۔ بعد ازاں عبارت براہین قاطعہ پر پھر اس کے بعد عبارت حفظ الایمان پر۔

۲۔ مدعی چاروں بحثوں میں مجھ کو تسلیم کر لیا گیا تھا۔

۳۔ ہر بحث کے لیے فریقین کی سات سات تقریروں کو کافی سمجھا گیا تھا۔

غرض لاہور کے عظیم الشان مناظرہ میں ان تینوں چیزوں کا اس طرح فیصلہ ہو چکا ہے۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اب ان چیزوں کی بحث میں یہاں ہم دوبارہ اپنا وقت ضائع نہ کریں بلکہ لاہور ہی کی قرار داد کے مطابق یہاں بھی فیصلہ ہو جائے۔

مولوی حسنت علی صاحب نے اس کے جواب میں پہلے تو یہ فرمایا کہ اس کا آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ لاہور میں اس طرح طے ہوا تھا۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ جو بات ہزاروں کے مجمع میں علی رؤس الاشهاد طے ہوئی تھی اس سے بھی انکار کرنے کی کسی کو جرأت ہو سکے گی ورنہ میں اس کے ثبوت کا بھی انتظام کر لیتا۔ لیکن کی تحقیق اب اس طرح ہو سکتی ہے کہ ابھی جناب سید حبیب صاحب ایڈیٹر اخبار سیاست لاہور سے ٹیلیفون پر اس کی بابت دریافت کر لیا جائے وہ مناظرہ لاہور میں اس دن آپ کی جانب سے صدر تھے اور آپ کے ہم خیال بھی ہیں لیکن ہمیں ان سے توقع ہے کہ وہ اس بارہ میں غلط گوئی سے کام نہ لیں گے۔

مولوی حسنت علی صاحب نے اس کے بعد لاستہ مسدود دیکھ کر عجیب انداز میں فرمایا کہ مجھے آپ کے بیان سے انکار، نہیں ہے میں تو صرف یہ دریافت کرتا تھا کہ آپ کے پاس کوئی ثبوت بھی ہے یا نہیں۔ اب میں مانے لیتا ہوں کہ لاہور میں ایسا ہی طے ہوا تھا۔ لیکن یہ گیتا ہے لاہور نہیں ہے۔ لاہور کی بات لاہور میں ختم ہو گئی۔ اب گیا کی باتیں کیجئے۔ کیا آپ نے نہیں سنا قضیہ زمین برسر زمین۔

اس کے بعد مولانا محمد منظور صاحب نے ہر چند کہا کہ جو شرائط پوری بحث و تمحیص کے بعد ایک مرتبہ میرے اور آپ کے درمیان طے ہو چکی ہیں انہیں پر از سر نو پھر بحث و مباحثہ کر کے وقت ضائع نہ کیجئے لیکن مولوی حسنت علی صاحب جو لاہور کی طرح شرائط و مبادی ہی میں مناظرہ کو ختم کر دینا چاہتے تھے اس پر تیار نہ ہوئے اور پھر انہیں شرائط پر بحث شروع ہو گئی۔

پہلے اس پر گفتگو ہوئی کہ مدعی کون ہو۔ مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ مجھے کسی نئی دلیل کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ جن مضامین پر یہاں مناظرہ قرار پایا ہے (یعنی مباحث حسام اکھرین) ان میں میری مدعیانہ

حیثیت آپ لاہور میں تسلیم کر چکے ہیں مقام کے بدل جانے سے مناظرہ کا قانون نہیں بدلتا۔

مولوی حسرت علی صاحب نے فرمایا کہ از روئے اصول مناظرہ ان مباحث میں مدعی ہونے کا حق مجھ ہی کو ہے دیکھئے اصول مناظرہ کی مشہور کتاب ”مناظرۃ رشیدیہ“ میں یہ عبارت ہے۔

المدعی من نصب نفسه لاثبات الحکو مدعی وہ ہے جو اپنے نفس کو پیش کرے کسی حکم کے ثابت باللیل او التبیہ۔ کرنے کے لئے دلیل سے یا تنبیہ سے۔

میں نے اپنے نفس کو آپ کے اکابر اربعہ پر کفر کا حکم ثابت کرنے کے لئے پیش کیا ہے لہذا مدعی میں ہی ہوں نہ کہ آپ۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ آپ کے اس مغالطہ کا ایک جواب تو یہ ہے کہ لاہور کے مناظرہ کے وقت بھی مناظرہ رشیدیہ کی یہ عبارت دنیا میں موجود تھی اور آپ کی اور آپ کے ان اساتذہ و اکابر کی دیکھی ہوئی بھی ہوگی جو وہاں موجود تھے پھر اس کی موجودگی میں وہاں کیوں آپ نے مجھ کو مدعی تسلیم کیا؟ کیا آپ یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں کہ اس وقت آپ نے اور آپ کے اساتذہ و اکابر بالخصوص مولوی حامد رضا خان صاحب و مولوی نجم الدین صاحب نے اپنی ناواقفی اور کم علمی کی وجہ سے یہ اصول غلطی کی تھی؟ میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ آپ ہرگز اپنی اور اپنے بڑوں کی غلطی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ پس جب کہ وہاں آپ سب نے مجھ کو ان تمام مباحث میں مدعی تسلیم کیا اور یہ مدعی تسلیم کرنا غلط بھی نہ تھا تو کوئی وجہ نہیں کہ آج گیتا کے مناظرہ میں بھی میرا مدعی ہونا غلط اور خلاف اصول ہو۔

یہ جواب تو الزامی قسم کا تھا اب تحقیقی بات سنئے۔

میں اس پلیٹ فام پر اس لئے آیا ہوں کہ آپ کے سامنے آپ کے پیرو مرشد مولوی احمد رضا خان صاحب کے تکفیری فتویٰ حاتم الحرمین کا غلط باطل ہونا دلائل قاہرہ سے ثابت کروں اور تباہوں کہ جن بزرگان دین کو انہوں نے کسی غلط جذبہ کے تحت کافر و مرتد قرار دیا ہے درحقیقت وہ بکے مسلمان اور سچے مومن تھے۔ پس مناظرہ رشیدیہ کی اس عبارت کی رو سے بھی مجھے مدعی ہونے کا حق حاصل ہے۔

مولوی حسرت علی صاحب نے اس بحث میں لا جواب ہونے کے بعد فرمایا کہ آپ کی جماعت کی طرف سے مولوی سیّد ولایت حسین شاہ صاحب نے مجھ کو جو مناظرہ کا چیلنج بذریعہ اشتہار دیا ہے اس میں مجھ کو مخاطب کر کے لکھا ہے کہ

” اب تک تو آپ نے علما کی تکفیر کی اب آپ کو اس دعوے کا ثبوت دینا ہوگا۔“

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مولوی صاحب موصوف نے مجھ کو تکفیر کے معاملہ میں مدعی تسلیم کر لیا ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اس وقت مناظرہ میرا اور آپ کا ہے اور ان چیزوں کا طے کرنا میرے اور آپ کے ہی اوپر چھوڑا گیا ہے پس اگر مولانا سید ولایت حسین شاہ صاحب مدظلہم یا کسی اور صاحب نے اس قسم کا کوئی لفظ لکھ دیا ہو تو اس کی ذمہ داری مجھ پر یا آپ پر عائد نہیں ہوتی۔

مولوی حسمت علی صاحب نے کہا کہ آپ مجھ کو اس کی تحریر دے دیجئے میں آپ کا مدعی ہونا تسلیم کر لوں گا۔
مولانا محمد منظور صاحب نے ذیل کے الفاظ لکھ دیئے۔

” ہامہ تعالیٰ - مولانا سید ولایت حسین شاہ صاحب گیا وی گئے اپنے اشتہار ”کھلی چٹھی“ میں مولوی حسمت علی صاحب کو مخاطب کر کے لکھا ہے کہ ”اب تک تو آپ نے علما کی تکفیر کی اب آپ کو اس دعوے کا ثبوت دینا ہے“ اس عبارت سے جو مولوی حسمت علی صاحب کا مدعی تسلیم کیا جانا مخموم ہوتا ہے میں اس کا ذمہ دار نہیں۔ کیونکہ کل کی نمائندہ کمیٹی نے اس کا فیصلہ میرے اور آپ کے اختیار پر چھوڑا ہے اور میرا مدعی ہونا آپ نے لاہور میں تسلیم بھی کر لیا ہے۔“

” محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ “

اس تحریر پر مولوی حسمت علی صاحب مولانا محمد منظور صاحب کو مدعی تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے اور الحمد للہ کہ یہ بحث ختم ہو گئی۔ اس کے بعد مباحث کی ترتیب پر بحث شروع ہوئی۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ یہاں حسام الحرمین کے مضامین پر بحث ہے اس میں ہمارے اکابر کے متعلق چار بحث ہیں۔ جن ترتیب سے وہ اس میں مذکور ہیں اسی ترتیب سے گفتگو ہوگی اس کے لئے کسی خاص دلیل کی ضرورت نہیں البتہ جو ترتیب کے خلاف چلنا چاہے اس کے ذمہ دلیل ہوگی۔ علاوہ ازیں یہ چیز بھی وہ ہے جو لاہور کے مناظرہ میں میرے اور آپ کے درمیان طے ہو چکی تھی۔

مولوی حسمت علی صاحب نے فرمایا کہ سب سے پہلے حسام الحرمین کے آخری بحث مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی کتاب حفظ الایمان کی عبارت پر بحث ہونی چاہئے۔ کیونکہ حسام الحرمین میں آپ کے جن چار بزرگوں کی تکفیر کی

گئی ہے ان میں سے ایک وہی اب زندہ ہیں دوسری باتوں پر بحث کرنے سے صاحب عبارت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور حفظ الایمان کی بحث سے ممکن ہے کہ صاحب کتاب کو کوئی فائدہ پہنچ جاوے اور (معاذ اللہ) کفر ثابت ہو جانے پر ان کو توبہ کی توفیق ہو جائے۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ تھوڑی دیر کے لئے اس خلاف واقعہ بلکہ محال چیز کو اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی صرف حفظ الایمان کی عبارت کے فیصلہ سے یا اس سے رجوع کر لینے سے صاحب حفظ الایمان کا فرضی کفر دور نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ آپ کے نزدیک جس طرح وہ عبارت حفظ الایمان کے لکھنے کی وجہ سے (معاذ اللہ) کافر ہیں اسی طرح عبارات تحذیر الناس وبراہین قاطعہ وغیرہ کو صحیح سمجھنے کی وجہ سے بھی کافر ہیں۔

پس صرف حفظ الایمان کی عبارت کے فیصلے سے تا وقتیکہ دوسری تمام تنازعہ فیہ عبارات کا بھی فیصلہ نہ ہو کسی کے کفر و اسلام کا فیصلہ نہیں ہوتا لہذا آپ کی دلیل بالکل ہی لغو ہے پس اس کے علاوہ کوئی اور دلیل ہو تو پیش فرمائیے۔

مولوی حشمت علی صاحب نے کہا اچھا لیجئے میں ایک اور دلیل پیش کرتا ہوں بات یہ ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت بہت صاف اور سلیس اردو میں ہے اور اس کو عوام الناس بہت آسانی سے سمجھ سکتے ہیں بخلاف تحذیر الناس کے کہ وہ بھی اگرچہ اردو میں ہے لیکن علمی اصطلاحوں کے استعمال کی وجہ سے اس کا سمجھنا عوام کے لئے مشکل ہے اس لئے پہلے حفظ الایمان پر بحث ہو جانی چاہئے۔ کیونکہ اس کو تو لوگ سمجھ ہی لیں گے۔ تحذیر الناس کی عبارت کو نہ معلوم سمجھ سکیں یا نہ سمجھ سکیں۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ مولانا ! یہ تو بعینہ میری دلیل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جب حفظ الایمان کی عبارت آپ کے نزدیک بہت زیادہ سہل الفہم ہے تو اس پر مناظرہ کی بھی کچھ زیادہ ضرورت نہیں جو شخص اس کو سمجھنا چاہے گا وہ بغیر میری اور آپ کی امداد کے اپنے گھر میں بیٹھ کر خود مطالعہ کر لے گا یا کسی اردو دان سے سمجھ لے گا البتہ چونکہ تحذیر الناس کی عبارت بقول آپ کے بہت مشکل ہے اس لئے اس کے سمجھانے کے لئے میری اور آپ کی ضرورت ہے پس چاہئے کہ ہم اور آپ پہلے تحذیر الناس وغیرہ کی مشکل عبارات پر گفتگو کر لیں کیونکہ اس صورت میں اگر کسی وجہ سے خدا نخواستہ مناظرہ ناتمام ختم ہوا جیسا کہ آپ کے متعلق بارہا کا تجربہ ہے تو صرف آسان عبارتوں

کی بحث رہ جائے گی جس کو لوگ بطور خود سمجھتے رہیں گے اور اگر آپ کی تجویز پر عمل کیا گیا اور آسان عبارتوں پر مناظرہ ہو کر ختم ہو گیا تو مشکل عبارات حل ہونے سے رہ جائیں گی اور عام مسلمان بطور خود ان کو نہیں سمجھ سکیں گے۔

مولانا کی اس تقریر نے مولوی حشمت علی صاحب کو مجبور کر دیا اور طے ہو گیا کہ مباحث کی ترتیب وہی ہوگی جو حسام احرار میں ہے۔

اس کے بعد اس پر گفتگو شروع ہوئی کہ ہر بحث کے لئے کتنا وقت یا کس قدر تقریریں مقرر کی جائیں۔ مولوی حشمت علی صاحب کا اصرار تھا کہ اس کے لئے کسی خاص وقت یا تقریروں کی تعداد کی تحدید و تعیین نہ کی جائے جب تک کہ ایک بحث پر گفتگو کرتے کرتے کوئی فریق عاجز نہ آجاوے اس وقت تک اس بحث کو ختم نہ کیا جاوے مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ آپ کسی ایسے مناظرہ کی نظیر پیش نہیں کر سکتے جس میں کسی فریق نے اپنی عاجزی کا اقرار کیا ہو۔ بالخصوص آپ کے متعلق مجھے جہاں تک تجربہ ہے میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ آپ معقول سے معقول دلائل کے سامنے بھی خاموش نہیں ہوا کرتے۔ پس اگر آپ کے فرمانے کے مطابق ہر بحث کے لئے لامحدود وقت دیا جائے گا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ کوئی ایک بحث قیامت کے سویرے تک بھی ختم نہ ہوگی۔ اور آپ کا غشا بھی یہی ہے کہ مناظرہ کسی نتیجہ پر نہ پہنچے۔ علاوہ ازیں یہ کہ لاہور میں ان ہی مباحث کے متعلق یہ طے ہو چکا تھا کہ ہر موضوع پر فریقین کی سات سات تقریریں ہوں گی۔ اس لئے میری رائے یہ ہے کہ وہی تعداد یہاں بھی رہے۔

اس گفتگو نے بہت طوالت اختیار کی اور جب مولوی حشمت علی صاحب کے سامنے دلائل کا میدان تنگ ہو گیا تو آپ نے اپنے مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

بھائیو ! آپ دیکھ رہے ہیں میں مولوی منظور صاحب کی سب باتیں مانتا جا رہا ہوں، لیکن وہ میری یہ بات بھی نہیں مانتے تو کیا آپ کی رائے ہے کہ میں ان کی اس بات کو بھی مان لوں۔ ؟ ان کے مجمع سے آوازیں بلند ہوئیں نہیں نہیں !

اس کے بعد مولوی حشمت علی صاحب نے فرمایا کہ دیکھئے مولوی صاحب ! میں تو آپ کی یہ بات بھی ماننے کے لئے تیار ہوں مگر کیا کروں میرے یہ بھائی نہیں ملتے۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ آج دلیل کی یہ ایک نئی قسم معلوم ہوئی کہ ”بھائی نہیں مانتے“ ابھی

تو شرائط کی گفتگو ہے اس کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ اصل بحث پر مناظرہ شروع ہونے والا ہے۔ میں بعون اللہ تعالیٰ دلائل پیش کروں گا اور آپ اپنے ان بھائیوں سے دریافت کریں گے کیوں بھائیو میں منظور کی بات مان لوں؟ یہ آپ کی تلقین کے مطابق فرمائیں گے نہیں نہیں! اور آپ پھر مجھ سے یہی فرمائیں گے کہ مولوی صاحب میں تو آپ کی بات ماننے کو تیار ہوں مگر کیا کروں یہ بھائی لوگ نہیں مانتے۔ درحقیقت آپ کی یہ نئی دلیل بالکل لاجواب ہے۔

اس پر ایک عام قہقہہ لگا۔ اور مولوی حسنت علی صاحب کے بعض خاص طرف داروں نے کہا کہ مولوی صاحب اس کو بھی مان لیجئے۔

چنانچہ اس بھائی کی سفارش سے مولوی صاحب کی اس بھائیوں والی دلیل کا خاتمہ ہوا، اور مولوی حسنت علی صاحب نے اپنے بھائیوں سے مشورہ کرنے کے بعد کہا کہ اچھا ہر بحث کے لئے اکیس اکیس تقریریں رکھ لیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ یہ تعداد بہت زیادہ ہے اور اس حساب سے ایک بحث قریناً ایک ہفتہ میں ختم ہو سکے گی حالانکہ میرے نزدیک ایک بحث کے لئے ایک دن بھی کافی ہے۔ لیکن مولوی حسنت علی صاحب کی ضد ختم نہ ہوئی اور بالآخر یہی طے ہوا کہ ہر بحث پر فریقین کی اکیس اکیس تقریریں ہوں۔

اس کے بعد یہ بحث شروع ہوئی کہ آخری تقریر ہر بحث میں کس کی ہوگی۔ مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اصولاً آخری تقریر کا حق مدعی کو ملتا ہے اس لئے جب مدعی مجھ کو تسلیم کر لیا گیا تو آخری تقریر کا حق بھی مجھ ہی کو ملنا چاہئے لیکن مجھے یاد ہے اور آپ کو بھی یاد ہو گا کہ لاہور میں جب ہماری آپ کی اس بحث نے زیادہ طول پکڑا تھا اور آپ اس کے لئے کسی طرح راضی نہ ہوتے تھے تو ہم نے آپ کے صدر صاحب کے اصرار پر بطور مفاہمت خلاف ضابطہ پہلی دو بحثوں میں آخری تقریر کا حق آپ کو دے دیا تھا اب بھی اگر آپ اس پر اصرار کریں تو میں اس قدر ایشار کے لئے تیار ہوں کہ پہلی دو بحثوں میں آخری تقریر آپ کی ہو۔ لیکن چونکہ یہ چیز خلاف ضابطہ ہوگی اس لئے میں آپ سے اس کے متعلق تحریر لوں گا کہ یہ چونکہ بطور مفاہمت طے ہوا ہے اس لئے کوئی شخص اس کو نظیر بنا کر ہمارے خلاف استعمال نہ کر سکے گا۔

مولوی حسنت علی صاحب نے فرمایا کہ یہ کوئی اصول نہیں ہے کہ آخری تقریر مدعی کی ہو آپ اس کو ہرگز ثابت نہیں کر سکتے۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اس مدعا پر میں اپنے دلائل آپ کے سامنے لاہور میں پیش کر چکا ہوں۔ مجھے تعجب ہے کہ ان دلائل کے سننے کے بعد آپ کیوں کہ اس دلیری سے یہ فرما رہے ہیں۔ کیا آپ میرے ان دلائل کو بھول گئے ہیں؟
 سنئے میری پہلی دلیل یہ ہے کہ مناظرہ رشیدیہ میں جہاں مناظرہ کی ترتیب طبعی لکھی ہے اور اس کا نقشہ کھینچ کر بتلایا ہے وہاں مدعی ہی کی تقریر پر کلام کو ختم کیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ آخری تقریر کا حق مدعی کو موتا ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ فن مناظرہ کی اصطلاح میں مدعا علیہ کو سائل اور مدعی کو مجیب قرار دیا گیا ہے جیسا کہ مناظرہ رشیدیہ کے ابتدائی صفحات میں اس کی تصریح موجود ہے اور یہ چیز بدیہی ہے کہ سائل کی ہر تقریر کے بعد مجیب کو جوابی تقریر کا حق ہوگا اس لحاظ سے بھی آخری تقریر کا حق مدعی ہی کو ملنا چاہئے۔

مولوی حسنت علی صاحب نے فرمایا کہ مناظرہ رشیدیہ یہ موجود ہے اس میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ مدعی کی تقریر آخری ہوتی ہے آپ صاف لفظوں میں یہ لکھا ہوا دکھا دیجئے میں مان لوں گا۔

اس پر رضا خانیوں کے صدر مولوی عبدالولی صاحب کھڑے ہوئے اور آپ نے ایک خاص انداز سے فرمایا کہ
 ”میں بحیثیت عالم ہونے کے عرض کرتا ہوں کہ مولانا حسنت علی صاحب بالکل ٹھیک فرما رہے ہیں
 فی الحقیقت مناظرہ رشیدیہ میں کہیں لکھا ہوا نہیں کہ مدعی کی تقریر آخری ہوتی ہے اور اگر مولوی منظور صاحب اس کو ثابت کر دیں تو میں ابھی سس روپیہ انعام دوں گا۔“

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ بسم اللہ ابھی کسی کو حکم بنائیے میں اسی مناظرہ رشیدیہ سے ثابت کروں گا کہ آخری تقریر کا حق مدعی کا ہے اور جو دو حوالے رشیدیہ کے میں پیش کر چکا ہوں ان ہی سے ثابت کر کے دکھاؤں گا اور اگر اس وقت آپ کسی غیر جانبدار شخص کو حکم تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوں تو آئندہ دوران مناظرہ میں ہرگز ایسی جسارت نہ کریں۔

معاف کیجئے! میرا مخاطب مولوی حسنت علی صاحب سے ہے آپ کے متعلق مجھ کو معلوم ہے کہ آپ مناظرہ رشیدیہ کی عبارت بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے اس کا سمجھنا تو بعد کی چیز ہے اور اگر میں بھی اپنا پہلو کمزور محسوس کرتا اور خارجی تائید کی مجھ کو بھی ضرورت ہوتی تو ان علماء کرام سے اپنی تائید کرا سکتا تھا اور کرا سکتا ہوں جو بچہ اللہ اصحاب درس ہیں اور جنہوں نے بارہا مناظرہ رشیدیہ پڑھایا ہے لیکن مجھے اس کی ضرورت نہیں میں جو کچھ کہہ رہا ہوں دلائل کی روشنی

میں کہہ رہا ہوں۔

اس کے جواب میں مولوی عبدالولی صاحب نے حضرت حکیم الامت تھانوی مدظلہم کا نام نامی نہایت گستاخی کے ساتھ لیتے ہوئے کہا کہ میں نے ان کو مباہلہ کا چیلنج دیا تھا وہ بھاگ گئے اور میرے خط کا جواب بھی نہ دیا پھر آپ کو ہم سے مخاطب کا کوئی حق نہیں ہے آپ کے مقابل مولوی حسنت علی صاحب ہیں آپ ان سے بات کیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ میں آپ کو قابل خطاب نہیں سمجھتا بلکہ شک میرے مخاطب مولوی حسنت علی صاحب ہیں کیوں کہ وہ مولوی حامد رضا خان صاحب کے وکیل ہیں۔ آپ کی پوزیشن کا حال یہ ہے کہ میں دثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مولوی حسنت علی صاحب بھی آپ کو اپنا وکیل یا نمائندہ بنانے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ رہا آپ کا یہ کہنا کہ میں نے حضرت حکیم الامت کو مباہلہ کے متعلق خط لکھا تھا اور جواب نہیں آیا بہت ممکن ہے کہ یہ صحیح ہو۔ حضرت مدوح نے تو کبھی آپ کے مجدد ملت کو بھی منہ نہیں لگایا آپ کس شمار قطار میں ہیں۔ اور اگر فی الحقیقت آپ کو مباہلہ کی آزدہ ہے اور آپ اس کے ذریعہ سے حق و ناحق کا ظور چاہتے ہیں تو بسم اللہ ہمیں میدان ہمیں چوگاں۔ کرسی سے اترے یہ میدان ہے میں بھی حاضر ہوں اسی وقت گیا ہی میں مباہلہ بھی ہوا جاتا ہے اور انشاء اللہ دیکھنے والے اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے کہ حق کے سامنے باطل کس طرح ذلیل و خوار ہوتا ہے۔

مولانا کی اس حقانی جرات کو دیکھ کر اہل باطل پر ایک خاص رعب چھا گیا اور مولوی عبدالولی صاحب نے نہایت مرعوب آواز میں کہا کہ۔

” میری دعوت مباہلہ تو صرف مولوی تھانوی صاحب کے لئے تھی “

اس کے بعد مولوی حسنت علی صاحب ثالث بن کر کھڑے ہوئے اور آپ نے پہلے اپنے صدر صاحب کو خاموش کیا اور اس کے بعد مولانا محمد منظور صاحب سے کہا کہ اس بے کار گفتگو کو ختم کیجئے اور اصل بات طے کیجئے۔ مناظرہ رشیدیہ میں اگر کہیں صاف لفظوں میں یہ لکھا ہو کہ آخری تقریر مدعی کی ہوتی ہے تو مجھ کو دکھلا دیجئے میں مان لوں گا۔ لیکن میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اس میں کہیں بھی یہ لکھا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ اس میں صاف الفاظ میں موجود ہے کہ جب گفتگو ایسے مقدمات پر پہنچ جائے جو یقینی ہوں یا ظنی ہوں مگر فریق مقابل کو تسلیم ہوں تو بحث ختم ہو جاتی ہے۔ تو اگر آپ نے ایسے مقدمات پیش کر دیئے تو بحث آپ کی تقریر پر ختم ہو جائے گی اور اگر میں نے ایسے مقدمات پیش کر

دیئے تو بحث میری تقریر پر ختم ہو جائے گی اس میں مدعی یا مدعا علیہ کی کوئی تخصیص نہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ مجھے تعجب ہے کہ میں آپ کے اس مغالطہ کا جواب لاہور میں دے چکا تھا اور آج پھر آپ اسی کو میرے سامنے پیش فرما رہے ہیں۔ درحقیقت مناظرہ رشیدیہ کی جس عبارت کو آپ پیش کر رہے ہیں وہ میری دلیل ہے۔ آپ نے یہ تو غور کیا ہوتا کہ مقدمات کس کو کہتے ہیں اور وہ کس کی طرف سے پیش ہو سکتے ہیں اسی رشیدیہ میں مذکور ہے کہ مقدمات اجزاء دلیل کو کہتے ہیں اور دلیل پیش کرنا مدعی کا کام ہے نہ کہ مدعا علیہ کا۔ پس مقدمات یقینی یا ظنی مدعی ہی کی طرف پیش ہو سکتے ہیں اور اسی پر بحث ختم ہو جانے کی بہر حال آپ کی پیش کردہ اس عبارت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آخری تقریر مدعی کی ہوتی ہے۔ رہا آپ کا یہ مطالبہ کہ میں صاف لفظوں میں لکھا ہوا دکھلا دوں کہ مدعی کی تقریر آخری ہوا کرتی ہے یہ آپ کے لئے کچھ زیبا نہیں ہے اس قسم کی باتیں تو کوئی معمولی طالب علم بھی نہیں کرے گا۔

کیا آپ کسی دینی کتاب میں صاف الفاظ میں یہ دکھلا سکتے ہیں کہ تحذیر الناس، براہین قاطعہ، اور حفظ الایمان کے مصنفین معاذ اللہ کافر ہیں۔

میں مناظرہ رشیدیہ سے تو اپنے مدعا کو ثابت کر چکا اگر آپ کے نزدیک اس ثبوت میں کوئی کمزوری ہے تو پیش کیجئے اور اگر آپ ان عبارات کو نہ سمجھ سکتے ہوں تو پھر یہاں قانون پیشہ حضرات (دکلاء و سرسٹران) بھی موجود ہیں ان سے دریافت کر لیجئے وہ بھی آپ کو یہ بتلا سکتے ہیں کہ مقدمات میں آخری بحث کے وقت ہر تقریر کا حق مدعی کے وکیل کو دیا جاتا ہے۔

اور اگر آپ اس کو بھی مانیں تو لیجئے میں خود آپ کی تحریر پیش کرتا ہوں۔ آپ کو یاد ہو گا کہ اب سے پانچ چھ برس پہلے ۱۳۴۹ھ و ۱۳۵۰ھ میں رنگون کے مناظرہ کے متعلق میری اور آپ کی ایک طویل خط و کتابت ہوئی تھی جو کئی مہینہ جاری رہی تھی۔ اس سلسلہ میں جو آخری خط آپ نے ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۵۰ھ کو مجھے تحریر فرمایا تھا اس کا دسواں نمبر یہ ہے۔

» عدا عدل و انصاف کا مقصد یہی ہے کہ مجیب کی پھلی تقریر سب سے آخر میں ہو، تاکہ سائل نے اپنی آخری تقریر میں مجیب پر جو کچھ اعتراض کیا ہے مجیب اس جواب دے سکے ورنہ سائل کو

موقع دینا کہ جو کچھ چاہتے آخری تقریر میں بک دے اور مجیب کو اس پر کچھ بولنے کا حق نہ دینا سراسر ظلم ہے اور عقلاً و قانوناً بھی جواب کا مرتبہ سوال سے متاخر ہے اس لئے مجیب کی تقریر کا آخر میں ہونا ضرور ہے انتہی“

آپ نے اس تحریر میں اصول عقل اور قانون کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ مجیب کی تقریر آخری ہونی چاہئے اور مناظرہ رشیدیہ کے ابتدائی صفحات میں یہ تصریح ہے کہ سائل مدعا علیہ ہوتا ہے اور مدعی کی حیثیت مجیب کی ہوتی ہے پس جب آپ نے مجھ کو مدعی تسلیم کر لیا تو میں مجیب بھی ہو گیا اور آپ کی ان زبردست تصریحات کی رو سے آخری تقریر کا حق میرا ہوا۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمارے آپ کے اس نزاع کا فیصلہ خود آپ کی تحریر نے کر دیا ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

مولوی حسنت علی صاحب نے اپنی وہ تحریر دیکھنے کے لئے منگوائی جو ان کو بھیج دی گئی۔ اس کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ ”بے شک یہ میری تحریر ہے لیکن میری تحریر کوئی اصول مناظرہ کی کتاب یا قرآن و حدیث تھوڑا ہی ہے جس کا ماننا ضروری ہو“

ان کے اس عجیب و غریب جواب پر ایک عام قہقہہ بھی لگا۔ بالآخر خود ان کی جماعت کے بعض لوگوں نے ان سے کہا کہ اب آپ اس بارہ میں بھی انکار نہ فرمائیے۔ چنانچہ گھنٹوں کی تفسیع اوقات کے بعد مولوی حسنت علی صاحب نے اس کو تسلیم کیا اور قرار داد ان الفاظ میں قلم بند کی گئی۔

” بطور مفاہمت کے یہ طے ہوا کہ پہلی دو بجٹوں میں آخری تقریر کا حق مولوی حسنت علی صاحب کو دیا جائے اور آخری دو بجٹوں میں مولوی محمد منظور صاحب ہی کو آخری تقریر کا حق ہو گا اور چونکہ یہ بطور مفاہمت طے ہوا ہے اس لئے دوسروں کے لئے یہ نظیر نہیں بن سکتا“

اور اس تحریر کو مولوی حسنت علی صاحب کے دستخط لے لئے گئے۔

اس کے بعد خدا خدا کر کے مناظرہ کی کارروائی شروع ہوئی۔

مولانا محمد منظور صاحب نے حسام الحقین کی پہلی بحث متعلق تحذیر الناس پر اپنا بیان دعوے لکھ کر پیش کیا اور

پڑھ کر سنایا۔

ہم مولانا کے اس بیان کے درج کرنے سے پہلے حسام الحرمین کا وہ حصہ یہاں نقل کر دینا مناسب سمجھتے ہیں جس میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نافوتویؒ پر کفر کا حکم لگایا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب حسام الحرمین ص ۱ پر لکھتے ہیں۔

قاسم النافوتوی صاحب تحذیر الناس و
هو القائل فيه لو فرض في زمنه صلى الله تعالى عليه
وسلم بل لو حدث بعده صلى الله عليه وسلم بنى جديد لم يخل
ذلك بخاتمته وانما يتخيل العوام انه صلى
الله تعالى عليه وسلم خاتم النبيين
بمعنى اخر النبيين مع انه لا فضل في اصلا
عند اهل الفهم الى اخر ما ذكر من
الهذيان وقد قال في التتمة والاشباه
وغيرهما اذا لم يعرف ان محمدا
صلى الله تعالى عليه وسلم اخر الانبياء
فليس بمسلم لان من الضروريات اه
والنافوتوی هذا هو الذي وصف محمد على
الكانفوری ناظم الندوة بحكيم الامم المهدية
فسبحان مقلب القلوب والابصار ولا حول
ولا قوة الا بالله الواحد القهار والعزیز
الغفار۔

قاسم نافوتوی..... جس کی تحذیر الناس ہے اور اس نے
اپنے اس رسالہ میں لکھا ہے۔ بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ
میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا
بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبویؐ
بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدیؐ میں کچھ فرق نہ
آئے گا عوام کے خیال میں تو رسول اللہؐ کا خاتم ہونا بایں
معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن
ہے کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں
حالا نہ فتاویٰ تتمہ اور الاشباہ والنظائر وغیرہما میں
تصریح فرمائی کہ اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب سے
پچھلا نبی نہ جانے تو مسلمان نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم کا آخر الانبیاء ہونا سب انبیاء سے زمانہ میں
پچھلا ہونا ضروریات دین سے ہے۔ اور یہ وہی نافوتوی
ہے جسے محمد علی کانپوری ناظم ندوة نے حکیم امت محمدیہ کا لقب
دیا۔ پاکی ہے اسے جو دلوں اور آنکھوں کو پلٹ دیتا ہے
ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔

فہؤلاء المردة المريدة الخناس مع تو یہ سرکش شیطان کے چیلے بآئیکہ اس مصیبت عظیم میں سب
اشتراکہم فی الداہیۃ الکبریٰ مفترون شریک ہیں آپس میں مختلف رالیوں میں بھوٹے ہوئے
فیما بینہم علی أراء یوحی بہا الیہم ہیں جو شیطان فریب کی راہ سے ان کے دلوں میں ڈال
الشیطن غرورا - دیتا ہے -

ترجمہ حسام المحرمین ص ۱۳

حسام المحرمین ص ۱۳

حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا سید
محمد علی صاحب مونگیری رحمۃ اللہ علیہ (سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ) کے متوسلین مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی
کی اس عبارت کو خاص طور پر ملاحظہ فرمادیں۔ خان صاحب موصوف کے نزدیک حضرت مولانا مونگیری رحمۃ اللہ علیہ
بھی صرف مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حکیم امت محمدیہ کہنے کے جرم میں کافر، مرتد، اور شیطان
کے چیلے ہیں۔

نادک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں

تڑپے بے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

بہر حال یہ ہے خان صاحب کا وہ فتوے جس پر مناظرہ شروع ہوا۔ اب ہم اپنے ناظرین کے سامنے مناظرہ

کی کارروائی پیش کرتے ہیں۔ واللہ الموفق۔

خادم العلماء خاکسار محمد عبد القدوس بہاری غفرلہ

نزیل ”گیا“۔ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ

مولوی احمد رضا خاں صاحب کے مذکورہ صدر فتویٰ کفر کے خلاف

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی "مدیر الفرقان" بریلی کا

زبردست بیان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على النبي الامي الذي لا نبي بعده وعلى آله واصحابه الذين هم للامة سادة وقادة اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه والباطل باطلا وارزقنا اجتنابه اما بعد :-

حاضرین کرام ! بالخصوص فاضل مخاطب مولوی حسنت علی صاحب حق تعالیٰ ہم سب کو نیک توفیق دے۔ اس وقت حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نالوتوی نور اللہ مرقدہ کے متعلق بحث ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ حضرت مرحوم بحمد اللہ مسلمان اور مومن کامل تھے۔ کسی شخص کے مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے کہ تمام ضروریات دین پر اس کا ایمان ہو۔ حضرت محدوح نہ صرف تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتے تھے بلکہ آپ نے اپنی بیش بہا تصانیف مثلاً تقریر دلپذیر، حجت الاسلام، انتصار الاسلام، قبلہ نما، ومباحثہ شاہجہانپور وغیرہ میں براہین قاہرہ اور دلائل واضحہ سے تمام ضروریات دین مثلاً توحید، رسالت، ختم نبوت، قیامت، حشر ونشر، جنت و دوزخ وغیرہ کا ایسا ناقابل انکار ثبوت پیش کیا ہے جو مناظرین اسلام اور خدام ملت کے لئے آج تک چراغ راہ ہے۔

ایسی حالت میں ان کو کافر کہنا دین والفاظ پر سخت ظلم اور حسب تصریح نصوص شرعیہ معصیت اور گناہ کبیرہ ہے حضور

خاتم النبیین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ایسا رجل قال لاخيه كافرا فقد باء به احدهما۔

اور ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے ومن رمی مؤمنا بكفر فهو كقتله (بخاری شریف)
صحیحین میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا جو واقعہ مذکور ہے وہ بھی ہمارے لئے اس معاملہ میں بہترین سبق ہے ان احادیث کو کمرے سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کسی مسلمان کو کافر قرار دینا کتنا سنگین جرم ہے اسی وجہ سے فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں انتہائی احتیاطوں سے کام لیا ہے۔ چنانچہ شرح فقہ اکبر میں ہے۔

لے جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا تو وہ کفران میں سے ایک پر ضرور نوتا، یعنی جبکہ وہ شخص فی الحقیقت کافر نہ ہو تو یہ کفر اس کافر کے لئے بڑے گناہ ہے۔
لے یعنی کسی مسلمان کو کفر کی تمت لگانا اس کے قتل کرنے کے برابر ہے (معاذ اللہ)
لے پورا واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک جنگ میں شریک ہوئے انہوں نے کافروں میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ جس مسلمان کی طرف چلتا ہے اسی پر ہاتھ صاف کر دیتا ہے یہ اس کی گھات میں لگ گئے اور موقع پا کر اس پر تلوار اٹھائی، عین اس وقت اس نے کلمہ توحید لا الہ الا اللہ پڑھا لیکن حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ نہ روکا اور اس کو قتل کر دیا۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ پہنچا تو آپ نے اسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم نے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد اس کو کیوں قتل کر دیا؟
عرض کیا کہ حضور! وہ مسلمانوں میں سے فلاں فلاں کو شہید کر چکا تھا۔ اور جب میں نے اس پر حملہ کیا اور اس نے تلوار کو اپنے سر پر دیکھا تو اس نے لا الہ الا اللہ پڑھا تو اس کا یہ لا الہ الا اللہ پڑھنا دل سے نہ تھا بلکہ صرف میری تلوار کے ڈر سے اس نے ایسا کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم نے اس کا دل چیر کر نہیں دیکھا لیا کہ اس نے دل سے کہا یا خوف سے۔ نیز آپ نے ارشاد فرمایا کہ بتلاؤ قیامت کے دن جب اس کی طرف سے اس کا کلمہ توحید مدعی بن کر آئے گا تو تم کیا کرو گے؟ اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور میرے لئے استغفار کیجئے۔ اس کے جواب میں بھی بار بار آپ نے یہی ارشاد فرمایا کہ جب قیامت کے دن اس کا کلمہ توحید مدعی بن کر آئے گا تو تم کیا کرو گے؟ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بار بار آپ نے یہی ارشاد فرمایا تو میں نے تمنا کی کہ کاش میں آج کے دن مسلمان ہوا ہوتا کہ میرا جہاد اسلام اس گناہ کو بھی مٹا دیتا۔

کیا مسلمانوں کے ایمان و اسلام پر بے احتیاطی سے حملہ کرنے والے اس عبرت آموز واقعہ سے کوئی سبق لیں گے؟

قد ذکرُوا ان المسئلة المتعلقة بالكفر اذا كان لها تسع وتسعون
احتمالاً لكفر واحتمال واحد في نفسه فالأولى للمفتي والقاضي ان
يعمل بالاحتمال النافي لان الخطاء في ابقاء الف كافر اهلون من الخطاء
في افناء مسلم واحد۔ (شرح فقہ اکبر مجیدی کانپور ص ۱۹)

اور فقہ حنفی کی مستند معتبر کتابوں مثلاً بحر الرائق و تنویر الابصار وغیرہ میں مذکور ہے
والذی تحرر انہ لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محل حسن۔

یہ اور اس قسم کی اور بھی عبارات خود آپ کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنی کتاب تہید ایمان میں ذکر کی ہیں۔
مگر افسوس ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور فقہاء کرام کی ان تصریحات سے بے پروا ہو کر آپ
اور آپ کے پیرو مرشد مولوی احمد رضا خان صاحب نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بالکل بے وجہ اور
محض کسی ناجائز جذبہ کے ماتحت کافر کہا اس کے لئے بعض ایسی ایسی افسوسناک کارروائیاں کیں جن کی توقع کسی معمولی درجہ کے انسان
سے بھی نہیں کی جاسکتی۔

چنانچہ ایک افسوسناک کارروائی تو انہوں نے یہ کی کہ مولانا مرحوم کے مختلف جگہ کے تین متفرق فقروں کو جوڑ کر ایک مسلسل
عبارت بنائی اور ان کی ترتیب میں بھی الٹ پھیر کر دیا اور کوئی ایسی علامت بھی نہ دی جس سے ناظرین سمجھ سکتے کہ یہ مختلف جگہ کی
عبارتیں ہیں، بلکہ ان کو جوڑ کر بالکل ایک عبارت کر دیا۔ پھر غضب یہ کیا کہ ہر فقرہ کے اول یا آخر کا وہ حصہ نقل کرنے سے
چھوڑ دیا جس سے اس کا اصل مطلب واضح ہو جاتا حالانکہ اس قسم کی ناجائز قطع و برید سے تو ہر کلام کو کفر بنا یا جاسکتا ہے۔

۱۔ علامہ مذہب نے ذکر کیا ہے کہ جو مسئلہ کفر سے متعلق ہو جبکہ اس میں ننانوے^{۹۹} احتمال کھرے ہوں اور صرف ایک احتمال اس کی نفی کا ہو
تو مفتی اور قاضی کو چاہئے کہ اسی نفی والے احتمال پر عمل کرے کیوں کہ ہزار کافروں کو باقی رکھنے میں خطا ہو جانا ایک مسلمان کے فنا کرنے میں
خطا ہو جانے سے کم خطرناک ہے۔ ۱۲۔

۲۔ اور جو کچھ منقح ہوا ہے وہ یہ ہے کہ کسی ایسے مسلمان کے کفر کا فتویٰ نہیں دیا جائیگا جس کے کلام کو کسی اچھے محل پر محمول کرنا ممکن ہو۔ ۱۲۔

۳۔ اور اسی الٹ پھیر کی وجہ سے تمذیر الناس کے ان نفروں کا مطلب بالکل بدل گیا۔ ۱۲۔

بہر حال چونکہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے عبارت تحذیر الناس میں ناجائز قطع و برید کر کے اس سے ختم نبوت کا انکار نکالا ہے اور پھر اسی بنیاد پر کفر کا حکم لگایا ہے اس لئے ان کا وہ فتوے ہرگز قابل اعتبار نہیں۔

اس کے بعد میں مناسب سمجھتا ہوں کہ رفع حجاب کے لئے ان تینوں فقروں کا صحیح مطلب بھی عرض کر دوں جن کو توڑ جوڑ کر فاضل بریلوی نے ایک کفریہ مضمون بنایا ہے لیکن اس کے لئے ضرورت ہے کہ پہلے اختصار کے ساتھ لفظ خاتم النبیین کی تفسیر کے متعلق مولانا نانوتوی مرحوم کا مسلک واضح کر دیا جائے۔ پہلے بطور تمہید میں یہ بتلادینا چاہتا ہوں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نفس الامر میں دو قسم کی خاتمیت ثابت ہے۔ ۱۔

ایک زمانی جس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں۔ دوسرے خاتمیت ذاتی جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ وصف نبوت کے ساتھ بالذات موصوف ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام بالعرض۔ جس طرح کہ آفتاب روشنی کے ساتھ باذن اللہ تعالیٰ ہر کسی دوسرے واسطے کے موصوف ہے اور دوسرے ستارے اس کے واسطے سے روشن ہیں ایسے ہی حق تعالیٰ نے حضور کو براہ راست نبوت عطا فرمائی اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حضور سرِ اُپا نور کے واسطے سے۔ اور اسی کا نام ہماری اصطلاح میں خاتمیت ذاتیہ ہے۔ بہر حال مولانا نانوتوی مرحوم کی تحقیق یہ ہے کہ قرآن عزیز میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے اس سے آپ کے لئے دونوں قسم کی خاتمیت ثابت ہوتی ہے ذاتی بھی اور زمانی بھی۔ اور عوام اس سے محض ایک قسم کی خاتمیت مراد لیتے ہیں یعنی صرف زمانی۔

پس تفسیر خاتم النبیین کے متعلق حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کا خلاصہ صرف اسی قدر ہے جس کا حاصل بس یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم زمانی بھی ہیں اور خاتم ذاتی بھی اور یہ دونوں قسم کی خاتمیت آپ کے لئے قرآن کریم کے اسی لفظ خاتم النبیین سے نکلتی ہے۔ اس کے بعد ہم ان تینوں فقروں کا صحیح مطلب عرض کرتے ہیں جن کو جوڑ کر فاضل بریلوی نے ایک کفر کا مضمون بنالیا ہے ان میں سے پہلا فقرہ صفحہ ۴۴۱ کا ہے اور یہاں حضرت مرحوم اپنی مذکورہ بالا تحقیق کے موافق خاتمیت ذاتی کا بیان فرما رہے ہیں۔ اس موقع پر ”تحذیر الناس“ کی پوری عبارت اس طرح ہے۔

” غرض اختتام اگر باین معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاءِ گزشتہ

ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم

ہونا بدستور باقی رہتا ہے ؟

مولوی احمد رضا خان صاحب نے اس عبارت کا خط کشیدہ حصہ جس سے ہر شخص یہ سمجھ لیتا ہے کہ مولانا کی یہ عبارت خاتمیت ذاتی کے متعلق ہے نہ زمانی کے متعلق ؟ حذف کر کے ایک نام تمام ٹکڑا نقل کر دیا اور پھر غضب یہ کیا کہ اس کو صفحہ اٹھائیس کے ایک فقرہ کے ساتھ اس طرح جوڑا کہ صفحہ کے نمبر کا تو ذکر ہی کیا ہے درمیان میں ختم فقرہ کا نشان (ڈیش) بھی نہیں دیا پھر اس فقرہ کی نقل میں بھی صریح خیانت کی اس موقع پر پوری عبارت اس طرح ہے ۔

” ہاں اگر خاتمیت بمعنی اقصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا کہ اس پیچیدان لے عرض کیا ہے

تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصودہ بالخلق میں سے مماثل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت

نہ ہوگی افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی ۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم

بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا “

اس عبارت میں بھی خان صاحب نے یہ کارروائی کی کہ اس کا ابتدائی حصہ جس سے ناظرین کو صاف معلوم

ہو سکتا تھا کہ یہاں صرف خاتمیت ذاتی کا ذکر ہے نہ زمانی کا ۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کے متعلق بھی مصنف

تخذیر الناس کا عقیدہ اس سے معلوم ہو جاتا اس اہم حصہ کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے یک قلم حذف کر کے صرف آخری

خط کشیدہ فقرہ کو نقل کر دیا ۔ اور دوسری افسو سناک کارروائی یہ کی کہ اس نام تمام فقرے کو بھی صفحہ ۳ کے ایک نام تمام

فقرے سے اس طرح جوڑ دیا کہ وہاں بھی درمیان میں ڈیش تک نہیں دیا ۔

بہر حال صفحہ ۱۴ اور صفحہ ۲۸ کے ان دونوں فقروں میں حضرت مرحوم صرف خاتمیت ذاتی کے متعلق فرما رہے ہیں

کہ یہ ایسی خاتمیت ہے کہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد اور کوئی نبی ہو تب بھی آپ کی اس خاتمیت میں کچھ

فرق نہیں آئے گا ۔

یہی خاتمیت زمانی ، اس کا یہاں کوئی ذکر نہیں اور نہ کوئی ذمی ہوش یہ کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت زمانی میں کوئی فرق نہیں آتا ۔

لے حاشیہ بر صفحہ آئندہ ۔

یہاں تک تحذیر الناس کے صفحہ ۱۴ اور صفحہ ۲۸ کے فقرہ کا صحیح مطلب عرض کیا گیا ہے۔ رہا تیسرا فقرہ جس کو خان صاحب نے سب سے اخیر میں نقل کیا ہے وہ تحذیر الناس کے تیسرے صفحہ کا ہے اور یوں سمجھنا چاہئے کہ گویا تحذیر الناس وہیں سے شروع ہوتی ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔

» بعد حمد و صلوة کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں «

اس عبارت میں دو چیزیں قابل لحاظ ہیں۔ ایک یہ کہ یہاں مولانا مرحوم مسئلہ ختم نبوت پر کلام نہیں فرماتے بلکہ لفظ خاتم کے معنی پر کلام فرماتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ خاتم سے ختم زمانی مراد لینے کو مولانا نے عوام کا خیال نہیں بتلایا بلکہ ختم زمانی میں محصور کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے۔

اس کے بعد میں آپ کو یہ بھی بتلادینا چاہتا ہوں کہ اسی تحذیر الناس میں جابجا مولانا مرحوم نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی آخر الزمان ہونے کی بار بار تصریح فرمائی ہے اور اس کے منکر کو صریح لفظوں میں کافر لکھا ہے چنانچہ اس کے تیسرے ہی صفحہ پر اس فقرہ کے بعد جس کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے سب سے اخیر میں نقل کیا ہے، مولانا مرحوم ارقام فرماتے ہیں۔

» بلکہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور (یعنی سد باب مدعیان نبوت) خود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دو بالا ہو جاتی ہے «

نیز اسی » تحذیر الناس « کے صفحہ ۱۰ پر مولانا مرحوم اپنے مدعا کی توضیح سے فارغ ہو کر ارفام فرماتے ہیں۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) اے بہر حال مولانا کا کلام یہاں خاتمیت فاتی میں ہے۔ اور اگر کوئی شخص ایسا کہے کہ آپ کے بعد اور نبی آسکتے ہیں تو مولانا محمد قاسم کے نزدیک جیسا کہ فرمایا گیا جیسا کہ ان کی منہ کی اس عبارت سے واضح ہے جو آئندہ آتی ہے۔ ۱۲

” سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے در نہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالة التزامی ضرور ثابت ہے ادھر تصریحات نبوی مثل انت منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی او کما قال جو لفظ ہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے مانور ہے اس باب میں کافی ہے کیوں کہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا گو الفاظ مذکور بسند متواتر منقول نہ ہوں سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں جیسا ان کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا “

اس عبارت میں مولانا مرحوم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی کی پانچ زبردست دلیلیں ذکر

فرمائی ہیں

- ۱۔ یہ کہ حضور اقدس کے لئے خاتمیت زمانی نص خاتم النبیین سے بدلالة مطابقی ثابت ہو اس طور پر کہ خاتم کو ذاتی و زمانی سے مطلق مانا جائے۔
- ۲۔ یہ کہ بطور عموم مجاز لفظ خاتم کی دلالت دونوں قسم کی خاتمیت پر مطابقی ہو۔
- ۳۔ یہ کہ دونوں میں سے ایک پر مطابقی ہو اور دوسرے پر التزامی۔ اور ان تینوں صورتوں میں خاتمیت زمانی نص قرآن سے ثابت ہوگی۔
- ۴۔ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت احادیث متواترۃ المعنی سے ثابت ہے۔
- ۵۔ یہ کہ اجماع امت سے ثابت ہے۔

ان پانچ طریقوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی ثابت کرنے کے بعد مولانا مرحوم نے یہ بھی تصریح فرمادی کہ خاتمیت زمانی کا منکر ایسا ہی کافر ہے جیسا کہ دوسری ضروریات و قطعیات دینی کا۔

تحدیر الناس کی ان زبردست اور واضح تصریحات کے بعد یہ کہنا کہ اس میں ختم نبوت زمانی کا انکار کیا گیا ہے الضافہ اور دین پر سخت ظلم ہے۔ پھر اس قسم کی تصریحات تحدیر الناس میں ایک یا دو جگہ نہیں بلکہ مشکل سے اس کا کوئی صفحہ اس کے ذکر سے خالی ہوگا۔ اس وقت میں تحدیر الناس کی صرف ایک عبارت اور پیش کرتا ہوں جس میں مولانا ناتوازی

مرحوم نے ایک نہایت ہی عجیب و غریب فلسفیانہ انداز میں ختم نبوت زمانی کو بیان فرمایا ہے۔ تحذیر الناس کے صفحہ ۲۱ پر ہے۔

” در صورتیکہ زمانہ کو حرکت کہا جائے تو اس کے لئے کوئی مقصود بھی ہوگا جس کے آنے پر حرکت ختم ہو جائے سو حرکت سلسلہ نبوت کے لئے نقطہ ذات محمدی ملتی ہے اور یہ نقطہ اس ساق زمانی اور ساق مکانی کے لئے ایسا ہے جیسے نقطہ راس زاویہ تاکہ اشارہ شناسان حقیقت کو یہ معلوم ہو کہ آپ کی نبوت کون و مکان زمین و زمان کو شامل ہے “

پھر اس کے چند سطر بعد اسی صفحہ پر فرماتے ہیں کہ۔

” منجملہ حرکات حرکت سلسلہ نبوت بھی تھی سو بوجہ حصول مقصود اعظم ذات محمدی صلعم وہ حرکت مہمل بسکون ہوئی البتہ اور حرکتیں ابھی باقی ہیں اور زمانہ آخر میں آپ کے ظہور کی ایک یہ بھی کچھ “

(تحذیر الناس ص ۲۱)

ختم نبوت زمانی کے متعلق یہ تینوں عبارتیں خود تحذیر الناس کی ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ تحذیر الناس میں ختم نبوت کا انکار کیا گیا ہے سخت ترین ظلم ہے۔ وسیع علم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

الحمد للہ کہ میری اتنی تقریر سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر انکار ختم نبوت کا الزام محض بے بنیاد ہے۔ پس ان پر کفر کا جو فتویٰ دیا گیا تھا وہ کافور ہوا، اسلام غالب آیا اور کفر مغلوب ہوا۔

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا۔ واللہ یمدی من یشاء الی صراط مستقیم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

دستخط : محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

حضرت مولانا نے اپنا یہ تحریری بیان پڑھ کر سنایا اور اس کی ایک نقل دستخط فرما کر مولوی حشمت علی صاحب کے حوالہ دے دی وقت کی تنگی کی وجہ سے مولانا اپنے اس بیان تحریری کی توضیح میں مستقل طور پر کوئی مبسوط تقریر نہ فرما سکے بلکہ اس بیان کو سناتے ہوئے ضمنی طور پر اس کے اہم اجزاء کی شرح فرماتے گئے بالخصوص تحذیر الناس کی جو عبارات اس بیان میں

آگئی ہیں ان کی وضاحت کی طرف آپ نے خاص توجہ فرمائی اور بحث کے اس پہلو پر آپ نے بہت کافی روشنی ڈالی کہ تحذیر الناس کی مختلف عبارات میں تحریف کر کے مولوی احمد رضا خان صاحب نے جو ایک مسلسل عبارت بنا کر تحذیر الناس کے حوالہ سے لکھی ہے اس کو ہرگز تحذیر الناس کی عبارت نہیں کہا جاسکتا اور اس کے مضمون اور عبارات تحذیر الناس کے اصل مطلب میں زمین و آسمان اور کفر و اسلام کا فرق ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے تحذیر کے حوالہ سے جو ایک مسلسل عبارت نقل کی ہے اس سے ہر خالی الذہن یہی سمجھے گا کہ صاحب تحذیر الناس کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مقدس میں اور اس کے بعد بھی اور نبی آسکتے ہیں اور وہ معاذ اللہ عقیدہ ختم نبوت زمانی کو غلط اور باطل سمجھتے ہیں۔ اور اگر کوئی شخص تحذیر الناس کی اصل عبارات کو اپنی اپنی جگہ دیکھے تو اس کو کبھی یہ وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا بلکہ وہ ان کا مطلب وہی سمجھے گا جو میں نے اپنے تحریری بیان میں عرض کیا ہے بہر حال مولوی احمد رضا خان صاحب کی نقل کردہ عبارت سے ختم نبوت سے جو انکار بظاہر مفہوم ہوتا ہے وہ صرف مولوی صاحب موصوف کی مجددانہ تحریف کا نتیجہ ہے۔ ورنہ تحذیر الناس کے مصنف حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دامن بحمد اللہ اس داغ سے پاک ہے۔

چونکہ مولانا کی آئندہ تقریروں میں یہ مضمون زیادہ تفصیل سے آنے والا ہے اس لئے یہاں ہم نے نہایت مختصر خلاصہ پر اکتفا کیا ہے۔

مولوی حشمت علی صاحب کا پہلا تحریری بیان

عبارات تحذیر الناس کے متعلق مولانا محمد منظور صاحب مدیر الفرقان کا بیان دعویٰ ناظرین ملاحظہ فرمائیے اس کے جواب میں مولوی حشمت علی صاحب نے جو تحریری بیان پیش کیا تھا وہ کجمنہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے چونکہ مولوی حشمت علی صاحب اپنا یہ بیان مولانا محمد منظور صاحب کا بیان دعویٰ دیکھنے سے پہلے ہی محض شکل سے لکھ کر لائے تھے اس لئے اس میں بہت سی چیزیں ایسی بھی آپ ملاحظہ فرمائیں گے جن کا مولانا محمد منظور صاحب کے بیان دعویٰ میں کوئی ذکر بھی نہ تھا۔

ناظرین کی بصیرت کے لئے کہیں کہیں ہم اس پر مختصر نوٹ بھی لکھیں گے لیکن اصل تحریر میں کسی قسم کی کوئی ترمیم و تبدیلی نہیں کریں گے۔ اس کے بعد ناظرین کرام وہ بیان تحریری ملاحظہ فرمائیں۔

(مرتب)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ $\frac{484}{92}$ اللَّهُ رَبُّهُ صَلَّی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا جس طرح ضروریات دین میں ہے اسی طرح خاتم النبیین کے یہ معنی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ اقدس تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے بعد اور حضور سب سے پچھلے نبی ہیں یہ بھی ضروریات دین میں سے ہے۔ اسی طرح یہ مسئلہ بھی ضروریات دین میں سے ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں کسی نبی جدید کا مبعوث ہونا ختم نبوت کے منافی ہے اس طرح یہ مسئلہ بھی ضروریات دین میں سے ہے کہ حضور کے بعد بھی کسی نبی جدید کا مبعوث ہونا ختم نبوت کے منافی ہے۔ یعنی اگر حضور کے زمانہ میں کوئی دوسرا نبی مبعوث ہوتا تو، حضور سب سے پچھلے نبی نہ رہتے۔ یا اگر معاذ اللہ حضور کے بعد نبی جدید مبعوث ہو تو بھی معاذ اللہ حضور کا خاتم النبیین ہونا

باقی نہیں رہے گا۔ یہ چاروں مسائل ضروریہ دینیہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصف مبارک خاتم النبیین کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ ضروریات دین میں سے کسی ایک مسئلہ کا منکر بلکہ اس میں شک کرنا لامبی قطعاً یقیناً کافر و مرتد ہے مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی نے تحذیر الناس کے صفحہ ۳۲ پر لکھا ہے۔ ”عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے یہاں پر عوام کا لفظ اہل فہم کے مقابلہ میں بولا گیا ہے۔ تو عوام سے مراد نامسجد لوگ ہوتے تو اس عبارت کا صاف و صریح یہ مطلب ہو کہ خاتم النبیین کے یہ معنی سمجھنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے پچھلے نبی ہیں یہ نامسجد لوگوں کا خیال ہے۔ سمجھ دار لوگوں کے نزدیک یہ معنی غلط ہیں کیوں کہ اگر یہ معنی ہوں تو مقام مدح میں اللہ عزوجل کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خاتم النبیین فرمانا غلط ہو جائے گا دوسرے مسئلہ کا انکار اور پہلا کفر ہوا۔

تحذیر الناس صفحہ ۳۲ پر لکھا۔ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی پیدا ہو تو بھی آپ کا خاتم النبیین ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ اس عبارت کا صاف و صریح مطلب یہ ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی اگر کوئی

لے ناظرین کرام اس عبارت کا صحیح مطلب دلائل کی روشنی میں مولانا محمد منظور صاحب کے بیان دعویٰ میں ملاحظہ فرما چکے ہیں اور مولانا کے جوابی بیان میں پھر ملاحظہ فرمائیں گے۔ ۱۲۔ مرتب۔

۱۳۔ اس عبارت کے نقل کرنے میں یہاں ایک مورد ثیانت تو یہ کی گئی ہے کہ عبارت نام تمام و ناقص نقل کی گئی ہے جس طرح مولوی محمد رضا خان صاحب نے صدام اکبرین میں نقل کی تھی۔ ناظرین کرام پوری عبارت ص۔ پر حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے بیان دعویٰ میں ملاحظہ فرما چکے ہیں اور یہ بھی دیں معلوم کر چکے ہیں کہ اس خیانت سے عبارت کے مطلب پر کیا اثر پڑتا ہے لیکن خیر یہ خیانت تو مورد ثیانت اور قیدی ہے اسلئے اس کی ہم کو زیادہ شکایت نہیں البتہ ایک جدید کارروائی یہ کی گئی ہے کہ تحذیر الناس کی اصل عبارت اس طرح تھی ”بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو“ مولوی شمس علی صاحب نے اس میں ایک لفظ ”پیدا“ اپنی طرف سے بڑھا کر اس طرح لکھا ہے ”اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی پیدا ہو“ اور اباب بصیرت سمجھ سکتے ہیں کہ ان دونوں میں کتنا فرق ہے۔ اگر ہم بدگمانی سے کام لیں تو (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

نبی مبعوث ہو جاتا تو بھی حضور کے خاتم النبیین ہونے میں کچھ فرق نہ آتا۔ یہ تیسرے مسئلے کا انکار اور دوسرا کفر ہوا۔

تحدیر الناس صفحہ ۲۸ پر لکھا۔ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ اس عبارت کا صاف و صریح مطلب یہ ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بھی اگر کوئی نبی جدید مبعوث ہو جائے تو بھی حضور کے خاتم النبیین ہونے میں کچھ خلل نہیں پڑے گا۔ یہ چوتھے مسئلے کا انکار اور تیسرا کفر ہوا۔

ان ہی تینوں عبارتوں کو تلخیص کے ساتھ علماء حرمین شریفین کے سامنے پیش کیا گیا اور علماء حرمین طہیین نے مولوی قاسم صاحب نانوتوی پر کفر و ارتداد کے فتوے کی تصدیق فرمائی جو حسام احقرین شریف میں موجود ہے۔

۱۔ حسام احقرین شریف پر ایک اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ تحدیر الناس کی تینوں عبارتیں بے ترتیب لکھ دیں اس لئے کفری معنی پیدا ہو گئے اور اسی وجہ سے علماء حرمین محقرین نے فتوے کفر و نانوتوی کی تصدیق فرمادی لیکن یہ اعتراض اس وقت صحیح ہوتا کہ معنی کفری بے ترتیب لکھ دینے سے پیدا ہو جاتے ہم نے ابھی بتا دیا ہے کہ تحدیر الناس کی تینوں عبارات مذکورہ میں علیحدہ علیحدہ تین مستقل کفر ہیں۔ پہلی عبارت میں ختم نبوت کے اس معنی کو کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں عوام کا خیال ٹھہرایا یہ بھی کفر قطعی ہے۔ دوسری عبارت میں حضور کے ہم زمانہ نبی کی بعثت کو ختم نبوت

دقیقہ حاشیہ صفحہ گزشتہ کہہ سکتے ہیں کہ نہایت افسوسناک بحرمانہ خیانت ہے لیکن ہمارے حسن ظن کا تقاضا یہ ہے کہ نادانستہ طور پر قلم کی لغزش سے یہ لفظ نکل گیا ہے بہر حال دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ ان کشتہ پر حق محبت ادا نہ کر دیا کہ بہر دست و بازو قائل دعا کرو۔ ۱۲۔ مرتب غفرلہ۔

۱۳۔ ناظرین کرام تحدیر الناس ص ۱ کی پوری عبارت اور اس کا صحیح مطلب مولانا نعمانی مظلہ کے بیان دعویٰ میں ص ۱ پر ملاحظہ فرمائیے ۱۴۔ مرتب غفرلہ۔

۱۵۔ مولانا حسام احقرین میں تلخیص نہیں بلکہ صریح تحریف سے کام لیا گیا ہے جس کا بقیہ ثبوت مولانا محمد منظور صاحب کے بیان دعویٰ میں گزر چکا ہے اور تفصیلی ثبوت مولانا مدوح کے جوابی بیانات میں آئندہ آئے گا۔ ۱۶۔ مرتب غفرلہ۔

۱۷۔ جی ہاں ایسا ہی ہوا ہے ثبوت گزر چکا اور آئندہ بھی آئیگا مگر افسوس تو یہ ہے کہ آپ نے مولانا نعمانی مظلہ کا بیان دعویٰ دیکھنے سے پہلے ہی بیان تحریری لکھ لیا۔

کے ساتھ غیر منافی بتایا یہ بھی کفر قطعی ہے۔ تیسری عبارت میں حضور کے بعد کسی نے نبی کے مبعوث ہو جانے کو ختم نبوت میں غیر محل بتایا۔ یہ بھی کفر قطعی ہے۔ تو تین عبارتوں میں تین مستقل قطعی یقینی کفر ہیں۔ تینوں عبارتیں ترتیب کے ساتھ لکھی جاتی ہیں جب بھی تین کفر ہوتے، بے ترتیب لکھی گئیں اب بھی تین کفر ہیں۔ بلکہ اگر تینوں میں سے صرف ایک ہی عبارت لکھی جاتی تو بھی نانو تو می صاحب پر کفر قطعی کا فتوے صحیح ہوتا لہذا بے ترتیب لکھ دینے کا اعتراض محض غلط و باطل ہے۔

۲۔ حسام المحرمین شریف پر دوسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ تحذیر الناس کی عبارت یوں ہے۔ اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ لیکن حسام المحرمین شریف میں عربی ترجمہ یہ کیا گیا کہ لا فضل فیہ اصلا عند اهل الفہم اس غلط ترجمہ کی بنا پر فتوائی کفر کی تصدیق علماء کرام حرمین شریفین نے فرامدی مگر اسی عبارت تحذیر الناس میں یہ بھی موجود ہے کہ ”مہجر مقام مدح میں ولكن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے“ اس کا صاف و صریح مطلب یہ ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سب سے پچھلا نبی ہونا اس قابل ہی نہیں ہے کہ اس کو حضور کی مدح و تعریف میں بیان کیا جائے تو مطلقاً اس وصف کریم میں فضیلت ہونے ہی کا انکار ہوا، نانو تو می صاحب کے نزدیک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی نبی کی نبوت بالذات نہیں بلکہ ان سب کی نبوت بالعرض ہے۔ کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بھی یہ ثنا و تعریف کرنا باطل ہے کہ اللہ عز و جل نے ان کو نبوت عطا فرمائی اور جب آپ یہ نہیں کہہ سکتے تو ثابت ہو گیا کہ لفظ بالذات محض دھوکہ دینے کے لئے بالکل مہمل اور بے معنی لکھا ہے اور اس عبارت تحذیر الناس کا مضمون وہی ہے جو حسام المحرمین شریف میں بزبان عربی پیش کیا گیا تو اب لفظ بالذات کا نکال دینا ہرگز تحریف نہیں ہو سکتا اور اصولاً منقول عنہ کا بعینہ نقل کرنا ضروری بھی نہیں صرف مضمون واحد ہونا چاہیے تو لفظ بالذات نکال دینے

۱۔ مولانا محمد منظور صاحب نے اپنے بیان دعویٰ میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا نہ اشارۃً نہ صراحۃً نہ تقریراً نہ تحریراً مگر چونکہ مولوی حسرت علیؒ مناظرہ شروع ہونے سے پہلے رات ہی میں یہ جوابی بیان لکھ لیا تھا اس لئے آپ نے مکمل سے یہ سمجھ کر کہ مولانا یہ اعتراض بھی پیش فرمائیں گے جواب دینے کی بے سود کوشش کی ہے لیکن آئندہ بیانات میں مولانا نے اس پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ ۱۲۔ مرتب غفرلہ

پر بھی آپ کے اعتراض کا غلط و باطل ہونا ثابت ہو گیا۔ واللہ اعلم۔

۳۔ خود مولوی قاسم صاحب نانوتوی تحذیر الناس کے اسی صفحہ ۳ پر اسی عبارت کے آگے چل کر لکھتے ہیں۔ آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت و غیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے۔ دیکھئے اس عبارت میں صاف اقرار کر لیا کہ جس طرح قد اور قامت شکل و رنگ وغیرہ کو نبوت اور فضائل میں کچھ دخل نہیں اسی طرح حضور کے سب سے پچھلے نبی ہونے کو نبوت یا فضائل میں کچھ دخل نہیں سب سے پچھلے نبی ہونے میں حضور کی کوئی فضیلت ہی نہیں ہے کہیں اب تو خود مصنف کتاب نے اقرار کر لیا کہ آخر الانبیاء ہونے میں ہرگز کچھ فضیلت نہیں۔ کہئے لفظ بالذات کے نکال دینے پر آپ کا اعتراض خود نانوتوی صاحب کے اقرار سے غلط و باطل ہوا یا نہیں ع

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گو اہی تیری

مسلمانو اس کو کہتے ہیں کہ حق وہ ہے جو سر پہ پڑھ کے بولے۔ واللہ اعلم۔

۴۔ یہ کہنا کہ تحذیر الناس کا تو موضوع ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر قسم کی خاتمت ذاتی، زمانی، مکانی وغیرہ کی حمایت و حفاظت ہے بالکل ایسا ہی ہے جیسے دیا نندی آریہ کہتے ہیں کہ ویدوں کا تو موضوع ہی توحید الہی کو صاف کرنا ہے ویدوں میں کوئی ایک لفظ ایسا نہیں ہے جس سے بت پرستی کا جواز ثابت ہو سکے۔

۵۔ آپ نے کہا کہ کسی مسلمان کو کافر کہنا اس کے قتل کرنے کے برابر ہے۔ جو شخص کسی مسلمان کو کافر کہے وہ خود کافر ہو جاتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ قادیانی لوگ بھی اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتے ہیں، پھر آپ لوگ قادیانیوں کو کافر کہتے ہیں۔ اس سوال کا جو جواب آپ قادیانیوں کو دیں گے وہی ہماری طرف سے اپنے مقابل سمجھ لیجئے۔

۶۔ آپ نے کہا کہ اس طرح قرآن پاک سے بھی کفر نکل سکتا ہے۔ مثلاً کوئی بے دین یوں کہہ دے ان الابرار لفی جحیم اور ان الفجار لفی نعیم مگر جناب اس بے دین نے دونوں جملوں کو توڑ کر دو ٹکڑے کر دیئے پہلے جملہ کا مبتداء دوسرے جملہ کی خبر کے ساتھ اور دوسرے جملہ کے مبتداء کو پہلے جملہ کی خبر کے ساتھ لگا دیا۔ لیکن اگر ان دونوں جملوں میں کوئی تغیر نہ کیا جائے صرف ترتیب کو بدل دیا جائے اور یوں کہا جائے ان الفجار لفی جحیم و ان الابرار لفی نعیم تو اب ہرگز کفر کے معنی نہیں نکل سکتے۔ تو معلوم ہوا کہ مستقل جملوں کی صرف ترتیب بدل دینے سے

ہرگز معنی نہیں بدل سکتے۔ تحذیر الناس کی تینوں عبارتیں تین مستقل جملے ہیں تو صرف ان کی باہمی ترتیب بدلنے سے کیونکر معنی بدل گئے۔

۷۔ آپ نے لکھا ہے خاتم النبیین کو صرف اس معنی میں جھڑکنا کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں اسکو عوام کا خیال بتایا ہے حالانکہ تمام امت کا اجماع ہے کہ آیت کریمہ صرف اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے اور جو شخص اس کے ظاہری معنی کے سوا کوئی اور معنی لے وہ قطعاً کافر ہے۔ ملاحظہ ہو ختم النبوة فی الآثار۔

۸۔ قادیانیوں کو آپ کس جرم پر کافر کہتے ہیں۔ انکار ختم نبوت کا سبق قادیانیوں کو نانوتوی صاحب نے دیا اب تک قادیانی اپنے مناظروں میں مناظرین اہلسنت کے مقابل تحذیر الناس کی عبارتیں پیش کر دیتے ہیں تو انکار ختم نبوت میں نانوتوی صاحب استاد ہیں اور قادیانی شاگرد ہیں تعجب ہے کہ کفر کا سبق دینے والا تو آپ کے نزدیک پیشوائے مسلمین ہے مگر جس نے کفر کا سبق پڑھ کر یاد کر لیا وہ کافر ہے۔ ہماری اس تقریر سے رکشن ہو چکا کہ تحذیر الناس میں نانوتوی صاحب نے یقیناً ضروریات دین کا انکار کیا اور وہ کافر ہو چکے۔

الحمد لله الذی نصر عبده واعز جنده وهزم احزاب الکفر وحده و

الصلوة والسلام علی جمیعہ الذی لا نبی بعدہ والہ وصحبہ المکرمین عندہ

فقیر البو الفتح عبید الرضا محمد حشمت علی خاں قادری ضوی مجددی لکھنوی غفرلہ

ۛ

مولوی حشمت علی صاحب نے اپنا یہ بیان تحریری پڑھ کر سنایا اور وقت کی کمی کی وجہ سے اس کے متعلق وہ بھی کوئی مبسوط تقریر نہ کر سکے البتہ مولانا محمد منظور صاحب کی طرح آپ نے بھی ضمنی طور پر کہیں کہیں اپنے مضمون کی وضاحت کے لئے تقریر فرمائی بالخصوص اپنے بیان کے اس حصہ پر آپ نے بہت زور دیا کہ حسام اکبر میں میں تحذیر الناس کی مختلف مقامات

لے اہل علم مولانا محمد منظور صاحب کے بیان دعویٰ میں تحذیر الناس ص ۱۱۱ و ۱۱۲ کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں اور غور کریں کہ کیا حسام اکبر میں میں ان عبارت کے جو کچھ نقل کئے گئے ہیں وہ مستقل جملے ہیں یا جملہ شرطیہ کے اجزاء ؟ اور پھر مولوی حشمت علی صاحب کی اس قابلیت کی

داد دیں۔ مولانا محمد منظور صاحب کے آئندہ جوابی بیانات میں بھی یہ بحث آئے گی۔ ۱۲۔ مرتب غفرلہ

کی جو عبارات نقل کی گئی ہیں وہ بجائے خود مستقل عبارات اور تام جملے ہیں اور ان میں سے ہر ایک بجائے خود موجب کفر ہے اور ان کی ترتیب بدل جانے سے ان کے مطالب پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ اس پر آپ نے اپنی تقریر میں کئی منٹ صرف کئے اور یہ ثابت کرنے میں پوری کوشش کی کہ تحذیر صفحہ ۳۷ کے فقرہ میں خاتم النبیین سے خاتمیت زمانی مراد لینے کو عوام کا خیال بتلایا گیا ہے۔ اور صفحہ ۱۴، صفحہ ۲۸ کی عبارات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ مبارکہ میں اور اس کے بعد بھی کسی نئے نبی کے مبعوث ہونے کو جائز اور آپ کی خاتمیت کے لئے غیر منحل بتلایا گیا ہے۔ نیز اپنی تحریر کے اس آخری حصہ پر بھی آپ نے کچھ تقریر فرمائی کہ قادیانیوں کو ختم نبوت کے انکار کا سبق تحذیر الناس ہی سے ملا ہے اور قادیانی مناظرین، مناظروں میں تحذیر الناس کی انہیں عبارات سے استدلال کرتے ہیں لہذا ختم نبوت کے انکار میں قادیانی مولانا محمد قاسم صاحب نالوتوی ہی کے شاگرد ہیں۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)

بہر حال فریقین کے یہ پہلے دونوں تحریری بیان تو اسی طرح پیش ہوئے کہ ان کے ساتھ توضیحی تقریریں بہت مختصر ہوئیں لیکن اس کے بعد کے اکثر بیانات میں فریقین کی طرف سے تقریر کا حصہ تحریر سے زیادہ ہوتا تھا اور تحریر کے ہر نمبر کے پڑھنے کے بعد اس کی توضیح میں کافی تقریر کی جاتی تھی۔ اس لئے ہم آئندہ فریقین کی تحریر و تقریر اس طرح درج کریں گے کہ پہلے تحریر کا ایک نمبر نقل کریں گے اس کے بعد اس کے متعلق جو تقریر کی گئی اس کا خلاصہ لکھیں گے تاکہ ناظرین کرام کو بالکل مناظرہ ہی کا لطف آجائے۔ اور امتیاز کے لئے تحریر کا حصہ حاشیہ تین چھوڑ کر لکھیں گے اور تقریر پوری سطر میں۔ ناظرین کرام ان چیزوں کا لحاظ کرتے ہوئے ملاحظہ فرمائیں۔

مرتب عفرۃ

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ کا دوسرا جوابی بیان

بسم الله الرحمن الرحيم ط

فاضل مخاطب جناب مولوی حشمت علی صاحب ! افسوس ہے کہ آپ نے میرے بیان کو بغیر دیکھے ہی جواب لکھ دیا۔ اسی وجہ سے اُس میں بعض ایسی چیزوں کا ذکر کر دیا جن کو میرے بیان سے کوئی تعلق نہیں اور اکثر چیزیں وہ لکھ دیں جن کا جواب خود میرے اُس بیان میں مذکور ہے۔ تاہم اختصار کے ساتھ میں پھر ان چیزوں پر روشنی ڈالتا ہوں اور آپ کی تمام باتوں کا نمبر وار جواب دیتا ہوں۔

۱۔ بے شک ختم نبوت زمانی ضروریات دین میں سے ہے۔ اسی طرح حضور کے زمانہ اقدس میں اور علی مذاہمہ رسالت کے بعد کسی جدید نبی کا مبعوث نہ ہونا یہ بھی ضروریات دین میں سے ہے۔ اور بیشک ان باتوں کا انکار کرنا مستلزم کفر ہے لیکن تحذیر الناس کے متعلق آپ کا یہ فرمانا کہ اس میں ان چیزوں کا انکار کیا گیا ہے بالکل غلط ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

الف ۱۔ تحذیر الناس کے صفحہ ۳۷ والے فقرے میں نفس ختم نبوت زمانی کو عوام کا خیال نہیں بتلایا گیا بلکہ اس معنی میں حصر کرنے کو خیالِ عوام کہا گیا ہے جس کی تفصیل آپ معرکہ القلم میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

ب ۱۔ علیٰ ہذا صفحہ ۱۴ اور صفحہ ۲۸ کے دونوں فقروں کا تعلق بھی ختم ذاتی سے ہے کہ ختم زمانی سے جیسا کہ ان فقروں کے اول اور آخر میں خود مصنف تحذیر الناس کی تصریح موجود ہے لہذا ان سے ختم نبوت

۱۔ معرکہ القلم حضرت مولانا محمد منظور صاحب کا وہ بیان ہے جو مولوی احمد رضا خان صاحب کے کیفری فتوے حسام الحرمین کے رد میں لاہور کے فیصلہ کن مناظرہ کے لئے آپ نے قلم بند فرمایا تھا وہ چھپ کر شائع ہو چکا ہے اور اب سے ایک سال پہلے مولوی حشمت علی صاحب کے پاس پہنچ چکا ہے (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

زمانی کا انکار یا نبی جدید کی تجویز نکالنا خلاف عقل و دیانت ہے چونکہ ان تینوں فقروں کی کافی تشریح میں اپنے پہلے ہی بیان میں کر چکا ہوں اس لئے یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ علاوہ ازیں، معرکہ القلم جناب کے پاس موجود ہے اس میں اس بحث کی کافی سے زیادہ توضیح کر دی گئی ہے۔

مرتب ۱۔ مولانا محمد منظور صاحب نے اپنے اس بیان کا یہ پہلا نمبر پڑھ کر سنانے کے بعد اس کی توضیح و تائید میں مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

حاضرین کرام کو میرے پہلے بیان سے معلوم ہو چکا ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے حسام اکھڑین میں تحذیر الناس کے حوالہ سے جو ایک مسلسل عبارت کئی سطر کی نقل کی ہے فی الحقیقت وہ تحذیر الناس کے مختلف صفحات کے متفرق فقروں کو جوڑ کر بنائی گئی ہے۔ اس طرح کہ اس میں پہلا فقرہ صفحہ ۱۴ کا ہے دوسرا صفحہ ۲۸ اور تیسرا صفحہ ۲۰ کا۔ مولوی حسنت علی صاحب نے اپنے بیان میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان میں سے ہر فقرہ بجائے خود موجب کفر ہے اور اس کے ثابت کرنے کے لئے آپ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ صفحہ ۳۴ کے فقرہ کا مطلب یہ ہے کہ ”خاتم النبیین“ کے یہی سمجھنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے پچھلے نبی ہیں یہ نام سمجھ لوگوں کا خیال ہے سمجھ دار لوگوں کے نزدیک یہ معنی غلط ہیں۔ اور صفحہ ۲۸ کے فقروں کے متعلق آپ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور آپ کے زمانہ کے بعد کسی نئے نبی کے مبعوث ہونے کو جائز اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمت زمانی کے لئے غیر مغل بتلایا گیا ہے اور یہ سب چیزیں بجائے خود کفر ہیں۔ لیکن ان سب باتوں کا رد میرے پہلے ہی بیان میں موجود ہے اور اب پھر مختصر طور پر عرض کرتا ہوں۔ صفحہ ۳ کی زیر بحث عبارت میں خاتم النبیین کے معنی خاتم زمانی یعنی سب سے آخری نبی کرنے کو عوام کا خیال نہیں بتلایا گیا بلکہ اسی معنی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا گیا ہے۔ اور اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ عوام لفظ خاتم النبیین سے بس ختم زمانی ہی سمجھتے ہیں اور اس میں بالذات کوئی فضیلت نہیں حالانکہ قرآن مجید میں یہ لفظ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کے لئے لایا گیا ہے پس اس سے ایسے معنی مراد لینے چاہئیں جس سے حضور کے لئے زیادہ سے زیادہ فضیلت ثابت ہو۔ اور پھر خود ہی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی صورت یہ بتلائی ہے کہ اس

لفظ سے خاتمیت زمانی کے ساتھ خاتمیت ذاتی بھی مراد لی جائے اور چونکہ اس میں بالذات فضیلت ہے اور وہ حضور اقدس کی نہایت اعلیٰ درجہ کی صفت ہے تو جب لفظ خاتم النبیین سے وہ بھی مراد لے لی جائے گی تو اس سے آپ کی بہت زیادہ تعریف نکلے گی جو نہایت ختم زمانی مراد لینے سے نہیں نکلتی۔ پھر مولانا نے علمی رنگ میں اس کی چند صورتیں لکھی ہیں کہ کس طرح اس ایک لفظ خاتم النبیین سے دونوں قسم کی خاتمیت ذاتی و زمانی حضور کے لئے ثابت ہو سکتی ہے۔

میں ان صورتوں کا اجمالی ذکر اپنے پہلے بیان میں کر چکا ہوں۔ ان میں سے آخری صورت جس کو مولانا نے تحذیر الناس صفحہ ۹۸ پر لکھ کر خود اپنا مختار قرار دیا ہے یہ ہے کہ خاتمیت کو جنس مانا جائے اور ختم زمانی و ختم ذاتی کو اس کے دونوں قرار دیا جائے اور قرآن عزیز کے لفظ خاتم النبیین سے خاتمیت کی یہ دونوں نوعیں ذاتی و زمانی بیک وقت مراد لی جائیں جس طرح کہ آیت کریمہ « إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ » میں لفظ رِجْس سے (جس کے معنی نجاست کے ہیں) بیک وقت نجاست کی دونوں نوعیں یعنی نجاست ظاہری اور نجاست باطنی مراد لی جاتی ہیں، پس اس طور پر قرآن مجید کے اسی ایک لفظ خاتم النبیین سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاتمیت زمانی اور خاتمیت ذاتی دونوں ثابت ہو جائیں گی اور فضیلت نبوی بہت زیادہ بڑھ جائے گی اور مقام مدح کا تقاضا بھی یہی ہے۔

بہر حال تحذیر الناس صفحہ ۳۲ کی زیر بحث عبارت میں نفس ختم زمانی مراد لینے کو عوام کا خیال نہیں کما گیا بلکہ اسی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے اور جب کہ حضرت مولانا خود بھی حضور کی خاتمیت زمانی کے قائل ہیں اور آپ کو سب سے آخری نبی سمجھتے ہیں اور اس کے منکر کو کافر کہتے ہیں (جیسا کہ میں اس کا ثبوت بھی دے چکا ہوں) تو پھر وہ اس کو عوام کا خیال کیوں کہ بتلا سکے ہیں۔ ہاں البتہ وہ اس حصر کے قائل نہیں ہیں کہ حضور کے لئے لفظ خاتم النبیین سے بس یہی ایک قسم کی خاتمیت زمانی ثابت ہوتی ہے۔ اور اسی حصر کو انہوں نے عوام کا خیال لکھا ہے اور مدلول و مفہوم خاتم النبیین کا صرف ختم زمانی ہی میں حصر کرنا ہرگز ضروریات دین میں سے نہیں کہ اس کے انکار سے کفر لازم آئے۔

۱۔ شراب اور جہاد اور بت اور پالنے یہ سب چیزیں نجس ہیں اور شیطانی کام ہیں۔ اس آیت میں شراب کے ساتھ جوئے

وغیرہ کو بھی نجس کما گیا ہے۔ لیکن شراب میں یہ نجاست ظاہری ہے اور جوئے وغیرہ میں باطنی۔ ۱۲۔ مرتب غفرلہ۔

۱۴ ص ۱۲ اور صفحہ ۲۸ کی زیر بحث عبارات کے متعلق آپ کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے کہ ان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں اور اس کے بعد بھی نئے نبیوں کی بعثت کو جائز اور آپ کی ختم نبوت کے لئے غیر مغل اور غیر منافی بتلایا ہے مجھے افسوس ہے کہ اپنے پیر و مرشد مولوی احمد رضا خان صاحب کا اتباع کرتے ہوئے آپ نے بھی ان عبارات کو ناقص اور نامتام نقل کیا ہے۔ میں ان کے اول و آخر کے وہ حصے اپنے بیان میں نقل کر چکا ہوں جن میں یہ تصریح ہے کہ ان عبارات کا تعلق صرف خاتمیت ذاتیہ سے ہے اور مطلب مولانا کا صرف یہ ہے کہ ختم ذاتی کا وصف ایسا ہے کہ اگر بضر حضور کے زمانہ اقدس میں کہیں اور کوئی نبی ہو یا آپ کے زمانے کے بعد کوئی نبی ہو تو آپ کے اس وصف میں کوئی فرق نہیں آتا۔ یہی حضور کی خاتمیت زمانی وہ بجائے خود مسلم ہے لیکن یہاں اس کوئی ذکر نہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حضور کے زمانہ اقدس میں یا اس کے بعد نبی جدید کا مبعوث ہونا اس کے قطعی منافی ہے اور اسی واسطے اس کا ماننے والا خود مصنف تحذیر الناس کی تصریح کے مطابق بھی کافر ہے جیسا کہ ان کی صفحہ ۱۰ کی عبارت اپنے بیان میں نقل بھی کر چکا ہوں۔

بہر حال صفحہ ۱۲ اور صفحہ ۲۸ کی عبارت میں خاتمیت زمانی کا ذکر نہیں ہے بلکہ خاتمیت ذاتی کا ذکر ہے۔ اور بے شک زمانہ نبوی میں یا بعد زمانہ نبوی کسی نبی کے ہونے سے اُس میں کوئی خلل نہیں آتا اور اس کھنے میں بھی کسی ضرورت دین کا انکار نہیں، بلکہ یہ کسی دلیل شرعی کے بھی خلاف نہیں۔ لہذا ان میں سے کوئی عبارت بھی موجب کفر نہیں۔ بلکہ کچھ اللہ تمام عبارات اپنی اپنی جگہ پر صحیح اور درست ہیں، قصور اس ناقل کا ہے جس نے ان کے نقل کرنے میں خیانت کی اور پھر ترتیب بدل کر اس میں کفری معنی ڈالنے چاہے۔ آپ نے اپنے اس بیان میں یہ بھی کہا ہے کہ عبارات کی ترتیب بدل دینے سے مطلب نہیں بدلا اس کے جواب میں میں نے لکھا ہے۔ کہ

۲ :- بے شک تحذیر الناس کے تینوں فقروں کی ترتیب بدل دینے اور ان کو مسلسل ایک عبارت بنا دینے

سے اس کا مضمون اور مطلب بدل گیا۔ جیسا کہ ہر اُردو داں صاحب فہم سمجھ سکتا ہے پس ہمارا یہ کہنا۔

بالکل درست ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کی تحریف اور ناجائز قطع و برید سے کفری معنی پیدا ہو گئے

ورنہ تینوں فقرے اپنی جگہ پر بالکل بے غبار ہیں “

اس کی توضیح و تائید میں میں صرف اتنا عرض کر دوں گا کہ میں اپنے پہلے بیان میں تینوں فقرے الگ الگ لکھ

چکا ہوں اور اس کا مطلب بھی عرض کر چکا ہوں۔ جس کی آپ نے نہ کوئی تردید کی ہے اور نہ کر سکتے ہیں۔ بہر حال یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اگر الگ الگ تحذیر الناس کی ان عبارت کو کوئی شخص دیکھے تو وہ ان کا وہی مطلب سمجھے گا جو میں نے عرض کیا اور وہ ہرگز موجب کفر نہیں، لیکن اگر کسی کے سامنے وہ عبارت رکھ دی جائے جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے تحذیر الناس کے فقروں میں تحریف اور قطع و برید کر کے حسام اکھرین میں نقل کی ہے تو اس کا مطلب ہر شخص یہ سمجھے گا کہ ”مصنف تحذیر الناس کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں اور آپ کے بعد بھی اور نئے نبیوں کا آنا جائز ہے اور آپ کی منہم نبوت کے منافی نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی سمجھنا عوام کا ایک غلط خیال ہے اور اس میں حضور کی کوئی فضیلت نہیں“ اور یہ یقیناً موجب کفر ہے۔ بہر حال یہ کفری معنی صرف مولوی احمد رضا خان صاحب کی تحریف اور فقروں کی باہمی ترتیب بدل دینے سے پیدا ہوئے۔

مولوی احمد رضا خان صاحب نے عبارت تحذیر الناس کے عربی ترجمے کو علماء بحرین شریفین کے سامنے پیش کرنے میں ایک نہایت افسوسناک خیانت یہ کی تھی کہ تحذیر صفحہ ۳ کی عبارت میں یہ جملہ تھا کہ ”مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں“ اس جملہ کا عربی ترجمہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنے تکلفی فتویٰ حسام اکھرین میں یہ کیا تھا کہ مع انه لا فضل فی اصلاً عند اهل الفہم اہل فہم کے نزدیک آپ کے آخری نبی ہونے میں کوئی فضیلت نہیں۔ مگر چونکہ ان کی یہ خیانت عربی میں تھی اور اس کو عربی دان حضرات ہی سمجھ سکتے تھے اس لئے میں نے اس مجمع میں اس کو پیش کرنا سب نہیں سمجھا تھا اور بالقصد اس کو ذکر کرنے سے چھوڑ دیا تھا حالانکہ میں اپنے مطبوعہ مضمون ”معركة القلم“ میں پوری تفصیل سے اس پر کلام کر چکا ہوں۔ مگر مولوی حسام علی صاحب نے چونکہ اپنا یہ بیان محض اٹکل سے لکھا ہے اس لئے آپ نے یہ سمجھ کر کہ شاید منظور اس کو یہاں بھی پیش کرے گا اس میں اس کا جواب دینے کی بھی کوشش کی ہے۔ میں نے آپ کے بیان کے اس حصہ کے جواب میں عرض کیا ہے۔

۳۔ اگرچہ میرے بیان میں فضیلت بالذات اور فضیلت بالعرض سے تعرض نہیں کیا گیا ہے اور عربی ترجمہ

میں مولوی احمد رضا خان صاحب نے جو خیانتیں کی ہیں اس وقت میں نے ان کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے لیکن آپ نے از خود اس کو محسوس کر کے جواب دینے کی کوشش کی ہے مگر اس حثیت عذر گناہ بدر از گناہ کی ہے۔ یہ چیز بالکل واضح ہے کہ تحذیر الناس کی عبارت میں صرف فضیلت بالذات کی نفی کی گئی ہے

(اور وہ بھی مطلق تقدم و تاخر زمانی سے - مرتب) اور آپ کے اعلیٰ حضرت نے عربی ترجمہ میں

”مع انه لا فضل فيه اصلاً“ لکھ دیا جو ہرگز عبارت تحذیر الناس کا صحیح ترجمہ نہیں۔

اس کی تائید میں میں اس کے سوا کچھ نہیں عرض کرنا چاہتا کہ دنیا کے منصف مزاج عربی دان اور اُردو دان کے سامنے تحذیر الناس کی عبارت اور اپنے اعلیٰ حضرت کا ترجمہ دکھ دیجئے اور اس سے فیصلہ کر لیجئے کہ اس ترجمہ میں زبردست خیانت ہے یا نہیں؟

مولانا نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ ”اہل فہم کے نزدیک تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں“ اور آپ کے اعلیٰ حضرت اس کا ترجمہ کرتے ہیں کہ ”حضور کے آخری نبی ہونے میں کوئی فضیلت نہیں“ کیا دنیا کا کوئی صاحب عقل کہہ سکتا ہے کہ اس ترجمہ میں خیانت نہیں کی گئی؟

آپ نے اس موقع پر فقرہ زیر بحث سے بعد کی جو عبارت پیش کی ہے شاید اس کے سمجھنے کی آپ نے کوشش نہیں کی۔ سنئے قاعدہ یہ ہے کہ مقامِ مدح میں ممدوح کے اعلیٰ اوصاف کو ضرور ذکر کیا جاتا ہے۔ مثلاً کوئی عالم فقیہ بھی ہو محدث بھی ہو مفسر بھی ہو اور ساتھ ہی حافظِ قرآن بھی ہو تو اس کی مدح کے موقع پر صرف اتنا ہی نہیں کہا جائے گا کہ وہ حافظِ قرآن ہیں بلکہ ان کے دوسرے اعلیٰ اوصاف ضرور ذکر کئے جائیں گے۔ پس ایسے ہی سمجھئے کہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ خاتمیتِ زمانی میں بالذات فضیلت نہیں بلکہ بالعرض فضیلت ہے۔ اس لئے لفظ خاتم النبیین سے اگر صرف خاتمیتِ زمانی ہی مراد لی جائے گی تو پھر مقامِ مدح میں اس کا ذکر کرنا کیونکر صحیح ہوگا۔ ہاں اگر اس لفظ سے خاتمیتِ ذاتی بھی مراد لی جائے تو یہی لفظ مقامِ مدح کے لئے بہت زیادہ مناسب ہوگا کیونکہ یہ خاتمیتِ ذاتی حضور کی نہایت اعلیٰ صفت ہے اور اس سے حضور کا نبی بالذات اور نبی الانبیاء ہونا ثابت ہوتا ہے اور بالذات فضیلت ہے لہذا اس سے آپ کی بہت زیادہ تعریف نکلے گی جو مقامِ مدح کے لئے زیادہ مناسب ہے۔ غور کیجئے اس میں ختمِ زمانی کی مطلق فضیلت سے انکار نہیں بلکہ اس میں فضیلت بالذات نہ ہونے کی بنا پر یہ کہا گیا ہے کہ صرف اُس کا ذکر کرنا (اور حضور کے اعلیٰ اوصاف کو چھوڑ دینا) مقامِ مدح کے مناسب نہیں۔

آپ نے دوسرے انبیاء علیہم السلام کے متعلق بھی سوال کیا ہے کہ ان کی نبوت قابلِ مدح ہے یا نہیں؟

جناب والا! ان کی نبوت ضرور قابلِ مدح ہے اور ہر نبی کی نبوت میں بالذات فضیلت ہے۔ شاید آپ نبوت بالذات

اور فضیلت بالذات کو ایک چیز سمجھ رہے ہیں۔ مہربانم! تحذیر الناس کی عبارات کو غور سے دیکھئے اس کے بعد اعتراض کیجئے وہ علمی کتاب ہے اس کے سمجھنے کے لئے بھی علم کی ضرورت ہے۔

اسی سلسلہ میں آپ نے تحذیر الناس صفحہ ۳ کی ایک اور عبارت بھی نقل کی ہے اور اس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ صاحب تحذیر الناس حضرت مولانا نانوتوی مرحوم کے نزدیک حضور کے آخری نبی ہونے میں آپ کی کسی قسم کی کوئی فضیلت نہیں نہ بالذات نہ بالعرض۔

حالانکہ اگر آپ معمولی غور و فکر سے بھی کام لیتے تو اسی عبارت سے یہ معلوم ہو سکتا تھا کہ مولانا کے نزدیک اس میں فضیلت بالعرض ہے۔ غور فرمائیے اُس عبارت میں حضور کے اس وصف کو آپ کے دوسرے اوصاف جمیلہ حسب و نسب وغیرہ سے تشبیہ دی گئی ہے تو کیا آپ کے نزدیک معاذ اللہ حضور کے حسب و نسب وغیرہ اوصاف میں کوئی فضیلت ہی نہیں؟ ہے اور ضرور ہے مگر وہ فضیلت بالعرض ہے اور اُس کو بالذات نبوت اور فضائل میں دخل نہیں۔ پس ایسے ہی ختم زمانی کو بھی سمجھ لیجئے۔

مہربان حال تحذیر الناس صفحہ ۳ کی اُس عبارت سے آپ کا مدعا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ چنانچہ آپ کے بیان کے اس

نمبر کے جواب میں میں نے عرض کیا ہے۔

م۔ ۱۔ بے شک جب کہ تاخر زمانی اپنی خصوصیات اور فضائل عرضیہ سے الگ کر کے دیکھا جائے

تو وہ دوسرے اوصاف مذکورہ فی التحذیر کی طرح ایک وصف ہے لیکن اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ

اس میں سرے سے کوئی فضیلت ہی نہیں ہے۔ تحذیر الناس کے اسی صفحہ پر یہ عبارت ملاحظہ کیجئے

”بلکہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے

اور فضیلت نبوی دو بالا ہو جاتی ہے“ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا مرحوم ختم زمانی میں

فی الجملہ فضیلت تسلیم فرماتے ہیں۔ اور صفحہ ۱۰ کی عبارت میں اپنے بیان دعویٰ میں پیش کر چکا ہوں

جس میں حضرت مولانا مرحوم نانوتوی نے ختم زمانی کے منکر کو کافر اور خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ پس

یہ کہنا کہ مولانا مرحوم ختم زمانی کے منکر ہیں یا ان کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں یقیناً ایک

مجرمانہ جہالت ہے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ تحذیر الناس کا موضوع ہی ہر قسم کی خاتمیت ذاتی و زمانی و مکانی کی حمایت و حفاظت ہے اس کے جواب میں آپ نے فرمایا ہے کہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آریہ کہتے ہیں کہ وید کا موضوع ہی توحید کی حمایت ہے اس میں بت پرستی کا ذکر بھی نہیں اس کے جواب میں میں نے عرض کیا ہے۔

۵۔ تحذیر الناس کا موضوع بے شک حضور کی ہر قسم کی خاتمیت ذاتی و زمانی و مکانی کا تحفظ ہے اور اس سے انکار کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ قادیانی کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں کہیں ختم نبوت کا ذکر نہیں۔

میرے اس دعوے کے ثبوت کے لئے تحذیر الناس کی وہ عبارات کافی ہیں جو میں اپنے پہلے بیان میں پیش کر چکا ہوں۔

میں نے اپنے بیان میں تکفیر مسلم کے متعلق بعض وعیدی حدیثیں ذکر کی تھیں اس کے متعلق آپ نے فرمایا کہ ”قادیانی بھی اپنے کو مسلمان کہتے ہیں پھر تم ان کو کیوں کافر کہتے ہو“؟ اس کے جواب میں میں نے عرض کیا ہے۔

۵۔ قادیانی ختم نبوت کے انکار اور مرزا غلام احمد کی نبوت کے اقرار کی وجہ سے قطعاً واجماعاً کافر ہیں ان کی تکفیر ہرگز وعید کے تحت میں داخل نہیں ہے اور جماعت دیوبند کو ان پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے جس کی دلیل خود میرا بیان دعویٰ ہے۔“

میں اس کی توضیح میں صرف اس قدر عرض کر دوں گا کہ حدیث شریف میں بے محل تکفیر پر وعید آتی ہے اور حضرات علماء دیوبند اور ان کے ہم مسلک لوگوں کی تکفیر بے شک بے محل ہے جس کا ثبوت میں دے چکا اور دے رہا ہوں بخلاف قادیانیوں کے کہ ان کی تکفیر بر محل ہے اور اس پر کوئی وعید نہیں۔ (فاخرقا)

میں نے اپنے بیان میں عرض کیا تھا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے جس طرح عبارات تحذیر الناس میں تحریف اور ان کی ترتیب میں الٹ پھیر کر کے اُس سے کفر کا مضمون نکالا ہے اس طرح تو آیات قرآنی میں بھی تحریف اور الٹ پھیر کر کے ان سے بھی معاذ اللہ کفری مضامین نکالے جاسکتے ہیں اور مثال کے طور پر میں نے آیت کہ ”یٰۤاَبْرٰهٖمُ اِنَّا جَعَلْنَاکَ الْاِبْرٰهٖمَ وَ اِنَّا جَعَلْنَاکَ الْاِبْرٰهٖمَ وَ اِنَّا جَعَلْنَاکَ الْاِبْرٰهٖمَ“ کو پیش کیا تھا اور عرض کیا تھا کہ اگر کوئی بد نصیب اس کے کلمات کی ترتیب بدل کر یوں کہے ”اِنَّا جَعَلْنَاکَ الْاِبْرٰهٖمَ وَ اِنَّا جَعَلْنَاکَ الْاِبْرٰهٖمَ“ (معاذ اللہ)

توصیر کفر ہوگا۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہاں کفر معنی اس لئے پیدا ہو گئے کہ آیت کے جملوں کو درمیان سے توڑ دیا گیا ہے اگر مستقل جملوں کی صرف ترتیب بدل دی جائے تو اس سے مضمون نہیں بدلے گا اس کے جواب میں میں نے عرض کیا ہے۔

۱۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے تحذیر الناس کے جملوں کو درمیان ہی سے توڑا ہے۔ صفحہ ۱۴۱۔

اور صفحہ ۲۸ کے دونوں فقروں کے ابتداء میں ”بلکہ“ کا لفظ پکار کر کہہ رہا ہے کہ اس سے پہلی عبارت جس پر یہ متفرع ہے توڑ دی گئی ہے۔ پس آپ کے مقرر کردہ اصول پر بھی مولوی احمد رضا خان صاحب بیانت مجرمانہ کے مرتکب ہوئے کیوں کہ صفحہ ۱۴۱ و صفحہ ۲۸ کے دونوں فقرے توڑ دیئے گئے ہیں پس میری مثال بھلا اللہ بالکل صحیح ہے۔

آپ نے اپنے بیان میں یہ بھی فرمایا ہے کہ تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ خاتم النبیین سے صرف خاتم زمانی ہی مراد ہے اس کے جواب میں میں نے عرض کیا ہے۔

۸۔ خاتم النبیین کا صرف ختم زمانی میں منحصر کرنا ہرگز اجماعی مسئلہ نہیں ہے۔ جن بزرگوں کے کلام

سے حصر کا شبہ ہوتا ہے وہاں حصر نہیں بلکہ تاویلات ملاحظہ کی نفی مقصود ہے اور کیوں کہ کوئی حصر

کی جرات کر سکتا ہے جب کہ حدیث صحیح میں وارد ہے لکل آیت منها ظہر و بطن

ولکل حد مطلع ، یعنی ہر آیت قرآنی کے لئے ایک ظاہر معنی میں دہن کو تمام اہل علم سمجھ

سکتے ہیں، اور ایک اندرونی معنی میں دہن کو راسخین فی العلم ہی سمجھ سکتے ہیں، اور ہر ایک کو معلوم

کرنے کی سبیلیں الگ الگ ہیں۔ مرتب غفرلہ۔ اس موقع پر ذرا الدولة المکیہ کا

صفحہ ۳۴ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ جس میں آپ کے اعلیٰ حضرت نے اس مضمون کو (یعنی قرآن مجید کی ایک

ایک آیت بلکہ ایک ایک لفظ سے کئی کئی معنی اور مطلب نکالنے کو) نہایت تفصیل سے لکھا ہے

پھر آپ یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ خاتم النبیین سے صرف ختم زمانی مراد لینے پر اجماع ہو چکا ہے۔

آپ نے اپنے بیان میں یہ بھی فرمایا ہے کہ مرزائیوں نے ختم نبوت کے انکار کا سبق مولانا محمد قاسم صاحب

سے سیکھا ہے اس کے جواب میں میں نے عرض کیا ہے۔

۹۔ قادیانی جس طرح قرآن کریم اور احادیث میں تحریف کر کے اجرائے نبوت ثابت کرنا چاہتے

ہیں اسی طرح مولوی احمد رضا خاں صاحب سے سیکھ کر انہوں نے تحذیر الناس کی عبارات سے بھی اجرائے نبوت ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے پس اس معاملہ میں قادیانیوں کے اُستاد آپ کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ہونے، ہم اُن مرزائیوں کی ان تحریفیات کا ان کو بھی جواب دیتے ہیں اور آپ کو بھی ۔

بہر حال قادیانیوں کو تحذیر الناس سے انکار ختم نبوت ثابت کرنے کا سبق آپ کے اعلیٰ حضرت ہی نے دیا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کے اعلیٰ حضرت کے اس افتراء سے پہلے کسی قادیانی نے تحذیر الناس کے متعلق یہ افتراء نہیں کیا۔ رہا آپ کا یہ فرمانا کہ مرزائی عبارات تحذیر الناس کو استدلال میں پیش کرتے ہیں، تو شاید آپ کو معلوم نہیں کہ وہ کج بحث تو قرآن و حدیث، ارشادات اکابر و اقوال علماء سلف سے بھی استدلال کرتے ہیں تو کیا معاذ اللہ آپ یہ کہنے کی جرأت کریں گے کہ قادیانیوں کو انکار ختم نبوت کا سبق قرآن و حدیث اور صحابہؓ و علماء سلف نے پڑھایا ہے استغفر اللہ والعیاذ باللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

میری یہاں تک کی گزارشات سے آپ کا سارا جواب ہباً غشوراً ہو گیا۔ فالحمد للہ الذی جعل کلمۃ الحق علی العلیا و کلمۃ الباطل فی السفلی ۛ

احقر عبد اللہ محمد منظور النعمانی عفا اللہ عنہ وعافاہ

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے اس تقریر سے فارغ ہونے کے بعد اپنے اس تحریری بیان کی ایک نقل دستخط فرما کر مولوی حسمت علی صاحب کے حوالہ کی اور فرمایا کہ دقت کی تنگی کی وجہ سے میں اپنے اس بیان کے آخری نمبروں کی توضیح کما حقہ نہیں کر سکا ہوں۔ ضرورت پڑی تو انشاء اللہ ابھی اس سلسلہ میں مہبت کچھ عرض کر دوں گا۔ جناب سے گزارش ہے کہ آپ میرے بیان ہی پر اعتراض کرنے کی کوشش کریں، ادھر ادھر کی غیر متعلق باتوں میں اپنا اور میرا ونیز حاضرین کا دقت صرف نہ فرمائیں۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ جن باتوں کا جواب میرے پہلے یا اس دوسرے بیان میں آچکا ہو ان کی تکرار کر کے آپ دقت نہ کر لیں۔

مولوی حسمت علی صاحب نے مولانا محمد منظور صاحب کے اس بیان کا جو تحریری و تقریری جواب دیا ناظرین کرام وہ آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔ اس کی نقل میں بھی ہم نے یہی التزام کیا ہے کہ تحریری حصہ حاشیہ میں چھوڑ کے لکھا ہے اور تقریری حصہ پوری سطر میں، جس طرح کہ مولانا محمد منظور صاحب کے اس بیان میں گزرا۔

مرتب غفرلہ

مولوی حسرت علی صاحب دُوسرا بیان

۴۸۶/۹۲ آپ نے بڑے زور شور کے ساتھ کہا ہے کہ کسی مسلمان کو کافر کہنا خود کافر ہونا ہے۔ مگر آپ نے یہ نہ بتایا کہ مسلمان کی شرعی تعریف کیا ہے۔ کیا جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہے یا کلمہ طیبہ پڑھے، یا قبلے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے وہی مسلمان ہے؟ تو پھر آپ قادیانیوں کو کیوں کافر کہتے ہیں؟ سنے جناب! مسلمان کہلانے، کلمہ طیبہ پڑھنے کے باوجود جو شخص ضروریات دین میں سے کسی ایک مسئلے کا انکار کرے وہ کافر ہے ہرگز مسلمان نہیں۔ امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الخراج میں فرماتے ہیں ایتھارجل مسلم سب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او اھانہ او کذبہ او عابہ او تنقصہ فقد کفر باللہ تعالیٰ و بانث من امرات۔

قرآن پاک نے منکر علم غیب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا قد کفرتم بعد ایمانکم۔ جلاس بن سدید نے ایک ذرا سا کلمہ گستاخی بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ

لہ جو مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا آپ کی توہین کرے یا آپ کی تکذیب کرے یا کوئی عیب لگائے یا شان گھٹائے تو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ ۱۲ مرتب

۱۳ جس شخص کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے وہ کہتا تھا کہ ”حق تعالیٰ حضور کو عالم غیب کی کوئی خبر نہیں دیتا“ اور یہ براہِ راست حضور کی نبوت و رسالت پر حملہ تھا اس لئے قرآن پاک نے اس کو کافر کہا۔ ورنہ اصطلاح شریعت میں جس کو علم غیب کہا جاتا ہے اس کا غیر اللہ سے انکار کرنا تو عین ایمان اور حکیم قرآن ہے اَرْتَابُ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ جس کا ترجمہ عارف باللہ حضرت سعدی شیرازیؒ نے اس مصرع میں کیا ہے ع علم غیبی کس میدانہ بجز پروردگار۔ (کلیات سعدی ۳)۔ ۱۲ مرتب غفرلہ

تعالیٰ علیہ وسلم میں بکا تھا اللہ عزوجل نے فتوے دیا کفر و بعد اسلام۔ پہلے آپ اپنے اکابر کا کفر و ارتداد اٹھا دیجئے اس کے بعد مرثیہ پڑھئے کہ ہائے مسلمان کو کافر کہہ دیا “

مولوی حسرت علی صاحب نے اپنی تحریر کیا یہ حصہ پڑھ کر سنانے کے بعد فرمایا - (مرتب)

حضرات ! مولوی صاحب نے اپنے پہلے بیان میں اس پر بہت زور دیا ہے کہ کسی مسلمان کو کافر نہیں کہنا چاہئے بلکہ آپ لوگوں کو یاد ہوگا کہ مولوی صاحب نے فرمایا تھا کہ مسلمان کو کافر کہنے سے آدمی خود کافر ہو جاتا ہے۔ لیکن مولوی صاحب کو ابھی تک یہ پتہ نہیں کہ مسلمان کہتے کس کو ہیں ؟ اے مولوی صاحب ! صرف اپنی زبان سے اپنے آپ کو مسلمان کہنے سے کوئی مسلمان نہیں ہو جاتا۔ ورنہ یوں تو منافقین بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے اور آج کل قادیانی بھی اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود آپ حضرات بھی ان کو کافر کہتے ہیں۔ تو کیا ان کو کافر کہہ کر آپ خود بھی کافر ہو جاتے ہیں ؟

مولوی صاحب ! مسلمان وہ ہے جو تمام ضروریات دین پر ایمان رکھے اور جو کوئی ضروریات دین میں سے کسی ایک مسئلہ کا بھی انکار کرے وہ مسلمان نہیں۔ اس کو خود خدا کافر کہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافر فرماتے ہیں علمائے امت اس کی تکفیر کرتے ہیں۔

ہم نانوتوی صاحب کو اسی لئے کافر کہتے ہیں کہ انہوں نے حضور کے آخری نبی ہونے کا انکار کیا ہے جو ضروریات دین میں سے ہے۔ آپ اس کفر کو اٹھائیے صرف اس مرثیہ پڑھنے سے یہاں کام نہیں چل سکتا کہ ہائے مسلمان کو کافر کہہ دیا ، ہائے مسلمان کی تکفیر کر دی ۔

” آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ خود نانوتوی ختم زمانہ ثابت کر رہے ہیں ، مگر اس کا جواب آپ کے مقتدر مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دہلوی دے چکے ہیں۔ تحقیق الکفر والایمان - ص ۸۸ پر لکھتے ہیں ” کافرا و مرتد کو کافر نہ کہنے کی وجہ سے انسان خود کافر و مرتد ہو جاتا ہے “ اشد العذاب ص ۱۵ پر لکھتے ہیں ” مرزائی دھوکہ دینے کی غرض سے وہ عبارات مرزا صاحب کی پیش کر دیتے ہیں جن میں ختم نبوت کا اقرار ہے ،

عینی علیہ السلام کی تعظیم و عظمت کا اقرار ہے : اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب ماں کے پیٹ سے کافر دھتے، ایک مدت تک مسلمان تھے۔ اور چونکہ دجال تھے اس وجہ سے ان کے کلام میں باطل کے ساتھ حق بھی ہے۔ تو پہلی عبارت مفید نہیں۔ جب تک کہ کوئی ایسی عبارت نہ دکھادیں کہ میں نے جو فلاں معنی ختم نبوت کے غلط بیان کئے تھے وہ غلط ہیں۔ صحیح معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی حقیقی نہ ہوگا۔ یا عینی علیہ السلام کو جو فلاں جگہ گالیاں دیکر کافر ہوا تھا اس سے توبہ کر کے مسلمان ہوتا ہوں۔ بس یہی جواب ہم اہل سنت کی طرف سے : نانوتوی صاحب کی ان عبارات کے متعلق ہے :

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس یا دوسری کتابوں میں جہاں کہیں ختم نبوت کا اقرار کیا ہے وہ صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے بر بنائے دجالیت کیا ہے۔ لہذا جب تک کہ ان کی کوئی ایسی عبارت نہ دکھائی جائے جس میں انہوں نے تحذیر الناس صفحہ ۳۰، صفحہ ۴۱، صفحہ ۶۸ کی کفریہ عبارات سے توبہ کی ہو اس وقت تک ان کا اسلام ثابت نہیں ہو سکتا۔ آپ نے اپنے پہلے بیان میں یہ بھی کہا ہے کہ نانوتوی صاحب نے صفحہ ۳۰ والی عبارت میں ختم نبوت زمانی کو عوام کا خیال نہیں بتلایا، بلکہ ”خاتمیت“ کے مفہوم کو ختم زمانی ہی میں محصور کرنے کو عوام کا خیال کہا ہے۔ اس کا جواب سنئے :

” نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس صفحہ ۶۹ پر لکھا ہے۔

” اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آگیا۔ اور کسی طفل نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا ؟

گاہ باشد کہ کوہ کے نادان — بلفظ برہنہ زند تیرے

ماں بعد وضوح حق اگر فقط اس وجہ سے کہ یہ بات میں نے کہی اور وہ لکے کہہ گئے تھے، میری زماں اور پرانی بات گائے جائیں تو قطع نظر اس کے کہ قانون محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بہت بعید ہے اپنی عقل و فہم کی نحوئی پر گواہی دیتی ہے :

اس عبارت سے صاف ثابت ہو گیا کہ ختم نبوت کے یہ معنی کہ حضور نبی بالذات ہیں، نانوتوی صاحب

کے خود ایجاد کردہ ہیں۔ ان سے پہلے ائمہ دین و تابعین و صحابہ رضی اللہ عنہم حتیٰ کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز یہ معنی نہیں سمجھے۔ نانو تووی کے قبل تمام امت کا اجماع ہے کہ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں۔ نانو تووی صاحب کے اقرار سے ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و تمام امت کے عقیدے میں ختم نبوت کا اسی معنی میں حصر محقق کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں۔ اور اسی حصر کو نانو تووی صاحب نے نا سمجھ لوگوں کا خیال بتایا تو تمام امت بلکہ خود حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معاذ اللہ عوام میں داخل کر دیا۔

مولوی صاحب آپ نانو تووی صاحب کو کفر سے بچانے کے لئے فرماتے تھے کہ انہوں نے ختم نبوت زمانی کو نہیں بلکہ مفہوم خاتمیت کو ختم زمانی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال لکھا ہے۔ اب میں نے خود انہیں کی عبارت سے ثابت کر دیا کہ نانو تووی صاحب سے پہلے تمام مفسرین، تمام صحابہ و تابعین حتیٰ کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مفہوم خاتم النبیین کا خاتم زمانی ہی میں حصر کیا تھا، اور نانو تووی صاحب نے اسی حصر کو نا سمجھ عوام کا خیال بتلایا تو گویا انہوں نے تمام ائمہ امت، تمام صحابہ و تابعین اور خود محبوب رب العالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کو نا سمجھ عوام میں داخل کر دیا۔ اور یہ کفر بلکہ خبیث ترین کفر ہے۔ تو نانو تووی صاحب کا فرہوئے اور آپ بھی ان کی اور ان کے اس خبیث کفر کی حمایت کر کے ایسے ہی کا فر ہوئے۔ مولوی صاحب آپ کتنا ہی اٹری چوٹی کا زور لگائیں نانو تووی صاحب کو مسلمان ثابت نہیں کر سکتے۔ وہ اقراری کا فر ہیں۔ آپ نے کہا تھا کہ نانو تووی صاحب نے اسی تحذیر الناس میں دلائل سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاتمیت زمانیہ ثابت کی ہے۔ اس کا جواب بھی سنئے۔

” نانو تووی صاحب نے خود لکھا ہے کہ ختم زمانی حضور کی شان کے لائق نہیں، پھر جو وصف حضور کی شان کے لائق نہیں، اس کو ثابت کرنا حضور کی توہین ہے یا نہیں۔ تو پھر ختم نبوت زمانی حضور کے لئے نانو تووی کیوں کر ثابت کر سکتے ہیں۔“

دیکھئے اسی تحذیر الناس کے اٹھویں صفحہ پر لکھا ہے کہ ”شایان شان محمدی صلعم خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی“ بتائیے جب خاتمیت زمانی نانو تووی صاحب کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان ہی نہیں تو پھر کیا اس کو حضور کے لئے ثابت کئے حضور کی توہین کریں گے۔ خدا کی شان دیکھئے آپ جو کچھ کہتے ہیں اس کی تردید خود نانو تووی صاحب

پہلے ہی کر چکے ہیں۔ مولوی صاحب ! اب بھی کفر کی حمایت چھوڑ کر مسلمان ہو جائیے۔

آپ نے اس تقریر میں یہ بھی کہا تھا کہ تینوں فقرہوں کی ترتیب بدلنے سے کفری معنی پیدا ہو گئے۔ حالانکہ میں اپنے پہلے بیان میں آپ کی اس بات کا جواب دے چکا ہوں۔ اب پھر سنئے ! میں نے لکھا ہے۔

” میں نے پہلے روشن کر دیا ہے کہ تینوں عبارات تحذیر الناس میں تین مستقل کفر ہیں، آپ اس کے جواب میں ایک لفظ بھی نہیں کہہ سکے۔ اور پھر رٹ وہی ہے کہ ترتیب بدل دینے سے معنی کفری پیدا ہو گئے آپ کو کچھ خبر بھی ہے، تحذیر الناس کی عبارات با ترتیب لکھ کر علماءِ سر میں سے فتوے کفر لیا جا چکا ہے۔ (ملاحظہ ہو فتاویٰ المحررین)

آپ نے اپنی اس دوسری تقریر میں یہ بھی فرمایا تھا کہ ”خاتم النبیین“ کے معنی کو صرف خاتم زمانی میں حصر کرنا حدیث ”لکل آية منها ظہر و بطن“ کے خلاف ہے کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر آیت کے لئے کم از کم دو معنی (ایک ظاہری اور ایک باطنی) ضرور ہوتے ہیں اور ہر ایک کے لئے ”حد و مطلع“ ہے۔ اس کا جواب بھی سنئے۔

” ہر آیت کے لئے ظہر و بطن و حد و مطلع ہے۔ مگر لفظ ”خاتم النبیین“ کوئی ایک مستقل آیت ہرگز نہیں، بلکہ آیتِ کریمہ کا ایک لفظ ہے جس پر امت کا اجماع ہے کہ جو معنی اس کے ظاہر سے سمجھ میں آتے ہیں صرف یہی مراد ہیں اور اجماع کا منکر کافر ہے۔“

تو چونکہ نانوتوی صاحب اس لفظ کے ظاہری معنی کے علاوہ ایک باطنی معنی کے بھی مدعی ہیں اور امت کے اجماعی حصر سے منکر ہیں اس لئے بھی وہ کافر ہوئے۔ لیجئے مولوی صاحب ! یہ نانوتوی صاحب کے کفر کی ایک اور وجہ ہو گئی اور آپ اس کفر کی بھی حمایت کر کے ایک اور کفر میں مبتلا ہو گئے۔

مولوی صاحب ! اب بھی باز آجانیے اس کفر کی حمایت سے اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائیے۔

” آپ نے کہا ہے کہ نانوتوی نے خود منکر ختم زمانی کو کافر لکھا ہے، مگر یہ تو خود اپنے کافر و مرتد ہونے کا اقرار ہوا۔“

لیجئے مولوی صاحب ! اب تو نانوتوی صاحب خود اپنے اقرار سے کافر ہو گئے۔ اب بھی آپ ان کی حمایت

کریں گے۔ ؟

میں نے اپنے پہلے بیان میں عرض کیا تھا کہ ختم نبوت کے انکار کا سبق قادیانیوں کو نانوتوی صاحب نے دیا ہے۔ لہذا وہ استاد اور قادیانی ان کے شاگرد ہیں۔ آپ نے اس کا تو کوئی جواب دیا نہیں اور بس یوں ہی بک دیا کہ قادیانی اُلُحْضَر کے شاگرد ہیں۔ یہ بھی کوئی جواب ہے۔ سنئے ؟

» نانوتوی کا خود اقرار میں دکھا چکا کہ ختم نبوت کے معنی سب سے پہلے خود نانوتوی نے بدلے، اسی طرح قادیانیوں نے بدلے، تو ختم نبوت کے معنی بدلنے میں نانوتوی استاد اور قادیانی شاگرد ہیں، کفر سکھانے والا استاد تو آپ کے نزدیک مسلمان ہے اور کفر سیکھنے والا شاگرد کا فرد مرتد ہے۔ یہ عجیب بوجہ ہے۔
آپ نے اپنی اس تقریر میں فرمایا تھا کہ تنذیر الناس صفحہ ۱۴ و صفحہ ۲۸ کے فقرہوں میں » بلکہ « کا لفظ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مابعد کو ماقبل سے کوئی خاص تعلق ہے۔ میں نے اس کے جواب میں عرض کیا ہے کہ۔
» بلکہ کا لفظ اضراب کے لئے آتا ہے۔ یہاں سے مستقل جملہ شروع ہوتا ہے۔

پس صفحہ ۱۴ و صفحہ ۲۸ کے دونوں فقرے مستقل مستقل جملے ہیں۔ اور میں ثابت کر چکا ہوں کہ مستقل جملوں کی ترتیب بدلنے سے مضمون میں کوئی فرق نہیں آتا۔ پس اعلیٰ حضرت نے اگر حسام اکھرین شریف میں ان فقرہوں کی ترتیب بدل دی تو اس سے معنی کچھ نہیں بدلے، پس آپ کا یہ کہنا غلط ہوا کہ اعلیٰ حضرت کے ترتیب بدل دینے سے کفری معنی پیدا ہو گئے۔
آپ نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں جو کچھ لکھا یا کہا تھا میں نے اس کے لفظ لفظ کا جواب دے دیا اور اس کے پرچے اڑا دیئے اور ثابت ہو گیا کہ نانوتوی صاحب نے ختم نبوت زمانی کا انکار کیا، ضروریات دین کا انکار کیا، اجماع کا انکار کیا اور وہ کافر و مرتد ہو گئے۔ اب جو ان کی حمایت کرے اور ان کو مسلمان کہے وہ بھی ایسا ہی کافر، مرتد ہے۔
مولوی صاحب میں پھر آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ کافروں کا ساتھ چھوڑ کر مسلمان ہو جائیے، ابھی ہمارا، آپ کا جھگڑا ختم ہو جائے گا۔

از مرتب :- مولوی حشمت علی صاحب نے اپنی یہ تحریریں مسمیٰ فرمانے کے بعد تحریر کی ایک دستخط فرما کر مولانا محمد منظور صاحب کے حوالہ کی۔ اس کے بعد مولانا ممدوح جوابی تقریر کے لئے کھڑے ہوئے۔ مولوی حشمت علی صاحب نے فرمایا تحریری جواب کی نقل تو ضیحی تقریر شروع ہونے سے پہلے مل جانی چاہئے۔ مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اب تک یقیناً کامل اسی طرح رہا کہ تقریر کے اختتام پر تحریر دی جاتی ہے۔ اس لئے میں تقریر کے بعد تحریری جواب حاضر خدمت کر دیا گا۔ لیکن مولوی حشمت علی صاحب نے اس پر غیر معمولی اصرار کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ میں نے ابھی تک جواب پورا لکھا بھی نہیں ہے۔ آپ کی تقریر کے دوران میں مختصر نوٹ لکھے ہیں۔ اب میں تقریر کے ساتھ ہی بطور املہ تحریری جواب تیار کر اؤں گا اور حسب سابق بعد میں اس کی نقل آپ کے حوالہ کر دوں گا۔ مگر مولوی حشمت علی صاحب حسب عادت اپنی بات پر اڑ گئے۔ بالآخر مولانا محمد منظور صاحب نے جب ان کا اس قدر اصرار دیکھا تو اس کو بھی منظور فرمالیا۔ اور اسی وقت صرف تین چار منٹ میں یہ مختصر مگر جامع تحریری جواب لکھ کر ان کے حوالے کیا۔ اور حسب قرارداد باقی ۲۵ منٹ میں انہی مختصر نوٹوں کی توضیح و تائید میں تقریر فرمائی۔

مولانا کے اس بیان میں بھی ہم اس کا التزام کریں گے کہ تحریر کا حصہ حاشیہ میں چھوڑ کر لکھیں گے اور توضیحی تقریر کا

یوری سطروں میں ۔

(مرتب غفرلہ)

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ کا تیسرا جوابی بیان

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى . اما بعد !
حاضرین کرام ! چونکہ مولوی حسنت علی صاحب نے نہ معلوم کس خاص مصلحت سے اس وقت اس پر اصرار کیا کہ
تقریر کے آغاز سے پہلے تحریری جواب پیش کر دیا جائے۔ اس لئے میں نے تحریری جواب میں نہایت مختصر مختصر نوٹ لکھ دیئے
ہیں، جن کو مع توضیح کے آپ حضرات کے سامنے پیش کرتا ہوں۔
مولوی صاحب نے سب سے پہلے یہ فرمایا ہے کہ ”آپ نے مسلمان کی شرعی تعریف نہیں بتائی“ میں نے اس کے جواب
میں عرض کیا ہے کہ۔

”مسلمان کی تعریف، میں اپنی سب سے پہلی تحریر میں کر چکا ہوں۔ غور سے دیکھئے۔“
میری سب سے پہلی تحریر کے بالکل شروع میں یہ الفاظ موجود ہیں ”کسی شخص کے مسلمان ہونے کے لئے یہ ضروری
ہے کہ تمام ضروریات دین پر اس کا ایمان ہو“ باوجود اس صاف صریح تعریف کے آپ ہی اس تحریر میں لکھتے ہیں کہ
”آپ نے یہ نہ بتایا کہ مسلمان کی شرعی تعریف کیا ہے“

درحقیقت یہ دیدہ دلیری آپ ہی کا حصہ ہے۔

ایں کار از تو آید و مردان چہ پس کنند

آپ نے اپنی اس تحریر میں قرآن کریم کی آیات اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب الخراج سے یہ
ثابت کرنے کی بھی کوشش کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص کفر ہے نہ معلوم کہ یہ تکلیف آپ
نے کیوں گوارا فرمائی اس سے کس کو انکار ہے۔

”بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک میں ادنیٰ گستاخی موجب کفر و ارتداد ہے“

بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ دوسرے قسم کے کافروں کو تو پناہ بھی مل سکتی ہے لیکن جو بد نصیب شقی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ پاک میں گستاخی یا سوراہی کر کے کافر ہوا، اس کو مذاہبِ اربعہ میں پناہ نہیں۔ خدا کی زمین کو اس کے ناپاک وجود سے پاک کر دینا چاہئے۔ مولانا ! اس معاملہ میں ہمارے جو جذبات ہیں آپ کے تخیل کی بھی دہاں تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ معاف کیجئے آپ کے پاس بلند آہنگی سے دعوے کرنے کے لئے صرف زبان ہے اور ہمارے پاس کام کرنے کے لئے ہاتھ اور ناموسِ نبوت پر قربان ہونے کے لئے جان بھی ہے۔ آپ ایک مثال بھی ایسی پیش نہیں کر سکتے کہ آپ کی جماعت کے کسی فرد نے اس راہ میں کوئی معمولی سی بھی قربانی کی ہو۔

اور اکھنڈ شہدے ہیں کہ میرے بہت سے بھائیوں نے اسلام اور حضور داعیِ اسلام علیہ السلام کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لئے بڑی سے بڑی قربانیاں پیش کیں۔

اس عام جلسہ میں اس سلسلہ کی تفصیل ہماری مصلحت کے خلاف ہے۔ ورنہ میں بتلاتا کہ ماضی قریب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت پر جن فدائیوں نے اپنی جانیں قربان کیں وہ کس دہشت کے پھل تھے اور ہماری جماعت سے ان کا کیا تعلق تھا۔ تاہم اس سلسلہ کی صرف ایک چیز عرض کرتا ہوں۔ قریباً آٹھ، دس برس ہی کا عرصہ ہوا ہے کہ لاہور کے ایک بد زبان بد نصیب آریہ سماجی (راجپال) نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص میں ایک متعل کتاب لکھی جس کا ناپاک نام ”رنگیلا رسول“ رکھا۔ اس وقت آپ حضرات گھروں اور خانقاہوں میں مٹھے گیارہویں کی فیرنی اور بارہویں کی کشیر بنی اڑاتے رہے اور کسی کی بھی رگِ حمیت نہ بھڑکی اور جیل خانہ گئے تو ہماری جماعت کے محترم اور مشہور بزرگ حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری وغیرہ۔

مولانا ! آپ ہمارے سامنے یہ وعظ کہتے ہیں کہ توہینِ رسول سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ اور ہمارا مسلک یہ ہے

کہ اس بد بخت کو ایک لمحہ کے لئے خدا کی اس زمین میں زندہ رہنے کا حق نہیں ہے

بہیں تغاوست رہ از کجا ست تا بہ کجا

میں نے اپنے بیان میں تحذیرِ الناس کی وہ عبارات پیش کی تھیں جن میں حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے

دلائل سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ختمِ نبوت زمانی کو ثابت فرما کر اس کے منکر کو صاف الفاظ میں کافر لکھا ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے حضرت مولانا محمد رفیع حسن صاحب مدظلہ کی ایک عبارت پیش کی ہے۔ جو انہوں نے

قادیانیوں کے جواب میں لکھی ہے۔ میرا جواب سنئے

» حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے مرزائیوں کے متعلق وہ بالکل صحیح لکھا ہے۔ ہاں فہم عالی کا قصور ہے، یہی چیز تو معرض بحث میں ہے کہ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے ختم نبوت کا انکار ثابت ہے یا نہیں۔ ہمارے بلکہ ہر ایمان دار منصف مزاج کے نزدیک تحذیر الناس کی عبارت بالکل بے غبار ہیں۔ بلکہ اس میں ختم نبوت زمانی کو دلائل قاہرہ سے ثابت کر کے اس کے منکر کو کافر لکھا گیا ہے۔ پس مرزا صاحب یا مرزائیوں کو ان پر قیاس کرنا کفر کو اسلام پر قیاس کرنا ہے «

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مرزائی لٹریچر میں ختم نبوت کا انکار اور مرزا کی نبوت کا دعویٰ اس قدر صاف اور واضح عبارت میں موجود ہے جس میں کوئی کسم پرسی کی تاویل چل ہی نہیں سکتی۔

مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں جابجا اپنے کو نبی اور رسول لکھا ہے۔ اپنے نہ ماننے والوں کو اس نہ ماننے کی وجہ سے ہی کافر قرار دیا ہے۔ (جو رسول ہی کی شان ہے) تمام ان لوگوں کو جو ان کی (جھوٹی) نبوت پر ایمان دلائیں جنہی بتلایا ہے۔ اپنے گاؤں (قادیان) کو «خدا کے رسول کی تخت گاہ»، لکھا ہے۔ قرآن مجید کی بہت سی وہ آیتیں جو جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نازل ہوئی ہیں ان کا «صدق» اپنی ذات کو قرار دیا ہے۔ اُس دین کو لعنتی دین قرار دیا ہے جس میں نبوت کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے جاری نہ ہو۔ (مرحوم اللہ)

اور یہ سب چیزیں ایسی صراحت کے ساتھ مرزائی لٹریچر میں مذکور ہیں جن میں کوئی شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ اور خود قادیانی امت کے عقائد بھی اسی کے موافق ہیں۔ پس ایسی حالت میں اگر مرزا صاحب کی کسی کتاب میں ختم نبوت کا اقرار یا منکر ختم نبوت کی تکفیر ہے تو اس کی اظہار دو ہی وجہیں ہو سکتی ہیں۔ یا یہ کہ بہ تحریری دعوئے نبوت اور انکار ختم نبوت سے پہلے زمانہ کی ہو یا تبلیس و تدلیس کے لئے ایسا لکھا گیا ہو۔ تیسرا احتمال یہ بھی ہو سکتا تھا کہ مرزا صاحب نے پہلے عقائد

۱۔ جناب مرزا اپنی کتاب دافع البلاء ص ۱ پر لکھتے ہیں: «سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں نبی بھیجا» نیز لکھتے ہیں «ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول ادنیٰ ہیں» «اخبار البعد» ۵ مارچ ۱۹۰۸ء ص ۱۲۔ ۲۔ دیکھو مرزا صاحب کی کتاب «حقیقۃ الوحی» ص ۱۷۹۔ ۳۔ حاشیہ العین ص ۱۷۹۔ ۴۔ دیکھو دافع البلاء ص ۱۲۔ ۵۔ حقیقۃ الوحی ص ۱۲۔ ۶۔ براہین حصہ پنجم ص ۱۲۔

سے تائب ہو کر ایسا لکھا ہو، لیکن واقعات کے خلاف ہے اور خود مرزائی جماعت بھی اس کی قائل نہیں۔ اس لئے مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے بالکل ٹھیک لکھا کہ مرزا صاحب کی ایسی عبارات سے ان کا کفر دفع نہیں ہو سکتا کیوں کہ وہ کفر و ارتداد سے پہلی ہیں، یا محض تدلیس و تلبیس کے لئے لکھی گئی ہیں۔

بخلاف مصنف تحذیر الناس حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کہ ان کی کسی کتاب میں انکارِ ختم نبوت زمانی کا خفیہ سا اشارہ بھی نہیں۔ اور آپ کے اعلیٰ حضرت نے اس بہتان کو ثابت کرنے کے لئے تحذیر الناس کے حوالے سے جو عبارت نقل کی ہے، میں ثابت کر چکا کہ اس کی نقل میں نہایت افسوسناک خبیانت سے کام لیا ہے۔ انہوں نے مختلف مقامات کے ناقص فقروں کو جوڑ کر ایک مسلسل عبارت بنائی ہے جو ہرگز تحذیر الناس کی عبارت نہیں کہی جاسکتی۔ میں چونکہ اس پر تفصیلی بحث اپنے پہلے بیانات میں کر چکا ہوں، اس لئے یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھتا۔

بہر حال یہ حقیقت واقعہ ہے کہ تحذیر الناس میں ختم زمانی کے خلاف کوئی عبارت نہیں، بلکہ وہ مولوی احمد رضا خان صاحب کا محض بہتان ہے۔ پس اس کے دفعہ میں اگر ہم تحذیر الناس کی وہ عبارات پیش کریں، جن میں مصنف نے دلائل قاہرہ سے ختم نبوت زمانی کو ثابت فرما کر اس کے منکر کو کافر قرار دیا ہے۔ تو یہ بالکل بجا ہوگا۔ ہاں اگر خدا نخواستہ تحذیر الناس میں مرزائی لٹریچر کی طرح کہیں ختم نبوت زمانی کا صاف صریح انکار ہوتا تو بے شک آپ ان عبارات کا وہ جواب دے سکتے تھے جو حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب مدظلہ نے مرزائیوں کو دیا ہے۔ پس دونوں مقدموں کی نوعیت میں یہ نہایت روشن فرق ہے۔

آپ نے تحذیر الناس صفحہ ۲۹ کی ایک عبارت لکھی ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مصنف تحذیر الناس کو گویا خود اس کا اقرار ہے کہ ان سے پہلے تمام علمائے امت تمام صحابہ و تابعین اور حتیٰ کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معنی خاتم النبیین کو خاتمیت زمانی میں حصر کرتے تھے۔ میں نے اس کے جواب میں عرض کیا ہے۔

”صفحہ ۲۹ کی عبارت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین بھی حصر

سمجھتے تھے انتہائی نا فہمی ہے۔ بلکہ اُن مرحوم نے اپنے ایک مکتوب میں تصریح فرمائی ہے کہ ”بالتفسیر

میں سوائے انبیائے علیہم السلام اور راسخین فی العلم کے اور سب عوام ہیں“ اس سے واضح ہو گیا

کہ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام راسخین فی العلم کو اس باب میں

اپنا ہمنا سمجھتے ہیں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحذیر الناس کے شروع ہی میں ”خاتم النبیین“ کے بارے میں دو گروہوں کا ذکر کیا ہے ایک عوام جن کے متعلق لکھا ہے کہ یہ لوگ معنی ”خاتم النبیین“ کو خاتمت زمانی ہی میں حصر کرتے ہیں۔ دوسرے اہل فہم جن کو مولانا اپنا ہمنا خیال کہتے ہیں۔ اس جگہ عوام سے جو لوگ ان کی مراد میں ان کی تفصیل انہی کے مکتوبات حصہ اول مکتوب نمبر دوم صفحہ ۴۴ پر اس طرح مذکور ہے کہ۔

”جز انبیاء کرام علیہم السلام یا راسخان فی العلم ہمہ عوام اند۔“

باب تفسیر میں سوائے انبیاء علیہم السلام اور راسخین فی العلم کے سب عوام ہیں۔“

حضرت مولانا کی اس تصریح سے معلوم ہو گیا کہ مولانا کی مراد عوام سے صرف وہ لوگ ہیں جو راسخین فی العلم میں داخل نہیں ہیں۔ اور انہی کے متعلق مولانا کا یہ خیال ہے کہ وہ مفہوم خاتمت کو ختم زمانی میں منحصر سمجھتے ہیں۔ ان کے علاوہ دوسرے حضرات یعنی راسخین فی العلم، بالخصوص صحابہ و تابعین اور پھر خاص کر تمام راسخین فی العلم کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کے متعلق حضرت مولانا کا خیال ہے کہ ان میں سے کسی نے حصر کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ مولانا مرحوم ان کو اپنے موافق سمجھتے ہیں۔

لفظ ”عوام“ سے معاذ اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام و تابعین عظام کو مراد لینا صرف آپ کی طبیعت کی نفاست ہے۔ شاید آپ حضرات کے محاورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام وغیرہ اکابرین دین کو عوام کہا جاتا ہو۔ حضرت مولانا نانوتویؒ کی جو مراد لفظ ”عوام“ سے ہے وہ انہوں نے اپنے مکتوب میں لکھ دی ہے۔ اس کے بعد یہ کہنا کہ مولانا کی مراد عوام سے معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام وغیرہ ہیں انتہائی افسوسناک بات ہے۔

اور آپ نے جو عبارت تحذیر الناس صفحہ ۲۹ کی پیش کی ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مولانا نانوتوی مرحوم خود اس کے مقرر ہیں کہ ان سے پہلے تمام امت کا حصر پر اجماع رہا ہے۔ اس عبارت کے نقل کرنے اور اس کا مطلب بیان کرنے میں آپ نے سخت خیانت اور بددیانتی سے کام لیا ہے۔ جناب اس عبارت میں آیت ”خاتم النبیین“ کے معنی کا ذکر ہی نہیں ہے۔ وہاں تو اثر ابن عباس کی تاویل کا ذکر ہے۔ مولانا مرحوم وہاں یہ بتلانا چاہتے ہیں

کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اثر (در بارۃ انبیائے طبقات) کی بعض اگلے مصنفین نے جو تاویلیں کی ہیں، مثلاً یہ کہ ان سے اراضی سُفلی میں مبلغان احکام مراد لے لئے۔ یا بعض صوفیاء نے اس کو عالم مثال پر محمول کیا وغیرہ وغیرہ۔

اس قسم کی تاویلات ٹھیک نہیں بلکہ اس کی صحیح شرح وہ ہے جو میں نے لکھی ہے۔ اور پھر اسی کے متعلق مولانا نے یہ لکھا ہے کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ میں ان اگلے مصنفوں کی تحقیر کرتا ہوں، ان کا احترام اور ان کی عظمت بچانے خود اپنے دل میں ہے۔ مگر ایسا بھی کہی ہو جاتا ہے کہ کسی مضمون کی طرف بڑوں کا ذہن نہیں گیا اور کسی چھوٹے کا چلا گیا۔ بہر حال صفحہ ۲۹ کی اس عبارت کا تعلق تفسیر ”خاتم النبیین“ سے نہیں ہے۔ بلکہ وہ عبارت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اثر کی تاویل کے متعلق ہے۔ تحذیر الناس صفحہ ۲۹ غور سے ملاحظہ فرمائیے۔ میں اسی جگہ کی پوری عبارت پڑھتا ہوں سنئے۔ مولانا تحریر فرماتے ہیں۔

” نیز یہ بھی واضح ہو گیا ہوگا کہ یہ تاویل کہ یہ اثر اسرائیلیات سے ماخوذ ہے، یا انبیاءِ علیہم السلام اراضی ماتحت سے مبلغان احکام مراد ہیں، ہرگز قابل التفات نہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ باعث تاویلات مذکورہ یہی مخالفتِ خاتمیت تھی۔ جب مخالفت ہی نہیں تو ایسی تاویلیں کیوں کیجئے جن کو مدلول معنی مطابقی سے کچھ علاقہ ہی نہیں باقی رہے۔ یہ بات کہ بڑوں کی تاویل کو نہ مانئے تو ان کی تحقیر لغو و باطلہ لازم آئے گی۔ یہ امنی لوگوں کے خیال میں آسکتی ہے جو بڑوں کی بات ازراہ بے ادبی نہیں مانا کرتے، ایسے لوگ اگر ایسا سمجھیں تو بجا ہے ”المرء یقینس علی نفسه یہ چہنا و تیرہ نہیں، نقصانِ شان اور چیز ہے اور خطا و زیان اور چیز۔ اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آگیا۔ اور کسی طفل نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا۔ ۷۰ گاہ ہاں کہہ کہہ کود کے نادان۔ بغلط بردہ زند تیرے “

مجھے حیرت ہے کہ آپ ایسی خلافِ دیانت کارروائیاں کرنے میں کیوں اس قدر دلیر ہیں۔ اس عبارت کا وہ ابتدائی حصہ جس سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ مولانا کا کلام یہاں ”تفسیر خاتم النبیین“ میں نہیں، بلکہ

اثر ابن عباس رضی میں ہے۔ آپ نے بالکل چھوڑ دیا اور صرف آخری حصہ کو لکھ دیا۔ اور مطلب وہ بیان کیا جس کا وہاں شائبہ بھی نہیں۔ لیکن میں اس کے سوا کچھ نہیں کہوں گا کہ ”خدا آئندہ ہی کے لئے نیکی کی توفیق دے“
ہاں اسی کے ساتھ آپ نے ایک اور بھی ایسا ہی کیا، بلکہ اس سے بھی زیادہ افسوسناک افتراء کیا ہے کہ معاذ اللہ
مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ختم زمانی حضور کی شان کے لائق نہیں“ میں نے اس کے جواب میں عرض کیا ہے۔
”آپ کا یہ لکھنا کہ ختم زمانی حضور کی شان کے لائق نہیں بالکل افتراء ہے“

اور جو فقرہ اس بہتان کے ثبوت میں آپ نے تحذیر الناس صفحہ ۸ سے پڑھ کر سنایا ہے اس میں بھی آپ نے
ایسی خیانت سے کام لیا ہے جس کی توقع مجھ آپ سے بھی نہ تھی۔ میں حیران ہوں کہ آپ کیوں کر ایسی جرات کرتے
ہیں اور وہ بھی میرے سامنے جس کو بار بار آپ آزما چکے ہیں۔

حاضرین کرام! پوری عبارت سنیں جس کا نام مکڑا مولوی صاحب نے سنا کر مجھ کو اور آپ کو دھوکا دینا
چاہا تھا۔ پوری عبارت اس طرح ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

”ہاں اگر بطور اطلاق یا عموم مجاز اس خاتمیت کو زمانے اور مرتبے سے عام لیجئے تو پھر
دونوں طرح کا ختم مراد ہوگا۔ پر ایک مراد ہو تو شایان شان محمدی صلعم خاتمیت مرتبی ہے
نہ زمانی“

اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر لفظ خاتم کو خاتم زمانی اور خاتم مرتبی سے مطلق رکھا جائے یا بطور
عموم مجاز زمانے اور مرتبے دونوں سے عام رکھا جائے تو اسی ایک لفظ سے حضور کے لئے دونوں قسم کی خاتمیت یعنی
زمانی و ذاتی مراد ہوگی۔ اور اگر دونوں میں سے ایک ہی مراد لینی ہو تو پھر اس کے لئے زیادہ شایان شان محمدی خاتمیت
مرتبی ہوگی نہ کہ زمانی۔ کیوں کہ ختم ذاتی میں فضیلت بالذات ہے اور نیز ختم زمانی اس کے لئے لازم بھی ہے۔

بہر حال اس عبارت میں یہ نہیں کہا گیا کہ ختم زمانی معاذ اللہ حضور کی شان کے ہی لائق نہیں بلکہ مولانا کا
مقصد صرف یہ ہے کہ ان دونوں قسم کی خاتمیت میں حضور کے لئے زیادہ شایان شان ختم ذاتی ہے۔ ورنہ اگر خدا نخواستہ
حضرت مولانا اس کو آپ کے لائق نہ سمجھتے تو اس کو آپ کے لئے ثابت ہی کیوں کرتے، حالانکہ پہلے تو احتمال آپ نے
اطلاق یا عموم مجاز ہی کا لکھا ہے جن میں حضور کے لئے دونوں قسم کی خاتمیت ثابت ہوتی ہے۔ نیز اسی عبارت کے

بالکل متصل وہ عبارت ہے جس میں مولانا نے اپنا مختار اس کو قرار دیا ہے کہ خاتم کو جس قرار دیا جائے اور زمانی و مرتبی کو اس کی دو نوعیں۔ پھر اسی ایک لفظ ”خاتم النبیین“ سے حضور کے لئے خاتمیت کی دونوں نوعیں بدلات مطابقتی ثابت کی جائیں۔ جس کو میں اپنی پہلی تقریر میں یہ تفصیل عرض کر چکا ہوں۔

بہر حال صفحہ ۸ کا جو ناقص فقرہ آپ نے لوگوں کو پڑھ کر سنایا، اس کا ہرگز وہ مطلب نہیں جو آپ نے بیان کیا۔ بلکہ وہی مطلب ہے جو میں نے عرض کیا۔ جس کی مثال یوں سمجھئے کہ حق تعالیٰ نے قرآن پاک کو سورہ بنی اسرائیل میں ”شفا“ فرمایا ہے۔ اب ایک عالم یہ کہتا ہے اگر اس کو شفا، روحانی اور جسمانی سے مطلق رکھا جائے جب تو دونوں قسم کی شفا مراد ہوگی۔ اور اگر ایک ہی مراد ہو تو پھر قرآن پاک کے شایان شان شفا، روحانی ہے نہ کہ جسمانی۔ ظاہر ہے کہ کوئی احمق بھی اس کا یہ مطلب نہ سمجھے گا کہ اس عالم نے قرآن پاک کی شفا، جسمانی کی تاثیر سے انکار کر دیا، یا اس کو اس کے لائق نہ سمجھا، بلکہ ہر صاحب فہم کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہی ہوگا کہ شفا، روحانی کا مرتبہ شفا، جسمانی سے بلند ہے۔ اگرچہ شفا، جسمانی بھی اپنی جگہ پر بہت زیادہ قابل قدر ہے۔ الغرض حضرت مولانا تو می رحمۃ اللہ علیہ پر آپ کا یہ محض بہتان ہے کہ ان کے نزدیک ختم زمانی معاذ اللہ حضور کی شان کے لائق ہی نہیں۔

آپ نے اس مرتبہ پھر یہ کہا ہے کہ تحذیر الناس کے تینوں فقرہ میں تین مستقل کفر ہیں اور ترتیب بدل دینے سے معنی میں کوئی فرق نہیں ہوا۔ چونکہ اس کا انتہائی شافی اور مفصل جواب میں پہلے عرض کر چکا ہوں اس لئے جواب میں اس وقت میں نے صرف یہ عرض کیا ہے کہ۔

”تینوں عبارتوں کی میں کافی توضیح کر چکا ہوں۔ اس کے بعد وہ عبارات بالکل بے اعتبار ثابت

ہوتی ہیں“

اب جب تک کہ آپ میرے اس مطلب کو دلائل سے غلط ثابت نہ کریں جو میں نے ان تینوں فقرہ کا بجمہ اللہ نہایت مدلل بیان کیا ہے۔ اس وقت تک مجھے اس بارہ میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ میں پہلے ہی یہ بھی نہایت وضاحت سے بتلا چکا ہوں کہ ترتیب کے بدل دینے سے اصل مطلب بالکل بدل گیا۔

نیز آپ نے پہلے بیان میں اس کو تسلیم کیا ہے کہ اگر ناقص فقرہ کی ترتیب بدل جائے تو مضمون بدل جاتا ہے اور میں ثابت کر چکا ہوں کہ صفحہ ۱۴ و صفحہ ۲۸ کے فقرے مولوی احمد رضا خان صاحب نے حسام الحقین میں ناقص اور

نام تمام ہی نقل کئے ہیں۔

آپ کا یہ فرمانا کہ ”ہل“ احزاب کے لئے ہے اور اس کے بعد سے مستقل جملہ شروع ہوتا ہے۔ نہایت عجیب ہے۔ بندۂ خدا غور سے دیکھا تو ہوتا۔ یہ دونوں فقرے محل جزاء میں ہیں اور ان کی شرط اوپر مذکور ہے۔ صفحہ ۱۸۱ کا فقرہ یہاں سے شروع ہوتا ہے۔

”عرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء پر گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا۔ بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے“

کیا کوئی معمولی اردو دان بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ بلکہ سے بعد الی عبارت اسی پہلی شرط پر متضرع نہیں ہے۔ ؟
علیٰ ہذا بالکل یہی صورت صفحہ ۲۸ دالے فقرے کی ہے۔ بہر حال یہ دونوں فقرے نام تمام ہیں اور آپ کے اعلیٰ حضرت نے ان کی ترتیب بدل کر ان کے مضمون کو بالکل مسخ کر دیا ہے۔ اس مرتبہ آپ نے فتاویٰ احرارین کا بھی ذکر کیا ہے پہلے حسام احرارین کی بحث سے فارغ ہو لیجئے، پھر انشاء اللہ ثابت کر دیا جائے گا کہ فتاویٰ احرارین میں حسام سے بھی زیادہ زبردست خیانتیں کی گئی ہیں۔

ہاں اسی سلسلہ میں مجھے ایک بات اور بھی عرض کرنی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر بالفرض آپ کی اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ ”حسام احرارین“ میں تحذیر الناس کا جو فقرہ جس قدر نقل کیا گیا ہے وہ بجائے خود ایک مستقل جملہ ہے جس کا اول آخر سے کوئی خاص تعلق نہیں۔ پھر ہر فقرہ میں علیحدہ علیحدہ مستقل کفر ہے تو آپ کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بھی کافر ٹھہریں گے۔ کیوں کہ تحذیر الناس صفحہ ۱۸۱ کا جو فقرہ انہوں نے ”حسام احرارین“ میں سب سے پہلے نقل کیا ہے اس کے الفاظ صرف یہ ہیں۔

”بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور

باقی رہتا ہے“

اس اتنے فقرے کا ظاہری مطلب یہی ہے کہ حضور کے زمانہ اقدس میں کسی نبی کا کسی جگہ ہونا آپ کی خاتمت کے منافی نہیں۔ اور یہ آپ کے اعلیٰ حضرت کو بھی تسلیم ہے۔ بلکہ حضرت نانوتوی مرحوم نے تو بالفرض ہی کر کے لکھا ہے، آپ

کے اعلیٰ حضرت تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ اقدس میں چار اور نبیوں کا وجود بالفعل تسلیم کر رہے ہیں چنانچہ ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ چہارم کے صفحہ ۶۱ پر ہے۔

”چار انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وہ ہیں جن پر ابھی ایک آں کے لئے بھی موت طامعی نہیں ہوئی“

دو آسمان پر، سیدنا ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اور زمین پر

سیدنا حضرت الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام“

پس اگر تذییر الناس صفحہ ۱۴ کا وہ فقرہ بالکل مستقل طور پر موجب کفر ہے تو آپ کے اعلیٰ حضرت بھی اس

کی مہنوائی کی وجہ سے کافر ٹھہرے۔

شادم کہ از قسیم باں دامن کشاں گزشتی

گوشت خاک باہم برباد رفت باشد

اس مرتبہ آپ نے پھر یہ فرمایا ہے کہ تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ ”خاتم النبیین“ سے صرف خاتم زمانی ہی

مراد ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ آپ کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے۔ جب حدیث پاک میں یہ آگیا کہ ہر امت قرآنی کے

لئے ایک ظاہری معنی ہیں اور ایک باطنی۔ تو پھر کس شخص کو یہ حق حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ ”خاتم النبیین“

کے صرف یہی ایک معنی ہیں، اس کے سوا کچھ نہیں۔ ہاں آپ نے یہ بات نہایت عجیب فرمائی کہ ”خاتم النبیین“ پوری

آیت نہیں ہے بلکہ آیت کا ایک لفظ ہے۔ لہذا یہ اس حدیث کے تحت میں نہیں آتا۔ لیکن آپ نے یہ سوچا ہوتا کہ آیت

کے باطنی معنی جب ہی بنیں گے جب کہ اس کے مفردات کے بھی باطنی معنی لئے جائیں۔ اور علاوہ اس کے میں نے اپنی پہلی

ہی تحریر میں اس موقع پر آپ کے اعلیٰ حضرت کی کتاب ”الدولۃ المکیۃ“ کا بھی حوالہ دیا تھا اگر آپ اس کو دیکھ

لیتے تو یہ لچر بات نہ فرماتے۔ اس میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے۔

لا یفقہ الرجل کل الفقہ حتیٰ یجعل آدمی اس وقت تک کامل فقیہ نہیں ہوتا جب تک کہ

للقران وجوہا۔

قرآن پاک کے لئے متعدد توجہات نہ نکالے۔

اور پھر بحوالہ ”اتقان“ اس کی شرح یہ لکھی ہے کہ فقیہ کامل وہ ہے جو

ان المراد ان یرى اللفظ الواحد یحتمل
معانی متعدده فیحمله علیها اذا كانت
غیر متضاده ولا یقتصر علی معنى واحد۔
ایک لفظ کو متعدد معانی کے لئے متحمل دیکھے اور پھر وہ سب
معانی اس سے مراد لے اور کسی ایک ہی معنی پر حصر نہ کرے۔
بشرطیکہ وہ معانی آپس میں متناقض نہ ہوں۔

(العلة المکیة ص ۴۳)

پس مولانا نانوتوی مرحوم کا قصور صرف یہی ہے کہ انہوں نے لفظ ”خاتم النبیین“ کو دیکھا کہ وہ خاتم زمانی پر بھی
محمول ہو سکتا ہے اور اس سے خاتم مرتبی بھی مراد لیا جاسکتا ہے تو انہوں نے اس کو دونوں معنی پر محمول کیا اور اسی ایک
لفظ ”خاتم النبیین“ سے علاوہ خاتمیت زمانی کے مولانا مرحوم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ایک بہت بڑی
فضیلت خاتمیت مرتبی کی اور ثابت کی جس کی پوری تفصیل میں اپنے پہلے بیانات میں کر چکا ہوں اور سہولت فہم کے لئے
اس کی ایک مثال عرض کرتا ہوں۔ فرض کیجئے کہ۔

کسی بادشاہ کے ملک میں کوئی دہائی مرض پھیلا۔ بادشاہ کی طرف سے علاج معالجہ کے لئے یکے بعد دیگرے بہت سے
طیب بھیجے گئے اور سب نے اپنی اپنی قابلیت کے مطابق مریضوں کا علاج کیا لیکن مرض کا پورا استیصال نہ ہوا۔ اخیر
میں اس پریم وکریم بادشاہ نے ایک سب سے بڑا اور زیادہ حافظ و ماہر طیب بھیجا جو اتفاق سے تمام پہلے طیبوں کا
استاد بھی ہے اور ملک کے تمام طیبوں نے فن طب اسی سے سیکھا بھی ہے۔ اور بادشاہ کی طرف سے اعلان کر دیا گیا کہ
یہ ہمارا آخری طیب ہے اس کے بعد کوئی طیب نہیں بھیجا جائے گا۔ آئندہ جب کہیں مریض ہو تو وہ اس آخری طیب
کا نسخہ استعمال کرے اسی سے شفا ہوگی۔

الغرض وہ آخری طیب اور سب طیبوں کا استاد آیا اور اس نے اپنا شفا خانہ کھولا۔ جوق درجوق مریض،
اس کے شفا خانہ میں داخل ہو کر شفا پا رہے۔ بادشاہ نے اپنے ایک فرمان خاص میں اس آخری طیب کو،
”خاتم الاطباء“ لکھا۔ اب عوام تو اس کا مطلب بس یہی سمجھتے ہیں کہ یہ طیب آخری طیب ہے اور سب طیبوں کے
بعد آیا ہے۔ مگر ایک دقیق النظر جماعت اور بھی ہے جو کہتی ہے کہ اس لفظ ”خاتم الاطباء“ کا مطلب بس اتنا ہی نہیں ہے
بلکہ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ پہلے جتنے طیب آئے تھے ان کی طب کا سلسلہ بھی اسی طیب پر ختم ہے۔ یعنی
ان سب نے بھی فن طب اسی سے سیکھا ہے اور یہی ان سب کا استاد ہے۔

پس علوم تو اس لفظ ”خاتم الاطباء“ سے صرف ایک ہی قسم کی خاتمیت زمانی نکالتے ہیں۔ اور یہ باریک بینی جماعت اسی لفظ سے خاتمیت کے ساتھ ایک دوسری قسم کی خاتمیت اور نکالتی ہے جس سے اس طبیب کی شان بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

پس بالکل یہی نقشہ ہمارے اور آپ کے اختلاف کا ہے۔ آپ لوگ لفظ ”خاتم النبیین“ سے صرف ایک قسم کی ختم نبوت یعنی محض زمانی نکالتے ہیں۔ اور معنی خاتمیت کو بس اسی میں حصر کرتے ہیں۔ اور ہم لوگ اس خاتمیت زمانی کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ اس لفظ سے ”خاتمیت مرتبی“ بھی مراد لیتے ہیں۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اور گویا نص قرآن سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی الامت ہونے کے ساتھ ساتھ نبی الانبیاء بھی ہیں۔ اور ہم غلامان محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے امتی ہیں۔ اسی طرح ایک حیثیت سے حضرت موسیٰ دعیسیٰ علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام بھی آپ کے امتی اور آپ کے فیض کے دست نگر ہیں۔

بہر حال حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا جرم اس باب میں صرف یہی ہے کہ وہ آپ لوگوں کے ادعائے حصر کو تسلیم نہیں کرتے۔ رہا آپ کا یہ خیال کہ اس حصر پر امت کا اجماع ہے۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ یہ خیال قطعاً غلط ہے اور اب میں نے عرض کیا ہے کہ۔

”حصر پر آپ ہرگز اجماع ثابت نہیں کر سکتے۔ بلکہ اس کے خلاف علمائے کرام کی تصریحات موجود ہیں چنانچہ علامہ بحر العلوم لکھنویؒ کے رسالہ ”فتح الرحمن“ سے حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مضمون کو نقل کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مقتضائے ختم رسالت صرف ختم زمانی میں منحصر نہیں۔ اور عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ ثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

بہر آئیں خاتم شد اس استاد کہ بکود مثل اوئے بود دے خواہند بود
چونکہ صنعت برد استاد دست نے تو گوئی ختم صنعت بر تو ہست

مولانا بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ شارحین ثنوی نے اس مضمون (حضور کی خاتمیت ذاتیہ) کو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے۔ پھر یہ کہنا کہ ہصر پر اجماع ہے اور اس کا منکر کافر ہے، بالکل غلط اور باطل ہے۔“

میں امید کرتا ہوں کہ عارف رومی رح کے ان اشعار اور ان کے ذیل میں شارحین ثنوی کی تصریحات دیکھنے کے بعد آپ یہ جرأت دکریں گے کہ۔

” ہصر پر ساری امت کا اجماع ہے۔ اور اس کا منکر کافر ہے۔“

کیونکہ عارف رومی رح نے ان اشعار میں حضور کی خاتمیت کے ختم زمانی کے علاوہ ایک دوسرے معنی بھی بیان کئے ہیں جو قریب قریب بالکل وہی ہیں جو حضرت مولانا نانوتوی مرحوم نے تحذیر الناس میں بیان فرمائے ہیں۔ اور شارحین ثنوی بالخصوص علامہ بحر العلوم رح نے ان کو پوری وضاحت سے بیان کیا ہے۔ میرے پاس اس وقت کوئی ثنوی شریف کی شرح نہیں ہے۔ اگر آپ کے پاس ہو یا آپ کو دستیاب ہو سکے تو اس موقع کو ضرور ملاحظہ فرمائیے۔ یہ اشعار ثنوی شریف کے چھٹے دفتر کے ابتدائی حصہ ہی میں ہیں۔ نیز آپ کی جماعت کے مشہور عالم بلکہ معتد مناظر نثار احمد صاحب کانپوری کے والد ماجد مولانا احمد حسن صاحب مرحوم نے ثنوی شریف پر جو حاشیہ لکھا ہے اس میں بھی علامہ بحر العلوم رح وغیرہ شارحین ثنوی کی وہ عبارات نقل کی ہیں اگر وہ آپ کو یہاں مل سکے تو اس کو دیکھ لیجئے۔ اس سے بھی آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ محققین نے لفظ ”خاتم النبیین“ سے علاوہ ختم زمانی کے اور معنی بھی سمجھے ہیں۔ اور اس تحقیق میں سے مولانا نانوتوی مرحوم متغیر نہیں ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) لے ان دونوں شعور کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب خاتم اس واسطے ہوا ہے کہ ہود و کرم میں آپ کی مثل نہ کوئی ہوا نہ ہوگا جس طرح کہ جب کوئی استاد کسی فن میں خاص کمال حاصل کر لیتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ فن تو تجھ ہی پر ختم ہے۔ ”ترتیب غفرک“ لے ۱۔ تکمیل فائدہ کے لئے حضرت مولانا محمد منظور صاحب ہی سے حاصل کر کے ہم وہ عبارات یہاں حاشیہ میں درج کرتے ہیں۔ ثنوی شریف کے مندرجہ بالا پہلے شعر د بہر این خاتم شد است او کہ بجود“ الخ پر حاشیہ لکھتے ہوئے مولانا احمد حسن صاحب کانپوری مرحوم شرح بحر العلوم سے نقل کرتے ہیں۔ (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

اس مرتبہ پھر آپ نے قادیانیوں کی استادی ش گزری کا ذکر کیا ہے۔ میں پہلے ہی اس کا جواب دے چکا ہوں کہ عبارات تحذیر الناس میں تحریف کر کے اس سے ختم زبانی کا انکار نکالنے میں آپ کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب استاذ ہیں اور قادیانی شاگرد۔ انہوں نے یہ سبق آپ کے اعلیٰ حضرت ہی سے لیا ہے۔

” الغرض قادیانیوں کی استادی اور شاگردی کا جواب آپ پاچکے، پھر اسی کی تکرار آپ ہی کی شان ہے۔“

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) یعنی آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم است و خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم لقب اود شدہ بجمت آنست کہ در جود و بختائش مثل او نیست و نخواہد بود کہ جود آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم عام است بہمہ کساں از عالم تا اینکه پیچ کس بکمال نبوت و ولایت نرسد مگر از شکوۃ روحانیت او و اوصالی اللہ علیہ وسلم مفیض کمالات برہمہ اولیاء و انبیاء است۔ ۱۲

(بحر العلوم)

عارف رومی کے اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم ہیں اور آپ کا لقب خاتم الرسل اس واسطے ہوا ہے کہ جود و کرم و عطائیں کوئی آپ کا مثل نہیں سے اور نہ آئندہ ہوگا۔ کیونکہ آپ کی بخشش عالم کے تمام آدمیوں کے لئے عام ہے جتنی کہ کوئی نبی اپنے کمال نبوت تک اور کوئی ولی کمال ولایت تک نہیں پہنچا مگر آپ کی روحانیت کے نور کے فیض سے۔ اور آپ ہی تمام انبیاء و اولیاء کو کمالات کا فیض پہنچانے والے ہیں (گویا افاضۃ النبیہ کے لئے واسطہ گبری ہیں)۔

اس کے بعد ارقام فرماتے ہیں۔

تحقیقش آنست کہ حقیقت آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم جامع است بر جمیع حقائق را دکمال آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم بر جمیع کمالات را در مرتبہ نبوت آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم جامع است بر جمیع مراتب نبوت را، و پیچ نبی نہ بود مگر آنکہ نبوت تشریع گرفت از روحانیت اوصالی اللہ علیہ وسلم پس شرائع ہمہ انبیاء۔ شرائع آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم بود

اس کی تحقیق اس طرح پر ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت تمام حقائق کو اور آپ کا کمال تمام کمالات کو اور آپ کی نبوت کا مرتبہ تمام مراتب نبوت کو جامع ہے اور جو بھی نبی ہوا ہے اس نے نبوت تشریع آپ کی روحانیت سے حاصل کی ہے۔

پس تمام انبیاء علیہم السلام کی شرائع فی الحقیقت حضور (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

اخیر میں میری گزارش ہے کہ۔

” جو چیزیں میں نے اپنے ابتدائی بیان میں پیش کی ہیں ان کے جواب سے عمدہ برآ ہو جتے ہوں گا۔
تیزی دکھانا جواب سے عاجزی کی دلیل ہے۔ میرے نزدیک بد زبانی شانِ ایمان سے دور ہے۔“
آپ کی ساری سخت کلامیوں کا میرے پاس یہی اول و آخر میں جواب ہے۔ میرے بعض جو شیلے دوستوں
کا مجھ سے اصرار ہے کہ میں بھی آپ ہی کی زبان میں بات کروں بلکہ اینٹ کا جواب پتھر سے دوں لیکن میں ان سے بھی عرض کرتا
ہوں کہ اس باب میں وہ مجھ سے قطعاً مایوس ہو جائیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کہ انبیاء و صلوات اللہ علیہم ازیں
آں سرور و شکوۃ آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم گرفتہ
ہی کی شریعتیں تھیں کہ ان انبیاء علیہم السلام نے ان کو حضور
اقدس ہی کی روحانیت سے حاصل کر کے اپنی اپنی امتوں
کو پہنچایا۔ (بحر العلوم) رسالہ نمبر ۱۲

پھر ثنوی شریف کے دوسرے شعر ” چونکہ صنعت برداستاد دست الہی “ کے حاشیہ میں شرح بحر العلوم
ہی کے حوالہ سے ارقام فرماتے ہیں کہ۔

ایں جہت کہ استاد است و جواد است بر
انبیاء و اولیاء و در جود و افاضت مثل ندارد
چونکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء و
اولیاء کے استاد ہیں اور سب پر بخشش کرنے والے ہیں
اور اس جود و کرم میں کوئی آپ کی مثل نہیں ہے اس واسطے
اطلاق صفت ختم بر اوست۔
صفت ختم کا آپ پر اطلاق ہوا ہے۔

ناظرین کرام! بالخصوص مولوی حسرت علی صاحب بغور ملاحظہ فرمائیں۔ کیا یہ سب کچھ وہی نہیں ہے جو،
تحدیر الناس میں لکھا گیا ہے۔ اور کیا ان تصریحات کی موجودگی میں کوئی صاحب علم و فہم یہ کہہ سکتا ہے کہ ” خاتمیت
ذاتی “ اور ” خاتمیت مرتبی “ صرف مولانا محمد قاسم صاحب کی ایجاد ہے ؟ اور کیا اب بھی کسی کو یہ کہنے کی
گنجائش ہے کہ ” مفہوم خاتمیت کو ختم زمانی میں ہی حصر کرنے پر ساری امت کا اجماع ہے اور اس حصر کا منکر اور مخالف
کافر ہے۔ “ مرتب غفرلہ

میں آپ کی ہر بات کا انشاء اللہ جواب دوں گا لیکن آپ کی گالیوں کے ترکی بترکی جواب سے عاجز ہوں۔ اور
بجدا مجھے اپنی اس عاجزی پر ناز ہے۔ میرے آقا و مولا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت نزاع بدزبانی کرنے کو
منافی کی علامت بتلایا ہے۔

میری تو دعا ہے کہ حق تعالیٰ مجھ کو اور تمام مسلمانوں کو اس ناپاک خصلت اور منافقانہ عادت سے محفوظ رکھے
آمین ثم آمین۔

۱۰ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم آية المنافق ثلاث إذا عاهد
غدر وإذا خا صم فجر وإذا حدث كذب او كما قال عليه السلام - ۱۲ (مرتب غفر)

نوٹ از مرتبہ

مولانا محمد منظور صاحب کے اس بیان کے ختم ہوتے ہی مولوی حسنت علی صاحب نے
اپنا مختصر تحریری جواب (جو اسی دوران میں بعجلت تیار کر لیا گیا تھا) مولانا محمد منظور
صاحب کے حوالے کیا اور توضیحی تقریر شروع کی جو صفحہ آئندہ سے شروع ہے۔
یہاں بھی امتیاز کے لئے حسب سابق تحریر کا حصہ حاشیہ میں چھپو کر لکھا جائے گا۔

مولوی حسرت علی صاحب کا تفسیر بیان

حضرات گرامی ! مولوی منظور صاحب اپنے بیان میں اس پر بہت زور دیا ہے کہ تحذیر الناس صفحہ ۳۲ کی عبارت میں جو ”عوام“ کا لفظ آیا ہے اس سے انبیاء علیہم السلام اور راسخین فی العلم کے ماسواہ اور لوگ مراد ہیں۔ میرا جواب یہ ہے۔

” عبارت تحذیر الناس میں اہل فہم کے مقابل عوام کا لفظ لایا گیا ہے۔ اس لئے عوام کے یہی معنی ہیں کہ نا سمجھ لوگ “

اور میں دلائل قاہرہ سے ثابت کر چکا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تمام صحابہ کرامؓ پھر تابعین عظام اور تمام علماء امت حصر ہی کے قائل ہیں تو جب نانوتوی صاحب نے سب حصر کرنے والوں کو عوام بتلایا تو یہی مطلب ہوا کہ ان کے نزدیک خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ اور سارے علماء امت سب معاذ اللہ نا سمجھ اور بے وقوف ہیں۔ اور یہ کھلا کفر ہے۔

” عبارت اشد العذاب کا آپ جواب نہ دے سکے “

میں نے مولوی مرتضیٰ حسن صاحب درہنگی کی کتاب اشد العذاب کی عبارت پیش کی تھی اور کہا تھا کہ ہماری طرف سے بھی نانوتوی صاحب کی ان عبارات کا جن میں بظاہر ختم نبوت کا اقرار ہے، یہی جواب ہے جو اس عبارت کا درہنگی صاحب نے قادیانیوں کو دیا ہے۔ آپ اس کا کوئی معقول جواب نہ دے سکے۔ کہا تو صرف یہ کہا ہے کہ مرزا کی عبارات انکار ختم نبوت اور دعوائے نبوت میں صریح ناقابل تاویل و توجہ ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ تحذیر الناس کی عبارات بھی ایسی ہی صریح ہیں جن میں کوئی تاویل، توجیہ نہیں ہو سکتی اور توفیق میں آپ نے اب تک کی ہیں ان کو رد کر چکا۔ پس مرزا قادیانی اور آپ کے نانوتوی صاحب دونوں ایک درجہ میں ہیں۔ آپ بار بار

کہتے ہیں کہ نانوتوی صاحب نے ختم زمانی کا انکار نہیں کیا بلکہ اس کو حضور کے لئے ثابت کیا ہے۔ میں نے پہلے ہی لکھا تھا اور اب پھر کہتا ہوں کہ۔

” قاسم نانوتوی نے خود لکھا ہے کہ ختم نبوت زمانی شایان شان اقدس نہیں تو ختم نبوت

زمانی حضور کے لئے ثابت کرنا بقول نانوتوی صاحب حضور کی توہین ہے “

پھر وہ اس کو کیوں حضور کے لئے ثابت کرنے لگے۔ اور اگر ایسا کریں گے تو اپنے خیال کے مطابق حضور

کی توہین کر کے خود کافر ہو جائیں گے۔

” تینوں عبارتوں کی میں تو جین کر چکا ہوں کہ ہر ایک عبارت میں ایک مستقل کفر ہے “

آپ نے اس مرتبہ پھر یہ راگ گایا ہے کہ تحذیر الناس کے فقرہ کی ترتیب بدلنے سے کفری مضمون پیدا ہو

گیا۔ یہ تو آپ جب کہتے جب کہ ہم تینوں فقرہ کو ملا کر کفر ثابت کرتے۔ ہمارا دعوے تو یہ ہے کہ ان میں سے ہر ہر فقرہ

میں ایک ایک مستقل کفر ہے۔ خواہ وہ کسی ترتیب سے لکھے جائیں۔ آپ میری باتوں کا جواب دیکھتے بار بار یہ رٹنے سے کہ،

ترتیب بدلنے سے کفری معنی پیدا ہو گئے۔ نانوتوی صاحب کا اسلام ثابت نہیں ہو سکتا۔

آپ نے کہا تھا کہ تحذیر الناس صفحہ ۳ کے فقرے میں نانوتوی صاحب نے ختم زمانی کو نہیں بلکہ مفہوم ختمیت

کو اسی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے۔ اس کا جواب میں نے یہ دیا کہ حصر پر امت کا اجماع ہے تو نانوتوی صاحب

نے چونکہ اس سے اختلاف کیا اور اس کو خیال عوام بتلایا لہذا وہ کافر ہوئے۔ اس کے جواب میں آپ نے مولوی عبدالحی

صاحب کے رسالہ کا حوالہ دیا ہے کہ وہ حصر کے قائل نہیں۔ میرا جواب یہ ہے کہ مولوی عبدالحی حصر کے قائل ہوں یا نہ ہوں

ساری امت حصر کی قائل ہے۔ دیکھئے۔ آپ کے مدرسہ دیوبند کے مفتی مولوی شفیع صاحب اپنے رسالہ ختم نبوت فی الآثار

کے صفحہ ۹ پر امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی شفا شریف سے یہ عبارت نقل کرتے ہیں۔

واجعت الامة على حمل هذا الكلام على ظاهره وان مفهومه المراد به

دون تاويل ولا تخصيص فلا شك في كفرهم لاء الطوائف كلها قطعاً

اجماعاً وسمحاً۔

اور پھر آپ کے یہ مفتی صاحب ہی اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں۔

” اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام بالکل اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے اور جو اس کا مفہوم ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے وہی بخیر کسی تاویل یا تخصیص کے مراد ہے۔ پس ان لوگوں کے کفر میں کوئی شبہ نہیں ہے جو اس کا انکار کریں۔ اور قطعی اور اجماعی عقیدہ ہے۔“

دیکھا مولوی صاحب یہ ہے حق کا معجزہ۔ آپ اجماع کے انکار میں مولوی عبدالحی صاحب کی آرٹ لیتے ہیں۔ میں نے خود آپ کے دیوبندی مفتی صاحب کی عبارت سے ثابت کر دیا کہ ”خاتم النبیین“ کا مفہوم ختمِ زمانی ہی میں منحصر ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے۔

اس ”ختم النبوت فی الآثار“ میں اور بھی متعدد عباراتیں اس قسم کی ہیں جو اگر ضرورت ہوئی تو پھر پیش کر دیں گے۔ بہر حال میں نے لکھا ہے۔

” مولوی عبدالحی صاحب اجماع مائیں یا نہ مائیں مگر آپ کے مفتی دیوبند نے تو اپنی متعدد

عبارات میں اسی حصر پر اجماع بتایا ہے تو مفتی دیوبند کے فتوے سے آپ یقیناً کافر ہیں۔“

آپ نے اپنے بیان میں یہ بھی کہا ہے کہ نانو تووی صاحب نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم

السلام اور راسخین فی العلم عوام میں داخل نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت بحث تحذیر الناس کی ہے مکتوبات کی نہیں۔

” مکتوبات میں نانو تووی نے انبیاء علیہم السلام اور راسخین فی العلم کو عوام سے نکالا ہوگا مگر

تحذیر الناس میں تو ان کو عوام بتا دیا۔“

” ثنوی شریف کے شعر تو آپ نے لکھ دیتے مگر ان کا ترجمہ لکھنے کی ہمت نہ ہوئی ثنوی شریف

میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصفِ کریم ”خاتم النبیین“ کے یہ معنی ہیں کہ حضور بالذات

نبی ہیں۔ تحذیر الناس کا ثنوی شریف پر قیاس۔ کفر کا ایمان پر قیاس ہے۔“

یہ خط کیشہ فقہ مولوی حشمت علی صاحب کی دستخطی اور ان کے قلم کی لکھی ہوئی تحریر میں اسی طرح لکھا ہوا ہے یا تو یہ استفہام انکاری ہے کہ

یا حرف نفی رہ گیا ہے۔ مولوی حشمت علی صاحب اگر اس کے متعلق کوئی اطلاع دیں گے تو تصریح کر دی جائے گی۔ ۱۲

” میں بتا چکا کہ ختم نبوت کے معنی بدلنے میں قادیانیوں کا قدودہ نانو تووی صاحب کے سوا کوئی نہیں۔ آپ اس کا جواب نہیں دے سکے۔“

” آپ نے مجھ پر بد زبانی کا الزام لگایا ہے حالانکہ میں نے اپنی طرف سے ایک لفظ نہیں کہا بلکہ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب در بھنگی کی عبارت پڑھ دی تھی۔ اگر اس کا نام بد زبانی ہے تو یہ مولوی در بھنگی صاحب کی بد زبانی ہے۔“

آپ نے اس مرتبہ ”خاتم النبیین“ کی مثال ”خاتم الاطباء“ سے دی ہے اس کا جواب سنئے !

” طب پر نبوت کا قیاس، اور طبیب پر نبی کا قیاس باطل ہے۔ طب کسی چیز ہے، مگر نبوت میں کس کو مطلق دخل نہیں۔“

آپ نے طب کی یہ مثال دے کر نبی اور نبوت دونوں کی توہین کی یہ آپ کا ایک اور نیا کفر ہے۔ دیکھئے مولوی صاحب ! میں پھر آپ سے کہتا ہوں آپ کفر کی حمایت سے باز آجائیے۔ جو کفر کی حمایت کرتا ہے وہ خود بھی کفر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ آپ نانو تووی کے کفر کی حمایت کرنے کھڑے ہوئے تھے مگر دیکھئے اب تک کتنے کفر پر کلمے خود آپ سے صادر ہوئے۔ یہ کفر کی حمایت ہی کا نتیجہ ہے اس سے باز آجائیے اور مسلمان ہو کر ہمارے بھائی بن جائیے۔

آپ کے نانو تووی صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کو بالذات کہتے ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی نبوت کو بالعرض۔ اور آپ بھی اپنی تقریروں میں بار بار اس کو واضح کر چکے ہیں حالانکہ یہ محض الحاد ہے۔ اور خود آپ کے دیوبندی مفتی مولوی شفیع صاحب نے بھی اس کو باطل لکھا ہے۔

” ختم نبوت فی الآثار صفحہ ۴۹ پر ہے کہ نبوت کی تقسیم بالذات و بالعرض کی طرف باطل ہے اسی کتاب کے صفحہ ۸ پر ہے کہ لفظ ”خاتم النبیین“ بالکل اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے اور جو اس کا مفہوم ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے وہی بغیر کسی تاویل یا تخصیص کے مراد ہے۔“

کہتے اب تو مدرسہ دیوبند ہی کے مفتی صاحب نے آپ کے اور آپ کے پیشوا نانو تووی صاحب کے خلاف فتویٰ دے دیا۔ ع

اس گھر کو آگ لگ گئی اپنے چراغ ہے۔

آپ نے ایک عجیب بات اس دفعہ یہ کہی ہے کہ اگر تحذیر الناس کے ہر فقرہ میں متقل کفر پایا جائے گا تو اٹھ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی کافر کہنا پڑے گا۔ کیونکہ صفحہ ۴۱ کے فقرہ میں صرف حضور کے زمانہ اقدس میں اور انبیاء کے دہود کو حضور کی خاتمیت کے لئے غیر محل کہا گیا ہے۔

حضور پر نور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ بھی حضور کے عہد مقدس میں چار اور پیغمبروں کے دہود کے قائل ہیں۔ اور اس کے ثبوت میں آپ نے ملفوظات مبارکہ کی عبارت پیش کی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔

”صفحہ ۴۱ کی عبارت سے پہلے ہی موجود ہے۔“ اس میں انبیاء گزشتہ ہوں یا کوئی اور۔ تو یہ

عبارت بھی کفر ہے۔“

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حضور پر نور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار نبیوں کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ ابھی تک موجود ہیں۔ وہ سب وہ ہیں جن کو نبوت حضور سے پہلے مل چکی ہے۔ اور نانو تووی نے نئے پیغمبروں کی آمد کو بھی جائز قرار دیا ہے۔ پس تحذیر الناس کو ملفوظات مقدسہ پر قیاس کرنا کفر کو اسلام پر قیاس کرنا ہے۔ آپ نے اپنی کسی تقریر میں یہ بھی کہا تھا کہ قادیانی دوسرے بزرگان دین شیخ اکبر، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے اقوال مبارکہ سے بھی استناد کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ۔

”بزرگان دین سے قادیانیوں کا استناد باطل ہے در نہ آپ بتلئے کس نے ختم نبوت کے معنی بدلے۔“

ختم نبوت کے معنی سب سے پہلے نانو تووی نے بدلے اور نبوت کا دروازہ کھولنے کے لئے غلط، باطل اور زائل روایتوں اور کہانیوں سے سند پکڑنی۔ بھائیو! نانو تووی صاحب نے تحذیر الناس میں یہ روایت لکھی ہے کہ۔

”جیسی یہ زمین ہے ایسی ہی چھ زمینیں اور بھی ہیں۔ اور جس طرح یہاں مخلوق آباد ہے ویسی ہی

مخلوق ہر زمین میں آباد ہے۔ اور جیسے یہاں نبی آتے ہیں ویسے ہی وہاں بھی انبیاء مبعوث ہوتے ہیں

ہیں حتیٰ کہ جس طرح یہاں آدم و نوح، موسیٰ و عیسیٰ وغیرہم علیہ الصلوٰۃ والسلام گزرے ہیں اسی طرح

وہاں بھی ہوتے ہیں۔ اور جس طرح ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ایسے ہی ان زمینوں میں

بھی آپ کے مثل نبی آتے ہیں۔“

مسلمانو! تم نے اپنے باپ دادوں سے کبھی یہ حدیث سنی ہے؟ کبھی نہ سنی ہوگی۔ مگر مولوی منظور صاحب

اور سارے دیوبندیوں کے پیشوا نانوتومی صاحب نے یہ جھوٹی حدیث اپنی کتاب تحذیر الناس میں لکھ دی اور حضور کے مقابلہ میں چھ نبی دوسری زمینوں میں اور بنا ڈالے۔ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ

يَكُونُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ دُجَالُونَ اٰخِرُ زَمَانٍ مِّنْ كُفَّاءٍ اِلَيْهِ دُجَالٌ اَوْ كُذَّابٌ اٰمِنٌ
 كُذَّابُونَ يٰۤاَتُوْكُمْ مِنَ الْاَحَادِيْثِ گے جو تمہارے پاس ایسی ایسی حدیثیں لائیں
 بِمَالِهِمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلَا اٰبَاءُكُمْ فَاِيَاكُمْ گے جن کو نہ تم نے سنا ہو گا نہ تمہارے باپ،
 وَاِيَا هُمْ لَا يَفْتَنُوْكُمْ وَلَا يَفْتَنُوْكُمْ دادوں نے، تم ان سے دور رہنا وہ تم کو گمراہ
 نہ کر دیں اور فتنوں میں نہ ڈال دیں۔

اس حدیث پاک کی رو سے نانوتومی صاحب بھی انہی دجالوں، کذابوں میں سے ہیں جن کی خبر خدا کے محبوب مطلع علی الغیوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اب سے ساڑھے تیرہ سو برس پیشتر دی تھی۔

مولوی منظور صاحب ! آپ کے نانوتومی صاحب پر یہ حضرت رسالت کا فتویٰ ہے جس میں ان کو کذاب و دجال بتلایا گیا ہے۔ آپ کہاں تک ان کی حمایت کریں گے ؟ مولوی صاحب ! اب بھی کفر کی حمایت سے باز آجائیے۔ اور کافروں کا ساتھ چھوڑ دیجئے۔ ہمارا آپ کا سارا جھگڑا ابھی ختم ہو جائے گا۔
 اچھا اور سنتے !

آپ کے نانوتومی صاحب نے تو نئے نبیوں کے آنے کو خاتمیت کے لئے غیر مغل ہی بتلایا تھا۔ مگر آپ کے دوسرے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے تو سریدوں سے اپنا کلمہ پڑھوانا اور اپنے کو نبی منوانا شروع کر دیا ان کے ایک مرید نے لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ پڑھا اور انہوں نے اس کو اس سے نہیں روکا بلکہ اور اس کو تسلی دی۔ اس نے ان پر درود پڑھا اللھم صلی علی سیدنا ونبینا و مولانا اشرف علی کا وظیفہ بچا۔ اس پر بھی تھانوی صاحب اس سے راضی رہے۔ مگر ہونے کے ادا ہو ہم نبی ہو گئے، ہم پر درود پڑھا جانے لگا۔ اور اس ناپاک واقعہ کو اپنے رسالہ ”الامداد“ میں چھاپ بھی دیا اور اس پر اپنی رائے لکھی کہ۔

” اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ قبیح سنت ہے “

اس کا مطلب یہی ہو کہ تھانوی کے جس مرید کو ان کے قبیح سنت ہونے کی تسلی حاصل کرنی ہو وہ -
 ”اشرف علی رسول اللہ“ کا وظیفہ پڑھے۔ تھانوی صاحب پر درود پڑھے۔ مسلمان، ایمانی کلیجہ پر ہاتھ رکھ
 کر غور کریں کیا کسی ایمان والے کی زبان سے ایسی باتیں کسی حال میں بھی نکل سکتی ہیں؟ کیا جن لوگوں کا یہ حال
 ہوا ان کا ایمان حضورؐ کی ختم نبوت پر ہو سکتا ہے؟

مسلمانو! نانو تو می صاحب نے نبوت کا دروازہ کھولا۔ مرزا قادیانی کو موقع ملا، اس نے نبوت کا دعویٰ
 کر دیا۔ مولوی اشرف علی صاحب نے جب دیکھا کہ میدان صاف ہے تو انہوں نے بھی اپنا کلمہ پڑھوانا اور اپنے کو
 بنی اور رسول کہلوانا شروع کر دیا۔ غرض یہ سب کچھ نانو تو می صاحب ہی کا طفیل ہے۔ انہوں نے ہی سب سے پہلے
 ”خاتم النبیین“ کے معنی بدلے اور لوگوں کو بتلایا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ مبارکہ میں اور اس کے
 بعد بھی اور نبی ہو سکتے ہیں۔ اس سے آپ کی ختم نبوت میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔

مولوی صاحب آپ کتنی ہی تادیلیں تو جیہیں کریں۔ جو لوگ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ختم نبوت
 کا انکار کر کے ختم نبوت کے اجماعی عقیدہ کو عوام یعنی ناممجھ اور بے وقوف لوگوں کا خیال بتلے گا فرمے ہو چکے
 ان کو مسلمان ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

نوٹ از مرتبہ ۱۔ مولوی حشمت علی صاحب کی یہ عجیب و غریب اور معجون مرکب

تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ آپ نے اپنے ایک ساتھی سے پوچھا۔ کیا میرا دقت

ابھی باقی ہے؟ جواب ملا ابھی کافی دقت ہے۔ اس کے بعد آپ نے اس طرح

تقریر فرمائی۔

سنی بھائیو! مولوی منظور صاحب نے نانو تو می کی کفریہ عبارات میں اب تک جتنی تادیلیں کیں آپ نے دیکھ
 لیا کہ میں نے ان سب کے پرچے اڑا دیئے۔ اور مولوی منظور صاحب میری باتوں کا کوئی جواب نہ دے سکے۔

اے مولوی صاحب! آپ یہاں جواب دیں یا نہ دیں، آپ کو خدا کے یہاں جواب دینا پڑے گا۔ لیجئے اسی
 سلسلہ میں چند باتیں اور کہتا ہوں غور سے سنئے اور ہو سکے تو جواب دیجئے۔

آپ نے تحذیر ان ۳ صفحہ ۲ کے فقرہ کی بابت یہ کہا تھا کہ اس میں حصر کو عوام کا خیال کہا گیا ہے۔ میں نے

اس کے جواب میں عرض کیا تھا کہ حضر پر تمام امت کا اجماع ہے اور دلیل میں آپ کے مدرسہ دیوبند کے مفتی اعظم کی کتاب ختم النبوت فی الآثار کا حوالہ بھی میں دے چکا ہوں۔ آپ نے کہا تھا کہ جن لوگوں کے کلام میں حصر ہے حصر اضافی ہے، بتلایے ! اس کا کیا ثبوت ہے ؟

اس وقت ایک عبارت ختم النبوت فی الآثار کی میں اور پیش کرتا ہوں۔ دیکھئے اس کے صفحہ ۶۰ پر ہے۔
 ” خود مکمل جل مجدہ اپنے کلام کے ایک حقیقی معنی بیان فرماتا ہے۔ اور پھر اس کے رسول جن پر یہ کلام نازل ہوا اسی معنی کی انتہائی وضاحت فرماتے ہیں۔ اور پھر اس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد صحابہ کرام اور پھر تمام علمائے سلف اسی کے معنی کو بیان کرتے ہوئے تصریح کرتے ہیں کہ کلام اپنے ظاہری اور حقیقی معنی پر محمول ہے۔ نہ اس میں کوئی مجاز یا مبالغہ ہے اور نہ تاویل و تخصیص “

اس عبارت میں مفتی دیوبند نے صاف لکھا ہے کہ اللہ جل مجدہ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ اور سارے علمائے سلف نے ” خاتم النبیین “ کے یہی معنی سمجھے ہیں کہ سب سے آخری نبی اور اسی معنی میں حصر کیا ہے۔ تو نانوتوی صاحب نے جب حصر کو نا سمجھ لوگوں کا خیال بتلایا تو گویا حق جل مجدہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ اور سب علمائے سلف کو نا سمجھ اور بے وقوف کہا اور یہ کفر ہے تو نانوتوی خود مفتی دیوبند کے فتوے سے کافر ہو گئے۔

تحدیر الناس صفحہ ۴۸ و صفحہ ۶۸ کے فقرہ کے جواب میں آپ نے بار بار یہی کہا ہے کہ ان میں ختم نبوت زمانی کا ذکر نہیں ہے بلکہ ختم ذاتی کا ذکر ہے اور اسی کے متعلق یہ لکھا گیا ہے کہ اگر حضور کے زمانہ میں کوئی اور نبی ہو، یا آپ کے بعد کوئی اور نبی آئے تو اس میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ تو یہ تو آپ نے تسلیم کر لیا کہ ان دونوں صورتوں میں خاتمیت زمانی باقی نہیں رہے گی۔ اور آپ کے نانوتوی صاحب نے تحدیر الناس ہی میں یہ بھی جا بجا لکھا ہے کہ ختم زمانی ختم ذاتی کے لئے لازم ہے اور ختم ذاتی ملزوم۔ تو جب حضور کے زمانہ مبارک میں یا اس کے بعد نئے نبی کے آنے سے حضور کی خاتمیت زمانیہ جاتی رہے گی جیسا کہ آپ کو تسلیم ہے اور نانوتوی صاحب نے لکھا ہے تو خاتمیت ذاتی بھی باقی نہیں رہے گی۔ کیوں کہ لازم کا انتفاء ملزوم کے انتفاء کو مستلزم ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ نانوتوی صاحب

کی تحقیق پر مدحضور خاتم ذاتی رہے نہ خاتم زمانی ۔

مولوی منظور صاحب ! آپ کو بڑا علمیت کا دعویٰ ہے ذرا سب دیوبندی مولویوں سے مشورہ لے کر ہی اس کا جواب دے دیجئے ۔

مولوی صاحب ! آپ نے تحذیر الناس کی عبارات پر کبھی مجھ سے مناظرہ نہیں کیا تھا در نہ میرے سامنے کبھی آپ تحذیر الناس کا نام بھی نہ لیتے ۔ اچھا اور سنئے آپ بھی کیا یاد کریں گے کسی سے پالا پڑا تھا ۔

صفحہ ۱۴ اور صفحہ ۲۸ کے فقرہ میں آپ کی یہ تاویل جب چل سکتی تھی کہ وصف نبوت میں بالذات اور بالعرض ہونے کی صلاحیت ہوتی ۔ حالانکہ نبوت ایسی چیز ہی نہیں جو ذاتی اور عرضی کی طرف منقسم ہو سکے ۔ وہ ہر نبی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلا کسی واسطہ کے ملی ہے ۔ میری بات تو آپ کیا مانیں گے ۔ اس لئے میں اس کے ثبوت میں بھی مفتی دیوبند کا ہی فتویٰ پیش کرتا ہوں ۔ دیکھئے اسی ختم النبوت فی الآثار کے صفحہ ۹۴ پر لکھتے ہیں ۔

” نبوت ایسی چیز نہیں کہ ایک انسان دوسرے انسان کو عطا کر دے ۔ یا ایک نبی دخواہ وہ نبوت میں کتنا ہی بلند مرتبہ رکھتے ہوں ، دوسرے کو نبی بنادیں ۔ بلکہ یہ وہ منصب ہے جو بلا واسطہ

خداوند قدوس کی جانب سے فائز ہوتا ہے “

مفتی دیوبند کی اس عبارت نے بالکل ہی فیصلہ کر دیا اور نانو نوی صاحب کی تحریفات اور آپ کی تاویلات کا قلع قمع ہو گیا ۔ مولوی صاحب یہ ہے صداقت کا کرشمہ کہ مدرسہ دیوبند کا مفتی اعظم بھی وہی کہتا ہے جو ہم کہتے ہیں ۔

کیا خوب کہ غیر پردہ کھولے

جا دوسرے جو سر پہ چڑھ کے بولے

نوٹ از مرتب :-

مولوی محنت علی صاحب کی اس عجیب و غریب تقریر کا مضمون جہاں تک ہو سکا ہے انہی کے الفاظ اور انہیں کے مخصوص انداز میں ہم نے پیش کر دیا ہے لیکن اس تقریر کے وقت خود مولوی محنت علی صاحب کی جو کیفیت تھی۔ افسوس ہے کہ اس کا فوٹو پیش کرنے سے ہم قاصر ہیں۔

اس کے بعد حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی باری آئی۔ آپ نے اپنا مختصر تحریری جواب (جو مولوی محنت علی صاحب کی اس تقریر کے دوران میں لکھ دیا تھا) منخط فرما کر مولوی محنت علی صاحب کے حوالہ کیا۔ اور اپنے پُر از مسانت و وقار انداز میں اس طرح تقریر شروع کی۔

اس تحریر میں بھی ہم تحریر کا حصہ حسب التزام سابق حاشیتین چھوڑ کر ہی نقل کریں گے۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نغانی مدظلہ کا چوتھا جوابی بیان

بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى
اقام بعد

محترم سامعین ! فاضل مخاطب مولوی حسنت علی صاحب کی عجیب و غریب تقریر آپ حضرات نے سنی۔ چونکہ تحذیر الناس کی بحث میں مولوی صاحب کا سارا اندوختہ طعم ہو چکا ہے اس لئے اس مرتبہ آپ نے اصل بحث سے گریز کر کے ایک دوسری مستقل بحث چھیڑ دی ہے۔ مگر مولوی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں بعون اللہ تعالیٰ بغیر خلط و بحث کئے ہی اس کا بھی جواب دوں گا اور انشاء اللہ العزیز اس بحث میں بھی بالآخر آپ لاجواب ہوں گے۔

پہلے میں آپ کے بیان تحریری کے جواب میں اپنا تحریری بیان مع توضیح کے پیش کرتا ہوں۔ سینے اس مرتبہ پھر آپ نے یہ فرمایا ہے کہ تحذیر الناس صفحہ ۳ کی عبارت میں جو عوام کا لفظ ہے (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین اور تمام ائمہ مفسرین مراد ہیں۔ مجھے حیرت ہے کہ آپ کبھی بار بار اس قدر لغو اور مہمل بات کہنے کی کیوں جرات ہوتی ہے۔

اس لفظ ”عوام“ کے متعلق خود مولانا نانوتوی مرحوم کی تصریح میں ان کے مکتوبات کے حوالہ سے پیش کر چکا ہوں اور اب پھر میں نے عرض کیا ہے کہ۔

” مصنف تحذیر الناس نے لفظ عوام کے معنی خود بیان کر دیئے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اور

راستخین فی العلم کے علاوہ اور سب عوام ہیں “

الغرض ”عوام“ کے لفظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین وغیرہم ائمہ امت کو مراد لینا صرف آپ کی ذہانت اور مزاج والا کی لطافت ہے حضرت نانوتوی مرحوم نے اپنی مراد خود بیان کر دی ہے ہاں ناحق کی تہمت کا

البتہ کچھ علاج نہیں۔

”اشد العذاب“ کی عبارت کا آپ نے پھر ذکر کیا ہے میں اس کا شافی جواب پہلے دے چکا ہوں جس کا رد آپ سے اب تک نہیں ہو سکا ہے۔ میرے دلائل کا جواب دیتے بغیر صرف زبان سے یہ دعویٰ کر دینا کہ تحذیر الناس کی عبارات بھی انکار ختم نبوت میں ایسی ہی صریح ہیں جیسی کہ مرزا قادیانی کی عبارات، ایسا ہی ہے جیسا کہ قادیانی صاحبان حضرت ملا علی قاریؒ و شیخ اکبرؒ وغیرہ کی عبارات کے متعلق دعوے کرتے ہیں کہ ان سے ختم نبوت کا صرحاً انکار نکلتا ہے (معاذ اللہ)۔

اس مرتبہ پھر آپ نے یہ کہا ہے کہ ”مولانا نانوتوی مرحوم کے نزدیک ختم نبوت زمانی شایان شان اقدس نہیں“ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ یہ آپ کا خالص افتراء ہے جس میں ذرہ برابر صداقت کا شائبہ نہیں۔ یہی جواب میرا اب بھی ہے۔ اس مرتبہ آپ نے پھر یہ دعویٰ کیا ہے کہ ”تحذیر الناس کی ہر ایک عبارت میں ایک مستقل کفر ہے اور چھ تکہ تینوں فقرے بالکل مستقل جملے ہیں اس لئے ترتیب کے بدلنے سے ان کے مطلب میں کوئی تغیر نہیں ہوا“ اس کے جواب میں میں نے صرف یہ عرض کیا ہے۔

”تینوں عبارتوں کی تشریح میں کرچکا آپ میری تحریر کو دیکھ کر جواب دیجئے“

میں اپنے پہلے بیانات میں اس کو نہایت مدلل اور مفصل طور پر عرض کر چکا ہوں کہ تحذیر الناس کے فقرہ کو ترتیب بدل کر لکھنے سے ان کے مطلب میں زمین و آسمان اور کفر و ایمان کا فرق ہو گیا۔ ورنہ اگر ان میں سے ہر فقرہ بجائے خود دیکھا جائے تو اپنے مضمون کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اس سلسلہ میں اب تک جو دلائل میں نے پیش کئے ہیں آپ ان کا کوئی جواب نہیں دے سکے ہیں۔ بلکہ جو مطلب میں نے ان تینوں فقرہ کو بیان کیا ہے تا حال آپ نے اس سے انکار بھی نہیں کیا ہے بلکہ صفحہ ۳ کے فقرے کا جو مطلب میں نے بیان کیا تھا کہ ”اس میں حصہ کا انکار ہے اور اسی کو عوام کا خیال بتلایا گیا ہے“ سو اس کو تو آپ نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔ اب میرا آپ کا اختلاف صرف یہی رہ جاتا ہے کہ کیا مضمون خاتمیت کو ختم زمانی ہی میں منحصر کرنا اور اس سے زیادہ کچھ مراد دلینا یہ بھی اجماعی اور قطعی مسئلہ ہے کہ اس کا منکر کافر ہو آپ کا یہی دعویٰ ہے اور دلیل میں آپ نے ختم النبوت فی الآثار کے حوالہ سے صرف شفا ر قاضی عیاضؒ کی عبارت پیش کی ہے جو ہرگز اس کے ثبوت کے لئے کافی نہیں کیونکہ اس عبارت کا

مفاد صرف یہ ہے کہ فلاسفہ وغیرہ ملحدین سلسلہ نبوت کا بقا ثابت کرنے کے لئے جو تاویل یا تخصیص نص خاتم النبیین میں کرتے ہیں وہ سب مردود ہے اور اس کا ظاہری مفہوم بلا کسی تاویل و تخصیص کے مراد ہے۔ الغرض شفاء کی یہ عبارت ان ملحدین کے مخالف ہے جو ختم نبوت زمانی کا انکار کرنے کے لئے نص خاتم النبیین میں بے جا تاویلات کرتے ہیں۔ جیسا کہ اس کے سیاق سابق سے ظاہر ہے۔ اور مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ خود ختم نبوت زمانی کے پرزور حامی ہیں بلکہ اس کے منکوح کو کافر اور خارج از اسلام کہتے ہیں۔ البتہ لفظ خاتم النبیین سے خاتمیت زمانی کے ساتھ وہ خاتمیت مرتبی بھی ثابت کرتے ہیں۔ اور شفاء کی عبارت ہرگز اس کے خلاف نہیں۔ بالفاظ دیگر یوں سمجھئے کہ اس میں محصر بالنسبۃ الی تاویل الملاحہ ہے جیسا کہ میں اپنے پہلے کسی بیان میں عرض بھی کر چکا ہوں۔ چنانچہ اپنے تحریری بیان میں اسی کا حوالہ دیتے ہوئے میں نے لکھا ہے:

کہ ”ختم النبوت فی الآثار کا جواب پہلے عرض کر چکا ہوں آپ غور فرمائیے“

بہر حال آپ محصر پر ہرگز اجماع نہیں ثابت کر سکتے اور جب کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد موجود ہے کہ ہر آیت قرآنی کے ایک ظاہری معنی ہوتے ہیں اور ایک باطنی۔ تو پھر کسی آیت کے متعلق کوئی بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس آیت کے بس ہی ایک معنی ہیں۔ نیز میں نے عرض کیا تھا کہ علامہ بکر العلوم لکھنویؒ نے اپنے رسالہ فتح الرحمن میں اس حصہ کے خلاف تصریح کی ہے۔ آپ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اسی سلسلہ میں میں نے ثمنوی شریف کے دو شعر بھی پیش کئے تھے جن میں ختم زمانی کے علاوہ خاتم کی ایک اور بھی تفسیر کی گئی ہے۔ آپ نے ان کے متعلق صرف یہ کہا ہے کہ ان کا ترجمہ نہیں لکھا گیا اس کا جواب یہ ہے کہ۔

”ثمنوی شریف کا ترجمہ آپ نے نہ سمجھا ہو تو میں عرض کر دوں“

لیکن آپ اس کا اقرار کریں کہ میں ان شعروں کا ترجمہ اور مطلب نہیں سمجھ سکا۔ میں عرض کر چکا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ عارف رد میؒ نے اپنے ان شعروں میں خاتم کا جو مطلب بیان کیا ہے وہ قریباً وہی ہے جو حضرت مولانا نانوتوی مرحوم نے تحذیر الناس میں لکھا ہے اور جس کا نام ان کی اصطلاح میں ختم ذاتی ہے۔ اس مرتبہ پھر آپ نے قادیانیوں کے امام اور مقتدی ہونے کا ذکر کیا ہے۔ جواباً عرض ہے کہ۔

”قادیانیوں کا قد وہ کون ہے اس کا جواب عرض کر چکا ہوں کہ تحذیر الناس سے ختم نبوت کا

انکار پہلے آپ کے اعلیٰ حضرت نے نکالا اور انہیں کے اتباع میں قادیانیوں نے“

آپ ہرگز ثابت نہیں کر سکتے کہ ”مسام الحزین“ کی تالیف و اشاعت سے پہلے کسی قادیانی نے تحذیر الناس کی عبارت سے ختم نبوت کا انکار نکالا ہو۔ بہر حال تسلسلہ میں قادیانی جو کچھ کہتے ہیں وہ آپ کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب سے سیکھ کر کہتے ہیں۔ پس اس خاص معاملہ میں قادیانیوں کے استاد اور پیشرو صرف آپ کے اعلیٰ حضرت ہیں۔ رہا آپ کا یہ خیال کہ خاتم النبیین کے معنی میں مرزائیوں نے مولانا نانوتویؒ کی اقتدار کی ہے یہ بالکل غلط ہے مولانا مرحوم کی تحقیق کی بنا پر تو قادیانیت بالکل ہی فنا ہو جاتی ہے جیسا کہ تحذیر الناس صفحہ ۹ و ۱۰ کی عبارت سے ظاہر ہے۔ اور اگر آپ کا یہ مطلب ہے کہ قادیانی صاحبان عبارت تحذیر الناس سے سند پکڑتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ۔

” خاتم النبیین کے معنی میں قادیانیوں کا استدلال پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرمان قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ اور اکابر علماء اسلام مثلاً حضرت ملا علی قاری و شیخ اکبر و امام عبد الوہاب شمرانیؒ وغیرہ کے اقوال سے ہے۔ اس کے بعد انہوں نے مولانا نانوتویؒ مرحوم کی عبارت سے بھی استدلال کیا ہے۔“

بہر حال اگر قادیانیوں کا کسی بزرگ کے کلام سے صحیح یا غلط استناد کرنا آپ کے نزدیک ان بزرگ کو قادیانیوں کا استاد بنانا ہے تو کیا آپ کے نزدیک یہ سب بزرگان دین قادیانیوں کے استاد ہیں ؟ “

تحذیر الناس کی عبارت قادیانیوں کے لئے جب مفید ہو سکتی تھیں جب کہ ان میں ختم زمانی سے انکار کیا گیا ہوتا اور خاتم النبیین کی تفسیر صرف خاتم مرتبی سے کی جاتی۔ حالانکہ میں یہ تفصیل عرض کر چکا ہوں کہ مصنف تحذیر الناس کے نزدیک خاتم النبیین کی دلالت ختم ذاتی اور زمانی دونوں پر ہے۔ اور ان کی تحقیق یہ ہے کہ اسی ایک لفظ خاتم النبیین سے حضور کے لئے دونوں قسم کی خاتمیت ثابت ہوتی ہے جس کی مثال بھی میں نے اپنی پچھلی تقریر میں خاتم الاطباء سے دی تھی جس پر آپ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ طب پر نبوت کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ مجھے تعجب ہے کہ آپ تمثیل اور قیاس کا فرق بھی نہیں سمجھتے۔ پھر آپ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ بڑے زور کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ اس مثال سے نبی اور نبوت کی توہین ہوتی ہے معاذ اللہ مجھے آپ کی اس بے جا جرأت پر رہ رہ کے حیرت ہوتی ہے۔ سنتے۔

انبیاء علیہم السلام روحانی طبیب ہیں اور ان کی پاک تعلیمات روحانی امراض کے لئے خدا کے بتلانے ہوئے معالجات

ہیں۔ اس لیے قرآن کریم میں خدا کی وحی کو شفا فرمایا گیا ہے و نزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة اور اس کے مقابلہ میں کفر اور نفاق کو مرض بتلایا گیا ہے۔ چنانچہ منافقین کے متعلق ارشاد ہے فی قلوبہم مرض فزادہم اللہ مرضا۔ مہر حال نبوت کی تمثیل طب سے اور انبیاء علیہم السلام کی الطہارہ سے بالکل صحیح ہے۔ اس پر اعتراض کرنا قرآن کریم اور علوم شرعیہ سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ آپ نے اس مرتبہ ختم النبوت فی الآثار کے صفحہ ۲۹ کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس میں نبوت کی تقسیم بالذات اور بالعرض کی طرف باطل قرار دی گئی ہے میں نے اس کے جواب میں عرض کیا ہے کہ۔

” ختم النبوت فی الآثار میں مرزائی عقیدہ کی تردید کی گئی ہے نہ کہ تحذیر الناس کے مضمون کی

اور دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے “

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ تحذیر الناس میں جو آنحضرت کی نبوت کو بالذات اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی نبوت کو بالعرض کہا گیا ہے تو اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے کلمات نبوت براہ راست عطا فرمائے ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو روح محمدی کے واسطے سے۔

گویا کلمات نبوت ان کو بھی حق تعالیٰ ہی کی طرف عطا ہوئے اور اللہ سبحانہ ہی نے ان کو بھی نبی بنایا لیکن اس افاضہ میں حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کو واسطہ بنایا گیا۔ جس طرح کہ حق تعالیٰ نے آفتاب کو براہ راست منور فرمایا اور دوسرے ستاروں کو اس کے واسطے سے، لیکن ایسا نہیں ہے کہ دوسرے ستاروں کو خود آفتاب نے نور بخش دیا ہو۔ غرض نور ان کو بھی حق تعالیٰ ہی سے ملا مگر آفتاب کے توسط سے۔ بلاشبہ ایسے ہی کلمات نبوت حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ کی طرف سے براہ راست عطا ہوئے کہ اس میں کسی مخلوق کا توسط نہ تھا۔ اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حضور پر نور کی توسط سے، مگر دینے والا ان کو بھی حق تعالیٰ ہی ہے حضور کو محض واسطہ فی الافاضہ بنایا گیا ہے ورنہ اس عطایں آپ کو کوئی دخل نہیں۔ بس یہی خلاصہ ہے مصنف تحذیر الناس کی تحقیق کا۔ اور ختم النبوت فی الآثار میں اس کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں۔ اور اسکے ص ۲۹ کی جس عبارت کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس میں صرف اس خیال کی تردید کی گئی ہے کہ کوئی نبی کسی دوسرے کو باختیار خود نبی بنا سکتا ہو۔ اور منصب نبوت دے سکتا ہو۔ اور یہ بے شک باطل ہے اس سے کسی کو انکار نہیں۔ اور میں تو کہتا ہوں کہ مصنف تحذیر الناس کی

تحقیق کا خود آپ بھی انکار نہیں کر سکتے، آپ کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے بھی اپنی متعدد تصانیف میں اس،
حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ کائنات عالم میں جس کو بھی کوئی نعمت اور کوئی کمال اور کوئی منصب عطا ہوا ہے وہ
حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے توسط سے عطا ہوا ہے۔ میں یہاں ان کی صرف ایک کتاب ”ہجرۃ اللہ عددہ“
کی عبارت پیش کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں۔

”لصوص متواترۃ اولیاء کرام و آئمہ عظام و علماء اعلام سے مبرہن ہو چکا کہ بہر نعمت قلیل یا
کثیر، صغیر یا کبیر، جسمانی یا روحانی، دینی یا دنیوی، ظاہری یا باطنی روز اول سے اب تک
اب سے قیامت تک، قیامت سے آخرت، آخرت سے ابد تک، مومن یا کافر، مطیع یا فاجر،
ملک یا انسان، جن یا حیوان بلکہ تمام ماسوی اللہ میں جسے جو کچھ ملی یا ملتی ہے یا ملے گی۔ اس کی کلی
انہی کے صبا ئے کرم سے کھلی اور کھلتی ہے اور کھلے گی۔ انہی کے ہاتھوں پر بٹی اور بٹتی ہے، اور
بٹے گی۔ یہ سر الوجود و اصل الوجود و خلیفۃ اللہ الاعظم دلی نعمت عالم ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“

ہجرۃ اللہ عددہ، ص ۲۳۱

اس عبارت میں صاف تصریح ہے کہ بہر نعمت چھوٹی ہو یا بڑی، روحانی ہو یا جسمانی، خواہ کسی مخلوق کو عطا
فرمائی گئی ہو، یا عطا فرمائی جائے۔ بہر حال وہ حضور ہی کے واسطے سے عطا ہوتی ہے اور عطا ہوگی۔ اور چونکہ نبوت
بھی حق تعالیٰ کی بہت بڑی دینی اور روحانی نعمت ہے۔ لہذا وہ بھی جس کسی کو عطا ہوتی ہے آپ کے اعلیٰ حضرت کے
اس اصول کی بنا پر حضور ہی کے واسطے سے عطا ہوتی ہے۔ اور یہی بعینہ مصنف تہذیر الناس کی تحقیق ہے۔ خواہ اپنی
اصطلاح میں آپ اس کا نام بالذات وبالعرض نہ رکھیں کچھ اور رکھ لیں۔ لیکن مضمون اور عقیدہ ایک ہی ہے اس
میں کوئی فرق نہیں۔ اور بحث عقیدہ کی ہے نہ کہ عنوان اصطلاحی کی۔

ختم النبوت فی الآثار صفحہ ۸ کی عبارت کا مفصل جواب پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ مکرر عرض ہے کہ۔
”مرزائی چونکہ ظاہری معنی میں ختم زمانی کے قطعی منکر ہیں اس لئے ختم النبوت فی الآثار میں
ان کی طحا نہ تا دیلات و تخصیصات کا رد کیا گیا ہے۔“

بہر حال اس عبارت میں حصہ بالنظر الی تا ویلات الملاحدہ ہے اس کی نظیریں تصانیف علماء میں مشائع ذائع ہیں۔

آپ نے اپنے بیانات میں بار بار اس چیز کا اظہار کیا تھا کہ تحذیر الناس صفحہ ۳ و ۱۴ و ۲۸ سے جو فقرے حسام الحرمین میں نقل کئے گئے ہیں وہ بجائے خود مستقل مستقل جملے ہیں جن کا صحیح مطلب سمجھنے کے لئے اول و آخر کی عبارت دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ اسی کے ساتھ آپ نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ ان میں سے ہر فقرے کا مضمون پچائے خود مستقل طور پر موجب کفر ہے۔

میں نے اس کے جواب میں عرض کیا تھا کہ اگر آپ کی یہ بات صحیح مان لی جائے تو آپ کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بھی کافر ٹھہریں گے۔ کیونکہ تحذیر الناس صفحہ ۱۴ کا جو فقرہ حسام الحرمین میں انہوں نے نقل کیا ہے اس کے وہ خود بھی قائل ہیں اس فقرے کے الفاظ صرف یہ ہیں۔

۱۔ یہاں ہم نظریں کی طمانیت کے لئے خود مولوی احمد رضا خان صاحب کے کلام سے اس کی ایک نظیر پیش کرتے ہیں۔ فاضل موصوف۔
جزاۃ اللہ علیہ ص ۲۲۔ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ « علامہ حنفی اور میرک نے حضور کے فضائل کے بیان میں لکھا تھا کہ آپ کی امت کی توبہ صرف استغفار سے قبول ہو جاتی ہے » (مختصاً) اس پر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے جمع الوسائل میں اعتراض کیا کہ اس کا قائل علماء میں سے کوئی بھی نہیں ہوا ہے اور لکھا کہ توبہ کے تین رکن ہیں۔ ایک ندامت گزشتہ محبت پر، اور ترک فی الحال، اور آئندہ اس گناہ سے باز رہنے کا پختہ ارادہ۔
فاضل بریلوی ملا علی قاری کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے اخیر میں لکھتے ہیں کہ المقصود الحصص بالنسبۃ الی ما کان علی الامم السابقۃ من الامر یعنی علامہ اور میرک کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بس قبولیت توبہ کے لئے صرف استغفار ہی کی ضرورت ہے ندامت وغیرہ ارکان توبہ ضروری نہیں۔ بلکہ یہ حصر ان تکالیف شاقہ کے لحاظ سے ہے جو اگلی امتوں کو قبولیت توبہ کے لئے اٹھانی پڑتی تھیں گویا علامہ حنفی اور میرک کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ امت محمدیہ کی توبہ کی قبولیت کے لئے استغفار کافی ہے ان کے سوا دوسرے امور کی ضرورت نہیں پس جس طرح حنفی اور میرک کے حصر کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے حصر اضافی بالنسبۃ الی ما کان علی الامم السابقۃ قرار دیا ہے اسی طرح حصر الملاحدہ فی الآثار کی عبارات سے جو حصر مفہوم ہوتا ہے وہ بھی حصر اضافی بالنسبۃ الی تا ویلات

” بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے “

میں عرض کر چکا ہوں کہ اس اتنے فقرہ کا ظاہری مطلب یہی ہے کہ حضور کے زمانہ اقدس میں کسی نبی کا کسی جگہ ہونا آپ کی خاتمیت کے منافی نہیں۔ اور میں بتلا چکا ہوں کہ یہ بات آپ کے اعلیٰ حضرت کو بھی تسلیم ہے۔ بلکہ مولانا نانوتوی مرحوم نے تو ” بالفرض “ ہی کر کے لکھا ہے۔ مگر آپ کے اعلیٰ حضرت کے ملفوظات میں تصریح ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ چار پیغمبر آج بھی موجود ہیں جن پر ایک ان کے لئے بھی موت طاری نہیں ہوتی۔ حضرت ادریس و حضرت عیسیٰ آسمان پر اور حضرت الیاس و حضرت خضر زمین پر علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ بہر حال میں نے عرض کیا تھا کہ اگر تحذیر الناس کے ہر فقرہ کو بجائے خود بالکل مستقل طور پر موجب کفر کہا جائے گا تو صفحہ ۱۴ کے منقولہ بالا فقرہ کی ہمنوائی کی وجہ سے آپ کے اعلیٰ حضرت بھی کافر ٹھہریں گے اس کا جواب آپ نے یہ دیا ہے کہ صفحہ ۱۴ کی اس عبارت سے پہلے تحذیر الناس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ۔

” اس میں انبیاء گزشتہ ہوں یا کوئی اور “

میرا جواب یہ ہے کہ بحث صرف ان الفاظ میں ہے جو حسام المحرمین میں نقل ہوئے۔ اور ان کے متعلق آپ بار بار یہ فرما چکے ہیں کہ ان میں کا ہر فقرہ بجائے خود موجب کفر ہے اب اعلیٰ حضرت کو کفر کی زد سے بچانے کے لئے یہ کہنا کہ صفحہ ۱۴ کے فقرہ سے پہلے یہ ہے اور پیچھے یہ ہے۔ میری بات تسلیم کر لینا اور اپنی زبان سے خود اپنے دعوئے کی تردید کر دینا ہے۔ میرا تو دعویٰ ہی شروع سے یہ ہے کہ تحذیر الناس کی جو عبارات بھی قطع برید کر کے اور ترتیب بدل کے حسام المحرمین میں نقل کی گئی ہیں وہ ناقص اور نامقام ہیں اور جب تک کہ ہر عبارت کو اپنی جگہ پر رکھ کر اس کا اوّل و آخر نہ دیکھا جائے اس کا صحیح مطلب نہیں سمجھا جاسکتا اور نہ اس پر کوئی شرعی حکم لگایا جاسکتا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ صفحہ ۱۴ کی عبارت میں خود آپ نے بھی یہ تسلیم کر لیا کہ اس کا مطلب سمجھنے کے لئے اس سے پہلی عبارت دیکھنے کی ضرورت ہے۔ بہر حال میں نے اس کے جواب میں عرض کیا ہے کہ۔

” تحذیر صفحہ ۱۴ کا جو فقرہ حسام المحرمین میں نقل کیا گیا ہے اس میں جدید نبی کا کوئی ذکر نہیں “

پس صفحہ ۱۴ کا منقولہ فقرہ اگر بقول آپ کے مستقل طور پر موجب کفر مانا جائے تو اس کی ہمنوائی کی وجہ سے

آپ کے اعلیٰ حضرت بھی ضرور کا فر ٹھہریں گے۔ آپ نے اس مرتبہ یہ بھی فرمایا ہے کہ حضرت شیخ اکبرؒ و علامہ علی قاریؒ وغیرہ بزرگان دین سے قادیانیوں کا استناد باطل ہے۔ میں نے اس کے جواب میں عرض کیا ہے کہ۔

” جس طرح قادیانیوں کا استدلال (ان) بزرگان دین کے اقوال سے باطل ہے ٹھیک اسی طرح عبارات تحذیر الناس سے بھی “

ہم قادیانیوں کو ان بزرگان دین کی طرف سے بھی جواب دیتے ہیں اور مصنف تحذیر الناس کی طرف سے بھی۔ آپ نے فرمایا ہے کہ ” مجھ پر اشتعال دلانے کا الزام اس لئے لگایا جا رہا ہے کہ افسران پولیس خطرہ محسوس کر کے مناظرہ بند کر دیں۔ میں نے عرض کیا ہے کہ۔

” اشتعال کا الزام لگایا گیا یا حقیقت کا اظہار کیا گیا یہ چیز سب کے مشاہدہ میں ہے “

لیکن اسی کے ساتھ میں افسران پولیس کو پوری ذمہ داری کے ساتھ اطمینان دلاتا ہوں کہ میرے مخاطب مولوی حسمت علی صاحب خواہ کتنی ہی اشتعال انگیزی سے کام لیں مگر انشاء اللہ نہ میں خود مشتعل ہوں گا اور نہ اپنے اسباب کو مشتعل ہونے دوں گا۔ بہر حال فریق مقابل کی انتہائی اشتعال انگیزیوں کے باوجود انشاء اللہ مناظرہ پورے امن و امان سے جاری رہے گا۔ ساتھ ہی مولوی حسمت علی صاحب سے بھی گزارش ہے کہ وہ افسران پولیس کو جس راستہ پر لا کر مناظرہ بند کرانا چاہتے ہیں انشاء اللہ وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکیں گے وہ مطمئن رہیں کہ میں ان کی کسی گالی کا جواب گالی سے نہ دوں گا بلکہ ان کے لئے دعائے خیر کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔

تم شوق سے کو سو مجھے میں تم کو دعا دوں

جو میرا برا چاہے خدا اس کا بھلا ہو

آپ نے اپنی اس تقریر میں انبیاء طبقات دالی حدیث کا بھی ذکر فرمایا ہے اور بڑی دلیری کے ساتھ اس کو غلط باطل اور زلل کمانی کہہ دیا اور اس کے باطل اور جھوٹ ہونے کی بڑی زبردست دلیل یہ پیش کی ہے کہ آپ کے وہ عامی معتقدین و متبعین جو اس جلسہ میں حاضر ہیں انہوں نے کبھی یہ حدیث اپنے باپ دادا سے نہیں سنی۔ اگر حدیثوں کے جعلی اور باطل ثابت ہونے کے لئے آپ کی یہی دلیل تسلیم کر لی جائے تو پھر سارے ذخیرہ حدیث کا خدا ہی حاکم ہے۔

فن حدیث کے بڑے بڑے دفتروں کو چھوڑ کر صرف صحاح متداولہ میں دس ہزار سے زیادہ حدیثیں ہیں جن میں سے

سو بھی ایسی نہ ہوں گی کہ جو آپ کے ان بھائیوں نے اپنے باپ دادا سے سنی ہوں۔ تو کیا آپ اسی زبردست
برہان سے صحیح بخاری، صحیح مسلم وغیرہ صحاح کی ان ہزار ہا حدیثوں کو غلط باطل اور جھوٹ کہہ دیں گے؟

افسوس! عشق رسول کا تو اتنا بلند دعویٰ اور احادیث رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ یہ عداوت!!
کہ ایک ہی دار میں اس تمام مقدس ذخیرہ کو پار کر دیا۔ علاوہ ازیں میں کہتا ہوں کیا انبیائے طبقات کی اس حدیث
کے متعلق آپ کا معلومات بھی یہی ہیں؟ اور آپ نے حدیث و تفسیر کی کتابوں میں کہیں یہ حدیث نہیں دیکھی؟ اگر
ایسا ہی ہے تو آپ کی نادانگیت قابل تعجب ہے اور حیرت ہے کہ اس لاعلمی کے باوجود آپ کیوں علمی چیزوں میں
دخل دینے کی جرات کرتے ہیں۔ اور اگر اس حدیث کے متعلق آپ کو صحیح معلومات حاصل ہیں اور صرف مسلمانوں کو دھوکہ
دینے کے لئے آپ نے یہ مغالطہ دینا چاہا ہے تو اور بھی زیادہ قابل افسوس ہے۔

سنئے اور بغور سنئے! اس حدیث سے آپ اور آپ کے باپ دادا اگر فی الواقع ناواقف ہیں تو اس وجہ
سے کہ آپ کو اور ان کو کبھی مطالعہ حدیث و تفسیر کی توفیق عطا نہیں ہوئی ہوگی ورنہ اہل علم کو معلوم ہے کہ یہ حدیث
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی اور چچا زاد بھائی سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے مروی ہے جس کی بہت سے اجلہ محدثین نے تخریج اور تصحیح بھی کی ہے۔ حدیث و تفسیر کی متداول کتابوں میں
آپ صرف بخاری شریف کی مشہور شرح فتح الباری اور علامہ سیوطیؒ کی تفسیر درمنثور کا بھی مطالعہ کرتے تو آپ کو اس
حدیث کی تخریجات و تصحیحات کا حال معلوم ہو سکتا تھا۔ نیز مولانا عبدالحی صاحب لکھنؤی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ نے
بھی اپنے بعض رسائل میں اس حدیث کے طرق کو جمع کیا ہے۔ چنانچہ مولانا مرحوم کا رسالہ ”دافع الوسواس“
اس وقت میرے پاس موجود ہے اس میں انہوں نے اس اثر کی ردایت حیثیت پر نہایت شرح و بسط سے کلام
کیا ہے اور محدثین کی تسکین سے اس کا معتمد و مستند ہونا ثابت فرمایا ہے۔ سر درست میں اسی کی عبارت پیش
کرتا ہوں۔ دافع الوسواس صفحہ ۸۷ پر فرماتے ہیں۔

”اس کی تخریج کے دو طریق معتمد و مستند ہیں۔ ایک عن شریک عن عطاء عن

الحی الصحنی عن ابن عباسؓ (بیہقی) اور حاکم ذخیرہ نے اس طریق سے اخراج کر کے صحیح

کہا اور ابن حجر نے فتح الباری میں بیہقی کے قول کو نقل کر کے سکوت کیا۔“

اس کے بعد اسی کی تائید میں علامہ زرقانی کے رسالہ ”اجوبۃ الاسئلة“ اور سیوطیؒ کی تفسیر درغشور سے دو عبارتیں نقل کی ہیں جن میں اس اثر کی تخریج مع تصحیح کے مذکور ہے۔ میں بقصد اختصار ان روایات کو چھوڑتا ہوں اس کے بعد صفحہ ۵ پر فرماتے ہیں۔

» اور مستدرک حاکم میں ہے۔ حدثنا احمد بن یعقوب الثقفی حدثنا عبید بن غنام حدثنا علی بن حکیم حدثنا شریک عن عطاء عن ابی الضحیٰ عن ابن عباس فی قوله تعالى ومن الارض مثلهم قال سبع ارضین فی کل ارض نبی کنبیکم وادم کاد حکم ونوح کنوح و ابراهیم کابراہیم وعیسیٰ کعیسیٰ ہذا حدیث صحیح الاسناد۔ انتہی

اور ذہبی نے اس طریق پر حکم حسن کا دیا۔ چنانچہ بدر الدین شبلیؒ ”آکام المرحان“ میں بعد نقل عبارت حاکم کے لکھتے ہیں قال شیخنا الذہبی اسنادہ حسن دوسرا طریق عن شعبۃ عن عمرو بن مرة عن ابی الضحیٰ عن ابن عباس حاکم نے اس طریق سے اخراج کر کے حکم صحت کا دیا عبارت ان کی یہ ہے۔

حدثنا عبد الله حدثنا ابراهیم بن الحسین حدثنا آدم حدثنا شعبۃ عن عمرو بن مرة عن ابی الضحیٰ عن ابن عباس قال فی کل ارض نحو ابراهیم ہذا حدیث علی شرط البخاری ومسلم۔ انتہی

اور ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی چنانچہ شبلیؒ لکھتے ہیں قال شیخنا الذہبی ہذا حدیث علی شرط البخاری ومسلم۔ انتہی ہر گاہ بتصریح بیہقی و حاکم و ذہبی و بسکوت و اقرار ابن حجر و سیوطی و شبلی اس حدیث کی وثاقت ثابت ہو گئی۔ اس کے قابل استناد ہونے میں کیا گفتگو رہی ؟

(دافع الوسواس صفحہ ۵)

میں امید کرتا ہوں کہ ان تصریحات کے سننے کے بعد حاضرین کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ انبیائے طبقات والی حدیث صحیح ہے اور جلیل القدر محدثین نے اس کی تصحیح و توثیق کی ہے۔ اور مولوی حسنت علی صاحب یا ان کے باپ دادول کی

اس سے ناواقفیت اپنی کم علمی کی وجہ سے ہے انہیں چاہئے کہ علی بات میں دخل دینے سے پہلے اس کے متعلق ضروری معلومات حاصل کر لیا کریں۔

تَعْلَمُ إِذَا كُنْتَ لَسْتَ بِعَالِمٍ فَاِنَّ الْعِلْمَ عِنْدَ أَهْلِ التَّعْلَمِ
تَعْلَمُ فَاِنَّ الْعِلْمَ أَزِينٌ لِلْفَتَى مِنْ الْحِلَّةِ الْحَسَنَاءِ عِنْدَ التَّكَلُّمِ

نوٹ از مرتب :- حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ مولوی حسرت علی

صاحب نے دوران تقریر میں سوال کیا کہ مولوی عبدالحی صاحب ؒ کے جس رسالہ ”دافع الوساوس“ کی عبارت ابھی آپ نے پڑھی ہے کیا اس کے تمام مضامین کو آپ صحیح سمجھتے ہیں ؟

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اس کے جس حصے کا حوالہ میں نے دیا ہے وہ تو یقیناً صحیح ہے اس کے علاوہ پورا رسالہ اگرچہ میں نے دیکھا نہیں ہے لیکن مولانا عبدالحی صاحب کے علم و تدبیر پر اعتماد کر کے کہہ سکتا ہوں کہ اس میں جو کچھ ہوگا انشاء اللہ صحیح ہی ہوگا۔ اس کے بعد مولوی حسرت علی صاحب نے اس رسالہ کے درمیان سے ایک عبارت پیش کی اور فرمایا کہ یہ عبارت خالص کفر ہے کیا آپ اس کو بھی صحیح سمجھتے ہیں ؟

مولانا نے فرمایا استغفر اللہ آپ اکابر اسلام کی تکفیر کے بارہ میں کس قدر جبری واقع ہوئے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالحی صاحب ؒ وہ بزرگ ہیں جن کے علم پر علمائے حجاز اور مصر و شام کو اعتماد تھا اور ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ؒ کے بعد انہیں کو یہ قابلِ فخر مرتبہ حاصل ہوا ہے کہ ان کی تصنیفات ہندوستان کے باہر دیگر ممالک اسلامیہ میں چھاپی گئی ہیں۔ میں حیران ہوں کہ آپ کس دلیری سے مولانا کی تکفیر کر رہے ہیں۔

مولوی حسرت علی صاحب نے فرمایا کہ میں ان کی اس عبارت کو موجب کفر کہہ رہا ہوں خود ان کو کافر نہیں کہتا کیوں کہ انہوں نے اس سے توبہ کر لی تھی۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ یہ بھی آپ کا ایک خالص افتراء ہے جس کی کوئی اصلیت نہیں۔ اس کے بعد مولانا نے مولوی حسرت علی صاحب سے اس کی تحریر مانگی کہ مولانا عبدالحی صاحب کی وہ عبارت خالص کفر ہے۔ چنانچہ مولوی

حشمت علی صاحب نے اپنے قلم سے دافع الوسواس کی عبارت لکھ کر صاف الفاظ میں لکھ دیا کہ ” یہ صریح کفر ہے ۔“
 انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

اس تحریر کے حاصل کرنے کے بعد مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ مولوی صاحب ! آپ نے علامہ فرنکی محلی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پر کفر کا حکم تو لگا دیا لیکن آپ کو معلوم نہیں کہ یہ عبارت قریب قریب ترجمہ ہے علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب موضوعات کبیر کی ایک عبارت کا ۔ اور غضب یہ ہے کہ وہ عبارت اسی جگہ مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نقل بھی کر دی ہے جس عبارت پر آپ کفر کا حکم لگا رہے ہیں ۔ اس کے بعد منضلاً ہی مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ عبارت ہے فرماتے ہیں ۔

” چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ رسالہ موضوعات میں زیر حدیث لوعاش ابراہیم لکان نبیا کے لکھتے ہیں ای لوعاش لکان من اتباعہ کعیسیٰ خضر والیاس فلا یناقض قوله تعالیٰ خاتم النبیین اذ المعنی انہ لا یأتی بعدہ نبی ینسخ ملئہ “ انتہی
 بتلایے ؟ مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت میں کیا فرق ہے اور کیا اب آپ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ پر بھی کفر کا فتویٰ دیں گے ؟ نیز حضرت شیخ اکبر ابن عربی اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں بھی اس کے ہم معنی عبارت موجود ہیں تو کیا اب آپ ان بزرگوں کو بھی کافر کہیں گے ؟ اور اگر ان عبارت کی آپ کوئی توجیہ کریں ، تو دیسی ہی توجیہ مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت میں بھی ہو سکتی ہے ۔

نوٹ ختم

اس کے بعد مولانا محمد منظور صاحب نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ۔
 حضرات ! آپ بھولے نہ ہوں گے کہ اصل بحث تحذیر الناس کی ان عبارت پر تھی جن کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے ناجائز قطع و برید کے ساتھ حسام الحرمین میں نقل کر کے کفر کا فتویٰ دیا ہے ۔ مولوی حشمت علی صاحب نے اصلی بحث سے گریز کر کے دوسرا اعتراض مصنف تحذیر الناس پر یہ کیا کہ انہوں نے انبیاء و طبقات دالی جھوٹی حدیث لکھ دی جو کبھی ہم نے اور ہمارے بزرگوں نے نہیں سنی اس کا جواب بھی میں نے دے دیا اور کچھ اللہ جلیل القدر محدثین کی تصریحات سے یہ ثابت کر دکھایا کہ وہ حدیث صحیح ہے اور اس کا انکار جہالت اور گمراہی ہے ۔ مولوی حشمت علی صاحب اس کے جواب

میں کچھ نہیں کہہ سکے۔ بلکہ آپ نے مولوی عبدالحی صاحب کی ایک عبارت پیش کر کے از خود ہی کفر کا فتویٰ اس پر دے دیا۔ میں خوش قسمت ہوں کہ میرے حصہ میں اکابر اسلام کی حمایت آتی ہے۔ چنانچہ میں مغلوبوں اللہ حضرت مولانا عبدالحی صاحب کی طرف سے بھی جواب دہی کی۔

اگرچہ یہ دونوں چیزیں موضوع بحث سے بالکل خارج تھیں مگر چونکہ عبارات تحذیر الناس کے متعلق مولوی حسنت علی صاحب کا سارا اند دختہ ختم ہو چکا ہے اس لئے انہوں نے یہ خارجی بحثیں چھیڑیں اور پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ بحث سے ایک تیسری بالکل غیر متعلق چیز حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ کے متعلق بھی چھیڑ دی حالانکہ اگر آپ کو اس پر بحث کرنی تھی تو اس کو ایک مستقل موضوع بنایا جاسکتا تھا مگر اب چونکہ آپ نے اس کو شروع کر دیا اس لئے اتمانہ لکھتے ہیں بھی جواب دیتا ہوں سنتے۔

اس واقعہ میں آپ نے اس قدر غلط بیانی اور طبع کاری سے کام لیا ہے جس کی جرأت آپ ہی جلیوں کو ہو سکتی ہے۔ پہلی غلط بیانی تو آپ نے یہ فرمائی کہ جس شخص نے کلمہ شریف اور دود شریف میں حضرت مولانا تھانوی کا نام لیا وہ حضرت ممدوح کا مرید تھا، حالانکہ یہ غلط ہے۔ وہ شخص اس وقت مرید نہ تھا۔ دوسری بات یہ کہ کلمہ پڑھنے کا واقعہ خواب کا تھا آپ نے اس کو ظاہر نہیں کیا ورنہ لوگ آپ کے علم کی داد دیتے کہ آپ خواب کی بات پر بھی کفر کا فتویٰ دیتے ہیں۔ تیسری بات یہ کہ درود میں غلطی اس شخص سے خطاب لسانی کے طور پر بلا قصد و اختیار ہوئی تھی۔ وہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا چاہتا تھا لیکن غلطی سے اس کی زبان سے حضور کے اسم گرامی کے بجائے مولانا تھانوی کا نام نکل گیا۔ گویا یہ کلمہ اس سے خطاب لسانی کے طور پر سرزد ہوا۔ مگر آپ نے اس حقیقت کو بھی چھپایا۔ الغرض اس ذرا سے واقعہ میں آپ نے یہ تین غلط بیانیاں کیں۔ اور وہ بھی میرے سامنے۔ اگر یہ دھوکے کسی اور کو آپ دیتے تو شاید وہ دھوکہ کھا جاتا مگر کو تو آپ خوب جانتے پہچانتے ہیں۔

عنقا شکا کس نشود دام باز چسپس

کیں جا ہمیشہ باد بدست است دام را

میں آپ کے اس اتہام کا جواب دینے سے پہلے حاضرین کرام کو اصل واقعہ خود صاحب واقعہ کے الفاظ میں بتا دینا چاہتا ہوں۔ یہ صاحب پنجاب کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے مولانا تھانوی کو ایک طویل خط لکھا ہے۔ اخیر میں

اپنے خواب کا واقعہ ان الفاظ میں لکھتے ہیں۔

” کچھ عرصہ کے بعد خواب دکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ۔

پڑھتا ہوں۔ لیکن ”محمد رسول اللہ“ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں۔ اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں۔ اس کو صحیح پڑھنا چاہئے۔ اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں۔ دل پر توتہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے۔ حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہو گئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہو گئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی۔ اتنے میں بندہ خواب سے بے دار ہو گیا۔ لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناطقتی بدستور تھا۔ لیکن حالت خواب و بیداری میں حضور ہی کا خیال تھا لیکن جب حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر خیال آیا تو اس بات ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جائے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جائے۔ بائیں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کر دٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللھم صل علی سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں۔“

حضرات! یہ ہے وہ واقعہ جس کو توڑ مروڑ کر مولوی حشمت علی صاحب نے آپ کے سامنے پیش کیا تھا اس میں جس قدر حصہ خواب کا ہے اس کے متعلق مجھے کچھ زیادہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ تو آپ میں سے ہر شخص جانتا ہو گا کہ خواب کی باتوں پر شرعی احکام جاری نہیں ہوتے۔ خواب میں اگر کوئی شخص چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہیں کٹتا، زنا کرے تو حد جاری نہیں ہوتی۔ حتیٰ کہ خواب میں کلمہ کفر کہنے سے کوئی مسلمان کافر نہیں ہوتا کیونکہ وہ اس وقت مرفوع القلم ہے۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب شامی میں تصریح ہے۔

و تبطل عباراتہ من الاسلام سونے والے کا کلام مثلاً اسلام لانا یا مرتد ہو جانا یا بیوی کو طلاق دینا یہ سب لغو اور بے کار ہے یعنی اس پر صلی و الردۃ و الطلاق۔

احکام جاری نہیں ہوتے۔

ایس صاحب واقعہ سے خواب میں جو غلطی ہوئی اور کلمہ شریف میں حضور کے نام کے بجائے جو دوسرا نام اس کی زبان سے نکلا اس کی وجہ سے تو اس پر کوئی حکم جاری نہیں ہو سکتا کیوں کہ وہ خواب کی بات ہے اور خواب میں انسان مرفوع القلم ہوتا ہے۔

یہی دوسری غلطی جو درود شریف میں اس سے بحالت بیداری ہوئی اور حضور کے نام کے بجائے اس کی زبان سے دوسرا نام نکل گیا اس کے متعلق خود صاحب واقعہ کا بیان ہے کہ۔

” خواب سے بے دار ہونے پر بھی بدستور میرے بدن میں بے حسی اور ناطقتی تھی۔ اسی حالت میں میں نے کلمہ شریف کی غلطی کی تلافی کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا چاہا لیکن اس میں بھی غیر اختیاری طور پر حضور کے نام کے بجائے دوسرا نام نکل گیا۔ اس وقت بے حسی اور ناطقتی کی وجہ سے زبان میرے قابو میں نہ تھی “

بہر حال درود میں غلطی اس شخص سے خطا بر لسانی کے طور پر ہوئی اور فقہاء کی اصطلاح میں اس کو خطا لسان ہی کہا جائے گا۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

الخاطی من یجری علی لسانہ من غیر
قصہ کلمۃ مکان کلمۃ۔
خاطی اس کو کہا جاتا ہے جس کی زبان سے کوئی کلمہ بلا قصد
کسی دوسرے کلمہ کے بجائے نکل جائے۔

بعینہ یہی صورت اس واقعہ میں ہوئی کہ صاحب واقعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا چاہتا تھا حضور کے اسم گرامی کے بجائے بلا قصد و اختیار دوسرا نام نکل گیا۔ گویا اس کی زبان چوک گئی۔ اور فقہ حنفی کی عام کتابوں میں تصریح ہے کہ ایسی صورت میں آدمی کا فر نہیں ہوتا بلکہ خواب والے کی طرح شریعت اس کو بھی معاف کر دیتی ہے۔ چنانچہ شامی جلد ۵ صفحہ ۲۸۵ پر ہے۔

ومن تکلم بہا مخطئاً او مکرہا لا
یکفر عند الكل۔
جس سے کلمہ کفر خطا سرزد ہو گیا یا کسی نے زبردستی اس سے
کہلوا یا اور اس نے جان بچانے کے لئے صرف زبان سے
کہا یا تو کسی کے نزدیک بھی اس کو کافر نہیں کہا جائے گا۔

اور فتاویٰ عالمگیری میں فتاویٰ قاضی خان کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

الخاطی اذا جرى على لسانه كلمة الكفر جب کہ خطا (زبان کی چوک) سے کلمہ کفر نکل جائے اس
خطاً بان کان يريد ان يتكلم باليس طرح کہ کہنا ایسی بات چاہتا تھا جو کفر نہیں تھی اور
بكفر فجرى على لسانه كلمة الكفر زبان سے نکل گیا کلمہ کفر خطا کے طور پر تو یہ بالاتفاق
خطاً لم يكن ذلك كفراً عند الكل موجب کفر نہیں۔

فقط حنفی کی ان تصریحات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ اگر کسی کی زبان سے بلا قصد و اختیار کلمات کفریہ سرزد ہو جائیں جس طرح کہ زیر بحث واقعہ میں ہوئے تو ہرگز موجب کفر نہیں۔ پس صاحب واقعہ کو درود شریف والی غیر قصدی غلطی کی وجہ سے کافر نہیں کہا جاسکتا اور وہ شرعاً مغفور سمجھا جائے گا۔ اور یہ بات خود اس کے بیان سے ظاہر ہے کہ اس کے عقیدہ میں ایک لمحہ کے لئے بھی فتور نہیں آیا اور خواب و بیداری کی دونوں حالتوں میں وہ اس کو غلطی اور اور اس کلمہ کو کفر ہی سمجھتا رہا۔

حضرات یہ ہے اس واقعہ کی حقیقت جس کے متعلق مولوی حشمت علی نے محاسبہ آخرت سے بالکل نڈر ہو کر کہا تھا کہ مولوی تھانوی صاحب نے مریدوں سے اپنا کلمہ پڑھوانا اور اپنے کو نبی رسول منوانا شروع کر دیا ہے معاذ اللہ۔ اگر اس قسم کی جھوٹی تہمت رکھنا کسی پر جائز ہوتا تو ہم بھی اس کے جواب میں آپ کے کسی بزرگ کے متعلق کہہ سکتے تھے کہ انہوں نے اپنے آپ کو خدا منوانا شروع کر دیا ہے والیاذ اللہ۔

دہا یہ سوال کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے اس کی تعبیر میں یہ کیوں لکھا کہ ”اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ تابع سنت ہے“ سوال تو یہ چیز مسحت تکفیر سے بالکل خارج ہے علاوہ ازیں خود مولانا مظلہ کی طرف سے اسی رسالہ ”الامداد“ میں اعلان ہو چکا ہے کہ مجھ کو اپنی اس تعبیر پر اصرار نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ خالص دوسرے شیطانی ہو یا کسی مرض دماغی سے ناشی ہوا ہو۔ اور جو لوگ فن تعبیر سے کچھ مناسبت رکھتے ہوں ان کے لئے اس تعبیر کا سمجھنا مشکل بھی نہیں۔ اس فن کے ماہرین نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کو خواب میں حضور کی زیارت ہو لیکن کبھی دوسرے شخص کی شکل میں تو یہ اشارہ ہوتا ہے اس شخص کے تابع سنت ہونے کی طرف۔ پس ایسے ہی حضور کے اسم گرامی کے بجائے دوسرے نام نکلنے سے بھی اسی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔ اسی لحاظ سے حضرت مولانا

نے اس شخص کے خواب کی تعبیر یہ دی اور ابھی عرض کر چکا ہوں کہ مولانا کو تو اپنا اس تعبیر پر اصرار بھی نہیں۔

الغرض اس واقعہ کی وجہ سے حضرت مولانا کے متعلق یہ کہنا کہ معاذ اللہ وہ اپنا کلمہ پڑھواتے ہیں یا اپنے نام پر درود بھیجاتے ہیں انتہائی بددیانتی اور سخت ترین افرا پر دازی ہے۔ حضرت مولانا مظلوم اور ہم سب ایسے شخص کو مرتد اور کافر سمجھتے ہیں جو بحالت صحت ہوش و حواس اپنے قصد و اختیار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد گئے والے کسی شخص کو نبی و رسول مانے۔ میں امید کرتا ہوں کہ میرے اس بیان کے بعد حاضرین کو بھی کوئی غلط فہمی نہ رہی ہوگی۔

اس کے بعد مولوی حشمت صاحب سے میرا ایک سوال ہے وہ ذرا سوچ سمجھ کر جواب دیں۔

» سلطان الاولیاء حضرت خواجہ نظام الدین چشتی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات فوائد الفوائد میں مذکور ہے کہ ایک شخص حضرت شبلی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں بیعت کے لئے حاضر ہوا آپ نے اس کی حقیقت کے امتحان کے لئے کہا میں تم کو اس شرط پر بیعت کر دوں گا کہ تم لا الہ الا اللہ شبلی رسول اللہ کہو۔ اس شخص نے اسی طرح کلمہ پڑھ دیا۔ شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بیعت کر لیا اور فرمایا کہ میں نے یہ صرف تمہارے امتحان کے لئے کہا تھا میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار کا ادنیٰ ترین غلام ہوں تاج نبوت صرف انہی کے لئے زیبا ہے۔

نیز اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آپ کی مطبوعہ سیرت انوار خواجہؒ میں چھپا ہوا ہے اور تذکرہ کی بعض دوسری کتابوں میں بھی ملتا ہے۔ ان واقعات کے متعلق میرا صرف یہ سوال ہے کہ حضرت شبلی اور حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہما کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ واقعات غلط طور پر ان کی طرف منسوب کر دیئے گئے ہیں تو سوال یہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنی کتابوں میں ان واقعات کو اب سے پچاس برس پہلے لکھا ہے جیسے کہ خواجہ میر حسن علامہ سنہریؒ فوائد الفوائد کے ترتیب دینے والے وغیرہ ان کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں اور جن مسلمانوں نے اب تک ان کتابوں میں یہ واقعات دیکھے اور اس کے بعد بھی حضرت شبلیؒ و حضرت خواجہ امیرؒ اور ان کتابوں کے لکھنے والے حضرات کو مسلمان سمجھا وہ لوگ آپ کے نزدیک مسلمان رہ گئے یا کافر ہو گئے؟

واضح رہے کہ میں یہ صرف آپ سے سوال کر رہا ہوں۔ اپنی کوئی رائے نہیں پیش کر رہا۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں آپ کی پوری تقریر کے جواب سے فارغ ہو چکا۔ خدا کرے کہ آپ سمجھ گئے ہوں اور قبول حق میں کوئی جذبہ مانع نہ ہو۔

مولوی حشمت علی صاحب چوتھا بیان

مناظرہ ”گیا“ کا قیام اجلاس ۳۰ ذیقعدہ کی شام کو مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کے بیان پر ختم ہو گیا تھا۔ یکم ذی الحجہ کی رات کی طویل فرصت میں مولوی حشمت علی صاحب نے اپنا مندرجہ ذیل چوتھا بیان مرتب کیا اور صبح کو مناظرہ میں پیش کر دیا۔ مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ یہ بیان آپ نے رات بھر کی محنت سے تیار فرمایا ہے اور مقررہ وقت آدھ گھنٹہ میں میں اس کو پورے طور پر دیکھ بھی نہیں سکتا لہذا اس کے تحریری جواب کے لئے مجھے کم از کم دو گھنٹہ کا وقت ملنا چاہئے۔ مگر مولوی حشمت علی صاحب کسی طرح اس کے لئے تیار نہ ہوئے۔ اور آپ نے یہ کہہ کر کہ ”بس آدھ گھنٹہ ہی میں آپ کو اس کا جواب دینا ہوگا“ اپنے اس تحریری بیان کی تلاوت پوری تیزی کے ساتھ شروع کر دی۔ اس تحریری بیان کی توضیح میں تقریر بالکل نہیں ہوئی۔ یہ تحریری بیان بلفظہ درج ذیل ہے۔

(مرتب غفرلہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمدہ ونصلی علی حبیبہ الکریم

آپ برابر مناظرہ سے فرار کر رہے ہیں۔ آپ کے جی دلائل و اہیہ پر میں اعتراض کر دیتا ہوں اس کو آپ بالکل فراموش کر جاتے ہیں۔ آپ کے اوپر جتنے سوالات اس وقت تک آپ پر نازل ہوئے اور آپ ان کے جوابوں سے عاجز و ذلیل رہے ان کی فہرست مختصر اصراف اس لئے پیش کرتا ہوں تاکہ آپ ان کے جواب دیں۔ اپنے مقابل کے اعتراضات کو اس کان سن کر اس کان اڑا دینا اور اپنی ہی رٹ لگائے جانا کیا آپ کی کمزوری و عاجزی نہیں ہے۔ آپ پانی پی پی کر جس قدر چاہیں اپنے الفاظ سے پیٹک پر اثر ڈالیں مگر بفضلہ تعالیٰ ”گیا“ کی پیٹک ایسی ناسمجھ اور بے وقوف نہیں ہے کہ اس کو غالب و مغلوب اور حق و باطل کے درمیان امتیاز نہ ہو سکے۔ سنئے۔

۱۔ میں نے لکھا تھا کہ تختہ زیر الناس صفحہ ۳۲ کی عبارت میں نانو تو می صاحب نے یہ بتایا ہے کہ آیت کریمہ میں

لفظ خاتم النبیین سے صرف یہی معنی سمجھنا کہ حضور سب سے کچھلے نبی ہیں نا سمجھ لوگوں کا خیال ہے۔ اہل فہم یعنی سمجھ دار لوگوں کے نزدیک یہ معنی غلط و باطل ہیں یہ ایک کفر ہوا۔ اس کا آپ نے کیا جواب دیا ؟

۲۔ میں نے لکھا تھا کہ تحذیر الناس صفحہ ۱۴۸ کی عبارت میں یہ بتایا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی اگر کوئی نبی مبعوث ہو جاتا تو بھی حضور کے خاتم النبیین ہونے میں کچھ فرق نہ آتا۔ یہ دوسرا کفر ہوا، اس کا بھی آپ نے جواب نہ دیا۔

۳۔ میں نے لکھا تھا کہ تحذیر الناس صفحہ ۲۸ میں یہ بتایا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بھی کوئی نبی
جدید مبعوث ہو جائے تو بھی حضور کے خاتم النبیین ہونے میں کچھ خلل نہیں پڑے گا۔ یہ تفسیر کفر ہے، اس کا
جواب بھی نہ دے سکے۔

۴ :- حنام اکرمین شریف پر آپ نے یہ اعتراض کیا تھا کہ تحذیر الناس کی قیوں عبارتیں بے ترتیب لکھ دینے سے کفری معنی پیدا ہو گئے۔ میں نے جواب دیا کہ قیوں عبارات میں علیحدہ علیحدہ مبن مستقل کفر ہیں تو ترتیب کے ساتھ لکھی جائیں کفر ہوتے..... بے ترتیب لکھی گئیں جب بھی یقین کفر ہونے، ترتیب بدل جانے سے معنی میں کیا تغیر پیدا ہو گیا ؟ آپ اس کے جواب سے بھی عاجز رہتے ۔

۵۔ حسام اکرمین شریف پر آپ نے اپنی توضیحی تقریر میں یہ اعتراض کیا تھا (اگرچہ اپنی تحریر میں نہیں لکھا) کہ تحذیر الناس کی عبارت یوں ہے در تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں مگر اس کا معنی ترجمہ حسام اکرمین شریف میں یہ کیا گیا لا فضل فیہ اصلاً یہ ترجمہ غلط ہے۔ میں نے جواب دیا۔

نانو تو ہی صاحب نے اگے لکھا ہے کہ ”پھر مقامِ مدح میں، لیکن رسول اللہ و خاتم النبیین
فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ پھر یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سب سے پچھلا نبی ہونا
اس قابل ہی نہیں ہے کہ اس کو حضور کی مدح میں بیان کیا جائے۔ تو مطلقاً اس وصفِ کریم میں فضیلت

۱۰ اصل تحریر میں یوں ہی لکھا ہوا ہے شاید کوئی لفظ رہ گیا ہے ۔ ۱۲ مرتب ۔

ہونے ہی کا انکار کیا گیا۔ تو ثابت ہو گیا کہ عبارت تحذیر الناس کا مضمون اصل وہی ہے کہ لا فضل فیہ اصلاً اور بالذات کا لفظ فریب اور محض دھوکا تھا۔ آپ اس کا جواب بھی نہ دے سکے۔

۶۔ میں نے لکھا تھا کہ قابلِ مدح ہونے کے لئے کسی وصف کا بالذات ہونا ضروری نہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت بالعرض ہے کسی کی نبوت بالذات نہیں مگر پھر بھی ان حضرات کی یہ تعریف کرنا قطعاً صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت عطا فرمایا۔ مگر نانوتوی صاحب کے نزدیک حضورؐ کی یہ تعریف کرنا کہ سب سے کچھلے نبی ہیں قطعاً غلط و باطل ہے تو معلوم ہوا کہ نانوتوی کے نزدیک سب سے کچھلے نبی ہونے میں بالذات بالعرض کسی طرح کی کچھ فضیلت نہیں تو وہی مضمون ہو گیا کہ لا فضل فیہ اصلاً اور بالذات کا لفظ محض تقیہ رہ گیا۔ اس کا جواب بھی آپ نے نہ دیا۔

۷۔ میں نے لکھا تھا اصولاً منقول عنہ کا بعینہ نقل کرنا ضروری نہیں صرف مضمون واحد ہونا چاہئے۔ اس پر بھی آپ خاموش رہے۔

۸۔ میں نے خود نانوتوی کے اقرار سے بتایا تھا کہ جس طرح قد و قامت و شکل رنگ و حسب و نسب و کثرت وغیرہ اوصاف کو نبوت اور فضائل میں کچھ دخل نہیں اسی طرح حضورؐ کے سب سے کچھلے نبی ہونے کو بھی نبوت و فضائل میں کچھ دخل نہیں، تو وہی مضمون ہو گیا کہ لا فضل فیہ اصلاً اس پر بھی آپ ساکت رہے۔

۹۔ میں نے کہا تھا کہ تحذیر الناس کا موضوع ہی یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا چھ خاتم النبیین ثابت کئے جائیں۔ اس میں ایک چیز کو دو دکھیتا ہے۔ مگر نانوتوی صاحب نے ایک کے ساتھ خاتم النبیین دیکھے۔ سات زمینوں میں سات خاتم النبیین ثابت کرنا تحذیر الناس کا مقصود اصلی ہے اسی کا سوال ہے اور یہی جواب ہے۔ چونکہ حضورؐ کے سوا چھ خاتم النبیین ماننا حضورؐ کے سب سے کچھلے نبی ہونے کے مخالف تھا اسی لئے نانوتوی صاحب کو مجبور ہونا پڑا کہ خاتم النبیین کے اس معنی کو کہ حضورؐ سب سے کچھلے نبی ہیں نا سمجھ لوگوں کا خیال بتائیں اور خاتم النبیین کے بالکل ایک نئے معنی نبی بالذات گڑھیں۔ آپ سے اس کا جواب بھی نہ ہو سکا۔

۱۰۔ آپ نے دیوبندیوں کی تکفیر پر کہا تھا کہ کسی مسلمان کو کا فر کہنا اس کے قتل کرنے کے برابر ہے اور خود کا فر ہونا

ہے۔ میں نے آپ سے سوال کیا کہ اگر کوئی قادیانی آپ سے سوال کرے کہ قادیانی لوگ بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں پھر دیوبندی لوگ قادیانی کو کافر کیوں کہتے ہیں۔ اس کا جو جواب قادیانی کو دیں وہی ہماری طرف سے اپنے لئے سمجھ لیں۔ اس کا جواب آپ سے نہ ہوا۔

۱۱۔ آپ نے حسام المحرمین شریف پر اعتراض کیا تھا کہ حملوں کی ترتیب بدل کر قرآن سے بھی کفر نکالا جا سکتا ہے جیسے کوئی بے دین کہے ان الا برار لغی حجیم وان الفجار لغی نعیم۔ میں نے اس کا جواب دیا کہ اس بے دین نے پہلے حملے کی ابتدا دوسرے کی خبر سے اور دوسرے حملے کی ابتدا کو پہلے کی خبر کے ساتھ لگا دیا۔ اس سے کفری معنی پیدا ہو گئے۔ لیکن اگر ان دونوں حملوں کو تغیر نہ کیا جائے صرف ترتیب بدل کر یوں کہا جائے ان الفجار لغی حجیم وان الا برار لغی نعیم تو اب ہرگز کفر کی بوجہ نہیں۔ چند مستقل حملوں کی صرف ترتیب بدل دینے سے ہرگز معنی نہیں بدل سکتے۔ تمخیر الناس کی قینوں عبارتیں تین مستقل حملے ہیں تو صرف ان کی باہمی ترتیب بدلنے سے کیوں کر معنی بدل گئے۔ آپ اس کے جواب سے بھی صامت رہے۔

۱۲۔ آپ نے کہا تھا نانوتوی صاحب نے لفظ خاتم النبیین کو صرف اس معنی میں حصر کرنا کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں، اس کو عوام کا خیال بتایا ہے۔ میں نے جواب دیا آپ کے مسلم مقتدا مولوی محمد شفیع صاحب مفتی دیوبند نے ختم نبوت فی الآثار کے صفحہ ۸ پر شفا شریعت سے نقل کیا امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام بالکل اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے اور جو اس کا مفہوم ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے وہی بغیر کسی تاویل یا تخصیص کے مراد ہے۔ تو اجماع امت سے حصر ثابت ہو گیا اور اس اجماعی مسئلہ کو نانوتوی صاحب نے نا سمجھ لوگوں کا خیال اور سمجھ دار لوگوں کے نزدیک غلط بتایا تو نانوتوی کا کافر مرتد ہونا ثابت ہو گیا۔ آپ اس کا جواب نہ دے سکے۔

۱۳۔ میں نے کہا تھا کہ سب سے پہلے نانوتوی نے لفظ خاتم النبیین کے معنی بدل کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد نبوت کا دروازہ کھولا۔ یہی سبق نانوتوی صاحب سے قادیانی نے سیکھ کر ختم نبوت کے معنی بدلے اور اپنے لئے نبوت ثابت کی۔ نانوتوی نے بالذات نبی اس کے معنی گرٹھے اور قادیانی نے افضل النبیین گرٹھ لئے۔ جو معنی ضروریات میں سے ہیں ان سے نانوتوی قادیانی دونوں نے انکار کر دیا۔ آپ کفر سکھانے والے استاد کو

مسلمان کہتے ہیں مگر کفر سیکھنے والے شاگرد کو کافر مرتد کہتے ہیں۔ اس کا بھی آپ نے جواب نہ دیا۔

۱۴۔ آپ نے نانوتوی صاحب کی چند عبارتیں تحذیر الناس و مناظرۃ عجیبہ وغیرہ سے پڑھیں جن میں ختم زمانی

کا اقرار ہے۔ اس کے جواب میں میں نے آپ کے مقتدا مولوی مرفعی حسن درہنگی کی ”راشد العذاب صفحہ ۱۵“

سے عبارت پیش کی کہ مرزائی، دیوبندی دھوکہ دینے کی غرض سے وہ عبارت مرزا، نانوتوی صاحب کے

پیش کرتے ہیں جن میں ختم نبوت کا اقرار ہے۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت

کا اقرار ہے۔ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ مرزا، نانوتوی صاحب ماں کے پیٹ سے کافر نہ تھے۔ ایک مدت تک

مسلمان تھے اور چونکہ وہ جال تھے ان وجہ سے ان کے کلام میں باطل کے ساتھ حق بھی ہے تو پہلی عبارت مفید نہیں

جب تک کوئی ایسی عبارت نہ دکھا دیں کہ میں نے جو فلاں معنی (یعنی افضل البنیین، نبی بالذات، ختم نبوت کے

غلط بیان کئے تھے وہ غلط ہیں۔ صحیح معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی حقیقی نہ ہوگا۔ یا عیسیٰ

علیہ السلام، حضور علیہ السلام کو جو فلاں جگہ گالیاں دے کر، تحذیر الناس صفحہ ۳ پر نامکھتہ تاکہ کافر ہوا تھا

اس سے توبہ کر کے مسلمان ہوتا ہوں۔ آپ اس کا کچھ جواب نہ دے سکے۔

۱۵۔ میں نے تحذیر الناس صفحہ ۲۹ کی عبارت سے نانوتوی کا اقرار پڑھا تھا کہ مجھ سے پہلے اکابر امت میں سے

کسی کی سمجھ میں خاتم النبیین کے یہ معنی نہ آئے کہ حضور بالذات نبی ہیں۔ یہ تو میں نے خود بتا کر تیرا لیا ہے مجھ

سے پہلے تمام امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی عقیدہ تھا کہ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور

سب سے پچھلے نبی ہیں تو نانوتوی کے اقرار سے اسی حصر پر اجماع امت ثابت ہو گیا۔ جس کو آپ بقول نانوتوی

نامکھ لوگوں کا خیال اور سمجھ دار لوگوں کے نزدیک غلط بتا دیا۔ آپ اس کے جواب سے بھی عاجز رہے۔

۱۶۔ میں نے ختم النبوت فی الآثار صفحہ ۶۰ کی عبارت پڑھی تھی۔ خود مکمل جل مجدہ اپنے کلام کے ایک حقیقی معنی

بیان فرماتا ہے اور پھر اس کے رسول جن پر کلام نازل ہوا اسی معنی کی انتہائی وضاحت فرماتے ہیں اور پھر

اس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد صحابہ کرام اور پھر تمام علمائے سلف اسی کے معنی کو بیان کرتے

ہوئے تصریح کرتے ہیں کہ یہ کلام اپنے ظاہری اور حقیقی معنی پر محمول ہے نہ اس میں مجاہد لمبا لغز ہے اور نہ تاویل

و تخصیص۔ اس عبارت میں مفتی دیوبند نے اقرار کر لیا ہے کہ اللہ عزوجل نے خود قرآن پاک میں بتا دیا کہ،

خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی وضاحت سے فرمایا کہ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ میں سب سے پچھلا نبی ہوں۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہی سمجھتے رہے کہ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں۔ تمام علماء امت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں اور نانوتوی یہ سمجھے کہ خاتم النبیین کے صرف یہ معنی ہیں کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں۔ وہ ناسمجھ ہے، تو نانوتوی صاحب نے —————

تخذیر الناس صفحہ ۳۸ کی عبارت میں تمام علمائے امت رحمہم اللہ تعالیٰ بلکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بلکہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ خود اللہ عزوجل کو معاذ اللہ ناسمجھ بتا دیا۔ کہنے یہ کتنا سخت کفر ہوا۔ تو آپ اس کے جواب سے بھی عاجز رہے۔

۱۷ :- میں نے کہا تھا خود نانوتوی نے تخذیر الناس صفحہ ۸ پر لکھا۔

» شایان شان محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی «

تو نانوتوی کے نزدیک سب سے پچھلا نبی ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس کے خلاف ہے اور جو وصف خلاف شان اقدس ہو اس کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ثابت کرنا حضور کی توہین ہے تو نانوتوی کے نزدیک ختم زمانی حضور کے لئے ثابت کرنا معاذ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین ہے تو زمانہ کے اعتبار سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سب سے پچھلا نبی ہونا اگر بقول آپ کے نانوتوی صاحب نے تسلیم کیا ہے تو اپنی ہی تحریر کی بنا پر حضور کی توہین کی اور کافر ہو گئے۔ آپ سے اس کا بھی جواب نہ ہو سکا۔

۱۸ :- میں نے کہا تھا کہ حسام الحرمین شریف کی تصنیف سے ۵ برس پیشتر فتاویٰ الحرمین میں تخذیر الناس کی عبارت کفر کو بالترتیب بحوالہ صفحات لکھ کر علمائے حرمین محترمین سے فتوائے کفر نانوتوی کی تصدیقات حاصل کی جا چکی ہیں۔ ملاحظہ ہو فتاویٰ الحرمین مطبع المسنت بریلی شریف صفحہ ۵۰ و ۵۱۔ تو ترتیب بدل دینے کا اعتراض سرے سے سباً منشور ہو گیا۔ آپ اس کا بھی کچھ جواب نہ دے سکے۔

۱۹ :- آپ نے کہا تھا کہ ہر آیت کے لئے ظہر و بطن واحد و مطلع ہے۔ میں نے جواب دیا لفظ خاتم النبیین کوئی ایک ہی متعلقہ ہرگز نہیں بلکہ آیت کریمہ کا ایک لفظ ہے اور تمام امت کا اجماع ہے کہ اس لفظ کے کوئی باطن معنی

نہیں جو معنی اس نے ظاہر سے سمجھ میں آتے ہیں صرف وہی مراد ہیں جس کا ثبوت آپ کے مقتدا مفتی دیوبند کی کتاب ختم النبوت فی الآثار سے دیا جا چکا۔ اور اجماع کا منکر کافر ہے۔ آپ اس کا جواب بھی نہ دے سکے۔

۲۰۔ آپ نے کہا تھا نانو تووی نے خود تحذیر صفحہ ۱۰ پر منکر ختم زمانی کو کافر کہا ہے۔ میں نے جواب دیا یہ تو خود اپنے کافر و مرتد ہونے کا اقرار ہے۔ نانو تووی نے خود صفحہ ۱۰ پر اقرار کیا کہ سب سے پچھلا نبی ہنا شان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے تو معلوم ہوا خود نانو تووی حضور کے آخر الانبیاء ہونے کا منکر ہے تو یہ خود اپنے اوپر کافر و مرتد ہونے کا فتوے ہوا۔ آپ اس کا جواب نہ دے سکے۔

۲۱۔ آپ نے کہا تھا ”بلکہ“ کا لفظ بتا رہا ہے کہ صفحہ ۱۴ و ۲۸ کی عبارتیں مستقل جملے نہیں ہیں۔ میں نے جواب دیا بلکہ کا لفظ اضراب کے لئے ہے یہاں سے مستقل جملے شروع ہوتے ہیں۔ دونوں قضیے شرطیہ متصلہ ہیں دونوں کلامیں تام ہیں باقبل کے جملوں کے جز نہیں۔ آپ اس کے جواب سے بھی عاجز رہے۔

۲۲۔ آپ نے میرے اعتراضوں سے مجبور ہو کر مولوی عبدالحی صاحب کا حوالہ دیا کہ انہوں نے بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب فتح الرحمن میں خاتم النبیین کے معنی سب سے پچھلے نبی نہیں لکھے بلکہ کچھ اور بتائے۔ اسی طرح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شیخ اکبر و عبد الکریم جمیلی و امام شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی خاتم النبیین کے معنی کچھ اور بیان کئے ہیں تو اب اس مسئلہ پر اجماع نہ رہا۔ میں نے جواب دیا کہ ان حضرات کی کتابیں تو اس وقت پیش نظر نہیں۔ فرض کر لیجئے کہ ان حضرات نے کچھ بھی لکھا ہو مگر آپ کے پیشوا تو اجماع بتا چکے کہ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں۔ مفتی دیوبند کے فتوے سے تو نانو تووی صاحب کافر ہے۔ آپ نے اس کا جواب بھی نہ دیا۔

۲۳۔ آپ نے ثنوی شریف کے دو شعر پڑھ کر یہ بتایا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خاتم النبیین کے یہ معنی بتائے ہیں کہ حضور بالذات نبی ہیں۔ میں نے کہا ثنوی شریف کے ان دونوں شعروں سے اگر آپ یہ ثابت کر دیں کہ خاتم النبیین کے معنی بالذات نبی ہیں تو میں اپنی شکست تسلیم کر لوں گا۔ آپ اس کا بھی جواب نہ دے سکے۔

۲۴۔ اشد الغذاب کی عبارت پڑھنے پر آپ نے مجھے بدزبانی کا الزام دیا۔ میں نے جواب دیا کہ میں نے تو اپنی طرف سے ایک لفظ بھی نہیں کہا دیوبندیوں کے مشہور مہذب مولوی مرتضیٰ حسن صاحب کی عبارت پڑھی ہے اسی کا نام بدزبانی ہے تو یہ مولوی دھنگلی صاحب کی بدزبانی ہے۔ اس کا جواب بھی نہ دیا۔

۲۵ :- آپ نے خاتم النبیین کی مثال خاتم الاطباء سے دی اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مثال میں طیبوں کو پیش کیا۔ میں نے اس پر کہا کہ طب پر نبوت کا قیاس اور طبیب پر نبی کا قیاس باطل ہے طب کسی چیز ہے مگر نبوت میں کسب کو مطلق دخل نہیں۔ آپ اس کے جواب سے بھی عاجز رہے۔

۲۶ :- میں نے ختم نبوت فی الآثار صفحہ ۹۴ کی عبارت پڑھی ”نبوت ایسی چیز نہیں کہ ایک انسان دوسرے کو عطا کرے یا ایک نبی خواہ وہ نبوت میں کتنا ہی بڑا مرتبہ رکھتے ہوں دوسرے کو نبی بنادیں بلکہ یہ وہ منصب ہے جو بلا واسطہ خداوند قدوس کی جانب سے فائز ہوتا ہے“ تو مفتی دیوبند کے نزدیک کسی نبی کی نبوت بالعرض و بالواسطہ نہیں بتائیے۔ آپ کے نزدیک مفتی دیوبند سچے ہیں یا بائی مار سے دیوبند (نافوتوی صاحب)۔ آپ اس کے جواب سے بھی عاجز رہے۔

۲۷ :- آپ نے کہا تحذیر الناس صفحہ ۱۴ کی عبارت اگر مستقل کفر ہو تو اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملفوظات میں تحریر فرمایا ہے کہ چار نبی ایسے زندہ ہیں جن پر ایک آن کے لئے بھی موت طاری ہی نہ ہوئی بخضر والیاس زمین پر اور عیسیٰ و ادریس آسمان پر۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ میں نے جواب دیا صفحہ ۱۴ کی اسی عبارت سے پیشتر ہے ”ختم“ اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے تجویز کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا“ اس میں صاف بتا دیا کہ خاتم النبیین کے اگر یہ معنی لئے جائیں کہ حضور بالذات نبی ہیں جو نافوتوی صاحب نے گڑھے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی کے خاتم نہ ہوں گے بلکہ بعد میں مبعوث ہونے والے نبیوں کے بھی خاتم ہوں گے۔ اس کے بعد ہی اس کی توضیح کے لئے وہ جملہ لکھا ”بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کوئی اور نبی ہو حبیب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے“ تو پہلے جملے سے صاف معلوم ہو گیا کہ دوسرے جملے میں اور کوئی نبی ہو“ کے یہ معنی ہیں کہ اور کوئی نبی مبعوث ہو۔ اور وہ چاروں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حضور نے پیشتر مبعوث ہو چکے تو الملفوظ شریعت کے کلام پر یہ جملہ صادق ہی نہیں آسکتا۔ آپ نے اس کا جواب بھی نہ دیا۔

۲۸ :- آپ نے کہا کہ جس طرح تحذیر الناس سے قادیانی استناد کرتے ہیں اسی طرح اگلے بزرگان دین کے کلاموں سے بھی استناد کرتے ہیں۔ (جن کے نام اوپر گزرے) تو کیا وہ حضرات اکابر بھی قادیانیوں کے استاد ہوں گے؟ میں نے

جواب دیا ان حضرات میں سے کسی نے سب سے پچھلے نبی ہونے کو خلاف شان محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز نہیں بتایا۔ کسی نے یہ نہیں کہا کہ معاذ اللہ سب سے پچھلے نبی ہونے کو فضائل میں کچھ دخل نہیں۔ اور نانوتوی صاحب ان باتوں کے قائل ہیں جیسا کہ میں بتا چکا تو ان حضرات سے قادیانیوں کو کوئی واسطہ نہیں ان سے قادیانیوں کا استناد محض افتراء باطل تو قادیانیوں کے استاد صرف نانوتوی صاحب رہ گئے۔ آپ سے اس کا جواب نہ ہوا۔

۲۹ :- آپ نے لکھا ہے کہ نانوتوی صاحب نے لکھا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور راسخین فی العلم کے علاوہ سب عوام ہیں۔ میں نے جواب دیا اپنے مکتوبات میں انہوں نے لکھا ہوگا مگر تحذیر الناس تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جملہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم و تمام امت جن کا یہ عقیدہ ہے کہ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں۔ سب کو معاذ اللہ عوام بتا دیا۔ اور عوام کے مقابلہ میں اہل فہم کا لفظ بول کر ان کو نا سمجھ بھی کہہ دیا آپ سے اس کا بھی جواب نہ ہوا۔

۳۰ :- آپ سے بار بار اس کا مطالبہ کیا گیا کہ علماء متقدمین و ائمہ سلف میں سے کسی نے آیت کریمہ میں لفظ خاتم النبیین کے معنی بالذات نبی بنائے ہوں تو اس کا ثبوت دیجئے۔ آپ اس کا ثبوت نہ دے سکے۔

۳۱ :- میں ختم النبوت فی الآثار سے شفا شریف کی عبارت پیش کی۔ اس پر آپ نے کہا کہ یہاں حصر اضافی مراد ہے تو یہ عبارت تحذیر الناس کے مخالف نہیں۔ میں نے کہا حصر اضافی ہونے کا کیا ثبوت ہے ؟ آپ نے اس کا بھی جواب نہ دیا۔

۳۲ :- میں نے کہا مفتی دیوبند نے عبارت شفا شریف کا یہ ترجمہ کیا ہے۔

اس پر امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام بالکل اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے اور جو اس کا مفہوم ظاہری

الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے وہی بغیر تاویل یا تخصیص کے مراد ہے ۱۱

اور نانوتوی کے گڑھے ہوئے معنی نبی بالذات ہرگز لفظ خاتم النبیین کے ظاہری معنی نہیں اور نہ خاتم النبیین کے ظاہر لفظ سے نبی بالذات کے معنی مفہوم ہوتے ہیں۔ تو آپ کے مقتدا مفتی دیوبند نے اس پر اجماع امت بتایا کہ خاتم النبیین کے معنی نبی بالذات ہرگز نہیں۔ آپ نے اس کے جواب سے بھی سکوت فرمایا۔

۳۳ :- آپ نے نانوتوی کی عبارت پڑھی۔ بنا بر خاتمیت اور بات یہ ہے جس سے تاخیر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم

آتا ہے " میں نے جواب دیا۔ اسی تحذیر الناس صفحہ ۸ پر ہے۔ "ختم نبوت بمعنی معروض کو تاخر زمانی لازم ہے۔" ان دونوں عبارتوں سے ثابت ہوا کہ نانو تووی کے گڑھے ہوئے معنی نبی بالذات ہونا ملزوم ہے اور سب سے کھیلانی ہونا اس کو لازم ہے اور صفحہ ۱۴ و ۲۸ پر یہ مضمون ہے کہ حضور کے زمانہ میں یا حضور کے بعد اگر کوئی نبی مبعوث ہو تو بھی حضور کے خاتم ہونے میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ ظاہر ہے کہ اگر حضور کے زمانہ میں یا حضور کے بعد کوئی نبی ہو تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے کھیلانی ہرگز نہیں رہیں گے۔ تو لازم فنا ہو جانے کا اور لازم کے فنا ہونے سے ملزوم بھی فنا ہو جاتا ہے۔ تو نانو تووی کی گڑھی ہوئی خاتمیت یعنی نبوت بالذات بھی باطل ہو گئی۔ تو نہ خاتمیت ذاتی رہی نہ خاتمیت زمانی۔ اور حضور کے زمانے میں بلکہ حضور کے بعد بھی نبی جدید کی تجویز باقی رہ گئی۔ اس کا بھی کوئی جواب آپ سے ممکن نہ ہوا۔

یہ تو میرے وہ ۳۳ سوالات قاہرہ ہیں جو کل سے آپ پر قرض ہیں۔ آپ اپنی بقیہ باتوں پر

میرے سوالات و اعتراضات سننے کے لئے تیار ہو جائیے۔ اور ہو سکے تو ان کے جواب لائیے۔!

۳۴ :- آپ نے اپنی پہلی تقریر میں تحذیر الناس کا حاصل یہ بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم زمانی بھی ہیں اور خاتم ذاتی بھی۔ اور دونوں قسم کی خاتمیت لفظ خاتم النبیین سے نکلتی ہے۔ میں کل بتا چکا ہوں کہ نانو تووی کے نزدیک سب سے کھیلانی ہونا حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس کے خلاف ہے تو کیا قرآن کریم اپنے محبوب و محبوب دانائے غیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایسا وصف ثابت فرمائے گا جو حضور کے شایان شان نہیں۔

۳۵ :- آپ نے صفحہ ۱۴ و ۲۸ کی عبارتوں کا یہ مطلب بتایا ہے کہ یہاں صرف خاتمیت ذاتی کا ذکر ہے نہ زمانی کا۔

مگر اس عبارت کی ابتدا یوں ہے۔ اگر خاتمیت بمعنی انصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے۔ جیسا اس سمجیدان نے عرض کیا (ص ۲۸) اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا (ص ۱۴)۔ ان عبارتوں کا صام مطلب یہ ہے کہ خاتم النبیین کے اگر یہ معنی لئے جائیں کہ حضور سب سے کھیلانی ہیں تو استحالے لازم آئیں گے جو صفحہ ۳ و ۸ پر مذکور ہیں۔ البتہ اگر اس معنی کو چھوڑ کر نانو تووی کے گڑھے ہوئے معنی بالذات نبی ہونا لئے جائیں تو حضور اپنے سے پہلے تمام نبیوں کے اور حضور کے بعد بھی جو نبی مبعوث ہوں ان سب کے بھی خاتم ہوں گے۔ بتائیے کیا یہ کفر ہے یا نہیں؟

۳۶۔ آپ نے تحذیر الناس سے خاتمیت زمانی سے مطلق مانا جائے۔ یعنی نانوتوی نے نزدیک خاتمیت ایک جنس ہے اور خاتمیت زمانی و ذاتی اس کی دو نوعیں ہیں۔ درامہربانی فرما کر خاتمیت ذاتی و خاتمیت زمانی ان دونوں کی جنس و فصل بیان کر دیجئے اور خاتمیت کے وہ معانی عام بیان کیجئے جو ان دونوں پر صادق آتے ہوں۔

۳۷۔ آپ نے خاتمیت زمانی پر تحذیر الناس سے دوسری دلیل یہ بیان کی کہ بطور عموم مجاز لفظ خاتم کی دلالت، دونوں قسم کی خاتمیت پر مطابقتی ہو۔ مگر آپ کے مقتدا مفتی دیوبند نے ختم النبوت فی الآثار صفحہ ۶۰ پر۔ اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم و تمام علمائے سلف رحمہم اللہ تعالیٰ کا اجماع اس مسئلہ پر نقل کیا ہے۔ کہ لفظ خاتم النبیین اپنے ظاہر اور حقیقی معنی پر محمول ہے اس میں نہ کوئی مجاز ہے نہ مبالغہ نہ کوئی تاویل ہے نہ تخصیص۔ مفتی دیوبند اس پر اجماع بتا رہے ہیں کہ لفظ خاتم النبیین میں مجاز نہیں، نانوتوی کہتے ہیں اس میں مجاز ہے۔ بتائیے دونوں میں کون سچا۔

۳۸۔ آپ نے خاتمیت زمانی پر تحذیر الناس سے تیسری دلیل قائم کی کہ دونوں میں ہے ذاتی پر دلالت مطابقتی اور خاتمیت زمانی پر دلالت التزامی۔ اس پر سوال یہ ہے کہ دلالت التزامی کے لئے معنی خارج موضوع کہ کا معنی مطابقتی کا لازم ہونا شرط ہے یا نہیں۔ اگر ہے اور ضرور ہے تو اس پر کیا دلیل ہے کہ نبی بالذات کے لئے سب سے پچھلا نبی ہونا لازم ہے اور یہاں لزوم کو نسا معتبر ہوگا۔

۳۹۔ آپ نے خاتمیت زمانی پر تحذیر الناس کی چوتھی دلیل لکھی کہ احادیث متواترۃ المعنی سے ثابت ہے یہ تو میں پہلے بتا چکا کہ قرآن پاک میں لفظ خاتم النبیین سے سب سے پچھلا نبی مراد لینا نانوتوی کے نزدیک نا سمجھ لوگوں کا خیال ہے تو سب سے پچھلے نبی ہونے کو احادیث متواترۃ المعنی سے ناساز کی فرضیت ثابت ہے۔ ایسا کہنے والا مسلمان ہے یا کافر۔

۴۰۔ آپ نے خاتمیت زمانی پر تحذیر الناس کی پانچویں دلیل لکھی کہ اجماع امت سے ثابت ہے مگر قرآن پاک سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سب سے پچھلے نبی ہونے سے ثبات کو نا سمجھ لوگوں کا خیال بتا کر اجماع سے اس کو ثابت

۱۔ اصل تحریر میں یہ جملہ یوں ہی لکھا ہوا ہے۔ شاید کوئی لفظ رہ گیا۔

۲۔ خط کشیدہ فقرہ اصل تحریر میں اسی طرح لکھا ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لفظ رہ گئے۔ ۱۲ مرتب۔

مانا کیا نا تو تو ہی صاحب کو مسلمان بنا دے گا۔ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ روزے کی فرضیت قرآن پاک سے ثابت ماننا
نا سمجھ لوگوں کا خیال ہے۔ البتہ اجماع امت سے روزے کی فرضیت ضرور ثابت ہے۔ ایسا کہنے والا مسلمان ہو گا
یا کافر؟

۴۱۔ آپ نے اپنی دوسری تقریر میں کہا کہ قادیانی ختم نبوت کے انکار اور نبوت مرزا کے اقرار کی وجہ سے قطعاً اجماعاً
کافر ہیں۔ اسی طرح ہم بھی کہتے ہیں کہ دیوبندی بھی ختم نبوت کے انکار اور مولوی اشرف علی صاحب کو نبی و رسول کہتے
ہوئے دن بھر جاگتے ہیں ہوش کے ساتھ اللہ صلی علی سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی
کو تسلی بخش جاننے کے سبب سے قطعاً اجماعاً کافر ہیں۔

آپ کی تیسری تحریر میں کوئی بات قابل جواب باقی نہیں رہی۔

۴۲۔ آپ نے چوتھی تحریر میں لکھا ہے کہ ختم النبوت فی الآثار میں مرزائی عقیدہ کی تردید کی گئی ہے نہ کہ تحذیر الناس
کے مضمون کی۔ میں کہتا ہوں یہ اللہ عزوجل کا مسلمانان پر فضل و کرم ہے کہ اس نے دکنی اللہ المومنین
القتال کے جلوے دکھا دیئے اور آپ کے پیشوا مفتی دیوبند کے قلم سے قادیانیوں کے رد میں یہ مضمون لکھوا دیئے
جن سے تحذیر الناس کے ہر ایک مضمون کا قہر رد ہو گیا۔ واللہ الحمد واللہ الحمد۔

۴۳۔ آپ نے اپنی توضیحی تقریر میں بتایا ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے مرید نے جو ان کو نبی و رسول
کہہ کر کلمہ و رد و د پڑھا تو کلمہ خواب میں تھا اور رد و د بے اختیاری میں۔ مگر آپ سے میں کہتا ہوں کہ خواب کے حصہ
پر تو میرا اعتراض ہی نہیں۔ میرا اعتراض تو اس پر ہے کہ اس مرید نے کہا کہ یہ کہتا ہوں کہ اللہ صلی علی
سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی حالانکہ اب بے دار ہوں خواب نہیں۔ لیکن بے اختیار ہوں مجبوراً
ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں۔ اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا : دیکھئے تھانوی صاحب کا مرید تصریح کر رہا
ہے کہ اس روز دن بھر ایسا ہی کچھ خیال رہا کہ اشرف علی صاحب نبی اور رسول ہیں (معاذ اللہ) کیا ایسا عذر ہے؟
شرعاً قابل تسلیم ہے۔

۴۴۔ کیا اگر کوئی شخص دن بھر کلمات کفریہ کہتا رہے اور پھر شام کو یہ عذر کر دے کہ میری زبان میرے اختیار میں
نہ تھی میں تو چاہتا تھا کہ میں کفر نہ کہوں مگر میری زبان میرے اختیار میں نہ تھی تو کیا اس کا یہ عذر اس کو کفر سے

بچائے گا ؟

۴۵۔ اپنے گھر کی بھی آپ کو کچھ خبر ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۳۶ پر آپ کے مذہبی پیشوا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی شفا بشارت سے نقل کرتے ہیں کہ

الوجه الثاني وهو ان يقول القائل لما قال في جهته صلى الله عليه وسلم غير قاصد للسب والازراء ولا معتقد له ولكنه تكلم بكلمة الكفر من لونه او سبه او تكذيبه او اضافة ما لا يجوز عليه او نفى ما يجب له مما هو في حقه عليه السلام نفيسة (لما قال) او ياتي بسفه من القول او قبح من الكلام او نوع من السب وان ظهر بدليل حاله انه لم يعلمه ذمه ولم يقصد سبه اما لجهل او لصخر او سكر او قلة مراقبة وضبط اللسان او عجزمة او تمور في كلامه فحكم هذا الوجه حكم الوجه الاول - القتل دون تلثم .

یعنی شفا بشارت میں امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ قائل نے جو کلمہ حضور کی شان میں بولا۔ اس سے اس کو حضور کی توہین و تنقیص مقصود نہیں لیکن اس نے کلمہ کفر بولا یعنی معاذ اللہ حضور پر لعنت کی۔ یا حضور کو گالی دی۔ یا حضور کو جھوٹا کہا۔ یا حضور کی طرف ایسی چیز منسوب کی جو حضور کے شان میں نہیں۔ یا حضور سے ایسی چیز نفی کی جو آپ کے لئے واجب ہے، ان باتوں میں سے جو حضور کے لئے عیب ہیں۔ یا کوئی بے ہودہ بات کہی۔ یا کوئی برا کلام بولا۔ اگرچہ اس کے حال کی دلیل سے ظاہر ہوتا ہو کہ اس نے حضور کو برا کہنے کا ارادہ نہیں کیا اور حضور کی توہین کرنے کی نیت نہ کی۔ اس نے کلمہ کفر اپنی جہالت سے بکسب یا شدید مصیبت کی وجہ سے۔ یا کسی نشہ کی وجہ سے۔ یا زبان کی بے اختیاری کی وجہ سے۔ یا گفتگو سے عاجز ہو کر یا کلام میں جسارت کرنے کی وجہ سے تو اس صورت کا بھی حکم وہی پہلی صورت کا حکم ہے تو وہ کافر ہو گیا۔ اس کو بغیر توقف کے قتل کر دیا جائے۔

آپ کے پیشوا گنگوہی صاحب تو کلمہ کفر کہنے میں زبان کی بے اختیاری کو عذر نہیں مانتے۔ اور آپ اسی بے اختیاری کو عذر بنا کر تھانوی صاحب کے مرید کو کفر سے بچا رہے ہیں۔ بتائیے گنگوہی صاحب کے فتوے سے آپ کی تاویل باطل ہوتی یا نہیں اور آپ کفر کے حامی ہونے یا نہیں ؟

۴۶ :- آپ کے نزدیک کسی پیر کا اپنے مرید کی محبت اور صادق قلبی کا امتحان لینے کے لئے اپنے آپ کو رسول کہلوا کر اس سے اپنا کلمہ پڑھوانا کفر ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں تو صاف اس کی تحریر دیجئے۔ اور اگر کفر ہے تو اب آپ ہی بتائیے کہ حضرت شبلی و حضرت محبوب الہی و جامع الفوائد رحمۃ اللہ علیہ پر آپ کا کیا فتویٰ ہے ؟ ہمارے نزدیک تو یہ عبارت کسی بے دین کی لاسق کردہ ہے۔ کسی غیر نبی کو نبی کہنے والے کا کافر و مرتد ہونا ضروریات دین میں سے ہے۔ ضروریات دین کے خلاف کوئی بات سموع نہیں ہو سکتی۔ کسی عظیم الحیاہ سلوب ایمان نے یہ عبارت فوائد الفوائد میں ملا دی اور حضرات مذکورین کا دامن ولایت یقیناً اس افتراء سے پاک ہے۔ رہے وہ مسلمان جنہوں نے فوائد الفوائد میں یہ عبارت دیکھی ان سب پر بھی ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ انہوں نے اس عبارت کو کسی بے دین کا احقاق سمجھا۔ آپ کے پاس کوئی دلیل ہرگز نہیں جس سے آپ ثابت کر سکیں کہ فوائد الفوائد کو دیکھنے والے تمام مسلمانوں نے اس عبارت کو سق جانا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

۴۷ :- تھانوی صاحب کے مرید نے تو اس واقعہ کو غلطی بھی خیال کیا۔ مگر پیر صاحب اس کو غلطی بھی نہیں مانتے۔ بلکہ اس بات کو کہ مرید نے جاگتے میں ہوش کے ساتھ دن بھر اللہ صلی علی سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی پڑھا۔ اس کو اس مرید کے لئے باعث تسلی بتا رہے ہیں تو پیر کی حالت مرید سے بھی بدتر ہوتی یا نہیں ؟

۴۸ :- اس واقعہ کو اپنے ماہوار اردو رسالہ میں چھاپ کر اپنے عام و خاص مریدوں میں شائع کر دیا تاکہ اور مرید بھی اس راستہ پر آئیں اور تھانوی صاحب کو معاذ اللہ رسول کہہ کر سوتے میں ان کا کلمہ اور جاگتے میں دن بھر ہوش کے ساتھ اپنے پیر کو نبی کہہ کر ان پر درود پڑھیں اور اس طرح اپنے پیر تھانوی کے قبیح سنت ہونے کی تسلی حاصل کریں۔

۴۹ :- آپ نے کہا تھا کہ تھانوی صاحب نے اس تعبیر سے رجوع کر لیا ہے۔ مگر جناب وہ "الامداد" جمادی الاخریٰ

۱۳۳۶ھ صفحہ ۲۰ پر لکھتے ہیں۔

د باقی مجھ کو اس پر اصرار نہیں۔ اگر یہ خواب دوسرے شیطانی ہو یا کسی مرض و مانی سے ناشی رہ پیا ہو (ہو) اور اس کی یہ تعبیر نہ ہو۔ لیکن غلط تعبیر دینا ایک وجدان کی غلطی ہوگی جس پر کوئی الزام نہیں ہو سکتا۔
تعبیر خواب ہی کی ہوتی ہے۔ خواب پر ہمیں اعتراض نہیں۔ اصل کفر تو اس امر میں ہے کہ تھانوی صاحب کے مرید نے جلگتے میں ہوش کے ساتھ دن بھر اللہ صلی علیہ وسلم سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی پڑھا اور تھانوی صاحب نے اس واقعہ بیداری کو غلط نہ مانا اس کو تسلی بخش بتایا۔ نہ اس سے رجوع کیا۔ ہو سکے تو اس الزام کو دفع کیجئے۔

۵۰۔ آپ نے کہا تھا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "تجزاء اللہ عددہ" میں لکھا کہ ہر نعمت جو تمام عالم میں ملی یا ملتی ہے یا ملے گی وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر بیٹی یا بیٹی ہے یا بیٹی گی۔ اس سے آپ نے نبوت کو بالذات بالعرض کی طرف منقسم کر دیا۔ مگر آپ کو بتاتا ہوں یہاں وہی نعمتیں مراد ہیں جن میں اس بات کی قابلیت ہے کہ وہ کسی کے ہاتھ پر بیٹیں۔ اور نبوت ایسی چیز ہی نہیں کہ بارگاہ النبی سے کسی کو بالواسطہ مل سکے۔ اس مضمون کی تصریح آپ کے مقدمہ مفتی دیوبند ختم النبوة فی الآثار کے صفحہ ۴۹ پر لکھ چکے ہیں۔

یہ تحریر میں اعلیٰ تین چار صاحبوں سے لکھوائی ہے اور تنگی وقت کی وجہ سے غور نظر نہیں ڈال سکا۔ لہذا اگر کوئی لفظی کمزوری رہ گئی ہو تو اس کی اصلاح کا حق محفوظ ہے۔ اس تحریر میں بوجہ اختصار جہاں کہیں نانوتوی آیا ہو وہاں مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی۔ اور گنگوہی کے بدلے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور تھانوی کی جگہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی سمجھا جائے۔

فقیر الباقی عبید الرحمن محمد حشمت علی خاں قادری رضوی مجددی لکھنؤی غفرلہ

نوٹ از مرتب

پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ مولوی حشمت علی صاحب رات کے پورے وقت میں یہ بیان لکھ کر لائے تھے اور نقل بھی ساتھ ہی تیار کر کے لائے تھے جو آتے ہی انہوں نے مولانا محمد منظور صاحب کے حوالہ کر دی تھی۔ مولانا نے ان سے کہا کہ جو بیان آپ نے رات بھر کی عرق ریزی اور دماغ سوزی سے تیار کیا ہے اس کا جواب مقررہ وقت آدھ گھنٹہ میں نہیں دیا جاسکتا۔ لہذا کم از کم دو گھنٹہ کا وقت اس کے جواب کی تحریر کے لئے مجھے ملنا چاہئے۔ لیکن مولوی حشمت علی صاحب (جو کبھی کسی معقول بات کو ماننے کے لئے تیار ہوا ہی نہیں کرتے) اس کے لئے راضی نہیں ہوئے۔ اور آپ نے صاف کہہ دیا کہ آپ کو جو جواب دینا ہو بس آدھ گھنٹہ کے اندر ہی اندر دے دیں وقت مقررہ سے ایک منٹ زیادہ بھی آپ کو نہیں دیا جاسکتا۔ اور یہ کہہ کر منہ بوجہ بالا بیان تحریری کی تلاوت شروع کر دی۔

مولانا محمد منظور صاحب نے وقت کی تنگی کا لحاظ رکھتے ہوئے مولوی حشمت علی صاحب کی اس تلاوت کے دوران ہی میں مختصر تحریری جواب تیار کرایا۔ جس میں صرف اجمالی اشارات پر اکتفا کیا اور اپنی نوبت کے پورے آدھ گھنٹہ میں اس کی تفصیل و توضیح میں تقریر فرمائی۔

ناظرین کرام حضرت مولانا کا یہ تحریری بیان مع توضیحی تقریر آگے ملاحظہ فرمائیں۔ ہم امتیاز کے لئے تحریری حصہ حسب سابق حاشیتین چھوڑ کر درج کریں گے۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ

کا پانچواں جوابی بیان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

نحمد الله العلی العظیم ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلیٰ
واصحابہ اہل القدر العظیم اما بعد ۔

محترم حضرات ! آپ دیکھ رہے ہیں کہ فریق مخاطب مولوی حسنت علی صاحب رات کی وسیع فرصت میں جو
طویل و عریض بیان لکھ کر لائے ہیں جس کو وہ بہ مشکل آدھ گھنٹہ میں پڑھ سکے ہیں اس کے تحریری و تقریری جواب کے لئے وہ مجھے آدھ
گھنٹہ سے ایک منٹ بھی زیادہ دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اس لئے میں نے تحریر میں بہت زیادہ اجمال اور اختصار سے کام لیا ہے۔
آپ حضرات پوری توجہ سے سنیں، میں تحریر کے اس اجمال کی تفصیل تقریر میں پیش کروں گا۔
مولوی حسنت علی صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ ”تم مناظرہ سے فرار کر رہے ہو“ الخ ۱
میں نے اس کے جواب میں یہ عرض کیا ہے کہ۔

۱۔ ”فرار کون کر رہا ہے اس کی زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں دیکھنے والے خود فیصلہ کر رہے ہیں اور کریں گے۔“
آپ نے اپنی تحریر کے ابتدائی چند نمبروں میں تحذیر الناس کی زیر بحث عبارتوں کے متعلق اپنے ان ہی اعتراضات کو دہرایا ہے
جو آپ نے اپنی پہلی تحریر میں پیش کئے تھے۔ اور جن کا مفصل جواب میں کئی بار دے چکا ہوں۔ اور جو تحریریں میری آپ کے پاس محفوظ
ہیں ان میں وہ جوابات موجود ہیں۔ لیکن بایں ہمہ بڑی جرأت سے آپ نے لکھا ہے کہ ان میں سے کسی کا بھی جواب نہیں ہوا۔ مولوی حسنت !
یہ صرف آپ ہی کی خصوصیت نہیں۔ ہر بہت دھرم اور ناحق کوش کا یہی طریقہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی باتوں کا سود فخر جواب پالنے کے
بعد بھی یہی کہتا ہے کہ جواب نہیں ہوا۔ بہر حال چونکہ آپ کے ان اعتراضات کا مفصل اور سکت جواب میں کئی بار دے چکا ہوں اس
لئے اب ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اسی لئے میں نے آپ کے ان تمام نمبروں کے جواب میں صرف یہ عرض کیا ہے کہ۔

۲۔ ”آپ میری تحریروں کو بغور دیکھتے آپ کی ہر ہر چیز کا کافی دشنامی جواب دیا جا چکا ہے“

آپ نے اپنی تحریر کے متعدد نمبروں میں اپنے اس اعتراض کا پھر عادیہ کیا ہے کہ مصنف تحذیر الناس کے نزدیک معاذ اللہ ختم زمانی میں کوئی کسی قسم کی فضیلت ہے ہی نہیں۔ حالانکہ میں اپنے بعض پہلے بیانات میں آپ کے اس خیال کی مدلل اور مفصل تردید کر چکا ہوں۔ نیز تحذیر الناس صفحہ ۳ کی جس عبارت سے آپ نے یہ نتیجہ نکالنا چاہا ہے اس کی توضیح بھی میں کر چکا ہوں۔ میں نے عرض کیا تھا کہ مدح کے لئے اس کی ضرورت ہے کہ مدح کے اعلیٰ اوصاف ضرور ذکر کئے جائیں۔ اور چونکہ ختم ذاتی نسبت ختم زمانی کے اعلیٰ وارفع ہے (کیونکہ اس میں فضیلت بالذات ہے اور ختم زمانی میں فضیلت بالعرض ہے) لہذا مقام مدح کا تقاضا یہ ہے کہ حضور کے اس وصف خاتمیت ذاتی کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ بس یہی مشائخ مصنف تحذیر الناس رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ نہ یہ کہ ان کے نزدیک ختم زمانی یا نبوت بالعرض میں کوئی فضیلت ہی نہیں ہے اور اس لئے ان میں مدح کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔

اور اس سلسلہ میں قد وقامت، شکل و رنگ، حسب و نسب وغیرہ جن اور اوصاف کا ذکر تحذیر الناس میں کیا گیا ہے ان کا حال بھی یہی ہے کہ ان میں بالذات فضیلت نہیں ہے دیکھ کر وہ فضیلت سے مطلقاً خالی ہیں۔ بہر حال چونکہ میں پہلے بیانوں میں اس پر پوری روشنی ڈال چکا ہوں اور آپ ابھی تک اس کا کوئی جواب نہیں دے سکے ہیں اس لئے یہاں میں نے مختصر اشارہ کے طور پر صرف اتنا عرض کیا ہے کہ۔

۳۔ ”نبوت بالذات بہ نسبت نبوت بالعرض کے یقیناً زیادہ قابل مدح ہے، مطلق فضیلت کی بحث نہیں“

اسی مبحث میں مولوی احمد رضا خان صاحب پر ایک یہ بھی جرم عائد ہوتا ہے کہ انہوں نے تحذیر الناس کی عبارت کے عربی ترجمہ میں بھی سخت خیانت کی۔ تحذیر الناس کی عبارت اس طرح تھی کہ ”تقدم و تآخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں“

اور مولوی احمد رضا خان صاحب نے اس کا ترجمہ عربی میں یہ کیا کہ ”مع أنه لا فضل فیہ اصلاً“ (یعنی حضور کے آنری

نبی ہونے میں آپ کی بالکل فضیلت نہیں)۔ میں اپنے پہلے بیانات میں اس مضمون کو مدلل اور مفصل طور پر عرض کر چکا ہوں۔ آپ

نے اس کے جواب میں پھر یہ لکھا ہے کہ ”اصولاً منقول عنہ کالبعینہ نقل کرنا ضروری نہیں صرف مضمون واحد ہونا چاہئے۔

میں نے اس کے جواب میں یہاں صرف یہ عرض کیا ہے کہ۔

۴۔ ”مولوی احمد رضا خان صاحب نے بعینہ مضمون نقل نہیں کیا، بلکہ فضیلت ذاتیہ کی نفی کو مطلق فضیلت

کی نفی قرار دیا ہے۔ اور یہ تحریف و خیانت ہے“

میں چونکہ اس بحث کی پوری تفصیل پہلے کرچکا ہوں اس لئے اب اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھتا۔

میں نے عرض کیا تھا کہ تحذیر الناس کا موضوع ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر قسم کی خاتمیت (ذاتی، زمانی، مکانی،

کی حفاظت ہے۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا ہے کہ اس کا موضوع یہ نہیں ہے۔ بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا چھ خاتم النبیین ثابت کرنا اس کا موضوع ہے۔ اس کے جواب میں میں نے عرض کیا ہے کہ۔

۵۔ ۱۔ » تحذیر الناس کا موضوع وہی ہے جو میں عرض کرچکا ہوں۔ طبقات الارض والی حدیث سے مسئلہ

خاتمیت پر جو شبہ ہوتا تھا۔ اس کو حل کر کے یقین جیشتوں سے حضور کو خاتم ثابت کیا گیا ہے «

آپ نے علماء دیوبند کی تکفیر کو جائز ثابت کرنے کے لئے پھر قادیانیوں کی تکفیر کا ذکر کیا ہے حالانکہ میں اس کا بہت

مفصل جواب پہلے دے چکا ہوں۔ اور تبلا چکا ہوں کہ دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اب بھی میرا یہی جواب ہے کہ۔

۴۔ ۱۔ » قادیانیوں پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ جس کی تفصیل پہلے کی جا چکی ہے «

حاضر کلام کو یاد ہو گا میں اپنے کل کے بیانات میں کافی روشنی ڈال چکا ہوں کہ قادیانی ادعاۃ اسلام کے باوجود کیوں

قطعی تکفیر کے مستحق ہیں محض علماء دیوبند کو کافر کرنے والے کیوں خدا کے مجرم اور شرعیت کے باغی ہیں۔ اب میں اس تمام بحث کے اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھتا۔

آپ نے پھر اس چیز کو دہرایا ہے کہ چونکہ تحذیر الناس کے دو تینوں فقرے جو حسام اکھرین میں نقل کئے گئے ہیں مستقل جملے

ہیں۔ اس لئے ان کی ترتیب بدل جانے سے مطلب پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ میں اس کا مفصل جواب پہلے عرض کرچکا ہوں کہ خان صاحب

کے ترتیب بدل دینے سے مضمون میں کس قدر اور کیوں تبدیلی ہو گئی۔ چنانچہ اب بھی میں نے اسی کا حوالہ دیتے ہوئے عرض کیا ہے کہ۔

۴۔ ۱۔ » میں ثابت کرچکا ہوں کہ تحذیر الناس کے صفحہ ۱۴ و ۲۸ کے فقروں کا ابتدائی حصہ جو ان سے خاص

نقل رکھتا تھا وہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے نقل کرنے سے چھوڑ دیا جس کی وجہ سے یقیناً معنی بدل گئے «

بہر حال یہ بات تو بالکل بدیہی ہے کہ حسام اکھرین میں تحذیر الناس کے جو فقرے ترتیب پلٹ کر لکھے گئے ہیں ان

کے معنی میں غیر معمولی تبدیلی ہو گئی۔ اور اس کا فیصلہ تو بڑی آسانی سے حکم کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ کسی صاحب فہم کے سامنے

حسام اکھرین اور تحذیر الناس رکھ دی جائے وہ فیصلہ کر دے گا کہ حسام اکھرین میں جس طرح ترتیب بدل کر تحذیر الناس کی عبارات

نقل کی گئی ہیں اس سے معنی میں تبدیلی ہوئی یا نہیں ؟ مگر مجھے یقین ہے کہ آپ کسی غیر جانبدار حکم پر ہرگز راضی نہ ہوں گے کیوں کہ آپ خود جانتے ہیں کہ فیصلہ آپ کے خلاف اور میرے حق میں ہوگا۔ کیونکہ بھداشتہ میں ہی حق پر ہوں۔

آپ نے پھر اس کو دھرایا ہے کہ مفہوم خاتمیت کو ختم زمانی ہی میں محصور کرنے پر اجماع کا اجماع ہے۔ اور پھر آپ نے شفاء کی اس عبارت کا حوالہ دیا ہے جو ختم النبوت فی الآثار کصغیر پر منقول ہے۔ میں آپ کے اس خیال کا مفصل اور مدلل رد کر چکا ہوں۔ اور بتلا چکا ہوں کہ شفاء کی عبارت میں فی الحقیقت محمدین کی تاویلات و تخصیصات کی نفی مقصود ہے۔ ذکر وہ حصر جس کے آپ مدعی ہیں جیسا کہ اس عبارت کا سیاق و سباق شاہد ہے۔ آپ ابھی تک میرے اس جواب پر کوئی نقض نہیں کر سکے اور پھر اسی چیز کو دہرا رہے ہیں۔ میں نے یہاں پھر جواب میں وہی عرض کیا ہے کہ۔

۸۔ میں بار بار عرض کر چکا ہوں کہ حصر پر ہرگز اجماع نہیں، ختم النبوت فی الآثار کی عبارت کو بغور دیکھیے اس میں محمدین کی تاویلات و تخصیصات کا انکار کیا گیا ہے۔

اور فیصلہ کی ایک آسان صورت یہ بھی ہے کہ ختم النبوت فی الآثار کے مصنف بھداشتہ زندہ ہیں ان سے دریافت کر لیا جائے کہ آپ نے شفاء کی عبارت کیا سمجھ کر نقل کی ہے۔ مگر یقین ہے کہ آپ اس پر بھی آمادہ نہ ہوں گے کیوں کہ خود آپ کو اپنی کمزوری کا یقین ہے۔

قادیانی کی استاد شاگردی کا پھر آپ نے تذکرہ کیا ہے حالانکہ شروع سے اب تک قریباً ہر بیان میں میں نے آپ کو اس کا جواب دیا ہے اور میں بار بار بتلا چکا ہوں کہ تحذیر الناس سے انکا ختم نبوت زمانی نکالنے کا سبق مرزا یوں نے آپ کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ہی سے سیکھا ہے۔ پس اس باب میں مرزا یوں کے استاد فاضل بریلوی ہی ہیں نہ کوئی اور۔

نیز میں اپنے گزشتہ بیانیوں میں یہ بھی واضح کر چکا ہوں کہ مصنف تحذیر الناس کے عقیدے اور تحذیر الناس کی تصریحات کی رد سے مرزا قادیانی اور سارے مرزائی کا فرطہرتے ہیں۔ لیکن بایں ہمہ آپ برابر یہی کہے جارہے ہیں کہ اس بارے میں قادیانی مصنف تحذیر الناس کے شاگرد ہیں۔ بہر حال اس کے جواب میں، میں نے صرف یہ عرض کیا ہے کہ۔

۹۔ استاد شاگردی کا جواب بھی آپ پا چکے ہیں، مجھے بار بار دہرانے کی ضرورت نہیں۔

آپ نے پھر اس مرتبہ ”اشد العذاب صفحہ ۱۵“ کی عبارت لکھی ہے حالانکہ میں پوری تفصیل کے ساتھ اس پر کلام کر چکا ہوں کہ ہمارے آپ کے موجودہ مقدمہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہو سکتا جواب پالنے کے بعد بھی پھر اسی کا ذکر کرنا اور جواب الجواب سے خاموش

رہنا عاجزی کی دلیل ہے۔ اس لئے میں نے اس کے جواب میں صرف یہی عرض کیا ہے کہ۔

”مولانا مرتضیٰ حسن صاحب مظلہ کی عبارت کا آپ کے مدعا سے کوئی تعلق نہیں۔ پھر بار بار اسی کا

ذکر کرنا عاجزی کی دلیل ہے“

چونکہ میں پہلے یہ بحث تفصیل سے کر چکا ہوں اس لئے یہاں اسی اجمالی جواب پر اکتفا کرتا ہوں۔

آپ نے تحذیر الناس صفحہ ۲۹ کی عبارت کا پھر حوالہ دیا ہے اور بڑی دیدہ دلیری سے چپل کے متعلق یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس میں خود مصنف تحذیر الناس نے اقرار کیا ہے کہ مجھ سے پہلے تمام امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی عقیدہ تھا کہ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سب سے پہلے نبی ہیں۔ الخ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ افتراء اور بہتان کے باب میں نہایت بیباک اور بڑے بہادر ہیں۔ میں اپنے کل کے بعض بیانات میں تحذیر الناس صفحہ ۲۹ کی پوری عبارت پڑھ کر آپ کو اور تمام حاضرین کو دکھلا چکا ہوں کہ وہاں اس مضمون کا نام و نشان بھی نہیں جس کے آپ مدعی ہیں۔ بلکہ وہاں تو سرے سے ”خاتم النبیین“ کی تفسیر ہی میں بحث نہیں، وہ سارا کلام تو اثر ابن عباسؓ کی تاویلات پر ہے، اس جواب کے پا جانے، اور افتراء و بہتان کا پردہ چاک ہو جانے کے بعد بھی اسی چیز کو پھر زبان پر لانا فی الحقیقت بڑی دیدہ دلیری ہے۔ بخدا اگر میری زبان سے ایسی غلط بات نکل جاتی تو مجھ کو تو کبھی مدت العمر اس کے زبان پر لانے کی جرأت نہ ہوتی، لیکن آپ ماشاء اللہ اس باب میں بڑے بہادر ہیں۔ کہ خواہ کیسی ہی کمزوری اور قابل شرم بات منہ سے نکل جائے اور اس کی کمزوری اور لغویت معلوم بھی ہو جائے مگر اس کے دہرانے سے آپ کو ذرا ندامت لاحق نہیں ہوتی۔ سچ ہے۔

ایں کار از تو آید و مردانِ حنیس کفند

بہر حال اس کے جواب میں میں نے صرف اتنا عرض کیا ہے کہ۔

”ہ۔“ صفحہ ۲۹ والی عبارت کا جواب اس سے پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ میری پہلی تحریریں دیکھئے“

آپ نے ختم النبوت فی الآثار صفحہ ۶۰ کی ایک عبارت کا بھی حوالہ دیا ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اور صحابہ کرام و تابعین عظام و علماء اعلام سب ہی نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ ”خاتم النبیین“ کا مفہوم صرف ہم زمانہ میں منحصر ہے۔“ حالانکہ اس عبارت میں اس چیز کا خفیف نشان بھی نہیں، وہاں تو صرف یہ بیان کیا جا رہا ہے جبکہ آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، آثار صحابہ، ارشادات تابعین اور تصریحات علماء سلف سے یہ چیز پایہ ثبوت کو پہنچ چکی

کہ ”خاتم النبیین“ کے معنی ”آخر النبیین“ ہیں تو پھر کسی کو حق نہیں کہ وہ ان معروف معنی کو چھوڑ کر ”خاتم المحدثین“ اور خاتم المفسرین“ وغیرہ پر قیاس کر کے مجازی معنی لے۔ اور یہ بیشک صحیح ہے۔ لیکن مصنف تحذیر الناس نے ان مشہور معنی کو چھوڑا ہے نہ حقیقت کا انکار کر کے کسی مجاز کو اختیار کیا ہے۔ بلکہ ان کا مدعا تو یہ ہے کہ ختم زمانی کے ساتھ ختم مرتبی بھی اس کا مدلول ہے۔ اور اسی ایک لفظ خاتم النبیین سے حضور کے لئے دونوں قسم کی خاتمیت ثابت ہوتی ہے اور اس کے خلاف نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں، نہ آثار صحابہ میں، نہ ارشادات تابعین میں۔ چنانچہ میں نے عرض کیا ہے کہ۔

_____ ۱۲۔ ”قرآن مجید اور احادیث کرمیہ اور اقوال صحابہ و تابعین و ارشادات علماء و اسخنین میں کہیں مذکور

نہیں کہ حضور کی خاتمیت صرف ختم زمانی میں منحصر ہے“

بلکہ میں صریح حدیث پیش کر چکا ہوں کہ ہر آیت کے لئے ایک ظاہری معنی ہوتے ہیں اور ایک باطنی“ نیز حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بھی الدولۃ المکیہ کے حوالے سے نقل کر چکا ہوں کہ کوئی شخص اس وقت تک کامل فقیہ نہیں ہو سکتا کہ اس کے بس یہی ایک معنی ہیں۔

اس مرتبہ آپ نے پھر اس افسوسناک بہتان کا اعادہ کیا ہے کہ مصنف تحذیر الناس کے نزدیک خاتمیت زمانی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس کے خلاف ہے اور اس واسطے اس کا ثابت کرنا حضور کی توہین ہے (معاذ اللہ)۔ میں پہلے ہی آپ کے اس بہتان کا رد کر چکا ہوں اور بتلا چکا ہوں کہ اس میں ذرہ برابر بھی صداقت نہیں۔ اور تحذیر صفحہ ۷ کے جس ناتواں فقرہ پر آپ اس بہتان کی بنیاد رکھ رہے ہیں میں اس کا صحیح مطلب بھی پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر چکا ہوں اور ثانیاً کر چکا ہوں کہ اس فقرہ کا مطلب بیان کرنے میں آپ افسوسناک خیانت اور شرمناک تحریف سے کام لے رہے ہیں۔ بہر حال چونکہ ان چیز پر میں اپنے پہلے بیانات میں کافی روشنی ڈال چکا ہوں۔ لہذا اب اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اس پر یہاں اس کے جواب میں میں نے صرف یہ عرض کیا ہے کہ۔

_____ ۱۳۔ تحذیر صفحہ ۸ کی عبارت میں آپ سخت خیانت سے کام لے رہے ہیں اُس جگہ تو صاف مذکور ہے کہ حضور کی

خاتمیت ذاتی و زمانی و دونوں قسم کو عادی ہے۔ پھر اس عبارت کے خاتمہ پر صفحہ ۱۰ والی عبارت آپ میری تحریر میں ملاحظہ فرمائیے جس میں ختم نبوت زمانی کے منکر کو بدلائل قاہرہ کا ثبات کیا گیا ہے“

نکالنا کمال تفقہ ہے۔“

اور یہ کہنا کہ لفظ خاتم النبیین کے مفہوم ختم زمانی میں منحصر ہونے پر: مت کا اجماع ہو چکا ہے محض ادعا باطل ہے جس کا بار بار رد کیا جا چکا ہے۔

میں نے اپنے کسی بیان میں تحذیر الناس صفحہ ۱۰ کی عبارت پیش کی تھی جس میں مصنف تحذیر الناس رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن و حدیث اور اجماع امت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ختم نبوت زمانی ثابت کر کے اس کے منکر کو صریح الفاظ میں کافر لکھا ہے۔ آپ نے اس کے متعلق پہلے بھی کہا تھا اور اب پھر کہا ہے کہ — ”یہ تو خود اپنے کافر و مرتد ہونے کا اقرار ہے“ شوق تکفیر کی اس سے زیادہ افسوسناک مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ کسی کتاب کے مختلف صفحات کے مختلف فقرہ کو اُگے پیچھے کے ایک مسلسل عبارت بنا کر اس سے زبردستی ختم نبوت زمانی کا انکار نکالا جائے۔

اور اسی کتاب میں جہاں صراحتہ ختم نبوت زمانی کا اثبات بلکہ اس کے منکر کی تکفیر بھی مذکور ہو جس سے مصنف کتاب کا مسک اس بارہ میں واضح ہوتا ہو اس کو کفر و ارتداد کا اقرار کہا جائے یا للعجب! بہر حال یہاں اس کے جواب میں میں نے صرف اتنا عرض کیا ہے کہ۔

— ۱۴ — ”مولانا صفحہ ۱۰ کی عبارت ان کے مسک کو واضح کر رہی ہے اس کو اقرار کفر قرار دینا انتہائی

دیدہ دلیری ہے“

آپ نے اس چیز کا اعادہ کیا ہے کہ صفحہ ۱۴ د ۲۸ کے فقرہ میں ”بلکہ“ کا لفظ چونکہ اضرب کے لئے ہے اس لئے وہاں سے مستقل جملے شروع ہوتے ہیں۔ اور دونوں قسے شرطیہ متصلہ ہیں جن کا ماقبل سے کوئی خاص تعلق نہیں۔ میں پہلے تفصیل بتا چکا ہوں کہ یہ دونوں جملے محل جزا میں ہیں اور ان کی شرط اوپر مذکور ہے جس کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے نقل کرنے سے چھوڑ دیا ہے اور ”بلکہ“ کا لفظ عاطف ہے اور اسی کے ذریعہ سے اس کا مابعد ماقبل سے ربط کھار ہا ہے۔ بہر حال چونکہ میں اپنے پہلے بیانات میں اس مضمون پر تفصیلی روشنی ڈال چکا ہوں اس لیے یہاں میں نے صرف اتنا ہی عرض کیا ہے کہ

— ۱۵ — ”بلکہ“ کا لفظ خود اس پر دال ہے کہ لائق کا سابق سے خاص تعلق ہے۔“

اگر آپ کی سمجھ میں یہ بات نہ آتی ہو تو کسی اچھے اُردو دان کے سامنے دونوں عبارتیں صفحہ ۱۴ د ۲۸ کی رکھ دیجئے اور اس سے فیصلہ کرا لیجئے کہ ان میں ”بلکہ“ کے مابعد کو ماقبل سے خاص ربط ہے یا نہیں اور ”بلکہ“ سے پہلی عبارت چھوڑ دینے سے مضمون غلط

ہو جاتا ہے یا نہیں ؟

میں نے آپ نے اس دعوے کے ابطال کے لئے کہ ”معنی خاتم النبیین“ ختم زمانی میں منحصر ہونے پر تمام امت کا اجماع ہے۔ حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ ”دافع الوسواس“ سے علامہ بحر العلومؒ کی کتاب ”فتح الرحمن“ کا حوالہ دیا تھا کہ اس میں اس حصہ کے خلاف تصریح موجود ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے کہا ہے کہ خواہ انہوں نے کچھ لکھا ہو مگر، ختم النبوة فی الآثار میں تو اس حصہ پر اجماع تسلیم کر لیا گیا ہے۔ لہذا اس کے مصنف (مولانا محمد شفیع صاحب) کے فتوے سے تو مصنف تحذیر الناس کا فرہو ہی گئے۔ مجھے آپ کی اس جرأت پر رہ کر تعجب ہوتا ہے۔ میں بار بار بتلا چکا ہوں کہ جس حصہ کے آپ مدعی ہیں ختم النبوت فی الآثار میں اس کا نام و نشان بھی نہیں اور نہ کوئی اور ہی اس اجماع کا ثبوت ہے۔ مگر آپ وہی سبق رٹے جاتے ہیں۔ بہر حال میں نے یہاں پھر عرض کیا ہے کہ۔

— ۱۸ — ”دعوائے اجماع کا جواب بار بار دیا جا چکا ہے آپ قیامت تک حصہ پر اجماع کا ثبوت پیش

نہیں کر سکتے ؟

میں نے آپ کے اسی دعوائے اجماع کے ابطال کے لئے مولانا ردی علیہ الرحمۃ کی ثنوی سے ”دشعر بھی پیش کئے تھے اور اپنے پہلے کسی بیان میں ان کے مطلب پر بھی روشنی ڈالی تھی اور بتلایا تھا کہ ان اشعار میں حضورؐ کی خاتمیت کی جو تفسیر کی گئی ہے وہ معنی معروف (ختم زمانی) کے علاوہ ہے۔ اور قریب قریب وہی ہے جس کا نام مصنف تحذیر الناس کی اصطلاح میں ختم ذاتی ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے کہا ہے کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ان شعروں میں ”خاتم النبیین“ کے معنی نبی بالذات لئے گئے ہیں تو میں اپنی شکست تسلیم کر لوں گا۔ ان اشعار کو میں نے اپنے جس دعوے کے ثبوت میں پیش کیا ہے وہ صرف یہ ہے کہ ”خاتم النبیین“ کے معنی خاتم زمانی کے معنی میں منحصر نہیں اور میرے اس مدعا کا ثبوت ان شعروں سے بالکل واضح ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ عارف ردیؒ نے ان اشعار میں ”خاتم“ کی تفسیر کی ہے وہ مولانا نانوتوی مرحوم کی تحقیق سے بہت قریب ہے۔ جس کی تفسیر ثنوی کی شرح میں دیکھی جاسکتی ہے۔ لیکن آپ کا حال یہ ہے کہ میں کوئی بدیہی سے بدیہی چیز بھی کہوں تو آپ اس کے انکار پر تیار ہیں۔ لہذا اس کا فیصلہ کہ ثنوی کے اشعار سے میرا مدعا پورا ہوتا ہے یا نہیں

حکم ہی کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے اور میں اس کے لئے بالکل تیار ہوں چنانچہ میں نے عرض کیا ہے کہ۔
 — ۱۹۔ ” ثنوی شریف کے دونوں شعروں سے میرا مدعا یقیناً ثابت ہے۔ شارحین ثنوی کا کلام دیکھئے اور کسی کو

حکم بنا کر فیصلہ کر لیجئے۔“

میں نے خاتم النبیین کی تفسیر کے بارہ میں مصنف تحذیر الناس حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کو
 آسان کر کے سمجھانے کے لئے ” خاتم الاطباء “ کی مثال دی تھی، آپ نے ازراہ خوش فہمی اس مثال کو قیاس سمجھا اور اپنے
 پہلے کسی بیان میں کہا کہ اس قیاس سے نبی اور نبوت کی توہین ہوئی لہذا یہ کفر ہو گیا۔ میں نے اسی وقت جواب دیا تھا کہ یہ
 آپ کی خوش فہمی ہے اور کفر دوستی کہ آپ مثال کو قیاس سمجھ رہے ہیں اور اس پر زور شور سے کفر کا حکم لگا رہے ہیں درہ
 مثال اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہے۔ چونکہ اس پر بھی میں پہلے کافی روشنی ڈال چکا ہوں اور آپ کے اس مغالطہ کی اچھی طرح قلعی کھول
 چکا ہوں۔ اس لئے یہاں اس کے جواب میں صرف اتنا ہی عرض کرنا کافی سمجھتا ہوں کہ۔

— ۲۰۔ ” میری مثال بالکل واضح ہے فہم عالی کا قصور ہے۔“

آپ نے پہلے بھی کہا اور اب بھی کہا ہے کہ نبوت کی تقسیم بالذات اور بالعرض کی طرف باطل ہے اور اس کے نبوت
 میں ختم النبوت فی الآثار کی ایک عبارت پیش کی تھی۔ میں پہلے ہی اس کا مفصل جواب عرض کر چکا ہوں اور بتلا چکا ہوں کہ
 یہ بھی مراسر آپ کی خوش فہمی کا کرشمہ ہے ورنہ ختم النبوت فی الآثار اور تحذیر الناس کے مضمون میں کوئی تضاد اور تناقض
 نہیں۔ ختم النبوت میں جس مرزائی عقیدہ کا ابطال کیا گیا ہے اس کا تحذیر الناس میں نام و نشان بھی نہیں۔ اور تحذیر الناس
 میں جو تحقیق کی گئی ہے اس سے ختم النبوت میں کمین تعرض نہیں۔ اصل یہ ہے کہ ابھی تک آپ نے نبوت بالذات اور نبوت بالعرض
 کے معنی ہی نہیں سمجھے ہیں۔ چنانچہ میں نے یہاں صرف یہی عرض کیا ہے کہ۔

— ۲۱۔ ” آپ نے نبوت بالذات اور بالعرض کو شاید ابھی سمجھا ہی نہیں تحذیر الناس دیکھئے اور سمجھئے۔“

اور ہاں میں تو اپنے بیان میں یہ بھی بتلا چکا ہوں کہ اس بارے میں مولانا نانوتوی مرحوم کی جو تحقیق ہے کہ حضور سرور
 عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت بالذات ہے اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی بالعرض۔ اس سے خود آپ بھی انکار نہیں
 کر سکتے۔ کیوں کہ آپ کے اعلیٰ حضرت نے اس چیز کو تسلیم کیا ہے۔ اور میں ” جزاء اللہ عددہ “ کے حوالہ سے ان کی وہ عبارت
 بھی کل پڑھ کر سن چکا ہوں۔ اللہ کی شان ہے آپ کہتے تھے کہ اس تقسیم کو مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے غلط اور باطل

قرار دیا ہے۔ اور میں نے ثابت کیا کہ آپ کے اعلیٰ حضرت خود اس تحقیق سے متفق ہیں۔ جزا اللہ عدوہ کی عبارت کے متعلق آپ کا یہ ادعا کہ اس میں نبوت کے علاوہ دوسری نعمتوں کا ذکر ہے، محض باطل ہے، اس میں تو صاف یہ الفاظ ہیں۔

”ہر نعمت قلیل ہو یا کثیر، صغیر ہو یا کبیر، جسمانی ہو یا روحانی، دینی ہو یا دنیوی الخ“

ان عموماً در عموماً کے بعد کس طرح یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس میں نبوت داخل نہیں ہے۔ ؟

آپ نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں بار بار اس چیز پر زور دیا تھا کہ تحذیر الناس کے جو متفرق فقرے حسام اکھرمین میں نقل کئے گئے ہیں وہ بالکل مستقل جملے ہیں، جن کا مطلب سمجھنے کے لئے ماقبل و مابعد کی عبارت دیکھنے کی ضرورت نہیں اور ان میں سے ہر فقرہ مستقل طور پر موجب کفر ہے۔ اس کے جواب میں میں نے ایک بات یہ بھی کہی تھی کہ اگر آپ کی یہ چیز صحیح تسلیم کر لی جائے تو آپ کے اعلیٰ حضرت بھی کافر ٹھہریں گے۔ کیوں کہ تحذیر الناس صفحہ ۱۴ کا جو فقرہ حسام اکھرمین میں منقول ہے اس کے مضمون کے وہ خود بھی قائل ہیں۔ اور اس کے ثبوت میں میں نے ان کے موقوفات کا حوالہ پیش کیا تھا۔ اس کے جواب میں آپ نے پہلے بھی کہا تھا اور اس مرتبہ بھی اسی کو دہرایا ہے۔ کہ صفحہ ۱۴ کے اس فقرے سے پہلے یہ عبارت ہے کہ ”آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا الخ“ — تو اس پہلے جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کے جملے میں ”نبی ہونے“ سے جدید نبی کا مبعوث ہونا مراد ہے۔ اور موقوفات میں جن چار نبیوں کا وجود اس دور میں بھی تسلیم کیا گیا ہے وہ سب حضور سے پہلے مبعوث ہو چکے ہیں۔ اس لئے موقوف کے کلام اور تحذیر الناس کے مضمون میں فرق ہو گیا۔

میں آپ کی اس بات کا جواب پہلے ہی دے چکا ہوں کہ یہ تو جواب نہیں ہوا بلکہ میرے دعوے کو تسلیم کر لیا گیا، میرا دعویٰ تو شروع ہی سے یہ ہے کہ حسام اکھرمین میں جو فقرے تحذیر الناس کے نقل کئے گئے ہیں وہ نامتام ہیں اور جب تک کہ ان کا ماقبل و مابعد نہ دیکھ لیا جائے ان کا پورا مطلب سمجھ میں نہیں آسکتا اور نہ ان پر کوئی حکم لگایا جاسکتا ہے۔ اب آپ نے اپنے اعلیٰ حضرت کو کفر سے بچانے کے لئے خود ہی تسلیم کر لیا کہ ۱۴ صفحہ کے فقرے کا صحیح مطلب معلوم ہونا اس سے پہلی عبارت کے دیکھنے پر موقوف ہے درنظر رہے کہ جتنا فقرہ حسام اکھرمین میں نقل کیا گیا ہے اس میں نبی کے ساتھ جدید یا قدیم کا کوئی قید نہیں۔ پس اگر اس کو ماقبل سے قطع نظر کر کے دیکھا جائے اور اسی پر حکم کفر لگایا جائے۔ تو آپ کے اعلیٰ حضرت ضرور کافر ٹھہریں گے اسی لئے میں نے جواب میں عرض کیا ہے کہ۔

۲۲ :- ”جیسا کہ عرض کر چکا ہوں صفحہ ۱۴ کا جو فقرہ حسام میں نقل کیا گیا ہے اس کی رد سے مولوی احمد رضا خان صاحب

ضرر کا فرط کس کے ؟

آپ نے کہا تھا کہ قادیانی بقاء نبوت پر تحذیر الناس کی عبارات سے استدلال کرتے ہیں، میں نے اس کا جواب دیا کہ ہاں وہ مخذولین جس طرح قرآن و حدیث اور بہت سے اکابر امت (حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ و امام عبدالوہاب شمرانیؒ و حضرت شیخ اکبرؒ و ملا علی قاریؒ و حضرت شاہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہم) کے کلام سے غلط طور پر اجراء نبوت پر استدلال کرتے ہیں۔ اسی طرح آپ کے اعلیٰ حضرت سے سیکھ کر تحذیر الناس کی عبارات سے بھی وہ بقاء نبوت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے جواب میں آپ نے کہا کہ ان حضرات اکابر سے ان کا استدلال محض افتراء باطل ہے۔ میں نے پہلے بھی کہا اور پھر کہتا ہوں کہ ایسے ہی تحذیر الناس کی عبارات سے بھی ان کا استدلال محض افتراء باطل ہے کیوں کہ ان کا استدلال ان ہی عبارات سے ہے جن پر میری آپ کی بحث ہو رہی ہے اور میں بعون اللہ بدلائل قاہرہ ثابت کر چکا ہوں کہ ان میں انکار ختم نبوت کی بوجہ بھی نہیں ہے بہر حال مرزائیوں کے استدلال کے متعلق میرا جواب پھر یہی ہے کہ

— ۱۲۳ — ” قادیانیوں کا استدلال تحذیر الناس سے پہلے اور بزرگان دین کے اقوال سے ہے “

آپ قادیانی لٹریچر کو دیکھیں اس میں جہاں کہیں اس بحث پر کلام ہوگا۔ وہاں پہلے آیات قرآنی، احادیث نبوی، آثار صحابہ، اقوال سلف سے استدلال کیا گیا ہوگا اور سب سے آخر میں تحذیر الناس کا ذکر ہوگا۔

” اس کے علاوہ جو چیزیں آپ نے فرمائی ہیں بحمد اللہ ان سب کا جواب میری تحریروں میں موجود ہے “

میں وقت کی تنگی کی وجہ سے فردا فردا ہر ایک کے متعلق اپنی اس تحریر میں مختصر اشارات بھی نہ کر سکا۔ اور زبانی تفصیل کے لئے بھی وقت کم رہ گیا ہے اس لئے محض سرسری طور پر آپ کے بیان کے باقی اجزاء کے متعلق کچھ اشارات کرتا ہوں۔ تحذیر کے لفظ عوام کا مصداق میں خود مصنف کی تصریح کی روشنی میں متعین کر چکا ہوں اور اس سلسلہ میں آپ کے جو شبہات تھے ان کا مفصل جواب اپنے گزشتہ بیانات میں دے چکا ہوں البتہ ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔

میں عارف رومی کے وہ اشعار پیش کر چکا ہوں جن میں انہوں نے خاتم کے معنی قریب قریب وہی کہتے ہیں جس کو تحذیر الناس میں ”نبی بالذات“ کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے آپ ثنوی کی شروح دیکھ کر مطمئن کر سکتے ہیں۔ میں ختم النبوة فی الآثار اور شفاء کی عبارات پر مفصل کلام کر چکا ہوں اور مدلل طور پر بتلا چکا ہوں کہ ان میں وہ حصر نہیں جس کے آپ مدعی ہیں شفاء کی عبارت کا سیاق و سباق اس پر شاہد ہے اور ختم النبوت کے مصنف زندہ ہیں ان سے دریافت کیا جاسکتا ہے۔

نبوت بالذات کے لئے ختم زمانی کے لزوم پر آپ نے جو اعتراض کیا ہے وہ بالکل مہل ہے۔ آپ بتلائیں کہ کیا آپ کو یہ لزوم تسلیم نہیں ہے ؟ — ہاں بے شک تحذیر الناس میں یہی کہا گیا ہے کہ اگر خاتم النبیین کے معنی صرف خاتم زمانی لئے جائیں گے اور اس کو اسی پر منحصر کیا جائے گا تو وہ خرابیاں لازم آئیں گی جو تحذیر میں مفصلاً مذکور ہیں۔ لیکن اگر اس کو ختم زمانی اور نبوت بالذات سے عام رکھا جائے گا (جیسا کہ مصنف تحذیر کا مدعا ہے) تو ان میں سے کوئی خرابی بھی لازم نہیں آئے گی۔ نہ معلوم اس میں کیا بات قابل اعتراض آپ کو نظر آتی ہے۔

ختم کے جو معنی لغت میں ہیں یعنی ”انتہاء“ وہ جس طرح ختم زمانی پر صادق آتے ہیں اسی طرح موصوف بالذات پر بھی۔ کیوں کہ ہر ما بالعرض کا سلسلہ ما بالذات پر منتہی ہوتا ہے۔ پس خاتم دونوں سے عام ہوگا۔ اور یہ دونوں اس کے تحت میں مندرج ہوں گے۔ اور تحذیر الناس کی عبارت میں جو نوع کا لفظ آیا ہے اس سے اسی قدر مراد ہے۔

ختم النبوت میں محباز کی نفی کی گئی نہ کہ اس عموم مجاز کی جو حقیقی معنی پر بھی حاوی ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں عموم مجاز کی صورت کو بطور احتمال نقل کیا گیا ہے نہ یہ کہ وہ مصنف تحذیر الناس کا مختار ہے۔ ایسے ہی دلالت التزامی کی صورت بھی احتمال ہی کے طور پر لکھی گئی ہے اور لزوم کی تقریر خود تحذیر ہی میں موجود ہے وہیں دیکھ لیجئے۔ اور سمجھ میں نہ آئے تو دریافت کر لیجئے۔ دلالت التزامی میں جو لزوم معتبر ہے وہ کتب فن میں بتلایا گیا ہے اگر آپ یہ اقرار کریں کہ مجھے معلوم نہیں تو میں ہی بتلا دوں گا۔

آپ نے نماز روزہ کی جو مثالیں سوال کی شکل میں پیش کی ہیں۔ ان کو مسند زریکٹ سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ ان کی بنیاد اس پر ہے کہ نماز روزے کی فرضیت کے قرآن سے ثابت ہونے کا انکار کیا جائے۔ اور تحذیر الناس میں ختم زمانی کے قرآن سے ثابت ہونے کا انکار نہیں کیا گیا، بلکہ اس کو چند طریقوں سے قرآن سے ثابت مانتے ہوئے تواتر اور اجماع سے بھی ثابت کیا گیا ہے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ یہ واقعی حقیقت اور عین ایمان ہے۔

اب تحذیر الناس کی بحث کے متعلق آپ کے بیان کا کوئی جز ایسا باقی نہیں رہا جس کا جواب نہ ہو چکا ہو۔ اگرچہ مجھے اس کا افسوس ہے کہ وقت کی تنگی کی وجہ سے بعض چیزوں کی ضروری تفصیل بھی رہ گئی لیکن اگر ضرورت داعی ہوئی تو انشاء اللہ کسی آئندہ نوبت میں ان کی بھی تفصیل کر دی جائے گی۔

نواب دالی بحث اصل موضوع سے خارج ہے۔ تاہم میں اس کا کافی جواب اپنی پہلی تقریر میں دے چکا ہوں اور ضرورت پڑی تو آئندہ اس کے متعلق کچھ اور عرض کروں گا۔ اس وقت تو صرف یہی عرض ہے کہ۔

” وہ بحث خارج از بحث ہے تاہم اس کا جواب سیف بیانی کے صفحات میں ملاحظہ فرمالیجے۔ “

اس میں اس بحث کی کافی سے زیادہ تفصیل کر دی گئی ہے جس کے بعد کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔

” پھر آخر میں بطور تلخیص مدعا عرض ہے کہ تحذیر الناس کے زیر بحث تینوں فقرہوں میں سے کسی ایک سے بھی ختم نبوت کا

انکار ہرگز نہیں نکلتا — صفحہ ۳ کے فقرے میں مصنف تحذیر الناس رحمۃ اللہ علیہ نے حضور کی

خاتمیت زمانی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے ورنہ خاتمیت زمانی مع خاتمیت ذاتی خود ان کے

نزدیک آیت ”خاتم النبیین“ کا مدلول ہے۔ جیسا کہ تحذیر الناس صفحہ ۸ و ۹ پر پورے شرح و بسط کے

ساتھ مذکور ہے، نیز میں نے اپنے سب سے پہلے بیان میں تحذیر صفحہ ۱۰ اسے جو عبارت نقل کی ہے اس کے

ان الفاظ پر غور فرمائیے — ”ادھر تصریحات نبوی مثل انت منی بمنزلۃ ہارون من

موسیٰ الا انہ لا بنی بعدی اور کما قال جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ ”خاتم النبیین“ سے

ماخوذ ہے۔ اس باب میں کافی — اس عبارت سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ مصنف تحذیر الناس کے

نزدیک ختم نبوت زمانی بھی لفظ خاتم النبیین سے نکلتی ہے۔ پس صرف شوق تکفیر پورا کرنے کے لئے خود مصنف

کی تصریحات کے خلاف اس کی عبارت کا مطلب بیان کرنا سخت ظلم و بددیانتی ہے۔“

اور آپ کے اعلیٰ حضرت نے حسام الحرمین میں اس فقرے سے یہی نتیجہ نکالا ہے کہ مصنف تحذیر الناس خاتمیت زمانی

یعنی حضور کے آخری نبی ہونیکے بالکل منکر ہیں اور ان کے نزدیک محضنا سچے علوم کا خیال اور اسی پر انہوں نے تکفیر کی بنیاد رکھی

ہے۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ آپ نے یہ تسلیم کر لیا کہ صفحہ ۳ کی اس عبارت میں حصر ہی کا انکار ہے اور اسی کو عوام کا خیال بتلایا گیا ہے

کہ آپ کا یہ ادعا کہ حصر کا انکار کفر ہے، یہ محض غلط اور باطل ہے جس کو میں پہلے ہی تفصیل عرض کر چکا ہوں۔

” علیٰ مذاصفہ ۱۴ و ۲۰ کے دونوں فقرہوں کا تعلق صرف خاتمیت ذاتیہ سے ہے اور ان کا مطلب

بس یہی ہے کہ اگر بالفرض حضور کے زمانہ اقدس میں کہیں اور کوئی نبی ہو تو آپ کی خاتمیت ذاتیہ علیٰ حالہا

باقی رہے گی۔ اور زمانہ نبوی میں یا اس کے بعد کسی اور نبی کا ہونا آپ کی شان خاتمیت ذاتیہ کے منافی ہے

یا نہیں؟ تو اگر خدا نے نظر انصاف دی ہو، اس کا جواب بھی ان ہی فقرہوں کے ان حصوں سے معلوم ہو

سکتا ہے جن کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے ازراہ خیانت حذف کر دیا ہے۔ اگر آپ غور کریں تو معلوم

ہو جائے گا کہ خود مصنف تحذیر الناس کے نزدیک بھی یہ چیز ختم نبوت زمانی کے منافی ہے۔ اور اگر کوئی بدبخت اس کا قائل ہو تو وہ مصنف تحذیر الناس کی تصریحات کے مطابق یقیناً کافر اور خارج از اسلام ہے۔

تحذیر الناس صفحہ ۱۰ کی عبارت میں اپنے پہلے بیانات میں پیش کر چکا ہوں وہ میرے اس دعوے کے لئے شاہد عدل ہے۔ ”اور کیا اس تحذیر الناس میں جابجا سد باب مدعیان نبوت کے الفاظ آپ کو نظر نہیں آتے؟“
اور پھر تحذیر الناس ہی کی خصوصیت نہیں۔ مولانا مرحوم کی دوسری تصنیفات میں بھی ختم نبوت زمانی کا اقرار و اثبات اور اس کے منکروں کا انکار صراحت سے موجود ہے۔

چنانچہ آپ کی مشہور کتاب مناظرہ عجیبہ کی سب سے پہلی سطر یہ ہے، حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلم ہے اور یہ بات بھی سب کے نزدیک مسلم ہے کہ آپ اول مخلوقات ہیں۔ نیز اسی کتاب کے صفحہ ۲۹ پر فرماتے ہیں خاتمیت زمانی اپنا دین و ایمان ہے ناحق کی تہمت کا البتہ کوئی علاج نہیں، سو اگر ایسی باتیں جائز ہوں تو ہمارے منہ میں بھی زبان ہے۔“ پھر اسی کے صفحہ ۶۹ پر فرماتے ہیں۔ ہاں یہ مسلم کہ خاتمیت زمانی اجماعی عقیدہ ہے۔“
پھر اسی کے صفحہ ۱۰۳ پر ہے۔ ”بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں قائل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں۔“

کیا ان کھلی اور واضح تصریحات کے ہوتے ہوئے کسی کا یہ کہنا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور کسی نبی کا آنا مصنف تحذیر الناس جائز سمجھتے ہیں نہایت افسوسناک بہتان نہیں ہے؟ مہر حال تحذیر الناس کے تیوں فقرے بالکل بے غبار ہیں اور مصنف تحذیر الناس مرحوم ختم زمانی کے منکر کو کافر سمجھتے ہیں لیکن خدا کا خوف اور نظر انصاف چاہئے۔ ع

بہتر بچشمِ عداوت بزرگ تر عیب است

ہاں مصنف تحذیر الناس کا جرم صرف اس قدر ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاتمیت زمانی کے ساتھ خاتمیت ذاتی بھی ثابت کرتے ہیں۔ لیکن یہ جرم تنہا ان کا نہیں بلکہ بہت سے اکابر امت ان سے پہلے اس کی تصریحات فرما چکے ہیں۔ علامہ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ علامہ بحر العلوم کے رسالہ ”فتح الرحمن“ سے ناقل ہیں کہ ”مقتضائے ختم رسالت و دجیز است، یکے آنکہ بعدوے رسول نباشد، دیگر آنکہ شرع آن عام باشد۔“

نیز حضور کا اول مخلوقات ہونا بھی اسی کی طرف مشیر ہے۔ اور جمع الفوائد میں ہے۔

عن العرباض بن ساریۃ رفعہ انی عند اللہ لخاتم النبیین و
انت آدم لمنجدل فی طینہ اللہ۔

حدیث کے معنی جب ہی صحیح ہو سکتے ہیں جب کہ آپ کے لئے خاتمیت ذاتیہ بھی تسلیم کی جائے ۔
چونکہ وقت ختم ہو گیا اس لئے اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں۔ اس کی توضیح و تائید میں جو کچھ
عرض کرنا تھا وہ انشاء اللہ آئندہ عرض کروں گا۔

محکمہ منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

مولوی حسنت علی صاحب کا پانچواں بیان

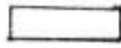
مولوی صاحب موصوف نے حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ کی تقریر کے دوران ہی میں اپنا یہ تحریری بیان تیار کر لیا تھا جو تقریر شروع کرنے سے پہلے ہی حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے حوالہ کر دیا لیکن اس مرتبہ اس کی توضیح میں کوئی تقریر نہیں کی۔ حتیٰ کہ اس کو خود پڑھ کر سنایا بھی نہیں بلکہ اس سے الگ اور آزاد ہو کر تقریر کی۔ تحریری بیان بعینہ درج ذیل ہے۔ (از مرتب غفلت)



۴۸۶/۹۲ :- ۱ : کا جواب مجمع کے قلوب دے رہے ہیں، آپ میرے سوالات کے نمبر وار جواب دیجئے خود ہی معلوم ہو جائے گا۔ ۲ : کار دقاہر میں نے کر دیا۔ ۳ : کار د بھی میری تحریر میں موجود ہے۔ ۴ : کے پچھے بھی میں نے اٹا دیئے۔ ۵ : کا جواب بھی لا جواب ہو چکا۔ ۶ : کا جواب بھی لا جواب رہا۔ ۷ : کی دھجیاں بھی میں نے اڑا دیں۔ ۸ : اجماع کا ثبوت آپ کے مقتدا مفتی دیوبند کی کتاب سے دے چکا۔ ۹ : کار د بھی میں نے کر دیا۔ احمد شہ۔ ۱۰ : میں میرا ایک اعتراض آپ نے تسلیم کر لیا۔ ۱۱ : کا دندان شکن جواب دیا جا چکا۔ ۱۲ : کا جواب ختم النبوت فی الآثار ص ۶۰ سے دیا گیا۔ ۱۳ : کار د قاہر بھی کر دیا گیا۔ ۱۴ : کا مسکت جواب ہو چکا فتاویٰ احرار میں پر ایک لفظ بولنے کی آپ کو ہمت نہ ہوئی۔ ۱۵ : کا جواب یہ ہے کہ اللفظ الواحد میں استغراق نہیں چونکہ ضروریات دین میں سے ہے کہ آیت کریمہ میں لفظ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سب سے کچھلے نبی ہیں تو یہ لفظ مبارک اس مضمون سے مستثنیٰ رہے گا۔ ۱۶ : کا جواب میرے اعتراضات میں ہو چکا۔ ۱۷ : کا جواب بھی ہو چکا کہ ”بلکہ“ اضراب کے لئے ہے۔ ۱۸ : کا جواب ہو چکا میں نے آپ کے گھر سے اجماع ثابت کر دیا۔ ۱۹ : فتویٰ شریف سے اپنا مدعا بے باطل ثابت

کرنے سے اپنی عاجزی محسوس کر کے حکمیت پر مثال دیا۔ ۲۰ آپ کی مثال میں نے باطل کر دی آپ البطل کا جواب نہ دے سکے۔ ۲۱۔ نبوت کی بالذات وبالواسطہ کی طرف تقسیم مفتی دیوبند ختم النبوت فی الآثار پر باطل کہہ چکے۔ ۲۲ کا جواب میں لکھ چکا ہو سکے تو جواب دیجئے۔ ۲۳ کا جواب میں لکھ چکا اس کا رد کرنا آپ کی طاقت سے باہر ہے۔ سیف میانی کا رد کتاب رد سیف میانی موجود ہے۔

اس کے بعد آپ نے جو کچھ اپنے مدعا کی توجیح میں لکھا اس سب کا رد قاہر میرے سوالات میں موجود ہے ہو سکے تو جواب لائیے۔ حدیث شریف میں ہرگز خاتم النبیین کے معنی نبی بالذات نہیں بتائے۔
فقیر ابولفتح عبید الرضا محمد شمس علی خاں قادری ضوی مجددی لکھنوی غفرلہ
الامداد کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا ہے اس کا رد میں اپنے سوالات میں کر چکا۔



مولوی حسنت علی صاحب نے یہ بیان تحریری حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے پاس بھیج دیا اور اس کے بعد مزید ذیل تقریر کی۔ (از مرتب غفرلہ)

حضرات گرامی ! میں نے اپنے پہلے بیان میں مولوی منظور صاحب پر پچاس سوالات قاہرہ نازل کئے تھے۔ مولوی صاحب نے ان میں سے صرف ۲۲ - ۲۳ نمبروں کا جواب دیا ہے اور وہ جواب بھی ایسا ہے جس کا جواب اب جواب بھیج میں اپنے اسی بیان میں لکھ چکا ہوں۔ اور باقی نمبروں کو مولوی صاحب نے چھوڑا انک نہیں، اور محتانوی صاحب کے کفر کے متعلق تو آپ ایک لفظ بھی نہ کہہ سکے نہ لکھ سکے اور کہہ بھی کیا سکتے ہیں۔ میں نے ان کا کفر سارے دیوبندیوں کے پیشوا مولوی گلگوہری صاحب کے فتوے سے ثابت کیا ہے۔ میں پھر اس چیز کو تفصیل کے ساتھ پیش کرتا ہوں۔

۱۔ حضرت بھولے نہ ہوں گے میں نے بتلایا تھا کہ محتانوی صاحب کے ایک مرید نے خواب میں ان کا کلمہ پڑھا اور پھر بیداری کی حالت میں محتانوی صاحب پر درود پڑھی جس میں محتانوی صاحب کو نبی در رسول کہا، اس نے یہ واقعہ محتانوی صاحب کو لکھ کر بھیجا انہوں نے اس خالص واقعہ کو تسلی بخش بتایا جس کی وجہ سے وہ کافر ہو گئے کیوں کہ رضا بالکفر بھی کفر ہے۔

مولوی منظور صاحب نے اپنی کسی پہلی تقریر میں اس کے جواب میں کہا تھا کہ اس شخص نے کلمہ شریف چورنگہ بجا است

نواب پڑھا تھا۔ اس لئے اس پر کوئی حکم جاری نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ نواب میں انسان مرفوع القلم ہوتا ہے۔ میں اس کو تسلیم کرتا ہوں لیکن میرا اعتراض خواب والی غلطی پر نہیں ہے بلکہ حالت بیداری میں اس نے محتانوی صاحب کو نبی کہہ کر ان پر درود پڑھی اور دن بھر پڑھتا رہا۔ اس پر میرا اعتراض ہے اور میں کہتا ہوں کہ اس کی وجہ سے وہ ضرور کافر ہو گیا، مولوی منظور صاحب نے اس کا جواب یہ دیا تھا کہ وہ شخص حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا چاہتا تھا مگر بلا قصد اور بے اختیاری کے طور پر اس کی زبان سے حضور کے اسم گرامی کی بجائے مولوی اشرف علی صاحب کا نام نکل گیا تو چونکہ یہ غلطی اس سے بے اختیاری طبع پر ہو گئی اس لئے وہ کافر نہیں ہوا۔

اس کے جواب میں میں نے سارے دیوبندیوں کے پیشوا مولوی گنگوہی صاحب کا فتوے پیش کیا جس میں انہوں نے شفا شریف کے حوالہ سے صاف لکھا ہے کہ کلمہ کفر کہنے میں زبان کی بے اختیاری کا عذر مسموع نہیں بلکہ وہ شخص کافر ٹھہرایا جائے گا۔ اور بلا تامل قتل کیا جائے گا۔ اس کا آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس لئے میں شفا شریف کی وہ عبارت پھر فتادی رشیدیہ سے پڑھ کر سناتا ہوں۔

(اس کے بعد مولوی حسنت علی صاحب نے کتاب الشفاء کی وہ عبارت فتادی رشیدیہ سے پڑھ کر سنائی جو ان کے پہلے بیان کے ذیل میں درج ہو چکی ہے اور اس کی توضیح و تشریح میں دیر تک تقریر کی اور اس بات پر بہت زور دیا کہ اس میں کلمات کفر کے متعلق بے اختیاری کے عذر کو ناقابل قبول لکھا ہے لہذا محتانوی صاحب کے اس مرید کا یہ عذر کہ میں حضور اقدس علیہ السلام پر درود شریف پڑھنا چاہتا تھا میری زبان سے بلا قصد و اختیار حضور اقدس کے اسم گرامی کی بجائے مولوی اشرف علی صاحب کا نام نکل گیا، قابل پذیرائی نہیں بلکہ وہ اس کی وجہ سے ضرور کافر ہو گیا۔ اس کے بعد مولوی حسنت علی صاحب نے اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل دو چیزیں اور کہیں)۔

(مرتب غفرک)

میں نے آپ سے سوال کیا تھا کہ اگر کوئی شخص دن بھر کلمات کفر بکتا رہے اور پھر شام کو یہ عذر کر دے کہ میری زبان میرے اختیار میں نہ تھی میں تو چاہتا تھا کہ میں کفر نہ بکوں مگر میری زبان میرے بس میں نہ تھی تو کیا اس کا یہ عذر اس کو کفر سے بچائے گا آپ نے اس کے جواب میں بھی کچھ نہیں کہا۔

اچھا اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے بلکہ دن بھر طلاق دیتا رہے اور پھر کہے کہ میری زبان سے بلا اختیار طلاق کا لفظ نکل گیا ہے میرا قصد طلاق دینے کا نہ تھا تو کیا اس کی بیوی پر آپ کے نزدیک طلاق نہ

پڑے گی۔ ۹

اچھا ایک سوال اور سنئے۔ فرض کیجئے کہ کوئی شخص دن بھر آپ کے مولوی تھانوی صاحب کو گالیاں بکتا رہے ان کو۔۔۔

..... کتنا رہے اور شام کو یہ عذر کر لے کہ میں تو آپ کی تعریف کرنا چاہتا تھا مگر بے اختیار میرے منہ سے گالیاں

نکلا گئیں۔ تو کیا آپ کے تھانوی صاحب اس کے عذر کو مان لیں گے۔ اور کیا آپ بھی اس کو معاف کر دیں گے تو سمجھتا ہوں کہ

آپ حضرات کبھی بھی اس کو معاف نہیں کریں گے تو کیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عزت تھانوی صاحب سے بھی سستی ہوئی؟

مولوی صاحب ! میری ان تمام باتوں کا جواب آپ کے ذمہ قرض ہے بے کار باتوں میں دقت ضائع نہ کیجئے۔

میرے ان سوالات کا بہرہ کا جواب دیجئے یا کھڑے توبہ کر کے مسلمان ہو جائیے۔

نوٹ از مرتب غفرلہ

مولوی حسرت علی صاحب اس تقریر میں نہایت جھنجھلائے ہوئے معلوم ہوتے تھے طرز بیان

نہایت دل آزار تھا۔ نیز حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ اور مولانا محمد منظور صاحب نعمانی زید فضلہ کے متعلق اس تقریر

میں آپ نے نہایت اشتعال انگیز اور دل خراش سو قیامہ کلمات بکثرت اور بے حساب استعمال کئے جس سے اہلسنت کے مجمع

میں بار بار برہمی پیدا ہوتی تھی اور امن و امان قائم رکھنے کے لئے ذمہ داران امن اور زعمائے اہلسنت کو غیر معمولی جدوجہد کرنی

پڑتی تھی۔ ہم نے بالقصد مولوی حسرت علی صاحب کے ان دل آزار اور جگر خراش الفاظ کو یہاں نقل نہیں کیا ہے۔ کہ

ناظرین کو ان سے سوانے ٹکدے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اس گالی بازی اور اشتعال انگیزی سے ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ کسی

طرح مناظرہ کی بلا ان کے سر سے ٹل جائے اور اس میں شک نہیں کہ کسی حد تک وہ اس ارادہ میں کامیاب بھی ہو گئے۔

مولوی حسرت علی صاحب کی اس تقریر کے ختم پر حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے اپنا مسند رجہ ذیل تحریری جوابی بیان

مولوی حسرت علی صاحب کے حوالہ کیا اور اس کے بعد تقریر کا جواب تقریر میں دیا۔

مرتب غفرلہ

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ کا چھٹا جوابی بیان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آپ نے اپنی اس تحریر میں انہیں باتوں کو دہرایا ہے جن کا جواب نہایت کافی و دشانی دیا جا چکا ہے
زبانی باتوں کا جواب زبانی سننے کا۔

آپ تحذیر الناس کی بحث چھوڑ چکے احمد شہ حق واضح ہو گیا۔ ہر دیکھنے اور سننے والا دیکھتا اور سنتا
ہے، اب سارا زور آپ کا صرف خواب والے قصہ پر صرف ہو رہا ہے۔ حالانکہ اولاً اس کو تحذیر الناس
کی بحث سے تعلق نہیں، اور اگر آپ کے سنیاں کے مطابق کوئی تعلق بھی ہو (حالانکہ یہ غلط ہے) تو بھی اس پر
سارا وقت صرف کرنا اور اصل موضوع کی نسبت کچھ نہ کہنا ایسی کھلی ہوئی عاجزی ہے جس میں اشتباہ
کی کوئی گنجائش نہیں۔

اپنی اس تحریر میں آپ کا یہ لکھنا کہ حدیث میں ہرگز ”خاتم النبیین“ کے معنی نبی بالذات نہیں
بتائے آپ کے کمال شوکش فہمی کی بین دلیل ہے۔ جناب عالی! پوری حدیث پڑھ کر کچھ لکھا کیجئے۔ اگر
خاتم النبیین کے معنی خاتم بالذات نہیں ہیں تو اس حدیث کا صحیح مفہوم لکھیے۔

نیرفع الرحمن کی عبارت کچھ توجہ کیجئے۔ کیا علامہ بکر العلومہ بھی آپ کے نزدیک کافر ہیں؟ عالمگیری
وغیرہ کتب فقہ میں خاظمی کی تکفیر سے جو منع کیا گیا ہے وہ آپ کے نزدیک صحیح ہے یا نہیں؟

محمد منظور النعمانی عفا اللہ عنہ

مولوی حسرت علی صاحب کے تحریری بیان کے جواب میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ نے مندرجہ بالا
مختصر تحریری بیان پیش کرنے کے بعد ذیل کی تقریر فرمائی۔ مرتب غفرلہ۔

حاضرین کرام ! مولوی حسرت علی صاحب نے مجھے اور میرے احباب کو مشغول کرنے کے لئے جو سخت اور دل آزار کلمات استعمال کئے ہیں میں ان پر کوئی نوٹس لینا نہیں چاہتا اور اپنے دوستوں سے بھی عرض کرتا ہوں کہ اگر وہ بھی صبر و تحمل سے کام لیں تو قرآن پاک میں ان کے لئے بشارت عظمیٰ ہے

وَلْتَسْمَعَنَّ مِنَ الَّذِينَ آتَوْا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ
وَالَّذِينَ أَسْرَكُوا أَعْيُ كَثِيرًا مِنْ ذَلِكَ
تَصَبَّرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ

اور بے شک تم اہل کتاب اور مشرکین سے بڑی اذیت کی باتیں
سنو گے۔ اور اگر تم نے صبر و تقویٰ سے کام لیا تو یہ بڑے
اہم کاموں میں سے ہے (آل عمران ۲، ۱۸۶)

اس لئے میں اپنے مخاطب مولوی حسرت علی صاحب کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ان کی گالیوں کے جواب میں یہاں سے
ان کو گالیاں نہیں دی جائیں گی نہ ان کے کسی بزرگ کو برا کہا جائے گا۔

وَقُلْ لِلَّهِ الْمُلْكُ سِرَاتِنَا

فَلَسْنَا بِشَتَا مِمَّنْ لِّلْمُتَشَتِّمِ

بہر حال ان کی یہ توقع غلط ہے کہ وہ اس گالی بازی اور اشتعال انگیزی سے مناظرہ کو درہم برہم کرنے میں کامیاب ہو
سکیں گے وہ راوران کے اساتذہ بھی مجھے بار بار آزما چکے ہیں کہ میں ان کی گالیوں کا کبھی ترکی بہ ترکی جواب نہ دیا کرتا بلکہ ان کے
لئے حیا و ہدایت اور شرافت و انسانیت کی دعا کیا کرتا ہوں۔ اس لئے اب بھی صرف یہی عرض کرتا ہوں۔

تم شوق سے کوسو مجھے میں تیکو دعا دوں

جو میرا بُرا ہے چاہے خدا ! اس کا بھلا کر

اس مزدی گزارش کے بعد میں اصل مقصد کی طرف متوجہ ہوتا ہوں :

آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا ہے کہ میں نے پچاس سوال کئے تھے جن میں سے صرف ۲۲ ، ۲۳ کا جواب دیا گیا ہے
آپ کو اس بارے میں سخت غلط فہمی ہوئی میرے گزشتہ تحریری بیان میں اگرچہ صرف ۲۳ نمبر ہیں۔ لیکن ان ہی میں آپ کے
تمام ان پہلے سوالات کا جواب آگیا ہے جن کا تعلق اصل موضوع سے تھا۔ کیوں کہ اس کے بعض نمبروں میں آپ کے کئی کئی سوالوں
کا جواب دے دیا گیا ہے۔ مثلاً اس کے دوسرے نمبر میں آپ کے ابتدائی تین چار نمبروں کا جواب دیا گیا ہے۔ ایسے ہی تیسرے
نمبر میں بھی آپ کے تین نمبروں کا جواب دے دیا گیا ہے۔ علیٰ ہذا الجہ کے بعض نمبروں میں بھی آپ کے کئی کئی نمبروں کا جواب جمع

کہ دیا گیا ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ تحریر میں جواب کی پوری تفصیل نہیں کی جاسکتی اور نہ کی جاسکتی تھی کیوں کہ آپ نے اپنا بیان تحریری میں گھنٹے کی فرصت میں تیار کیا تھا اور مجھے اس کے جواب کے لئے آپ نے ایک گھنٹہ کا وقت بھی نہیں دیا۔ اس لئے میں تحریر میں صرف اجمالی اشارات کر سکا لیکن پھر بھی اپنی توضیحی تقریر میں بقدر ضرورت میں نے ہر چیز کی تفصیل کر دی تھی اور آپ کی تحریر کے جن چند آخری نمبروں کا اجمالی جواب بھی تنگی وقت کی وجہ سے تحریر میں نہیں آسکا تھا ان کا جواب بھی میں تقریر میں دے چکا ہوں آپ ذرا غور کر کے بتلائیں کہ آپ کی کون سی بات جواب سے باقی ہے۔ میں انشاء اللہ آپ کو بتلا دوں گا کہ اس کا میں یہ جواب دے چکا ہوں۔ — بہر حال اصل موضوع بحث (مبحث تحذیر الناس) کے متعلق آپ کی کسی بات کا جواب میرے ذمہ باقی نہیں رہا۔ اور الحمد للہ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ مصنف تحذیر الناس رحمۃ اللہ علیہ پر آپ کے اعلیٰ حضرت کا فتوائے کفر محض غلط اور سراسر باطل ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہاں یہ صحیح ہے کہ خواب والے قصہ کے متعلق اپنی پچھلی تقریر میں وقت ختم ہو جانے کی وجہ سے میں کچھ نہیں کہہ سکا تھا۔ اور اس سلسلہ کے آپ کے سوالات باقی رہ گئے تھے۔ میں نے آئندہ اس پر بھی روشنی ڈالنے کا وعدہ کیا تھا۔ اچھا ہوا کہ اس بحث پر آپ جو کچھ کہہ سکتے تھے وہ سب اس مرتبہ کہہ چکے۔ اب جواب سنئے ! حاضرین کرام بھی بغور سنیں۔ میں واقعہ صحیح نوعیت پہلے بہ تفصیل بتلا چکا ہوں اور اس بارے میں خود صاحب واقعہ کا بیان پیش کر چکا ہوں جس کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ۔

” وہ شخص سو رہا تھا اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا چاہتا ہے مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کی بجائے اس کی زبان سے مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ کا نام نکل جاتا ہے۔ اس کو خواب ہی میں اس سنگین غلطی کا احساس ہوا اور اس نے اس کی تلافی کے لئے پھر صحیح کلمہ پڑھنا چاہا۔ مگر پھر مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ ہی کا نام نکلا۔ چند بار خواب ہی میں ایسا ہوا۔ اس کے بعد خواب ہی میں ایسا محسوس ہوا کہ اس پر ایک خاص قسم کی رقت طاری ہوئی اور نہایت زور سے اس کی ایک چیخ نکلی اور وہ زمین پر گر گیا۔ اور اس کو محسوس ہوا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی۔ (یہاں تک یہ سب کچھ حالت خواب ہی میں ہوا) اس کے بعد اسی حال میں وہ خواب سے بیدار ہوا لیکن بدن میں بے حسی اور نا طاقتی کا اثر بدستور تھا۔ (جیسے کہ اس قسم کے وحشت انگیز اور پریشان کن خواب کے بعد کچھ دیر تک نیم خوابی کیفیت رہا کرتی ہے) اسی حالت میں اس کو کلمہ شریف کی خواب والی غلطی کا خیال آیا تو اس نے تدارک

کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا شروع کیا۔ لیکن اس میں بھی یہی غلطی ہوئی کہ حضور اقدس کے اسم گرامی کے بجائے زبان سے اشرف علی نکل گیا۔ لیکن یہ غلطی بھی اس سے بلا ارادہ اضطراری طور پر اسی حالت میں ہوئی جب کہ اس پر بے حسی اور ناواقفیت کی کیفیت طاری تھی۔ وہ خواب کی کلمہ والی غلطی کے تدارک کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود شریف پڑھنا چاہتا تھا لیکن اس بے خودی کے عالم میں اس کی زبان سے اضطراری طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کی بجائے ”اشرف علی“ نکل گیا۔“

کلمہ شریف میں اس سے جو غلطی بجالت خواب ہوئی اس کے متعلق میں پہلے مدلل طور پر عرض کر چکا ہوں کہ وہ شریعت میں بالکل معاف ہے۔ کیوں کہ خواب کی حالت میں انسان مرفوع القلم ہوتا ہے اور خواب کی کسی بات پر بھی شرعی احکام جاری نہیں ہوتے۔ خواب میں زنا کرنے والے کو سزا نہیں دی جاتی خواب میں چوری کرنے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔ خواب میں طلاق دینے سے بیوی مطلقہ نہیں ہو جاتی وغیرہ وغیرہ۔

مہر حال اس بارے میں جو دلائل میں نے پیش کئے تھے الحمد للہ انہوں نے آپ کو بالکل مجبور کر دیا اور آپ کو یہ اعتراف کرنا پڑا کہ کلمہ شریف کی غلطی پر ہم کو اعتراض نہیں ہے۔ واللہ الحمد ولہ الحجة السامیة۔

درود شریف والی دوسری غلطی جو خواب سے بیدار ہونے کے بعد اسی بے حسی اور ناواقفیت کی حالت میں اس سے بلا قصد غیر اختیاری طور پر ہوئی، اس کے متعلق بھی میں نے آپ کو تفصیل بتلایا تھا کہ اصطلاح فقہاء میں اس کو ”خطا“ کہا جاتا ہے اور اس کے ثبوت میں فتاویٰ قاضی خان کی یہ عبارت بھی میں پہلے پیش کر چکا ہوں۔

”الخاطی من یجری علی لسانہ من غیر قصد کلمۃ مکان کلمۃ“

اور یہ بھی میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ اس طرح بلا قصد خطا: لسانی کے طور پر اگر کسی کی زبان سے کلمہ کفر نکل جائے تو وہ موجب کفر نہیں۔ اور اس کے ثبوت میں شامی، فتاویٰ عالمگیری، فتاویٰ قاضی خان کی واضح تصریحات میں پیش کر چکا ہوں جن کے جواب میں آپ ایک لفظ بھی نہیں کہہ سکے اور نہ آئندہ کہہ سکتے ہیں۔ اب ایک عبارت پیش کرتا ہوں، اصول امام فخر الاسلام کا شرح ”کشف الاستار“ میں ہے۔

بالتکلم بکلمۃ الکفر فی حالۃ
النشۃ کا حالت میں کلمہ کفر نکل جانے کی وجہ سے مرتد ہونے کا حکم نہیں دیا جائے گا جس طرح کہ خطا اور جنون کی حالت میں ارتداد

بہا فی الخطاء والجنون کا حکم نہیں دیا جاتا ۔

اور اسی پر کیا مختصر فقہ حنفی کی تمام مبسوط کتابوں میں یہ مسئلہ مصرح ہے کہ اگر کسی کی زبان سے بلا قصد و اختیار ”خطا“ لسانی کے طور پر کوئی کلمہ کفر نکل جائے تو اس کی وجہ سے وہ شخص کافر نہیں ہوگا۔ اگر آپ کو اس سے انکار ہے تو فقہ حنفی کی کسی ایک ہی معتبر کتاب میں آپ اس کے خلاف دکھلا دیجئے۔ مگر میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ آپ ہرگز نہیں دکھلا سکیں گے۔

آپ نے لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے اس موقع پر ”فتاویٰ رشیدیہ“ سے کتاب الشفاء کی جو عبارت پڑھی ہے اس میں خطا والی صورت سرے سے مذکور ہی نہیں آپ نے اُس کے الفاظ وقلة مراقبة وضبط للسانہ سے شاید ”خطا“ لسانی والی صورت کو سمجھ لیا ہے حالانکہ اس سے مراد ”لا پرواہی اور بے باکی“ ہے اور اس میں اور اصطلاحی ”خطا“ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

آپ نے مجھ سے ایک سوال یہ بھی کیا ہے کہ اگر کوئی شخص دن بھر کلمات کفر بکتا رہے اور شام کو بے اختیاری کا عذر کرے تو اس کا یہ عذر مسموع و مقبول ہوگا یا نہیں ؟

اس سوال کا زیر بحث واقعہ سے کوئی تعلق نہیں کیوں کہ یہاں اس کی کوئی دلیل نہیں کہ وہ دو والی غلطی اس شخص سے ایک دفعہ سے زیادہ ہوتی ہو بلکہ یہ غلطی اس سے صرف ایک ہی دفعہ ہوتی تھی۔ اور ایک دو دفعہ خطا لسانی کے طور پر ایسی غلطی کا ہو جانا اور وہ بھی کسی وحشت انگیز خواب سے آنکھ کھلنے کے بعد کی بے خودی اور بے حسی کی حالت میں عاۓہ کچھ مستبعد نہیں — لیکن دن بھر کسی کی زبان کا یونہی بہنا عاۓہ مستبعد ہے البتہ اگر اس پر کسی خاص مرض کا حملہ ہو اور اس کی وجہ سے وہ بہکی بہکی باتیں کرے اور اسی حالت میں اس کی زبان سے کلمات کفر بھی نکلیں تو بے شک وہ کافر نہ ہوگا لیکن اس کو خطی نہیں کہا جائے گا بلکہ وہ ”معتوہ“ اور منوں قرار دیا جائے گا۔

آپ نے طلاق کے متعلق مجھ سے سوال کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ طلاق اور کلمات کفر کے احکام میں بہت فرق ہے، طلاق و مکروہ کی بھی واقع ہو جاتی ہے لیکن وہ کافر کسی کے نزدیک بھی نہیں ہوتا۔ بس ایسے ہی سمجھئے کہ طلاق اگرچہ خاطی کی بھی واقع ہو جاتی ہے لیکن ————— وہ کافر نہیں قرار

یا جانا۔ مجھے تعجب ہے کہ لوگ آپ کے نام کے ساتھ ”مفتی“ بھی لکھتے ہیں لیکن آپ ان معمولی معمولی چیزوں سے بھی ناواقف ہیں

جو عام کتب فقہ میں صراحتہ مذکور ہیں۔

آپ نے ایک بات یہ بھی دریافت کی ہے کہ اگر کوئی شخص تم کو گالیاں دے اور پھر زبان کی بے اختیار می کا عذر کرے تو کیا اس کو تم معاف کر دو گے ؟

میں عرض کرتا ہوں کہ بے شک اگر قرائن اس کے عذر کی تکذیب نہ کریں گے تو ضرور ہم اس کو معاف کر دیں گے مثلاً کوئی شخص غیبت سے اٹھایا جائے اور وہ اسی نیم خوابی کی حالت میں ہم کو گالیاں دے اور بعد میں یہ عذر کرے کہ میں خواب میں دیکھ رہا تھا کہ آپ سے میری لڑائی ہو رہی ہے اور میں آپ کو گالیاں دے رہا ہوں اور اسی حالت میں میری آنکھ کھل گئی اور بالکل بلا قصد میری زبان سے گالی نکل گئی اور اب میں بہت پشیمان ہوں۔ تو بے شک ہم اس کا عذر قبول کر لیں گے اور اگر وہ جھوٹا نہیں ہے تو اللہ کے نزدیک بھی اس کا یہ عذر ضرور قبول ہوگا۔

یعنی اس بحث میں بھی اب آپ کی کوئی بات قابل جواب باقی نہیں رہی۔ فالحمد للہ علی ذالک۔
اس کے بعد میں اصل موضوع (بحث تحذیر الناس) کی طرف پھر متوجہ ہوتا ہوں۔



معزز حاضرین ! کل سے اس وقت تک عبارات تحذیر الناس کے متعلق جو بحث ہوئی ہے۔ اس میں مولوی حسرت علی صاحب نے بے کار اور غیر متعلق باتوں میں بحث کو الجھانے کی بہت زیادہ کوشش کی ہے اور مجھے بھی ان کی باتوں کا جواب دینا پڑا۔ اس کا بہت ممکن ہے کہ بعض سامعین کو اس سے الجھن پیدا ہو گئی ہو اور اصل بحث ان کے ذہن میں نہ رہا ہو۔ اس واسطے میں پھر اب تک کی ساری بحث کا خلاصہ منقح کر کے پیش کر دینا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ حاضرین کرام غلط بحث میں مبتلا نہ ہوں۔

اصل بحث یہ تھی کہ ”حسام الحرمین“ میں مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے مصنف تحذیر الناس حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نور اللہ مرقدہ پر جو کفر کا فتوے دیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط ؟ — میرا دعویٰ تھا کہ وہ محض غلط اور سراسر باطل ہے کیونکہ اس کی بنیاد اس پر ہے کہ مصنف تحذیر الناس نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آخری نبی ہونے کا انکار کیا ہے۔ اور یہ خالص ہتائ اور محض افتراء ہے اور اس کے ثبوت کے لئے انہوں نے جو چند سطر کی ایک عبارت تحذیر الناس کے حوالے سے نقل کی ہے وہ اس طرح تحذیر الناس میں کہیں موجود نہیں ہے بلکہ وہ فاضل بریلوی کی مجددانہ تحریف کا نتیجہ ہے۔ میں اپنے پہلے بیانات میں اس چیز کو بہ تفصیل اور کچھ شد نہایت واضح دلائل کی روشنی میں عرض کر چکا ہوں کہ اس پوری عبارت کو تحذیر الناس کی طرف منسوب کرنا نا

اس کی بنا پر اس کے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کو ختم نبوت زمانی کا منکر قرار دینا محض فریب ہے۔ فی الحقیقت وہ عبارت تحذیر الناس کے مختلف صفحات کے متفرق فقرہ میں قطع و برید کر کے اور ان کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ جوڑ کر بنائی گئی ہے اس طرح کہ پہلا فقرہ اس میں صفحہ ۱۴ کا لیا گیا ہے۔ دوسرا فقرہ صفحہ ۲۸ کا۔ پھر تیسرا فقرہ صفحہ ۳۰ کا۔ اور اس کا اس میں کوئی خفیف سا بھی اشارہ نہیں کیا کہ یہ عبارت اس طرح مختلف صفحات کے متفرق فقرہ کو اگے پچھے کر کے بنائی گئی ہے بلکہ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ ان سب کو ملا کر ایک مسلسل عبارت بنا دی گئی ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ اس طور پر جو شخص سرسری نظر سے اس عبارت کو دیکھے گا وہ یہی سمجھے گا۔ کہ اس کا لکھنے والا ختم نبوت زمانی کا قائل نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص ان فقرات کو علیحدہ علیحدہ اپنی اپنی جگہ پر دیکھے تو اس کو اس کا وہم بھی نہیں ہو سکتا۔

میں تفصیل ان فقرہ کا علیحدہ علیحدہ صحیح مطلب سیاق و سباق کی روشنی میں عرض کر چکا ہوں اور بتلا چکا ہوں کہ ان میں سے پہلے اور دوسرے فقرہ (یعنی صفحہ ۱۴ و ۲۸ کے فقرہ) کا تعلق حضور اقدس علیہ السلام کی خاتمیت ذاتیہ ہے اور ان کا مطلب صرف یہ ہے کہ ختم ذاتی حضور کا ایسا وصف ہے کہ آپ کے زمانہ میں اور آپ کے بعد بھی کسی نبی کا ہونا اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ بہر حال ان دونوں فقرہ کا ختم زمانی سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ اور تیسرا فقرہ جو صفحہ ۳۰ کہے اس کا منشا صرف یہ ہے کہ قرآن مجید میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جو خاتم النبیین کا لفظ آیا ہے اس سے عوام صرف ایک قسم کی خاتمیت یعنی ختم زمانی ہی مراد لیتے ہیں اور اس سے حضور کی بالذات فضیلت نہیں نکلتی، حالانکہ مقام مدح کا مقتضایہ ہے کہ فضائل ذاتیہ ضرور بیان ہوں۔ اس چیز کو مفصل اور مدلل لکھنے کے بعد حضرت مولانا مرحوم نے اپنے خاص ذوق کے مطابق آیت خاتم النبیین کی تفسیر کی ہے اور بتلایا ہے کہ اسی ایک لفظ خاتم النبیین سے حضور علیہ السلام کے لئے خاتمیت ذاتیہ بھی ثابت ہوتی ہے اور خاتمیت زمانیہ بھی (جیسا کہ اس تمام مضمون کی تفصیل میں اپنے پہلے بیانات میں پیش کر چکا ہوں)۔

الفرض صفحہ ۳ ولے اس فقرے میں بھی ختم نبوت زمانی کا انکار نہیں ہے بلکہ عوام کے گھبراہٹ کا انکار ہے۔ بہر حال تحذیر الناس کے یہ تینوں فقرے اگر اپنی اپنی جگہ پر سیاق و سباق کی روشنی میں دیکھے جائیں تو ان میں ختم زمانی کے انکار کے وہم کی بھی گنجائش نہیں اور مولوی احمد رضا خان صاحب نے ان کو جس طرح اگے پچھے کر کے ایک مسلسل عبارت بنا کر ”حسام الحرمین“ میں لکھا ہے اس سے ضرور ظاہری نظر میں ختم نبوت زمانی کا انکار نکلتا ہے۔ لیکن عرض کیا جا چکا ہے کہ وہ صرف موصوف ہی کی تحریف اور قلم کاری کا نتیجہ ہے جس سے مصنف تحذیر الناس مرحوم کا دامن بالکل پاک ہے۔

مولوی حسنت علی صاحب نے میری اس بحث کے جواب میں ایک بات تو یہ کہی تھی کہ ”تخذیر الناس کے مینوں فقرے چونکہ مستقل مستقل جملے ہیں اس لئے ان کی ترتیب بدل دینے سے مطلب نہیں بدلا“ ان کی اس بات کا مفصل جواب میں دے چکا ہوں اور اپنی پچھلی تقریر میں میں یہ بھی عرض کر چکا ہوں کہ اس کا فیصلہ بہت آسانی کے ساتھ اس طرح ہو سکتا ہے کہ کسی تعلیم یافتہ اور معاملہ فہم صاحب کو حکم بنالیا جائے اور تحذیر الناس اور حسام الحرمین ان کے سامنے رکھ دی جائیں اور ان سے فیصلہ کرایا جائے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے جس طرح ترتیب بدل کر تحذیر الناس کی عبارت لکھی ہے آیا اس سے مطلب بدل گیا یا نہیں؟ مگر آپ اس کے لئے ابھی تک تیار نہیں ہوتے اور انشاء اللہ تیار ہو سکتے ہیں۔ کیوں کہ خود آپ کو ضرور اپنی ہٹ دھرمی کا یقین ہے اور آپ جانتے ہیں کہ ہر منصف کا فیصلہ آپ کے خلاف اور میرے موافق ہو گا۔

ایک بات آپ نے اس سلسلہ میں یہ بھی کہی تھی کہ ”فتاویٰ الحرمین“ میں ان فقرہ کو علیحدہ علیحدہ بالترتیب لکھ کر بھی علماء بحرین سے فتوے کفر لیا جا چکا ہے۔ میں نے اس کے جواب میں عرض کیا تھا کہ اس وقت بحث ”حسام الحرمین“ کی ہے۔ آپ اس کی خیانت اور غلطی تسلیم کر لیجئے اس کے بعد انشاء اللہ ”فتاویٰ الحرمین“ کے متعلق بھی ثابت کر دیا جائے گا کہ اس میں آپ کے اعلیٰ حضرت مجدد ملت نے اس سے بھی زیادہ شرمناک خیانت اور افتراء پر دازی سے کام لیا ہے۔

میں پھر کہتا ہوں کہ اگر فی الحقیقت آپ کو یہ خیال ہے کہ ”فتاویٰ الحرمین“ میں تحذیر الناس کی عبارت ٹھیک ٹھیک بلا کسی خیانت و تحریف کے نقل کی گئی ہیں تو آپ ”حسام الحرمین“ کی بحث کو ہمیں ختم کر کے ”فتاویٰ الحرمین“ پر مستقل طور پر بحث کر لیجئے انشاء اللہ ابھی آپ کو اور سارے حاضرین کو حقیقت حال معلوم ہو جائے گی مگر مجھے یقین ہے کہ آپ کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ کیوں کہ آپ خود جانتے ہیں کہ ”فتاویٰ الحرمین“ میں کیسی افسوسناک خیانت اور شرمناک افتراء پر دازی سے کام لیا گیا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ مولانا کی یہ حقانی پیشین گوئی بالکل صحیح ثابت ہوئی اور اس کے بعد کی تقریر میں مولوی حسنت علی صاحب نے ”فتاویٰ الحرمین“ کا نام تک نہیں لیا اور اسی لئے اس کی تحریف و خیانت کا راز اس مناظرہ میں دکھل سکا لہذا ہم اب ناظرین کے سامنے اس کی حقیقت بھی کھولتے ہیں، تحذیر الناس کا مضمون ہمارے ناظرین کے ذہن نشین ہو چکا ہو گا۔ اب ذرا دیکھیے کہ فاضل بلوی ”فتاویٰ الحرمین“ میں کیسا سفید جھوٹ بول رہے ہیں آپ اس کے صفحہ ۹۲ پر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

اسی سلسلہ میں آپ نے ایک بات یہ بھی کہی تھی کہ ان تینوں فقرہ میں سے ہر فقرہ بچائے خود موجب کفر ہے اس کا بھی میں اپنی پہلی تقریروں میں پورا پورا رد کر چکا ہوں، اور تمام فقرہوں کا مطلب علیحدہ علیحدہ بیان کر کے ثابت کر چکا ہوں کہ ان میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) لکھتے ہیں۔

اس (مولوی محمد قاسم نانوتوی) نے ایک رسالہ معنی ختم نبوت کی تجدید میں تصنیف کیا جس میں خاتم کے معنی آخر الانبیاء ہونے کو باطل کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ عوام کے مخیلات میں سے ہے اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی فضیلت نہیں ہے کیوں کہ تقدم اور تاخر زمانی کا فضیلت سے کوئی تعلق نہیں تو اللہ تعالیٰ کے قول ولكن رسول الله وخاتم النبیین میں اس سے آپ کی مدح کیوں کر صحیح ہو سکتی ہے اور اس کے معنی تو اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نبی بالذات ہیں اور باقی تمام انبیاء بالعرض، اور بالعرض کا سلسلہ ما بالذات ہی پر ختم ہوتا ہے کہا ہے کہ پس اس معنی کی بنا پر حضور کی خاتمیت انبیاء سابقین ہی کی نسبت نہ ہوگی بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی جگہ کوئی اور نبی ہو تو آپ کی خاتمیت بدستور رہے گی۔ کہا ہے بلکہ اگر آپ کے بعد بھی (صلی اللہ علیہ وسلم) بالعرض کوئی نبی پیدا ہو تو اس سے خاتمیت محمدیہ میں بالکل بھی خلل نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے زمانہ ہی میں کوئی دوسرا نبی زمین کے کسی اور طبقہ میں مانا جائے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

صنف رسالہ فی تحدید معنی ختم النبوة
ابطل فیہا معنی کون الخاتم آخر الانبیاء وزعم
انہ من مخیلات العوام وان لیت فیہ فضیلة
للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فان التقدم والتاخر
الزمانی لیس من الفضل فی شیء فکیف یصح
المدح بہ فی قوله تعالیٰ ولکن رسول اللہ وخاتم
النبیین " وانما معناه ان نبینا صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نبی بالذات وسائر الانبیاء
بالعرض وسلسلہ ما بالعرض انما تنتہی
علی ما بالذات قال فعلیٰ هذا المعنی
لا تختص خاتمیتہ صلی اللہ علیہ وسلم
بالنسبة الی الانبیاء السابقین بل
ان کان فرضاً فی زمنہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نبی آخر فی موضع مالکات
خاتمیتہ بحالہما قال بل ان ولد بعدہ
صلی اللہ علیہ وسلم نبی فرضاً لم یخل
ذالك بالخاتمۃ المحمدیۃ اصلاً فکیف

سے ہر فقرہ بالکل بے غبار ہے اور جہاں تک مجھے یاد ہے صفحہ ۱۴ اور ۲۸ کے دونوں فقروں کے متعلق جو کچھ میں نے کہا تھا اس کا کوئی جواب ابھی تک آپ کی طرف سے نہیں ہوا ہے۔ البتہ صفحہ ۳ والے فقرے کے متعلق آپ نے یہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ اس میں حصر ہی کا انکار ہے اپنی کئی تقریروں میں اس پر زور دیا ہے کہ اس حصر کا انکار بھی کفر ہے اور اس کے ثبوت میں آپ نے صرف —

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)۔ اذا جوز فی عصرہ نبی

اخر فی طبقۃ اخوی من الارض۔

ناظرین بالانصاف ! تحذیر الناس کی تصریحات کو پیش نظر رکھ کر غور فرمائیں کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے ”فتاویٰ احرارین“ کی اس عبارت میں جو مضمون نقل کیا ہے کیا اس کو تحذیر الناس کا مضمون قرار دینا محض بہتان نہیں ہے؟ ناظرین کی بصیرت کے لئے ہم چند اشارات بھی کئے دیتے ہیں۔

۱۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے اس عبارت میں لکھا ہے کہ ”تحذیر الناس میں خاتم کے معنی آخر الانبیاء ہونے کو باطل کیا، گیا ہے“ حالانکہ تحذیر الناس میں عوام کے حصر کو باطل کیا ہے اور خاتم کے معنی کو ختم زمانی و ختم ذاتی دونوں کو حاوی بتلایا ہے جیسا کہ ناظرین کرام اسی روئے میں مدلل طور پر ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

۲۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے اس عبارت میں دعوائے کیا ہے کہ مصنف تحذیر الناس نے لکھا ہے کہ ”آخر الانبیاء ہونے میں کوئی فضیلت نہیں“ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ تحذیر الناس میں صرف یہ لکھا گیا ہے کہ ”تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں“ اور ان دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے جیسا کہ ناظرین روئے مولانا کی سابقہ تحریروں اور تقریروں میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

۳۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے اس عبارت میں لکھا ہے کہ مصنف تحذیر الناس کے نزدیک ”خاتم النبیین“ کے معنی صرف یہی ہیں کہ حضور نبی بالذات ہیں اور دوسرے انبیاء بالعرض اس کے سوا کچھ اور نہیں“ حالانکہ یہ بالکل افتراء ہے اس بارہ میں مصنف تحذیر الناس کا مسک یہ ہے کہ ”خاتم“ جنس ہے اور خاتم زمانی و مرتبی اس کی دو نوعیں ہیں اور آیت ”خاتم النبیین“ سے دونوں قسم کی خاتمیت بیک وقت مراد ہے۔ تحذیر الناس صفحہ ۹ و ۱۰ پر یہ مضمون پورے شرح و بسط کے ساتھ مذکور ہے جس کا خلاصہ ناظرین روئے کے گزشتہ اوراق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

”ختم النبوت فی الآثار“ کے حوالہ سے شفا کی ایک عبارت پیش کی ہے میں بار بار اس کا جواب دے چکا ہوں اور سیاق و سباق کے قرآن سے ثابت کر چکا ہوں کہ اس میں اس حصر کا شائبہ بھی نہیں ہے جس کے آپ مدعی ہیں۔ آپ نے ابھی تک میری اس بات کا کوئی رد نہیں کیا ہے۔ ہاں ایک آخری بات اس کے متعلق میں نے یہ بھی کہی تھی کہ ختم النبوت فی الآثار کے مصنف مولانا محمد شفیع صاحب احمد شہ حیات میں ان سے دریافت کر لیا جائے کہ آپ نے شفا کی عبارت کیا سمجھ کر نقل کی ہے، مگر آپ اس کے لئے تیار نہیں ہوتے اور نہ تیار ہو سکتے ہیں کیوں کہ اپنی ناسحق کوشی کا آپ کو خود علم ہے۔ مگر تعجب ہے آپ کی اس جسارت پر کہ اب بھی آپ ختم النبوت فی الآثار کا نام لئے چلے جاتے ہیں۔ میں نے آپ کے اس اوعادہ حصر کو باطل کرنے کے لئے علامہ بکر العلوم رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت پیش کی تھی کہ۔

”مقتضا ختم رسالت دو چیز است یکے آنکہ بعد دے رسول نباشد و دیگر آنکہ شرع آن عام باشد“

اس عبارت میں صاف تصریح ہے کہ حضور کی خاتمت صرف ختم زمانی میں منحصر نہیں ہے آپ نے اس عبارت کا کوئی جواب نہیں دیا۔ کیا علامہ بکر العلوم بھی انکار حصر کی وجہ سے آپ کے نزدیک کافر ہیں؟

اسی سلسلہ میں میں نے عارف رومیؒ کے دو شعر بھی پیش کئے تھے جن میں انہوں نے حضورؐ کی خاتمت کو قریب قریب اسی معنی پر محمول کیا ہے جس کا نام مصنف تحذیر الناس کی اصطلاح میں ختم ذاتی اور نبوت بالذات ہے آپ ابھی تک ان کا بھی کوئی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اللہ اکبر! تحذیر الناس صفحہ ۳ کے مختصر مضمون میں اعلیٰ حضرت مجدد ربیومی صاحب نے یہ تین تحریفیں کیں اور اس کو مسخ کر کے ایسا بنادیا کہ جو شخص اب اس کو دیکھے گا ناواقفی کی وجہ سے اس کے مصنف کو ختم نبوت زمانی کا منکر سمجھے گا۔

اور پھر اسی مسخ شدہ مضمون سے بلا حوالہ صفحہ ۱۴ و ۲۸ کے فقرہ کو جوڑ دیا جس سے اب ہر ناظر ان کا مطلب یہ سمجھے گا کہ مصنف تحذیر الناس چونکہ معاذ اللہ ختم نبوت زمانی کے بالکل منکر ہیں اس لئے ان کے نزدیک حضور اقدس کے زمانے میں اور آپ کے زمانے کے بعد بھی اور نبی آسکتے ہیں۔ حالانکہ مصنف تحذیر الناس نے تحذیر الناس ہی میں ایسے شخص کو کافر لکھا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ۱۶ خری نبی ہونے کا منکر ہو اور آپ کے بعد کسی نئے نبی کی آمد کو جائز قرار دے۔ شاید ان لوگوں نے قسم کھائی ہے کہ علمائے ربانی کو بدنام کرنے اور ان کو کافر بنانے کے لئے ہر ناجائز اور خلاف دیانت کاروائی کریں گے۔ اللہم اعذنا من مشرورہم ۳ مرتب غفرلہ۔

جواب نہیں دے سکے۔ کیا عارفِ رومیؒ بھی انکا بصر کی دھڑ سے آپ کے نزدیک کافر ہیں ؟

اسی سلسلہ میں میں نے اپنے پہلے بیان میں ”جمع الفوائد“ سے یہ حدیث بھی پیش کی تھی ”انف عند الله لخاتم النبیین وان ادم لمنجد في طينه“، یعنی میں اللہ کے یہاں اس وقت خاتم النبیین ہو چکا تھا جب کہ آدم علیہ السلام کا خمیر ہی تیار ہو رہا تھا۔

میرا مقصد اس حدیث کے پیش کرنے سے یہ تھا کہ اس کا ظاہر اور متبادر مطلب یہی ہے کہ آدمؑ کی تخلیق کے وقت آپ اللہ کے یہاں ”خاتم النبیین“ ہو چکے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ اس وقت ختمِ زمانی کا احتمال بھی نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر یہ معنی لئے جائیں کہ آپ اس وقت وصفِ نبوت کے بالذات موصوف یعنی خاتمِ ذاتی تھے تو بغیر کسی دشواری کے معنی صحیح ہو جاتے ہیں۔ اور اگر حدیث کے معنی یہ کئے جائیں کہ آپ اس وقت علمِ الہی اور تقدیرِ ازل میں ”خاتم النبیین“ ہو چکے تھے تو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی خصوصیت خاصہ باقی نہیں رہتی کیوں کہ علمِ الہی اور تقدیرِ ازل میں تو ساری ہی کائنات تھی۔ بہر حال حدیث کے معنی جب ہی درست ہوں گے جب یہ مانا جائے کہ آپ اس وقت بالفعل ”خاتم النبیین“ تھے اور یہ بات جب ہی راست آسکتی ہے جبکہ ”خاتم النبیین“ کے مفہوم کو ختمِ زمانی میں حصر نہ کیا جائے اور اس سے ”نبوت بالذات“ مراد لی جائے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ اس پر کچھ زیادہ غور کریں گے۔

آپ کے ادعا پر حصر کے ابطال کے لئے میں نے ایک صریح حدیث یہ پیش کی تھی ”لکل ایتۃ منها ظہور و بطن و لکل احد مطلع“، یعنی قرآن کی ہر آیت کے ایک ظاہر ہی معنی ہوتے ہیں اور ایک باطنی۔ الخ“ اس کے جواب میں آپ نے کہا کہ ”خاتم النبیین“ کوئی مستقل آیت نہیں ہے بلکہ وہ آیت کا ایک جز ہے لہذا وہ اس حدیث کے تحت میں نہیں آتا۔ میں نے اس کا جواب دیا تھا کہ کسی آیت کے باطنی معنی جب ہی بن سکتے ہیں جب کہ اس کی مفردات کے بھی باطنی معنی لئے جائیں، آپ اس کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔ نیز میں نے آپ کے اعلیٰ حضرت کی کتاب ”الدولۃ المکیہ“ سے ایک عبارت پیش کی جس میں صراحتہً مذکور ہے کہ ”فقہ کامل وہی ہو سکتا ہے جو قرآن پاک کے ایک ایک لفظ کو چند چند معانی پر محمول کرے“

اس کے جواب میں آپ نے ایک عجیب و غریب بات یہ فرمائی ہے کہ اس عبارت میں ”اللفظ الواحد“ میں سے

الف لام استفراق کا نہیں ہے۔ حالانکہ غالباً وہ عبارت آپ نے اصل کتاب میں ابھی تک دیکھی بھی نہیں ہے ورنہ آپ

ایسی لغو بات نہ کہتے۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے جس مدعا کے ثبوت کے لئے وہ عبارت نقل کی ہے وہ جب ہی ثابت ہو سکتا ہے کہ الف لام کو استفراق کے لئے مانا جائے اور یہ تسلیم کیا جائے کہ تمام کلمات قرآنی کے متعدد محامل ہو سکتے ہیں۔ بہر حال آپ کے دعوائے حصر کے خلاف جو دلائل میں نے اب تک قائم کئے ہیں وہ بجز اللہ سب صحیح و سالم ہیں اور ان کا آپ کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ پس حصر کا دعویٰ محض باطل اور آپ ہی جیسے عوام کا خیال خام ہے اور یہ کہنا تو، افسوسناک جہالت اور خطرناک جسارت پر مبنی ہے کہ یہ حصر ضروریات دین میں سے ہے اور اس کا منکر کافر ہے لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔

میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آپ کسی ایک معتبر دینی کتاب میں بھی یہ نہیں دکھلا سکتے کہ مفہوم خاتم النبیین کا ختم زمانی میں حصر ضروریات دین میں سے ہے۔ معلوم نہیں آپ کو ”ضروریات دینی“ کے معنی بھی معلوم ہیں یا نہیں۔

مکھڑ حاضرین ! یہ ہے کل سے اب تک کی ساری بحث کا خلاصہ اور یہی ہے اصل موضوع بحث۔ میں امید رکھتا ہوں کہ آپ ان تمام باتوں کو یاد رکھیں گے اور ایمان و انصاف سے فیصلہ کریں گے۔

مولوی حسنت علی صاحب چھٹا بیان اور مناظرہ کا خاتمہ

۴۸۶-۱ میں نے تحذیر الناس کی بحث ہرگز نہیں چھوڑی، میرے ۴۳ سوالات و اعتراضات صرف تحذیر الناس

پر نازل ہیں، ان سوالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ کہنا کہ اصل بحث کو چھوڑ دیا، کتنا سفید جھوٹ ہے۔

خواب والا واقعہ تو محض استطراداً بطور تائید و توضیح پیش کیا گیا، حدیث شریف ”كنت عند الله

خاتم النبیین وان ادم لمنجل فی طینہ“ سے ہرگز ثابت نہیں ہوا کہ خاتم النبیین کے معنی میں کہ حضور

نبی بالذات ہیں بلکہ صرف یہ مطلب ہے کہ میرے وصف کریم ختم نبوت کا ملکوت اعلیٰ میں اعلان ہو چکا تھا اور

اسوقت تک آدم علیہ السلام کے جسم مبارک کا خمیر بھی تیار نہیں ہو چکا تھا۔

”فتح الرحمن“ کی عبارت لکھ کر اس کے نیچے لکھ دیجئے کہ ہمارا یہی عقیدہ ہے پھر ہم جواب دیں گے ابھی تک
تو آپ نے عبارت بھی نہیں پیش کی تھی۔

عالمگیری کو آپ صحیح مانتے ہیں یا فتاویٰ رشیدیہ کو؟

فقیر ابو الفتح عبید اللہ رضا محمد حسنت علی خان قادری رضوی مجددی لکھنوی غفرلہ

دافع الوسواس آپ کے نزدیک بالکل حق و صحیح ہے تو صفحہ ۱۲ کو دیکھ کر یہ عبارت لکھ دیجئے کہ دافع الوسواس میں

میں جو کچھ لکھا ہے سب حق ہے پھر ہم سے جواب لیجئے۔ محمد حسنت علی خان غفرلہ

۱۔ ”فتح الرحمن“ کی عبارت حضرت مولانا محمد منظور صاحب اپنے پانچویں تحریری بیان میں نقل فرما چکے ہیں۔ ناظرین

کرام نے بھی ملاحظہ فرمائی ہوگی۔ لیکن مولوی حسنت علی صاحب کی حواس باخفی کا یہ عالم تھا کہ حریف کی تحریر و تقریر کی بھی خبر نہ تھی۔

۲۔ ”دافع الوسواس“ صفحہ ۱۲ کی عبارت کے متعلق مولانا نعمانی صاحب کا جواب رد و مذاکرے صفحہ ۳۸ پر پڑ چکا ہے۔

فلینظر ثلثہ ۱۲ مرتب غفرلہ

نوٹ از مرتب غفرلہ

مولوی حسنت علی صاحب نے یہ تحریری بیان، جو مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی تقریر

ہی کے دوران میں لکھ لیا تھا، مولانا موصوف کے حوالہ کیا اور اس کے بعد ذیل کی عجیب و غریب تقریر کی۔ مرتب

مجاہدو! آپ نے دیکھ لیا کہ مولوی منظور صاحب میری باتوں کے جواب سے بالکل عاجز ہیں اور جن باتوں کا جواب میں پہلے ہی دے چکا ہوں انہیں کورٹے جلتے ہیں۔ ارے مولوی صاحب! جو کچھ آپ نے کہا ہے اس سب کے پرچے تو میں پہلے ہی اڑا چکا ہوں۔ آپ پر میرے پچاس سے زیادہ مطالبات سوار ہیں، پہلے ان کو اپنے اوپر سے اتار لیے۔ اور نانوتوی اور تھانوی کے کفر پر جو براہین قاہرہ میں نے قائم کئے ہیں ان کا جواب دیجئے۔

میں اپنے پہلے ہی بیان میں ثابت کر چکا ہوں کہ تخذیر الناس کے تیوں فقرے تین مستقل جملے ہیں اور ان میں تین مستقل کفر ہیں۔ اور وہ خواہ کسی ترتیب سے لکھے جائیں ان کے مطلب میں کوئی فرق نہیں آتا۔ آپ کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ آپ کہتے ہیں: نانوتوی صاحب ختم نبوت زمانی کے قائل تھے۔ یہ ان پر آپ کا افتراء ہے۔ وہ تو تخذیر الناس صفحہ ۸ پر صاف لکھ چکے ہیں کہ ”ختم نبوت زمانی یعنی حضور کا سب سے پچھلا نبی ہونا آپ کے شایان شان ہی نہیں۔ مولوی منظور صاحب دیسے تو آپ بہت بھولے بنتے ہیں مگر آپ سے یہ جیتے جاگتے جھوٹ بولنے خوب آتے ہیں۔

تھانوی صاحب اور ان کے مرید کو کفر سے بچانے کے لئے آپ نے کہا ہے کہ تھانوی صاحب کے مرید نے بیداری میں ان پر درود ایک ہی دو دفعہ پڑھا تھا۔ یہ بھی آپ کا سفید جھوٹ ہے وہ تو خود کہتا ہے کہ اس دن، دن بھر اس کی یہی حالت رہی اور وہ تھانوی صاحب پر درود کا وظیفہ جیتا رہا۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ اس سے بے اختیار ہی میں ہوا۔ کہیں دنیا میں آپ نے ایسی بے اختیاری دیکھی سنی ہے کہ آدمی جاگ رہا ہو، ہوش میں ہو اور وہ دن بھر ایک بات کہنی چاہے اور اس کے منہ سے نکلے بلکہ

۱۔ مولوی حسنت علی صاحب کے اس صدی فی صدی افتراء کا جواب مولانا منظور صاحب کی تفسیری تقریر کے ضمن میں روناد ہذا کے صفحہ ۵۴ پر گزر چکا ہے۔ ۲۔ منہ۔ ۳۔ یہ بھی مولوی حسنت علی صاحب کا خالص جھوٹ ہے صاحب واقعہ کا بیان اس کے الفاظ میں مولانا کے چوتھے بیان کے ذیل میں روناد ہذا کے صفحہ ۵۵ پر گزر چکا ہے اس میں یہ کہیں نہیں ہے کہ درود والی غلطی اس سے دن بھر ہوتی رہی بلکہ اس میں تو دوسری دفعہ کا ذکر بھی نہیں ہے۔ ۴۔ مرتب غفرلہ۔

اس کی بجائے دوسری بات نکل نکل جائے۔ کیا زبان اس کے منہ میں کوئی لکڑیا تھی جو باختیار خود بولتی جا رہی تھی۔ اصل بات یہ ہے کہ اس کے دل میں پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عظمت نہیں تھی۔ بلکہ اس کے بجائے تھانوی کی محبت کا خناس بیٹھا ہوا تھا اس لئے اس کے منہ سے تھانوی ہی کا نام نکلتا تھا۔ اور تھانوی کے اسی مرید پر کیا منحصر ہے سب دہائیوں کا یہی حال ہوتا ہے، دیوبند کے مدرسہ میں پڑھایا ہی یہ جاتا ہے۔ خود آپ کا یہی حال ہے کل جب ہم نے مناظرہ کے بعد حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھنا شروع کیا تو آپ نے شرکت نہیں کی اور اس طرح کتیب سنہانے لگے۔

اس موقع پر کتاہیں سنہانے کی جو نقل مولوی حسنت علی صاحب نے کی تھی وہ فوٹو نیچے کے لائق تھی اور صحیح یہ ہے کہ اگر مولوی حسنت علی صاحب کے وطن لکھنؤ شریف کے نقال اس وقت دہاں ہوتے تو شاید وہ بھی اس سین کی داد دیتے مولوی حسنت علی صاحب کی اس نقالانہ حرکت پر سب ہی کو ہنسی آگئی۔ یہاں تک کہ مولانا محمد منظور صاحب بھی اپنی انتہائی اور شرہ آفاق مسامت کے باوجود ضبط نہ کر سکے اور مسکراہٹ آہی گئی۔ اس پر مولوی حسنت علی صاحب نے فرمایا۔

”اے مولوی منظور! دانت کیا نکالتے ہو میری طرف دیکھو میں تمہارا خصم ہوں“ حاضرین اہلسنت میں سے بعض پر خوش فوجان مولوی حسنت علی صاحب کی اس————— کا جواب دینا چاہتے تھے اور انہوں نے حضرت مولانا نعمانی صاحب سے بہت اصرار کے ساتھ درخواست بھی کی لیکن مولانا موصوف نے ان کو بکسر روکا اور کھڑے ہو کر فرمایا کہ۔

”اے قسم کے الفاظ سے آپ کا مقصد صرف یہ ہے کہ میں بھی شغل ہو کر اس کا ترکی بہ ترکی جواب دوں اور کہوں کہ میں آپ ہی کا نہیں بلکہ آپ کے استادوں کا بھی خصم ہوں، کیوں کہ میں نے آپ کے اساتذہ سے بھی مناظرہ کیا ہے۔ اور پھر اس کے جواب میں آپ اور سخت لفظ بولیں پھر میں اس کا اس سے زیادہ سخت جواب دوں اور عام لوگوں میں اشتعال پیدا ہو جائے

لے یہ وہ بہتان عظیم ہے جس کا جواب انشاء اللہ مولوی حسنت علی صاحب کو مرنے کے بعد قبر میں اور حشر میں ملے گا قال اللہ تعالیٰ

ولا تعف ما لیس لك به علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عندہ مسئولا۔ قرآن مجید۔ مرتب

لے کیا مولوی حسنت علی صاحب کو یہ آیت قرآنیہ ہے لعنة اللہ علی الکاذبین ”میری ہماری طرف سے اس افتراء کا بہتان کا جواب ہے۔ ۱۲۔ مرتب۔

اور ذمہ داران امن خطرہ محسوس کر کے مناظرہ بند کر دیں۔ لیکن یقین کیجئے کہ آپ اس ارادے میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ آپ شوق سے گالیاں دیں، سخت سے سخت لفظ بولیں مگر میں اس کے جواب میں آپ کے لئے صرف ہدایت و شرافت کی دعا کروں گا اور انشاء اللہ امن و امان قائم رہے گا اور آپ کے علی الرغم مناظرہ جاری رہے گا۔

مولوی حسرت علی صاحب نے اس کے جواب میں پھر مولانا کی شان میں ایک نہایت کریمہ لفظ استعمال کیا (دیکھ کر یہاں ہم نقل بھی نہیں کر سکتے) اور کہا کہ میں تو مناظرہ بند کرنا نہیں چاہتا لیکن آپ اپنی ان باتوں سے مناظرہ بند کروانا ضرور چاہتے ہیں۔ مولانا محمد منظور صاحب اس کا کوئی جواب نہ دینے پائے تھے کہ جناب سب انسپکٹر صاحب پولیس نے جو دہاں انتظامی ڈیوٹی پر تھے اپنی کرسی سے کھڑے ہو کر فرمایا کہ۔

» اب میں یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوں کہ جیسے الفاظ آپ استعمال کرتے ہیں اگر آپ کے مقابل (مولانا

محمد منظور صاحب) بھی ایسے ہی لفظ استعمال کریں تو ضرور ہم کو مناظرہ بند کرنا پڑے گا۔

یہ سب انسپکٹر صاحب کا کھلا فیصلہ تھا جس کا صاف مطلب یہ تھا کہ مناظرہ بند کرانے کی روش آپ کی ہے نہ مولانا محمد منظور صاحب کی۔ جس دن یہ واقعہ پیش آیا ہے وہ مناظرہ کا دوسرا دن تھا اور گیارہ بج چکے تھے۔ سب انسپکٹر صاحب کے اس فیصلہ پر رکن کا اجلاس برخاست ہو گیا اور فریقین اپنے اپنے قیام گاہ پر چلے گئے۔

بارہ بج کے بعد ایس، ڈی، اڈ (سٹی مجسٹریٹ صاحب) کی طرف سے فریقین کو بلایا گیا۔ اہلسنت کی طرف سے دلا

محمد منظور صاحب اور جناب انجم صاحب مدیر رسالہ ”ندیم“ گیا صدر مجلس مناظرہ مخانب اہلسنت تشریف لے گئے۔

ایس، ڈی، اڈ صاحب نے فرمایا کہ مناظرہ کے متعلق ہمارے پاس جو رپورٹ پہنچی ہے وہ خطرناک ہے اور نقص امن کا اندیشہ ہے اس لئے ہمارا خیال ہے کہ یہ سلسلہ بند کر دیا جائے۔ مولانا محمد منظور صاحب اور جناب انجم صاحب نے مناظرہ کی ضرورت

ظاہر کرتے ہوئے حفظ امن کی طرف سے اطمینان دلایا اور فرمایا کہ ہم اس کی پوری پوری کوشش کریں گے کہ کوئی ناخوشگوار

صورت پیش نہ آئے اور عمال حکومت کو شکایت کا موقع نہ ملے۔ پھر ہم کو قوی امید ہے کہ ہم اس کوشش میں کامیاب ہو

جائیں گے۔ یہ گفتگو کچھ دیر تک رہی یہاں تک کہ ایس، ڈی، اڈ صاحب کو حفظ امن کی طرف سے اطمینان ہو گیا۔ اور

انہوں نے مناظرہ جاری رکھنے کی اجازت دے دی۔ اور یہ حضرات دہاں سے فائز المرام واپس تشریف لے آئے اور کارروائی

عام طور پر لوگوں کے علم میں بھی آگئی۔

ان حضرات کے بعد فریق ثانی کی طرف سے مولوی حسنت علی صاحب اور ان کے بعض انصار و اعوان نے ایس ڈی او صاحب سے ملاقات کی۔ تفصیل کے ساتھ ہم کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ان حضرات سے کیا گفتگو ہوئی۔ قیاس چاہتا ہے کہ ایس ڈی او صاحب نے جوابات مولانا محمد منظور صاحب اور انجم صاحب سے فرمائی تھی وہی ان حضرات سے بھی کہی ہوگی اور غالباً بلکہ یقیناً ان حضرات نے ایس ڈی او صاحب کو مطمئن کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ ایسی باتیں کیں جس سے ان کا خطرہ اور زیادہ بڑھ جائے اور جس کو مناظرہ سے جلن چڑانی بھاری ہو رہی تھی اس کو چاہئے بھی یہی کرنا تھا، بہر حال یقین کے ساتھ ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہاں ان حضرات نے کیا کہا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد انوائٹ کیا گیا کہ ایس ڈی او صاحب نے ان لوگوں کو مناظرہ بند کر دینے کا حکم دے دیا۔ اور ان ناخدا ترسوں کی طرف سے یہ پروپیگنڈا بھی شروع کر دیا گیا کہ مولانا منظور صاحب اور انجم صاحب نے ایس ڈی او صاحب سے کہہ کر مناظرہ بند کر دیا ہے۔

چونکہ یہ خبر صرف انوائٹ سنی گئی تھی اور اس کی باضابطہ اطلاع مولانا محمد منظور صاحب کے پاس نہیں آئی تھی اس لئے مولانا موصوف نے ایس ڈی او صاحب کو ایک چٹھی لکھی جس کی نقل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

جناب عالی ! جناب کے حکم کے بموجب جب میں اور انجم صاحب دوپہر جناب کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے تو جناب نے مناظرہ کے متعلق فرمایا تھا کہ مناظرہ جاری رہے اور حفظ امن کا خیال رکھا جائے۔ چنانچہ ہم لوگوں نے یہاں آکر اس کا اعلان بھی کر دیا کہ مناظرہ بدستور جاری رہے گا مگر اب شام کے وقت یہ خبر سنی گئی کہ آنجناب نے مناظرہ بند کرنے کا حکم صادر فرما دیا ہے۔ ساتھ ہی ہمارے مخالفین یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ ہم لوگوں نے ہی آنجناب سے کہہ کر مناظرہ بند کر دیا ہے۔ حالانکہ ہم کو ابھی تک پورے طور پر اس کی خبر بھی نہیں۔ پس گزارش یہ ہے کہ حقیقت حال سے مطلع فرما کر ممنون فرمایا جائے تاکہ اصل بات معلوم ہو جائے اور غلط فہمیاں پیدا نہ ہوں۔

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ : ۲۴/۲/۳۶

مولانا کے اس مکتوب پر ایس ڈی او صاحب نے بزبان انگریزی جواب لکھا کہ۔

”پولیس کی رپورٹ کی وجہ سے مناظرہ بند کر دینا پڑا“

اور قاصد کی جو گفتگو زبانی ایس ڈی او صاحب سے ہوئی اس میں جناب موصوف نے فرمایا کہ پولیس کی رپورٹ خطرناک

تھی مگر چونکہ پہلے فریق (مولانا محمد منظور صاحب و انجم صاحب) نے حفظ امن کی طرف سے اطمینان دلایا اور ان کی باتوں سے مجھے

اطمینان ہو گیا تھا اس لئے میں نے اجازت دے دی تھی۔ لیکن دوسرے فریق کے لوگ جب ملے تو ان کا رویہ قابل اطمینان نہ تھا اس لئے ہم کو مناظرہ روک دینا پڑا۔

بہر حال مولوی حسرت علی صاحب کی سخت کلامی اور اس پر افسر پولیس کی رپورٹ، پھر ایس ڈی اد صاحب بہادر کے حکم سے اس طرح مناظرہ ناقص ختم ہو گیا۔

مولانا محمد منظور صاحب نے ایس ڈی اد صاحب کو چٹھی لکھنے کے ساتھ ایک خط مولوی حسرت علی صاحب کو بھی لکھا تھا جس کی نقل درج ذیل ہے۔

از بندہ ناچیز محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ۔

بگرامی خدمت جناب مولوی حسرت علی صاحب بعد ماہر اسنون۔ ایک بجے کے قریب ایس ڈی اد صاحب کی جانب سے آپ حضرات کی طرح میرے اور انجم صاحب کے نام بھی طلبی نامہ آیا اور ہم نے دو بجے سے پہلے ان سے ملاقات کی ان کا خیال حفظ امن کے لئے مناظرہ بند کر دینے کا تھا لیکن ہم نے ان کو یقین دلایا کہ حفظ امن کی ہم پوری پوری کوشش کریں گے تو وہ مناظرہ جاری رہنے پر راضی ہو گئے تھے اور ان کے آخری الفاظ اس بارہ میں یہ تھے کہ ”آپ لوگ حفظ امن کا خیال رکھئے اور مناظرہ جاری رکھئے، اگر پھر ہم کو امن کی طرف سے خطرہ محسوس ہوگا تو ہم مناظرہ بند کر دیں گے“ چنانچہ ہم نے وہاں سے آکر اپنے احباب میں اعلان بھی کر دیا، لیکن اسی وقت بعض احباب سے معلوم ہوا کہ شہر میں یہ خبر گشت کر رہی ہے کہ ایس ڈی اد صاحب نے مناظرہ بند کر دیا ہے۔ صاحب موصوف سے آپ حضرات کی ملاقات میرے بعد ہوئی تھی تو کیا آپ کو اس قسم کا کوئی حکم دیا گیا ہے۔ براہ کرم بہت جلد مطلع فرمائیے کہ اس افواہ کی کیا حقیقت ہے، اس سلسلہ میں میں نے ایک چٹھی ایس ڈی اد صاحب کو بھی لکھی ہے ابھی وہاں سے جواب موصول نہیں ہوا ہے۔ جناب بہت جلد جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ کے پروگرام پر غور کیا جاسکے اور اگر خدا نہ کر دے یہی صورت ہے تو اس کے تدارک کی کوشش کی جائے۔ بالخصوص مجبوری مناظرہ کی نوعیت بدل دی جائے“

محمد منظور نعمانی ۳۶/۲/۲۴

مولانا مظہر کے اس مکتوب کا منشا صاف یہ تھا کہ اگر مناظرہ حکومت کی طرف سے کسی خطرہ کی وجہ سے ممنوع قرار دے دیا گیا ہے تو ہم مل کر اس کا تدارک کریں یعنی اس خطرہ کی طرف سے عمال حکومت کو مطمئن کر کے اس کی پھر اجازت حاصل کریں اور

اگر وہ کسی طرح مطمئن نہ ہو سکیں تو پھر مناظرہ کی نوعیت بدل دی جائے یعنی صرف تحریری رکھا جائے جس میں کوئی خطرہ نہیں۔
لیکن مولوی حسنت علی صاحب نے اس سے جیسا بے پردہ گریز کیا وہ ان کی جوابی تحریر میں ملاحظہ فرمائیے۔ مولانا کے اس مکتوب گرامی کے جواب میں آپ لکھتے ہیں۔

” جناب مولوی منظور صاحب سنبھلی ہذا المولیٰ تعالیٰ الی الحق اجملی و شب تننا علی الصراط السوی سلام علیکم کما علن القرآن العظیم۔ آپ کا خط پہنچا جواب میں گزارش ہے کہ آپ نے ایس ڈی او صاحب کو جو خط لکھا ہے اس کا جواب جو آپ کو وصول معذہ اور آج کی کاروائی پر جو آرڈر دیا ہے اس کی نقل باضابطہ لے کر فقیر کے پاس بھیج دیجئے۔ ان دونوں تحریروں پر غور کر کے آپ کے اس خط کا جواب دیا جاسکتا ہے۔

فقیر ابو الفتح عبید الرضا محمد حسنت علی خاں قادری ضوی مجنبی لکھنوی غفر

شب سہ شنبہ یکم ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ

ناظرین کرام! غور فرمائیے کہ ایس ڈی او صاحب کے جواب یا آرڈر کی نقل (اور وہ بھی باضابطہ نقل) کو مولانا کے جواب سے کیا تعلق ہے؟ اور اس کی کیا ضرورت ہے۔ اور اگر بالفرض مولوی حسنت علی صاحب کو اس کی ضرورت بھی تھی تو ان کو وہ خود حاصل کرنی چاہئے تھی۔ مولانا کو یہ لکھنا کہ آپ حاصل کر کے بھیج دیجئے کس رشتہ کی بنا پر ہے اور کیا معنی رکھتا ہے۔ ہمارے نزدیک اس کے معنی سوائے دفع الوقتی کے اور کچھ نہیں ہو سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ اگلے روز بذریعہ اشتہار ان کو ایس ڈی او صاحب کے جواب کا علم بھی ہو گیا لیکن پھر بھی مولانا کے خط کے جواب میں وہ آج تک خاموش ہیں۔

یہ ہیں واقعات ”مناظرہ گیا“ کے حق و باطل اور فتح و شکست کا فیصلہ ہم ناظرین کرام پر چھوڑتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ اصل مناظرہ کی طرح اس روماد کو بھی مسلمانوں کے لئے نفع بخش بنائے آمین بحرمۃ النبی الامین و صلی اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ اجمعین الح یوم الدین۔

خاکسار محمد عبدالقدوس بہاری غفر

بشارت نبوی

”مناظرہ گیا“ کی روداد ناظرین کرام ملاحظہ فرما چکے اسی سلسلہ میں حضرت حکیم الامت مظاہرہ کے حق میں ایک بشارت نبوی کا ذکر نہایت ضروری ہے۔

اس مناظرہ سے چند روز پہلے جب کہ مولوی حشمت علی صاحب گیا پہنچ چکے تھے اور اپنی تقریروں میں اکابر علماء اہلسنت بالخصوص حضرت حکیم الامت محی السنۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب (دامت برکاتہم) کے خلاف حسب عادت بہت زیادہ زہرا گل رہے تھے اور نہایت ناپاک قسم کے بہتان ان حضرات پر لگا رہے تھے، اسی دوران میں جناب محمد اشرف صاحب گیا وی (جو خود حضرات علماء دیوبند کے مسلک پر نہیں ہیں اور جن کو پہلے سے اکابر جماعت دیوبند سے کوئی خاص عقیدت بھی نہ تھی) خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت باسعادت سے مشرف ہوئے۔ انہوں نے حضورؐ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ حضور! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہاں ایک صاحب مولوی حشمت علی صاحب آئے ہوئے ہیں وہ مولوی اشرف علی صاحب کو بہت بُرا کہتے ہیں ان میں کون حق پر ہے؟

ارشاد فرمایا ”مولوی اشرف علی حق پر ہیں وہ بہت اچھے آدمی ہیں“

یہ صاحب محمد اشرف بکھلا اللہ اس وقت بھی حیات میں بفضلہ تعالیٰ نہایت نیک اور خدا ترس مسلمان ہیں اور اب بھی مسک کے اعتبار سے اکابر علماء دیوبند کے پورے پورے ہمنوا نہیں ہیں، لیکن اس خواب کے بعد سے اس جماعت حق کے اکابر بالخصوص حضرت حکیم الامت کی ذات اقدس سے والہانہ عقیدت اور غیر معمولی محبت رکھتے ہیں جو حضرات چاہیں ان سے تصدیق کر سکتے ہیں۔ یہ بشارت عظمیٰ فی الحقیقت دربار نبوت سے ”گیا“ کے اس مناظرہ بلکہ اہل بدعت والہ سنت کے تمام اختلافات کا روشن فیصلہ ہے۔ حق تعالیٰ ان بخت گراہوں کو ہدایت بخشے جو ایسے بزرگوں کے حق میں بدگویی کر کے اپنا نامہ اعمال سیاہ کرتے ہیں ان کو یقین رکھنا چاہتے کہ ایک دن سب کو اس دنیا سے جانا اور رب ذو الجلال کے قیام میں پیش ہونا ہے۔

قریب ہے یار در روزِ محشر چھپے گاشتوں کا خون کیونکر جو چپ رہے کی زبانِ سخن ہو پکارے گا آستین کا

والسلام آخر الکلام ناچیز محمد عبدالقدوس مہاری غفرلہ

DLN

فتح بریلی کا دلکش نظارہ

مرتبہ
مولانا رفیع حسین فاروقی

انجمن ارشاد المسلمین
۱۴- بہاولپور روڈ، منگ لاہور

فہرست مضمونات

۵۷۷	الغداد مناظرہ کے اسباب
۵۸۶	مناظرہ کا پہلا دن
۵۹۱	مناظرہ کا دوسرا دن
۶۱۷	مناظرہ کا تیسرا دن
۶۶۴	مناظرہ کا چوتھا دن
۶۸۹	بانی مناظرہ کا فیصلہ
۶۹۴	مناظرہ کے اثرات
۶۹۶	رضا خانیت کا آخری سہارا
۶۹۹	ضمیمہ ، بریلوی روداد کا مختصر تجزیہ
۷۱۰	رضا خانی تہذیب کی عریاں تصویر۔

العقائد مناظرہ کے اسباب

کے متعلق بجائے اس کے کہ ہم اپنی طرف سے کچھ لکھیں مناسب سمجھتے ہیں کہ بانی مناظرہ جناب محمد شبیر صاحب بریلوی سیکڑی اسلامی تجارتی کمیٹی لکھنؤ کا وہ تحریری بیان نقل کر دیں، جو انہوں نے العقائد مناظرہ کے متعلق اشتہار کی شکل میں شائع کیا تھا۔ ملاحظہ ہو وہ لکھتے ہیں۔

حضرات ! میں شہر کمنہ بریلی کا باشندہ ہوں اور ایک عرصہ سے تجارتی سلسلہ سے لکھنؤ رہتا ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ میں مسلمان ہوں اور دیوبندی، بریلوی مناقشات مجھے کبھی کوئی دل چسپی نہیں ہوئی کچھ دن ہوئے کہ میں اپنے وطن بریلی آیا۔ میرے اہل محلہ سید اعجاز بنی صاحب، مولوی لیاقت حسین صاحب، ثناء اللہ صاحب، سید حبیب الرحمن صاحب، ڈاکٹر رحمت علی صاحب اور ان کے کراہیہ دار (جن کا نام اس وقت یاد نہیں) ان تمام حضرات نے جو مولوی حامد رضا خان صاحب کے ماننے والے ہیں، مجھ سے کہا کہ تمہارے بڑے بھائی دہابی ہو گئے ہیں اور وہ مولوی اشرف علی صاحب کو مانتے ہیں۔ لہذا ان سے سلام و کلام وغیرہ سب چھوڑ دو۔ اور اس کے متعلق بڑے مولوی صاحب (مولانا حامد رضا خان صاحب) سے فتوے دریافت کر لو۔ چنانچہ میں نے اس کے متعلق سوال لکھا۔ اور مؤخر الذکر صاحب جو بڑے مولوی صاحب کے غالباً مرید بھی ہیں مجھ کو ہمراہ لے کر مولوی حامد رضا خان صاحب کے پاس پہنچے۔ مولوی صاحب نے سوال

لے سوال کی عبارت یہ تھی۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس سلسلہ میں کہ میرا بڑا بھائی مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کو عالم مانتا ہے اور ان کی لکھی ہوئی کتابوں پر عمل کرتا ہے اور بعض لوگ مولوی اشرف علی صاحب کو دہابی کہتے ہیں میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ دراصل مولوی اشرف علی صاحب دہابی ہیں یا نہیں؟ اور اگر وہ دہابی ہیں تو مجھ کو کیا کرنا چاہئے۔ اپنے بھائی (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

دیکھا اور زبانی جواب دیا کہ -

”مولوی اشرف علی کافر ہیں۔ ان کے ماننے والے بھی کافر ہیں، ان سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھا جاوے۔“
میں نے عرض کیا کہ آپ اس کو لکھ دیجئے، میں دوسرے علماء صاحبان سے بھی جواب لکھاؤں گا۔ تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ ہمارے مدرسہ کے بڑے مدرس صاحب سے لکھاؤ۔ میں ان کے پاس حاضر ہوا، انہوں نے مجھ کو مولوی سردار احمد صاحب کے پاس بھیج دیا۔ اور انہوں نے وہی جواب لکھا جو مولوی حامد رضا خاں صاحب نے زبانی فرمایا تھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) سے ملوں یا نہ ملوں۔ اور دہابی کس کو کہتے ہیں؟ ۲۔ فرزند اکبر مولوی احمد رضا خاں صاحب -
(حاشیہ صفحہ ۵۸) ۱۔ جو گزشتہ سالوں سے لاکپور (فیصل آباد) میں تکفیری مہم چلا کر اپنے اسلاف کی سنت کو تازہ کر رہے ہیں (نام)
۲۔ الجواب: اشرف علی تھانوی نے حضور اقدس سرور دو عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس در فیض میں صریح توہین دکھلی گستاخی کے کلمات ملعونہ بکے ہیں۔ علمائے عرب و عجم نے ایسے کلمات کہنے والے کو کافر خارج از اسلام فرمایا ہے وہ کلمات یہ ہیں -

”آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیبیہ یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔“ (حفظ الایمان ص ۶)
اشرف علی تھانوی دہابی بلکہ دہابیوں کا پیشوا ہے۔ دہابی اسے کہتے ہیں کہ جو محمد بن عبد الوہاب نجدی (جو رسول کریم رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں طرح طرح کی گستاخیاں کرتا تھا) کا تابع ہو یعنی جو شخص رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان رفیع میں گستاخی کرتا ہے دہابی کا لفظ اس کے لئے مشہور ہو گیا۔ صورت مذکورہ میں اگر وہ شخص اشرف علی (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

۱۔ محیب کی چالاک اور عیاری قابل غور ہے کہ اصل عبارت حفظ الایمان میں لفظ ”ایسا علم غیب“ ہے اور اس محیب نے اس میں سے لفظ ”غیب“ کو اڑا کر صرف لفظ ”علم“ لکھا ہے۔ اور اس طرح خلق اللہ کو دھوکے میں ڈال کر گمراہ کرنا چاہا ہے اور اپنے اسلافِ محرفین کی سنت مستمرہ پر عمل کیا ہے۔ فنغوذ باللہ من شرور انفسہم۔ (درتب)

پھر میں نے وہ فتویٰ مولانا رفاقت حسین صاحب عمر دی کے سامنے پیش کیا انہوں نے اس کا رد لکھا اور کفر کے فتوے کو غلط، باطل ثابت کیا۔ اس کے بعد میرے انہیں محلہ داروں نے (جو مولوی حامد رضا خان صاحب کے خاص

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کی عبارت مذکورہ پر مطلع نہیں ہے تو اسے مطلع کر دیا جائے۔ اطلاع پانے کے بعد اگر وہ باز نہ آئے تو اس سے قطعاً علیحدگی اختیار کی جائے۔ اس سے میل جول، سلام، کلام، کھانا، پینا سب حرام ہے۔ - قَالَ تَعَالَى وَلَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ - واللہ اعلم - فقیر محمد سردار احمد غفرلہ الاحمد گوردہ پوری - (حاشیہ صفحہ ہذا) ۱۔ مرتب روئے داد ہذا اسحق رفاقت حسین غفرلہ اس لائق نہیں ہے کہ مفتیان دین میں اس کا شمار ہو اور نہ فتویٰ نویسی اس کا کام ہے۔ البتہ اپنی استعداد اور استطاعت کے مطابق حسب توفیق وہ حق کی حمایت اور باطل کے خلاف جہاد کا جذبہ اپنے اندر ضرور رکھتا ہے۔ چونکہ مولوی سردار احمد صاحب نے اپنے اس فتوے کفر میں نہایت بیدردی کیسا تھے حق و صداقت کا خون کیا ہے اس لئے اظہارِ انصواب جناب محمد شہیر صاحب سائل کے اصرار پر ناپزیر لے اس کفری فتوے کا مختصر جواب لکھ دیا۔ جس کا نام بھی بعض احباب کی خواہش پر ”بطش شدید بر مفری عینہ“ رکھ دیا گیا۔ ناظرین کی آگاہی کے لئے وہ جواب بعینہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

حامداً و صلیاً - اما بعد ! معلوم ہونا چاہئے کہ مجیب نے اس جواب میں اپنے

مجدد ملت محمدت فی الدین مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کا اتباع

کرتے ہوئے نہایت سخت خیانت اور شرمناک بددیانتی سے کام لیا ہے۔ خانصاحب بریلوی نے بھی حفظ الایمان کی یہی عبارت اسی طرح ناقص نقل کر کے اور اس میں تحریفات کر کے علماء بحرین کے سامنے پیش کی تھی اور ان حضرات کو دھوکہ دے کر اپنے فتویٰ کفر کی ان سے تصدیق کرائی تھی اور یہی وجہ ہوئی کہ جب اس عبارت کا صحیح مطلب علماء بحرین شریفین کے سامنے رکھا گیا تو ان حضرات نے اس کو بالکل بے غبار اور ناقابلِ اعتراض بتلایا اور صاف لکھ دیا کہ ایسا لکھنے والا صحیح العقیدہ سنی ہے۔ علماء بحرین کا یہ آخری فتوے ”التصدیقات“ کے نام سے اب سے تقریباً بیس سال پہلے شائع ہو چکا ہے۔ بہر حال بریلوی صاحب نے بھی اس عبارت کے متعلق یہ خلافِ دیانت کارروائی کی تھی اور انہیں کی اقتدا میں اس مجیب نے بھی وہی خیانت کی ہے اور عبارت کو ناقص نقل کیا ہے۔ ورنہ اگر اس کا مابقی اور مابقی پورا لکھ دیا (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

آدمی تھے) مجھ سے کہا کہ ان جھگڑوں کا ٹھیک فیصلہ مناظرہ سے ہو سکتا ہے۔ لہذا تم مولوی منظور احمد صاحب مدظلہ کے
اور مولوی سردار احمد صاحب کے درمیان مناظرہ کراؤ۔ دونوں جماعتوں اور دونوں عالموں کی ہر قسم کی ذمہ داری ہم لیں گے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) جاتا تو کسی کو کوئی شبہ نہ ہوتا۔ چونکہ حفظ الایمان کی اس عبارت کی توضیح علماء اہلسنت نہایت
شرح و بسط کے ساتھ کر چکے ہیں۔ اور خود حضرت علامہ تھانوی مدظلہ بھی ”لبط البنان“ میں اس بہتان کا کافی شافی
جواب دے چکے ہیں اس لئے اب کسی مزید تفصیل کی تو حاجت نہیں۔ ہاں مختصراً اتنا سمجھ لینا چاہئے کہ حضرت تھانوی
زید مجدہم اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کی مقدار میں کلام نہیں فرما رہے ہیں بلکہ آپ کا مطلع نظر صرف لفظ
”عالم الغیب“ کے اطلاق کا جواز و عدم جواز ہے اور آپ صرف یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لفظ
”عالم الغیب“ سے یاد کرنا درست نہیں۔ اور اس دعوے کی ایک دلیل مولانا اس عبارت سے پہلے بیان فرما چکے ہیں۔ یہ
عبارت دوسری دلیل کی ہے۔ جس کا حاصل صرف یہ ہے کہ جو گمراہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ”عالم الغیب“ کہتے
ہیں ان سے دریافت کیا جاوے کہ تم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہتے ہو تو کس بنا پر۔ آیا اس وجہ سے کہ ان
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے نزدیک تمام غیوب غیر متناہیہ کا علم ہے یا اس وجہ سے کہ آپ کو بعض غیوب کا علم ہے
پہلی بات تو بالکل ہی باطل ہے (اور مولوی احمد رضا خان صاحب بھی اس کو خالص الاعتقاد میں باطل کہتے ہیں)۔ یہی دوسری
بات یعنی یہ کہ آپ کو بعض غیوب کے معلوم ہونے کی وجہ سے عالم الغیب کہا جاوے تو اس صورت میں تمہارا قاعدہ یہ بھٹکا کہ
جس کو بھی بعض غیوب کا علم ہو گا اس کو تم عالم الغیب کہہ دیا کرو گے، تو پھر اس میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا امتیازی
مشان رہے گی۔ کیونکہ غیب کی بعض باتوں کا علم تو ہر شخص کو کسی نہ کسی طرح سے ہو جاتا ہے۔ بلکہ یہ بات تو انسان کے علاوہ
اور چیزوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ پس تمہارے اس قاعدہ پر لازم آئے گا کہ دنیا کی حقیر سے حقیر چیزوں کو بھی عالم الغیب کہو
(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

۱۰ اس کا ثبوت قرآنی آیات بلکہ مولوی احمد رضا خان صاحب کی تصریحات سے بھی روئندام فہم میں آئندہ آئیگا۔

۱۱ جو فیصلہ کن مناظرہ کے نام سے اس مجموعہ میں شامل ہے۔

چنانچہ ان لوگوں کی طرف سے حامد یار خان صاحب، لعل محمد صاحب اس کام کے انجام دینے کے لئے منتخب ہوئے اور میں بھی تیار ہو گیا۔ اور ہم لوگوں نے ایک تحریر لکھی جس میں مولانا محمد منظور صاحب سے یہ درخواست کی گئی کہ ہم لوگ مولوی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) پس اگر تم جواب دو کہ ہاں ہم تو سب کو عالم الغیب کہیں گے تو پھر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنے میں آپ کی کیا خاص تعریف ہوئی۔ جب کہ تمہارے نزدیک غیر انسان کو بھی عالم الغیب کہا جاسکتا ہے۔ یہ ہے حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی مدظلہ کی اس عبارت کا مختصر خلاصہ، اگر تفصیل مطلوب ہو تو تو "لبط البنان" اور "توضیح البیان" اور "معرکۃ القلم" کی چوتھی بحث ملاحظہ فرمائی جاوے۔ بہر حال حضرت مولانا کی اس عبارت کے متعلق یہ کہنا کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین یا آپ کی شانِ اقدس میں گستاخی ہے، تو سخت بددیانتی اور اعلیٰ درجہ کی بیچینی ہے۔ بالخصوص جب کہ حضرت مولانا مدظلہ "لبط البنان" میں مفسرین کے اس ناپاک افتراء سے اپنی برادرت اور بیزاری کا اعلان فرما چکے ہیں۔

یہاں تک تو اس جواب پر تنقید تھی۔ اب اصل سوال کا صحیح جواب ملاحظہ ہو: "کہ جو شخص حضرت تھانوی کو عالم مانتا ہے اور ان کی لکھی ہوئی کتابوں پر عمل کرتا ہے وہ سراسر سچی پر ہے، بے شک حضرت ممدوح اس وقت کے اکابر علماء حقانی میں سے ہیں اور آپ کی کتابوں نے ہندوستان کی سرزمین میں رشد و ہدایت کے دریا بلکہ بیرون ہند میں بھی فیوضِ برکات کے چشمے بہا دیئے ہیں۔ بہت سے گمراہ لوگ صرف حضرت ممدوح کی تالیفات کا مطالعہ کر کے راہِ راست پر آ گئے۔ آج کجھ اللہ حضرت کے متوسلین میں ہزاروں سے اوپر ذکر اور شغل ہیں جن کی زندگی ایمان و عرفان کا صحیح نمونہ ہے۔ ہم دیا نہ کہتے ہیں اور شہادت دے سکتے ہیں کہ بفضلہ تعالیٰ حضرت والا ان نفوسِ قدسیہ میں سے ہیں جن کو دیکھ کر اللہ اور یومِ آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے جس کو اس میں شک ہو اس سے ہم صرف اتنا عرض کریں گے کہ وہ باطل کی آلائشوں (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۵۸۰)

سردار احمد صاحب اور آپ کے درمیان مناظرہ کرانا چاہتے ہیں۔ کیا آپ اس کے لئے تیار ہیں ؟ یہ تحریر کر میں خود مولانا محمد منظور صاحب کے پاس حاضر ہوا ، انہوں نے جواب دیا کہ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) سے اپنے باطن کو پاک کر کے ایک دفعہ حضرت ممدوح کی خدمت اقدس میں حاضر ہو، اور ہماری ان معروضات کی تصدیق کرے۔ رہا کسی شخص کا حضرت مولانا تھانوی مظلوم کو دہائی کہنا سو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں گاہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں

جب کہ صدیق و فاروق اور عثمان و مرتضیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین کو کافر اور منافق کہنے والے بھی اسی دنیا میں رہتے ہیں تو پھر یہ کون سے تعجب کا مقام ہے کہ کسی عالم حقانی کو برا بھلا کہانے۔

ہندوستان کے عام جاہل ہر تبیع سنت اور پابند شریعت کو دہائی کہتے ہیں۔ تعزیر پرستوں کے نزدیک ہر وہ شخص دہائی ہے جو تعزیر داری کی مشرکانہ رسوم سے منع کرے۔ اسی طرح قبر پرست ہر اس خدا پرست کو دہائی کہتے ہیں جو قبر پرستی کے خلاف جہاد کرے۔ سجدہ قبر، بوسہ قبر، اور طواف قبر وغیرہ بدعات و منکرات کو منع کرے اور بعض علاقوں میں اس کو دہائی کہا جاتا ہے جو سود اور قمار بازی کے حرام ہونے کا دعوٰی کہے۔

پس اگر وہابیت اسی کا نام ہے تو بے شک حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی مدفیو غمہم اور ان کے خدام سخت اور کٹر سے کٹر دہائی ہیں اور اس وہابیت پر وہ جس قدر بھی ناز کریں تھوڑا ہے۔

خدا گواہ کہ حرم ماہمیں عشق است گناہ گبر و مسلمان مجرم ما بخشد
اور اگر وہابیت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عداوت یا معاذ اللہ آپ کی شان اقدس میں اہانت اور گستاخی کا نام ہے تو حضرت تھانوی اور آپ کے متوسلین اس سے اسی طرح بری اور بیزار ہیں جس طرح کہ دوسرے موجبات کفر سے۔ ہمارے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن یا آپ کی شان میں گستاخی کرنے والا خدا کا دشمن اور ابد الآباد کے لئے جہنم کا سزاوار ہے، وہ دنیا میں واجب القتل ہے اور خدا کی زمین کو اس کے ناپاک وجود سے پاک کر دینا چاہئے۔ واللہ علی ما نقول شہید۔

پس سائل کا بڑا بھائی جو حضرت مولانا تھانوی کی کتابیں دیکھتا ہے اس سے تعلقات منقطع کرنا حرام اور

” میرا اور مولوی حامد رضا خان صاحب کا تحریری مناظرہ جاری ہے۔ اس سے فائدہ اٹھائیے

مولانا حامد رضا خان صاحب سے میرے مناظرانہ مضامین کا جواب اصالتاً یا وکالتاً دلوائیے

اور اگر مولوی سردار احمد صاحب ہی سے مناظرہ کرانا ہے تو میری تخصیص بلاوجہ ہے.....“

اور تقریباً یہی جواب مولانا نے اپنے قلم سے لکھ بھی دیا۔ لیکن جب میں نے اس پر اصرار کیا ہے کہ آپ خود ہی اس کو منظور فرمائیے۔ تو آپ نے ازراہ عنایت میری درخواست کو منظور فرمالیا۔ اور پہلے جو چند سطریں آپ نے لکھی تھیں ان کو قلم زد فرما کر (اسی درخواست کے ذیل میں) مندرجہ ذیل تحریر لکھ دی۔

” باسمہ تعالیٰ حمداً و سلاماً۔ مندرجہ بالا تحریر میرے سامنے پیش کر کے مجھ سے تیاری و عدم تیاری کے متعلق سوال کیا گیا ہے میں متوکلاً علی اللہ تعالیٰ عرض کرتا ہوں کہ تمام نزاعی امور میں برتیب الایم فالایم (جو خالصاً صاحب کا مسئلہ ہے) مولوی سردار احمد صاحب سے مناظرہ کرنے کو تیار ہوں۔ جلسہ کی انتظامی صدارت مولوی حامد رضا خان صاحب فرمائیں گے۔
والحمد للہ اولاً و آخراً“

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

۱۳ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) بدترین گناہ ہے اور ایسے شخص سے قطع تعلقی کی رائے دینے والا اس خائب و خاسر جماعت میں سے ہے جس کے متعلق قرآن عزیز کا بیان ہے۔

وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (بقرہ ۲۷)
واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ اتم و احکم۔

حررہ العبد الراجی الی رحمۃ رب الکونین محمد

المدعو برفاقت حسین غفرلہ ربالمشرقین

۱۳۵۴ھ

والغریبین العمروی وطننا والعمری نسباً والحنفی مذهباً یوم عاشوراء محرم الحرام
لہ حاشہ برسفر آئندہ

مولانا کی یہ تحریر مولوی حامد رضا خان صاحب کے ان مریدین و معتقدین نے مجھ سے لے لی اور مولوی سردار احمد صاحب کے پاس لے گئے۔ انہوں نے تحریر فرمایا۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) لے درحقیقت مولانا محمد منظور صاحب کی یہ انتہائی فراخ حوصلگی تھی کہ انہوں نے مولوی حامد رضا خان صاحب کو فریقین کے لئے جلسہ مناظرہ کا انتظامی صدر تجویز کیا۔ مخالف اور حریف کے ساتھ اس سے زیادہ کوئی رعایت نہیں ہو سکتی لیکن نہ معلوم کن وجوہ سے مولوی حامد رضا خان صاحب کو مولانا سے اس قدر گریز ہے کہ وہ اس صدارت کے لئے بھی تیار نہ ہوئے۔ پسج ہے۔ یعاف الورد و انموت الشراب (مرتب)



(حاشیہ صفحہ نمبر ۱) لے ہم حیران تھے کہ مولوی سردار احمد صاحب کے فتوے کا رد تو لکھا اس ناچیز نے اور مناظرہ کے لئے نامزد کیا گیا مولانا محمد منظور صاحب کو۔ اور غالباً ہمارے ناظرین کو بھی یہ خیال ہو گا۔ لیکن تحقیق اور نقیض سے معلوم ہوا کہ یہ کاروائی درحقیقت مولوی حامد رضا خان صاحب کی تھی۔ کیونکہ مولانا محمد منظور صاحب نے الفرقان میں مولوی حامد رضا خان صاحب سے ایک فیصلہ کن تحریری مناظرہ شروع کر رکھا ہے اور حسام الحرمین کی چاروں بحثوں کے متعلق مولانا موصوف اپنا دعویٰ نہایت مدلل طور پر پیش فرما چکے ہیں جس نے مولوی احمد رضا خان کی خبیانت اور افتراء پردازی کو طشت از بام کر دیا ہے۔ اور باوجود شدید مطالبہ کے مولوی حامد رضا خان ابھی تک اس کے جواب میں خاموش ہیں۔ اب جناب مدیر الفرقان نے تین مہینہ کی آخری مہلت دی ہے بہر حال مولانا موصوف کی اس سخت گرفت سے نجات حاصل کرنے کے لئے مولوی حامد رضا خان صاحب نے یہ چال چلی تھی اور مصلحت اس میں یہ سوچی تھی کہ مولانا محمد منظور صاحب مولوی سردار احمد صاحب سے مخاطبہ گوارہ نہ فرمائیں گے۔ کیونکہ وہ ان کے قرین نہیں ہیں اور بس ہم فدا ہی اعلان کر دیں گے کہ مولانا محمد منظور صاحب ہمارے مدرسہ کے مدرس صاحب سے مناظرہ کرنے کو آمادہ نہ ہوئے اور بھاگ گئے اور ہماری فتح ہو گئی۔ بہر حال اس مصلحت سے مولانا محمد منظور صاحب کو نامزد کر کے یہ تحریک اٹھائی گئی تھی اور درحقیقت کچھانے والے نے خوب بُجھائی تھی۔ مگر قسمت بری تھی کہ مولانا موصوف نے محمد شبیر صاحب کے اصرار پر بلا لحاظ کفارت مولوی سردار احمد صاحب

” بسم اللہ الرحمن الرحیم - نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم - فقیر کے سامنے ایک تحریر پیش کی گئی جس میں مولوی منظور صاحب نے فقیر کے ساتھ مناظرہ کی تیاری کا اظہار کیا ہے - فقیر کو ہرگز مناظرہ سے انکار نہیں - مولوی منظور صاحب کا چیلنج مناظرہ فقیر کو بغیر نظر و فکر منظور ہے - جن امور میں وہ مناظرہ کرنا چاہیں فقیر بھی کچھ دے گا ان امور میں مناظرہ کے لئے تیار ہے اور انتظامی امور سے فقیر کو کوئی تعلق نہیں “

فقیر سردار احمد غفرلہ الاحد

۱۴ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ گورداسپوری

یہ تھے العقائد مناظرہ کے وہ اسباب جو بانی مناظرہ نے خود اپنے قلم سے لکھے ہیں -

(ماخوذ از اشتہار جناب محمد شبیر صاحب بانی مناظرہ مشترکہ ۲۴ اپریل ۱۹۳۵ء)

آغاز مناظرہ سے پہلے جو امور رضا خانی حضرات کی طرف سے پیش آئے وہ بجائے خود اگرچہ کچھ کم دلچسپ نہیں لیکن ہم بقصد اختصار ان کو چھوڑ کر اب ناظرین کو مجلس مناظرہ کی سیر کراتے ہیں -



(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) سے مناظرہ کرنا منظور فرمایا - اور مولوی حامد رضا خان صاحب کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا -

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْخَاطِئِينَ وَ مَكْرُوا وَا مَكْرَ اللّٰهُ وَا اللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ - ۱۳ مرتب

مناظرہ کا پہلا دن

۲۰ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ یوم پنجشنبہ

مناظرہ کا وقت رضا خانی صاحبان نے بلا ہمارے مشورہ کے دس بجے سے مقرر کیا تھا اور مولانا محمد منظور صاحب مدظلہ احباب کے تقریباً ساڑھے نو بجے مدرسہ اشفاقہ میں (جو جامعہ رضویہ کے قریب ہی واقع ہے) پہنچ بھی گئے تھے اور آپ نے اس کی اطلاع بھی بانی مناظرہ کو کرادی تھی۔ لیکن چونکہ مختصراً مناظرہ فط کی کسی کاروائی کے لئے تھانہ میں بلائے گئے تھے اور وہ گیارہ بجے تک دہلی سے فارغ ہوئے اور اس کے بعد مولانا کو لینے کے لئے آئے اس لئے آج کے دن کی کاروائی بارہ بجے کے قریب شروع ہوئی۔ اہلسنت کی طرف سے جناب مولانا رونق علی صاحب اول مدرس مدرسہ اشفاقہ صدر منتخب ہوئے۔ اور رضا خانی صاحبان کی طرف سے مولوی حبیب الرحمن صاحب بہاری۔

اس کے بعد موضوع مناظرہ کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ یہ مناظرہ چوں کہ آپ کے مرکز میں ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ یہی فیصلہ کن مناظرہ ہو۔ اور تمام اختلافی مسائل پر اس میں بحث ہو۔ اسی لئے میں نے اپنی پہلی تحریر میں تمام نزاعی امور کا لفظ لکھا ہے اور آپ نے بھی اس کو منظور کر لیا ہے چنانچہ آپ کی تحریر میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ ”وہ دہلوی محمد منظور جن امور میں مناظرہ کرنا چاہیں فقیر بھی بجمہ تعالیٰ ان امور میں مناظرہ کے لئے تیار ہے“ پس میں چاہتا ہوں کہ یہ مناظرہ تمام مسائل مختلف فیہا پر ہو۔

مولوی سردار احمد صاحب نے فرمایا کہ اس مناظرہ کی بنیاد میرے اس فتویٰ پر ہے جس میں میں نے حفظ الایمان کے مصنف مولوی اشرف علی صاحب کی تکفیر کی ہے، لہذا یہ مناظرہ محض حفظ الایمان کی عبارت پر ہوگا۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ جب کہ آپ خود لکھ چکے ہیں کہ میں ان تمام امور میں مناظرہ کو تیار ہوں جن پر محمد منظور چاہے۔ تو پھر اب جب کہ مناظرہ کا وقت آگیا تو آپ دوسرے مباحث سے کیوں گریز کرتے ہیں

(وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ) (آل عمران ۳-۱۴۳)

اس کے بعد مولانا نے ثابت کیا کہ اگرچہ اس فتوے میں آپ نے صرف حفظ الایمان ہی کی عبارت لکھی ہے لیکن آپ حضرات کی تکفیر صرف اسی ایک عبارت پر مبنی نہیں ہے اس لئے فقط حفظ الایمان کے فیصلہ سے و صرف مسئلہ تکفیر کا بھی فیصلہ نہیں ہوتا چہ جائیکہ دوسرے مسائل۔ لہذا اس صورت میں مناظرہ بالکل بے سود ہوگا۔

پھر مولانا نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ آج مجھے اہل بریلی پر پورے طریقہ سے اتمام حجت کرنا ہے۔ حق تعالیٰ نے صرف اپنی عنایت سے مجھے آج یہ موقع دیا ہے کہ بریلی کی وہ سادہ لوح پبلک جو حامیان کفر اور علمبرداران تکفیر کے غلط پروپیگنڈے کی وجہ سے ہماری بات سننا حرام سمجھتی ہے۔ آج وہ میرا مناظرہ سننے کے لئے آئی ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اسی صحبت میں پورے طور پر صداقت کا پیغام سنا دوں۔ اور ہر اختلافی مسئلہ کے متعلق قرآن و حدیث کی روشنی میں اپنا اور اپنے اکابر کا نقطہ نظر واضح کر دوں۔

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيِيَ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ (الانفال ۸، ۴۲)

مجھے معلوم نہیں کہ پھر کبھی یہ موقع مجھ کو میسر ہو یا نہیں

امیر جمع ہیں احباب، حال دل کہہ لے

پھر التفات دل دوستان رہے نہ رہے

بہت دیر تک اسی پر گفتگو ہوتی رہی۔ مولوی سردار احمد صاحب چاہتے تھے کہ صرف عبارت حفظ الایمان پر مناظرہ ہو، اور مولانا محمد منظور صاحب کا اصرار تھا کہ تمام مسائل پر بحث ہو۔ بالآخر ایک بار مولوی سردار احمد صاحب کی زبان سے نکلا کہ۔ جناب محمد شبیر صاحب بانی مناظرہ یہاں موجود ہیں ان سے دریافت کر لیا جاوے کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ چنانچہ محمد شبیر صاحب نے فرمایا کہ میں تمام مسائل پر مناظرہ کرانا چاہتا ہوں تاکہ کچھ طور پر حقانیت روشن ہو جائے۔ بانی مناظرہ کے اس فیصلہ کے بعد مولوی سردار احمد صاحب کو کوئی چارہ نہ تھا۔

جبراً قرا ان کو ماننا پڑا کہ مناظرہ تمام مختلف فیہ مسائل میں ہوگا۔

اس کے بعد مباحث کی ترتیب کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اگر میں اپنی طرف سے کوئی ترتیب پیش کروں تو ممکن ہے آپ کو اس سے اختلاف ہو، اس لئے بہتر یہ ہے کہ مباحث کی ترتیب وہی رہے جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنے تکفیری فتوے ”حسام الحرمین“ میں قائم کی ہے۔ یعنی اول عبارات تحذیر الناس پر گفتگو ہو۔ اس کے بعد اس جعلی فتوے پر جو حضرت گنگوہی مرحوم کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ بعد ازاں عبارات براہین قاطعہ پر۔ اس کے بعد عبارات حفظ الایمان پر۔ یہی ترتیب مولوی احمد رضا خان صاحب کی قائم کردہ ہے امید ہے کہ اس سے آپ کو کوئی اختلاف نہ ہوگا۔ تکفیر کی ان چاروں بحثوں کے بعد دوسرے اختلافی مسائل پر بھی الایہم فالایہم کی ترتیب سے گفتگو ہوگی جو مولوی احمد رضا خان صاحب کا مسلمہ اصول ہے۔ مولوی سردار احمد صاحب نے فرمایا کہ مجھ کو یہ ترتیب منظور نہیں ہے بلکہ سب سے پہلے حفظ الایمان پر گفتگو ہوگی دوسرے مباحث کے متعلق اس کے بعد دیکھا جائے گا۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ میں نے جو ترتیب پیش کی ہے وہ میری ایجاد کردہ نہیں ہے بلکہ آپ کے امام مذہب مولوی احمد رضا خان صاحب کی قائم کردہ ترتیب ہے۔ اگر آپ کے نزدیک اس میں کوئی نقصان ہے تو بیان کیجئے لیکن بلا کسی وجہ کے صرف میری ضد میں مولوی احمد رضا خان صاحب کی ترتیب کو چھوڑنا بالکل بے جا ہے۔ دوسرے یہ کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کوئی جاہل تو نہیں تھے اور آپ سے تو یقیناً زیادہ علم رکھتے تھے۔ انہوں نے جو ترتیب قائم کی آخر کچھ سوچ سمجھ کر ہی تو قائم کی ہوگی، آپ کو اس سے کیوں اختلاف ہے؟ جب کہ خود انہوں نے حفظ الایمان کی بحث کو سب سے آخر میں رکھا ہے۔ تو آپ اس کو سب سے پہلے رکھنے پر کیوں مصر ہیں؟ ابھی تو مناظرہ شروع بھی نہیں ہوا ابھی سے آپ اپنے اعلیٰ حضرت کا دامن چھوڑنے لگے ع
سحر ہے دور تمہارا رنگ فتی ابھی سے ہے۔

غرض مباحث کی اس ترتیب کے متعلق بھی بہت دیر تک گفتگو جاری رہی اور مولوی سردار احمد صاحب کی برابر یہی ضد رہی کہ پہلے حفظ الایمان کی عبارت پر گفتگو ہوگی۔ مولانا محمد منظور صاحب نے بار بار دلائل سے سمجھایا لیکن مولوی سردار احمد صاحب زمین پکڑ گئے اور اپنی اٹل جھنڈ سے نہ ٹلے۔ بالآخر بعض غنظین مناظرہ نے

مولانا محمد منظور صاحب سے عرض کیا کہ جب آپ کو تمام مباحث پر گفتگو کرنی ہے تو اس میں کیا حرج ہے کہ پہلے حفظ الایمان کے متعلق بحث ہو۔

مولانا نے فرمایا درحقیقت میرا اس میں کوئی حرج نہیں مگر واقعہ یہ ہے کہ مولوی سردار احمد صاحب کی پہلی گفتگو سے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ وہ دوسرے مباحث پر گفتگو کرنے کے لئے بالکل تیار نہیں ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ حفظ الایمان پر تھوڑی سی گفتگو کرنے کے بعد وہ کسی حیلہ سے مناظرہ ختم کر دیں گے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ دوسرے مباحث پر پہلے گفتگو ہو اور بعد میں حفظ الایمان پر تاکہ مناظرہ ناتمام ختم نہ ہو۔

اس کے جواب میں رضا خانیوں کے صدر مولوی حبیب الرحمن صاحب ہماری نے کہا کہ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ حفظ الایمان کے بعد دوسرے مباحث پر بھی گفتگو ہوگی آپ صرف اس کو مان لیجئے کہ پہلے بحث حفظ الایمان پر ہو۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اچھا آپ اپنے مناظر صاحب سے محمد کو اس کی تحریر دلو دیجئے کہ حفظ الایمان کی بحث کے بعد دوسرے مباحث پر بھی وہ ضرور گفتگو کریں گے۔

مولوی سردار احمد صاحب نے اس موقع پر ایک عجیب و غریب شائسانہ نکالا فرمانے لگے کہ نہیں جناب جب میں حفظ الایمان کی عبارت کا کفر ہونا ثابت کر دوں اور آپ مجمع عام میں توبہ کر لیں تو میں دوسرے مباحث پر گفتگو کروں گا اور جب تک آپ حفظ الایمان کے کفر سے توبہ نہیں کریں گے میں ہرگز اس وقت تک دوسرے مسائل پر مناظرہ نہیں

۱۔ اللہ کی عجیب شان ہے کہ مولانا کا یہ خیال حرف بحرف صحیح ہوا جیسا کہ ناظرین کو روئے ہذا کے مطالعہ سے

معلوم ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے اقنوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله . ۱۲ مرتب

۲۔ ناظرین اس احقانہ شرط کی داد دیں اور رضا خانیوں کی محقولیت کا ماتم کریں۔ یہ ہے رضا خانیوں

کے مایہ ناز مدرس موجودہ شیخ الحدیث۔ ناشر اور مناظر کی قابلیت۔ اس پر ان بزرگوار کو منطق دانی کا

بھی دعوے ہے۔ کہ عقل بڑی یا بھینس ؟ بے شک ان منطقی صاحب کی عقل سے تو یقیناً بھینس ہی بڑی ہے۔

کر دل گا۔

مولانا منظور صاحب نے فرمایا کہ جناب مجھے تو معلوم ہے کہ آپ کسی حال میں بھی دوسرے مسائل میں گفتگو نہیں کریں گے۔ اور چونکہ آپ کا دل جانتا ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت خالص اسلامی عبارت ہے اور کوئی کفر کا حامی قیامت تک اس کا کفر ثابت نہیں کر سکتا۔ اسی لئے آپ یہ بخوشی لگا رہے ہیں، کہ نہ اس عبارت کا کفر ہونا ثابت ہوگا نہ توبہ کی نوبت آئے گی، نہ آپ دوسرے مباحث پر مناظرہ کو تیار ہوں گے، مثل مشور ہے، نہ نومن تیل ہوگا نہ راجھا ناپچے گی۔

آپ کی یہ شرط بالکل ایسی ہے کہ کسی سنتن دھرمی سے مسئلہ توحید و مسئلہ رسالت و تناسخ و حدوث روح و مادہ پر میرا مناظرہ طے ہوا اور حسب مباحث کی ترتیب کا سوال اٹھے تو وہ آپ کی طرح یہ مہمل شرط لگا دے کہ نہیں جناب جب میں (معاذ اللہ) توحید کو باطل ثابت کر دوں اور آپ اس سے توبہ کر کے بت پرستی کا اقرار کر لیں تو میں دوسرے مباحث پر گفتگو کروں گا ورنہ ہرگز نہیں۔ آپ ہی بتلائیں کہ اس سنتن دھرمی کی یہ شرط قابل قبول ہوگی؟

غرض مولوی سردار احمد صاحب کی اس لالیعنی شرط پر بھی گھنٹوں گفتگو رہی اور بہت دیر کے بعد مولوی سردار احمد صاحب اپنی اس بے جا ہٹ سے باز آئے اور انہوں نے دوسرے مباحث پر بھی مناظرہ کی تحریر دے دی۔ اور آج کا پورا دن صرف انہیں دو باتوں میں ختم ہو گیا جس سے حاضرین کو بہت زیادہ کوفت رہی اور ہم کو بھی اضاعتِ وقت کا بہت زیادہ ملال ہوا۔



مناظرے کا دوسرا دن

۲۱ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ یوم جمعہ مبارکہ

آج عمدۃ المقرین زبدۃ الواعظین حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب سنبھلی مدظلہ العالی بھی مراد آباد سے تشریف لے آئے اور اہلسنت کی طرف سے صدارت کے لئے آپ ہی کا انتخاب ہوا۔ مگر چونکہ آپ کی ذات سے حامیان باطل کو غیر معمولی خدمات پہنچے ہیں اور بہت سے مقامات پر آپ کی مجاہدانہ سرگرمیوں اور مزیدانہ تقریروں نے شرک و بدعت کے مرکزوں کو ویران کر دیا ہے اور لاہور وغیرہ میں اس کا کافی تجربہ ہو چکا ہے کہ آپ کی صدارت میں رضا خانیوں کو کسی بے ضابطہ کارروائی کا موقعہ نہیں ملتا، اس لئے بہت دیر تک رضا خانیوں کی طرف سے اس پر اصرار ہوا کہ مولانا ممدوح صدر نہ ہوں۔ حالانکہ یہ بات طے شدہ تھی کہ ہر فریق جس کو چاہے گا اپنا صدر منتخب کر لے گا۔ لیکن اس کے باوجود رضا خانی حضرات بالخصوص ان کے صدر صاحب بہت دیر تک اس پر اڑے رہے کہ مولانا محمد اسماعیل صاحب صدر نہ ہوں۔ بالآخر ان کی اس بے جا ہٹ کورائے عامہ نے ٹھکرا دیا۔ اور مولانا کی صدارت میں مناظرہ کی کارروائی اس طرح شروع ہوئی۔

مولوی سردار احمد صاحب کی پہلی اعتراضی تقریر (بعد خطبہ) اِنَّا ارْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا لِّتَوْمِنُوْا

بِاللّٰهِ رَسُوْلِهِ وَتَعَزَّوْهُ وَتُقِرُّوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا :

حضرات ! اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار عالم پیدا کئے اور حضرت انسان کو ان سب میں افضل بنایا۔ پھر ان انسانوں میں ایک کر وہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا پیدا کیا، جن کا کام ہدایت کرنا ہے۔ اور اس گردہ کو سب سے زیادہ مقرب اور معزز بنایا۔ یہاں تک کہ ان کے غلاموں کا مرتبہ یہ بتایا کہ ان کے نورانی چہرے قیامت میں

چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ حدیث شریف میں ہے کَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ۔

پھر ان انبیاء علیہم السلام کے گردہ میں سے ایک ہستی کو سب سے زیادہ برگزیدہ بنایا، وہ ہستی ہمارے آقاؐ نامدار سرکار ابد قرار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے انہیں کی شان پاک میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے جو میں نے اس وقت تلاوت کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ۔ اے محبوب ہم نے تم کو شاہد اور بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ اس کے سوا بھی بہت سی آیتیں قرآن پاک میں حضورؐ کی مدح میں نازل ہوئی ہیں۔ اللہ اکبر! خود خدا جس کا مداح ہو بھلا اس کی عظمت اور رفعت کا کیا کتنا۔ مگر افسوس ہے کہ آج بہت سے لوگ خدا کے اس برگزیدہ محبوب کی توہین کرتے ہیں اور پھر بھی ان کو مسلمان بلکہ مسلمانوں کا پیشوا مانا جاتا ہے۔ چنانچہ مولوی اشرف علی صاحب جو تمام دیوبندیوں کے سرگرم و سمجھے جاتے ہیں انہوں نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں حضورؐ کی شان میں گستاخی کی ہے کہ جیسا علم ان کو ہے ایسا تو بچوں پاگلوں اور جانوروں یعنی گدھوں گھوڑوں کو بھی حاصل ہے۔ دیکھئے ان کی اصل عبارت یہ ہے لکھتے ہیں۔

” پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضورؐ کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے “

دیکھئے اس عبارت میں حضورؐ کی کتنی بڑی توہین کی گئی ہے اور آپ کو کیسی سخت گالی دی گئی ہے کہ معاذ اللہ جیسا علم آپ کو ہے ایسا جانوروں اور پاگلوں کو بھی ہے۔ توبہ توبہ!

ان کی اسی گستاخی کی وجہ سے میں نے اپنے فتوے میں ان کو کافر لکھا ہے۔ اور میرا ایمان ہے کہ جو بھی حضورؐ کی توہین کرے خواہ وہ میرا باپ ہی کیوں نہ ہو وہ کافر ہے اور میں اس کے منہ پر کبہ دول کا کہ تو کافر ہے۔ ہم کو حضورؐ سے زیادہ کوئی پیارا نہیں۔

(خطبہ مسنونہ کے بعد)

مولانا محمد منظور صاحب کی پہلی جوابی تقریر

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا

بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ يَا مُعِينُ بِكَ نَسْتَعِينُ . بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

حاضرین کرام ! آپ حضرات نے میرے فاضل مخاطب مولوی سردار احمد صاحب کی تقریر سنی۔ آپ نے پہلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ فضائل بیان کئے ہیں جن سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہو سکتا، بلکہ جو کچھ آپ نے بیان فرمایا ہے وہ تو آپ کے حقیقی فضائل و کمالات کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں اس کو آپ کی شان عالی سے وہ نسبت بھی نہیں جو ذرہ کو آفتاب سے ہے۔ درحقیقت آپ ساری مخلوق حتیٰ کہ کل انبیاء کے بھی سردار ہیں۔ اور ایک حیثیت سے سب نبی آپ کے امتی ہیں۔ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں۔

اَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ وَبَيْدَى لَوَاءِ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ

بَنِي يَوْمَئِذٍ آدَمَ فَمَنْ سِوَاهُ إِلَّا تَحْتَ لَوَائِي وَلَا فَخْرَ۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے۔

اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ كُنْتُ اِمَامَ الْمُرْسَلِينَ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ۔

اور ایک روایت میں ہے۔

اَنَا اِمِيْرُهُمْ اِذَا وَفَدُوا وَاَنَا خُطِيبُهُمْ اِذَا اَنْصَتُوا وَاَنَا مُبَشِّرُهُمْ اِذَا يَتَسَوٰوُ

۱۔ میں کل بنی آدم کا سردار ہوں اور مجھے اس پر ناز نہیں، اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور سارے نبی حتیٰ کہ حضرت آدمؑ اور ان کے علاوہ سب کے سب میرے ہی جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور مجھے اس پر بھی ناز نہیں۔ مرتب

۲۔ جب سارے نبی خدا کے حضور میں حاضر ہوں گے تو میں ان کا امیر و فد ہوں گا، اور جب وہ خاموش ہوں گے تو میں ان کا خطیب ہوں گا، اور جب وہ مایوس ہوں گے تو میں ان کو خوشخبری سناؤں گا، اور حمد کا جھنڈا اس دن میرے ہی ہاتھ میں ہوگا، اور مجھے اس پر بھی ناز نہیں۔ ۱۲۔ مرتب

ولواء الحمد يومئذ بیدی ولا فخر -

اور سترک حاکم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت جبرئیل ؑ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ - میں نے تمام عالم کا چکر لگایا ہے، مشرق سے مغرب اور جنوب سے شمال تک زمین کا چپہ چپہ میں نے دیکھا ہے، آسمانوں کی بھی سیر کی ہے، لیکن میں نے کسی مخلوق کو آپ کے ہم رتبہ نہیں پایا، اور نہ خدا کے نزدیک کسی شخص کی وہ قدر و منزلت ہے جو آپ کی ہے۔ اسی حدیث کا ترجمہ کسی شاعر نے اس طرح کیا ہے :-

آفاق اگر دیدہ ام مہر تباں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

بہر حال ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے آقا و مولا ارواحنا و قلوبنا فداہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق میں سب سے زیادہ بلند مرتبہ ہیں۔ بلکہ دوسری مخلوقات کو آپ سے وہ نسبت بھی نہیں جو ستاروں کو آفتاب سے ہے بلکہ ہمارے اکابر نے تو یہاں تک تصریح کی ہے کہ روضہ اقدس کی وہ پاک اور خوش نصیب مٹی جو جسہ اطہر سے ملی ہوئی ہے وہ بھی عرش اعظم سے افضل ہے۔ اور یہ بھی جو کچھ عرض کیا گیا ان کے مراتب رفیعہ کے اعتبار سے بہت کم ہے۔ درحقیقت ان کی شان اقدس اس سے اعلیٰ و بالا ہے کہ کما حقہ، اس کو بیان کیا جاسکے ہمارا ایمان ہے :-

لا یکن الشناک کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مخمر

پس حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو فضائل آپ نے بیان فرمائے وہ بلکہ اس سے بہت زیادہ ہم کو تسلیم ہیں بلکہ ہمارے نزدیک ان پر ایمان کا مدار ہے۔ علیٰ ہذا القیاس آپ کا یہ فرمانا کہ جو شخص حضور کی توہین کرے وہ کافر ہے، یہ بھی بالکل صحیح ہے۔ بے شک جو بد نصیب حضور کی شان پاک میں گستاخی کرے، وہ ملعون ہے خارج

۱۔ مذکورہ بالا حدیث اور فارسی کے اس شعر کو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی دامت برکاتہم نے

بھی اپنی مقبول عام کتاب ”نشر الطیب“ میں نقل فرمایا ہے - ۱۲ مرتب

از اسلام ہے۔ دنیا میں واجب القتل اور آخرت میں ابد الابد کے لئے جہنمی ہے۔ بلکہ حضورؐ کی شان تو بہت زیادہ اعلیٰ و ارفع ہے میں تو کہتا ہوں کہ اگر کوئی بد نصیب حضورؐ کے غلام بلال حبشیؓ کی توہین بھی حضورؐ کی غلامی کی حیثیت سے کرے تو وہ بھی کافر ہے۔ بلکہ میرے عقیدے میں تو وہ شخص بھی مومن نہیں جو مدینہ طیبہ کی اس مقدس خاک کی تمہین کرے جس کو حضورؐ کی قدم بوسی کا فخر حاصل ہوا ہے۔

ومن عادتی حب الدیار لاهلہا

وللناس فیما یعشقون مذاہب

وہا حضرت مولانا تھانوی مدظلہؒ پر آپ کا یہ بہتان کہ معاذ اللہ انہوں نے حضورؐ کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا ہے، مجھے آپ حضرات کی اس دیدہ دلیری پر حیرت ہے کہ جب کہ خود مولانا مدظلہؒ اس ناپاک خیال سے اپنی برامت اور بیزاری ظاہر فرما چکے ہیں، اور بار بار دلائل قاہرہ سے اس بہتان کا افراء محض ہونا ثابت کیا جا چکا ہے تو کیوں کہ آپ حضرات کو اس کے زبان پر لانے کی جرأت ہوتی ہے؟

یہ ایک عجیب بات ہے کہ ایک شخص کی طرف آپ ایک عقیدہ منسوب کرتے ہیں، وہ اس سے بیزاری اور تخاصی کرتا ہے اور اس کی عبارت میں اس ملعون عقیدہ کی بوجھ نہیں آتی، مگر پھر بھی آپ یہی کہے جاتے ہیں کہ اس کا عقیدہ وہی ہے جو ہم کہہ رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر ہٹ دھرمی اور ہاتل کوشی کی کوئی نظیر نہیں مل سکتی۔

آپ نے حفظ الایمان کی عبارت پڑھی لیکن چونکہ آپ کو خود یقین تھا کہ اس میں حضورؐ کی توہین و تنقیص کا شائبہ بھی نہیں ہے اس لئے اس عبارت کے پڑھنے کے ساتھ ہی آپ نے اپنی طرف سے لوگوں کو یہ بھی بتلایا کہ۔

”حفظ الایمان میں حضورؐ کی شان میں یہ گستاخی کی ہے کہ جیسا علم حضورؐ کو ہے ایسا تو بچوں اور

پاگلوں اور جانوروں کو یعنی گدھوں گھوڑوں کو بھی حاصل ہے“

حالانکہ یہ محض آپ کا بہتان ہے۔ حفظ الایمان میں کہیں یہ موجود نہیں کہ جیسا علم حضورؐ کو ہے ایسا کسی دوسرے کو حاصل ہے۔ یہ ”جیسا“ کا لفظ آپ نے خود اپنی طرف سے بڑھایا ہے۔ اور یہ صرف آپ ہی کا،

قصور نہیں بلکہ آپ کے اعلیٰ حضرت صاحب نے بھی ”حسام الحرمین“ میں یہی حرکت کی ہے، آپ تو صرف ان کے مقتدی ہیں۔ بہر حال یہ محض آپ کا افراء ہے۔ (وَقَدْ خَابَ مِنْ افْتَرَايَ)۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ جناب صدر (حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب) نے اطلاع دی کہ آپ کے وقت میں صرف ۲۰ منٹ باقی ہیں لہذا حفظ الایمان کی عبارت کا صحیح مطلب بیان کیا جاوے چنانچہ اپنی تقریر کا رخ مولانا نے اسی طرف پھیر دیا۔ اور فرمایا،

حفظ الایمان کی اس عبارت میں درحقیقت یہ بحث ہی نہیں ہے کہ حضور کو غیب کا کس قدر علم تھا اور آیا اس میں کوئی دوسرا آپ کے برابر ہے یا نہیں بلکہ یہاں حضرت مولانا اشرف علی صاحب اسی میں کلام فرما رہے ہیں کہ حضور کو عالم الغیب کہا جاوے یا نہیں۔ مولانا کا مسک یہ ہے کہ جس طرح حضور کو رازق اور خالق نہیں کہا جاسکتا اسی طرح آپ کو عالم الغیب بھی نہیں کہا جاسکتا۔ اور حفظ الایمان میں مولانا نے اپنے اس دعویٰ پر دو دلیلیں قائم فرمائی ہیں۔ دلیل اول اس عبارت سے پہلے مذکور ہے جس پر اس وقت بحث ہو رہی ہے۔ اور یہ عبارت دوسری دلیل کی ہے۔ اور اس کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ جو لوگ حضور کو عالم الغیب کہتے ہیں ان سے دریافت کیا جاوے کہ وہ کل غیب کی وجہ سے کہتے ہیں یا بعض غیب کی وجہ سے ؟ اگر کل کی وجہ سے کہتے ہیں تو غلط ہے۔ اس لئے کہ حضور کو کل غیب کا علم نہ ہونا دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ظاہر ہے۔ اور اگر بعض کی وجہ سے کہتے ہیں تو اس بعض میں حضور کی کیا تخصیص ہے، کیونکہ مطلق بعض غیوب کا علم تو ہر انسان بلکہ حیوانات تک کو حاصل ہو جاتا ہے۔ تو ان عالم الغیب کہنے والوں کے، اس غلط اصول پر لازم آئے گا کہ ہر انسان بلکہ ہر حیوان کو عالم الغیب کہا جاوے، تو پھر اس عالم الغیب کہنے میں حضور کی کوئی مدح نہ ہوئی۔ غور کیا جاوے کیا اس میں حضور کے علم شریف کو جانوروں اور پانچلوں کے برابر بتلایا گیا ہے ؟ یا اس برابری سے بچایا گیا ہے جو ان عالم الغیب کہنے والوں کے اصول پر لازم آتی ہے۔

لیکن بات یہ ہے کہ جب پہلے ہی سے آنکھوں پر کفر کی عینک لگا کر کسی کلام کو دیکھا جاوے گا تو لامحالہ اس میں کفر ہی نظر آئے گا۔

ہنس بچشم عداوت بزرگ تر عیب است

میرا وقت ختم ہو گیا۔ اس لئے تقریر کو نامتام ختم کرتا ہوں ابھی اس کے متعلق مجھے کچھ اور عرض کرنا ہے۔ جو انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ تقریر میں عرض کر دوں گا۔

حضرات ! آپ نے دیکھا مولوی منظور صاحب نے ایک لباس عظمیٰ

مولوی سردار احمد صاحب

کہہ دیا اور میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے حفظ الایمان

کی وہ عبارت بعینہ پڑھ کر سنائی تھی جس میں حضورؐ کی شان میں گستاخی کی گئی ہے۔ اور حضورؐ کے علم اقدس کو جانوروں اور
پاگلوں کے برابر بتلایا گیا ہے۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اس میں ”جیسا“ کا لفظ نہیں ہے، میں بھی کہتا ہوں کہ
بے شک اس میں ”جیسا“ کا لفظ مذکور نہیں ہے لیکن محذوف ہے اور حرف تشبیہ کثرت سے محذوف ہوتا ہے جیسے
مخارہ میں کہتے ہیں کہ ”زید شیر ہے“ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ زید شیر جیسا ہے۔ تو دیکھئے یہاں جیسا کا لفظ
محذوف ہے۔ ایسے ہی حفظ الایمان کی عبارت میں بھی لفظ ”جیسا“ محذوف ہے۔ اس کے بعد میں حفظ الایمان کی اس
عبارت کی ایک مثال پیش کرتا ہوں اس کو ذرا اٹھٹڈے دل سے سنئے اور جواب دیجئے۔

اگر میں یوں کہوں کہ مولوی اشرف علی صاحب کو جو لوگ عالم کہتے ہیں تو کیوں آیا کل علم کی وجہ سے یا بعض علم کی وجہ
سے۔ کل علوم تو ان کو یقیناً حاصل نہیں، اور اگر بعض کی وجہ سے کہا جاوے تو اس میں مولوی اشرف علی صاحب کی کس
تخصیص ہے۔ ایسا علم تو گدھے کو بھی ہے، کتے کو بھی ہے، سور کو بھی ہے۔

کہئے اس سے آپ ناراض تو نہیں ہوں گے؟ میں سمجھتا ہوں کہ آپ یقیناً ناراض ہوں گے کہ ہمارے مولانا کو
ایسا دلیا کہہ دیا۔ تو جب اس عبارت سے آپ کے مولوی اشرف علی صاحب کی توہین ہوتی ہے حالانکہ اس میں جیسا کا لفظ
نہیں ہے، تو حفظ الایمان کی عبارت سے حضورؐ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کیوں نہ ہوگی؟ اس میں بھی تو یہی
کہا گیا ہے۔ مولوی صاحب یہاں وعظ کہنے سے کام نہیں چل سکتا۔ آپ کو میری بات کا جواب دینا ہوگا۔ میں بغیر جواب
کے آپ کا پیچھا نہ چھوڑوں گا۔ جدھر کو آپ جائیں گے میں آپ کو ادھر سے ہٹا کر اپنے سامنے لاؤں گا۔

میرے لائق اور معذب مخاطب مولوی سردار احمد صاحب کو شکایت

مولانا محمد منظور صاحب

ہے کہ میں وعظ کہتا ہوں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی

۱۰ ناظرین کرام ! یہ ہے رضا خانی مولویوں کا طرز کلام اور طریقہ گفتگو جس سے لکھنؤ کے سچے بھی شرمائیں یہ

اس باب تہذیب کی ابتداء ہے ۛ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ ۱۲ مرتب۔

تقریر کے آغاز میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک کے متعلق کچھ بیان کیا تھا اس لئے مجھے بھی کچھ اس سلسلہ میں عرض کرنا پڑا۔ اگر یہ آپ کو ناگوار ہے تو میرے پاس اس کا کیا علاج ہے ؟

افسوس عشق نبویؐ کا دعویٰ تو اس قدر بلند اور دل کی یہ حالت کہ ان کے فضائل و کمالات کا سننا بھی گراں گزرتا ہے۔ بحمد اللہ اپنا حال تو یہ ہے ۔

ہمارا شغل ہے راتوں کو رونا یادِ دلبہر میں

ہماری نیند ہے محو خیالِ یار ہو جانا

اس کے بعد میں اصل بحث کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ میں نے اپنی پہلی تقریر میں عرض کیا تھا کہ مولانا تھانوی مدظلہ کی عبارت میں ”جیسا“ کا لفظ نہیں ہے۔ اور مولوی سردار احمد صاحب بار بار ”جیسا“ کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا رہے ہیں۔ خدا کا شکریہ ہے کہ مولوی سردار احمد صاحب نے اس کو تسلیم کر لیا۔ کہ واقعی اس میں لفظ ”جیسا“ نہیں ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ آپ نے یہ بات نہایت پر لطف فرمائی ہے۔ کہ ”جیسا“ کا لفظ یہاں سے محذوف ہے۔ اللہ رے شوقِ تکمیل کہ اگر الفاظ موجودہ سے کفر ثابت نہ ہو تو ایک مسلمان کو کافر بنانے کے لئے لفظ ”جیسا“ محذوف مان لو کیوں ؟ اس لئے کہ کافر تو کسی نہ کسی طرح اس کو ضرور ہی بنانا ہے۔ لیکن کسی کو یہ پوچھنے کا حق نہیں کہ اس لفظ کے محذوف اور مقدر ہونے کی کیا دلیل ہے ؟ کیوں کہ مولوی سردار احمد صاحب فرماتے ہیں۔

جناب مولانا ! اگر اسی طرح من مانے الفاظ محذوف اور مقدر مان کر کفر ثابت کیا جائے گا تو پھر تو اسلام اور مسلمانوں کا خدا ہی حافظ ہے۔ مثلاً کوئی مسلمان کہے گا کہ اللہ ایک ہے ، آپ فرمائیں گے کہ تو کافر ہو گیا۔ کیوں کہ تیرا مطلب یہ ہے کہ اللہ ایک نہیں ہے۔ اور ”نہیں“ کا لفظ اگرچہ تو نے بولا نہیں مگر تیرے کلام میں محذوف ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بہر حال یہ لفظ ”جیسا“ کے محذوف ہونے کی آپ نے ایک ہی کمی۔ لیکن آپ کی اس بات سے اتنا تو معلوم ہو گیا کہ حفظ الایمان کی موجودہ عبارت آپ کے نزدیک بھی موجب کفر نہیں ہے۔ ہاں اگر اس میں ایک ”جیسا“ کا لفظ اور مان لیا جاوے تو کفر ہو گا۔ پس حفظ الایمان کی موجودہ عبارت کا غیر موجب کفر ہونا تو آپ نے بھی تسلیم کر لیا۔ اور یہی میرا مقصد تھا۔ فلہذا الحمد۔

اس کے بعد میں اپنے وعدے کے مطابق حفظ الایمان کی عبارت کی توضیح کرتا ہوں۔ یہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ حفظ الایمان کی اس عبارت میں یہ بحث نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر علوم غیبیہ عطا فرمائے گئے تھے۔ اور کوئی دوسرا ان میں آپ کا شریک ہے یا نہیں۔ بلکہ مولانا تھانوی مدظلہ کا مدعا یہاں صرف یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا درست نہیں۔ اسی پر مولانا نے یہ دلیل قائم کی ہے اور حاصل اس کا صرف یہ ہے کہ جو شخص حضور کو عالم الغیب کہتا ہے، وہ یا تو اس درجہ سے کہتا ہے کہ اس کے نزدیک حضور کو غیب کی بعض باتوں کا علم ہے۔ یا اس درجہ سے کہ آپ کو غیب کی کل باتیں معلوم ہیں۔ یہ دوسری شق تو اس لئے باطل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیب کا علم نہ ہونا دلائل نقلیہ و عقلیہ سے ثابت ہے۔ اور پہلی شق۔ یعنی بعض علم غیب کی درجہ سے حضور کو عالم الغیب کہنا اس لئے باطل ہے کہ اس صفت میں لازم آئے گا کہ ہر انسان بلکہ حیوانات تک کو عالم الغیب کہا جاوے۔ کیونکہ غیب کی کوئی نہ کوئی بات تو سب ہی کو معلوم ہو جاتی ہے۔ پس اس شق میں چونکہ سب انسانوں حتیٰ کہ حیوانوں کو بھی عالم الغیب کہنا لازم آتا ہے۔ اور یہ عقلاً نقلاً عرفاً غرض ہر حیثیت سے باطل ہے۔ لہذا یہ شق یعنی زید کا بعض علوم غیبیہ کی درجہ سے عالم الغیب کہنا بھی باطل ہوگی۔ یہ ہے مولانا کی اس عبارت کا خلاصہ۔

اب میں خود حفظ الایمان کے الفاظ آپ کے سامنے مختصر شرح کے ساتھ پیش کرتا ہوں بغور سنئے۔

مولانا فرماتے ہیں۔

آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا اور آپ کی ذات قدسی صفات پر عالم الغیب کا اطلاق کرنا) اگر بقبول زید صحیح ہو تو دریافت طلب (اسی زید سے) یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد (یعنی اس غیب سے جس کی درجہ سے وہ عالم الغیب کہتا ہے مراد) بعض غیب ہے یا کل غیب۔

یہاں حضرت مولانا مدظلہ اس عالم الغیب کہنے والے شخص سے یہ دریافت فرما رہے ہیں کہ تم جو حضور کو عالم الغیب کہتے ہو تو کس اعتبار سے۔ آیا اس لحاظ سے کہ حضور کو بعض غیب کا علم ہے یا اس درجہ سے کہ آپ کو کل غیب کا علم ہے

اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں (یعنی اگر تم حضور کو بعض علوم غیب کی درجہ سے عالم الغیب کہتے ہو) تو اس میں (یعنی اس مطلق بعض غیب کے علم میں اور اس کی درجہ سے عالم الغیب کہنے میں) حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا (بعض) علم غیب (کہ جو عالم الغیب کہنے کے لئے تمہارے اس اصول پر کافی ہو یعنی کچھ کچھ غیب کا علم) تو زید و عمر و بلکہ ہری

و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ کیوں کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔ تو چاہئے کہ (تمہارے اس غلط اصول کی بناء پر) سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔

یہ ہے حضرت مولانا تھانوی کی عبارت، اور یہ ہے اس کا صحیح مطلب جو میں نے عرض کیا۔ افسوس ہے کہ آپ، حفظ الایمان کی عبارت پڑھتے ہیں لیکن اس کا وہ آخری فقرہ چھوڑ جاتے ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے زید و عمرو وغیرہ کے لئے صرف غیب کی کچھ نہ کچھ باتوں کا علم یعنی مطلق بعض علم غیب تسلیم کیا ہے۔ نہ کہ وہ علم جو واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔

اس کے بعد میں آپ کی مثال کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ آپ نے مولانا تھانوی مدظلہ کے متعلق جو مثال پیش کی تھی اس میں اور حفظ الایمان کی عبارت میں بہت بڑا فرق ہے۔ کیونکہ عرف میں مولانا اشرف علی صاحب کو عالم کہا جاتا ہے اور ہر عالم دین کو شرعاً عالم کہنا جائز ہے، بخلاف عالم الغیب کے کہ اس کا اطلاق خدا کے سوا کسی اور پر درست نہیں۔ لہذا حفظ الایمان کی عبارت کی صحیح مثال وہ بن سکتی ہے جس میں کسی مخلوق پر ایسے لفظ کے اطلاق کے متعلق کلام کیا جاوے جو عرف شرع میں خدا کے سوا کسی اور کے لئے نہ بولا جاتا ہو۔ چنانچہ اس کی صحیح مثال ”رازق“ کا لفظ ہے۔ فرض کیجئے کہ کسی ملک کا بادشاہ بہت بڑا فیاض ہے۔ اس کے یہاں لنگر خانہ جاری ہے اور وہ ہر روز ہزاروں محتاجوں اور مسکینوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ اب کوئی احمق مثلاً زید کہنے لگے کہ میں تو اس بادشاہ کو رازق کہوں گا۔ اس پر کوئی دوسرا شخص کہے کہ تم جو اس بادشاہ کو رازق کہتے ہو تو کس اعتبار سے؟ آیا اس لحاظ سے کہ ساری مخلوق کو رزق دیتا ہے یا اس وجہ سے کہ وہ بعض آدمیوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ پہلی شق تو یقیناً باطل ہے۔ اب یہی دوسری شق یعنی یہ کہ اس بادشاہ کو صرف اس وجہ سے رازق کہا جاوے کہ وہ بعض انسانوں کو کھانا کھلاتا ہے، تو اس میں اس بادشاہ کی کیا تخصیص ہے

لے مولوی سردار احمد صاحب نے کل مناظرہ میں حفظ الایمان کی عبارت غالباً سو دفعہ سے کم نہ پڑھی ہوگی۔ کیونکہ وہ ایک ایک تقریر میں کئی کئی دفعہ اس کو پڑھتے تھے۔ جس کی شہادت بریلی کی عالم پبلک سے لی جاسکتی ہے۔ لیکن ہر دفعہ آپ نے یہ عبارت ناقص ہی پڑھی اور کبھی بھول کر بھی یہ آخری فقرہ نہیں پڑھا۔ جس سے ان کے ہستان کی سب قلمی کھل جاتی ہے۔ ۱۲ مرتب

ایک غریب سے غریب انسان اور معمولی درجہ کا مزدور بھی اپنے بچوں کو کھانا کھلاتا ہے ، اور انسان تو انسان چھوٹی چھوٹی چیزیاں اپنے بچوں کو دانہ دیتی ہیں ۔ تو پھر تمہارے اس اصول پر چاہئے کہ ان سب کو رازق کہا جاوے ۔ غور فرمایا جاوے کہ کیا اس میں فیاض بادشاہ کی توہین ہے یا نیک کی حماقت اور جہالت کا اظہار ہے ۔ جو اپنے غلط اصول کی وجہ سے اس بادشاہ کو خواہ مخواہ رازق کہہ کر ایک شرک کا دروازہ کھول رہا تھا ۔ اور کیا کوئی صاحب عقل انسان اس تقریر سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ اس میں ہر غریب مزدور بلکہ ہر چہرہ پرند کو اس فیاض بادشاہ کے برابر کر دیا ۔ ؟
چونکہ وقت ختم ہو گیا اس لئے میں اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں ۔ انشاء اللہ آئندہ بھی اس کے متعلق کچھ اور عرض کر دوں گا ۔

مولوی سردار احمد صاحب حضرات ! آپ نے دیکھ لیا ، مولوی منظور صاحب ادھر ادھر کی باتوں میں وقت گزارتے ہیں ۔ اور میری بات کا کوئی جواب نہیں دیتے ۔ مولوی صاحب ! یاد رکھئے میں آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا ۔ آپ جدھر کو جائیں گے میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ادھر ہی کو جاؤں گا ۔ اور جب تک آپ سے جواب نہیں لے لوں گا یا توبہ نہیں کر لوں گا اس وقت تک سامنے سے مٹنے نہیں دوں گا ۔ میں پنجابی ہوں پنجابی ۔ آپ کا کسی پنجابی سے واسطہ نہیں پڑا ہے ۔ پنجابی بڑا کڑا ہوتا ہے ۔

مسلمانوں ! پھر سن لو حفظ الایمان کی وہ کفری عبارت یہ ہے ۔ (اس کے بعد حفظ الایمان کی وہی عبارت پڑھ دی ۔ اس کے بعد اس طرح تقریر شروع کی) دیکھئے اس عبارت کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ جیسا علم غیب ، حضور اقدسؐ کو ہے ایسا ہر بچہ کو ہر پاگل کو اور ہر چوپائے کو حاصل ہے ۔ اس سے بڑھ کر حضورؐ کی اور کیا توہین ہو سکتی ہے ۔ آپ کہتے ہیں کہ اس عبارت میں ” جیسا “ کا لفظ نہیں ہے ۔ میں مانتا ہوں کہ ہاں نہیں ہے ۔ مگر ” ایسا “ کا لفظ تو ہے ۔ وہ بھی تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے ۔ دیکھئے اگر میں کہوں کہ مولوی منظور صاحب کا علم گدھے ایسا ہے ، کہتے ایسا ہے تو کیا تشبیہ نہ ہوگی ؟ مزدور ہوگی ۔ اور آپ لازمی طور پر اس سے ناراض ہوں گے حالانکہ آپ

میں جیسا کہ لفظ نہیں ہے۔ بلکہ صرف ”ایسا“ ہے۔ پس حفظ الایمان کی عبارت میں چونکہ ”ایسا“ موجود ہے اس لئے اس میں ضرور حضور م کے علم کو جانوروں اور پانگوں کے علم سے تشبیہ دی گئی ہے اور آپ کے علم شریف کو ان کے برابر بتلایا گیا ہے۔

میں نے آپ کے سامنے مولوی اشرف علی صاحب کی ایک مثال پیش کی تھی کہ ان کو عالم کیوں کہا جاتا ہے۔ کل علم کی وجہ سے یا بعض علم کی وجہ سے۔ اگر بعض کی وجہ سے کہا جاتا ہے تو اس میں مولوی اشرف علی صاحب کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو کتے کو بھی ہے گدھے کو بھی سب اور بندر کو بھی ہے۔ اور میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ اس سے مولوی اشرف علی کی توہین ہوگی یا نہیں۔ آپ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ رازق کی مثال بیان کر دی۔ مولوی صاحب! میں نے رازق کو آپ سے تھوڑا ہی پوچھا تھا۔ آپ ادھر ادھر کی باتوں میں وقت ضائع نہ کیجئے۔ جو میں پوچھوں اس کا جواب دیجئے۔

لیجئے اب میں ایک اور مثال پیش کرتا ہوں۔

اگر کوئی شخص آپ کے مولوی صاحب سے سب سے حاصل کر کے خدا کے متعلق یوں کہے کہ خدا کو ”قادر“ کیوں کہا جاتا ہے۔ آیا اس وجہ سے کہ وہ کل چیزوں پر قدرت رکھتا ہے یا اس لئے کہ اس کو بعض چیزوں پر قدرت ہے۔ کل کی وجہ سے کہنا تو اس لئے غلط ہے کہ خدا ممتنعات پر قادر نہیں ہے۔ چنانچہ وہ اپنے جیسا ایک اور خدا نہیں بنا سکتا۔ اور اگر بعض چیزوں پر قدرت رکھنے کی وجہ سے اس کو ”قادر“ کہا جاتا ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ ہی کی کیا خصوصیت ہے ایسی قدرت تو ہر چوڑھے چار بلکہ کتے بے کو بھی حاصل ہے۔ بتلایئے کیا اس میں خدا کی توہین نہیں ہوئی؟ ہوئی اور ضرور ہوئی پس جب کہ حفظ الایمان میں بھی حضور م کے متعلق بالکل ایسی ہی عبارت لکھی گئی ہے تو اس سے بھی ضرور حضور م کی توہین ہوگی۔

مولوی صاحب! آپ دو رنگی چال کو چھوڑ دیجئے۔ ایک طرف تو آپ کہتے ہیں کہ مدینہ شریف کی مٹی کی توہین کرنے والا بھی کافر ہے۔ اور ایک طرف مولوی تھانوی صاحب کو آپ اپنا پیشوا اور بزرگ مانتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے حضور م کی شان میں نہایت سخت گستاخیاں کی ہیں۔

مولوی صاحب! آپ کو جتنی محبت مولوی اشرف علی صاحب سے ہے اگر اتنی بھی حضور م سے ہوتی تو کبھی مولوی

اشرف علی کو آپ اپنا پیشوا نہ مانتے۔ جو شخص آپ کو یا آپ کے کسی بزرگ کو کبھی ایک دفعہ بھی گالی دے گا آپ کبھی اس سے بات کرنا بھی گوارا نہ کریں گے، مگر مولوی تھانوی صاحب نے حضور کو اتنی گندی گالیاں دیں اور پھر بھی آپ ان کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب آپ نے اپنی اس تقریر میں مجھے سخت ایذا پہنچائی۔ اور واللہ العظیم میری بہت زیادہ دل دکھا۔ میں آپ کی اور سب گالیاں برداشت کر سکتا ہوں، اور

حاضرین دیکھ رہے ہیں کہ کل سے برابر برداشت کر رہا ہوں۔ اور انتقام لینا تو درکنار میں ان پر نوٹس بھی نہیں لیتا۔ لیکن یہ گالی میری برداشت سے باہر ہے کہ میرے متعلق یہ کہا جاوے کہ آقائے کونین سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مجھے کسی اور شخص سے محبت ہے۔ میرے نزدیک ایک مسلمان کے لئے اس سے زیادہ تکلیف دہ بات اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ مجھے اگر حضرت مولانا اشرف علی صاحب سے کچھ محبت ہے تو وہ صرف اس لئے کہ میں ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمانبردار امتی اور قبیح سنت سمجھتا ہوں

خدا کی قسم اگر آج مجھے معلوم ہو جائے کہ مولانا اشرف علی صاحب بھی مولوی احمد رضا خان کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باغی ہیں، اور وہ میرے آقا کی سنتوں کی جگہ اپنی یا اپنے باپ دادا کی ایجاد کردہ بدعات در سوم کو رواج دینا چاہتے ہیں تو میرا جو زبانی اور قلمی جہاد آپ لوگوں کے ساتھ جاری ہے، وہی بلکہ اس سے زیادہ سخت مولانا اشرف علی صاحب سے ہوگا۔ آپ تو اپنے گھر کی چار دیواری میں بیٹھ کر عورتوں کی طرح مولانا کو کتے ہیں، مگر منظور جس طرح سنن نبویہ کو سر بلند اور بدعات کے جھنڈے کو سرنگوں کرنے کے لئے بریلی آگیا ہے اور بھگت اللہ اس کی گفتار اور اس کی قلم کی رفتار نے جس طرح بریلی کے حامیان باطل کا قافیہ تنگ کر رکھا ہے، اسی طرح وہ تھکا دھون بھی جائے گا اور وہ مولانا تھانوی سے بھی حق کی حمایت کے لئے بے دریغ جنگ کرے گا۔ منظور کا کوئی ٹھکانا تھانوی سے نہیں ہے وہ صرف اس وجہ سے ان کی حمایت کرتا ہے کہ ان کو ایک خدا پرست مومن اور قبیح سنت بزرگ جانتا ہے۔ مجھ پر آپ کا یہ نہایت ناپاک بہتان اور ناقابل برداشت حملہ ہے کہ مجھ کو معاذ اللہ آقائے کائنات روحی و قلبی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مولانا اشرف علی صاحب سے محبت ہے۔

مالک عرش کی قسم! ایک مولانا اشرف علی صاحب نہیں بلکہ ایسے ایسے کروڑوں اشرف علی قربان ہوں ان

کی خاک پا پر۔ میرے آقا و مولا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس ناقہ مبارکہ پر ایک قدم سوار ہوئے اس کی ٹھوکر سے جو گرد اڑے واللہ العظیم اس کے ذرات کی جو محبت اور عظمت منظور کے قلب میں ہے وہ نہ اپنے باپ کی ہے نہ ماں کی، نہ استاد کی، نہ پیر کی، نہ مولانا اشرف علی صاحب کی، اور نہ کسی دوسرے بزرگ کی۔ میرا ایمان ہے کہ جب تک ایک شخص کو اپنے ماں باپ حتیٰ کہ اپنی جان سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ ہو، اس وقت تک وہ مومن کہلانے کا مستحق نہیں۔ قرآن عزیز کا کھلا اعلان ہے۔

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِمَّنْ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَجِهَادٌ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ - (التوبة: ۲۴)

بہر حال آپ براہ کرم اور جو چاہیں گالی دیں اور جی بھر کر دیں میں برداشت کروں گا۔ لیکن یہ الفاظ ہرگز زبان سے نہ نکالیں کہ تجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ فلاح شخص سے محبت ہے۔ اس گزارش کے بعد میں آپ کی تقریر کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

آپ فرماتے ہیں کہ منظور میری کسی بات کا جواب نہیں دیتا۔ اس کے جواب میں میں اس کے سوا اور کیا عرض کروں کہ اللہ آپ کو وہ کان دے جس سے آپ میری بات سن سکیں۔

بجہ اللہ یہ ہزاروں کا مجمع ہے جس کی موجودگی میں متعدد بار جواب پا کر آپ کا یہ کہنا کچھ زیبا نہیں معلوم ہوتا۔ اور میں تو سمجھتا ہوں کہ اگر آپ کا ضمیر انسانیت اور شرافت سے محروم نہیں ہے تو وہ بھی آپ کی اس بات پر نفرت کرتا

۱۔ ترجمہ: (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ (اے لوگو) اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی، اور بیویاں اور کنوئیں والے اور جو مال کہ تم نے جمع کیا ہے اور وہ تجارت کہ جس کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور اپنے پسینہ مکان (یہ سب چیزیں اگر) تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کے راستہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو (عدا اللہ کے) غمظم رہو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (اس کی نسبت) اپنا حکم نافذ کرے۔ ۱۲

ہوگا۔ بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بِصِيرَةٍ۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں تمہارا سچا نہ چھوڑوں گا۔ میں نہ اس قسم کی باتیں کرنے کا عادی ہوں اور نہ ایسی باتوں کے جواب دینے کا۔ لیکن اب مجھے مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ آپ کو شرمنا چاہئے، سچھے آپ پڑے ہیں یا آپ کے اور آپ کے بڑوں کے سچھے میں پڑا ہوا ہوں۔ جو اپنا گھر بار چھوڑ کر خود آپ کے مرکز بریلی میں ایک سال سے نازل ہوں۔ اور برابر لکھ رہا ہوں، مگر جواب میں زبانیں بند ہیں اور قلم شکستہ اور دوا تین خشک۔ اور آج اکھٹہ اللہ! اللہ کا نام لے کر میں نے آپ کے خاص قلعہ پر حملہ کیا ہے اور خدا کا شکر ہے کہ جامعہ رضویہ میں کھڑا ہو کر دامنِ باطل کی دھیمال اڑا رہا ہوں۔ پھر اس پر آپ کہتے ہیں کہ میں سچا نہ چھوڑوں گا۔ شرم! شرم! شرم!

معاف کیجئے گا اس وقت آپ کی مثال بالکل اس بے غیرت شخص کی سی ہے جس کو کسی شیخ صاحب نے بازار میں پکڑ لیا تھا، شیخ صاحب کا ہنٹر اس پر چل رہا تھا اور وہ برابر یہی کہے جاتا تھا کہ سیک جی میں چھوڑوں گا نا ہی۔ سیک جی میں چھوڑوں گا نا ہی۔

ہاں اس مرتبہ آپ نے بڑے فخر سے یہ بھی فرمایا ہے کہ ”میں پنجابی ہوں پنجابی“ بے شک میں خوب جانتا ہوں کہ آپ پنجابی ہیں۔ اور اسی ضلع گورداسپور کے رہنے والے ہیں جہاں کا غلام احمد قادیانی تھا۔ فرق اتنا ہے کہ وہ اپنے کو غلام احمد کہتا تھا اور اس کے باوجود بغاوت کر کے شریکِ نبوت ہونے کا مدعی بن بیٹھا۔ اور آپ اپنے کو سردار احمد کہتے ہیں۔ اللہ خیر کرے آپ نہ معلوم کہاں تک اڑیں گے۔

خیر یہ تو آپ کی لغویات کا جواب تھا۔ اب اصل بحث کے متعلق سنئے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں ”جیسا“ کا لفظ نہیں ہے لہذا اس میں تشبیہ نہیں ہے۔ اس کے جواب میں پہلے تو آپ نے یہ فرمایا کہ ”جیسا“ اگرچہ لفظوں میں موجود نہیں لیکن یہاں محذوف ہے لیکن جب میں نے آپ کی اس لغو اور نچر بات کا رد کیا اور آپ اس کا کوئی جواب نہ دے سکے تو اس مرتبہ اس حریف

۱۔ یہ مثال حقیقت میں کسی چار کی مشہور ہے۔ مولانا نے ازراہ شرافت کسی چار کا نام نہیں لیا، مگر مولوی

سردار احمد صاحب کا معذبانہ کلام تو اس سے زیادہ کو چاہتا تھا۔ ۱۲ مرتب

کے قصہ کو آپ نے بھی حذف کر دیا۔ اور اب آپ فرماتے ہیں کہ اگرچہ ”جیسا“ کا لفظ وہاں نہیں ہے مگر ”ایسا“ کا لفظ تو ہے۔ لہذا پھر بھی تشبیہ ضرور ہے۔

درحقیقت یہ بھی آپ کا مغالطہ ہے۔ سنئے ! لفظ ”ایسا“ اگر لفظ ”جیسا“ کے ساتھ ہو جب تو وہ تشبیہ ہی کے لئے ہوتا ہے۔ لیکن اگر ”ایسا“ بغیر ”جیسا“ کے ہو تو تشبیہ کے لئے ہونا ضروری نہیں۔ دیکھئے۔ محاورات میں کہتے ہیں کہ ”خدا ایسا قادر مطلق ہے“ اب اس فقویں لفظ ”ایسا“ بغیر ”جیسا“ کے ہے۔ اور تشبیہ نہیں ہے۔ پس حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی ”ایسا“ تشبیہ کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ وہ یہاں بدول تشبیہ کے ”اتنا“ کے معنی میں ہے۔ اور اس سے مراد وہی مطلق بعض غیوب کا علم ہے۔ جس کو زیادہ اطلاق عالم الغیب کی علت قرار دے رہا ہے۔

اس قدر سمجھ لینے کے بعد حفظ الایمان کی اس عبارت کا مطلب بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ میں اپنی پہلی تقریر میں حفظ الایمان کی عبارت کی پوری توضیح کر چکا ہوں۔ اب بار بار اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھتا۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب مظلہ کے متعلق آپ نے جو مثال پیش کی تھی کہ ان کو کل علوم کی وجہ سے عالم کہا جاتا ہے یا بعض علوم کی وجہ سے۔ اس کا جواب میں پہلے عرض کر چکا ہوں اور اسی کو کچھ زیادہ تفصیل سے پھر عرض کرتا ہوں بغور سنئے۔

عرف عام میں ہر اس شخص کو عالم کہتے ہیں جس کو معتد بہ (یعنی کافی اور اچھی خاصی) مقدار میں دینی علوم حاصل ہوں۔ ہم اسی لحاظ سے مولانا اشرف علی صاحب اور دوسرے علماء کو عالم کہتے ہیں۔ نہ کل علوم کی وجہ سے اور نہ مطلق بعض علوم کی وجہ سے۔ بخلاف عالم الغیب کے کہ اس کا اطلاق عرف شریعت یا عرف عام میں خدا کے سوا کسی دوسری ہستی پر کسی حیثیت سے بھی نہیں ہوتا۔ لہذا عبارت حفظ الایمان کا صحیح فوٹو وہ نہیں جو آپ نے پیش کیا بلکہ اس کی

لے واضح رہے کہ لفظ ”ایسا“ کی طرح لفظ ”اتنا“ بھی کبھی تشبیہ کے لئے آتا ہے اور کبھی بلا تشبیہ کے صرف مقدار کے لئے مثلاً کہتے ہیں کہ زید اتنا مالدار ہے جتنا عمرو۔ اس مثال میں ”اتنا“ تشبیہ کے لئے ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ زید اتنا مالدار ہے جس کی حد نہیں۔ یہاں لفظ ”اتنا“ تشبیہ کے لئے نہیں بلکہ مقدار کے لئے ہے۔ ناظرین ہمارے اس نوٹ کو یاد رکھیں۔ ۱۲ مرتب

صحیح مثال وہی (رازق والی) بن سکتے ہیں جو میں عرض کر چکا ہوں۔

اپنی اس تقریر میں آپ نے ایک نئی مثال لفظ ”قادر“ کے اطلاق کی پیش کی ہے وہ بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ عرف عام اور عرف شریعت میں اللہ تعالیٰ کو قادر کہتے ہیں۔ لہذا اس میں اگر اس قسم کی تشقیق کی جاوے گی تو استحفاف لانم آئے گا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہ عرف عام میں کہا جاتا ہے نہ عرف شرع میں۔ لہذا اگر اس کے متعلق یہ تشقیق کی جاوے تو مضائقہ نہیں۔ پس آپ کی یہ دوسری مثال بھی بے موقع ہے۔ علاوہ ازیں یہ کہ لفظ ”قادر“ میں حفظ الایمان کی یہ تقریر جاری بھی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ حق تعالیٰ کو قادر اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ بلا استثناء تمام ممکنات پر قدرت تامہ رکھتا ہے۔ اور جو احمق قدرت عامہ کا یہ مطلب سمجھتا ہے کہ مستنعات اور محالات پر بھی قدرت ہو وہ اعلیٰ درجہ کا جاہل ہے۔ نیز خدا کی قدرت ذاتی ہے اور دوسروں کی عرضی اور عطائی سمجھنے والوں کے لئے یہ بھی بہت بڑا فرق ہے۔ افسوس کہ آپ خالق اور مخلوق کے معاملات میں کوئی فرق نہیں سمجھتے اور ایک کو دوسرے پر قیاس کرنے لگتے ہیں۔ درحقیقت یہی آپ کی بنیادی گمراہی ہے۔

یہاں تک تو میں نے آپ کی تقریر کا مختصر مگر کچھ اللہ کافی اور شافی جواب دے دیا۔ اس کے بعد نفسِ سمجھت کے متعلق ایک چیز اور عرض کرتا ہوں۔

یہ تو حضرات حاضرین کو اس وقت تک کی گفتگو سے معلوم ہو چکا ہوگا کہ میرے اور مولوی سردار احمد صاحب کے درمیان اصول اور مسئلہ کا اختلاف نہیں ہے کیونکہ اس پر ہم سب متفق ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور آپ کی شان میں ادنیٰ گستاخی کفر بلکہ اشد کفر ہے۔ بلکہ اس وقت اختلاف صرف یہ ہے کہ حفظ الایمان کی اس عبارت کا مطلب کیا ہے۔ اگر بالفرض اس عبارت کا وہ مطلب ہو جو مولوی سردار احمد صاحب بیان کر رہے ہیں۔ (اور جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے حسام الحرمین میں لکھا ہے) جب تو ہمارے نزدیک بھی وہ موجب کفر ہے۔ اور اگر اس کا مطلب وہ ہو جو میں عرض کر رہا ہوں تو مولوی سردار احمد صاحب کے نزدیک بھی اس سے کفر ثابت نہیں ہوتا بہر حال اختلاف صرف اس عبارت کے مطلب میں ہے۔ اور دنیا بھر کے عقل مندوں کا مسئلہ اصول ہے کہ مصنف ہی اپنی تصنیف کا مطلب سب سے زیادہ صحیح سمجھ سکتا ہے۔ غالب کے اشعار کا یہ مطلب خود غالب نے سمجھا دوسرے لوگ یقیناً ایسا نہیں سمجھ سکتے ع تصنیف را مصنف نیکو کند بیاں

اسی اصول کے ماتحت مرے اور مولوی سردار احمد صاحب کے اختلاف کا فیصلہ بہت آسانی سے ہو سکتا ہے۔ حفظ الایمان کے مصنف حضرت مولانا اشرف علی صاحب مظہر مجدد اللہ حیات ہیں ان سے دریافت کیا جاسکتا ہے کہ اس عبارت کا مطلب ان کے نزدیک کیا ہے۔ اور کس مقصد کے لئے انہوں نے یہ عبارت لکھی ہے ؟ اور اگر اتنی بھی تکلیف گوارا نہ کی جاسکے تو ان کا مطبوعہ رسالہ ”بسط البنان“ دیکھ لیا جائے۔ اس میں مولانا ممدوح نے خود اپنی اس عبارت کا مطلب بیان کیا ہے۔ اور مجدد اللہ وہی ہے جو میں عرض کر رہا ہوں۔ اگر دیانت اور خدا کا خوف ہو تو اس نزاع کا فیصلہ اس طرح بہت آسانی سے ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد میں اسی بسط البنان کی ابتدائی چند سطریں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

یہ بسط البنان حضرت مولانا نے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمائی ہے۔ سوال یہ تھا کہ۔
 ”مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی ”حسام الحرمین“ میں آپ کی نسبت لکھتے ہیں کہ آپ نے ”حفظ الایمان“ میں اس کی تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا ہر بچہ کو اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چڑیا پتھر کو حاصل ہے۔

- ۱۔ کیا آپ نے حفظ الایمان میں یا کسی کتاب میں ایسی تصریح کی ہے ؟
 - ۲۔ اگر تصریح نہیں تو بطریق لزوم بھی یہ مضمون آپ کی کسی عبارت سے نکل سکتا ہے ؟
 - ۳۔ یا ایسا مضمون آپ کی مراد ہے۔ اگر آپ نے نہ ایسے مضمون کی تصریح فرمائی نہ اشارۃً معاد عبارت
 - ۴۔ تو ایسے شخص کو جو یہ اعتقاد رکھے یا صراحتاً یا اشارۃً کہ اسے آپ مسلمان کہتے ہیں یا کافر ؟
- مولانا کا جواب ملاحظہ ہو۔

۱۔ میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی کبھی اس مضمون کا خطرہ نہیں گزرا۔

۲۔ میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا۔

۳ : جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں اور میرے دل میں بھی کبھی اس کا خطرہ نہیں گزرا جیسا کہ اوپر معروض ہوا، تو میری مراد کیسے ہو سکتا ہے۔

۴ : جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحتاً یا اشارتاً یہ بات کہ میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی " (بسط البنان : ص ۲)

اس کے حضرت مولانا نے کسی قدر تفصیل کے ساتھ حفظ الایمان کی عبارت کا مطلب بھی لکھا ہے اور وہ بجز اللہ وہی ہے جو میں عرض کر چکا ہوں۔ آپ غور فرمائیں کہ حضرت مولانا مظلہ کی ان تصریحات کے بعد کیا گنجائش باقی رہتی ہے فَبَآئِي حَدِيثَ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ۔ پس اس کے بعد کس بات پر ایمان لاؤ گے۔

اس کے بعد بھی اگر کسی مریض قلب کی شفا نہ ہو اور وہ شفا کا طالب ہو تو میں اس سے اخیر یہ اور عرض کروں گا کہ وہ ایک دو دن کے لئے خود تھکا نہ بھون چلا جائے اور حق پرستی کی آنکھ سے حضرت مولانا کے حالات کا مطالعہ کرے اور دیکھے کہ آقائے کونین سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثار غلام، اور اطاعت شعار امتی ایسے ہوتے ہیں۔ میں بجز اللہ یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر خدا نے دل پر مہر نہ لگا دی ہوگی تو انشاء اللہ ضرور بالضرور عارف حقیقی کی زبان میں یہی کتا ہوا آئے گا۔

چنیں کہ دندہ خلقے در تاشا ہمیں گفتند حاشا ثم حاشا

کزین روئے نکو بد کا ری آید وزین دل دار دل آزار سی آید

حضرات! آپ نے دیکھ لیا، اس مرتبہ بھی مولوی منظور صاحب

مولوی سرمد ار احمد صاحب نے دغظ میں اور ادھر ادھر کی باتوں میں وقت گزار دیا اور میری

باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا۔ مولوی صاحب! میں کتا ہوں حضرت غوث پاک کا۔ میں آپ کا پیچھا نہیں چھوڑ سکتا۔ آپ جدھر کو دوڑیں گے میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ادھر ہی کو دوڑوں گا۔

آپ کہتے ہیں کہ "ایسا" اگر بغیر "جیسا" کے ہو تو تشبیہ کے لئے نہیں آتا۔ اچھا بتلایئے اگر ہم یوں کہیں کہ مولوی منظور صاحب کا علم کتے ایسا ہے۔ یا مولوی اشرف علی صاحب کا علم گدھے ایسا ہے، تو اس میں تشبیہ ہوگی یا نہیں؟

آپ کے کہنے کے مطابق تو اس میں تشبیہ نہ ہوگی تو کیا آپ اس کو گوارا کریں گے؟ میں تو سمجھتا ہوں کہ آپ کبھی بھی گوارا نہیں کریں گے۔ اور ابھی شور مچا دیں گے کہ سردار احمد نے ہم کو گالی دے دی، اور ہمارے علم کو کتے اور گدھے کے برابر بتلادیا، پھر جب حفظ الایمان میں بھی یہی ”ایسا“ کا لفظ موجود ہے تو آپ اس میں کیوں تاویلیں کرتے ہیں؟ اور صاف مولوی تھانوی صاحب کے کفر کا اقرار کیوں نہیں کر لیتے؟ کیا حضورؐ کی عزت اتنی بھی نہیں ہے جتنی کہ آپ کی؟ یا آپ کے تھانوی صاحب کی؟

اس تقریر میں آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ لفظ ”ایسا“ بلا تشبیہ کے ”اتنا“ کے معنی میں بھی آتا ہے۔ آپ اس کو محاورات اور لغت سے ثابت کیجئے۔ مولوی صاحب! حفظ الایمان اردو زبان میں ہے وہ ایرانی یا تورانی میں نہیں ہے۔ اس میں آپ کی یہ تاویلیں نہیں چل سکتیں۔

میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ اگر کوئی شخص مولوی تھانوی صاحب کی نسبت یوں کہے کہ ان کو عالم کیوں کہا جاتا ہے؟ کل علوم کی وجہ سے یا بعض علوم کی وجہ سے؟ تھانوی صاحب کو کل علوم کا حاصل ہونا تو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے باطل ہے۔ اور اگر بعض کی وجہ سے کہا جاوے تو اس میں تھانوی صاحب کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا بعض علم تو گدھے کو بھی ہے، کتے کو بھی ہے، سور اور بندر کو بھی ہے۔ تو اس میں تھانوی صاحب کی توہین ہوگی یا نہیں؟ آپ نے ابھی تک اس کا کوئی صاف جواب نہیں دیا۔ جو کچھ آپ کے دل میں ہے آپ صاف کیوں نہیں کہہ دیتے، آپ چھپاتے کیوں، میں؟

مولوی صاحب! یہاں آپ کی چالاکیوں سے کام نہیں چلے گا، میں بڑا ٹیڑھا پنجابی ہوں۔ یاد رکھئے جب تک میں آپ سے تھانوی صاحب کے کفر کا اقرار نہیں کرالوں گا، اور تو بہ نہیں کرالوں گا، اس وقت تک آپ کا بیچھا چھوڑ نہیں سکتا۔

آپ نے اس مرتبہ تھانوی صاحب کی لبسۃ البنان کی بھی عبارت پڑھی ہے بس اسی سے ہمارا آپ کا فیصلہ ہو گیا۔ دیکھتے انہوں نے خود لکھ دیا کہ جو شخص حضورؐ کی شان میں ایسا کفر کہے کہ غیب کا علم جیسا حضورؐ کو ہے، ایسا ہر کچھ ہر باطل اور ہر جانور کو حاصل ہے، تو وہ خارج از اسلام ہے۔ ہم بھی بس یہی کہتے ہیں۔ دیکھئے حق کی طاقت یہ ہے حضرت عنوث پاک کی کرامت یہ ہے۔ کہ خود تھانوی صاحب ہی کے منہ سے ان کا کفر قبول کر دالیا۔ میں ثابت کر چکا ہوں

کہ حفظ الایمان میں ایسا لکھا گیا ہے۔ اور تھانوی صاحب اقرار کرتے ہیں کہ ایسا لکھنے والا خارج از اسلام ہے۔ تو نتیجہ صاف یہ نکلا کہ تھانوی صاحب خارج از اسلام ہیں۔ اور ہم بھی یہی کہتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ خارج از اسلام کا لفظ بول رہے ہیں اور ہم ٹھٹھٹ کا ذکر کر رہے ہیں۔ مطلب دونوں کا ایک ہی ہے۔

اکھٹا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صید آگیا

مولوی منظور صاحب نے اپنی اس تقریر میں تھانوی صاحب کی بڑی بڑی تعریفیں کی ہیں۔ یہ مولوی صاحب کی دوزخی چال ہے۔ ایک طرف تو کہتے ہیں کہ حضورؐ کی شان میں ادنیٰ گستاخی کرنے والا کافر ہے، ملعون ہے، واجب القتل ہے اور دوسری طرف تھانوی صاحب کو اپنا سرتاج مانتے ہیں اور لوگوں کو ان کے مرید بننے کی دعوت دیتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے حضورؐ کی شان میں نہایت گندی گالیاں لکھی ہیں، جیسا کہ میں ثابت کر چکا ہوں۔ اور دربار رسالت میں ان کی گالی ایک یہی نہیں ہے اس کے علاوہ بھی ان کے بہت سے کفریات ہیں۔ وہ تو اپنا کلمہ بھی پڑھواتے ہیں۔ دیکھئے ان کے رسالہ ”الامداد“ میں ایک واقعہ چھپا ہے۔ کہ ان کا ایک مرید دن بھر لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ ﷺ رٹتا رہا۔ اور مولوی تھانوی صاحب نے اس کو کچھ بھی تنبیہ نہیں کی بلکہ اس کی خوش اعتقادگی کی اور داد دی، اور صاف لکھ دیا کہ

”اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ قبیح سنت ہے“

اور سنئے خود تھانوی صاحب نے اپنا ایک واقعہ لکھا ہے کہ۔ خواب میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کے گھر میں تشریف لائیں۔ اور اس کی تعبیر انہوں نے یہ نکالی۔ کہ کسی کم سن لڑکی سے میرا نکاح ہوگا۔

مسلمان اپنے کلیجہ پر ہاتھ رکھ کر سوچیں، اس سے بڑھ کر گستاخی اور کیا ہو سکتی ہے۔ کوئی شریف آدمی بھی خواب میں ماں کو دیکھ کر جو رو کی تعبیر نہیں نکالے گا۔

مولوی صاحب آپ کہاں تک جواب دیں گے۔ ابھی تو میں نے آپ کے تھانوی صاحب کے تین ہی کفر گناتے ہیں

اور ابھی سینکڑوں باقی ہیں۔

آپ سے ابھی تک حفظ الایمان کا کفر ہی نہیں اٹھ سکا۔ اب یہ دو کفر آپ پر اور سوار ہو گئے۔ مگر یاد رکھئے کہ

ان کا جواب بھی آپ قیامت تک نہیں دے سکیں گے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

مولانا محمد منظور صاحب

معلوم ہوتا ہے کہ مولوی سردار احمد صاحب گھر سے قسم کھا کر آئے ہیں

کہ اپنی ہر تقریر میں یہ ضرور فرمایا کریں گے کہ منظور نے میری کسی بات

کا جواب نہیں دیا۔ مسلمانانِ بریلی کو یاد ہوگا کہ اب سے کئی ماہ پیشتر پنڈت گوپی چند صاحب سے بریلی ہی میں میرا مناظرہ ہوا تھا۔ وہ اعتراضات پیش کرتے تھے اور میں بعونہ تعالیٰ جواب دیتا تھا۔ لیکن اپنی ہر تقریر میں وہ یہ ضرور فرما دیتے تھے کہ مولوی صاحب نے میری کسی بات کا جواب نہیں دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص بھی حق کے مقابلہ کے لئے آتا ہے وہ ایسا ہی سخن پر ہٹ دھرم ہوتا ہے۔ تشابہتِ قلوب ہم۔

اس تقریر میں آپ نے پھر فرمایا کہ میں پچھپا نہیں چھوڑوں گا۔ اس کا صحیح مگر دندان شکن جواب پالینے کے بعد پھر اسی کو منہ پر لانا آپ ہی کی جرأت اور غیرت ہے۔ آپ کے ساتھیوں کو چاہئے کہ اس دیدہ دلیری پر آپ کی خوب کڑھولیں۔ اس مرتبہ آپ نے پھر حضرت مولانا تھانوی کے متعلق وہی مثال پیش کی ہے۔ میں دوبار اس کا مفصل جواب دے چکا ہوں۔ اور اس میں، اور حفظ الایمان کی عبارت میں فرق بیان کر چکا ہوں۔ بار بار جواب پالینے کے بعد پھر اسی کو ذکر کرنا ترش چھا چھ کا بلونا ہے۔ اور اگر واقعی آپ کی سمجھ میں وہ فرق نہیں آیا، تو آپ کے مدرسہ کے شیخ الحدیث مولوی عبدالعزیز صاحب آپ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں، میں ان کو جانتا ہوں، اور میرا خیال ہے کہ انہوں نے ضرور اس فرق کو سمجھ لیا ہوگا۔ آپ ان سے دریافت کیجئے، اور اگر پھر بھی سمجھ میں نہ آوے تو اپنی عقل پر ماتم کیجئے۔

لفظ ”ایسا“ کے متعلق میرا یہ دعوے نہیں ہے کہ وہ بغیر ”جیسا“ کے تشبیہ کے لئے آتا ہی نہیں۔ بلکہ میرا دعوہ یہ ہے کہ اگر ”ایسا“ بغیر ”جیسا“ کے ہو تو تشبیہ کے لئے ہونا ضروری نہیں، بلکہ اس صورت میں وہ تشبیہ کے علاوہ دوسرے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔

میرے متعلق جو مثال آپ نے پیش کی ہے اس میں لفظ ”ایسا“ بے شک تشبیہ ہی کے لئے ہے۔ اور میری یا مولانا تھانوی کی ہی خصوصیت نہیں، بلکہ آپ سے سیکھ کر اگر کوئی بدتمیز اور بدتمذیب مولوی احمد رضا خان صاحب کے متعلق یہ

کے کہ ان کا علم سَوَ ایسا تھا گدھے ایسا تھا تو بے شک اس نے مولوی احمد رضا خان صاحب کی سخت توہین کی۔ کیوں کہ از روئے محاورات ایسے موقع پر لفظ ”ایسا“ تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ لفظ ”ایسا“ ہر جگہ تشبیہ ہی کے لئے ہو، بلکہ جس طرح کہ میں عرض کر چکا ہوں۔ وہ بعض اوقات بغیر تشبیہ کے بھی مستعمل ہوتا ہے۔ اور حفظ الایمان کی عبارت میں بھی جیسا کہ میں بدلائل قاہرہ ثابت کر چکا ہوں، وہ بغیر تشبیہ کے ”اتنا“ کے معنی میں ہے۔ اور اس سے مطلق بعض علوم غیبیہ مراد ہیں۔ آپ نے مجھ سے ”ایسا“ بمعنی اتنا مستعمل ہونے کا ثبوت لغت اور محاورات سے طلب کیا ہے۔ یہ مطالبہ آپ کا بے شک صحیح ہے۔ سنئے !

امیر مینائی مرحوم نے امیر اللغات جلد دوم صفحہ ۳۲۲ پر لفظ ”ایسا“ کی کابل تحقیق کی ہے اور اس کے چند معنی بیان کئے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک معنی یہ بھی بیان کئے ہیں جو میں نے عرض کئے۔ اس موقع پر ان کی عبارت یہ ہے۔

ایسا (معنی) اتنا۔ اس قدر۔ فقرہ ایسا مارا کہ ادھ مڑا کر دیا۔ شعر سے

اس بادہ کشش کا جسم ہے ایسا لطیف و صاف
(برقی) زنار پر گمان ہے موج شراب کا

لیجئے اب تو میں نے لغت سے ثابت کر دیا کہ ”ایسا“ بلا تشبیہ کے اتنا کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اور اردو کے نظم و نثر کے محاورات میں ان معنی میں اس کا استعمال شائع ہوا ہے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ مصنف حفظ الایمان حضرت مولانا اشرف علی صاحب خود ایسے شخص کو کافر سمجھتے ہیں جو حضور کے علم شریف کو جانوروں اور یا گلوں کے برابر بتلاتے۔ اور اس کے ثبوت میں میں نے بسط البنان کی عبارت پڑھی تھی اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ مولوی اشرف علی صاحب نے خود اپنے کفر کا اقرار کر لیا۔ اَنَا لِلّٰہ وَاَنَا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ کوئی شریر آدمی مولوی حامد رضا خان صاحب سے کہے کہ آپ سود لیتے ہیں اور حرام کھاتے ہیں۔ وہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ بالکل غلط ہے میں نے آج تک کبھی ایک پانی بھی کسی سے سود کی نہیں لی۔ میں تو سود کو حرام اور سود خوار کو جہنمی سمجھتا ہوں۔ اس پر وہ کینہہ شریر اعلان کر دے کہ مولوی حامد رضا خان نے خود اپنے حرام خور اور جہنمی ہونے کا اقرار کر لیا۔ تو کیا یہ اس کا پا جی پن نہ ہوگا۔ مہربان من ! یہ مناظرہ کا پیٹ فام

ہے۔ یہاں کچھ سوچ سمجھ کر بات کہا کیجئے۔

اس مرتبہ آپ نے عاجز آکر حفظ الایمان کی بحث سے گریز کر کے دوسری دو بحثیں چھیڑی ہیں۔ چونکہ میرا وقت قریب الختم ہے۔ اس لئے اس وقت نہایت مختصر جواب پر اکتفا کرتا ہوں۔

افسوس ہے کہ اس موقع پر بھی آپ نے نہایت شرمناک افتراء پردازی سے کام لیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ۔
مولوی اشرف علی صاحب کا ایک مرید دن بھر ”لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ“ رٹتا رہا۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)
یہ محض آپ کا افتراء اور نہایت حیا سوز افتراء ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص نے جو آپ کے پنجاب ہی کا رہنے والا تھا خواب دیکھا کہ وہ کلمہ اس طرح پڑھ رہا ہے۔ اور یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ خواب کی بات پر کوئی حکم شرعی عائد نہیں ہوتا۔ اگر کوئی کافر خواب میں اسلام لے آئے تو اس کا اسلام معتبر نہیں۔ اور اسی طرح اگر کسی مسلمان سے خواب میں کلمات کفر سرزد ہو جائیں تو وہ ان کی وجہ سے کافر نہیں ہوتا۔ حدیث شریف میں ہے ”لا تقربیط فی النوم“
غیند میں جرم جرم نہیں۔ آپ ہی بتلائے کہ اگر کوئی شخص خواب میں زنا کرے کیا آپ اس پر حد جاری کرائیں گے؟
بہر حال یہ کلمات اس شخص سے صرف حالت خواب میں سرزد ہوئے تھے، لہذا اس پر کفر عائد نہیں ہوتا۔ نیز ان کے علاوہ جو دوسرے کلمات خواب کے بعد اضطراری حالت میں اس شخص کی زبان سے نکلے بھائی کا ابھی آپ نے ذکر نہیں کیا، ان کی وجہ سے بھی اس کی تکفیر نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ بلا اختیاراً خطاً جو کلمات کفر کسی کی زبان سے سرزد ہو جائیں وہ بھی شریعت میں موجب کفر نہیں۔

لے فقہ حنفی کی مشہور و مستداول کتاب شامی میں امام ابن الہمام کی تحریر الاصول کے حوالہ سے منقول ہے کہ تبطل عباراتہ من الاسلام والردۃ والطلاق ولم توصف بخبر ولا انشاء وصدق وکذب کالحنان الطیور سونے والے کا کلام (مثلاً) اسلام لانا یا مرتد ہو جانا، یا طلاق دینا، یہ سب لغو اور بیکار ہے۔ نہ اس کو خبر کہا جاسکتا ہے نہ اشار اور نہ پس نہ جھوٹ، مثل پرندوں کی آواز کے۔ مرتب

لے حدیث شریف میں ہے رفع عن امتی الخطأ والنسیان یعنی خطا اور نسیان پر میری امت سے مواخذہ نہ ہوگا۔ اور شامی میں ہے ومن تکلم بما مخطأ او مکرہا لا یکفر عند الكل جس سے کلمہ کفر خطاً (یعنی بلا قصد و

علیٰ ہذا جو دوسرا خواب ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق آپ نے ذکر کیا ہے۔ اس میں بھی نہایت شرمناک غلط بیانیوں سے کام لیا ہے۔ ایک جھوٹ تو آپ نے یہ بولا کہ خود مولانا اشرف علی صاحب نے خواب دیکھا، حالانکہ یہ آپ کا خالص جھوٹ ہے۔ وہ خواب کسی دوسرے شخص کا ہے۔ پھر آپ نے جو توہین آمیز اور بازیاری الفاظ ادا کئے وہ بھی محض آپ کے تصنیف کردہ ہیں۔ حضرت مولانا مھمانوی ان سے بری ہیں۔ رہا آپ کا یہ اعتراض کہ خواب میں ام المؤمنین کی تشریف آوری سے جدید نکاح کی تعبیر کیوں اور کس طرح نکالی گئی، سو یہ فنِ تعبیر سے آپ کی جہالت اور ناواقفیت ہے جس کی کوئی شکایت نہیں۔

علامہ عبد الغنی نابلسیؒ اپنی کتاب ”تعییر الانام بتعبیر المنام“ میں ارقام فرماتے ہیں کہ۔ اگر کوئی شخص خواب دیکھے کہ ازواج مطہرات امہات المؤمنینؓ میں سے کوئی اس کے گھر میں تشریف لائی ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ کسی نیک عورت سے اس کا نکاح ہوگا۔

اب فرمائیے کہ ان علامہ کے متعلق کیا فتوے ہے۔ جو صرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ہی نہیں بلکہ تمام امہات المؤمنین کی تشریف آوری کی سب سے تعبیر لکھ رہے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ وہی عبد الغنی نابلسی ہیں، جن کو آپ کے اعلیٰ حضرت اپنی تصانیف میں کہیں ”امام“ علامہ ”عارف باللہ“ اور کسی جگہ ”علامہ جلیل القدر، عظیم الفخر امام ظاہر دباطن رحمہ اللہ وغیرہ وغیرہ اعلیٰ خطابات سے یاد فرماتے ہیں۔

پس اگر واقعی آپ کے نزدیک مولانا مھمانوی مظلوم اس تعبیر کی وجہ سے کافر ہیں تو اب ان علامہ کو ڈبل کافر کہنے اور چونکہ آپ کے اعلیٰ حضرت ان کے مدائح ہیں اور ان کو امام ظاہر دباطن تسلیم کر رہے لہذا ان کو بھی کافر کہنے۔

سچہ خواہی گفت قربانت شوم تا من بہاں گویم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) واختار (سرزد ہو جائے یا کوئی زبردستی کموائے تو ایسی صورت میں کسی کے نزدیک بھی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ شامی صفحہ ۲۸۵ : اس بحث کی مکمل اور لاجواب تحقیق جس کے بعد کسی معاند کو بھی شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔

”سیفِ یانی“ میں تقریباً ۳۰، ۳۵ صفحات پر کی گئی ہے ناظرین اس کو ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲ مرتب۔

۱۰ ملاحظہ ہو خان صاحب کا رسالہ ”بریق المنار“ صفحہ ۶، ۷، ۸۔ ۱۲ مرتب

دوسرے دن کا مناظرہ ختم ہوا

واضح رہے کہ ہم نے ہر دو مناظروں کی بعض وہ تقریریں جن میں مضامین کی محض تکرار تھی ذکر کرنے سے چھوڑ دی ہیں

اور درحقیقت ان کو نقل کرنے میں بے کارطوالت کے سوا کوئی فائدہ بھی نہ تھا۔ نیز ناظرین کو بھی یہ خیال ہوگا، کہ مولوی سردار احمد صاحب کی تقریریں مولانا محمد منظور صاحب کے مقابلہ میں عموماً مختصر ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہوئی کہ مولوی سردار احمد صاحب بعض اوقات اپنے وقت سے بہت پہلے تقریر ختم فرما دیتے تھے۔ چنانچہ ان کے بعض تقریریں صرف تین منٹ اور چار منٹ کی بھی ہوتیں، بخلاف مولانا محمد منظور صاحب کے کہ آپ کی ہر تقریر پورے وقت میں ہوتی تھی اور پھر بھی آپ کو وقت کی تنگی کی شکایت رہتی تھی۔

اگر دوسری وجہ یہ ہے کہ مولوی سردار احمد صاحب اکثر و بیشتر ایک ہی تقریر میں ایک بات کو تین تین اور چار چار دفعہ دوہراتے تھے جس کی شہادت خود ان کی جماعت بھی دے سکتی ہے۔ ہم نے ان کی اس بے کار تکرار کو، قلم بند کرنا غیر ضروری سمجھا۔

اور تیسری وجہ یہ ہے کہ مولانا محمد منظور صاحب مولوی سردار احمد صاحب کے مقابلہ میں بولتے بھی بہت تیزی سے تھے۔ اس کی شہادت بھی موافق و مخالف پبلک سے لی جاسکتی ہے۔ بہر حال ہر دو صاحبان کی تقریروں کی مقدار میں جو تفاوت ہے وہ ان وجوہات سے ہے۔



مُناظرہ

کا — تیسرا — دن

۲۲ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ یومِ شنبہ

(بعد خطبہ)

مولوی سردار احمد صاحب

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝

حضرات ! کل سے مولوی منظور احمد صاحب پر میرا مطالبہ قائم ہے اور وہ ابھی تک اس کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔ میرا دعوئے ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب نے حفظ الایمان میں حضور سید عالم نور مجسم شفیع اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے اور آپ کے علم اقدس کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا ہے۔ میں کل سے برابر اس کو ثابت کر رہا ہوں۔ اور مولوی منظور صاحب نہ اس کو رد ہی کرتے ہیں اور نہ حفظ الایمان کے اس کفری مضمون سے توبہ ہی کرتے ہیں۔ لیجئے اب میں پھر اس عبارت کو پڑھ کر سناتا ہوں۔

(اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب نے حفظ الایمان کی عبارت پڑھ کر سنائی اور اس کے بعد فرمایا)
دیکھئے ! اس میں صاف ”ایسا“ کا لفظ موجود ہے لہذا ضرور اس میں تشبیہ ہے۔ اور بے شک حضور ص کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا گیا ہے۔ مولوی منظور صاحب نے کل فرمایا تھا کہ یہاں لفظ ”ایسا“ اتنا“ کے معنی میں ہے۔ لیجئے اب تو میرا اعتراض اور زیادہ واضح ہو گیا۔ آپ کے اس قول پر تو حفظ الایمان کی عبارت کا صاف مطلب یہ ہو گا کہ۔

”غیب کی باتوں کا جتنا علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اتنا ہر بچہ کو اور ہر جانور اور ہر
پاگل کو ہے“

لیجئے مولوی صاحب اب تو آپ نے خود میرے دعوے کو ثابت کر دیا۔

جادو وہ ہے جو سر چڑھ کے بولے

مولوی صاحب ! یہ آپ کی کمزوری نہیں ہے یہ حضرت غوث پاک کی کرامت ہے ، یہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برکت ہے۔ دیکھئے جو انہوں نے حسام اکھرین میں لکھا تھا۔ اب خود آپ نے اپنی زبان سے اس کا اقرار کر لیا۔ اعلیٰ حضرت کا دعوے بھی تو یہی تھا کہ حفظ الایمان میں حضور کے علم شریف کو جانوروں اور پالگوں کے برابر بتلایا ہے۔ کل آپ نے خود تسلیم کر لیا کہ حفظ الایمان میں ”ایسا“ کا لفظ ”اتنا“ اور اس قدر“ کے معنی میں ہے۔ تو اب حفظ الایمان کی عبارت کا مطلب صاف ہو گیا کہ۔

”غیب کی باتوں کا جتنا علم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے“ ”ایسا“ یعنی بقول آپ کے ”اتنا“ اور اس قدر“ ہر بچے اور ہر پاگل اور ہر جانور کو حاصل ہے“ اب تو آپ نے خود اقرار کر لیا ، اب تو توبہ کر کے مسلمان ہو جائیے ۔

مولوی صاحب ! آپ اسی قابلیت پر اعلیٰ حضرت حجتہ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب سے مخاطب کرتے تھے ، آج ان کے ایک ادنیٰ غلام نے آپ کی زبان سے اقرار کر لیا ، کہ حفظ الایمان کی عبارت کا وہی مطلب ہے جو اعلیٰ حضرت نے حسام اکھرین میں لکھا ہے۔ اور جس کی وجہ سے تکفیر کی ہے۔ آپ نے کل مولوی اشرف علی بسط البنان کی عبارت پڑھی تھی جس میں صاف اقرار تھا کہ ”جو شخص حضور کے علم غیب کو جانوروں اور پالگوں کے برابر بتلائے وہ خارج از اسلام ہے“ اور آپ نے مان لیا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں لفظ ”ایسا“ ”اتنا“ اور اس قدر“ کے معنی میں ہے۔ جس سے یہ باہت بالکل ثابت ہو گئی کہ حفظ الایمان میں حضور کے علم شریف کو ، جانوروں اور پالگوں کے برابر بتلایا گیا ہے۔ لہذا اب مولوی اشرف علی صاحب خود اپنے اور آپ کے اقرار سے کافر ٹھہرے۔ ایسے ہی کافروں کے حق میں قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ یکفرون با فواہہم یعنی وہ خود اپنے منہ سے کافر بنتے ہیں۔

۱۰ جو قرآن حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور جو مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے اس میں کہیں یہ آیت موجود نہیں۔

ابھ ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد پھنس گیا

مولوی منظور صاحب نے پہلے یہ بھی کہا تھا کہ چونکہ حفظ الایمان کی عبارت میں ”ایسا“ بغیر ”جیسا“ کے ہے لہذا تشبیہ کے لئے نہیں۔ مگر جب میں نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص آپ کے یا آپ کے مولوی تھانوی صاحب کے متعلق کہے کہ ”ان کا علم گدھے ایسا ہے“ تو اس میں تشبیہ اور آپ کی توہین ہوگی یا نہیں؟ تو بہت دیر تک مولوی صاحب اس کے جواب میں ٹال مٹول کرتے رہے۔ لیکن جب مولوی صاحب نے سمجھا کہ سردار احمد پنجابی ہے وہ جواب لئے بغیر پیچھا نہیں چھوڑے گا تو آپ نے کل آخر میں اس کا جواب دیا اور تسلیم کر لیا کہ اس میں تشبیہ اور توہین ہے۔ آپ سب لوگوں کو مولوی صاحب کی یہ بات یاد ہوگی۔

بس مسلمانو! اب خود فیصلہ کر لو۔ وہی ”ایسا“ بغیر ”جیسا“ کے اگر مولوی منظور صاحب یا مولوی تھانوی صاحب کی شان میں بولا جائے تو اس سے ان صاحبوں کی توہین ہو جائے۔ او وہی لفظ جب حضورؐ کے متعلق مولوی تھانوی صاحب لکھ دیں تو اس میں حضورؐ کی کچھ توہین نہ ہو۔

اللہ اکبر۔ مولوی منظور صاحب اور تھانوی صاحب کی عزت حضورؐ سے بھی زیادہ ہوئی۔ کیوں مولوی صاحب یہی ہے آپ کا دھرم۔

مولا نا محمد منظور صاحب
ابعد خطبہ ماثورہ، اللهم رب جبرئیل و میکائیل
منزل التوراة والانجیل والقرآن العلیل

فاطر السموت والارض انت تحكم بین عبادك فیما هم فیہ یختلفون
اهدنا لما اختلف فیہ من الحق باذنك ائنا نرید سی من تشاء الی صراط مستقیم
بسم الله الرحمن الرحیم

میرا خیال تھا کہ اس بیس گھنٹے کی فرصت میں مولوی سردار احمد صاحب نے کوئی خاص تیاری کی ہوگی۔ او
وہ کچھ نئی نئی باتیں سوچ کر لائے ہوں گے، مگر

غلط بود آنچه ما پنداشتیم

مولوی صاحب کی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ آپ آج بھی اسی منزل میں ہیں جس میں آپ کل تھے۔ بخدا مجھے حیرت ہوتی ہے کہ جن باتوں کا آپ بار بار جواب پانچکے پھر کس طرح ان کو زبان پر لاتے ہیں۔ اور غضب یہ ہے کہ ہر بار آپ یہ فرماتے ہیں کہ میری کسی بات کا جواب نہیں دیا گیا۔ صحیح بخاری شریف اور دوسری کتب حدیث میں ایک روایت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری مرض میں وفات شریف سے تین چار روز قبل ایک دن فرمایا کہ ایک کاغذ لاؤ میں تم کو ایک ایسا نوشتہ لکھ دوں کہ تم اس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے اس کے بعد صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں ”قَالُوا هَجَرَ اسْتَفْهَمُوهُ“ یعنی حاضرین نے (یا حاضرین میں سے کسی نے) کہا ”آپ سے پوچھو تو سہی کیا آپ نے ہم کو چھوڑ دیا ؟“

کننے والے کا مطلب یہ تھا کہ کیا حضور ہمیشہ کے لئے ہم سے مفارقت اختیار فرما رہے ہیں جو اس قسم کا، وصیت نامہ لکھنا چاہتے ہیں ؟

اس روایت میں یہ بھی ذکر ہے کہ وہاں حاضرین میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ اب شیعہ صاحبان جو بزرگان دین کی تکفیر میں آپ تک بھی استاد ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاذ اللہ کافر ثابت کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ یہ قول (هَجَرَ اسْتَفْهَمُوهُ) انہی کا ہے اور اس میں جو ”هَجَرَ“ کا لفظ ہے وہ ”هَجَرَ“ سے مشتق ہے جس کے معنی ”بیودہ بکواس“ کے ہیں۔ اور معاذ اللہ اس قول کا مطلب یہ ہے کہ ”حضور نے مذہب بکا“ (نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ مِثْلِ هَذِهِ الْكَلِمَةِ الْغَبِيْثَةِ)۔

شیعہ صاحبان کو یہ اعتراض پیش کئے سینکڑوں برس ہو گئے اور اس وقت سے اب تک اہلسنت نے ہزاروں مرتبہ تحریروں اور تقریروں میں ان کے اس ناپاک افتراء کے نہایت معقول اور دندان شکن جوابات دیئے جو آج تک لا جواب ہیں۔ مگر شیعہ صاحبان آج تک یہی گائے جاتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے (معاذ اللہ) ضرور توہین کی۔ اور آپ کو ”مذہبان گو“ بتلایا۔ ان کو بار بار بتلایا گیا کہ یہ لفظ ”هَجَرَ“ ”هَجَرَ“ بمعنی ”مذہبان گوئی“ سے مشتق نہیں ہے بلکہ ”هَجَرَ“ بمعنی ”جدا ہٹا“ سے مشتق ہے۔ اور بعد میں ”اسْتَفْهَمُوهُ“ کا لفظ اس کا قرینہ بھی موجود ہے۔ کیونکہ مذہبان دالے سے استفہام ممکن نہیں۔ لہذا یہ ”هَجَرَ“ ”هَجَرَ“ اور ”هَجَرَ“ سے مشتق ہے جو وصال کے مقابلہ میں آتا ہے۔ اور اس قول کا صحیح اور واقعی مطلب وہی ہے کہ کیا حضور کا ارادہ ہم کو داغ مفارقت دینے کا ہے ذرا

آپ سے دریافت تو کر دو !

لیکن شیعہ صاحبان بقول شخصے ”مرغی کی ایک ٹانگ“ یہی کہ جاتے ہیں کہ نہیں صاحب ! ہجر کے معنی تو ”یسودہ بکواس“ ہی کے ہیں اور اس میں ضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ لہذا معاذ اللہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کا فرار اور خارج از اسلام ہیں۔

بہر حال شیعہ صاحبان بھی آپ کی طرح صد ہا مرتبہ جواب پانے کے بعد یہی کہ جاتے ہیں۔ زبان ہم سے نہ ان کی پکڑی گئی نہ آپ کی پکڑی جاسکتی ہے لیکن یہ خود آپ کا ضمیر جانتا ہوگا کہ آپ کی ہر بات کا کیسا لا جواب جواب دیا جا رہا ہے۔ میں کل لغت اور محاورات سے ثابت کر چکا کہ ”ایسا“ تشبیہ کے علاوہ دوسرے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ اور حفظ الایمان کی عبارت میں بھی وہ تشبیہ کے لئے نہیں ہے۔ لیکن آپ اپنے شیعہ بھائیوں کی طرح یہی کہ جاتے ہیں کہ نہیں ”ایسا“ تو تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے۔ اور حفظ الایمان کی عبارت میں ضرور توہین ہے۔ اب اس ضد اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ منظور نے اقرار کر لیا کہ حفظ الایمان میں حضورؐ کے علم شریف کو جانوروں اور پالگوں کے برابر بتلایا گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس سے زیادہ سفید جھوٹ اور کیا ہو سکتا ہے کہ جس چیز کو میں کل سے بار بار رد کر رہا ہوں۔ آج آپ اسی کو میرے ذمہ رکھ رہے ہیں۔

میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ حفظ الایمان میں ”جیسا“ کا لفظ نہیں ہے۔ اگر اس میں ”جیسا“ ہوتا تو ”ایسا“ کا تشبیہ کے لئے ہونا ضروری ہوتا۔ اس کے جواب میں پہلے تو آپ نے فرمایا کہ ”جیسا“ یہاں محذوف ہے لیکن جب میں نے آپ کی اس لغو بات کو رد کیا تو آپ نے فرمایا کہ ”ایسا“ اگر بغیر ”جیسا“ کے ہو جب بھی تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے۔ پھر جب میں نے آپ کی اس بات کی تردید کی اور ثابت کیا کہ ”ایسا“ تشبیہ کے علاوہ دوسرے معنوں میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ اور حفظ الایمان کی عبارت میں وہ بلا تشبیہ کے ”اتنا“ کے معنی میں مستعمل ہے تو آپ نے مجھ سے اس کا ثبوت طلب کیا کہ ”ایسا“ بلا تشبیہ کے ”اتنا“ کے معنی میں کہاں آتا ہے ؟ چنانچہ میں نے اس کو

لغت اور نظم و نشر کے محاورات سے ثابت کر دیا جس کا آپ کوئی جواب نہ دے سکے۔ اب اس تقریر میں آپ نے یہ جدت اختیار کی کہ ”ایسا“ کو ”اتنا“ کے معنی میں لینے کے بعد ہمارا دعوے ثابت ہو جاتا ہے اور حفظ الایمان کی عبارت کا یہ مطلب ہو جاتا ہے کہ غیب کا جتنا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا اتنا ہر زید و عمرو اور ، جانوروں اور پانگلوں کو بھی حاصل ہے۔

مجھے حیرت ہے کہ کیا واقعی آپ ایسا ہی سمجھ رہے ہیں یا دیدہ و دانستہ دوسرے لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے یہ باتیں کر رہے ہیں ؟

ان كنت لا تدري فذلك مصيبة

وان كنت تدري فالمصيبة اعظم

بہر حال اگر آپ میری اس بات کو ابھی تک نہیں سمجھتے ہیں تو اب سمجھ لیجئے کہ ”حفظ الایمان“ میں ”ایسا“ ”اتنا“ کے معنی میں ہے۔ اور اس سے مراد مطلق بعض علوم غیبیہ ہیں۔ اور عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر حضورؐ کو عالم الغیب کئے والے مطلق بعض علوم غیبیہ کی وجہ سے حضورؐ کو عالم الغیب کہتے ہیں۔ اور اگر ان کا یہی اصول ہے کہ جس کو بھی غیب کی کچھ باتیں معلوم ہوں گی اسی کو عالم الغیب کہا جاوے گا تو لازم آئے گا کہ ہر زید و عمرو بلکہ حیوانات و بہائم کو بھی عالم الغیب کہا جاوے۔ کیونکہ ایسا علم غیب ، یعنی اتنا علم غیب جو ان لوگوں کے نزدیک کسی کو عالم الغیب کہنے کے لئے کافی ہے۔ یعنی مطلق بعض غیب کا علم تو ہر ایک کو حاصل ہے۔ بہر حال اس عبارت میں لفظ ”ایسا“ ”اتنا“ کے معنی میں ہے۔ اور اس سے مطلق بعض علوم غیبیہ مراد ہیں نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف۔

اگر اب بھی اس عبارت کا مطلب آپ نہ سمجھتے ہوں تو دوسرے طور پر یوں سمجھئے کہ یہاں لفظ ”ایسا“ ”یہ“ کے معنی میں ہے۔ اور اس سے مطلق بعض علوم غیبیہ کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ اور ”ایسا“ کا استعمال ”یہ“ کے معنی میں اردو محاورات میں شائع و ذائع ہے۔ مثلاً کوئی شخص کہے کہ ”میں زید کو ماروں گا“ دوسرا کہے ”ایسا کام ہرگز نہ کرنا“ تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ ”یہ کام ہرگز نہ کرنا“۔ پس یوں سمجھئے کہ حفظ الایمان کی زیر بحث عبارت میں بھی یہ ”ایسا“ کا لفظ ”یہ“ کی جگہ مستعمل ہے اور اس صورت میں عبارت کی شرح یوں ہوگی۔

” پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا، یعنی حضور کو عالم الغیب کہنا، اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافتِ طلبِ اسی زید سے جو حضور کو عالم الغیب کہتا ہے اور اس اطلاق کو جائز سمجھتا ہے، یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں (یعنی مطلق بعض غیب کے علم میں) حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب (یعنی یہ علم غیب جو اوپر مذکور ہوا، یعنی مطلق بعض غیب کا علم، تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔ تو اس زید کے اصول پر، چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔“

میں امید کرتا ہوں کہ اس شرح کے بعد ایک جاہل سے جاہل شخص کو بھی اس عبارت میں کوئی شبہ نہیں رہے گا۔ بہر حال حفظ الایمان کے لفظ ”ایسا“ کو ”اتنا“ کے معنی میں لیا جاوے جب بھی مطلب صاف ہے۔ اور ”یہ“ کے معنی میں لیا جاوے جب بھی مطلب صاف ہے۔ اور دونوں صورتوں میں اس سے مطلق بعض غیب کا علم مراد ہوگا۔ اور فرق صرف تعبیر اور عنوان کا ہوگا حاصل دونوں کا ایک ہی ہے۔ لیکن اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف کسی طرح بھی مراد نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد مزید توضیح کے لئے اس عبارت کی میں ایک مثال اور پیش کرتا ہوں۔

فرض کیجئے کہ کسی ملک کا بادشاہ بہت زیادہ رعیت نواز ہو اور رعایا کی بہت زیادہ خبر گیری کرتا ہو، ہزاروں غریبوں اور مسکینوں کو کھانا کھلاتا ہو۔ اب اگر کوئی احمق شخص جس کا نام ”زید“ فرض کر لیجئے۔ کہے کہ میں اس بادشاہ کو ”رب العالمین“ کہوں گا۔ اس پر کوئی دوسرا شخص مولوی اشرف علی صاحب کی طرح یوں الزام کرے کہ ”تم جو اس بادشاہ کو رب العالمین کہتے ہو تو بعض کی تربیت کی وجہ سے یا کل کی تربیت کی وجہ سے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ وہ بادشاہ کل مخلوق

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) نہ چنانچہ اس محاورہ کے مطابق شاعر کہتا ہے :-

وصل بہت خود سر کی تن نہ کرینگے

ہاں ہاں نہ کریں گے کبھی ”ایسا“ نہ کرینگے

کی تربیت نہیں کرتا۔ اور اگر بعض کی وجہ سے کہتے ہو تو اس میں بادشاہ کی کیا تخصیص، ایسی تربیت یعنی مطلق بعض کی تربیت تو سب ہی کرتے ہیں، ہر شخص کم از کم اپنی اولاد کو پالتا ہے، جانور بھی اپنے بچوں کا پیٹ بھرتے ہیں۔ تو چاہئے کہ تمہارے اس اصول پر ہر شخص کو بلکہ ہر حیوان کو مطلوب العالمین کہا جاوے۔ ذرا غور فرمایا جائے کیا اس میں اس بادشاہ کی توہین ہوئی، اور کیا اس کا یہی مطلب ہوا کہ اس شخص نے اس بادشاہ کو ہر معمولی انسان بلکہ جانوروں کے برابر کر دیا، میں تو سمجھتا ہوں کہ کوئی معمولی سمجھ کا انسان بھی اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالے گا۔

اس وقت تک میں حفظ الایمان کی عبارت کی توضیح میں جو کچھ کہنا ہے اگر میں کسی اعلیٰ درجہ کے جاہل کے سامنے بھی یہ باتیں پیش کرتا تو وہ بھی مطمئن ہو جاتا اور صداقت کا اعتراف کرتا۔ مگر آپ ماشاء اللہ مولوی ہیں اور وہ بھی بقول خود بڑے کڑے پنجابی مولوی۔ اور اس پر طرہ یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی جیسے ہٹ دھرم کے ہم وطن۔ اس لئے آپ سے یہ توقع دشوار ہے۔

ملا آں باشد کہ چپ نہ شود

لیکن چونکہ میں آج آپ حضرات پر پورے طریقہ سے اتمام حجت کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے اس سلسلہ میں ایک بات اور عرض کرتا ہوں۔ بخور سنئے۔

حفظ الایمان کی جس عبارت میں بحث ہو رہی ہے اس میں مولانا عالم الغیب کئے والوں کو ان کے اصول پر الزام دے رہے ہیں کہ تمہارے اس لغو اور غلط اصول پر لازم آتا ہے کہ حضور کی طرح زید و عمرو بلکہ حیوانات و بہائم کو بھی عالم الغیب کہا جاوے۔ بہر حال یہاں مولانا کا کلام بطور الزام ہے۔ اس عبارت کے کسی فقرے میں مولانا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کے متعلق اپنا عقیدہ نہیں بیان فرمایا ہے۔ البتہ اسی حفظ الایمان میں زیر بحث عبارت سے چند سطر کے بعد مولانا نے اس کے متعلق اپنا ذاتی عقیدہ بھی لکھا۔

ملاحظہ فرمائیے اس کی عبارت یہ ہے۔

”کہ نبوت کے لئے جو علوم لازم و ضروری ہیں وہ آپ کو بتما حاصل ہو گئے تھے“

غور فرمایا جاوے، جو شخص حضور کے لئے تمام علوم لازمہ نبوت حاصل مانے کیا وہ اس کا قائل ہو سکتا ہے۔ کہ حضور کا سا علم حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے۔ انصاف شرط ہے۔ خدا کا خوف کیجئے۔ اور اس کے سخت محاسبہ سے ڈریئے۔“

حضرات ! میرا بھی خیال تھا کہ مولوی منظور صاحب رات بھر کے
محنت کے بعد حفظ الایمان کی عبارت کا کوئی ٹھیک جواب سوچ

مولوی سردار احمد صاحب

کر لائے ہونگے، مگر مولوی صاحب کی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اب بھی ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ اور لا جواب بات کا جواب ہی کیا ہو سکتا ہے۔

میں نے کہا تھا کہ اگر کوئی شخص آپ کے متعلق یوں کہے کہ ”آپ کا علم گدھے ایسا ہے“ تو اس میں لفظ ”ایسا“ تشبیہ کے لئے ہوگا یا نہیں؟ اور اس سے آپ کی توہین ہوگی یا نہیں؟ اس کے جواب میں آپ نے تسلیم کر لیا کہ ہاں یہ ایسا تشبیہ کے لئے ہوگا اور اس میں توہین ہوگی۔ پھر جب میں کہتا ہوں کہ یہی ”ایسا“ کا لفظ حفظ الایمان کی عبارت میں بھی ہے لہذا اس میں بھی توہین ہوگی تو مولوی صاحب اس کا کچھ جواب نہیں دیتے۔

مولوی صاحب ! میں نے تو آپ کی بڑی شہرت سنی تھی کہ آپ نے بڑے بڑے مناظرے کئے ہیں مگر مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید آپ نے کوئی مناظرہ دیکھا بھی نہیں۔

آپ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال پیش کرتے ہیں وہ تو اگر آج دنیا میں ہوتے تو سارے توہین کرنے والوں کا خاتمہ ہی کر دیتے۔ حضور م کے زمانہ میں ایک منافق اور ایک یہودی میں جھگڑا تھا۔ جب معاملہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش ہوا تو آپ نے یہودی کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا۔ اس کے بعد وہ منافق دوبارہ فیصلہ کرانے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا جب آپ کو معلوم ہوا کہ حضور سید یوم النشور پہلے اس کا فیصلہ فرما چکے ہیں اور اس بد بخت منافق نے اس فیصلہ کو تسلیم نہیں کیا ہے تو آپ گھر میں سے تلوار لائے اور فرمایا کہ جو شخص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی نہ ہو اس کا فیصلہ یہ تلوار کرے گی۔

مولوی صاحب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان تو یہ تھی آپ ان کو تھانوی صاحب کی مثال میں پیش کرتے ہیں ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

آپ نے اپنی اس تقریر میں حفظ الایمان کی ایک اور عبارت بھی پڑھ کر سنانی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حضور م کو وہ تمام علوم حاصل تھے جو نبوت کے لئے لازم و ضروری ہیں۔ مولوی صاحب آپ نے قرآن مجید میں یہ آیت نہیں لکھی

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا فَشَهِدْ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ

لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ

ترجمہ ! اے ہمارے محبوب جب یہ منافق لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ خدا کے سچے رسول ہیں ، اور خدا جانتا ہے کہ بے شک آپ اس کے رسول ہیں اور خدا گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں ، صرف آپ کو خوش کرنے کے لئے زبان سے ایسے کہتے ہیں ، درحقیقت ان کا عقیدہ یہ نہیں ہے)

پس اسی طرح مٹھانوی صاحب نے بھی صرف مسلمانوں دھوکہ دینے کے لئے لکھ دیا کہ حضور کو تمام علوم لازمہ نبوت حاصل تھے ۔ ورنہ حقیقت ان کا عقیدہ یہ نہیں ہے ۔ عقیدہ ان کا وہی ہے جو وہ حفظ الایمان میں پہلے لکھ چکے ہیں ۔ کہ حضور کا علم جانوروں اور پانگلوں کے برابر ہے ۔ ” پھر سن لیجئے ان کی عبارت یہ ہے ۔

” پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر الخ “ (مولوی سردار احمد صاحب نے حفظ الایمان کی وہی عبارت پھر پڑھی اور اس کے متعلق وہی تقریر اس مرتبہ بھی فرمائی جو اس سے پہلے بار بار فرما چکے تھے ۔ پھر اخیر میں فرمایا کہ)

مولوی صاحب ! آپ بے کار باتوں میں وقت ضائع نہ کیجئے ، میری باتوں کا جواب دیکھئے یا بس توبہ کر لیجئے ۔

میں نے عرض کیا تھا کہ مسلمانان بریلی اُس مناظرہ کو نہ بھولے ہوں گے

مولانا محمد منظور صاحب

جو نومبر میں میرے اور پنڈت گوپی چند کے درمیان ہوا تھا ۔ وہ بھی اپنی ہر تقریر میں یہ ضرور کہہ دیا کرتے تھے کہ مولوی صاحب نے میری کسی بات کا جواب نہیں دیا ۔ حالانکہ ان کی ایک ایک بات کا جواب کئی کئی دفعہ دیا جاتا تھا ۔ میں دیکھتا ہوں کہ مولوی سردار احمد صاحب کا بھی بالکل وہی ڈھنگ ہے ۔ معلوم نہیں پنڈت جی کا اثر آپ پر پڑا ہے ، یا پنڈت جی پر آپ کا ۔

آپ کی ہر بات کا جواب مکرر سے کر دیا جا چکا مگر بائیں ہمہ آپ پنڈت گوپی چند کی طرح ہر مرتبہ یہ ضرور فرما دیتے ہیں کہ میری بات کا جواب نہیں دیا گیا ۔ مجھے آپ کی اس بولچھی پر ہنسی بھی آتی ہے ، اور افسوس بھی ہوتا ہے ۔ کہ اللہ کی مخلوق میں ایسے احمقان عقل و حیا بھی موجود ہیں ۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ آپ بھی معذور ہیں ۔ اس موضوع کے متعلق جو کچھ دو چار باتیں آپ کو یاد تھیں ، آپ پہلی ہی دو تین تقریروں میں ان کو ختم کر چکے اب اگر ہر بار پھر آپ انہی کو نہ ، دہرائیں تو اور کیا کریں ۔ طوطی بے چاری اتنا ہی بول سکتی ہے جتنا اس کو یاد کرا دیا جائے ۔ مگر مجھے اس مناظرہ میں سے

بریلی والوں کو بہت کچھ سنا ہے۔ لہذا اب آئندہ سے میں آپ کی مکرر باتوں کے جواب میں صرف اپنی سابقہ تقریروں کا حوالہ دوں گا۔ اور اپنے باقی وقت میں نئی چیزیں پیش کر دوں گا۔ میرے نزدیک اس مناظرہ کا وقت بہت قیمتی ہے جو بعد میں کسی قیمت پر نہیں خریدا جاسکے گا۔ اور یہ امید بھی نہیں کہ اس مناظرہ کے تلخ تجربہ کے بعد آپ کبھی پھر یکم طرح احتیاق حق کا موقع دیں۔ اس لئے میرے دل کا مجھ سے تقاضا ہے کہ

میرے جمع ہیں احباب حال دل کہ لے

پھر التفات دل دوستان رہے نہ رہے

میں کئی بار عرض کر چکا ہوں اور اب پھر عرض کرتا ہوں کہ لفظ ”ایسا“ تشبیہ کے لئے بھی آتا ہے اور تشبیہ کے علاوہ دوسرے معنی میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔ اور میں لغت اور محاورات سے اس کا ثبوت بھی پیش کر چکا۔ اور یہ بھی ثابت کر چکا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں وہ تشبیہ کے لئے نہیں ہے۔ اور میرا یہ دعویٰ ایسا ہی ہے جیسا کہ شیخہ حضرت کے مقابلے میں علماء اہلسنت کا یہ دعوئے کہ ”ہجر“ بے بیودہ گوئی کے معنی میں بھی آتا ہے اور جدائی کے معنی میں بھی۔ لیکن حدیث قرطاس میں وہ جدائی ہی کے معنی میں مستعمل ہے نہ کہ بیودہ گوئی کے معنی میں۔ لیکن جس طرح شیعہ صاحبان محض ازراہ ہٹ دھرمی یہ کہتے ہیں کہ ”ہجر“ کے معنی بیودہ گوئی اس ہی کے ہیں اور وہ اسی معنی میں صحیح بخاری کی اس حدیث میں مستعمل ہے، اور ضرور اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ معاذ اللہ اس کی وجہ سے ضرور کافر ہیں۔“

اسی طرح آپ بھی جی کے جاتے ہیں کہ لفظ ”ایسا“ تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے۔ اور وہ حفظ الایمان کی عبارت میں تشبیہ ہی کے لئے ہے۔ اور ضرور اس میں معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین ہے لہذا مضبوط حفظ الایمان مولانا اشرف علی صاحب ضرور اس کی وجہ سے کافر ہیں۔ اب بتلایا جائے کہ شیعہ صاحبان کی اور آپ کی ہٹ دھرمی کا کیا علاج ہے؟

رہا آپ کا یہ فرمانا کہ مولانا تھانوی (رحمۃ اللہ علیہ) کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا نسبت؟ سو یہ آپ کی خوش فہمی ہے۔ میں تو آپ کی مثال شیعوں سے دے رہا ہوں نہ کہ حضرت تھانوی کی مثال حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ اور اگر بغرض میں یوں بھی کہوں کہ جس طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر توہین حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا جھوٹا

بتان رکھا گیا ہے ، اسی طرح حضرت مولانا تھانوی پر بھی ۔ جب بھی یہ مثال صحیح ہوگی ۔ اور اس میں ایک خاص مناسبت یہ بھی ہے کہ حضرت مولانا تھانوی مدظلہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہیں ۔ فنعلم الواقع ۔

آپ نے اس مرتبہ بالکل بے موقعہ اور بے جوڑ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس منافق کو قتل کرنے کا واقعہ بھی ذکر فرمایا ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر آج دنیا میں آپ ہوتے تو سب توہین کرنے والوں کا خاتمہ کر دیتے ۔ بے شک میرا بھی یہی ایمان ہے ۔ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تو بڑی شان ہے ، یہ کیفیت تو ہر مومن کی ہونی چاہئے ۔ میں تو کہتا ہوں کہ اگر آج کوئی بد بخت میرے سامنے حضور کی شان پاک میں گستاخی کرے تو میں بھی اس کے ساتھ انشاء اللہ وہی معاملہ کر دوں گا جو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس بد نصیب کے ساتھ کیا تھا ۔ اور اگر کسی کو اس میں شک ہو تو تجربہ کر کے دیکھ لے یا دنیا میں وہ نہیں ہوگا یا میں نہیں ہوں گا ، یا دونوں نہیں ہوں گے ۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا ارشاد ہے ۔ ما بقاء امة بعد سب نبیہا ۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں دینے جانے کے بعد امت کی کیا زندگی ہے ؟

میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت مولانا تھانوی مدظلہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کے متعلق اپنا عقیدہ

اسی حفظ الایمان میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ ۔

” نبوت کے لئے جو علوم لازم و ضروری ہیں وہ سب آپ کو تہما ہوا حاصل تھے “

اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ ۔ یہ صرف مسلمانوں کے خوش کرنے کے لئے لکھ دیا گیا ہے ، جیسا کہ منافقین

حضور کے سامنے زبانی اسلام کا دعوے کیا کرتے تھے ۔ (استغفر اللہ العظیم)

آپ بھی عجیب آدمی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو وحی الہی نے بتلایا کہ منافقین جو کچھ آپ کے سامنے کہتے

ہیں اپنے ضمیر کے خلاف کہتے ہیں ۔ لیکن آپ کو کس نے بتلایا ۔ کہ مولانا تھانوی کا عقیدہ وہ نہیں جو انہوں نے لکھا ہے ۔ کیا آپ

کے ہم وطن مرزا غلام احمد کی طرح آپ پر بھی وحی ہونے لگی ۔ اللہ نیر کرے ۔ یہ عجیب الٹی منطق ہے کہ جو چیز مولانا کی عبارت

میں نہ صراحتہ پائی جائے نہ اشارۃً وہ تو ان کا عقیدہ ہے ۔ اور جو انہوں نے صاف صریح طور پر لکھا ہے وہ عقیدہ نہیں ۔

اس سے بڑھ کر ہٹ دھرمی اور کیا ہو سکتی ہے ۔

اس مرتبہ آپ نے پھر حفظ الایمان کی عبارت پڑھی ہے اور اس کے متعلق وہی دعویٰ کیا ہے جو کل سے آپ فرما

رہے ہیں۔ میں اس کا نہایت مفصل اور شافی جواب دے چکا آپ اس کو یاد کیجئے۔ اس وقت اس کے متعلق ایک مختصر بات اور عرض کرتا ہوں۔ بغور سنئے !

یہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ حفظ الایمان کی اس عبارت میں حضورؐ کے علم شریف کی مقدار پر گفتگو نہیں ہے بلکہ اصل بحث یہاں حضورؐ کو عالم الغیب کہنے کی ہے اور اس میں دو فریق ہیں۔ ایک ”زید“ فرض کر لیجئے کہ وہ آپ کے مولوی احمد رضا خان صاحب ہیں۔ دوسرے مولانا اشرف علی صاحب۔ فریق اول (یعنی مولوی احمد رضا خان صاحب مثلاً) حضورؐ کو عالم الغیب کہتے ہیں اور کہنا جائز سمجھتے ہیں۔ فریق دوم مولانا اشرف علی صاحب اس کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ اور اس پر اس طرح دلیل قائم فرماتے ہیں کہ حضورؐ کو عالم الغیب کہنے والے (فریق اول) کل غیوب کے علم کی وجہ سے حضورؐ کو عالم الغیب کہتے ہیں یا بعض غیوب کے علم کی وجہ سے ؟

اگر کل کی وجہ سے کہتے ہیں تو اس لئے صحیح نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم نہ ہونا دلائل نقلیہ و عقلیہ سے ثابت ہے۔

اور اگر بعض غیب کے علم کی وجہ سے کہیں تو لازم آتا ہے کہ زید و عمرو بلکہ حیوانات و بہائم کو بھی عالم الغیب کہا جائے۔ کیوں کہ غیب کی کسی نہ کسی بات کا علم سب کو ہے۔

اب غور فرمایا جائے کہ یہ برابری عالم الغیب کہنے میں فریق اول یعنی مولوی احمد رضا خان صاحب کے اصول پر لازم آئی۔ یا فریق دوم مولانا اشرف علی صاحب کے اصول پر ؟ ظاہر ہے کہ یہ اس کے اصول پر لازم آئے گی جو حضورؐ کو بعض علوم غیب کی وجہ سے عالم الغیب کہے گا۔ مولانا تھانوی تو آپ لوگوں کو اس پر متنبہ فرما رہے ہیں کہ آپ حضرات کے اس اصول پر ایسا لازم آتا ہے۔ نہ یہ کہ محاذ اللہ وہ خود اس کے قائل ہیں کہ حضورؐ کی طرح ہر زید و عمرو وغیرہ کو عالم الغیب کہا جائے۔ آپ ان کی عبارت کو بغور دیکھئے، وہ تو آپ لوگوں کو بھی اس گمراہی سے بچا رہے ہیں خدا کہے کہ آپ میرے اس بات کو سمجھ گئے ہوں۔

آپ نے اس تقریر میں یہ بھی فرمایا تھا کہ ”تو نے کبھی مناظرہ دیکھا بھی نہیں“

میں محمد اللہ نہ خود ستانی کا عادی ہوں اور نہ اس کو اچھا سمجھتا ہوں۔ مگر آپ کی اس بات کے جواب میں مجھے عرض کرنا پڑتا ہے کہ بفضلہ تعالیٰ اس ٹھوڑی سی عمر میں جتنے مناظرے اس ناچیز نے کئے ہیں اتنے آپ کی جماعت کے کسی بڑے

بوڑھے نے بھی نہیں کئے۔ بلکہ اگر یوں عرض کروں تو ناشائستہ مبالغہ نہ ہوگا کہ آپ کی ساری جماعت کے مناظروں کے مجموعی تعداد بھی اتنی نہ ہوگی جتنی میرے مناظروں کی ہے اور مجھے اس پر فخر نہیں، حق تعالیٰ کا احسان ہے کہ وہ اپنے دین کی خدمت لیتا ہے ۛ

منت منہ کہ خدمت سلطان ہے کئی
منت شناس از دکہ خدمت بداشت

حضرات! آپ کل سے دیکھ رہے ہیں کہ میں بار بار حفظ الایمان
مولوی سردار احمد صاحب کی عبارت پڑھ کر سنا رہا ہوں اور ثابت کر رہا ہوں کہ

اس میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین ہے اور آپ کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا گیا ہے۔ مولوی منظور صاحب ادھر ادھر کی لمبی لمبی تقریریں کرتے ہیں۔ کبھی وعظ شروع کر دیتے ہیں۔ کبھی شیعوں کا قصہ چھیڑتے ہیں، کبھی اپنی تعریفیں کرتے ہیں اور اپنے مناظرے گناتے ہیں، اور میری اصل بات کا کوئی جواب نہیں دیتے۔ اور جب میں شکایت کرتا ہوں کہ صاحب آپ! جواب کیوں نہیں دیتے۔ تو آپ ناراض ہوتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ سردار احمد پنڈت گوپی چند کی سی باتیں کرتا ہے۔ وہ بھی ہر تقریر میں کہا کرتے تھے کہ میری بات کا جواب نہیں دیا گیا۔ تو مولوی صاحب! بات یہ ہے کہ جو شخص بھی آپ سے مناظرہ کرے گا وہ ضرور یہ شکایت کرے گا۔ کیوں کہ آپ جواب دیتے ہی نہیں۔ اگر پنڈت گوپی چند یہ شکایت کرتے تھے تو بجا کرتے تھے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ نہایت معقول اعتراضات کرتے تھے۔ اور آپ ادھر ادھر کی باتوں میں وقت گزارتے تھے۔ تو جناب قصور میرا یا پنڈت گوپی چند کا نہیں، قصور خود آپ کا ہے۔ اگر آپ ٹھیک ٹھیک جواب دیں تو کسی کو بھی جواب نہ دینے کی شکایت نہ ہو۔ خیر اب تک آپ نے جواب نہیں دیا تو اب دے دیجئے۔ میرا اعتراض یہ ہے (اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب نے،

ۛ کیا اسلام کے دعوے کے ساتھ اسلام دشمنی کا اس سے بدترین کوئی مظاہرہ ہو سکتا ہے کہ اسلام پر آمیزہ گما کے اعتراضات کو معقول بلکہ نہایت معقول بتلایا جا رہا ہے۔ افسوس صد افسوس! یہ ہیں چودہویں صدی کے مسلمانے بلکہ اسلام کے ٹھیکیدار۔ عار دار د کفر از اسلام تو۔ مرتب

حفظ الایمان کی اسی عبارت کو پڑھ کر پھر وہی تقریر فرمائی جو پہلے بار بار فرما چکے تھے۔ پھر اخیر تقریر میں فرمایا کہ اب میں ایک فیصلہ کی بات کہتا ہوں۔ ہمارا اور آپ کا جھگڑا صرف یہ ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں توہین ہے یا نہیں۔ اگر آپ کے نزدیک اس عبارت میں توہین نہیں ہے۔ تو لیجئے آپ ایسی ہی عبارت مولوی اشرف علی صاحب کے حق میں لکھ دیجئے۔ اور ایسا کے معنی ”اتنا“ اور ”اس قدر“ جو آپ بتلا رہے ہیں وہ بھی اس میں لکھ دیجئے۔ بلکہ آپ کی سہولت کے لئے عبارت میں خود لکھے دیتا ہوں۔ آپ صرف دستخط کر دیجئے۔

(پہنچانچہ مولوی سردار احمد صاحب نے ایک پرچہ پر مندرجہ ذیل عبارت لکھ بھیجی :)

”مولوی اشرف علی صاحب کی ذات پر عالم ہونے کا حکم کیا جانا اگر بقول مولوی منظور صاحب ہو تو دریا طلب امر یہ ہے کہ اس علم سے مراد بعض علم ہے یا کل علم۔ اگر بعض علم مراد ہے تو اس میں مولوی اشرف علی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا یعنی اس قدر اور اتنا علم تو ہر چار چوڑھے بلکہ ہر بچے اور ہر باگل بلکہ ہر گدھے، سور، بندر، آلو، بچھیا، بچھڑے، کٹیا، کڑے کو بھی حاصل ہے۔ اور اگر تمام علوم مراد ہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی و نقلی سے ثابت ہے۔“

(یہ تحریر مولوی سردار احمد صاحب نے مولانا محمد منظور صاحب کے پاس اس فرمائش کے ساتھ بھیجی کہ اس پر دستخط کر

کر دیجئے)

آپ نے اپنی اس تقریر میں ایک ایسی بات کہی ہے جو یقیناً کسی مسلمان

کی زبان سے نہیں نکل سکتی اور چونکہ وہ میرے متعلق یا میرے کسی بزرگ

کے متعلق نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق براہ راست اسلام اور آقائے کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک سے ہے۔ اس لئے اس کو معاف بھی نہیں کیا جاسکتا۔ آپ نے صاف الفاظ میں کہا ہے کہ۔

سے مولوی سردار احمد صاحب نے اسی طرح لکھا ہے۔ مگر کوئی شکایت نہیں۔ کیونکہ آپ پنجابی ہیں اور وہ بھی

مرزا غلام احمد کے ہم وطن۔ مرتب۔

” پنڈت گوپی چند کے اعتراضات نہایت معقول تھے ، اور منظور اس کا جواب نہیں دے سکا “

استغفر اللہ ربی ۔ اس بغض و عناد کی کوئی انتہا ہے ۔ کہ آپ صرف میری عداوت کی وجہ سے پنڈت گوپی چند کے ان اعتراضات کو معقول بلکہ نہایت معقول بتلا رہے ہیں ۔ جو انہوں نے اسلام اور تعلیمات رسالت مآب علیہ الصلوۃ والسلام پر کئے تھے ۔ پنڈت گوپی چند کے وہ اعتراضات منظور پر نہ تھے ، مولانا اشرف علی صاحب کی ذات پر نہ تھے بلکہ براہ راست اسلام اور قرآن کریم پر تھے ۔ آقائے کائنات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور آپ کے لائے ہوئے دین پر تھے ۔ آپ ان نجس اور ناپاک اعتراضات کو نہایت معقول کہہ رہے ہیں ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ یہ آپ کا نہایت سنگین جرم ہے ، بلکہ صریح کفر ہے ۔ آپ بہت جلد اس سے توبہ کیجئے ۔

رہا آپ کا یہ کہنا کہ منظور ان اعتراضات کے جواب نہ دے سکا ۔ اس کے جواب میں میں آپ کو کھلا چیلنج کرتا ہوں کہ اگر وہ اعتراضات آپ کو یاد ہوں تو ابھی اس مناظرہ کے ختم ہونے کے بعد اسی پلیٹ فارم پر ان کو بھی پیش کیجئے اور جواب لیجئے ۔ اور اگر یاد نہ ہوں تو پنڈت گوپی چند کو بلکہ ہندوستان بھر کے آریہ سماجی مناظروں کو بلا لیجئے ۔ اور وہیے اعتراضات جن کو آپ معقول کہہ رہے ہیں بلکہ ان کے علاوہ اور بھی جو اعتراضات اسلام پر ہوں ، ان سب کو آریہ سماج کے وکیل بن کر آپ پیش کیجئے ۔ اور دیکھئے کہ بعون اللہ تعالیٰ منظور کیے تشفی بخش جوابات دیتا ہے ۔

دسمبر ۱۹۳۲ء میں میرا جو مناظرہ اسی بریلی میں ” صداقت قرآن “ کے موضوع پر آریہ سماج سے ہوا تھا جو چار دن تک جاری رہا تھا ۔ اور جس میں آریہ سماج کی طرف سے قرآن پاک پر اعتراضات پیش کئے جاتے تھے اور میں جوابات دیتا تھا ۔ اس وقت مجھ سے بریلی ہی کے بعض لوگوں نے بیان کیا تھا کہ آریہ سماج نے آپ کو جو مناظرہ کا چیلنج دیا ہے درحقیقت اس میں آپ کے دوسرے مخالفین کا ہاتھ ہے ۔ نیز اسی وقت یہ مجھے معلوم ہوا تھا کہ آپ حضرات کی طرف سے آریہ سماج کو میرے خلاف امداد بھی پہنچائی گئی ۔ اور ان کو اعتراضات بھی لکھ لکھ کر دیے گئے تاکہ کسی طرح منظور بریلی میں ذلیل ہو جائے ۔ لیکن مجھے کبھی ان باتوں پر پورا یقین نہیں ہوا ۔ اور میں ان کو صرف افواہ سمجھتا رہا ۔ لیکن آج آپ کی اس بات نے ان تمام چیزوں کی بڑی حد تک تصدیق کر دی ۔ جب آپ میری عداوت کی وجہ سے ہزاروں کے مجمع میں کھلے طور پر پنڈت

گوپی چند کے ان ناپاک اعتراضات کو معقول بتلا رہے ہیں جو انہوں نے براہ راست اسلام اور تعلیمات حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کئے تھے تو کیا بعید ہے کہ میرے ذیل کرنے کے لئے آپ لوگوں نے کوئی سازش آریہ سماج سے کی ہو۔

بہر حال وہ پرانا قصہ تھا جو رفت و گزشت ہو گیا۔ اب آپ نے کھلے لفظوں میں جو کفر کی حمایت کی ہے اس سے کھلے طور پر توبہ کیجئے۔ اور یقین کیجئے کہ توبہ کرنے سے عزت جاتی نہیں بلکہ عزت ملتی ہے۔ گناہ کے بعد توبہ حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے۔ اور تہرہ و سرکشی شیطان کی خصلت۔

آپ نے حفظ الایمان کی عبارت کے متعلق جو کچھ کہا ہے اس کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے یاد کر لیجئے۔ آپ نے دریافت فرمایا ہے کہ اگر حفظ الایمان کی عبارت میں توہین نہیں ہے تو کیا وہی عبارت مولانا اشرف علی صاحبہ کے حق میں لکھی جاسکتی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نہ صرف مولانا اشرف علی صاحبہ بلکہ میں اپنے تمام بزرگوں کے حق میں لکھ سکتا ہوں لیکن جو عبارت آپ نے لکھ کر بھیجی ہے وہ حفظ الایمان کی نہیں ہے بلکہ آپ کی تصنیف ہے اور ہمارا آپ کا نزاع حفظ الایمان کی عبارت میں ہے۔ اب لیجئے میں اتنا للہجہ حفظ الایمان کی عبارت لفظ بہ لفظ مولانا اشرف علی صاحبہ کے حق میں جاری کرتا ہوں۔ سنئے۔

” پھر یہ کہ آپ کی (یعنی مولوی اشرف علی صاحبہ کی) ذات پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد کل غیب ہے یا بعض غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہوں تو اس میں مولانا اشرف علی صاحبہ کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر ایک کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسروں سے مخفی ہو۔ تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔“

دیکھئے یہ بعینہ حفظ الایمان کے الفاظ ہیں۔ انہیں کے متعلق یہ بحث ہو رہی ہے کہ ان میں توہین ہے یا نہیں؟ آپ نے آخری فیصلہ اسی پر رکھا تھا کہ اگر توہین نہیں ہے تو یہی عبارت مولانا اشرف علی صاحبہ کے حق میں بھی لکھ دی جاوے۔ میں نے بعینہ وہی الفاظ مولانا کے حق میں بھی کہہ دیئے۔ اور آپ فرمائیں تو لکھنے کو بھی

تیار ہوں۔ اب تو مان لیجئے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں تو یمن نہیں ہے۔ اس کے بعد میں اصل موضوع یعنی حفظ الایمان کی عبادت کے متعلق اتنا اور عرض کرتا ہوں کہ اس کی بنیاد دو باتوں پر ہے۔ اور اگر ان کا فیصلہ ہو جائے تو ہمارے آپ کے اس جھگڑے کا فیصلہ بھی آسانی سے ہو سکتا ہے اور وہ دو باتیں یہ ہیں۔

ایک یہ کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم نہ ہونا دلائل نقلیہ و عقلیہ سے ثابت ہے۔ اور دوسرے یہ کہ مطلق بعض غیوب کا علم ہر انسان بلکہ حیوانات کو بھی ہے۔

پہلے مقدمہ پر ابھی تک آپ نے کوئی اعتراض نہیں کیا اور اگر آپ اس کا بھی ثبوت طلب کریں تو میں ابھی اس کو بھی عرض کر دوں گا۔ اس وقت کی ساری بحث دوسرے مقدمہ پر ہے اب میں اس کو آپ کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان کے کلام سے ثابت کرتا ہوں۔ سنئے۔

اس سے غالباً آپ کو انکار نہ ہو گا کہ حق تعالیٰ اور اس کی صفات مقدسہ غیب کی چیزیں ہیں۔ اور آپ کے اعلیٰ حضرت تصریح فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کی وحدت بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا علم بھی کائنات کی ہر چیز حتیٰ کہ جمادات و حیوانات کو بھی حاصل ہے۔ ان کی اصل عبارت یہ ہے۔

” ہر شے مکلف ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور خدا کی تسبیح کے ساتھ “

(ملفوظات، حصہ چہارم، صفحہ ۷۷)

چند سطر کے بعد اسی صفحہ پر فرماتے ہیں۔

” ایک ایک روحانیت تو ہر ہر نبات ہر ہر جماد سے متعلق ہے۔ اسے خواہ اس کی روح کہا جائے

یا کچھ اور۔ اور وہی مکلف ہے ایمان و تسبیح کے ساتھ۔ حدیث میں ہے ما من شیء الا

و یعلم انی رسول اللہ الامرۃ الجن و الانس کوئی شے ایسی نہیں جو

مجھ کو خدا کا رسول نہ جانتی ہو سوا سرکش جن اور انسانوں کے “

خان صاحب کی ان دونوں عبارتوں میں تصریح ہے کہ کائنات کی ہر چیز خدا اور اس کے رسول پر ایمان رکھتی

ہے، اور تسبیح و تقدیس کرتی ہے۔ اور بغیر علم کے نہ ایمان ہو سکتا ہے نہ تسبیح۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ ہر چیز حتیٰ کہ جمادات و نباتات

کو بھی کم از کم خدا کا علم ہے، اس کی وحدانیت کا علم ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا علم ہے اور یہ سب چیزیں

غیب کی ہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ کائنات کی ہر چیز کو غیب کی کچھ نہ کچھ باتیں ضرور معلوم ہیں۔ اور یہی مولانا اشرف علی صاحب کا دعویٰ ہے جس کو مولوی احمد رضا خان صاحب کی اس کھلی شہادت نے ثابت کر دیا۔

ہوا سے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں

زلیخانے کیا خود پاک دامن ماہ کنکناں کا

حضرات ! آپ نے دیکھ لیا، میں نے ایک فیصلہ کی بات

مولوی سردار احمد صاحب کی بھٹی کہ اگر حفظ الایمان کی عبارت میں توہین نہیں ہے تو

آپ مولوی تھانوی صاحب کے لئے ایسی ہی عبارت لکھ دیجئے۔ بلکہ میں نے عبارت خود لکھ کر دے دی۔ اور کہا تھا کہ، آپ اس پر بس دستخط کر دیجئے۔ مولوی منظور صاحب اس پر دستخط کرنے کے لئے تیار نہیں اور انہوں نے ابھی تک اس تحریر پر دستخط نہیں کئے۔ بس معلوم ہو گیا کہ دیوبندی دھرم میں مولوی اشرف علی صاحب کی توہین تو جائز نہیں اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینا بالکل جائز ہے۔ اور اس پر ایمان کا دعویٰ ہے۔ بس یہ ایمان کا دعویٰ ایسا ہی ہے جیسا کہ منافق کیا کرتے تھے۔

مسلمانو ! کیا اب بھی تم کو اس میں شبہ رہا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں حضور کی توہین ہے۔ مولوی اشرف علی

حضور کے علم شریف کو گدھے، کتے، سور، بندر، کے برابر بتلا دیں جب بھی حضور کی توہین نہ ہو اور ہم تھانوی صاحب کے علم کو کتے، سور، بلی، بندہ، بچھا، بچھا، کٹیا، کٹا، کے برابر کہیں تو مولوی اشرف علی کی توہین ہو جائے۔ مسلمانو ! یہ ہے دیوبندی دھرم۔

مولوی صاحب ! اب یا تو آپ صاف اقرار کیجئے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں توہین ہے اور حضور کے علم شریف

کو گدھے، کتے، سور، بندر کے برابر کہا گیا ہے۔ اور اگر اس میں توہین نہیں ہے تو پھر مولوی اشرف علی صاحب کے لئے بھی ایسے ہی الفاظ لکھ دیجئے۔ اس کے بغیر میں آپ کا بچھا نہیں چھوڑوں گا۔ میں کتا ہوں حضرت غوث پاک کا آپ مجھ سے بچ کر نہیں جا سکتے۔

آپ نے اس دفعہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام بھی پیش کیا ہے۔ بھلا اس سے اور حفظ الایمان کے کفری مضمون سے کیا تعلق۔ اُس میں یہ ملعون عمارت کہاں ہے کہ ”ایسا علم غیب تو ہر زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے“ بلکہ اس میں تو سرے سے غیب کا لفظ ہی نہیں۔ آپ محض مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے اعلیٰ حضرت کا نام مبارک لیتے ہیں، بھلا وہ ایسی کفری بات کہہ سکتے ہیں۔ ارے وہ تو ایسے عاشق رسول تھے کہ حضور کے عشق میں کھانا پینا بھی چھوڑ دیا تھا۔ آپ تھانوی صاحب کی مثال ان سے دیتے ہیں ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

آپ بتلایے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ملفوظات شریف میں یہ کہاں لکھا ہے کہ ”غیب کا جیسا علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا ہر چوڑھے چار، ہر گدھے، کتے، ہر بندر، سور، اور ہر کچھیا، بچھا، کٹیا، کٹا کو حاصل ہے“ اور اگر آپ اتنا نہ دکھلا سکیں تو جائیے اس میں صرف ”ایسا“ کا لفظ ہی دکھلا دیئے میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آپ اعلیٰ حضرت کے کلام میں ”ایسا“ کا لفظ نہیں دکھا سکتے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار تم سے

یہ بازو مرے آزمائے ہوئے میں

آپ اپنی باری میں اس کا جواب ضرور دیں کہ اعلیٰ حضرت کے ملفوظ شریف میں ”ایسا“ کا لفظ ہے یا نہیں؟
مولانا محمد منظور صاحب
 مناظرہ حقیقت بہت مشکل کام ہے اور اس کے لئے علم اور قابلیت کی ضرورت ہے لیکن اگر کوئی شخص بے حیائی اور ڈھٹائی پر کمر باندھ

لے تو اس کے لئے نہایت آسان ہے۔ کسی بے حیاء عورت کا مقولہ مشہور ہے کہ۔

”اس نے مجھے بہت ہرایا میں باری ہی نا“

اگر آپ کا مناظرہ بھی اسی اصول پر ہے تو یقیناً آپ کو قیامت تک بھی نہیں ہرایا جاسکتا۔

بندہ خدا میں نے حفظ الایمان کی عبارت لفظ بہ لفظ مولانا تھانوی کے حق میں جاری کر دی اور یہ بھی کہہ دیا کہ اگر آپ تحریر چاہیں تو میں لکھ بھی دوں۔ بلکہ نہ صرف مولانا اثرن علی صاحب کے حق میں بلکہ اپنے تمام بزرگوں کے حق میں اس پر بھی آپ وہی کہہ جاتے ہیں کہ منظور تحریر دینے کے لئے تیار نہیں۔ سچ ہے ع بیچیا۔ باش و ہر چہ خواہی کن۔

رہی وہ عبارت جو آپ نے لکھ کر بھیجی ہے اس کے متعلق تو میں پہلے ہی عرض کر چکا کہ وہ حفظ الایمان کی عبارت نہیں ہے بلکہ آپ کی تصنیف ہے اور بحث حفظ الایمان کے الفاظ میں ہے نہ کہ آپ کے الفاظ میں۔ یہ عجیب منطق ہے کہ گفتگو تو ہے حفظ الایمان کی عبارت میں اور دستخط کرنا چاہتے ہیں آپ اپنی عبارت پر جس کا حفظ الایمان میں پتہ نشان بھی نہیں۔ آپ کے اس مطالبہ کی معقولیت کی داد کچھ اہل بریلی ہی دے سکتے ہیں۔

بہر حال حفظ الایمان میں جو عبارت ہے اس کے متعلق میرا دعویٰ ہے کہ اس میں تو بن کا شاہد بھی نہیں اور آپ نے خود اس کا آخری فیصلہ یہ تجویز کیا ہے کہ میں وہی عبارت مولانا اشرف علی صاحب کے حق میں بھی لکھ دوں چنانچہ اب آخری اتمام حجت کے لئے میں بعینہ وہی عبارت مولانا اشرف علی صاحب کے متعلق لکھتا ہوں۔
(اس کے بعد مولانا نے بعینہ حفظ الایمان کی عبارت مولوی اشرف علی صاحب کے حق میں لکھی اور دستخط کر کے مولوی سردار احمد صاحب کے حوالہ کی جس کی نقل یہ ہے)

در پھر یہ کہ آپ کی (یعنی مولوی اشرف علی صاحب کی) ذات پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر لفظ زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس سے مراد کل غیب ہے یا بعض غیب اگر بعض علوم غیبیہ میں تو اس میں مولانا اشرف علی صاحب کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو ہر زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے سے مخفی ہے۔ تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ ۲۲ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ

یہ تحریر مولانا محمد منظور صاحب نے مولوی سردار احمد صاحب کے پاس بھیج دی جس کا مجمع پر بہترین اثر ہوا اور اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب کو مخی طبع کر کے مولانا نے فرمایا کہ آپ نے اس پر آخری فیصلہ رکھا تھا کہ جیسی عبارت حفظ الایمان کی ہے ویسی ہی مولانا اشرف علی صاحب کے حق میں لکھ دی جائے۔ میں نے بجز اللہ ویسی ہی بلکہ بعینہ انہی الفاظ میں لکھ دی۔ اب اگر آپ کے اندر کچھ بھی صداقت اور شرافت ہے تو اپنے قول کے بموجب اسی پر فیصلہ کر لیجئے اور اب مجھ کو تحریر دے دیجئے کہ بے شک حفظ الایمان کی عبارت میں تو بن نہیں ہے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ وہ حفظ الایمان کی زیر بحث عبارت کی بنیاد مقدموں پر ہے۔ ایک یہ کہ دلائل نقلیہ

و عقلیہ حضور کو کل غیوب کا علم نہ ہونا ثابت ہے۔ دوسرے یہ کہ غیب کی کسی نہ کسی بات کا علم ہر انسان بلکہ غیر انسانوں کو بھی ہو سکتا ہے۔ پھر میں نے اس آخری بات کے ثبوت میں مولوی احمد رضا خان صاحب کے ملفوظات کے دو عبارتیں پیش کی تھیں۔ اور عرض کیا تھا کہ خان صاحب کی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ کائنات کی ہر چیز کو غیب کی کچھ نہ کچھ باتیں ضرور معلوم ہیں۔ اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ اس میں حفظ الایمان کے الفاظ کہاں ہیں، اور اس میں تو غیب کا لفظ بھی نہیں۔ اور اس میں ”ایسا“ کا لفظ نہیں۔

آپ تو مجھ سے فرما رہے تھے کہ تو نے کبھی کوئی مناظرہ نہیں دیکھا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ شاید آپ کو کبھی اہل علم بلکہ اہل عقل کی صحبت بھی نصیب نہیں ہوئی۔

میرا یہ دعوے ہی نہیں کہ ملفوظات میں حفظ الایمان کی عبارت لکھی ہوئی ہے نہ میں نے یہ کہا ہے کہ اس میں ”ایسا“ کا لفظ موجود ہے۔ میرا مدعا تو صرف یہ ہے کہ اس میں یہ بات ثابت ہے کہ مطلق بعض غیب کا علم کائنات کی ہر چیز حتیٰ کہ نباتات و جمادات تک کو حاصل ہے۔

کیونکہ اس میں یہ تصریح ہے کہ دنیا کی ہر چیز ایمان اور تسبیح خداوندی کے ساتھ مکلف ہے اور یہ ظاہر ہے کہ، حق تعالیٰ اور اس کی صفات، غیب میں سے ہیں اور ایمان اور تسبیح بغیر علم کے ممکن نہیں، تو صاف نتیجہ یہ نکلا کہ دنیا کی ہر چیز کو بعض غیب کا علم ہے۔ اور اگر آپ اس کے متعلق بھی خان صاحب کی تصریح چاہتے ہیں کہ حق تعالیٰ اور اس کی صفات غیب میں سے ہیں تو لیجئے وہ بھی حاضر ہے۔ خان صاحب موصوف ”الدولۃ المکیہ ص ۱۳“ پر حق تعالیٰ اور اس کی صفات اصلہ اور قیامت اور جنت و دوزخ کا ذکر فرما کر لکھتے ہیں۔

کل ذالک غیب وقد علمنا کلاً
بجبالہ ممتازا عن غیرہ فوجب
حصول مطلق العلم التفصیلی
بالغیوب لكل مومن
یہ سب کچھ غیب ہے اور ہم کو اس کا علم تفصیلی حاصل
ہے اس طور پر کہ ان میں سے ہر ایک ہمارے علم میں
ممتاز ہے پس غیب کے مطلق علم تفصیلی کا حصول ہر
مومن کے لئے واجب ہوا۔

لیجئے یہ خان صاحب ہی کی عبارت ہے۔ اس میں یہ بھی تصریح ہے کہ حق تعالیٰ اور جنت و دوزخ وغیرہ یہ سب غیب کی چیزیں ہیں۔ اور یہ بھی تصریح ہے کہ ہم کو ان تمام چیزوں کا علم ہے۔ اور یہ بھی تصریح ہے کہ ہر مومن کو،

مطلق بعض غیب کا علم تفصیلی حاصل ہے بلکہ حاصل ہونا واجب ہے۔

اس کے بعد مجھے خان صاحب کی ایک اور عبارت یاد آگئی جس میں آپ نے گدھے کے لئے بھی بعض مخفی باتوں کا علم تسلیم کیا ہے اور چونکہ آپ کو گدھے سے بہت شوق ہے کہ ہر بار آپ کی زبان پر اس کا نام آتا ہے۔ اس لئے میں اس عبارت کو ضرور پیش کر دوں گا۔ سنئے خان صاحب نے مصر کے ایک صاحب کشف گدھے کی حکایت اس طرح نقل کی ہے کہ۔

» ایک گدھا ہے اس کی آنکھوں پر ٹی بندھی ہوئی ہے۔ ایک چیز ایک شخص کی دوسرے کے پاس رکھ دی جاتی ہے۔ اس گدھے سے پوچھا جاتا ہے، گدھا ساری مجلس میں دورہ کرتا ہے، جس کے پاس ہوتی ہے سامنے جا کر سڑیک دیتا ہے «

خان صاحب نے اس قصہ کو نقل کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اس گدھے کو کشف تھا۔

(ملاحظہ ہو۔ ملفوظات: حصہ چہارم، ص ۱۱)

لیجئے اب تو خان صاحب کی تصریح سے گدھے کو بھی مطلق بعض غیب کا علم ثابت ہو گیا۔ یہ تو گدھے کے متعلق تھا اس کے بعد اگر آپ چاہیں گے تو خان صاحب ہی کے کلام سے سور اور بندر کے متعلق اور ثبوت دوں گا۔ کیوں کہ یہ دونوں چیزیں بھی شاید کسی وجہ سے آپ کو محبوب ہیں کہ آپ اپنی ہر تقریر میں ان کا بھی نام لیتے ہیں۔

آپ نے اس مرتبہ خان صاحب کے متعلق یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ تولیے عاشق رسول تھے کہ کھانا پینا بھی چھوڑ دیا تھا۔ (جل جلالہ) کاش یہ باتیں آپ کسی ناواقف کے سامنے کرتے۔ آپ اس سے یہ باتیں کر رہے ہیں جو خان صاحب کی ہسٹری سے آپ سے بھی زیادہ واقف ہے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ وہ کیسے عاشق رسول تھے۔ اور انہوں نے کیسا کھانا پینا چھوڑ دیا تھا ان سے زیادہ تارک الدنیا کون ہو گا کہ مرتے وقت بھی مرغن کھانے ہی یاد کرتے رہے۔ ذرا خان صاحب کا تحریری وصیت نامہ کا بارہواں نمبر ملاحظہ ہو لکھتے ہیں۔

» اعزاسے اگر لطیف خاطر ممکن ہو تو ہفتہ بیکود تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ دودھ کا

برف خاند ساز اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو۔ مرغ کی بریانی۔ مرغ پلاؤ۔ بکری کا شامی کباب۔

پراٹھے اور بالائی۔ فیرینی۔ اردنی پھیری دال مع ادک و لوازم۔ گوشت بھری کچوریاں

سیب کا پانی۔ انار کا پانی۔ سوڈے کی بوتل۔ دودھ کا برف «

(دصایا شریف : ص ۹ ، ۱۰ - مطبوعہ حسنی پریس بریلی)

سنا آپ نے یہ ہیں وہ بزرگ دار عاشق رسول جنہوں نے عشق رسول میں کھانا پینا تک چھوڑ دیا تھا اور صرف یہی ایک درجن کھانے چکھ لیا کرتے تھے۔

اس کے بعد اب بعونہ تعالیٰ میں وہ طریقہ اختیار کرتا ہوں کہ آپ اپنی زبان سے اقرار کریں کہ بے شک حفظ الایمان کی عبارت میں تو ہیں نہیں ہے۔ آپ پہلے صفائی کے ساتھ ان چند سوالوں کا جواب دیجئے۔

۱ : حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی باعث ایجاد عالم ہونے کی حیثیت سے ”خالق“ کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

۲ : قاسم نعم النبیہ ہونے کی حیثیت سے ”رازق“ کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

۳ : واسطہ فی التربیت ہونے کی وجہ سے ”رب العالمین“ کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

۴ : حضور کی شان میں اگر کوئی شخص یہ آیت کریمہ پڑھے ”عالم الغیب والشہادۃ ہو الرحمن الرحیم“ تو اس کا یہ فعل جائز ہوگا یا نہیں؟

۵ : اگر ناجائز ہوگا تو مکروہ یا حرام؟

۶ : جو شخص مطلق بعض علوم غیبیہ کی وجہ سے حضور کو عالم الغیب کہتا ہے اگر اس پر اس طرح الزام قائم کیا جائے کہ ”مطلق بعض غیب کا علم ہر انسان بلکہ حیوانات تک کو ہے لہذا تمہارے اصول پر لازم

آئے گا کہ ان سب کو عالم الغیب کہا جاوے“

تو کیا اس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوگی اور یہ الزام قائم کرنے والا شخص کافر ہو جائے گا؟

۷ : مطلق بعض غیب کا علم عام انسانوں بلکہ حیوانات بلکہ نباتات و جمادات کیسے ہونا آپ کو تسلیم ہے یا نہیں؟

۸ : حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آپ کل غیوب غیر متناہیہ کا علم مانتے ہیں یا بعض کا؟

۹ : قرآن و حدیث کے محاورات میں غیب کس کو کہتے ہیں؟

۱۰ : حق تعالیٰ اور اس کی واحدانیت غیب میں ہے یا شہادت میں؟

۱۱ : مولوی احمد رضا خان صاحب نے ”الدولۃ المکیہ“ میں تسلیم کیا ہے کہ ہر مومن کو بعض غیوب کا علم تفصیلی

حاصل ہے۔ اور ملفوظات سے میں مصر کے اس کہے کا قصہ نقل کرچکا جو مولوی احمد رضا خان صاحب کے نزدیک

مخفی باتوں کا کشف ہوتا تھا۔ اب بتلائیے کہ مطلق بعض غیب کے علم کی وجہ سے ہر مومن کو اور مصر کے اسے صاحب کشف گدھے کو ”عالم الغیب“ کہنا جائز ہے یا نہیں ؟

۱۲ : کہیں قرآن پاک میں یا حدیث شریف میں حضور کو ”عالم الغیب“ کہا گیا ہے یا نہیں ؟ یا کسی صحابی یا کسی تابعی یا امت کے کسی مسلم امام نے کہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر ”عالم الغیب“ کا اطلاق کیا ہے یا نہیں ؟

سرپرست یہ صرف ایک درجن سوال ہیں اگر آپ نے ان کا صاف صاف جواب دے دیا تو انشاء اللہ بہت آسانی سے ہمارے آپ کے اس نزاع کا فیصلہ ہو جائے گا۔ اور فیصلہ بھی آپ ہی کی زبان سے ہو گا۔ بس ضرورت اس کی ہے کہ آپ ان سوالوں کے صاف صاف جواب دے دیں اور تفتیہ سے کام نہ لیں۔

اس کے بعد میں آپ کے اس سنگین جرم کی طرف آپ کو پھر توجہ دلاتا ہوں۔ جو آپ نے پنڈت گوپی چند کے اعتراضات کو معقول بتلا کر کیا ہے۔ آپ یا کھلے لفظوں میں اس سے توبہ کیجئے یا ان اعتراضات پر مستقل مناظرہ کرنے کے لئے ابھی وقت مقرر کیجئے۔ میں آپ کے اس جرم کو کبھی ہرگز معاف نہیں کر سکتا کیوں کہ آپ کا وہ حملہ مجھ پر نہیں تھا بلکہ براہ راست اسلام پر تھا۔ آقائے کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تھا۔ اس لئے کہ پنڈت گوپی چند کے اعتراضات نہ مجھ پر تھے نہ میرے کسی بزرگ پر تھے بلکہ اسلام اور تعلیمات جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تھے۔ آپ نے ان ناپاک اعتراضات کو معقول بتلا کر تمام مسلمانوں کا دل دکھایا ہے اس لئے مسلمان آپ کے اس جرم کو ہرگز معاف نہیں کر سکتے۔ آپ اگر میری ذات پر حملہ کریں تو میں برداشت کر سکتا ہوں، میرے ماں باپ، میرے اکابر یا اساتذہ پر حملے کیسے ان کو بھی ایک حد تک برداشت کر سکتا ہوں، آپ مجھ کو جسمانی تکلیف پہنچائیں میں اس پر بھی صبر کر سکتا ہوں۔ لیکن دین مقدس اور حضور سرور عالم کی ذات اقدس پر کوئی حملہ ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت نہیں کیا جاسکتا۔ دنیا بھر کے دشمنان اسلام کو ہمارا کھلا اعلان ہے ۷

جو جان چاہو تو جان لے لو جو مال مانگو تو مال دیں گے

مگر یہ ہم سے نہ ہو سکے گا کہ نبیؐ کا جہاد و جلال دیں گے

لہذا میں پھر مکرر آپ سے کہتا ہوں کہ آپ یا اپنے اس سنگین جرم سے توبہ کیجئے یا ابھی اس کے لئے مناظرہ کا وقت

مقرر کیجئے۔ اور جو اعتراضات مذہب مقدس پر پنڈت گوپی چند نے کئے تھے جن کو آپ نے ”نہایت معقول“ کہا ہے ان

کی نامعقولیت بھی دیکھ لیجئے۔

مولوی سردار احمد صاحب

حضرات ! پہلے زمانہ میں کافر بھی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور آپ کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ کبھی کسی غیر مسلم کو یہ جرات

نہ ہوتی کہ وہ حضور کی ذات پاک پر کوئی حملہ کرتا۔ مگر جب سے دیوبندی پیشواؤں نے حضور کی شان میں گستاخیاں کیں تو دوسروں کو بھی اس کی جرات ہو گئی۔ اگر پنڈت گوپی چند نے حضور پر اعتراضات کئے تو اس کی ذمہ داری بھی دیوبندیوں ہی پر ہے۔ راجپال اور نتھورام نے جو کچھ کیا وہ بھی دیوبندیوں ہی کی دیکھا دیکھی کیا۔ آپ ہی لوگوں نے اس سے حضور کو گالیاں دلوائیں، درد وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ حضور اقدس کی شان میں گستاخیاں کرنے کا دروازہ، ہندوستان میں سب سے پہلے آپ کے امام طائفہ اسماعیل دہلوی نے کھولا ہے۔ یہ راجپال، اور نتھورام، اور پنڈت گوپی چند سب انہیں کے مقلد اور آپ کے بھائی بند ہیں۔ دیکھئے انہوں نے حضور کی شان اقدس و رفیع میں کس قدر شنیع گالیاں بکی ہیں۔

_____ تقویۃ الایمان کے صفحہ ۴ پر ہے۔ ”جن کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کے مختار نہیں“

_____ اسی تقویۃ الایمان کے صفحہ ۶ پر ہے۔ ”پر رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا“

_____ اسی کے صفحہ ۲ پر ہے۔ ”جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سوان معنی کو ہر سفیر اپنی امت کا

سردار ہے“

_____ اور اسی کے صفحہ ۳ پر ہے۔ ”سب انبیاء و اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں“

_____ اسی کے صفحہ ۱۶ پر لکھا ہے۔ ”ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چار سے زیادہ ذلیل ہے“

_____ اسی کے صفحہ ۲۹ پر لکھا ہے۔ ”ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں عاجز اور بے اختیار“

_____ پھر اسی صفحہ پر لکھا ہے۔ ”ان باتوں میں بھی سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے سب یکساں بے خبر ہیں اور نادان“

_____ اسی کے صفحہ ۲۵ پر انبیاء کرام وغیرہ کے متعلق لکھا ہے۔ ”ان کی خواہش کچھ نہیں چلتی“

_____ اسی کے صفحہ ۶۸ پر ہے۔ ”انسان آپس میں سب بھائی ہیں، جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سواس

کی بڑے بھائی کی تعظیم کیجئے“

اور اسی صفحہ پر ہے : اولیاء و انبیاء و امام زادہ پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب

انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی :

اسی کے صفحہ ۹۶ پر لکھا ہے : ” میں بھی ایک دن مرکز مٹی میں ملنے والا ہوں “

اسی کے صفحہ ۳۴ پر حضرات انبیائے کرام کی شان میں لکھا ہے : ” اس کے دربار میں ان کا تو یہ حال ہے کہ جب وہ

حکم فرماتا ہے وہ سب عجب میں آکر بے حواس ہو جاتے ہیں “

اسی کے صفحہ ۳۵ پر ہے : ” اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک کلمہ کن سے چاہے تو کروڑوں بنی

اور ولی اور جن و فرشتے جبرائیل و محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے “

حضرات ! یہ ہیں امام الوہاب کی گستاخیاں انبیائے کرام اور اولیائے عظام کی جناب میں ۔ درحقیقت ان ہی

کی وجہ سے راجپال ، اور مختورام اور دوسرے گستاخوں کو یہ جرات ہوئی ۔ اور میں تو کہوں گا کہ جو آریہ یا عیسائی بھی حضورؐ

کی ذات پاک پر حملہ کرتا ہے اس کی ذمہ داری دیوبندیوں پر ہی ہے ۔ لہذا آریوں سے اگر سازش ہو سکتی ہے تو آپ کی نہ کہ ہماری

آپ اللہ ہم پر الزام رکھتے ہیں ۔

آپ نے اس تقریر میں بھی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کچھ باتیں پڑھی ہیں ۔ بتلایے ان میں ” ایسا “ کا لفظ

کہاں ہے ؟ ان کی زبان مبارک سے کبھی ایسی ناپاک بات نہیں نکل سکتی ۔ وہ تو عشق رسول میں فنا تھے ۔

آپ نے اپنی اس تقریر میں اعلیٰ حضرت کے وصیت نامہ شریف کا بھی ذکر کیا ہے وہ بالکل شریعت کے مطابق ہے اس

میں فاتحہ ہی کی تو وصیت ہے اس میں کیا حرج ہے ؟ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ وصیت اپنے سنی بھائیوں کو کی

ہے آپ کا تو معاملہ یہ ہے ” مرگئے مردود فاتحہ نہ درود “ اور اصل بات یہ ہے کہ آپ کو یہ نفیس کھانے ملے نہیں

اس لئے آپ ان کے ذکر سے بھی چڑتے ہیں ۔

آپ نے اس مرتبہ جو بارہ سوال کئے ہیں وہ بحث سے غیر متعلق ہیں لہذا ان کا کوئی جواب نہیں دیا جائے گا ۔

آپ نے یہ تحریر لکھ کر بھیجی ہے میں نے اس کا مطالبہ نہیں کیا تھا آپ کو وہ تحریر دینی ہوگی جس کا میں مطالبہ کیا ہے

آپ یا میری تحریر پر دستخط کیجئے یا اقرار کیجئے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں تو ہیں ہے اور تو بہ کیجئے ۔ میں اس کے بغیر آپ

کا پیکھا نہیں چھوڑوں گا ۔ آپ بہت ادھر ادھر بھاگتے ہیں مگر میں آپ کو آگے سے ہلنے نہیں دوں گا ۔ میں گستاخوں

حضور پر نور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جن کے نام سے دنیائے وہابیت میں آگ لگتی ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب آپ یہ سچیا چھوڑنے کا لفظ کئی دفعہ کہ چکے ہیں ، اور اس کا دندان شکن

دبان دوز جواب بھی پا چکے ہیں ۔ اگر آپ کی جگہ کوئی غیرت مند انسان

ہوتا تو اس جواب کے لینے کے بعد کبھی زبان پر یہ لفظ نہ لاتا ۔ آپ تو بقول خود کہتے ہیں مولوی احمد رضا خان صاحب کے ۔

میں نے تو ان کے فرزند اکبر اور آپ کے آقائے نعمت (مولوی حامد رضا خان صاحب) کا ناطقہ بند کر رکھا ہے ، میرے

رجسٹریاں ان کے پاس جاتی ہیں وہ وصول کر لیتے ہیں مگر جواب دیتے ہوئے بخارجڑھتا ہے ۔ آپ ذرا ان کے دل کو تو پوچھتے

کہ منظور کے مناظرانہ واروں نے کیا حال کر رکھا ہے ؟

آج بھگوانہ منظور کے حقانی نعروں سے بریلی کی فضا گونج رہی ہے ، حامیان باطل کے دل لرز رہے ہیں اور جو کفر و

تکفیر کے علمبردار اس دنیا سے گزر گئے اگر دیدہ بصیرت ہو تو دیکھو کہ اس وقت جب کہ میں آپ کے مرکز جامعہ رضویہ میں

حق کا جھنڈا لٹے کھڑا ہوں اور رضا خانیت کی دھجیاں اڑا رہا ہوں ، ان کی قبروں میں کیسی داویلا چ رہی ہے ، اور اس

پر آپ کہتے ہیں کہ میں سچیا نہیں چھوڑ دوں گا ۔ درحقیقت یہ صرف آپ ہی کی غیرت ہے ۔

اس کار از تو آید و مرداں حسنین کنند

میں نے مولوی احمد رضا خان صاحب کی کتاب ”الدولۃ المکیہ“ اور ان کے ملفوظات سے ان کی چند عبارتیں

پیش کی تھیں اور ثابت کیا تھا کہ خان صاحب کے عقیدہ میں ”ہر مومن بلکہ ہر انسان بلکہ گدھے جیسے حیوانات بلکہ تمام

نباتات اور جمادات کو بھی مطلق بعض غیب کا علم ہوتا ہے“ اس کے جواب میں آپ نے پھر فرمایا ہے کہ خان صاحب

کی ان عبارات میں ”ایسا“ کا لفظ نہیں ہے ۔ سالانہ میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ میرا دعویٰ صرف یہ ہے کہ ان

عبارات سے یہ مضمون ثابت ہوتا ہے ، الفاظ کے متعلق میرا دعویٰ نہیں اور نہ صرف لفظوں سے بحث ہے ۔ اصل چیز

تو مضمون ہے ۔ ہاں اگر آپ اس کا اقرار کر لیں کہ حفظ الایمان کا مضمون صحیح ہے اور صرف اس کے الفاظ پر ہم کو اعتراض

ہے تو پھر انشاء اللہ خاص ان الفاظ کا ثبوت بھی دیا جائے گا ۔

میں نے اپنی تقریر میں بارہ سوال پیش کئے تھے اور عرض کیا تھا کہ اگر آپ ان کا ٹھیک ٹھیک جواب دے دیں

تو انشاء اللہ بہت جلد میں خود آپ کی زبان سے اقرار کرالوں گا کہ حفظ الایمان کی عبارت صحیح اور بے غبار ہے مگر آپ نے یہ

کہہ کر ٹال دیا کہ یہ سوالات مجھ سے خارج ہیں۔ درحقیقت یہ نہایت آسان جواب ہے کہ جس بات کا جواب نہ آئے یا نہ دینا ہو اس کو یہ کہہ دیا کہ خارج از بحث ہے، بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ آپ نے بلاوجہ اس بحث کو طول دیا اور خواہ مخواہ آپ تین دن سے انھیں میں پڑے ہوئے ہیں، میں نے اس وقت تک جتنی باتیں بھی کہی ہیں آپ ان سب کے جواب میں یہی فرما دیتے کہ یہ خارج از بحث ہیں۔ پھر تو بڑی آسانی سے اور بہت جلد آپ کی چھٹی ہوجاتی، فیصلہ حاضرین خود کرتے رہتے۔ خدا کے بندے کچھ تو سوچ سمجھ کر بات کہا کرو، یا یہ کچھ ضروری ہے کہ ہر بات بے تکی ہی کہی جائے، کیا ان بارہ سوالوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا ہے جس کو بحث سے بے تعلق کہا جاسکے؟

آپ نے اس تقریر میں پھر مجھ سے تحریر کا مطالبہ کیا ہے۔ مجھے رہ رہ کر آپ کی اس دیدہ دلیری پر حیرت ہوتی ہے میں ابھی ابھی اس مجمع کے سامنے بعینہ حفظ الایمان کے الفاظ میں تحریر پیش کر چکا۔ اور یہ بھی عرض کر چکا کہ آپ جس تحریر پر دستخط کرنا چاہتے ہیں اس کے الفاظ خود آپ کے تصنیف کردہ ہیں حفظ الایمان میں وہ الفاظ نہیں ہیں۔ مگر اس کے باوجود آپ پھر اسی کا مجھ سے مطالبہ کر رہے ہیں۔

اچھا اب میں کہتا ہوں کہ پہلے آپ یہ تسلیم کر لیجئے کہ حفظ الایمان کے الفاظ میں تو میں نہیں ہے۔ کیوں کہ وہی الفاظ بعینہ میں نے مولوی اشرف علی صاحب کے حق میں لکھ دیئے ہیں اور انہی پر اصل بحث ہے۔ اس کے بعد میں آپ کی پیش کردہ تحریر کے متعلق بھی عرض کر دوں گا۔

آپ نے اپنی پہلی تقریر میں مولانا احمد رضا خان صاحب کا حال بیان کیا تھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں کھانا پسینا بھی چھوڑ دیا تھا۔ میں نے لوگوں کو یہ بتلانے کے لئے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے یا مرغن کھانوں کے؟ ان کے ”وصایا“ میں سے فاتحہ نامہ پڑھ کر سنایا۔ کہ وہ مرغن بریانی، مرغن پلاؤ، بکری کے شامی کباب، ارد کی پھریری دال، پراٹھے، بکری کا قورمہ، سوڈے کی بوتل، سیب اور انار کا پانی وغیرہ وغیرہ یاد کرتے ہوئے اس دنیا سے گئے۔ اس فاتحہ نامہ کا لڑھ دینا کوئی گالی نہیں تھی۔ لیکن نہ معلوم کہ آپ کے کیوں اس سے اگ لگ گئی اور آپ نے نہایت غصہ سے فرمایا کہ ”مرگئے مردود نہ فاتحہ نہ درود“ میں اس قسم کی لغو باتوں کا عادی نہیں ہوں۔ لیکن اگر آپ سننا چاہیں تو اس کے جواب میں عرض کر سکتا ہوں کہ۔

”مرگئے مردود از فاتحہ چہ سود“

آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ چونکہ منظور کو یہ نفیس کھانے نہیں ملتے اس لئے وہ ان کے نام سے چڑتا ہے۔ یہ چڑنے کی بات تو غلط ہے لیکن یہ آپ نے بالکل صحیح فرمایا کہ منظور کو یہ کھانے نہیں ملتے ” واقعی ان میں سے بعض کھانے تو شاید میں نے عمر بھر دیکھے بھی نہ ہوں گے۔ میں تو نہایت تنگی اور عسرت کے ساتھ روکھی بھکی کھا کے گزارا کرتا ہوں۔ اور اگر کسی وقت بالکل نہ ملے جب بھی خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اور اس فاقہ کشی پر نازاں ہوں، کیونکہ یہ میرے آقام کی سنت ہے۔ حضور م خود ارشاد فرماتے ہیں۔

الفقر فخری — ” فقیروں میں میرے لئے فخر ہے “

جو چیز ہمارے آقام و مولا کے لئے باعث فخر ہو وہ ہمارے لئے صد ہزار بار مایہ فخر و ناز ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں۔

ما شبع ال محمد صلی اللہ علیہ وسلم من خبز الشعیر مذ یومین متابعین۔

(حضور کے اہلبیت کبھی جو کی روٹی سے بھی دو دن متواتر شکم سیر نہ ہوئے)

تو جناب! ہم تو ان آقا کے غلام ہیں جو کبھی عمر میں دو دن جو کی روٹی سے بھی شکم سیر نہ ہوئے، جو بھوک میں شکم مبارک پر دو دو پتھر باندھا کرتے تھے، جو ریشمی قالینوں یا مٹھی گدوں پر نہیں بلکہ لٹکا کی کنکریوں پر بیٹھا کرتے تھے۔ جو اونچی اونچی مسکریوں پر نہیں بلکہ ٹوٹی پھوٹی چٹائی پر رات گزارا کرتے تھے کہ بعض اوقات جبہ اظہر پہ بوریے کے نشان پڑ جاتے تھے۔ ہمارے آقام و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ فقیرانہ زندگی ہم کو مبارک، اور آپ کے اعلیٰ حضرت کے انڈے پراٹھے، مرغ پلاؤ، بکری کا قورمہ، اور شامی کباب، آلس کریم اور فیرنی، ارد کی پھریری دال مع گرم مصالحہ و ادراک، اور گوشت بھری کچوریاں، اور پھران سب کے ہضم کرنے کے لئے سوڈے کی بوتل، یہ تمام چیزیں آپ کو مبارک!

آپ نے پنڈت گوپی چند کے اعتراضات کو معقول بتلا کر جو کفر کی حمایت کی تھی جس سے مسلمانوں کے دل دکھے، اور جس پر عین احتجاج کیا اور آپ کو توبہ کی طرف توجہ دلائی۔ بجائے اس کے کہ آپ اس سے توبہ کرتے آپ نے اس کے جواب میں راجپال اور نتھورام جیسے خبیث باطنوں کی حمایت شروع کر دی۔ آپ ان کی طرف سے صفائی پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے جو کچھ کیا دیوبندیوں کی دیکھا دیکھی اور ان ناپاک روضوں کو اس درجہ بے قصور ثابت کرتے ہیں کہ ان

ان کی ملعون گستاخوں کی ذمہ داری بھی ان پر نہیں بلکہ دیوبندیوں پر رکھتے ہیں ؟ آپ کو خدا کے غضب سے ڈرنا چاہئے۔
 اللہ ! اللہ ! ایک غازی علم الدین شہید اور غازی عبدالقیوم تھے جنہوں نے ان دریدہ دہن گستاخوں کو
 جہنم میں پہنچایا اور اپنے آقا و مولا پر قربان ہو گئے۔ اور ایک آپ ہیں کہ ان بدکرداروں کو بے قصور ثابت کر رہے ہیں
 اور اس پر دعویٰ ہے عشق رسول کا ؟ پھر یہ کس قدر شرمناک بہتان ہے کہ دیوبندی حضرات نے حضور اقدس م کی شان پاک
 میں یہ گستاخیاں کرائیں۔ آپ کا یہ افتراء ایسا ہی ہے جیسے کہ آج کوئی رافضی کہنے لگے کہ جس قدر عیسائی یا پنڈت حضور م کی
 توہین کرتے ہیں ان سب کے ذمہ دار (معاذ اللہ تعالیٰ) حضرت عمرؓ ہیں کہ انہوں نے سب سے پہلے حضور م کی شان میں
 گستاخی کی، اور آپ کو ہذیان گو بتلایا۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں آپ عشق نبوی کے مدعی ہیں، بتلائے کہ راجپال ایچی ٹیشن میں آپ نے کیا حصہ لیا ؟
 اور کیا قربانی پیش کی ؟ کون اس سلسلہ میں جیل خانوں میں گیا ؟ آپ گھر بیٹھے آرام سے گوشت بھری کچوریاں اور بکری
 کے شامی کباب کھاتے رہے، فرینی اور سوڈا واٹر اڑاتے رہے، اور جیل خانوں کو آباد کیا دیوبندیوں نے۔ میں آپ
 کو بتلاتا ہوں کہ خاص راجپال ہی کے معاملہ میں ہماری جماعت کے محترم بزرگ امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ
 شاہ صاحب بخاری کو تین سال کی قید ہوئی۔ لیکن کیا آپ حضرات میں سے بھی کوئی صاحب اسلام اور پیغمبر اسلام صلی
 اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت کی حفاظت کے لئے کبھی دو چار منٹ ہی کے واسطے جیل خانے گئے، یا اپنے چلوے پر اسٹے
 کھالے کے لئے عاشق رسول ہیں ؟

آپ نے تقویۃ الایمان کے حوالہ سے جو چند عبارتیں پیش کی ہیں ان میں نہایت شرمناک خیانت سے کام لیا ہے
 تفصیلی اور تحقیقی جواب تو انشاء اللہ ان کا اس وقت عرض کر دوں گا جب ان کی بحث آنے لگی۔ اور حسام اکرمین کی چار
 بحثوں کے بعد انشاء اللہ تقویۃ الایمان کی انہی عبارات پر بحث ہوگی اس وقت بعونہ تعالیٰ ان عبارتوں کے متعلق میں

۱۹۵۳ء
 یہ تو ماضی کا ذکر تھا دورِ حاضر کی تحریک ختم نبوت میں ان کی عدم شرکت اور لا تعلقی کسی تعارف کی محتاج
 نہیں، جب کہ پوری امت مسلمہ علمائے کرام و پیران عظام سے لے کر عوام الناس تک دور ابتلا میں گزر رہی تھی لیکن
 مولوی صاحب موصوف راجپال ایچی ٹیشن کی طرح ان دنوں بھی حسین و جمیل حجروں میں خلوت نشین رہے۔ (نامشر)

آپ کی چوری دکھاؤں گا اور ثابت کروں گا کہ تقویۃ الایمان کی وہ تمام عبارات جن میں قطع و برید کر کے آپ نے یہ حوالے دیئے ہیں وہ سب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہیں۔ بلکہ ان میں قرآن و حدیث کی ترجمانی کی گئی ہے۔

سر دست تو ان تمام عبارات کے متعلق صرف ایک مختصر بات عرض کرتا ہوں۔ لیکن ایسی فیصلہ کن کہ آپ بھی یاد ہی کریں۔ سنئے۔

آپ کا دعویٰ ہے کہ ان عبارتوں میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین ہے۔ بلکہ آپ کے نزدیک انہی عبارات نے راجہ پال اور مقصود رام جیسے دریدہ دہنوں کو گستاخی کی جرات دلائی۔ اور یہ ایک مسئلہ مسند ہے کہ جس طرح حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والا کافر ہے اسی طرت جو اس بد بخت کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ اگر ثبوت درکار ہو تو سنئے۔

آپ کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب اپنی مشہور کتاب ”تمہید ایمان“ میں لکھتے ہیں کہ۔

”تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک میں گستاخی کرے وہ

کافر ہے۔ اور جو اس کے معذب یا کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے“

اور آپ کے یہ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کو (ان کی تمام کتابیں بالخصوص تقویۃ الایمان

کا لفظ بہ لفظ دیکھنے کے باوجود) کافر نہیں کہتے۔ شہید مرحوم کے متعلق اسی تمہید ایمان صفحہ ۴۳ پر ان کا فیصلہ یہ ہے۔

۱۔ افسوس ہے کہ رضا خانیوں نے اپنی کشتی ڈوبتی دیکھ کر حفظ الایمان کی عبارت ہی پر مناظرہ کو ختم کر دیا اور

عبارات تقویۃ الایمان پر بحث کی نہ آئی۔ اگر ناظرین رد و ادا ان عبارتوں کا صحیح مطلب اور ان میں مولوی سردار احمد صاحب کی

خیانت معلوم کرنا چاہیں تو وہ خود تقویۃ الایمان ملاحظہ فرمائیں وہیں ان کو وہ آیات و احادیث بھی مل جائیں گی جن کی ترجمانی

ان عبارات میں کی گئی ہے۔ ۱۲۔ شاہ شہید کی تکفیر اور اعتراضات کے جواب کے لئے (۱) حضرت شاہ اسماعیل شہید

اور معاذین اہل بدعت کے الزامات : از افادات حضرت مولانا محمد منظر نعمانی مدظلہ۔ (۲) شہید کی سچی باتیں : از مولانا محمد

کنز العلوم ٹانڈہ۔ (۳) تذکار شہید : ماہنامہ الفرقان لکھنؤ کا مشاہد اسماعیل شہید نمبر ملاحظہ ہو۔

۱۔ اور امام طائفہ (اسمعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ

وسلم نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے ۔

اور اسی تمہید ایان صفحہ ۴۴ پر حضرت شہید مرحوم ہی کے متعلق لکھتے ہیں ۔

۲۔ علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی جواب ہے ۔ وهو الجواب وبہ یفتی وعلیہ

الفتویٰ وهو المذہب وعلیہ الاعتماد و فیہ السلامة و فی السداد

یعنی یہی جواب ہے اور اسی پر فتوے ہو اور اسی پر فتوے ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی

پر اعتماد اور اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت ۛ

پس جو عبارتیں آپ نے تقویۃ الایمان کے حوالہ سے پیش کی ہیں اگر آپ کے نزدیک ان میں حضور سرور عالم صلی

اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے تو مولوی احمد رضا خان صاحب ، شہید مرحوم کو کافر نہ کہنے کی وجہ سے کافر ہوئے ۔ اور اگر توہین

نہیں ہے تو آپ جھوٹے ہوئے ۔ اب آپ کے لئے صرف دو راستے ہیں ۔ ایک یہ کہ کھلے لفظوں میں آپ اقرار کریں کہ تقویۃ

الایمان کی ان عبارات میں درحقیقت توہین نہیں ہے ۔ اور میں نے صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے ان میں خیانت

اور ناجائز قطع و برید کی تھی ۔ اور اگر آپ یہ اقرار نہ کریں اور ان عبارات میں توہین ہی بتلائیں تو پھر آپ کو اپنے اٹھرت

کے کفر کا اقرار کرنا ہوگا ۔

بہر حال جو شخص حضرت شہید مرحوم کو کافر کہے اس کو مولوی احمد رضا خان صاحب کے کفر کا بھی اقرار کرنا پڑے گا ۔

نوش نوا یان چمن کو غیب سے مزہ ملا

سیاد اپنے دام میں خود بستلا ہونے کو ہے

دیکھی آپ حضرات نے شہید رحمۃ اللہ علیہ کی زندہ کرامت ، جیسے ہی آپ نے ان کی عبارات میں خیانت کی اور ان

کے متعلق لب کشائی کی ، خدا نے آپ کے اعلیٰ حضرت کو صفائی کا گواہ بنا کر پیش کر دیا ۔ وہ فرما رہے ہیں کہ " میں ان

کو کافر نہیں کہتا ، اور علمائے محتاطین کو چاہئے کہ وہ بھی ان کو کافر نہ کہیں اسی میں سلامتی ہے " اب فرمائیے کہ ان

اعلیٰ حضرت کے متعلق کیا رائے ہے ؟ اب یا ان کو بھی کافر کہئے یا حضرت شہید مرحوم کی عبارات کو بے غبار مان کر اپنی خیانت

اور فریب کاری کا اعتراف کیجئے ۔ اس کے بغیر آپ کو چارہ نہیں ۛ

عجب مشکل میں آیا سینے والا جیب و اماں کا

جو یہ ٹانگا تو وہ اُدھڑا جو وہ ٹانگا تو یہ اُدھڑا

مولوی سردار احمد صاحب

مولوی صاحب ! یہ آپ نے بالکل غلط کہا اعلیٰ حضرت رضی اللہ

تعالیٰ عنہ اسماعیل دہلوی کو کافر نہیں کہتے۔ اعلیٰ حضرت نے اسماعیل

کے کفر پر مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام ”الکوۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ“ ہے۔ اس میں دہلوی صاحب کے سینکڑوں کفریات لکھے ہیں، اور صاف لفظوں میں ان کو کافر لکھا ہے۔ آپ بالکل جھوٹ کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے اسماعیل دہلوی کو کافر نہیں لکھا۔

اور تہسید ایمان شریف کی جو عبارتیں آپ نے پڑھی ہیں ان کا مطلب آپ نے نہیں سمجھا۔ آپ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ کتاب دیکھیے جس میں ان عبارتوں کا مطلب خود اعلیٰ حضرت نے لکھا ہے۔ اس کتاب کا نام ”الموت الاحمر“ ہے جس کے معنی ہیں ”سرخ موت“ اور درحقیقت دیوبندیوں کے لئے وہ سرخ موت ہی ہے۔ اس کتاب نے دیوبندیت کو زنج کر ڈالا ہے۔ اس میں آپ کی اس سب خرافات کا جواب موجود ہے۔

آپ کہتے ہیں کہ تقویۃ الایمان کی ان عبارتوں میں ترجمانی بہ قرآن و حدیث کی۔ توبہ توبہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ! بھلا قرآن و حدیث میں ایسی گستاخیاں ہو سکتی ہیں۔ قرآن تو بھرا پڑا ہے حضورؐ کی مدح سے۔ اس میں ہر ہر سورت جگہ ہر ہر آیت میں تعریف سے حضورؐ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ وہ جا بجا خطبہ پڑھتا ہے حضورؐ کی مدح کا۔ اس میں کس طرح حضورؐ کی توہین ہو سکتی ہے ؟

خیر تقویۃ الایمان کی ان عبارتوں کی تو اس وقت بقول آپ کے بحث نہیں۔ آپ حفظ الایمان ہی کی عبارت کو کسی ایک آیت سے ثابت کر دیجئے اور بتلایئے کہ وہ کس آیت کا ترجمہ ہے ؟ لیجئے میں پھر اس عبارت کو پڑھتا ہوں اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب نے حفظ الایمان کی وہی عبارت پھر پڑھ دی اور اس کے متعلق پھر وہی تقریر کی جو پہلے بار ہا کر چکے تھے اور مولانا محمد منظور صاحب سے مطالبہ کیا کہ اس عبارت کو آپ قرآن کریم سے ثابت کر کے دکھلایئے اسکے بعد فرمایا کہ آپ نے پہلے دعویٰ کیا تھا کہ حفظ الایمان کا مضمون اعلیٰ حضرت کی کتابوں سے ثابت کروں گا مگر آپ ابھی تک ثابت نہ کر سکے۔ بلکہ اس دفعہ تو آپ نے کھلے لفظوں میں اقرار کر لیا کہ اعلیٰ حضرت کی عبارات میں ”ایسا“ کا

لفظ نہیں ہے۔ خدا نے خود آپ کے منہ سے حق بات نکلوادی۔ ایسے ہی انشاء اللہ تعالیٰ و شار رسولہ آپ قرآن شریف کے متعلق بھی اقرار کریں گے اور میں آپ سے اقرار کرا کے چھوڑوں گا۔ میں ادنیٰ غلام ہوں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ آپ کہتے ہیں کہ حضرت حجۃ الاسلام قبلہ (مولانا حامد رضا خان صاحب) آپ کو جواب نہیں دیتے، تو وہ آپ کو کیوں جواب دیں، آپ کو ان سے مخاطبہ کا کیا حق ہے وہ تو ہمارے آقا اور سردار ہیں، وہ ہماری جماعت میں سب سے بڑے بزرگ ہیں، آپ کے لئے ان کے خدام کافی ہیں۔ میں ان کا ایک ادنیٰ خادم بلکہ ادنیٰ غلام ہوں، میرے سامنے تو آپ کا یہ حال ہے، سب لوگ دیکھ رہے ہیں کہ آپ کس طرح میرے پنجے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ آپ بہت بھاگنا چاہتے ہیں مگر بھاگ نہیں سکتے اور نہ میں بھاگنے دوں گا۔ بڑی مشکل سے تو آپ پھنسے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ میں تمہارے گھر آیا ہوں آپ یہ غلط کہتے ہیں، ہم نے آپ کو زبردستی بلایا ہے۔ جس طرح آپ نے اپنے جلسہ میں پنڈت گوپی چند کو بلایا تھا تو اس میں فخر کی کیا بات ہے ؟

آپ تو اپنے گھر سے بس یہاں تک آئے ہیں مگر مجھے دیکھنے کہ میں پنجاب سے چل کر آپ سے مناظرہ کرنے کے لئے آیا ہوں اور اس طرح پیچھے پڑا ہوا ہوں کہ میں آپ کی فکر میں پنجاب سے چلا، راستہ میں مراد آباد پڑتا ہے اسی کے قریب کہیں سنبھل ہے میں وہاں آپ کی فکر میں پہنچا تو پتہ چلا کہ وہ یہاں سے بریلی بھاگ گئے ہیں تو میں وہاں سے آپ کے پیچھے پیچھے یہاں آیا ہوں۔ اور میں نے یہاں آکر آپ کو کھڑا کیا ہے اب میں آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا اور یہاں سے جہاں بھی آپ جائیں گے وہیں میں جاؤں گا اب آپ میرے پنجے میں نہیں نکل سکتے۔

اس سے پہلے بھی بہت سے بے غیرتوں سے مناظرہ کا اتفاق ہوا مگر
مولانا محمد منظور صاحب
 اس فن میں جو کمال آپ نے پیدا کیا ہے وہ کسی میں نہیں دیکھا گیا۔

اور شاید آپ کی اسی خصوصیت کی وجہ سے آپ کے آقا صاحب (یعنی مولوی حامد رضا خان صاحب) نے آپ کو اس ڈیوٹی کے لئے منتخب کیا ہے۔ یہاں کی تمام پبلک جانتی ہے کہ آپ مولوی حامد رضا خان صاحب کے مدرسہ میں نوکر ہیں اور ہمیں بہتے ہیں مگر اس کے باوجود آپ کس قدر دلیری سے فرما رہے ہیں کہ میں تم سے مناظرہ کرنے کے لئے پنجاب سے آیا ہوں اور اس پر کھڑک اور سفید جھوٹ کہ میں سنبھل گیا تھا وہاں سے بریلی آیا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹ بولنے میں آپ اپنے ہموطن مرزا قادیانی سے بھی زیادہ بہادر ہیں۔ شاہ بائش ! پنجاب کے جوان شاہ بائش !!

ایں کار از تو آید و مرداں پسین کنند

آپ فرماتے ہیں کہ ہم نے تجھ کو زبردستی بلایا ہے ۔ دروغ گوئیم بروئے تو « اسی کا نام ہے ۔ میرے پاس آپ کی یہ تحریر موجود ہے ، جس میں آپ نے لکھا ہے کہ « میں منظور کا چیلنج قبول کرتا ہوں » اب فرمائیے کہ کس نے مناظرہ کے لئے منظور کیا ؟

آپ فرماتے ہیں کہ تجھ کو مولوی حامد رضا خان صاحب سے مخاطبہ کا حق نہیں وہ ہماری جماعت میں سب سے بڑے بزرگ ہیں « یہ عذر جب کیا جاسکتا تھا جب کہ لاہور میں وہ مجھ کو اپنا مخاطب نہ تسلیم کر چکے ہوتے ۔ وہاں انہوں نے مجھ کو ، حضرت حکیم الامت کا وکیل ہونے کی حیثیت سے اپنا مخاطب تسلیم کر لیا ۔ اور مجھ سے مناظرہ کرنے کے لئے مولوی حسمت علی صاحب کو اپنی طرف سے وکیل بھی نامزد کر دیا اور مجھ کو اس کی تحریر بھی دے دی جو میرے پاس کچھ اللہ محفوظ ہے ۔ لہذا یہ عذر تو ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا ۔

ربا یہ کہ وہ آپ کی جماعت کے سب سے بڑے بزرگ ہیں تو ہوا کیس میں اپنی جماعت کا ایک ادنیٰ خادم ہوں اور سب سے چھوٹا ہوں مگر میری جماعت نے آپ کے سب سے بزرگ کے مقابلہ کے لئے میرا انتخاب کیا ہے اس لئے مجھ کو ان سے مخاطبہ کا جائز حق حاصل ہے ۔ پھر جیسے کچھ وہ بزرگ ہیں میں خوب جانتا ہوں ۔ میں ان کی ہسٹری سے اچھی طرح واقف ہوں ۔ مجھے بدایون کے رنگین واقعات بھی معلوم ہیں ۔ من خوب می شناسم پیران پارا « مگر افسوس یہ ہے کہ مقابلہ میں وہ خود موجود نہیں ہیں ان کی عدم موجودگی میں ان کی رنگین زندگی کا تذکرہ میں کچھ اچھا نہیں سمجھتا ۔

مصلحت نیست کہ از پردہ بردوں افتد لار

درند در مجلس زندان خبر نیست کہ غیبت

آپ نے گوپی چند کے اعتراضات کو معقول بتلا کر جو کفر کی حمایت کی تھی اس کی واروگیر سے بچنے اور غلط بحث کرنے کے لئے تقویۃ الامیان کے حوالہ سے چند عبارتیں نہایت شرمناک خیانت اور ناجائز قطع دبرید کر کے اپ نے پیش

ہے کہ اعلیٰ حضرت نے ”الکوبت الشہابیہ“ میں مولانا شہیدؒ کو کافر لکھا ہے ۔ اگر یہ بات آپ کسی ایسے شخص کے سامنے کہتے جس نے ”کوکبہ شہابیہ“ نہ دیکھی ہوتی تو وہ شاید آپ کے دھوکہ میں آجاتا۔ لیکن آپ اس کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں جس نے آپ سے زیادہ آپ کے اعلیٰ حضرت کی کتابوں کو کھنگالا ہے ۔

عنقا شکار کس نشود دام باز چسپیں

کیں جا ہمیشہ باد بدست است دام را

سنئے ! اسی کو کبہ شہابیہ کے آخر میں مولوی احمد رضا خان صاحب نے صاف لکھ دیا ہے کہ مذہب مختار یہی

ہے کہ شہید مرحوم کو کافر نہ کہا جائے ۔ اس کے آخری صفحہ پر خان صاحب کی یہ عبارت ملاحظہ ہو۔

” ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار سے کتب لسان (یعنی کافر کہنے سے زبان روکنا) مانع و

مختار و مرضی و مناسب “ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علیہ جل مجدہ اتم و احکم “

انہی الفاظ پر ”الکوبت الشہابیہ“ ختم ہے ۔

دیکھی آپ نے حضرت شہید مرحوم کی زندہ کرامت ۔ کہ جس کتاب کو آپ نے ان کے کفر کی دستانہ سمجھا تھا اسی سے

ان کا اسلام ثابت ہو گیا ۔ بہر حال حضرت شہید مرحوم تو فی الحقیقت اور آپ کے اعلیٰ حضرت کے بیانات سے مسلمان رہے

لیکن اب ذرا اپنے اعلیٰ حضرت کی خبر لیجئے وہ کہاں پہنچے ؟

یہ تو نہایت صفائی کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب ”شہید مرحوم کو کافر نہیں کہتے“

اور یہ بھی میں خان صاحب ہی کی تصریحات سے ثابت کر چکا ہوں کہ جو شخص حضورؐ کی توہین کرے اس کو کافر نہ کہنے والا بھی

باجماع مسلمین کافر ہے ؟ اور آپ کے نزدیک مولانا شہید علیہ الرحمۃ نے معاذ اللہ حضورؐ کی توہین کی بلکہ انہوں نے ہی

توہین نبویؐ کا دروازہ کھولا ، لہذا مولوی احمد رضا خان صاحب کسی دوسرے کے نزدیک کافر ہوں یا نہ ہوں لیکن آپ

کے نزدیک حضرت مرحوم شہید کو کافر نہ کہنے کی وجہ سے ضرور بالضرور کافر ہوئے اور اگر آپ ان کو کافر نہ مانیں تو انہیں کے

۱۔ بلکہ خود مولوی احمد رضا خان صاحب نے بھی کوکبہ ص ۳۱ و ۳۲ پر اس کی تصریح کی ہے۔ لہذا وہ خود اپنے اقرار سے

کافر ہوئے ۔ اس بحث کی پوری تفصیل ”امینۃ رضا خانیت“ میں ملاحظہ ہو۔

اصول سے آپ بھی کافر ہونے۔

دیکھی آپ نے حضرت شہید ملت اور حضرت حکیم الامت کی کرامت۔ آپ ان کو کاشا ثابت کرنا چاہتے تھے اور خود مع اپنے اعلیٰ حضرت کے اقراری کفر کی دل دل میں پھنس گئے۔ دیکھا آپ نے مجرم یوں اپنے اقرار سے پکڑے جاتے ہیں۔ اصلی کافروں کا کفر اس طرح ثابت ہوتا ہے۔ مناظرہ اس کو کہتے ہیں کہ ”جو دار ہو بگر سے پار ہو“

کیا ہے کوئی بدعت کا فرزند کہ حضرت شہیدؒ کو کافر کہنے کے ساتھ مولوی احمد رضا خان صاحب کو ادنیٰ درجہ کا مسلمان ثابت کر سکے ؟ ”اذن عام ہے آئے جس کا جی چاہے“

آپ نے اس مرتبہ مجھ سے حفظ الایمان کے مضمون کا ثبوت قرآن عزیز سے مانگا ہے۔ جزاک اللہ۔ اب ذرا حاضر جو اس ہو کہ قرآن عزیز سے ثبوت سنئے۔ یہ میں پہلے بتلا چکا ہوں کہ حفظ الایمان کے اس مضمون کی بنیاد دو چیزوں پر ہے اور وہی درحقیقت حضرت مولانا تھانوی کی اس دلیل کے دو اہم جزو ہیں۔

۱ : ایک یہ کہ مطلق بعض غیوب کا علم عام انسانوں بلکہ حیوانوں کو بھی ہے۔

۲ : اور دوسرے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم نہیں تھا۔

پہلی بات کا ثبوت قرآن عزیز سے سنئے۔

وَاِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يَسْبَحُ بِحَمْدِهِ
وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيحَهُمْۚ ۝۱۷۱
تمام چیزیں اللہ کی تسبیح اور اس کی حمد کرتی ہیں مگر تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کی تسبیح و تقدیس کرتی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کی حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس بغیر خدا کی معرفت کے ممکن نہیں۔ لہذا اس آیت سے ضمنائے بھی معلوم ہو گیا کہ کائنات کی ہر چیز کو خدا تعالیٰ اور اس کی صفات قدسیہ کا علم ہے۔ اور یہ میں آپ کے اعلیٰ حضرت کی تفسیر سے ثابت کر چکا ہوں کہ حق تعالیٰ عز اسمہ اور اس کی صفات غیب سے ہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ تمام کائنات حتیٰ کہ نباتات و جمادات کو بھی مطلق بعض غیوب کا علم حاصل ہے۔ اور یہی حفظ الایمان کی عبارت کا پہلا اہم جزو ہے۔ دوسرا جزو یہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم نہ ہونا دلائل نقلیہ و عقلیہ سے ثابت ہے۔ اس کا ثبوت بھی قرآن کریم سے سنئے۔

پہلی آیت -

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِيَ خَزَائِنُ اللَّهِ
وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي
مَلَكٌ (سورۃ النعام رکوع ۴)

دلے ہمارے رسولؐ، آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے
یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدائے تعالیٰ کے خزانے ہیں
اور نہ میں تمام غیبیوں کو جانتا ہوں، اور نہ میں تم سے یہ
کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں؟

دوسری آیت -

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا
مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ
لَا سَتَكُنَّ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ
السُّوءُ (اعراف : ۲۲)

آپ فرما دیجئے کہ میں اپنی ذاتِ خاص کے لئے (بھی) کسی
نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا۔ لیکن جو خدا
چاہے، اور اگر میں تمام غیبیوں کو جانتا تو میں بہت
سے منافع حاصل کر لیتا اور کوئی برائی مجھے نہ چھوٹی؟

تیسری آیت -

قُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانْتَظِرُوا الْخَبْرَ
مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ (یونس ع ۲)

آپ فرما دیجئے کہ سب غیب (کا علم) خدا ہی کے لئے ہے
سو تم منتظر رہو، میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں؟

چوتھی آیت -

وَاللَّهُ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَيْهِ
يُرْجَعُ الْأُمُورُ كُلُّهَا (پ ۱۲ - ہود)

اور آسمان و زمین کے سب غیب کا علم بس خدا ہی کو
ہے، اور تمام امور اسی کی طرف لوٹیں گے؟

پانچویں آیت -

لَهُ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَبْصُرُ
بِهِ وَأَسْمِعُ (کہن ع ۴)

صرف اسی کو ہے آسمان و زمین کے کل غیب کا علم، وہ کس
قدر بصیر اور کتنا سمیع ہے۔

چھٹی آیت -

وَاللَّهُ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

اور آسمان و زمین کی تمام پوشیدہ باتیں اللہ ہی کو

وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ
أَوْ هُوَ أَقْرَبُ - (سورہ نحل ۱۱)

معلوم ہیں۔ اور قیامت کا معاملہ بس ایسا ہوگا جیسے
آنکھ جھپکن، بلکہ اس سے بھی جلدی۔

یہ چھ آیتیں ہیں جو بیانِ کمال اعلان کر رہی ہیں کہ کل غیوب کا علم صرف حق تبارک و تعالیٰ کو ہے مخلوق میں کسی کو حاصل نہیں۔

وقت کے ختم ہو جانے کی وجہ سے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ بعد میں انشاء اللہ اور آیات بھی پیش کر دوں گا۔ آپ نے قرآن کریم سے ثبوت طلب کر کے حق و صداقت کے سارے اس تار کو چھڑ دیا ہے جو اب کم از کم ایک سو آیات پیش کر کے دم لے گا۔ واللہ ولی التوفیق۔

مولوی سردار احمد صاحب
مولوی صاحب ! آپ آیتیں پڑھ پڑھ کر لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ یہاں کوئی آپ کے دھوکے میں نہیں آئے گا۔

کا دیا فی بھی جب جواب سے عاجز آتے ہیں تو آیتیں ہی پڑھا کرتے ہیں۔ رام چندر آریہ بھی مناظرہ میں قرآن شریف پڑھا کرتا ہے۔ ایسے ہی آپ بھی قرآن شریف پڑھ پڑھ کر مسلمانوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ بتلائیے کہ ان آیتوں میں سے کس آیت کا ترجمہ ہے حفظ الایمان کی عبادت۔ آپ کے پاس مولوی اشرف علی کے ترجمہ کا قرآن شریف ہوگا۔ آپ اسی میں دکھلا دیجئے کہ انہوں نے کسی آیت کے ترجمہ میں حفظ الایمان والی عبارت لکھی ہو۔ بھلا قرآن مجید میں یہ گستاخانہ مضمون ہو سکتا ہے؟ وہ تو بھرا پڑا ہے حضور م کی مدح سے۔ اس میں تو جا بجا حضور اقدس کی تعریفیں ہیں۔ حضور کے علم غیب کے متعلق اس کا بیان یہ ہے۔

وَعَلَيْكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا -

اور اے محبوب ہم نے تم کو وہ تمام غیب کی باتیں سکھائیں جو تم نہیں جانتے تھے۔

دیکھئے اس سے حضور م کا علم غیب کیسا صاف ثابت ہوتا ہے۔ اور یہی ایک ایسی ایسی سینکڑوں ہزاروں

آیتیں حضور م کی مدح میں موجود ہیں، وہ تو حضور م کے کلمات کا خطبہ دیتا ہے پھر آپ تھا تو ہی صاحب کی گالیوں کا ثبوت بھلا قرآن پاک سے کس طرح دے سکتے ہیں۔ کیا دیوبندی دھرم میں قرآن بھی حضور م کی توہین کرتا ہے۔

مولوی صاحب ! آپ قرآن کی آیتیں پڑھ پڑھ کر میرے پنجے سے چھوٹ نہیں سکتے، میں بڑا کڑا پنجاہی ہوں۔

آپ کو یا تو حفظ الایمان کے کفری مضمون سے توبہ کرنی ہوگی یا اس کا ثبوت دینا ہوگا۔ آپ ایسی بے محل بے موقع آیتیں مت پڑھئے۔ آپ سو نہیں ایک ہی آیت ایسی پیش کر دیجئے جس سے حفظ الایمان کا مضمون ثابت ہوتا ہو۔ اور بس تھانوی صاحب ہی کے ترجمہ میں دکھلا دیجئے میں اسی کو مان لوں گا۔ آپ ادھر ادھر مت بھاگئے قاعدہ میں مناظرہ، کیجئے، میں نے تو سنا تھا کہ آپ بہت بڑے مناظر ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اصول مناظرہ کی ایک کتاب بھی نہیں پڑھی ہے۔

مولوی صاحب ! میاں وعظ کہنے اور آیتیں پڑھنے سے کام نہیں چلے گا، آپ حفظ الایمان کے ملعون مضمون کا ثبوت قرآن سے دینا ہوگا یا توبہ کرنی ہوگی، اس کے بغیر آپ کو نہیں چھوڑا جائے گا۔ حاضرین حفظ الایمان کی اس ملعون کفری عبارت کو پھر سن لیں وہ یہ ہے۔

اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب نے پھر حفظ الایمان کی عبارت پڑھی اور اس کے متعلق تقریباً وہی تقریر کی جو اس سے پہلے بار بار کہ چکے تھے۔ مرتبہ

معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت شرافت اور غیرت کا جو ہر تقسیم ہو رہا تھا اس وقت آپ کہیں سو رہے تھے۔ حاضرین دیکھ رہے، اور آپ

مولانا محمد منظور صاحب

کا دل جانتا ہے کہ اس وقت آپ کس مصیبت میں ہیں۔ لیکن اس کے باوجود آپ بار بار مجھ سے فرماتے ہیں کہ ”میں آپ کو چھوڑ دوں گا نہیں، آپ میرے بچے سے نکل نہیں سکتے۔“

اس وقت آپ کی مثال بالکل اس مچھلی کی سی ہے جو کسی شکاری کے جال میں پھنس گئی تھی۔ پہلے بہت کچھ تڑپے پھڑکی مگر جب رہائی سے مایوس ہو گئی تو نہایت شوخ چٹمی سے شکاری سے کہنے لگی کہ ”تو ہزار کوشش کر مگر میں تیرے جال کو چھوڑ نہیں سکتی، تو اب میرے قبضہ سے نکل نہیں سکتا، میں اب تیرے گھر تک جاؤں گی اور تیرا پیچھا نہیں چھوڑوں گی، شکاری اس کی ان باتوں پر ہنستا تھا۔ اسی طرح مجھے بھی آپ کی ان باتوں پر ہنسی آتی ہے۔

اس مرتبہ آپ نے پھر حفظ الایمان کی عبارت پڑھی ہے اور اس کے متعلق وہی گہرا فحاشی فرمائی ہے جس کا جواب میں بار بار دے چکا، میرے پاس اتنا بے کار وقت نہیں کہ میں ایک ہی بات کو بار بار دہرائے جاؤں۔ آپ کو اگر کچھ اور یاد نہیں ہے تو آپ مجبور ہیں۔

میں نے حفظ الایمان کے مضمون کی تائید میں اب تک سات آیتیں پیش کی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ بتلاؤ کہ حفظ الایمان کی عبارت کس آیت کا ترجمہ ہے ؟ معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کسی علمی حلقہ میں بیٹھنا بھی نصیب نہیں ہوا ہے۔ میرا یہ دعویٰ نہیں کہ حفظ الایمان کی عبارت کسی آیت کا بعینہ ترجمہ ہے۔ بلکہ میرا مدعا صرف یہ ہے کہ اس کا مضمون قرآن کریم سے ثابت ہے۔ میں ثابت کر رہا ہوں سات آیتیں پیش کر چکا اور اب اور پیش کر دوں گا۔ آپ سے ہو سکے تو رد کیجئے۔ اور ثابت کیجئے کہ ان سے حفظ الایمان کا مضمون ثابت نہیں ہوتا۔

میں نے عرض کیا تھا کہ حفظ الایمان کے زیر بحث مضمون کے دو اہم عنصر ہیں۔ ایک یہ کہ مطلق بعض غیوب کا علم (یعنی کسی دکنی غیب کی چیز کا علم) عام انسانوں بلکہ حیوانات بلکہ نباتات اور جمادات کو بھی ہے۔ اور دوسرا یہ کہ، جمیع غیوب کا علم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں تھا۔ پہلے جز کے ثبوت میں ایک آیت اور دوسرے کے ثبوت میں چھ صاف صریح آیتیں میں پیش کر چکا ہوں۔ اب اس سلسلہ کی دوسری آیتیں سنئے۔

ساتویں آیت -

وَ عِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا
إِلَّا هُوَ - (سورہ انفصام، ۶، ۵۹) اس کے سوا کوئی

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”مفاتیح الغیب“ جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ پانچ چیزیں ہیں جو سورہ لقمان کی آخری آیت میں مذکور ہیں۔ یعنی (۱) قیامت کا وقت مخصوص - (۲) بارش کا ٹھیک وقت کہ کب نازل ہوگی - (۳) مافی الارحام - (۴) مستقبل کے واقعات - (۵) موت کا صحیح مقام - اس کے بعد سورہ لقمان کی وہ آیت بھی سنئے۔

آٹھویں آیت -

إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ
الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا
تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي
نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ

بہ تحقیق اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم، اور وہی نازل کرتا ہے بارش کو، یعنی یہ بھی اسی کے علم میں ہوتا ہے کہ بارش کب ہوگی، اور وہی جانتا ہے جو کچھ مادہ کے رحم میں ہوتا ہے، اور کوئی نہیں جانتا کہ کل وہ کیا

عَلَيْمٌ خَبِيرٌ - (تھان رکوع آخر) کیا کرے گا، اور کسی کو خبر نہیں کہ وہ کہاں مرے گا۔
 بتحقیق اللہ تعالیٰ ہی جانتے والا اور خبردار ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

خمس من الغیب استأثر بهنّ اللہ یہ پانچ چیزیں غیب کی وہ ہیں کہ ان کو حق تعالیٰ علام
 فلم یطلع علیہن ملکاً مقرباً ولا نبیاً الغیوب نے اپنے لئے خاص کر لیا ہے۔ ان کی اطلاع نہ
 مرسلہ۔ (تفسیر ابن کثیر) کسی مقرب فرشتہ کو دی ہے نہ کسی نبی و رسول کو۔

نہیں آیت۔

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ (زل - ع ۵)

(اے ہمارے رسول) آپ فرمادیجئے کہ جتنی مخلوقات بھی
 زمین و آسمان میں موجود ہے (یعنی جن دانس اور فرشتے
 کوئی بھی تمام غیب کو نہیں جانتا مگر اللہ تعالیٰ جانتا
 ہے اور اس زمین و آسمان کی مخلوقات کو خبر نہیں کہ
 وہ کب دوبارہ زندہ کئے جائیں گے یعنی کسی مخلوق کو قیامت
 کا وقت معلوم نہیں۔

دسویں آیت۔

وَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَالْيَوْمِ تَرْجَعُونَ (زخرف ۶۷)

بس اللہ ہی کو ہے قیامت کا علم اور تم سب اسی کی
 طرف لوٹ کر جاؤ گے۔

”قُلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ“ یہ دس آیتیں ہیں جن سے نہایت صفائی کے ساتھ معلوم ہو رہا ہے کہ کل غیوب

کا علم حق تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ نہ حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ کسی دوسری مخلوق کو۔ اور یہی حفظ الایمان
 کے مضمون کا دوسرا عنصر تھا۔

رہا آپ کا یہ فرمانا کہ قرآن عزیز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح ہے یہ بالکل ٹھیک ہے بے شک قرآن
 عزیز نے بہت سے مقامات پر کمالات بیان فرمائے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی بتلاتا

ہے کہ نہ آپ خدا ہیں نہ صفاتِ خداوندی میں شریک، نہ نوائے قدرت کے مالک و مختار، نہ آپ کو تمام غیوب کا علم ہے۔ لیکن چونکہ ایسا کہنا آپ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و تفتیش ہے اس لئے آپ کے اصول پر قرآن پاک میں (معاذ اللہ) ضرور حضور کی توہین ہے۔

آپ نے اس تقریر میں ایک آیت بھی پیش کی ہے اس آیت بلکہ قرآن پاک کی ہر ہر آیت پر ہمارا ایمان ہے لیکن کل غیب کے علم کا ثبوت اس سے قیامت تک نہیں نکل سکتا، اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ”ہم نے آپ کو وہ علوم دیے جو آپ نہیں جانتے تھے“

سو بے شک حق تعالیٰ نے لاکھوں بلکہ کروڑوں علوم عالیہ کا لیے حضور کو ایسے عطا فرمائے جو آپ کو پہلے سے معلوم نہ تھے بلکہ حضورؐ کے تمام علوم شریفہ ایسے ہی تھے۔ آپ کے متعلق قرآن عزیز کا بیان ہے۔

مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ
وَلَا الْيَمَانُ ﴿النبأ ۵۲﴾

اور ایمان کیا چیز ہے۔

بہر حال حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہمارے آقا و مولا کو بے حد و شمار علوم عطا فرمائے لیکن اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ اب خدا کے نوائے غیب میں کچھ بھی باقی نہیں رہا، نہ اس آیت میں یہ مذکور ہے۔ بہر حال اس آیت اور ایسی تمام آیتوں پر ہمارا ایمان ہے لیکن ان سے کل غیب کا علم قیامت تک بھی ثابت نہیں ہو سکتا اور حفظ الایمان میں کل غیب کے علم کو ہی دلائل لقلیہ و عقلیہ سے باطل کہا گیا ہے۔

آپ نے ایک آیت پیش کی تھی اس کا جواب میں عرض کر چکا۔ میں نے اس وقت تک گیارہ آیتیں پیش کی ہیں ان کا جواب دیجئے صرف یہ کہہ دینے سے کام نہیں چلتا کہ قرآن قادیانی بھی پڑھا کرتے ہیں اور آریہ بھی۔

اور جناب آپ نے اپنے اعلیٰ حضرت کے کفر کو تو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ ذرا سنئے! خان صاحب کی روح اپنی قبر میں سے آواز دے رہی ہے کہ مجھے اس کفر کی دلدل سے نکالو! خدا را اس کی کچھ تو سنو، کچھ تو ان کے نمک کا حق ادا کرو۔

اور غضب یہ ہے کہ میں ان کو کافر نہیں کہہ رہا وہ خود آپ کے اصول پر کافر ٹھہرتے ہیں۔

مسلمانانِ بریلی ذرا اس پہلو پر بھی غور فرمائیں کہ اس مناظرہ میں حضرت حکیم الامت پر کفر کا دعویٰ کیا گیا مگر اچھ اللہ ان کے وکیل نے ان کو بری کر کے دکھلایا۔ اور ثابت کر دیا کہ ان کی عبارت بے داغ ہے۔ اور اس کی تائید

قرآن کریم کر رہا ہے۔ مگر اسی سلسلہ میں جب مولوی احمد رضا خان صاحب اپنے ہی تیار کئے ہوئے کفر کے جال میں پھنس گئے تو اب کوئی ان کا روحانی یا صلیبی فرزند ان کے نکالنے کے لئے تیار نہیں "کردنی خویش آمدنی پیش" اسی کو کہتے ہیں۔

مولوی سردار احمد صاحب حضرات! آپ دیکھ رہے ہیں کہ مولوی منظور صاحب میری باتوں کا جواب نہیں دیتے۔ بس مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے آیتیں پڑھ جاتے ہیں۔ مولوی صاحب! یہاں کوئی مسلمان آپ کی ان چالوں میں نہیں آسکتا۔ آپ تھانوی صاحب کی گستاخوں اور سٹری گالیوں کا ثبوت قرآن سے دینا چاہتے ہیں ہم سب مسلمانوں کا ایمان ہے کہ قرآن میں کہیں حضور اقدسؐ کی توہین نہیں۔ قرآن تو ہر صفحہ میں خطبہ پڑھ رہا ہے حضور سرایا نورؐ کے مدائح کریمہ کا۔ قادیانیوں کی طرح آیتیں پڑھنے سے آپ کا پیچھا نہیں چھوٹ سکتا۔ آپ تھانوی صاحب کے کفر کا جواب دیجئے یا کھلے لفظوں میں توہین کا اقرار کر کے توہین کیجئے یا آپ اپنے اگے سے ہٹنے نہیں دوں گا۔ آپ بڑے چالاک ہیں لیکن کسی پنجابی سے آپ کا واسطہ نہیں پڑا۔ آپ بتلائیے کہ تھانوی صاحب کی کفری عبارت کس آیت کا ترجمہ ہے، آپ تھانوی صاحب ہی کے ترجمہ سے ثابت کر دیجئے مگر میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آپ قیامت ثابت نہیں کر سکیں گے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے

یہ بازو ہرے آزماتے ہوئے ہیں

مولوی صاحب! آپ کو بتلانا پڑے گا کہ تھانوی صاحب کی یہ کفری عبارت کہ

”اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو ہر زید و عمرو بلکہ ہر صبی

و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے“

کس آیت کا ترجمہ ہے؟ آپ بتلائیے کہ قرآن شریف کی کس آیت میں کہا گیا ہے کہ حضورؐ کا سا علم،

ہر گدھے، کتے، ہر سورا، بندر، ہر چوہے، بلی، ہر مچھر، پتو، ہر کڑیے، مکورے اور ہر کٹیا کٹا اور ہر بچپیا،

بچھا کو حاصل ہے۔ آپ ذرا ایک آیت سے تو اس کو ثابت کر دیجئے؟

اس کے بعد میں حضورؐ کے علم غیب کے ثبوت میں ایک آیت کریمہ اور پڑھ کر سناتا ہوں۔ قرآن شریف میں

ارشاد ہوتا ہے ۔ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ اور اے محبوب ہم نے تم پر ایک ایسی کتاب میں نازل کی ہے جس میں ہر چیز کا کھلا بیان ہے ۔

دیکھئے اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک میں غیب و شہادت کی ہر چیز کا بیان ہے اور جب حضور پر وہ ، نازل ہوا تو اس کے ذریعے حضور کو بھی تمام باتوں کا علم ہو گیا ۔ دیکھا آپ نے قرآن شریف کس طرح حضور کے علم غیب کا ثبوت دے رہا ہے ۔ مگر دیکھنے کے لئے ایمان کی آنکھ چاہئے اور وہ دیوبندیوں و مایوں کو کہاں نصیب ۔



مولوی سردار احمد صاحب کی اس تقریر پر مجلس مناظرہ ختم ہو گئی ۔ آج کے مناظرہ کی کیفیت خصوصیت کیسے قابل دیدہ تھی جو احاطہ تحریر میں نہیں آ سکتی ، حق کا غلبہ بہت نمایاں تھا اور پبلک اس کو محسوس کر رہی تھی کہ فریقین میں شیر و بکری کا بھی تناسب نہیں ہے ۔ حتیٰ کہ مولوی سردار احمد صاحب اور ان کے ساتھ کے تمام مقامی و بیرونی علماء کے چہرہ لبشروں سے بھی یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ ان کے دل کس قدر پشورہ ہیں ۔ پھر اسی بیہوش زدہ اور افسردہ منہ سے مولوی سردار صاحب کی تعلیم اور بھی زیادہ لطف پیدا کر رہی تھیں اور درحقیقت اسی چیز نے ان کو اس پر مجبور کیا کہ کسی حیلہ بہانے سے مناظرہ درہم برہم کیا جائے چنانچہ اگلے دن انہوں نے کرہی دیا ۔



مَناظِر کا چوتھا دن

مولانا محمد منظور صاحب بَعْدَ خُطْبَةِ سَنُونَهٗ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي
أَمْرِي وَأَحْلِلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي

حضرت گرامی ! حفظ الایمان کی عبارت پر اس مناظرہ کا آغاز ہوا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس وقت تک جو کاروائی ہوئی ہے آپ حضرات اس پر ایک سرسری نظر ڈال لیں۔

مولوی سردار احمد صاحب کا اعتراض یہ تھا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے اور حضور کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا گیا ہے۔ اور اس اعتراض کی بنیاد ”ایسا“ کے لفظ پر تھی۔

میں نے آپ کے اس اعتراض کا بحد اللہ کافی شافی جواب دیا۔ اور ثابت کر دیا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں توہین کا شائبہ بھی نہیں، اور اس میں زید و عمرو اور صبیان و مجاہدین اور حیوانات و بہائم کے لئے مطلق بعض غیب کا علم تسلیم کیا گیا ہے نہ کہ وہ علم جو واقع میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔

۱۔ مولوی سردار احمد صاحب بار بار حفظ الایمان کی عبارت کا مطلب بیان کرتے ہوئے ”جیسا“ کا لفظ بولتے تھے کہ ”جیسا“ علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا علم غیب تو ہر زید و عمرو وغیرہ کو حاصل ہے۔ میں نے ان سے مطالبہ کیا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں یہ ”جیسا“ کا لفظ کہاں ہے؟ تو اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ لفظوں میں مذکور تو نہیں مگر مخدوف اور مقدر ہے۔ مگر جب میں نے ان کی اس لغو بات کا زبردست رد کیا تو وہ اس کا کوئی جواب نہ دے سکے۔

۲ : اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ ”ایسا“ اگر بغیر جیسا کے ہو جب بھی وہ تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے“
 میں نے ان کی اس بات کا بھی مدلل رد کیا۔ اور بحمد اللہ محاورات اور لغت سے ثابت کر دکھایا کہ ”ایسا“ بغیر جیسا کے
 تشبیہ کے علاوہ دوسرے معانی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ پھر اس کا وہ کوئی جواب نہ دے سکے۔“
 ۳ : میں نے ثابت کیا کہ حفظ الایمان میں لفظ ”ایسا“ سے مطلق بعض علوم غیبیہ نہ ہیں۔ اور اس کی
 دو صورتیں بیان کیں۔ ایک یہ کہ ”ایسا“ کو بلا تشبیہ کے ”اتنا“ کے معنی میں لیا جاوے، جیسا شاعر کے اس شعر
 میں ہے۔

اُس بادہ کشن کا جسم ہے ایسا لطیف و صاف

زَنار پر گن ہے موج شراب کا

یا اُس کو ”یہ“ کے معنی میں لیا جاوے۔ اور ثابت کیا کہ ”ایسا“ یہ کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ مگر
 مولوی سردار احمد صاحب ان میں سے کسی بات کو رد نہ کر سکے۔ واللہ علی ذالک۔

۴ : مولوی سردار احمد صاحب نے مولانا تھانوی کے متعلق ایک مثال پیش کی کہ ”ان کو علم کیوں کہا جاتا ہے،
 کل علم کی وجہ سے باطن علم کی وجہ سے“ میں نے اُس میں اور حفظ الایمان کی عبارت میں کھلا فرق دکھلایا کہ کسی ذی علم
 شخص کو عرفاً شرعاً عالم کہنا درست ہے۔ اور ”عالم الغیب“ کہنا نادرست۔ لہذا عالم الغیب کی مثال عالم سے نہیں
 دی جاسکتی۔ مولوی سردار صاحب اس کو بھی رد نہ کر سکے۔

۵ : پھر میں بتلایا کہ اس کی صحیح مثال رازق، اور رب العالمین کا لفظ ہے، ان کا اطلاق بھی مخلوق پر نہیں ہوتا
 اور اگر ان الفاظ میں حفظ الایمان کی تقریر کی جائے تو توہین نہیں لازم آتی۔ اسی طرح ”عالم الغیب“ سے متعلق جب
 ”ایسا“ کلام کیا جاوے گا تو توہین نہیں ہوگی۔

۶ : اس کے بعد آپ نے ”قادر“ کی مثال پیش کی، اس کا جواب بھی نہایت شافی دے دیا گیا اور بتلادیا گیا

۱۰ چنانچہ شاعر کہتا ہے

وصل بہت خود سر کی تمنا نہ کریں گے ہاں نہ کریں گے کبھی ایسا نہ کریں گے

کہ چونکہ حق تعالیٰ کو قادر کہا جاتا ہے۔ اس لئے اگر اس میں یہ تقریر جاری کی جائے تو استخفاف لازم آئے گا۔ اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہیں کہا جاتا، اس لئے اگر اس میں یہ تقریر کی جائے تو کوئی قباحت نہیں۔ آپ اس کا بھی کوئی جواب نہ دے سکے۔

۸۱ : پھر آپ نے خلطِ مبحث کرنے کے لئے حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کے متعلق دو خوابوں کا ذکر چھیڑا۔ لیکن جب میں نے اس میں آپ کی خیانت پکڑی اور آپ کے لفظِ کافراہ کا پرزور رد کیا تو آپ اس کو بالکل ہی بھول گئے۔ اور اس کے بعد آپ نے ان خوابوں کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

۹ : لغایت ۔

۲۰ : پھر میں نے حفظ الایمان کی اس عبارت کے متعلق آپ سے بارہ سوال کئے، آپ نے قسم کھانے کو بھی ان کا جواب نہیں دیا۔

۲۱ : پھر میں نے بتلایا کہ حفظ الایمان کی عبارت کے جس حصہ پر آپ کو اعتراض ہے اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ مطلق بعض غیوب کا علم عام انسانوں بلکہ حیوانوں کو بھی حاصل ہے اور اس کا اعتراف خود آپ کے اعلیٰ حضرت کو بھی ہے۔ پھر میں نے اس کے ثبوت میں ان کی مشہور کتاب ”الدولۃ المکیہ“ اور ”ملفوظات“ سے کئی عبارتیں پیش کیں ان کا بھی آپ کوئی جواب نہ دے سکے۔

۲۲ : پھر آپ نے خلطِ مبحث کرنے کے لئے حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کچھ عبارتوں کے حوالے دیئے۔ لیکن جب میں نے بتلایا کہ آپ کے اعلیٰ حضرت، شہید مرحوم کو کافر نہیں کہتے، اور اس کے ثبوت میں ”تمہیدِ ایمان“ کی عبارات پیش کیں تو آپ اس کے سوا کچھ نہ کہہ سکے کہ ”اعلیٰ حضرت نے ”الکوئۃ الشہابیہ“ میں مولانا شہید کو کافر لکھا ہے۔ اور ”تمہیدِ ایمان“ کی عبارتوں کا مطلب اعلیٰ حضرت نے ”الموت الاحمر“ میں لکھ دیا“ لیکن جب میں نے ثابت کیا کہ۔

رد کو کبہ شہابیہ“ ہی میں آپ کے اعلیٰ حضرت نے آخری فیصلہ شہید مرحوم کے متعلق یہ لکھا ہے کہ ”ان کو کافر نہ کہنا ہی سب مختار اور مرضی و مناسب ہے“ اور بتلایا کہ تمہیدِ ایمان کی عبارتوں کا مطلب صاف ہے وہ کسی شرح کا محتاج نہیں کہ الموت الاحمر میں ان کا مطلب دیکھا جائے، اور نہ مناظرہ کا یہ اصول ہے کہ فریقِ متقابل کی کسی بات کے جواب میں کہا جائے کہ اس کا جواب فلاں کتاب میں لکھا ہوا ہے تم اس کو دیکھ لینا۔ تو آپ ان باتوں کا بھی کوئی جواب نہ دے سکے۔

— ۲۳ : آپ نے پنڈت گوپی چند کے کافرانہ اعتراضات کو معقول بتلا کر اسلام پر سخت ترین حملہ کیا۔ اور جب میں نے آپ کو توبہ کی طرف توجہ دلائی تو اس کے جواب میں آپ نے راجپال اور نتھورام جیسے دریدہ دہن اور سنگ انسانیت گستاخوں کو بے قصور بتلایا اور ان کی گستاخیوں کا ذمہ دار ان کو نہیں بلکہ دیوبندیوں کو ٹھہرایا، گویا اس پہلے برم سے توبہ کرنے کی بجائے آپ نے یہ دوسرا سنگین جرم کیا اور ان دشمنان اسلام کی حمایت کر کے مسلمانوں کے دل دکھائے لیکن میرے بار بار توجہ دلانے کے باوجود ابھی تک آپ نے ان سنگین جرموں سے توبہ کی، نہ گوپی چند کے اعتراضات پر غور کرنے کے لئے کوئی وقت ہی مقرر کیا۔ لہذا میرا یہ مطالبہ بھی ابھی تک علیٰ حال قائم ہے۔

— ۲۴ : لغایت۔

— ۲۴ : آپ نے کل حفظ الایمان کے مضمون کا ثبوت قرآن عزیز سے طلب کیا۔ چنانچہ میں نے اس کے مضمون کی تائید میں گیارہ آیتیں پیش کیں جن میں سے آپ نے کسی ایک کا بھی جواب نہیں دیا۔

— ۲۵ : پھر آپ نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کل غیب کا علم ثابت کرنے کے واسطے آیت کریمہ وَعَلِمْتَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ پیش کی۔ میں نے اس کا صحیح مطلب بیان کیا اور ثابت کر دیا کہ اس سے کل غیب کا علم قیامت تک بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ آپ اس کا بھی کوئی جواب نہ دے سکے، گویا کل تک میرے پتیس مطالبے آپ کے ذمہ قرض رہے۔

— ۲۶ : آپ نے کل اپنی آخری تقریر میں علم غیب کے ثبوت میں آیت کریمہ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ بھی تلاوت فرمائی تھی۔ اس سے بھی آپ کا مدعا ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ یہاں ”کل شئی“ سے صرف وہی چیزیں مراد ہیں جو دین سے متعلق ہوں اور انسان کو نجات بخودی کے لئے جن کی ضرورت ہو۔ اور اس آیت کا مطلب صرف یہ ہے کہ دین کی تمام ضروری باتیں قرآن کریم میں بیان کر دی گئی ہیں، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ معاذ اللہ قرآن عزیز میں ہر کھٹی، مچھر اور پھلی بیسندک کی سوانح عمری بھی درج ہے۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)۔ اور میں یہ اپنی طرف سے نہیں کہتا، بلکہ عام مفسرین نے یہی لکھا ہے۔ اگر ضرورت ہوئی تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کے متعلق مفسرین کی وہ عبارات بھی پیش کر دوں گا۔

لے دھاشیہ برصغور آئینہ

۳۴ : اس کے معنی میں اس کے ایک نئی دلیل اور سنئے۔ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ

”اور خدا کے لشکر کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا“

مع اس آیت کے اب آپ کے ذمہ میرے سینتیس مطالبے ہیں۔ اگر آپ ان سب کا جواب نہ دے سکیں۔ تو میں اوپر کے سات معاف کرتا ہوں آپ صرف تیس کا جواب دے دیجئے۔ اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم اپنے اعلیٰ حضرت کے کفر کو ضرور اٹھائیں۔ آپ ان کے مدرسہ میں نوکر ہیں، ان کا نمک کھاتے ہیں، کچھ تو ان کے نمک کا حق ادا کیجئے۔ آپ نے شہید مرحوم اور حضرت حکیم الامت کیلئے جو کفر کا جال بچھایا تھا وہ بے چارے اُس میں پھنس گئے اُن کو کسی طرح نکالنے میں بھی اس معاملہ میں آپ کی مدد کروں گا۔

اور ہاں گوپی چند کے اعتراضات کے معاملہ کو بھی ضرور صاف کیجئے۔ یا اپنے کلمات سے توبہ کیجئے، یا ان اعتراضات پر مناظرہ کرنے کے لئے وقت مقرر کیجئے۔

حضرات! آپ پرسوں سے برابر دیکھ رہے ہیں کہ مولوی منظور صاحب **مولوی سردار احمد صاحب** صاحب میرے اصل اعتراض کا کوئی جواب نہیں دیتے، بے کار

ادھر ادھر کی باتوں میں وقت گزارتے ہیں، کبھی اپنے بارہ سوالوں کا ذکر کرتے ہیں جن کو اصل بحث سے کوئی تعلق نہیں کبھی مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے قادیانیوں کی طرح آیتیں پڑھتے ہیں۔ میں بھی اگر چاہوں تو ادھر سے کسی حافظ کو کھڑا کر دوں وہ مولوی منظور صاحب سے بھی زیادہ آیتیں پڑھ دے گا، مگر میں بے کار باتوں میں وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ آپ نے آیتیں تو بہت سی پڑھ دیں مگر یہ آپ ابھی تک نہیں بتلا سکے کہ حفظ الایمان کی عبارت ان میں سے کس آیت کا ترجمہ ہے؟

دعاشیہ صفحہ گزشتہ) ۱۰ چنانچہ علامہ نسفی حنفی کی مشہور مستند تفسیر مدارک التنزیل میں ہے: ”تَبَيَّنَا لِكُلِّ شَيْءٍ مِنْ أُمُورِ الدِّينِ“

یعنی قرآن عزیز میں دین کی ساری باتوں کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ تفسیر جلالین ص ۲۲۲، تفسیر معالم التنزیل ص ۱۷۷،

تفسیر ابو السعود ص ۲۶۴، تفسیر خازن ص ۱۲۹، تفسیر جامع البیان ص ۲۲۲، تفسیر سبھاوی ص ۲۲۲، تفسیر کبیر ص ۳۴۴،

میں بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی لکھا ہے۔ اصل عبارات ”صاعقہ آسمانی حصہ دوم میں درج ہیں۔ مرتب

میں پھر آپ کو پسیلج دیتا ہوں آپ بتلائیے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں جو یہ الفاظ ہیں کہ ”اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ایسا علم غیب تو ہر زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔“ آپ بتلائیے کہ یہ کتنا خانہ الفاظ کس آیت کریمہ کا ترجمہ ہیں۔ میں آپ سے کل کہہ چکا ہوں کہ آپ تھانوی صاحب ہی کے ترجمہ قرآن میں دکھلا دیجئے۔

مولوی صاحب ! قرآن شریف پڑھنے کے لئے کوئی موقع محل ہوتا ہے ، دیکھئے فقہ کی کتابوں میں ”سجدہ میں“ قرآن شریف پڑھنے سے منع لکھا ہے ۔

آپ اپنے مطالبات گناتے ہیں منتیں ہو گئے ، چھتیں ہو گئے ، آپ کو معلوم نہیں کہ حفظ الایمان کی اس کفری عبارت کے متعلق اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین سو سوالات کتابوں میں چھپے ہوئے ہیں تین سو۔ آپ پہلے ان کا جواب دے دیجئے ۔

آپ بار بار گویا چند کا ذکر کرتے ہیں ، میں کہہ چکا ہوں کہ گویا چند نے یا دوسرے پنڈتوں ، پادریوں نے جو جملے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر کہے ہیں ان کے ذمہ دار آپ ہی لوگ ہیں ، آپ ہی لوگوں نے ان کو یہ جرات دلائی ۔ میں نے کل آپ کے امام الطائفہ دہلوی صاحب کی بہت سی عبارتیں نمونہ کے طور پر پیش کی تھیں ۔ آپ سے ان کا تو کوئی جواب نہیں دیا گیا ، اور اس کے بجائے آپ نے اعلیٰ حضرت کے متعلق بحث شروع کر دی ۔ میں کل ہی جواب دے چکا ہوں کہ اعلیٰ حضرت نے خاص اسی موضوع میں ”الموت الاحمر“ تصنیف فرما دیا ہے ۔ آپ ان سب باتوں کا جواب اس میں دیکھ لیجئے ۔ آج میں آپ کے مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کی ایک توہین اور پیش کرتا ہوں ۔

تذکرۃ الرشید صفحہ ۴۶ پر حاجی امداد اللہ صاحب ؒ کے متعلق لکھا ہے ۔

” اعلیٰ حضرت نے خواب دیکھا کہ آپ کی بھادج آپ کے مہمانوں کا کھانا پکا رہی ہیں کہ جناب سول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کی بھادج سے فرمایا کہ اٹھ تو اس قابل نہیں کہ امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا پکائے ، اس کے مہمان علماء ہیں اس کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا “

اور یہ سب کو معلوم ہے کہ حاجی امداد اللہ کے مرید بھی دیوبندی مولوی تھے ، تو گویا سعاد اللہ حضور دیوبندیوں کے باورچی اور بھٹیاری ہو گئے ۔ توبہ توبہ لاحول ولا قوۃ ۔ بھلا اس سے زیادہ حضور مکی اور کیا توہین ہو سکتی ہے کہ حضور (ﷺ) حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

کو بھٹیادہ بنا دیا گیا۔ مولوی صاحب ! آپ کے پیشواؤں کی ان ہی گستاخیوں نے آریہ پنڈتوں اور عیسائیوں کو توہین کی جرات دلائی ہے۔ مولوی صاحب میں آپ سے پھر کتا ہوں کہ آپ بے کار باتوں کو چھوڑیے میری اصل بات کا جواب دیجئے۔ میں آپ کو سامنے سے ہٹنے نہیں دوں گا۔ اور آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔

خدا کا شکر ہے اس نے مجھے اعلا کلمۃ الحق کی ایسی توفیق بخشی ہے کہ
مولانا محمد منظور صاحب
 آپ کے ہم وطن مرزا غلام احمد قادیانی۔ بانی مرزائیت کی کفریات کا

رد میں نے خاص قادیان میں پہنچ کر کیا۔ اور مولوی احمد رضا خان صاحب موجد رضا خانیت کی خرافات کا رد ان کے وطن بلکہ اس وقت خاص ان کے گھر (جامعہ رضویہ) میں گھس کے کر رہا ہوں۔ مگر کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ آپ پھر بھی یہ کہتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے کہ میں آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ سامنے سے ہٹنے نہیں دوں گا۔ درحقیقت بے حیائی بھی بڑی کرامت ہے۔

آپ مجھ سے فرماتے ہیں کہ تو نے اعلیٰ حضرت کے متعلق بحث شروع کر دی۔ حالانکہ واقعہ صرف یہ ہے کہ آپ نے خلطِ مجتہد کرنے کے لئے حضرت شہید مرحوم کی کچھ عبارتیں پڑھیں اور دعوے کیا کہ ان میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے لہذا اسماعیل دہلوی کافر۔ میں نے حضرت شہیدؒ کی طرف سے بطور گواہ صفائی آپ کے اعلیٰ حضرت کو پیش کر دیا اور یہ بھی ثابت کر دیا جو شخص حضرت شہید مرحوم کو کافر کہے اسکو آپ کے اعلیٰ حضرت کے کفر کا پہلا اقرار کرنا پڑے گا۔ آپ خود ہی انصاف کیجئے کہ یہ بحث میں نے شروع کی یا آپ نے شروع کرانی؟ نہ آپ شہید مرحوم کے متعلق بحث چھیڑتے نہ مولوی احمد رضا خان صاحب کا کفر ثابت ہوتا ہے

گل و گلچیں کا گلہ بلبلِ ناشد نہ کر

تو گرفتار ہوئی اپنی صدائے باعث

بہر حال مولوی احمد رضا خان صاحب کو اس کفر کی دلیل میں خود آپ نے پھنسا یا ہے اور پھر یہ کہتے بڑے افسوس

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) اے حضرت قطب العالم حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ مہاجر ملی کو طائفہ بریلی کے مشہور مولوی عبد السمیع صاحب رامپوری اور بریلوی مکتب فکر کے اکثر لوگ بھی اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہیں جس کی تائید انکی تصانیف سے ہو سکتی ہے۔ تاثر

کی بات ہے کہ اب آپ ان کو نکالنے کی فکر بھی نہیں کرتے۔ بس یہ فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے ”الموت الاحمر“ میں اس کا جواب دے دیا ہے۔

جناب ! اگر میری جواب کافی ہے تو پھر اس تکلیف فرمائی اور مناظرہ کی دوسری کی کیا ضرورت تھی۔ گھر ہی سے ایک پرچہ پر لکھ کر بھیج دیا ہوتا کہ آپ کی تمام باتوں کے جواب اعلیٰ حضرت نے فلاں فلاں کتابوں میں لکھ دیئے ہیں اور اگر درحقیقت آپ کے نزدیک اعلیٰ حضرت کے وہ جوابات صحیح ہیں تو پھر میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ اس کتاب کو ہاتھ میں لے کر ایک طرف سے پڑھنا شروع کر دیجئے۔ اور جواب سنتے جائیے۔ تاکہ لوگ آپ کے اعلیٰ حضرت کی قابلیت بھی دیکھ لیں۔ بہر حال صرف یہ کہہ دینے سے کام نہیں چل سکتا کہ اس کا جواب فلاں کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ آپ نے اس مرتبہ تذکرۃ الرشید کے حوالہ سے حضرت حاجی اماد اللہ صاحب قدس سرہ کا ایک خواب بھی نقل کیا ہے، اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ معاذ اللہ اس میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بادرچی اور بھٹیاریہ کہا گیا ہے، استغفر اللہ العلیٰ اعظم،

گندی ذہنیت پر خدا کی لعنت، اس خواب سے یہ ناپاک نتیجہ تو قیامت تک بھی نہیں نکل سکتا۔ اس کی کھلی ہوئی تعبیر یہ ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین علمائے کرام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کرم ہے اور ان پر حضور کی بارگاہ سے فیوض و برکات اور علوم و معارف کا فیضان ہوتا ہے۔ اور درحقیقت سارے علمائے صاحبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے دسترخوان کرم کے خوش چین ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دودھ نوش فرمایا۔ اور بچا ہوا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پلا دیا۔ اور پھر خود ہی اس کی تعبیر علم سے دی۔ پس جس طرح اس خواب میں دودھ پلانے کی تعبیر علم سے دی گئی، اسی طرح حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خواب میں بھی کھانے سے روحانی غذا یعنی علوم و معارف کی تعبیر نکالی جائے گی۔ اور اشارہ اس طرف ہو گا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے میاں جو طالبان معرفت آتے ہیں ان کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے روحانی فیض پہنچتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ کہ کسی کو کھانا تیار کرنے کی وجہ سے ”بادرچی“ یا ”بھٹیاریہ“ کہہ دینا آپ ہی کی گندی ذہنیت ہے۔

(سہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

آپ نے اگر حدیث کی سب سے پہلی کتاب ”مشکوٰۃ شریف“ پڑھی ہوگی تو اس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وہ روایت بھی دیکھی ہوگی جس میں انہوں نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ کان یخسف نعلہ ویحلب شائبہ یعنی میرے آقام خود ہی اپنی پاپوش مبارک کو ٹانگ لیا کرتے تھے اور خود ہی اپنی بکری دوہ لیا کرتے تھے۔“

میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ کی یہی ذہنیت ہے تو اس حدیث کی وجہ سے آپ حضور کو نہ معلوم کیا کیا کہیں گے؟ کیوں کہ آپ کے اس گندے اصول پر ہر جوتے سینے والے کو مچھی (یا چمار) اور ہر دودھ دوہنے والے کو گھوسا کہا جاتا گا، ایسی گندی ذہنیت پر خدا کی لعنت۔ مولوی صاحب! اعتراض کرنے کے لئے بھی سلیقہ چاہئے، یہ مجلس مناظرہ ہے خالہ جی کا گھر نہیں۔

ہزار نکستہ بار یک تر ز مو اینجاست

نہ ہر کہ سر بستہ شد قلندر می داند

یہاں تک تو آپ کی خارجی باتوں کا جواب تھا۔ اس کے بعد میں اصلی بحث کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ آپ کا مطالبہ تھا کہ ”حفظ الایمان“ کے مضمون کو قرآن کریم سے ثابت کیا جائے۔ میں اس سلسلہ میں گیارہ آیتیں پیش کر چکا ہوں، اب دو آیتیں اور پیش کرتا ہوں۔

سورۃ احزاب کے آخری رکوع میں ہے۔

يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ
قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ

لے ہمارے رسولؐ۔ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں (یعنی یہ کہ کب آئے گی) آپ فرما دیجئے کہ

(الحزاب ۳، ۶۳) اس کا علم بس اللہ کو ہے۔

پچیسویں پارہ کی سب سے پہلی آیت ہے۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) لے رضا خانی مولوی صاحبان کے گھروں میں جو ان کی عورتیں کھانا پکانے کا کام کرتی ہیں شاید یہ حضرات اپنی ان بہو بیٹیوں کو بھٹیلا رہی کہتے ہوں گے۔ ایسی گندی ذہنیت پر خدا کی لعنت۔ ۱۲ مرتب۔

إِلَيْهِ يَرْدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ - اللہ ہی کی طرف لوٹایا جاتا ہے قیامت کا علم -

ان دونوں آیتوں سے بھی معلوم ہوا کہ قیامت کے وقت خاص کا علم صرف حق تعالیٰ کو ہے۔ اس کے سوا کسی کو نہیں، اور وہ بھی غیب میں سے ہے۔ تو ثابت ہوا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام غیوب کا علم حاصل نہ تھا اور یہی حفظ الایمان کے مضمون کا دوسرا اہم جزو ہے۔ اور پہلے جز کے متعلق بھی ایک آیت میں پیش کر چکا ہوں۔ اور ساتھ ہی خود آپ کے اعلیٰ حضرت کے اقوال سے بھی اس کو ثابت کر چکا ہوں۔

آپ نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خواب پیش کر کے اور اس سے ایک گندہ نتیجہ نکال کر اپنی مخصوص ذہنیت کا ثبوت دیا تھا۔ اس کا تحقیقی جواب تو آپ سن چکے۔ اب ذرا اپنے گھر کا بھی ایک خواب ملاحظہ فرمائیے اور اس پر بھی فتوے لگائیے۔

آپ کے قبلہ و کعبہ اعلیٰ حضرت اپنے پیر بھائی "مولوی برکات احمد صاحب" کے انتقال کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

» ان کے انتقال کے دن مولوی سید امیر احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارت اقدس حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لئے جلتے ہیں۔ عرض کی، یا رسول اللہ! کہاں تشریف لئے جلتے ہیں، فرمایا برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے " اس خواب کو نقل فرمانے کے بعد آپ کے اعلیٰ حضرت بڑے فخر کے ساتھ فرماتے ہیں: "الحمد للہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا " (ملفوظات حصہ دوم ص ۲۵)

اس خواب میں دو باتوں کی تصریح ہے۔ ایک یہ کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بقول خان صاحب مولوی برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے کے لئے تشریف لائے۔ اور دوسری یہ کہ اس نماز کی امامت خود بدولت اعلیٰ حضرت نے فرمائی۔ نتیجہ صاف یہ نکلا کہ آپ کے اعلیٰ حضرت نے بقول خود امامت کی۔ امام المسلمین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

اللہ رے خان صاحب کا دل گردہ، حالانکہ بہترین امت اور افضل البشر بعد الانبیاء۔ بالتحقیق سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

”ماکان لابن ابی قحافۃ ان یوم الناس ورسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم فیہم“

یعنی ابوقحافہ کے بیٹے ابو بکر سے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ لوگوں کی امامت کرے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم ان میں موجود ہوں“

لیکن آپ کے اعلیٰ حضرت بڑے فخر سے فرماتے ہیں کہ ”الحمد للہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا“ اب ذرا اپنے

ان بزرگوار کے متعلق بھی فتویٰ ارشاد ہو۔

سینتیس^{۳۷} مطالبے میرے آپ کے ذمہ پہلے ہیں اور دو آیتیں اس تقریر میں اور پیش کی گئی ہیں۔ اور ایک آپ

کے اعلیٰ حضرت کا یہ دعویٰ امامت ہوا۔ اس کا جواب بھی آپ کو دینا ہے۔ اب یہ کل چالیس ہو گئے۔ اگر آپ ان

سب کا جواب نہ دے سکیں تو صرف ان میں سے بیس کا جواب دے دیں، بیس میں معاف کرتا ہوں۔ دیکھئے! آپ

کے اعلیٰ حضرت نے تو بہت سے حیلوں سے سود بھی جائز کر دیا ہے کہیں نوٹ اور روپیہ کے تبادلہ کی صورت میں کہیں

دوسرے حیلوں سے، لیکن مجھ کو دیکھئے میں اپنے اصل مطالبہ میں سے بھی نصف چھوڑ رہا ہوں۔ اس زمانہ میں الیہا قرض

نخواہ بھی آپ کو دے گا۔

مولوی صاحب! آپ نے بالکل جھوٹ کہا کہ اعلیٰ حضرت نے

مولوی سردار احمد صاحب

امامت کا دعویٰ کیا ہے۔ آپ کو مسئلہ معلوم نہیں کہ جس نماز میں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شریک ہوں اس میں حضور ہی امام اہل ہوتے ہیں اور جماعت کا امام حضور کا مقتدی

ہوتا ہے، اور باقی جماعت اس امام کی مقتدی ہوتی ہے۔ تو اعلیٰ حضرت کا مطلب بھی یہی ہے کہ اس جنازے کی نماز

کے امام اہل حضور تھے اور میں حضور کا مقتدی تھا اور میں نے باقی جماعت کو نماز پڑھائی۔ مولوی صاحب!

اعلیٰ حضرت سے کبھی بھول کر بھی حضور کی شان میں ایسی گستاخی نہیں ہو سکتی، وہ تو فنا ہو گئے تھے عیش

رسول میں۔

آپ نے اس تقریر میں دو آیتیں اور پڑھ دیں۔ مولوی صاحب! قادیانی بھی آپ ہی کی طرح آیتیں

پڑھا کرتے ہیں۔ اس طرح بے محل آیتیں پڑھنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ قرآن شریف پڑھنے کا بھی ایک موقع ہوتا ہے

میں نے عرض کیا تھا کہ فقہائے کرام سجدہ میں قرآن شریف پڑھنے کو ناجائز لکھتے ہیں۔ کیا صحیح نہیں ہے ؟ آپ یہ بتلایئے کہ حفظ الایمان کی وہ ملعون عبارت کس آیت کا ترجمہ ہے ، میں تو یہ بھی کہتا ہوں کہ آپ تھانوی صاحب ہی کے ترجمہ قرآن میں دکھلا دیجئے ، میں اُنہی کے ترجمہ کو مان لوں گا ، اور اگر آپ یہ نہ دکھلا سکیں اور کبھی نہ دکھلا سکیں گے ، تو پھر آپ آیتیں پڑھ کر مسلمانوں کو دھوکہ نہ دیں ۔

حاضرین خیال رکھیں میرا یہ اہل مطالبہ ہے۔ مولوی صاحب ! اب جب تک آپ قرآن شریف کے ترجمہ میں کہیں حفظ الایمان کی عبارت نہ دکھلا دیں گے میں آپ کو چلنے نہیں دوں گا، لیجئے اب میں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے ثبوت میں آیتیں پڑھتا ہوں ۔

۱ : عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ ۔
یعنی خدا غیب کا جاننے والا ہے وہ نہیں مطلع کرتا اپنے غیب پر کسی کو سوا برگزیدہ رسول کے ۔
دیکھئے اس آیت سے معلوم ہوا کہ خدا اپنے برگزیدہ رسولوں کو علم غیب دیتا ہے ۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ برگزیدہ تھے تو آپ کو بھی ضرور خدا نے علم غیب دیا ۔

۲ : تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ : (سورہ ہود ۵۹) ۔
یہ غیب کی خبریں میں سے ہے اے محبوب ہم اس کو تمہارے طرف وحی کرتے ہیں ۔

دیکھئے اس آیت کریمہ سے بھی حضور کو علم غیب ثابت ہوتا ہے ۔

۳ : خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۔
اللہ تعالیٰ نے انسان کو یعنی حضور اقدس کو پیدا کیا اور ان کو تمام چیزوں کا بیان سکھایا ۔

۴ : فَأَوْحِيَ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ ۔
خدا نے اپنے محبوب پر وحی بھیجی جس قدر کہ بھیجی ۔

۵ : مَا هُوَ عَلَىٰ الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۔
حضور اقدس غیب پر بخیل نہیں ہیں ۔

یہ پانچ آیتیں ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور کو علم غیب تھا ۔

خیر یہ تو میں نے آپ کی آیتوں کے جواب میں آیتیں پڑھ دیں ۔ اصل بحث تو حفظ الایمان کی گستاخی تھی آپ اس کو قرآن شریف سے ثابت کیجئے ۔ لیجئے میں اس کا ایک نوٹ اور پیش کرتا ہوں ۔ اگر کوئی شخص آپ کے

مولوی تھانوی صاحب کے متعلق کہے کہ ان کے چہرے کو حسین کیوں کہا جاتا ہے۔ کل حسن کی وجہ سے یا بعض حسن کی وجہ سے۔ کل حسن تو ان کو یقیناً نہیں ملا۔ اور اگر بعض کی وجہ سے کہا جائے تو اس میں ان کے چہرے کی کیا تخصیص ہے جیسا ان کا چہرہ ہے ایسا تو گدھے کا بھی ہے، سور کا بھی ہے، بندر کا بھی ہے، تو بتلائیے کہ اس میں مولوی تھانوی صاحب کی توہین ہوگی یا نہیں؟ آپ اس کا جواب ضرور دیجئے۔

آپ نے اپنی تقریر میں قادیان جانے کا بھی ذکر کیا تھا۔ آپ گئے ہوں گے مگر قادیانیوں کی تردید کے لئے نہیں بلکہ ان کی تصدیق کے لئے۔ کیوں کہ ان کی طرح آپ بھی ختم نبوت کے منکر ہیں۔ آپ کے مولوی قاسم صاحب نانوتوی دیوبندی نے ”تخذیر الناس“ میں صاف لکھا ہے کہ ”حضور ص کے بعد اور نبیوں کے آنے میں کوئی حرج نہیں“ حضور کو آخری نبی سمجھنا عوام کا خیال ہے۔ جب خود آپ کا عقیدہ یہ ہے تو آپ قادیانیوں کی کیا تردید کریں گے۔

قادیانیت کے فنا کرنے کے لئے جو کام اس وقت تک ہماری جماعت نے کیا ہے اور کر رہی ہے اس سے ہندوستان کا ہر واقف

مولانا محمد منظور صاحب

حال باخبر ہے۔ بہاولپور کا تاریخی مقدمہ، احرار کی یلغار، اور رد قادیانیت ہی کے سلسلے میں ہمارے محترم بزرگ سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کی سزایابی جس کی اپیل اس وقت زیر سماعت ہے۔ یہ وہ واقعات ہیں جس سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔ ان حالات میں آپ کا یہ فرمانا کہ تم مرزا کی تصدیق کے لئے قادیان گئے تھے، ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی بد بخت کہنے لگے کہ صابہ کرامؓ کا جوشکر روم یا ایران جہاد کرنے کے لئے گیا تھا وہ درحقیقت اسلام کے خلاف قیصر و کسریٰ سے سازش کرنے کے لئے گیا تھا۔

تخذیر الناس کی بحث چھپرے کے آپ نے اپنے لئے ایک نئی مصیبت خریدی ہے۔ اب میں بتلاؤں گا کہ آپ کے اعلیٰ حضرت نے اُس کی عبارات میں کیسی شرمناک خیانت کی ہے کہ مختلف صفحات کے متفرق فقرہ کو جوڑ کر ایک

۱۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو علمائے ربانی کے بیانات ”حصہ اول، دوم، سوم، چوتھی“ (مقدمہ فیصلہ بہاولپور)

و ”سید عطاء اللہ شاہ بخاری“ از جناب شورش کشمیری مدیر پتھان لاہور۔ (ناشر)

مسلل مضمون بنایا، اور اس کو تحذیر الناس کی طرف منسوب کر دیا۔ اور اس سے نتیجہ یہ نکالا کہ تحذیر الناس میں ختم نبوت کا انکار کیا گیا ہے۔ لہذا اس کا مصنف کافر۔ درحقیقت جیسی کھلی بددیانتی انہوں نے تحذیر الناس کے معاملہ میں کی ہے ایسی کوئی کھلا کافر بھی مشکل سے کرے گا۔ اب حفظ الایمان کی بحث عنقریب ختم ہو چاہتی ہے۔ اس کے بعد میں انشاء اللہ تحذیر الناس کے مضمون پر مفصل روشنی ڈالوں گا۔ اور آپ کی اور آپ کے اعلیٰ حضرت کی دیانت اور امانت دکھلاؤں گا۔

میں نے آپ کے اعلیٰ حضرت کا ایک ملفوظ پیش کیا تھا اور ثابت کیا تھا کہ اس میں انہوں نے حضور کی اہمیت کا دعویٰ کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ”نماز حضور نے پڑھائی اور میں نے حضور کے پیچھے پڑھی اور میرے پیچھے باقی جماعت نے پڑھی“ اگر عبارت کا مطلب اسی طرح نکالا جاتا ہے، تو پھر جس عبارت کا جو چاہا مطلب بیان کر دیا۔ جناب من! اس ملفوظ کو غور سے دیکھئے آپ کے اعلیٰ حضرت نے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نماز پڑھنے کا لفظ استعمال کیا ہے اور اپنے متعلق پڑھانے کا۔ لہذا اس میں آپ کی یہ تاویل نہیں چل سکتی

ولن یصلح العطار ما افسد الدهر

آپ کئی دفعہ فرما چکے ہیں کہ تم بے موقع آیتیں پڑھتے ہو۔ اور دلیل یہ ہے کہ سجدہ میں قرآن شریف پڑھنا ناجائز ہے۔ ”اگر آج دنیا میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہوتے تو آپ کے اس اجتہاد کی داد دیتے۔ معلوم نہیں مناظرہ اور سجدہ میں آپ نے کیا مشابہت سمجھی ہے۔ اور پھر غضب یہ ہے کہ آپ خود بھی کبھی کبھی آیتیں پڑھ دیتے ہیں۔ چنانچہ اس دفعہ بھی آپ نے پانچ آیتیں پڑھی ہیں، جن کو آپ کے مدعا سے اتنا ہی تعلق ہے جتنا آپ کو فن مناظرہ سے۔ کیونکہ بحث کل علم غیب کی ہے اور اسی کو حفظ الایمان میں دلائل نقلیہ و عقلیہ سے باطل کہا گیا ہے اور اسی کی تائید میں میں نے اس وقت تک بارہ آیتیں پیش کی ہیں۔ لیکن آپ کی پیش کردہ پانچ آیتوں میں سے کسی ایک میں بھی کل غیب کا ذکر نہیں۔

۱۔ افسوس کہ اس وقت کے اُلے سے پہلے ہی رضا خانیوں نے مناظرہ ختم کر دیا۔ شائقین ”تحذیر الناس“ کے متعلق مفصل

بحث ”معرکہ العقلم“ اور صاعقہ آسمانی حصہ اول میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ ۱۲ مرتب

کیونکہ پہلی آیت کا حاصل صرف یہ ہے کہ حق تعالیٰ عالم الغیب ہے اور اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیب کی اطلاع دیتا ہے۔ اس سے کل غیب کا علم ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ مطلق غیب کی اطلاع ثابت ہوتی ہے۔ جس سے کسی کو انکار نہیں۔

اور دوسری آیت میں ایک خاص واقعہ کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ”یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جن کی اطلاع ہم بندہ دھی آپ کو دیتے ہیں“

اس آیت سے بھی غیب کے بعض واقعات ہی کی اطلاع ثابت ہوتی ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ حضور کو غیب کی لاکھوں، کروڑوں باتوں کی اطلاع تھی لیکن کل کی نہیں، وہ صرف حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ بہر حال یہ آیت بھی ہمارے مخالف نہیں۔

تیسری آیت کا مطلب صرف یہ ہے کہ ”ہم نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو گویائی سکھائی“، اس کو تو آپ کے مدعا سے کوئی دور کا بھی لگاؤ نہیں۔

چوتھی آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف دھی فرمائی جو دھی فرمائی۔ اس کو کل غیب کے دعوے سے کیا واسطہ ؟

پانچویں آیت کا مطلب یہ ہے کہ ”آپ کو غیب کی جن باتوں کی اطلاع دی گئی ہے آپ ان کے بتلانے میں بخل نہیں“ اس سے بھی کل غیب کا علم ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس سے تو میری تائید ہوتی ہے، کیوں کہ میں اب تک کئی ایسی آیتیں پیش کر چکا ہوں کہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے تھے اور حضور فرما دیتے تھے کہ اس کا علم بس اللہ کو ہے۔ اور کبھی ایک دفعہ بھی حضور نے قیامت کا وقت نہیں بتلایا، تو ماننا پڑے گا کہ حضور کو اس کی اطلاع نہ تھی، اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ کو اطلاع تو تھی لیکن اوردوں کو نہیں بتلاتے تھے تو بخل لازم آئے گا۔ اور آپ کی پیش کردہ یہ آیت بتلا رہی ہے کہ آپ غیب پر بخل نہیں۔

مولوی صاحب ! دیکھا مناظرہ اس کا نام ہے کہ مخالف کی دلیل سے اپنا دعوئے ثابت کر دیا جائے۔ ابھی کسی مناظرے سے کچھ دنوں مناظرہ سیکھئے ۔

بہستانِ روکہ از بلبلِ طریقہٴ عشقِ گیری یاد ۴ بہ محفلِ اکہ از ناصحِ سخنِ گفتنِ بیاموزی

آپ کی پانچوں دلیلوں کا جواب میں دے چکا۔ میری طرف سے سارا حساب بے باقی ہے۔ حفظ الایمان کے دوسرے دوسرے جز کی تائید میں بارہ آیتیں میں پہلے پیش کر چکا اب دو آیتیں اور سنئے، سورۃ انبیاء کے تیسرے رکوع میں ارشاد ہے۔

وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ
إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ . قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ
عِنْدَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُبِينٌ
(الملك ۲۵، ۲۶)

یہ کفار (آپ سے) کہتے ہیں بتلاؤ یہ وعدہ (یعنی قیامت) کب ہوگا اگر سچے ہو، آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم بس اللہ ہی کو ہے اور میں تو بس ڈرانے والا ہوں صاف صاف بیان کرنے والا ہوں۔

سورۃ اعراف کے تیسویں رکوع میں ارشاد ہے۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسُهَا
قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا
لِيُوقِتَہَا إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ
حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ
وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ

(اے ہمارے رسول) یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ کب آئے گی؟ فرما دیجئے اس کا علم بس میرے رب ہی کو ہے، نہیں ظاہر کرے گا اس کو اس کے وقت پر مگر اللہ تعالیٰ۔ بھاری ہے وہ آسمانوں اور زمینوں میں وہ اچانک بے خبری ہی میں آئے گی وہ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا کہ آپ اس کو جانتے ہیں۔ کہہ دیجئے کہ اس کا علم میرے اللہ ہی کو ہے لیکن بہت سے لوگ اس راز سے ناواقف ہیں۔

ان دونوں آیتوں سے بھی معلوم ہوا کہ قیامت کے وقت خاص کا علم صرف حق تعالیٰ ہی کو ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت نہیں فرمایا گیا، حالانکہ وہ بھی غیب میں سے ہے تو ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیب کا علم حاصل نہیں تھا۔ اور یہی حفظ الایمان کے مضمون کا دوسرا جز ہے۔ اور میرا دعوے صرف یہی ہے کہ حفظ الایمان کے دونوں جز قرآن کریم سے ثابت ہیں۔

آپ مجھ سے فرماتے ہیں کہ ”حفظ الایمان“ کی عبارت بعینہ کسی ترجمہ قرآن میں لکھی ہوئی دکھلا دو، کیا

کسی عبارت کے صحیح اور موافق قرآن و حدیث ثابت کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ بعینہ ترجمہ ہو قرآن و حدیث کا۔ اگر آپ کا یہی اصول ہے تو پہلے اپنے اعلیٰ حضرت کے فاتحہ نامہ کو اسی معیار پر قرآن و حدیث کے موافق ثابت کر دیجئے۔

بتلایئے ”دودھ کا برف خاد ساز“ قرآن و حدیث کے کس لفظ کا ترجمہ ہے ؟ ”مرغ پلاؤ“ اور مرغ کی بریانی ”بکری کا شامی کباب“ اور قورمہ“ کس لفظ کا ترجمہ ہے ؟ ”پراٹھے“ اردو کی پھریری دال مع ادوک و گرم مصالح“ یہ کس آیت میں ہے ؟ اور ہاں ”گوشت بھری چٹائے دار کچوریاں“ اور سوڈا واٹر کی بوتل“ یہ کس آیت کا ترجمہ ہے ؟ اور ”خان صاحب کی قبر پر جو تر حلو اچڑھتا ہے اور جو گاگر چڑھائی جاتی ہے“ وہ کس آیت کا ترجمہ ہے ؟

آپ پہلے ان چیزوں کو قرآن و حدیث کے ترجموں میں دکھلا دیجئے اس کے بعد مجھ سے حفظ الایمان کی عبارت کا مطالبہ کیجئے۔

اس مرتبہ آپ نے حسین کی ایک مثال اور پیش کی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ، تو ایک عالم باعمل اور اللہ تعالیٰ کے صالح بندے ہیں۔ اگر کوئی بے تمیز اور بدتمذیب آپ سے سیکھ کر مولوی احمد رضا خان صاحب کے متعلق بھی یہ کہے کہ جیسا چہرہ ان کا تھا ایسا ہر بندہ رکا ہے، اور جیسی آنکھیں ان کی تھیں ایسی ہر آنکھ کی ہیں، اور جیسے کان ان کے تھے ایسے ہر گدھے کے ہیں۔ اور جیسے دانت ان کے تھے ایسے ہر کتے کے ہیں اور جیسی ناک ان کی تھی ایسی ہر سونہ کی ہے۔ تو میرے نزدیک تو اس میں مولوی احمد رضا خان صاحب کی بھی سخت توہین ہوگی۔ اور یہ بدتمذیب شخص جو آپ سے سیکھ کر ایسے یہودہ کلمات بکتا ہے، میری رائے میں اس قابل ہے کہ اس کو بریلی کے پاگل خانہ میں داخل کر دیا جائے۔ میرے نزدیک یہ بد نصیب شخص انسان کہلانے کا بھی مستحق نہیں، بلکہ وہ اپنی بد اخلاقی کی وجہ سے حیوانوں سے بدتر ہے، لیکن حقیقت سے جس قدر دوری اس شخص کی اس کو اس کو ہے اس سے کہیں زیادہ آپ کی گندی مثال کو حفظ الایمان کی عبارت سے ہے۔ اگر آپ کو میرا یہ تلخ جواب ناگوار ہوا ہو تو معذرت کے طور پر میں صرف اتنا عرض کر دوں گا کہ

بدن بولے زیرِ گمر۔۔۔ گر کوئی میری سنے ۛ یہ صد اگنبد کی سے جیسی کے ویسی سنے

حضرات ! آپ نے دیکھ لیا مولوی منظور صاحب کسی آیت

مولوی سردار احمد صاحب

کے ترجمہ میں حفظ الایمان کی عبارت نہیں دکھلا سکے۔ حتیٰ کہ

خود تھانوی صاحب کے ترجمہ میں بھی نہیں دکھلا سکے۔ اور بھلا وہ گستاخانہ عبارت کس طرح قرآن شریف میں نکل سکتی ہے۔ وہ قہ نازل ہوا ہے حضورؐ کی شان بڑھانے کے لئے، وہ جا بجا خطبے دیتا ہے حضورؐ کی مدح و ثنا کے۔ مولوی صاحب آپ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی میں آیتیں پڑھتے ہیں اور قرآن شریف تو حضورؐ کے علم غیب کے منکروں کو کافر کہتا ہے۔ کسی منافق نے حضورؐ کی شان کدہ دیا تھا کہ ”ان کو غیب کی کیا خبر“ تو اس پر قرآن پاک کی یہ آیت نازل ہوئی۔

قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ”تم ایمان کے بعد کافر ہو گئے“

بھلا جس قرآن میں منکرین علم غیب کو صاف صاف کافر کہا گیا ہو اس میں حضورؐ کے علم غیب کی نفی کس

طرح ہو سکتی ہے ؟

آپ نے مجھ سے اعلیٰ حضرت کی فاتحہ اور حلوے کا ثبوت بھی طلب کیا ہے۔ اور اپنے مخصوص انداز میں اس پر تسخر بھی کیا ہے۔ آپ تو تسخر کریں گے ہی، فاتحہ تو ایمان والوں کے لئے ہے، بے ایمانوں کے لئے کچھ نہیں ”مرگئے مردود“ نہ فاتحہ نہ درود ”اور اصل بات یہ بھی ہے کہ آپ کو حلوٰۃ فیہ ہی نہیں ہوتا، اس لئے ہمارے حلوے دیکھ کر آپ کے پیٹ میں اگل لگتی ہے۔ اچھا لیجئے اب فاتحہ اور حلوے کا ثبوت سنئے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ کا انتقال ہو گیا تو وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ! ام سعدہؓ کا انتقال ہو گیا اور میں کوئی ایسا کام کرنا چاہتا ہوں جس سے انکو ثواب پہنچے۔ تو حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان سے لئے کنواں بنوادو ”چنانچہ حضرت سعدہؓ نے اپنی والدہ کی طرف سے کنواں بنوا دیا۔“ اس سے ثابت ہو گیا کہ ہم کوئی نیک کام کر کے اس کا ثواب اموات کو پہنچا سکتے ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت کی وصیت کا مطلب بھی یہی ہے کہ ان نفیس اور عمدہ کھانوں کا ثواب مجھ کو پہنچایا جائے۔ اور بزرگوں کی قبروں پر جو علوا وغیرہ جاتا ہے وہ بھی اسی غرض سے۔ دیکھئے کیسا صاف ثبوت نکل آیا۔ اب آپ یہ ایسے ہی حفظ الایمان کی عبارت قرآن شریف کے ترجمہ میں دکھلا دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب

آپ نے مجھ سے مطالبہ کیا تھا کہ حفظ الایمان کی عبارت بعینہ

کس آیت کا ترجمہ ہے ؟ میں نے اس کا جواب دیتے ہوئے

آپ سے دریافت کیا کہ ” خان صاحب کے چٹ پٹے مصالحو دار وصیت نامہ میں گوشت بھری کچوریاں اور اُرد کی بھیری دال ، اور سوڈا واٹر کی بوتل وغیرہ یہ چیزیں کس آیت یا حدیث کا ترجمہ ہیں ؟“

اس کے جواب میں آپ نے حضرت سعد رضی کے کنوئیں کی روایت نقل کر دی۔ جس میں خان صاحب کے تحریر

کردہ ایک درجن کھانوں میں سے کسی ایک کا بھی ذکر نہیں بلکہ اس میں دوسرے سے فاتحہ کا بھی ذکر نہیں یا آپ

نے کسی روایت میں دیکھا ہے کہ کنواں بنوانے کے بعد حضرت سعد رضی نے اس پر بیٹھ کر دونوں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ بھی پڑھی

تھی جس طرح آپ لوگ حلویے اور مالیدے پر پڑھتے ہیں۔ بہر حال اس روایت سے تو صرف مطلق ایصال ثواب ثابت

ہوتا ہے نہ کہ فاتحہ مردبہ ، اور بالخصوص آپ کے اعلیٰ حضرت کا پٹاخے دار فاتحہ۔ لیکن اس وقت مجھے اس سے

بحث نہیں ، مجھے تو یہ عرض کرنا ہے کہ خان صاحب کے فاتحہ نامہ کے ثبوت میں حضرت سعد رضی کی روایت پیش کر کے

آپ نے خود ثابت کر دیا کہ کسی عبارت کو قرآن و حدیث سے ثابت کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ بعینہ

ترجمہ ہو کسی آیت یا حدیث کا پس اسی طرح حفظ الایمان کی عبارت کے صحیح اور موافق قرآن و حدیث ہونے کے

لئے بھی اس کی ضرورت نہیں۔ بلکہ صرف اس کا مضمون آیات و احادیث سے کسی طرح ثابت ہونا چاہئے چنانچہ

میں بھلا اللہ اس وقت تک پندرہ آیتیں اس سلسلہ میں پیش کر چکا ہوں۔ جن میں سے ایک آیت سے حفظ الایمان

کے مضمون کا پہلا جزو ثابت ہوتا ہے۔ اور چودہ آیتوں سے اس کا دوسرا جزو۔

اب ایک آیت اور سنئے۔ ”سورہ طہ“ میں قیامت کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا۔ بحقیق قیامت آنے والی ہے میں ارادہ کرتا ہوں کہ

اس کو چھپا دوں ۔“

اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔

يقول لا اظهر عليها احدا غیری ۛ یعنی حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے سوا اس قیامت پر کسی دوسرے کو مطلع نہیں کروں گا۔
(رواہ ابن ابی حاتم ورمثور)

اور اس آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہؓ سے ابن منذر اور ابن ابی حاتم نقل کرتے ہیں۔
لعمری لقد اخفاها الله من الملیکۃ بخدا قیامت کو چھپا لیا ہے اللہ تعالیٰ نے مقرب فرشتوں المقربین ومن الانبیاء المرسلین۔ اور نبیوں اور رسولوں سے ۛ
اس کے بعد ایک حدیث اور پیش کرتا ہوں۔ مسند احمد اور مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ میں حضرت عیسیٰؑ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَقِيتْ لَيْلَةً اسرى بى ابراهيم لقیت لیلۃً اسری بی ابراہیم
وموسى وعيسى فتذاكروا امر الساعة موسیٰ وعیسیٰ فتذاکروا امر الساعة
فردوا امرهم الى ابراهيم فقال لا علم لي بها فردوا امرهم الى موسى فقال لا علم لي بها فردوا امرهم الى عيسى فقال اما وجبتما فلا يعلمها احدا الا الله۔
شب معراج میں حضرت ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام سے میری ملاقات ہوئی۔ پس انہوں نے آپس میں قیامت کے وقت کا ذکر کیا۔ پس پہلے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے سوال کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا مجھے اس کا علم نہیں۔ پھر حضرت موسیٰ سے سوال کیا گیا، انہوں نے بھی فرمایا کہ مجھے علم نہیں۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا، انہوں نے فرمایا کہ اس کے وقوع کے وقت کا علم خدا کے سوا کسی کو بھی نہیں ۛ

یہ خدا کے چار اولو العزم پیغمبر ہیں۔ اور اس پر متفق ہیں کہ قیامت کے وقت کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں۔ اور یہ اصول ہے کہ امت کے چاروں امام اگر کسی مسئلہ پر اتفاق کر لیں تو پھر کسی کو اس سے اختلاف کرنے کی گنجائش نہیں

ۛ مولانا محمد منظور صاحب نے اس حدیث کا محض مطلب بیان کیا تھا ہم نے تکمیل فائدہ کے لئے اس کے اصل الفاظ

بھی مولانا ہی سے حاصل کر کے لکھ دیئے ہیں۔ ۛ مرتب۔

رہتی اور یہاں خدا کے چار عظیم المرتبہ پیغمبر اتفاق کر رہے ہیں اور آپ لوگ پھر بھی اس سے اختلاف کرتے ہیں ؟
 آپ نے اپنی اس تقریر میں یہ بھی فرمایا ہے کہ ”قرآن عزیز منکرین علم غیب کو کافر کہتا ہے“ استغفر اللہ آپ
 بھی کس قدر تجسس سے کام لیتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ منافقین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہی کے منکر تھے اور وہ کہتے
 تھے کہ حضور کو غیب کی ایک بات کی بھی اطلاع نہیں اور آپ کا وحی کا دعویٰ (معاذ اللہ) غلط ہے۔ اس دہر
 سے قرآن نے ان کو کافر قرار دیا، اور ایسے شخص کو ہم بھی کافر سمجھتے ہیں جو یہ کہے کہ معاذ اللہ حضور کو وحی کے ذریعہ سے
 بھی غیب کی کسی بات کی اطلاع نہیں ہوتی۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم نہ ہونا یہ تو خود قرآن
 کریم سے ثابت ہے۔ جس کا ثبوت کافی دیا جا چکا ہے اور ابھی بہت کچھ باقی ہے۔ اگر آپ نے ہمت کی اور یہ مناظرہ
 جاری رہا تو انشاء اللہ تعالیٰ ایک سو آیتیں اور ایک سو حدیثیں اس موضوع پر پیش کر دیں گے۔ میں عرض کر چکا ہوں
 کہ اس مناظرہ میں مجھے پورے طور پر حجت سنی تمام کر دینی ہے۔

اس مرتبہ آپ نے پھر مجھ کو طعنہ دیا ہے کہ تجھ کو حلوا نصیب نہیں ہوتا۔ درحقیقت میں ایسا ہی کم بخت ہوں
 ہوں، آپ حلوی کو کہتے ہیں مجھ کو تو اگر جو کی روٹی بھی مل جائے تو وہ محض اللہ کا کرم ہے۔ ہاں اگر میں بھی خدا نخواستہ
 کسی قبر کا مجاور بن کر بیٹھ جاتا تو شاید مجھ کو بھی روز حلوا مل جایا کرتا۔ مگر کیا کروں کہ میرا مذہب ان چیزوں کے
 اجازت نہیں دیتا، یہ ہمیشہ اور یہ حلوا آپ لوگوں کو مبارک۔

مولوی سردار احمد صاحب
 اکھٹہ اللہ ثم اکھٹہ اللہ ! آپ حضرات نے دیکھ لیا کہ مولوی منظور

لئے میں کم بخت ہوں۔ معلوم ہوا کہ جس کو فاتحہ کا حلوا نہ ملے وہ کم بخت ہوتا ہے۔ اب تو مولوی منظور صاحب
 نے خود اپنے کم بخت ہونے کا اقرار کر لیا۔ درحقیقت جو فاتحہ کے حلوی سے محروم ہیں وہ سب کم بخت ہیں۔

آپ نے اس مرتبہ پھر آیتیں پڑھی ہیں۔ میں پھر آپ سے کہتا ہوں کہ قادیانیوں کی طرح آیتیں پڑھ پڑھ
 کہ مسلمانوں کو دھوکا مت دیجئے۔ آپ یہ بتائیے کہ ”حفظ الایمان“ کی وہ ملعون عبارت کس آیت کا ترجمہ ہے ؟
 لیجئے سنئے ! میں حفظ الایمان کی عبارت پھر پڑھتا ہوں (اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب نے پھر حفظ الایمان
 کی عبارت پڑھی اور اس کے متعلق وہی تقریر کی جو اس سے پہلے بار بار کہ چکے تھے۔ مرتب)

مولانا محمد منظور صاحب

حفظ الایمان کی عبارت کا مطلب میں کئی بار بیان کر چکا ہوں

اور آپ کے اعتراض کا نہایت شافی جواب بجز اللہ دے چکا ہوں

اسی کو یاد کر لیجئے۔ حفظ الایمان کی عبارت کسی آیت کا ترجمہ ہے یا نہیں، اس کا جواب بھی میں کئی بار دے چکا ہوں چونکہ آپ کو اس کے سوا کچھ یاد ہی نہیں اس لئے آپ بار بار وہی بات کہہ جاتے ہیں۔ میرا دعویٰ صرف یہ ہے کہ، حفظ الایمان کی عبارت کے دونوں جزو قرآن عزیز سے ثابت ہیں۔ پہلے جز کے ثبوت میں ایک آیت کریمہ اور دوسرے جز کے ثبوت میں پندرہ آیتیں ہیں اس وقت تک پیش کر چکا ہوں۔ اب سولہویں آیت سنئے۔

سورۃ مائدہ میں ارشاد ہے۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا
أَجَبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا إِنَّكَ أَنْتَ
عَلَّامُ الْغُيُوبِ ÷
(المائدہ ۵۴-۱۰۹)

جس دن کہ جمع کرے گا اللہ تعالیٰ رسولوں کو۔ پس
فرمائے گا (ان سے) تم کو (امتوں کی طرف سے) کیا
جواب ملا؟ وہ عرض کریں گے کہ ہم کو علم نہیں
آپ ہی غیب کی باتوں کے جاننے والے ہیں۔

اس کی تفسیر میں سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ: ”انبیاء علیہم السلام جو یہ فرمائیں گے کہ ”ہم کو علم نہیں“ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ لے خداوند! ہم کو ان کے باطن کا علم نہیں (اور ایمان و کفر کا تعلق باطن ہی سے ہے)۔“

اس سے پہلی تقریر میں میں نے ایک حدیث پیش کی تھی جس سے معلوم ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے چار احوال العزیم پیغمبر جو جماعت انبیاء کے سردار ہیں اس پر متفق ہیں کہ قیامت کے وقت خاص کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں۔ اور ”سورۃ مائدہ“ کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن تمام پیغمبر خدا کے دربار میں ایک زبان ہو کر عرض کریں گے کہ ہم کو اپنی قوموں اور اپنی امتوں کے باطن کا حال معلوم نہیں صرف آپ ہی تمام غیوب کے جاننے والے ہیں۔“ تو گویا تمام انبیاء علیہم السلام کا اجماع ہے کہ کل غیب کا علم حق تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ اگر ایسے روشن دلائل سے بھی آپ کی آنکھیں نہیں کھلتیں تو یقین کیجئے کہ یہ خدا کا عذاب ہے۔

تھی داستانِ قسمت راجع سودا ز رہبرِ کامل کہ خضر از آبِ حیوان تشنہ می آرد سکندر را

آپ نے اس مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ جن لوگوں کو فائز کا حلوا نہیں ملتا وہ سب کم بخت ہیں اور تو اپنے اقرار سے کم بخت ہے۔ بے شک مجھ کو چڑھا دے گا حلوا نہیں ملتا، اور آپ کے اصول پر میں کم بخت ہی ہوں اور اسی حیثیت سے میں نے پہلے اپنے کو کم بخت کہا تھا۔ خوش بخت اور خوش نصیب تو آپ کے نزدیک فرعون تھا، ہامان اور قارون تھا، شداد اور نرود تھا اور آج کل کے موٹے موٹے کافروں نصیب ہیں جن کو آپ سے بھی زیادہ حلوا اور مرغین کھانے ملتے ہیں۔

میں کیسے خوش بخت اور خوش نصیب ہو سکتا ہوں مجھ کو تو پیٹ بھر کے روٹی بھی مشکل سے ملتی ہے۔ مگر خدا کی قسم جس قدر آپ کو اپنے حلوے پڑا تھے پر، بالائی اور فیرونی پر، گوشت بھری کچوریوں اور سوڈے کی بوتل پر ناز ہے اس سے بدرجہا زیادہ مجھے اپنی فاقہ کشی پر ناز ہے کیوں کہ وہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ میں بھی بھوکا رہتا ہوں میرے آقا بھی بھوکے رہتے تھے، خدا میرا حشر بھی ان ہی کے ساتھ کرے۔

حضرت مولانا غیر معمولی ایمانی جوش کے ساتھ یہ تقریر فرما رہے تھے۔ اور آپ کی تقریر میں تک پہنچی تھی کہ رضا خانیوں کے صدر مولوی حبیب الرحمن کھڑے ہو گئے اور شور مچانا شروع کر دیا کہ توبہ کرو، توبہ کرو حضور کو بھوکا کہہ دیا، تم مرتد ہو گئے، تم واجب القتل ہو۔

حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب صدر اہلسنت نے مولوی حبیب الرحمن کا یہ فساد انگیز رویہ دیکھ کر ان کو متنبہ کیا اور فرمایا کہ آپ صدر اپنی ذمہ داریاں محسوس کریں۔ ورنہ اگر کوئی ہنگامہ ہو گیا تو اس کی ذمہ داری محض آپ پر عائد ہوگی۔ لیکن معلوم ہوتا تھا کہ مولوی حبیب الرحمن کی یہ کاروائی وقتی نہیں تھی بلکہ کسی خاص مشورہ اور سازش کے ماتحت تھی۔ کہ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب کے اس اقتباہ کے بعد بھی وہ باز نہیں آئے۔ بلکہ اب ان کے ساتھ ان کا سارا پلیٹ فارم کھڑا ہو گیا اور سب نے یہی شور مچانا شروع کر دیا کہ در تم نے حضور کو بھوکا کہہ دیا، تم مرتد ہو گئے۔ تم واجب القتل ہو، ابھی توبہ کرو۔ جب رضا خانی پلیٹ فارم سے سب نے یہی آواز بلند کی تو،

لے اس جاہل سے کوئی پوچھے کہ تمہارے نزدیک تو مولانا مسلمان ہی نہیں تھے، پھر اب یہ ارتداد کیسا؟ کہو کہ صرف مناظرہ سے جان بچانے کا ایک حیلہ تھا۔ مرتب۔

رضا خانی غنڈوں کے ایک جتھے نے حضرت مولانا محمد منظور صاحب اور آپ کے رفقاء پر حملہ کرنا چاہا۔ لیکن اہلسنت کی ایک کثیر جماعت نے جیسے ہی صورت حال کو نازک ہوتے دیکھا اپنے علماء کرام کو ایک زبردست حصار میں لے لیا۔ اور اسی حفاظت کے ساتھ مقام مناظرہ سے باہر لایا گیا۔ اور رضا خانیوں نے اس طرح ہنگامہ فساد برپا کر کے مناظرہ ختم کر دیا۔

اگرچہ مناظرہ کے اس ناخوشگوار طریقہ پر درہم برہم ہونے کا ہم کو بے حد افسوس ہے مگر اس سے اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ رضا خانی علماء اور عوام کی شرافت و انسانیت بے نقاب ہو گئی۔ اور برآی العین سب مسلمانوں نے مشاہدہ کر لیا کہ یہ لوگ جب جواب سے عاجز آتے ہیں تو کس طرح شرارت اور بدتمیزی کی عریاں تصویر بن جاتے ہیں۔ جس وقت اس فساد کی ابتداء ہوئی ہے تو یہ دیکھا گیا کہ کچھ رضا خانیوں نے اندر سے لاکھٹیاں اور چھریاں وغیرہ نکالیں جس سے اس خیال کی اور تائید ہوئی کہ یہ ہنگامہ وقتی نہیں تھا بلکہ پہلے سے اس کے متعلق کوئی مشورہ ہو چکا تھا۔ اور ان لوگوں کے ارادے بہت زیادہ خطرناک تھے مگر حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ان کے شر سے محفوظ رکھا اور اس وقت اس آیت کا مصداق اپنی آنکھ سے دیکھ لیا گیا۔

لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ
مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ
ہم کو صرف وہی تکلیف پہنچ سکتی ہے جو حق تعالیٰ نے
ہماری تقدیر میں لکھ دی ہے۔ وہی ہمارا مالک ہے
(التوبہ ۱۰۹ء)

مناظرہ کے اس طرح درہم برہم ہو جانے کے بعد اسی وقت مدرسہ اشفاقہ کی وسیع مسجد میں (جو جامعہ رضویہ کے قریب ہی واقع ہے) اہلسنت کا ایک جلسہ ہوا جس میں حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب اور مولانا محمد منظور صاحب نے تقریریں فرمائیں اور واقعات مناظرہ پر تبصرہ کرنے کے ساتھ اہلسنت کو نہایت مؤثر انداز میں امن و امان کے ساتھ رہنے کی تلقین کی اور فرمایا کہ اگر کوئی تم کو گالیاں دے تو تم اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اس کے حق میں دعائے خیر کرو۔ اگر کوئی تمہارے ساتھ بدی سے پیش آئے تو اس کا جواب نیکی سے دو۔ اگر ایسا کر دو گے تو قرآن کا وعدہ ہے کہ یہ دشمن بھی ایک دن تمہارے دوست بن جائیں گے۔

نیز مولانا محمد منظور صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہا تھا

کہ آپ بھوکے رہتے تھے یہ میرا ذاتی خیال نہیں ہے بلکہ کتب حدیث و سیر میں اس کے متعلق صد ہا روایات موجود ہیں چنانچہ مولانا نے چند حدیثیں حضورؐ کی معاشرت کے متعلق بیان فرمائیں۔ لیکن چونکہ اس کے متعلق ہم مولانا کا ایک مکتوب بھی اس روداد میں درج کر رہے ہیں اس لئے بقصد اختصار یہاں ان احادیث کو ذکر نہیں کرتے۔

یہاں تک مناظرہ کے واقعات تھے۔ ہم نے بہت کوشش کی ہے کہ اس میں کوئی کمی بیشی نہ ہو ممکن ہے کہ رضا خانی صاحبان بھی اس مناظرہ کی کوئی رواد شائع کریں۔ اور ہمارا تجربہ ہے کہ ان کی رواد ایک مستقل تصنیف ہوا کرتی ہے جس کو مناظرہ کے اصل واقعات سے کوئی تعلق نہیں ہوا کرتا۔ اس لئے ہماری پیشین گوئی ہے کہ اس مناظرہ کی رواد بھی ایسی ہی گھڑی جائے گی۔ اگر ایسا ہی ہوا تو اس پر ایک مستقل رسالے میں ہم تنقید کریں گے اور دنیا دیکھے گی انجام کار انشاء اللہ صداقت ہی غالب آئے گی۔ والعاقبہ للمتقین۔



بانی مناظرہ کا فیصلہ

مناظرہ ختم ہو جانے کے بعد جناب محمد شبیر صاحب بریلوی سیکرٹری اسلامی تجارتی کمیٹی لکھنؤ نے اپنا فیصلہ دیا جو بعض مقامی اخبارات میں بھی شائع ہوا ہے۔ اس فیصلہ کی تمہید میں جناب موصوف نے مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی بالخصوص دیوبندی بریلوی مناقشات سے اپنی کامل بیزاری ظاہر فرمانے کے بعد اجمالاً وہ اسباب لکھے ہیں جن کی وجہ سے باوجود خلاف مذاق ہونے کے وہ اس مناظرہ میں حصہ لینے بلکہ اس کا باعث اور بانی بننے پر مجبور ہوئے۔ مگر چونکہ ان اسباب کے متعلق جناب موصوف کا مفصل بیان اس روداد کے ابتدائی اوراق میں درج کر چکے ہیں اس لئے فیصلہ کے اس تمہیدی حصہ کو حذف کر کے صرف وہ حصہ نقل کرتے ہیں جس میں انہوں نے مناظرہ کے متعلق اپنی رائے ظاہر کی ہے۔ چنانچہ تمہید ختم کرنے کے بعد آپ لکھتے ہیں۔

” یہ مناظرہ چار یوم تک مرزائی مسجد میں ہوا۔ اور میں نے پورے اطمینان اور توجہ

کے ساتھ پورا مناظرہ سنا اور فریقین کی تقریریں سننے کے بعد میں اس نتیجہ پر

پہنچا کہ مولوی اشرف علی صاحب اور ان کے ماننے والوں کے متعلق کفر کا فتوے

غلط ہے اور مجھ کو پورا اقلیتین ہو گیا کہ وہ سنی مسلمان ہیں اور ان کو کافر اور

وہابی بتانے والے غلطی پر ہیں “

یہ فیصلہ میرے دل نے مندرجہ ذیل وجوہات سے کیا

۱ : مولوی سردار احمد صاحب مدرس مدرسہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے جو اعتراض حفظ الایمان کی عبارت پر کیا تھا ، مولوی اشرف علی صاحب کے وکیل مولوی منظور صاحب نے اس کا جواب نہایت کافی دے دیا جس کی وجہ سے میری تسلی اور تشفی ہو گئی ۔

۲ : مولوی منظور صاحب نے بار بار صاف طریقہ سے فرمایا کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ گستاخی کرنے والا بلکہ مدینہ طیبہ کی خاک پاک کی توہین کرنے والا بھی کافر اور جہنمی ہے ۔

۳ : مولوی محمد منظور صاحب نے خود مولوی اشرف علی صاحب کی کتاب " بسط البنان " سے دکھایا کہ مولانا اشرف علی صاحب خود ایسے شخص کو کافر کہتے ہیں جو حضور م کی توہین کرے اور آپ کے علم شریف کی تنقیص کرے ۔

۴ : مولوی محمد منظور صاحب نے نہایت مدلل طریقہ سے ثابت کیا کہ حفظ الایمان کی اس عبارت میں صرف دو باتیں بیان کی گئی ہیں ۔ ایک یہ کہ غیب کی کچھ باتیں تمام انسانوں بلکہ حیوانات تک کو معلوم ہیں ۔ اور دوسرے یہ کہ کل غیب کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت نہیں فرمایا گیا تھا ۔ پھر مولانا نے پہلی بات کے ثبوت میں ایک قرآنی آیت اور مولوی احمد رضا خان صاحب کے چند اقوال پیش کئے ۔ اور دوسری بات کے ثبوت میں قرآن پاک کی سولہ آیتیں اور چند حدیثیں اور کچھ صحابہ کرام رض کے ارشادات پیش کئے تھے جن کا مولوی سردار احمد صاحب نے کوئی بھی جواب نہیں دیا ۔

۵ : حفظ الایمان کی عبارت کا کافی جواب پالینے کے بعد بھی وہ بار بار اسی عبارت کو پڑھتے رہے جس کی وجہ سے میں یہ سمجھا کہ مولوی سردار احمد صاحب ضرورت گزاری کے لئے ایک ہی بات کو باوجود متعدد بار جواب مل جانے کے بلا وجہ دہراتے ہیں ۔

۶ : دیوبندی جماعت کے صدر مولانا محمد اسماعیل صاحب مراد آبادی نے نہایت خوبی کے ساتھ صدارت کے

فرائض انجام دیئے۔ اور اپنی جماعت کو قابو میں رکھا۔ اور کسی وقت بھی شتمل ہونے نہ دیا۔ بخلاف رضائی جماعت کے صدر مولوی حبیب الرحمن صاحب بہاری کے کہ وہ بار بار مجمع کو شتمل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ چنانچہ انہیں کی اشتعال انگیزی نے بالآخر مناظرہ کو درہم برہم کر دیا۔ میرے نزدیک یہ خلاف اصول کاروائی جو صدر بھی کرتا اسی کی شکست ہوتی۔ کیونکہ شورش اور فساد عاجزی کی دلیل ہے۔ مثل مشہور ہے کہ

تنگ آمد بنگ آمد

یہ وہ خاص خاص باتیں ہیں جن کی وجہ سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ مولوی منظور صاحب حق پر ہیں۔“



مجھے معلوم ہوا ہے کہ رضوی جماعت نے مولانا محمد منظور صاحب کو بدنام کرنے اور اپنی کمزوری پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ شہرت دی ہے کہ

ایک افتراء کی تردید

مولانا محمد منظور صاحب نے یہ فرمایا کہ۔

” میں بھی بھوکا مرتا ہوں اور میرے آقا بھی بھوکے مرتے تھے “

میں دیانت کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں نے یہ الفاظ نہیں سنے بلکہ بعض تعلیم یافتہ حاضرین سے جب میں نے اس

کی تحقیق کی تو انہوں نے مجھ کو بتلایا کہ مولانا محمد منظور صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ

” میں بھی بھوکا رہتا ہوں میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم بھی بھوکے

رہتے تھے خدائے تعالیٰ میرا حشر بھی ان کے ساتھ کرے “

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ کسی فریق کے دھوکے میں نہ آئیں۔ اور صرف سچائی کی پیروی کریں اور دونوں فریقوں

میں سے جو غلط پروپیگنڈا کرے اس کی شکست سمجھیں فتح مند کو جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

علاوہ اس کے یہ کہ مولانا محمد منظور صاحب بریلی میں موجود ہیں۔ ان سے خود دریافت کیا جاسکتا ہے کہ ان کے کیا

الفاظ تھے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو نیک توفیق دے۔



ایک افسوسناک انکشاف

مولوی سردار احمد صاحب کے فریق کے بعض آدمیوں نے بہت سے ناقابل ذکر حیلوں سے مجھ سے اس قسم کی تحریر لینا چاہی۔ کہ

”مولوی محمد منظور صاحب ٹھیک جواب نہیں دیتے اس لئے مناظرہ بند کر دیا جائے۔“ اس سے ان کا جو مقصد تھا وہ ظاہر ہے مگر میں ان کی چالوں میں نہ آیا۔ انہوں نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ تم صرف سادہ کاغذ پر دستخط کر دو مضمون ہم خود لکھ لیں گے مگر میں اس ضمیر فردشی کے لئے کسی طرح تیار نہ ہوا۔ بلکہ ان باتوں نے مجھے اس فریق سے زیادہ بدظن کر دیا۔ اور میں نے سمجھ لیا کہ یہ لوگ مکرو فریب سے کام لیتے ہیں۔ حالانکہ مذہب تو سچائی کا نام ہے۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ اس

لے افسوس ہے کہ جناب محمد شبیر صاحب نے اس واقعہ کو یہاں نہایت مجمل لکھا حتیٰ کہ ان صاحب کا نام بھی ظاہر نہیں کیا جو ان سے یہ تحریر لینا چاہتے تھے۔ لیکن بعد میں زبانی طور پر آپ سے اس کی تفصیل اس طرح معلوم ہوئی کہ شعبہ اور یکشنبہ کی درمیانی شب میں ”حامد یار“ نے (جو رضا خانیوں کی طرف سے مناظرہ کے منتظم تھے) جناب محمد شبیر صاحب سے کہا کہ آپ کل صبح کو اس مضمون کی ایک تحریر مناظرہ شروع ہوتے وقت پیش کر دیجئے کہ۔

”مولوی منظور صاحب، مولوی سردار احمد صاحب کی بات کا ٹھیک جواب نہیں دیتے لہذا اب مناظرہ بند کر دیا جائے۔“

جناب محمد شبیر صاحب نے فرمایا کہ اول تو یہ بات واقعہ کے خلاف ہے۔ دوسرے یہ کہ ابھی مناظرہ جاری ہے جب مناظرہ ختم ہو جائے گا تو میں اپنی رائے ظاہر کر دوں گا، ابھی آپ مناظرہ کو کیوں ختم کرتے ہیں؟۔ اس کے بعد اگلے دن جس دن کہ مناظرہ ختم ہوا ہے، صبح کے آٹھ بجے کے بعد ”حامد یار“ جناب محمد شبیر صاحب کو پھر اپنے گھر لے گئے اور بہت منت و سماجت کی اور کہا کہ آپ صرف دستخط کر دیجئے مضمون ہم خود لکھ دیں گے، اور قرآن شریف اپنے ہاتھ میں لے کر کہنے لگے کہ میں آپ کو اس کا واسطہ دیتا ہوں آپ ہماری یہ بات مان لیجئے۔ اور یہ بھی کہا کہ ہم اور آپ ایک جگہ اور ایک محلہ کے رہنے والے ہیں اور ایک ہی جگہ رہنا ہے مولوی منظور سے آپ کا کوئی واسطہ نہیں۔ لیکن جناب محمد شبیر صاحب نے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں اپنے اور آپ کے تعلق کی وجہ سے ایسی خلافِ انصاف بات نہیں کر سکتا۔

یہ واقعہ خود جناب محمد شبیر صاحب نے ہم سے بیان کیا جس کی تصدیق خود ان سے کی جاسکتی ہے۔

اعلانِ حق کے بعد شاید ان لوگوں کی طرف سے مجھے تکلیفیں پہنچیں گی اور گالیاں دی جائیں گی۔ اور ممکن ہے کہ کوئی اور خطرناک کارروائی بھی کی جاوے، مگر میں ان خطرات کی وجہ سے حق کے اظہار سے باز نہیں رہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ میرا مددگار ہے۔

میں نے جو کچھ لکھا ہے سچائی کے ساتھ لکھا ہے اور میں حلف کیساتھ ان واقعات کا اظہار کرتا ہوں۔

یہ میری طرف سے اس مناظرہ کے متعلق مختصر بیان ہے اگر ضرورت پڑی تو اس کے بعد ایک اور مفصل بیان شائع کروں گا۔

آخر میں مسلمانانِ بریلی سے خصوصاً اور مسلمانانِ ہند سے عموماً میری گزارش ہے کہ وہ فتنہ و فساد کی باتوں سے بچیں اور سب اتفاق و اتحاد پیدا کر کے خدا اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کی فکر کریں کہ دنیا و آخرت کی بھلائی اسی میں ہے۔

خادمِ قوم و ملت

محمد شبیر بریلوی - بانی مناظرہ

سیکرٹری اسلامی تجارتی کمیٹی لکھنؤ۔ ۳۰ اپریل

مناظرہ کے اثرات

اس مناظرہ میں حق کی جو شاندار فتح اور باطل کی جو شرمناک شکست

ہوئی اس کا کچھ اندازہ ہمارے ناظرین کو روئداد ہذا کے ملاحظہ سے ہو

چکا ہوگا پھر بانی مناظرہ کے حق پر در فیصلہ نے اور بھی اس کو زیادہ نمایاں اور روشن کر دیا اور بریلی میں رضا خانیت کے اقتدار کو غیر معمولی صدر پہنچا۔ اور رضا خانی حضرات با آنکہ جھوٹی اشتہار بازی میں بہت کچھ مہارت رکھتے ہیں اور مناظرہ کے ختم ہونے سے پہلے ہی فتح کا اشتہار بھی چھپوا لیتے ہیں۔ مگر اس مناظرہ نے اس طرح ان کو سرنگوں کیا کہ بیس دن تک بالکل خاموش رہے۔ بلکہ اس عرصہ میں ان کے بعض سرغنہ اس کا اعتراف کرتے تھے کہ میدان مناظرہ مولانا محمد منظور صاحب کے ہاتھ رہا۔ لیکن خود ہی اس کا سبب وہ مولوی سردار احمد صاحب کی ناقابلیت اور ناجبر کاری کو بتلاتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر ہمارا مناظرہ بھی کوئی تجربہ کار ہوتا تو فتح ہماری ہوتی۔

بہر حال مناظرہ کے بعد تقریباً بیس روز تک رضا خانی بالکل خاموش تھے۔ بلکہ پرائیویٹ گفتگوؤں میں، اپنی شکست کا اعتراف کرتے تھے۔ لیکن بانی مناظرہ جناب محمد شبیر صاحب کا فیصلہ چونکہ مقامی اخبارات کے علاوہ بعض بیرونی اخبارات میں بھی شائع ہو گیا اور اس نے ملک کے گوشہ گوشہ میں یہ غلط فہمیاں پھیل گئیں کہ رضا خانیوں کے خاص مرکز میں رضا خانیت کو شکست ہو گئی اور ملک اس آواز سے گونج اٹھا۔ اور اطراف و جوانب سے عسائے رضا خانیت کے پاس بہت سے خطوط آئے تو رضا خانی کمیٹی نے بھی ایک لمبا چوڑا اشتہار ”مناظرہ بریلی کی مختصر روئداد“ کے عنوان سے مرتب کیا اور چھاپ چھاپ کر بیرون کھات میں بھیجا گیا۔ مگر بریلی میں اس کی عام اشاعت نہیں کی گئی بلکہ صرف اپنے خاص خاص مریدوں کو بھیجا گیا۔

یوں تو رضا خانی مولوی صاحبان کو دروغ بیانی اور غلط گوئی کے فن میں خصوصی مہارت ہے۔ لیکن اس ناپاک فن کی جیسی مشق اور مہارت اس اشتہار میں دکھلائی گئی ہے اس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔ جو حضرات بریلی کے مناظرہ میں شریک تھے ان سے پرزور درخواست ہے کہ وہ اس کو ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ اور رضا خانی پیروں اور سجادہ نشینوں کی صداقت شعاری اور راست بازی کی داد دیں۔ ہم نے اس اشتہار پر ایک مختصر تبصرہ بھی لکھا ہے جو انشاء اللہ عنقریب ”الفرقان“ کے کسی نمبر میں ہدیہ ناظرین ہوگا۔

تذیل بریلی کے اس مناظرہ میں جس شرح و بسط کے ساتھ حفظ الایمان کی عبارت پر روشنی پڑی ہے اور جیسی جامع اور مکمل بحث اس پر اس مناظرہ میں ہوئی ہے، ایسی اس سے پہلے

کبھی نہ ہوئی ہوگی۔

مگر پھر بھی مناظرہ کے قبل از وقت ختم ہو جانے کی وجہ سے ایک آخری چیز باقی رہ گئی ہے اور مولانا موصوف اس کو اپنی اسی تقریر میں پیش کرنے کا ارادہ رکھتے تھے جس تقریر کے اثناء میں رضا خانیوں نے ہڑلو بنگ مچا کر مناظرہ درہم برہم کر دیا، اب ہم مولانا کے حکم سے اس کو یہاں درج کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ

”حفظ الایمان کی جس عبارت پر یہ مناظرہ ہوا اگرچہ وہ بحدہ اللہ بالکل بے غبار ہے اور اس میں اس مطلب کا شائبہ بھی نہیں جو رضا خانی حضرات لیتے ہیں جیسا کہ روئداد ہذا کے مطالعہ سے بھی ناظرین کو معلوم ہوا ہوگا۔ لیکن حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ نے برعایت عوام قطع نزاع کے لئے اس عبارت کا بھی عنوان بدل دیا ہے۔ چنانچہ ۱۳۲۷ھ سے اس وقت تک جتنے ایڈیشن حفظ الایمان کے شائع ہوئے ہیں ان سب میں اس پہلی

عبارت کی جگہ یہ عبارت ہے۔

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صمیم ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اسمیں سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے“

اگر رضا خانیوں کی نیتوں میں کچھ بھی اخلاص ہوتا تو چاہئے تھا کہ مولانا کی اس ترمیم پر وہ خاموش ہو جاتے اور اس جنگ کو ہمیشہ کے واسطے ختم کر دیتے۔ لیکن چونکہ ان کی روزی مسلمانوں کی اسی خانہ جنگی سے وابستہ ہے اس لئے ان کی تکفیر میں ابھی وہی دم خرم ہیں۔

صدق اللہ عزوجل وَمَا تُغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ۔



رضا خانیت کا آخری سہارا

اب رضا خانیوں نے ہر طرف سے عاجز آ کر یہ پروپیگنڈا شروع کیا ہے کہ مناظرہ میں مولانا محمد منظور صاحب نے حضور علیہ

الصلوة والسلام کو مد بھوکا " کہا جس سے حضور کی سخت توہین ہوئی، کیوں کہ آپ زمین و آسمان کے خزانوں کے مالک اور بادشاہ کو نین تھے " اور افسوس ہے کہ بعض نیک بخت سادہ لوح بھی ان کے اس فریب میں آجاتے ہیں۔ اس لئے بعض احباب نے خود مولانا محمد منظور صاحب سے درخواست کی کہ آپ اس کے متعلق "الفرقان" میں چند سطریں تحریر فرمادیں۔ چنانچہ مولانا مدوح نے ایک مختصر مضمون اسی درخواست پر ارقام فرمایا جو تکیلا للفاہدہ اس جگہ درج کیا جاتا ہے۔

مرتب

میرے آقا بھوکے رہتے تھے

یہ وہ حقیقت ہے جو تاریخ و حدیث کی متواتر شہادتوں سے ثابت ہے اور اس کا انکار صرف وہی کر سکتا ہے جو علم اور حیا دونوں سے عاری ہو۔ لیکن چونکہ آج کل بریلی کے بعض حیا باختہ شدت سے اس کا انکار کر رہے ہیں۔ اور اس کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین بتلا رہے ہیں اس لئے بعض احباب کے توجہ دلانے چڑھائے کو نین صلی اللہ علیہ وسلم کی تنگی معاشرت کے متعلق چند روایتیں نقل کی جاتی ہیں۔

جامع ترمذی شریف میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بیت الیالی المتابعة و اہلہ طایلا
یجدون عشاء (الحديث)
نہیں ملتا تھا۔

مسلم شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں۔

لقد رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یظلّ الیوم یتوی ما یجد من الدقل
ما یملا بہ بطنہ۔
میں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو اس حال میں دیکھا
ہے کہ آپ دن بھر بھوکے رہتے تھے معمولی کھجوریں بھی
انہی نہ ملتی تھیں جن سے آپ اپنا پیٹ بھریں۔

نیز ترمذی شریف میں حضرت ابو طلحہ رضی سے مروی ہے کہ۔

مشکونا الى النبي صلى الله عليه وسلم
الجوع ورفعنا ثيابنا عن حجر حجر
الى بطوننا ورفع صلى الله عليه وسلم عن
حجرين -

ہم لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی شکایت
کی اور ہمارے پیٹوں پر ایک ایک پتھر بندھا ہوا تھا
جس کو ہم نے کپڑے اٹھا کر دکھایا ، تو حضور نے
کپڑے اٹھا کر دو پتھر بندھے دکھائے۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ، انہوں نے اپنے بھانجے عروہ بن الزبیر رضی سے فرمایا۔

يا ابن اختي انا كنا لننظر الى الهلال ثم
الهلال ثم الهلال ثلاثة اهله في
شهرين وما اوقد في ابيات النبي صلى
الله عليه وسلم فارًا قال قلت يا خاله فما
كان يعيشكم قالت الاسود ان التمر
والماء . (الحديث)

اے بھانجے ہم یکے بعد دیگرے تین تین چاند دو مہینے میں
دیکھ لیتے تھے اور اس عرصہ میں حضور کے گھروں میں آگ
بھی نہ جلتی تھی حضرت عروہ رضی نے دریافت کیا کہ
خالد جان پھر کس چیز سے آپ لوگوں کی زندگی قائم رہتی
تھی ؟ فرمایا کہ بس کھجوریں اور پانی ۔

اور صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ۔

توفي النبي صلى الله عليه وسلم ودرعه
مرهونة عند يهودى في ثلثين صاعا
من شعير -

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں وفات پائی کہ
آپ کی زرہ مبارک تیسستھ صاع جو کے بدلے میں ایک
یہودی کے یہاں گرو دی رکھی ہوئی تھی ۔

فقط بہ اختصار یہاں صرف یہ پانچ روایتیں حضور آقائے کونین م کی معاشرت کے متعلق نقل کر دی گئی ہیں
ورنہ حدیث و سیر کے دفتر میں اس قسم کی صد ہا روایات موجود ہیں ۔

رہا یہ دسوسہ کہ جب حضور م خدا کے محبوب اور مقرب ترین بندے تھے تو آپ کا یہ حال کیوں تھا ؟
تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے خود ہی اپنے لئے دنیا کے عیش و آرام کو پسند نہیں فرمایا ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنه راوی ہیں کہ ایک دن حضور م کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ کے گھر میں کھانے پینے کا کوئی سامان

نہیں ہے۔ اور آپ ایک بورے پر استراحت فرما رہے ہیں، اور کھجور کی چھال کا تکیہ سر مبارک کے نیچے ہے۔ اور جبہ اظہر پر بورے کے نشانات پڑ گئے ہیں۔ تو حضورؐ کی یہ حالت دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا۔ عمر! کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ یہ قیصر و کسریٰ خدا کے باغی ہیں اور عیش و راحت کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور حضور خدا کے رسول ہیں اور اس قدر تکلیف میں ہیں۔

ارشاد ہوا، اے ابن الخطاب! تم کو یہ دوسوہ۔

اولئك قوم عجلت لهم طيباتهم
في الحياة الدنيا وما لهم في الآخرة
من خلاق۔
وہ ایسے لوگ ہیں جن کو ان کے مرغوبات دنیا ہی میں
دے دیئے گئے ہیں اور آخرت میں ان کا کوئی حصہ
نہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپؐ نے حضرت عمرؓ سے ارشاد فرمایا۔ کہ تم اس سے راضی نہیں کہ قیصر و کسریٰ
کے لئے دنیا کی لذتیں ہوں اور ہمارے لئے دُور آخرت۔ بہر حال دنیاوی عیش و راحت کو حضورؐ نے نہ اپنے لئے
پسند فرمایا نہ اپنی ذریت کے لئے نہ اپنے مُجِبِّین کے لئے۔ چنانچہ آپؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

ان الفقر اسرع الى من يحبني من
السيل الى منتهاه۔
سیلاب جس تیزی سے اپنے منہا پر پہنچتا ہے اس سے
زیادہ تیزی کے ساتھ فقر اس شخص کی طرف دوڑتا ہے
جو مجھ سے محبت کرے۔

وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى : مُحَمَّدٌ مِّنْظُورٍ لِّعَمَّانِي عَفَا اللَّهُ عَنْهُ

۱۴ صفر۔ ۵۴ ھ ۱۳

دعا ہے کہ حق تعالیٰ نے جس طرح اس مناظرہ کو حاضرین کے لئے باعث ہدایت بنایا اسی طرح اس
روندا کو بھی ناظرین کے لئے نافع بنائے۔ و ما هو على الله بعزيز وله الحمد و على رسوله الصلوة
والسلام۔
خاکسار

محمد فاق حُسن فاروقی عمروی غفرلہ

صفر، ۵۴ ھ ۱۳

ضمیمہ رودادِ مناظرہ بریلی

”مختصر روداد پر مختصر تنقید“

(جناب مولانا رافت حسین صاحب فاروقی)

ہم مناظرہ بریلی کی مفصل روداد (فتح بریلی کا دلکش نظارہ) کے خاتمہ میں جناب محمد شبیر حسینی بانی مناظرہ کا فیصلہ بجنسہ درج کر چکے ہیں اور یہ بھی بتلا چکے ہیں کہ جناب موصوف نے مناظرہ کے ختم ہونے کے بعد متصلاً ہی اپنا یہ فیصلہ شائع کر دیا تھا اور مقامی اخبارات کے علاوہ بعض بیرونی اخبارات نے بھی اس کو شائع کیا جس کی وجہ سے دور دراز تک یہ غلغلہ بلند ہو گیا کہ رضا خانیت کو اپنے مرکز میں شکست ہو گئی۔ خود بریلی کے رضا خانی صاحبان بھی اپنی اس کھلی شکست اور بانی مناظرہ کے اس فیصلہ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ خلافِ عادت بیس دن تک بالکل خاموش رہے۔ مگر اللہ بھلا کرے ان بیرونی رضا خانیوں کا جنہوں نے بریلی کے قبلوں کعبوں کو خط پر خط لکھ کر جھجھوڑا اور لکھا کہ اگر شبیری فیصلہ کے خلاف کوئی بیان آپ کی طرف سے شائع نہ ہوا تو ساری برادری کی سخت ذلت اور رسوائی ہوگی اور اس سے جو جماعتی نقصان پہنچے گا وہ ناقابلِ تلافی ہوگا۔ ان چیزوں سے مجبور ہو کر یہاں کے عمائد رضا خانیت نے بھی ایک اشتہار ”مناظرہ بریلی کی مختصر روداد“ کے عنوان سے مرتب کیا اور بیرونجات میں کثرت کے ساتھ بھیجا۔ لیکن بریلی میں صرف اپنے خاص خاص آدمیوں کو دیا گیا۔ اس اشتہار پر تاریخ اگرچہ ۱۷ مئی لکھی گئی ہے لیکن ہم کو بڑی تلاش و جستجو کے بعد اس کی ایک کاپی مئی کی آخری تاریخوں میں مل سکی۔ اس اشتہار میں دروغ بیانی اور غلط گوئی کا جو حیرت انگیز کمال دکھلایا گیا ہے درحقیقت اس کی نظیر کسی مذہبی لٹریچر میں نہیں مل سکتی۔

جو حضرات اس مناظرہ میں شریک تھے ان سے تو ہماری صرف یہ درخواست ہے کہ وہ علماء رضا خانیت

کے اس اعمال نامہ کو دیکھیں اور ان کی صداقت شعاری اور راست بازی کی داد دیں۔ اور جو حضرات وہاں موجود نہیں تھے ان کے لئے اگرچہ اصل حقیقت کا پتہ چلانا دشوار ہے لیکن ہم انشاء اللہ ایسے پختہ اصولوں پر تنقید کریں گے کہ غائبین بھی حقیقت حال معلوم کر سکیں۔ و ما توفیقی الا باللہ۔

رضا خانیوں کا یہ طویل و عریض اشتہار ”حامد یار“ کے نام سے شائع کیا گیا ہے گویا مناظرہ کے متعلق یہ اس بے چارہ کا تحریری بیان ہے۔ لیکن جو لوگ اس شخص سے واقف ہیں ان کو معلوم ہوگا کہ وہ غریب تو دو سطریں بھی نہیں لکھ سکتا اور جو واقف نہیں ہیں وہ اس سے گفتگو کر کے اور اسی اشتہار کی دو چار سطریں بطور اطلاق لکھ کے معلوم کر سکتے ہیں کہ آیا یہ اسی بے چارہ کا لکھا ہوا ہے یا کسی دوسرے حامد کا۔

چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستم گاری میں
کوئی ہے اس پر دہ زنگاری میں

اس تمہید کے بعد ہم نمبر وار تنقید شروع کرتے ہیں۔

۱ : اشتہار نویس صاحب (حامد) اپنے اس اشتہار میں لکھتے ہیں کہ۔

” میں جو کچھ بھی اپنے اس اشتہار کے اندر مناظرہ بریلی کے متعلق مختصر لکھوں گا اس کا عہد کرتا ہوں کہ اپنے اللہ کو سمیع و بصیر جانتے ہوئے امانت و دیانت کے ساتھ صحیح لکھوں گا کہ قرآن کریم کا یہ ارشاد کہ ” لعنة الله على الكذابين “ میرے پیش نظر ہے مجھے کسی فریق کی جانب داری سے کوئی علاقہ نہ ہوگا “

لیکن اس عہد پر وہ کہاں تک قائم رہے اس کی تفصیل آگے ملاحظہ ہو۔

۲ : اس کے بعد ہی متصلاً لکھتے ہیں کہ ” میں وہ شخص ہوں جس نے فریقین کے علماء کو مناظرہ کی

دعوت دی، انہیں مناظرہ پر آمادہ کیا، “ حالانکہ انعقاد مناظرہ سے پہلے کبھی ایک مرتبہ بھی مولانا محمد منظور صاحب نے ان کی صورت نہیں دیکھی۔ البتہ جناب محمد شبیر صاحب اس مناظرہ کے سلسلہ میں کئی بار مولانا کے پاس آنے گئے، نیز اسی اشتہار میں آگے یہ بھی مذکور ہے کہ مولانا محمد منظور صاحب نے مولوی سردار احمد صاحب کو مناظرہ کا چیلنج دے دیا جس کو نہایت اولوالعزمی کے ساتھ مولوی سردار احمد صاحب منظور کر لیا۔

پھر فریقین کو مناظرہ پر آمادہ کرنے کے کیا معنی؟ سچ ہے ”دروغ گوراحافظہ نہ باشد“
 ۳ اس کے بعد یہی حامد میاں انعقاد مناظرہ کے اسباب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ -
 ”ماہ محرم الحرام کے دوسرے عشرہ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی
 کی کتاب ”حفظ الایمان“ کی ایک عبارت کے متعلق شہرکنہ بریلی سے جناب مولانا مولوی
 سردار احمد صاحب گورداسپوری مدرس دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے پاس ایک سوال آیا الخ“
 اس میں ایک صاف صریح جھوٹ تو یہ ہے کہ ”جناب محمد شبیر صاحب“ کے جس سوال کا یہ
 ذکر ہے اس میں کہیں ”حفظ الایمان“ کا تذکرہ نہیں۔ اور دوسرا فریب یہ ہے کہ سوال کرنے والے ”جناب
 محمد شبیر صاحب“ کا نام نہیں لکھا گیا تاکہ کہیں لوگوں کو یہ معلوم نہ ہو جائے کہ محمد شبیر صاحب ہی درحقیقت اس
 مناظرہ کے بانی مبنی تھے اور وہ دیوبندی نہیں تھے بلکہ رضا خانی علیہ السلام ایسی عقیدت رکھتے تھے کہ ایک اہم مسئلہ
 میں ان سے فتوے لینے گئے تھے۔

اور تیسرا جھوٹ یہ ہے کہ ”یہ سوال شہرکنہ سے مولوی سردار احمد صاحب کے پاس آیا۔ ہم نے اپنی
 روئداد کے ابتدائی اوراق میں جہاں محمد شبیر صاحب کا سوال اور مولوی سردار احمد صاحب کا جواب نقل کیا ہے
 وہیں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ جناب محمد شبیر صاحب نے اپنا سوال جناب مولوی حامد رضا خان صاحب کے سامنے
 پیش کیا تھا لیکن (شاید ساٹھ سالہ تجربہ کی وجہ سے ان کو اس سوال ہی میں مناظرہ کی بو آگئی اس لئے) انہوں نے
 خود جواب نہیں لکھا اور اس طرح وہ بلا بے چارے مولوی سردار احمد کے سر پر گئی۔

یہ تین سطروں میں صرف تین جھوٹ اس راست باز کے ہیں جو خدا کو سمیع و بصیر مان کر ”لعنہ اللہ علی
 الکاذبین“ پڑھ کر ابھی ابھی یہ عہد کر چکا ہے کہ ”میں جو کچھ لکھوں گا صحیح لکھوں گا“ معلوم ہوتا ہے کہ
 نئے مجدد کئے دین و مذہب میں شاید غلط اور صحیح، سچ اور جھوٹ کے معنی بھی بدل گئے ہیں۔

صحیح کا نام غلط رکھ دیا اور غلط کا صحیح

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

۴ پھر یہی راست باز (واقعی یا فرضی حامد) مناظرہ کے پہلے دن کے متعلق لکھتے ہیں۔

” وہ ساعت آگئی جس کے تصور سے وہابی جماعت کا دل لرز رہا تھا یعنی دس بج گئے اور وہابی جماعت کے مناظر مولوی منظور صاحب میدان مناظرہ سے اس طرح غائب ہیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ “

۵ : پھر اسی سلسلہ میں چند سطر کے بعد لکھتے ہیں -

” جب وہابیوں کے مناظر مولوی منظور صاحب کو پا بدست دگرے دست بدست دگرے ” میدان مناظرہ میں لایا گیا ” انھ “

قطع نظر اس سے کہ اس میں کیسا صدی فی صدی جھوٹ بولا گیا ہے ہم اپنے ناظرین کو یہاں صرف اس طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ یہ ناپاک الفاظ اس شخص کے ہیں جو ابھی ابھی خدا کو سمیع و بصیر جان کر اور - لعنت اللہ علی الکاذبین “ کی تلاوت کر کے کہہ چکا ہے کہ ” مجھے کسی فریق کی جانب داری سے کوئی علاقہ نہ ہوگا “ ہم بھی کہتے ہیں کہ ایسے جھوٹوں پر خدا کی ایک نہیں بلکہ ہزار بلکہ شمار لعنتیں، کہو آمین۔

۶ : پھر اسی اشتہار میں لکھا گیا ہے کہ -

” اس مناظرہ کا انعقاد دونوں فریقوں کے اتفاق سے اس لئے ہوا تھا کہ مولانا مولوی سردار احمد صاحب نے مولوی اشرف علی صاحب کی حفظ الایمان کی عبارت پر جو فتوے دیا ہے اس عبارت پر کلام ہوگا “

اس سے زیادہ سفید جھوٹ اور کیا ہو سکتا ہے۔ مولانا محمد منظور صاحب اور مولوی سردار احمد صاحب کی تحریریں ہم اپنی روئداد کے شروع میں نقل کر چکے ہیں۔ مولانا محمد منظور صاحب کی تحریر میں یہ تصریح ہے کہ -

” میں تمام نزاعی امور میں مولوی سردار احمد صاحب سے مناظرہ کرنے کو تیار ہوں “

اور مولوی سردار احمد صاحب کے الفاظ یہ ہیں کہ -

” مولوی منظور صاحب کا چیلنج مناظرہ فقیر کو بغیر نظر و فکر منظور ہے جن امور میں وہ مناظرہ کرنا

چاہیں فقیر بھی سجدہ تعالیٰ ان امور میں مناظرہ کے لئے تیار ہے “ نظریں کرام فریقین کی تحریروں میں موضوع مناظرہ کی تعمیم دیکھیں اور اس اشتہار نویس کے اس بہادرانہ جھوٹ کی داد دیں۔
 ۷ : اس کے بعد اشتہار میں لکھا ہے کہ۔

” مولوی منظور صاحب نے اس عبارت (یعنی عبارت حفظ الایمان) کو چھوڑ کر دوسرے مسائل پر کلام کئے جانے کی شرط کو پیش کیا اور اس پر نہایت سختی کے ساتھ اصرار کیا “
 جو حضرات مناظرہ میں موجود تھے وہ خاص طور پر اس سفید بلکہ سیاہ جھوٹ کو ملاحظہ فرمائیں۔ اور حامد میاں کی اس راست بازی کی داد دیں، اور جو حضرات وہاں نہیں تھے ان کو تفصیلی رونداد کے مطالعہ سے معلوم ہو چکا ہوگا کہ موضوع مناظرہ کے متعلق نزاع یہ تھا کہ مولوی سردار احمد صاحب کہتے تھے کہ مناظرہ صرف ”حفظ الایمان“ کی عبارت پر ہوگا اور مولانا محمد منظور صاحب کا اصرار تھا کہ حسام اکرمین کے تمام مباحث پر بالترتیب اور دوسرے اختلافی مسائل پر بھی مناظرہ ہوگا۔ اور مولانا کا یہ اصرار بالکل بجاتا جس کے سامنے بالآخر مولوی سردار احمد صاحب کو بھی جھکنا پڑا اور ان کو اس کی تحریر بھی دینی پڑی اگرچہ عمل کے وقت وہ اس سے گریز کر گئے۔

۸ : اس اشتہار میں مولانا محمد منظور صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ۔

” آپ نے ایک موقع پر ” تعلیق بالجمال “ کا لفظ بولا اور تحریر میں لکھا جب ان سے مولانا سردار احمد صاحب نے مطالبہ کیا کہ بتاؤ تعلیق بالجمال کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا مطلب ہے تو حیران و ششدر ہو کر اور سر مکڑ کر بیٹھ گئے اور جواب نہ دے سکے “
 جو لوگ مجلس مناظرہ میں موجود تھے وہ تو اس جھوٹ پر لعنت بھیجیں گے لیکن جو وہاں موجود نہ تھے وہ

۱۔ ان عقل کے دشمنوں کے نزدیک شاید تعلیق بالجمال کا لفظ بھی کوئی ایسا دقیق اور غامض لفظ ہے جس کے لئے راوی اور غزالی کے آنے کی ضرورت ہے۔ مگر ہم بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہمارے یہاں اس قسم کے جوابات دینے کے لئے صغریٰ کبریٰ پڑھنے والے طلباء تیار ہیں۔ مدرسہ میں اگر ان سے استفادہ کیجئے۔

بھی مولانا محمد منظور صاحب کی علمی جلالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے غالباً بلا تامل کہیں گے ” ان هذا الاختلاق“
 اصل واقعہ یہ تھا کہ جب مولوی سردار احمد صاحب نے یہ پوچھا کہ تعلیق بالمحال کس کو کہتے ہیں ؟ تو مولانا
 نے یہ فرمایا کہ یہ بات مجلس مناظرہ میں پوچھنے کی نہیں ہے بلکہ مدرسہ میں پوچھنے کی ہے۔ اس وقت میں مناظرہ کے
 لئے کھڑا ہوں سبق پڑھانے کے لئے نہیں بیٹھا ہوں۔ لیکن اس کے بعد بھی مولوی سردار احمد صاحب اپنی کج بکثی
 سے باز نہیں آئے تو مولانا نے فرمایا کہ اگر میری منطق دانی کا امتحان لینا ہے تو پھر اچھا یہ ہے کہ آپ حضرات میں
 جو سب سے بہتر منطق جانتا ہو اس کو کھڑا کر دیجئے اور ایک گھنٹہ خالص علمی گفتگو کے لئے مقرر کر لیجئے خدا نے چاہا
 تو چند منٹ میں معلوم ہو جائے گا کہ آپ حضرات کو منطق کی ہوا بھی نہیں لگی۔ لیکن اگر صرف غلط بحث کرنے اور
 وقت ضائع کرنے کے لئے آپ اس قسم کی کج بحثیاں کریں گے تو میں ہرگز جواب نہیں دوں گا۔ میرے نزدیک یہ وقت
 نہایت قیمتی ہے اور مجھے اسی وقت میں لوگوں کو آپ حضرات کی مذہبی گمراہیوں پر مطلع کرنا ہے۔ مولوی سردار احمد
 صاحب نے کہا کہ اگر آپ جواب نہیں دیتے تو پھر اپنی تحریر میں سے تعلیق بالمحال کا لفظ نکال دیجئے۔ مولانا نے
 فرمایا کہ اگر آپ تعلیق بالمحال کا لفظ نہیں سمجھ سکتے تو مجھ کو اس کے نکال دینے میں کوئی عذر نہیں۔ اس کے بعد
 مولانا نے اپنی تحریر سے وہ لفظ نکال دیا۔“

۹ اس اشتہار میں یہ بھی لکھا ہے کہ۔

” مولانا سردار احمد صاحب جس قدر علمی سوالات کرتے تھے جواب دینا تو درکنار مولوی منظور احمد

صاحب اور نہ صرف مولوی منظور احمد صاحب بلکہ تمام دیوبندی جماعت انہیں سن کر حیران

وششدر ہو جاتی تھی “

مشرکاً بہ مناظرہ غور فرمائیں کہ یہ بریلی کے مناظرہ ہی کا واقعہ ہے یا کسی خواب کے مناظرہ کا کیا مولوی

سردار احمد صاحب نے کوئی ایک بھی ایسا سوال کیا تھا جس کو علمی کہا جاسکے، معلوم ہوتا ہے کہ رضائی ملکسال

میں رونماد کے پُر کرنے کے لئے کچھ سوالات ڈھالے جا رہے ہیں۔ یہ انہیں کی پیش بندی ہے بہت اچھا ہم بھی کہیں

نہیں گئے ہیں۔

۱۰ :- اس اشتہار میں مولانا محمد منظور صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ وہ -

” اس عبارت (یعنی عبارت حفظ الایمان) کا کوئی مطلب ایسا نہ بتا سکے جس سے اس عبارت سے توہین و گستاخی ہونے کا حکم اٹھ جاتا۔“

ہو حضرات مناظرہ میں شریک تھے وہ حضرات تو مولانا کی ان رضا خانیت شکن تقریروں کو یاد کریں جنہوں نے روز روشن کی طرح واضح کر دیا تھا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں توہین کا شائبہ بھی نہیں اس پر کفر کا فتوے دینے والے یا مفتری کذاب ہیں یا جاہل ناقابل خطاب۔ اور جو وہاں مناظرہ میں موجود نہ تھے وہ حضرات مولانا کی وہ تقریریں تفصیلی روداد میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۱ :- مولانا محمد منظور صاحب نے حفظ الایمان کے مضمون کی تائید میں قرآن کریم سے سولہ جگہ ۱۶ آیتیں پیش کی تھیں ان کے متعلق اس اشتہار میں لکھا گیا ہے کہ -

” مولوی منظور صاحب نے عوام کو دھوکہ دینے کے لئے قرآن حکیم کی سولہ آیتیں تلاوت کیں مگر کسی ایک کے ترجمہ یا مطلب سے بھی حفظ الایمان کی اس عبارت کو ثابت نہ کر سکے “

یہ آیتیں اپنے موقع پر تفصیلی روداد میں آچکی ہیں۔ ناظرین فیصلہ فرمائیں کہ ان سے حفظ الایمان کا مضمون ثابت ہوتا ہے یا نہیں ؟

۱۲ :- مولوی سردار احمد صاحب نے اپنے نزدیک حفظ الایمان کی عبارت کے دو فوٹو بنا کر پیش کئے تھے۔ ایک یہ کہ -

” مولوی اشرف علی صاحب کی ذات پر عالم ہونے کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو انہ“ اور دوسرا فوٹو یہ کہ -

” مولوی اشرف علی صاحب کے چہرہ پر حسین ہونے کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو۔ لہ“ مولانا محمد منظور صاحب نے ان فوٹوز کو غلط اور عبارت حفظ الایمان کے غیر مطابق ثابت کرنے کے بعد ان کا جو دندان شکن دہان دوز جواب دیا تھا کہ جس سے مولوی احمد رضا خان صاحب کی روح بھی تھوڑی دیر کے لئے تڑپ گئی ہوگی اور جن زندہ رضا خانیوں نے بھی اس کو سنا تھا یقین ہے کہ وہ بھی تارلیست اس کو دھولیں گے

اُس کا اس اشتہار میں کوئی ذکر نہیں کیا بلکہ اس کے متعلق یہ صریح جھوٹ بولا گیا کہ۔

” نہ صرف مولوی منظور صاحب بلکہ وہاں بیان بریلی کی وہ قلیل جماعت جو میدانِ مناظرہ میں موجود تھی ان دونوں فوٹوؤں کی عبارت کو سن کر کرب و بے چینی سے تھلا اٹھی “ (اور جواب کا ذکر نہ وارد)۔

مولانا کا وہ دندان شکن جواب اپنے موقع پر تفصیلی روداد میں نقل کیا جا چکا ہے۔ ناظرین کرام ملاحظہ فرما کر اس اشتہار نویس کی راستبازی کا اندازہ کریں۔

۱۳ :- رضا خانیوں نے حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے رضا خانیت شکن بے پناہ واروں سے تنگ آ کر مجلسِ مناظرہ کو درہم برہم کرنے کے لئے جو شرمنگ اور انسانیت سوز طریقہ اختیار کیا انسانیت و شرافت ہمیشہ ہمیشہ اس پر لعنت کرے گی۔ بالخصوص رضا خانیوں کے صدر مولوی حبیب الرحمن کا شور و شغب اور ان کے اشارہ پر رضا خانی غنڈوں کی وحشیانہ یورش یہ وہ چیزیں ہیں جن پر بعض ان رضا خانیوں نے بھی نفرت کی جو تہذیب و انسانیت سے بالکل محروم نہیں تھے۔ لیکن اس اشتہار میں ان چیزوں پر پردہ ڈالنے کے لئے وہ سفید جھوٹ بولا گیا ہے جس کی نظیر رضا خانی لٹریچر کے سوا اور کہیں نہیں مل سکتی اور نہ چشم دید واقعات میں فرزندِ ان رضا خانیت کے علاوہ کوئی دوسرا اس دلیری کے ساتھ جھوٹ بول سکتا ہے ہم اختتامِ مناظرہ کے صحیح واقعات تفصیلی روداد میں لکھ چکے ہیں ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔

۱۴ :- جناب محمد شبیر صاحب بائیِ مناظرہ کے فیصلہ کو بے اثر کرنے کے لئے اس اشتہار میں ان بیچاروں کو بھی دیوبندی لکھا گیا ہے ہم تو اس سے بہت خوش ہیں کہ ہماری جماعت میں ایک آدمی کا اضافہ ہوا۔
اللہ زد فزد۔

لیکن یہ چیز واقع کے بالکل خلاف اور نہایت سفید جھوٹ ہے۔ اگر جناب محمد شبیر صاحب پہلے سے دیوبندی ہوتے تو مولانا اشرف علی صاحب کے متعلق فتوے لینے کے لئے مولوی حامد رضا خان صاحب کے پاس نہ جلتے اور ان سے یہ نہ پوچھتے کہ میرا بھائی مولوی اشرف علی صاحب کو مانتا ہے میں اس سے ملوں یا نہ ملوں، کیا کسی دیوبندی کو بھی یہ دوسرہ ہو سکتا ہے ؟ پس جناب محمد شبیر صاحب کا فتویٰ لینے کے لئے مولوی

حامد رضا خان صاحب کے پاس جانا اور ان کا زبانی ، اور مولوی سردار احمد صاحب کا تحریری یہ فتوے دینا کہ اگر تمہارا بھائی مولوی امیر علی صاحب کی عقیدت سے باز نہ آئے تو اس سے ترک تعلق کر دیا جائے ، اس سے میل جول ، سلام کلام ، کھانا پینا ، سب حرام ہے ، یہ صریح دلیل اس کی ہے کہ جناب محمد شبیر صاحب دیوبندی نہیں تھے بلکہ مولوی حامد رضا خان صاحب سے علمی اور مذہبی عقیدت رکھتے تھے اور مولوی صاحب موصوف بھی ان کو اپنا برادر مذہبی جانتے تھے جب ہی تو ان کو یہ ترک موالاتی فتویٰ دیا۔

علاوہ اس کے مسلمانان بریلی کو یہ بھی یاد ہو گا کہ اب سے کئی سال پہلے جب کہ جناب محمد شبیر صاحب بریلی ہی میں مقیم تھے انہوں نے مسلمانوں کے سود و بہبود کے لئے ایک انجمن قائم کی تھی اور اس کا ایک جلسہ بھی کیا تھا جس میں صرف رضا خانی علماء کو بلایا تھا اور اسی سلسلہ میں جناب مولوی حامد رضا خان صاحب نے مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی کے بلانے کے لئے ایک خط بھی لکھ کر جناب محمد شبیر صاحب کو دیا تھا ، مولوی حامد رضا خان صاحب سے بحلف اس کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔

نیز بعض انجمنوں میں جناب محمد شبیر صاحب اور مولوی حسنین رضا خان صاحب خلیفہ خاص و داماد جناب مولوی احمد رضا خان صاحب نے مل کر دوش بدوش کام کیا ہے۔ ان انجمنوں کے رجسٹر اگر تلف نہ ہوتے ہوں تو وہ اس حقیقت کی شہادت دیں گے۔

بہر حال جناب محمد شبیر صاحب کو صرف منصفانہ فیصلہ دے دینے کی وجہ سے دیوبندی کہہ دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ یہود مدینہ حضرت عبد اللہ بن سلام کو ”خیرنا و ابن خیرنا“ کہتے تھے یعنی قوم یہود کا افضل ترین فرد (لیکن جیسے ہی انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت کی شہادت دی اور اسلام قبول کیا تو وہی کذاب یہودی کہنے لگے ”مشرنا و ابن مشرنا“ (یعنی یہ تو ہم میں بدترین شخص ہے اور اس کا باپ بھی ایسا ہی خراب تھا)۔

۱۵ : بعض رضا خانی ایجنٹ جناب محمد شبیر صاحب بانی مناظرہ سے جو خلاف دیانت تحریر مناظرہ کے متعلق لینا چاہتے تھے اس کا ذکر و تذاد میں کیا جا چکا ہے لیکن اشتہار میں اُس سے صاف انکار کیا گیا ہے مگر اباب بصیرت کے لئے اسی انکار میں اس گندے جرم کا صریح اقرار موجود ہے اس موقع پر اس اشتہار کی عبارت

یہ ہے کہ

” بعض اہلسنت جن پر یہ اقرار کیا جاتا ہے کہ انہوں نے محمد شبیر صاحب سے تحریر

لینی چاہی، ان افراد نے جو زبردست احسان دیوبندی علماء اور دیوبندی مناظر مولوی منظور

صاحب پر کیا تم سب تمام عمران کے ذمہ شکر سے عمدہ برائیاں نہیں ہو سکتے کہ چار دن تک برابر

آپ کے مناظر نے ہر قسم کے گندے حملے علماء اہلسنت پر کئے مگر ان افراد نے اتنا مناظرہ میں

کسی قسم کی کوئی ذلت یا تکلیف نہیں پہنچنے دی “

جن لوگوں کے دماغ جو ہر لطیف سے خالی نہیں ہیں وہ ان مسطوروں کو غور سے پڑھیں جناب محمد شبیر صاحب

نے اپنے فیصلہ میں ان لوگوں کا نام نہیں لکھا تھا جو ان سے وہ تحریر حاصل کرنا چاہتے تھے۔ بلکہ انہوں نے صرف یہ لکھا تھا کہ۔

” مولوی سردار احمد صاحب کے فریق کے بعض آدمیوں نے بہت سے ناقابل ذکر حیلوں سے

مجھ سے اس قسم کی تحریر لینا چاہی “

بہر حال محمد شبیر صاحب کے اس فیصلہ میں کوئی ہلکا اشارہ بھی ایسا نہیں تھا جس سے یہ معلوم ہو

سکتا کہ وہ کون لوگ تھے لیکن مثل مشہور ہے کہ ” پور کی داڑھی میں تنکا “ اس اشتہار میں ان لوگوں کو متعین کر

دیا گیا کہ وہ وہی تھے جو اشنا مناظرہ میں امن قائم رکھنا چاہتے تھے اور وہ یہی ” حامد یار تھے “ جو پولیس میں

حفظ امن کی ذمہ داری دے کر آئے تھے اور اسی ذمہ داری کی وجہ سے وہ امن قائم رکھنے کی کوشش کرتے تھے ،

دیکھو چور یوں اپنے اقرار سے پکڑا جاتا ہے ۔

دغا ہوتی ہے جس دل میں وہی چھاتی دھڑکتی ہے

فساد بلغمی سے آنکھ رہ رہ کر پھٹکتی ہے

اگر واقعی حامد یار صاحب نے ایسی حرکت نہیں کی تھی تو ان کو چاہئے تھا کہ انکار کرنے سے پہلے جناب محمد شبیر

صاحب سے دریافت کرتے کہ کس شخص نے آپ سے ایسی تحریر لینی چاہی تھی ؟ لیکن پہلے ہی سے یہ شور مچا دینا کہ میں

نہیں تھا میں نہیں تھا اصول نفیث کی بنا پر الزام کو اور قومی کردیتا ہے حقانیت کا معجزہ دیکھو کہ قدرت انکار کرنے

والوں سے اقرار کرتی ہے ۔

کیا لطف — کہ غیہ سر پر دہ کھولے

جادو وہ ہے جو سر پر چڑھ کے بولے

رہا یہ بہتان کہ مولانا محمد منظور صاحب نے رضا خانی علما پر گندے حملے کئے یہ بھی نہایت سفید جھوٹ ہے جو مسلمان مناظرہ میں موجود تھے ان کو یاد ہو گا کہ بعض اوقات مولوی سردار احمد صاحب نہایت ناپاک اور گندے الفاظ مولانا اور آپ کے اکابر کے متعلق استعمال کرتے تھے جس سے سننے والوں کو بھی اشتعال ہوتا تھا اور ان کا پیمانہ صبر ٹھیک جاتا تھا مگر مولانا محمد منظور صاحب اپنے خدا داد تحمل سے اس کو برداشت کرتے تھے اور اہلسنت کے مشعل جذبات کو بھی فرد کرتے تھے البتہ کبھی کبھی مولانا نے ایسا ضرور کیا ہے کہ مولوی سردار احمد صاحب نے خود مولانا یا ان کے کسی بزرگ کے متعلق سخت کلمات کہے تو مولانا نے بعینہ وہی کلمات مولوی احمد رضا خان صاحب پر ٹوٹا دیئے۔ گویا عطلے تو بہ لٹانے تو پر عمل کرتے ہوئے ان کا بدیہ انہیں کو واپس کر دیا۔ مگر وہ بھی ہر دفعہ نہیں بلکہ بعض دفعہ مجبور ہو کر۔ ہم نے مناسب نہیں سمجھا کہ مولوی سردار احمد صاحب کی وہ گندی گالیاں نقل کر کے رونما دو گندگی سے ملوث اور ناظرین کی طبیعت کو مکدر کریں۔ چنانچہ اسی وجہ سے ہم نے رونما دیں ان کی وہ گالیاں نقل کرنے سے چھوڑ دیں۔ مگر رضا خانیوں کے اس اشتہار نے ہم کو مجبور کیا کہ ہم ناظرین کو رضا خانی گالیوں کی بھی سیر کرائیں۔ لیکن اب اگر ہم مولوی سردار احمد صاحب کی وہ گالیاں نقل کریں جن سے انہوں نے حاضرین مجلس مناظرہ کی طبیعتوں کو منقبض کیا تھا اور جن کے بیان کرنے میں انہوں نے مسجد حبیبی مقدس جگہ کا احترام بھی بالائے طاق رکھ دیا تھا۔ تو اندیشہ بلکہ یقین ہے کہ مناظرہ کے دوسرے واقعات کی طرح ان کا بھی صاف انکار کر دیا جائے گا۔ اس لئے ہم ان کے قبلہ و کعبہ خان صاحب بریلوی کی گندہ تہمت کے چند نمونے ان کی بعض مطبوعہ کتابوں سے پیش کرتے ہیں۔ بس ناظرین سمجھ لیں کہ یہی گندی گالیاں مولوی سردار احمد صاحب کی زبان پر چڑھی ہوئی تھیں، جن کو وہ مختلف الفاظ اور نئے نئے انداز سے بیان کرتے تھے الفاظ مختلف اور مضمون سب کا ایک ہوتا تھا۔

اس وقت ہمارے سامنے خان صاحب کی مشہور اور مایہ ناز کتاب ”وقعات النان“ ہے جو اب

سے چوبیس برس پہلے اسی حفظ الایمان کی عبارت کے متعلق حضرت مولانا اشرف علی صاحب کے رسالہ لبسط البنان کے

جواب میں لکھی گئی ہے۔ ہم اس وقت صرف اسی ایک کتاب سے چند نمونے پیش کرتے ہیں۔

رضا خانی تہذیب کی عربی تصویر

- ۱۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔
 ” یہ اپنی دوستی میں وہ تیسرا داخل کر کے۔۔۔ “ ”وقعات السنان“ ص ۲۵
- ۲۔ اس کے چند سطر بعد اسی صفحہ پر مکرر ارشاد ہے۔
 ” اس کی دوستی میں اس تیسرے کا دخول۔۔۔ “ ص ۲۵
- ۳۔ ایک جگہ ارقام فرماتے ہیں۔ ” مسامۃ یہ تیسرا بھی کیسا ہضم کر گئی “ ص ۲۵
- ۴۔ ” سیلیا والا بھی کیا یاد کرے گا کسی کرتے سے پالا پڑا تھا “ ص ۲۹
- ۵۔ ” اب وہ کھولوں جس سے مخالف چونہ دھیا کر پٹ ہو جائے اور آنکھ کھولے تو چوپٹ ہو جائے “
 ص ۲۹
- ۶۔ ” سیلیا کنتی ہے میں یوں نہیں مانتی میری ٹھیرانی پر اترو “ ص ۵۲
- ۷۔ ” دیکھوں تو اس میں تم میری ڈیرہ گرہ کیسے کھولے لیتے ہو “ ایضاً ص ۵۲
- ۸۔ ” سیلیا کی کلا بازیاں ملاحظہ ہوں، خصم کے کرے دار کی گھبراہٹ میں سب کچھ تو ان کی بول گئی “
 ص ۶۶
- ۹۔ حضرت مولانا مضافاوی مدظلہ کے متعلق صفحہ ۶۸ پر لکھا ہے۔
 ” اب جو مسلمانوں نے آڑے ہاتھوں لیا چھلکے چھوٹ گئے سینے ٹوٹ گئے یتور پھٹ گئے دم الٹ گئے معاف کیجئے معاف کیجئے آپ جیتے میں ہمارا ع لب نازک سے آنے لگی صدالیں بس کی “ ص ۶۸
- ۱۰۔ ” سیلیا کی چپک پھیریاں تو گوہر کو بھی مات کر گئیں اب مسلمانوں کے چھلنے کو پھر کا دکاٹتی ہے “ ص ۶۹

تلاٹ عشرۃ کاملہ : یہ پوسے دس نمبر ہوئے۔ مگر چونکہ رضا خانی امت کو گیارہویں سے بہت زیادہ محبت ہے اس لئے ہم ایک گیارہ وال نمبر اور بڑھاتے ہیں۔ دور جانے کی ضرورت نہیں اسی ”دفعات السنان“ صفحہ ۶۰ پر ربط البنان ہی کے متعلق ارشاد ہوتا ہے اور کس قدر پاکیزہ ارشاد ہے کہ نشنیاں بھی شرم جانیں۔

۱۔ ان رمی بیلیا تیرا بھولا پن خون پو پھٹی جا اور کہہ خدا بھوٹ کرے ص ۶۰

مسلمانو! مسلمانو!! اے شمع محمدی کے پروانو!!! تمہیں اخلاق محمدی کا واسطہ، اپنے دین و ایمان کا واسطہ اللہ کی دمی ہوئی شرافت و انسانیت کا واسطہ، خدا را غور کرو کیا کوئی مہذب انسان ایسی مغذیات بک سکتا ہے؟ کیا تم نے نشنیوں کنجریوں کے سوا کسی کا فرسے بھی یہ ناپاک گالیاں سنی ہیں، آہ ان ناپاک اور گندی باتوں سے حیا و شرم کی ناک کٹ جاتی ہے جبین انسانیت عرق الفعال سے تر بتر ہو جاتی ہے مگر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ یہ گندے کلمات یہ ناپاک گالیاں اس شخص کے قلم سے نکل رہی ہیں جو چودہویں صدی کی مجددیت کا مدعی ہے اور جس کی ذریت اس کو حضور پر نور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت صاحب حجت قاہرہ، مجدد مایۃ حاضرہ نوید ملت طاہرہ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیہ وسلم کے موٹے موٹے خطابات سے یاد کرتی ہے اور جن کو شیخ محشر ساقی کوثرؒ وغیرہ وغیرہ سمجھتی ہے۔

۱۔ اگرچہ خان صاحب نے اس کتاب کو اپنے صاحب زادے بلند اقبال کے نام سے شائع کیا ہے لیکن دنیا جانتی ہے کہ یہ

لب و لہجہ خان صاحب کے سوا کسی اور کو نصیب ہی نہیں ہوا۔ علاوہ ازیں یہ کہ صاحب زادے صاحب کی پوزیشن بھی رضا خانیوں میں کوئی معمولی نہیں ہے وہ خان صاحب کے سچے جانشین اور رضا خانیت کے قبلہ و کعبہ سمجھے جاتے ہیں۔ اور ان کے نام کے ساتھ، ”محی الدین جبیلانی“ اور آل الرحمن (یعنی خدا کی اولاد) جیسے موٹے موٹے الفاظ لکھے جاتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ، رضا خانی حضرت شیخ عبدالقادر محی الدین جبیلانیؒ کو بھی اسی کیر کٹر کا سمجھتے ہیں۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ۱۲ مرتب۔

۲۔ مسلمان غور کریں کہ خان صاحب اپنے صاحب زادے کو آل الرحمن لکھ کر خود کیا بننا چاہتے ہیں۔ مرزا قادیانی کو

یہ دوسرے بھائی اور خلیفہ محمد کونٹے چچا مبارک ہوں ۱۲

۳۔ دیکھو مائع اعلیٰ حضرت : مطبوعہ حسنی پریس بریلی ۱۲

بہر حال مولوی سردار احمد صاحب مناظرہ میں ایسی ہی گندی ذہنیت کی نمائش بار بار کرتے تھے جس سے مذہب حاضرین کو بھی سخت کوفت ہوتی تھی اور مولانا محمد منظور صاحب بڑی حد تک برداشت کرتے تھے لیکن اس اشتہار میں مولانا محمد منظور صاحب کی سخت گفتاری کی شکایت کی گئی ہے ۔

تم وہ نازک کہ خموشی کو فغاں کہتے ہو

ہم وہ عاجز کہ تغافل بھی ستم ہے ہم کو

۱۶۔ اس اشتہار کے اخیر میں اس بہادر اشتہار نویس نے مسلمانان بریلی سے اپیل کی ہے کہ ” ہمارا اشتہار اور دیوبندی جماعت کا وہ اشتہار جو شائع ہو چکا ہے (یعنی جناب محمد شبیر صاحب کا فیصلہ غور سے پڑھیں اور جس فریق کے اشتہار میں کذب بیانی سے کام لیا گیا ہو اس پر لغتوں کی پیہم بوچھاڑ کریں “

ہم بھی اس اپیل پر صا د کرتے ہیں لعنة الله والملیكة والناس اجمعین علی الکذابین الدجالین الذین یفترون الکذب وهم یعلمون۔ آمین۔

رضا خانی اشتہار پر صرف سولہ نمبروں میں سرسری تنقید کر دی گئی ہے۔ ان حضرات کو گویا رہویں بارہویں بہت محبوب ہے مگر ہم اس پر چند گنہگروں کا اور اضافہ کر کے یہ سواویں شریف کا ہدیہ اور پیش کرتے ہیں۔ ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

احقر

رفاقت حسین فاروقی عمر وی

یکم ربیع الاول ۱۳۵۴ھ

روداد مناظرہ سلاوالی (ضلع گوجرانو)

هو الظفر المبين
۵۵ ۱۳ھ

مناظرہ علم غیب

مرتب
مولانا محمد عطاء اللہ قاسمی

انجمن ارشاد المسلمین

۱۴- بہاولپور روڈ، مرننگ لاہور

عرضِ ناشر

انگریز نے ہندوستان میں اپنی حکومت کی بقا کے لئے لڑاؤ اور حکومت کرو کے اصول کو بنیاد بنایا اور جب تک وہ برصغیر میں رہا اسی پر عمل کرتا رہا۔ کبھی ہندوؤں اور مسلمانوں کو محرم اور دیوالی کے سہارے لڑاتا رہا، کبھی شیعہ سنی جھگڑے کرواتا رہا، اسی سلسلہ میں اس نے چند نام نہاد علماء کو آلہ کار بنا کر ایسے مسائل کو جو امت کے لئے کبھی نزاع اور اختلاف کا باعث نہ بنے تھے اور ہمیشہ سے تمام امت کے نزدیک وہ مسائل مسلم اور متفق علیہ تھے ایسے علماء کے ذریعہ ان کو یہودی اور ایسی خلیج پیدا کر دی جو دن بدن وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی گئی۔ علماء برحق اور امت کے درمند حضرات نے ہر چند کوشش کی کہ ایسے اختلافات جن کو انگریزوں نے محض اپنی سیاسی مصالح کے پیش نظر یہودی اور بڑھایا کسی نہ کسی طرح ختم ہو جائیں اور اس کے لئے انہوں نے ہر قسم کے مساعی جمیلہ کیں، کتابیں لکھیں، اور مناظر بھی کئے۔

اگرچہ ایسی چیزیں ہمارے اکابر کو نہ پہلے پسند تھیں اور نہ آج پسند ہیں بلکہ ان کا مسلک ہمیشہ یہی رہا کہ صحیح عقائد پر پوری امت کو مجتمع کیا جائے، مگر اعیان کی سازشوں اور اپنوں کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے وہ کامیاب نہ ہو سکے جس کا انہیں ہمیشہ دکھ اور قلق رہا۔ اختلافات مٹانے کے لئے انہوں نے ہمیشہ مصالحت کا رویہ اپنایا اور کوئی ایسی بات جو اختلاف کا ذریعہ بنے ہمیشہ گریز کرتے رہے۔ اسلام میں عقیدے کو ایک بنیاد حیثیت حاصل ہے اس کے بغیر دین کی عمارت استوار اور مکمل نہیں ہو سکتی اس لئے عقیدہ صحیح کی حفاظت کا اہم فریضہ محمد اللہ ہمارے اکابر نے پورے ہمت سے ادا کیا۔

یہ کتاب ہوا لظفر المبین یعنی مناظرہ علم غیب جو آپ کے ہاتھ میں ہے اسی مقصد کے لئے شائع کی گئی تھی۔

کچھ عرصہ سے ”نیا جال لائے پرانے شکاری“ کے مصداق بدخواہان ملت نے پھر وہی فرسودہ اور غلط باتیں دہرائی شروع کر دی ہیں جس سے عوام کے گمراہ ہونے کا خطرہ تھا صرف اسی مقصد کے لئے کہ صحیح عقائد امت کو معلوم ہو جائیں اور صحیح الفطرت ناواقف لوگ اپنی کم علمی کی وجہ سے کسی غلط طرف نہ چل دیں۔ یہ کتاب دوبارہ چھاپ رہے ہیں حق تعالیٰ اس کو امت میں اتفاق کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
حَمْدًا وَسَلَامًا

تہیّد

یوں تو ہندوستان کے مسلمانوں میں عام طور پر قبر پرست اور پرستی بہت زیادہ رواج پا چکی ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ صوبہ پنجاب اس معاملہ میں دوسرے صوبوں سے بہت زیادہ ممتاز ہے اس میں شک نہیں کہ اس سرزمین سے پہلے بڑے بڑے اکابر اولیاء اللہ اٹھے جو آج اس کے تحتانی طبقہ میں آرام فرما رہے ہیں۔ لیکن فی زمانہ اس کے سجادوں پر جو لوگ قابض ہیں ان میں اکثر نا اہل اور محض دنیا دار ہیں اور یہی لوگ عوام میں شرک و بدعت پھیلنے کے ذمہ دار ہیں اور چونکہ ان کی عیش پرستانہ زندگی کا مدار مریدوں کے نذرانوں اور چڑھاؤں پر ہے اس لئے یہ ان تمام گمراہوں کے حامی اور مبلغ ہیں اور یہی وجہ ہے کہ پنجاب میں حامیان توحید و سنت کے لئے نسبتاً زمین زیادہ سخت ہے۔ لیکن حق تعالیٰ نے اپنی سنت قدیمہ کے مطابق وہیں چند ہستیاں ایسی بھی پیدا کر دی ہیں کہ جنہوں نے اپنی زندگیاں توحید و سنت کی تبلیغ و اشاعت کے لئے وقف کر رکھی ہیں۔ ان ہی بزرگوں میں سے حامی توحید و سنت ماحی شرک و بدعت عارف باللہ حضرت مولانا مولوی شاہ حسین علی صاحب دامت برکاتہم و فیوضہم کی ذات بابرکات بھی ہے آپ کو توحید و سنت سے جس قدر گہرا عشق ہے، شرک و بدعت سے اتنی ہی شدید عداوت بھی ہے اور آپ کے متوسلین و متبعین کا حلقہ بھی اسی رنگ میں رنگا ہوا ہے وہ حضرت سے فیض پا کر اس تبلیغ کو قرآن و سنت کی روشنی میں عوام میں وضاحت و تفصیل سے پھیلاتے ہیں۔

۱۔ آپ کے خلفاء میں ایک پرچمیں اور مجاہد عالم مولانا منور الدین صاحب بھی ہیں آپ نے تو اپنے آپ کو تبلیغ توحید اور اعلاء کلمۃ الحق کے لئے بالکل ہی وقف کر رکھا ہے اور آپ کا وطن ضلع سرگودھا کے ایک گاؤں چک منگلیا نوالہ میں ہے آپ ہر ماہ خاص بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ

ادرجن لوگوں کی طبائع کو شرک و بدعت سے کچھ انس تھا وہ توحید و سنت کی اس تبلیغ کو ٹھنڈی نظروں سے نہ دیکھ سکے اور انہوں نے ان داعیان توحید و سنت کے خلاف دہابیت اور امانت رسول وغیرہ اتھامات کے اوچھے ہتھیار استعمال کرنا شروع کر دیئے اور بڑے زور و شور کے ساتھ پرستار ان توحید کی اس جماعت کے خلاف یہ ناپاک پروپیگنڈا شروع کر دیا گیا کہ یہ بد دین ہیں، دشمن رسول ہیں، آئمہ و اولیاء کی عظمت کے منکر ہیں (والعیاذ باللہ)

یہاں تک کہ اسی سلسلہ میں سیال شریف کے سجادہ نشین قمر الدین صاحب نے اپنے چند آدمیوں کے ساتھ ۲۱ ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ کو ایک موحّد عالم کے ساتھ مسئلہ علم غیب پر گفتگو شروع کر دی۔ موحّد عالم نے اپنے عقیدہ کے ثبوت میں سورہ النعام کی یہ آیت پیش کی۔

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِيَ خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبِ
اور ترجمہ یہ کیا: ”کہ اے رسول آپ کہہ دیجئے کہ میں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں“
(النعام ۶۷-۵۰)

اس پر سجادہ نشین نے کہا کہ آیت کا یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس طرح ہے کہ۔
”اے نبی آپ کہہ دیجئے کہ میں تم کو نہیں کہتا کہ میرے پاس خزانے اللہ کے ہیں اور میں تم کو نہیں کہتا کہ میں غیب نہیں جانتا ہوں۔“

موحّد عالم نے کہا کہ یہ ترجمہ غلط ہے اور کسی معتبر مفسر نے ایسا نہیں لکھا، مگر سجادہ نشین اپنی بات پر قائم رہے پھر موحّد عالم نے قرآن صحابہؓ کا واقعہ پیش کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شتر جلیل القدر صحابیوں کو تبلیغ و تعلیم (بقیہ صفحہ گزشتہ) اہتمام کیساتھ تبلیغی دورہ فرماتے ہیں اس دورہ میں آپ کی توسلین کی جماعت ساتھ ہوتی ہے جن کی تعداد بعض اوقات تیس چالیس تک پہنچ جاتی ہے کھانے پینے وغیرہ ضروریات کا کل سامان آپ کے ساتھ اونٹوں پر لدا ہوتا ہے یہ قافلہ کسی بستی میں جا کر قیام کرتا ہے اور محض خالصاً لوجہ اللہ تبلیغ حق کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ موانع کا زیادہ تر حصہ دعوت توحید و سنت پر مشتمل ہوتا ہے کیونکہ وہاں کے حالات کا تقاضا یہی ہے۔ اس نیک کام کے آغاز کو قریباً دو سال کا عرصہ ہو چکا ہے اللہ کے سیکڑوں بندوں کو اس کے ذریعہ سے بھجوا کر اللہ ہدایت ہوتی اور وہ شرک و بدعت سے تائب ہو کر توحید و سنت پر قائم ہو گئے۔ نوٹ: روئیداد مناظرہ میں بعض جگہ ایک موحّد عالم کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس سے مراد حضرت مولانا منور الدین صاحب کی ذات والا صفات ہے۔

کے لئے ایک دفعہ بھیجا اور بعض قبائل کے لوگوں نے دھوکہ دیکر انکو نہایت بے دردی سے شہید کر ڈالا جس پر حضرت کو سخت رنج ہوا۔ پس اگر حضرت کو یہ انجام پہلے سے معلوم ہوتا تو کبھی آپ نہ بھیجتے۔

سجادہ نشین نے اس کے جواب میں فرمایا کہ حضور کو پہلے سے علم تھا کہ یہ سب شہید کر دینے جائیں گے لیکن اس کے باوجود آپ نے ان کو بھیج دیا تھا۔ غرض کچھ دیر اسی طرح گفتگو ہوئی۔ اخیر میں سجادہ نشین صاحب نے باضابطہ مباحثہ اور مناظرہ کے لئے زور دیا اور فرمایا کہ میں اور علماء کو بھی اپنے ساتھ لاؤں گا۔ موحّد عالم نے ابتداءً اس تجویز سے انکار کیا اور فرمایا کہ مناظرہ کے بارے میں ہمارا تجربہ اچھا نہیں ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہمارے مخالفین مناظرہ طے کر لیتے ہیں اور پھر وقت پر نہیں پہنچتے اور کبھی حیلہ حوالہ کر کے ٹال دیتے ہیں اور کبھی اپنی کمزوری محسوس کر کے فساد کر دیتے ہیں، ہمارے علماء کو ناحق تکلیف ہوتی ہے اور بلا نتیجہ خرچ کی زیر باری بھی ہوتی ہے۔ (جیسا کہ لاہور و گجرات میں وغیرہ میں ہو چکا ہے)۔

مگر سجادہ نشین صاحب نے مناظرہ پر بہت زیادہ اصرار کیا اور فرمایا کہ ۱۵ ذی الحجہ کو میں اپنی جماعت کے دیگر علماء کے ساتھ یہاں ضرور پہنچوں گا۔ موحّد عالم نے فرمایا کہ اگر آپ کو مناظرہ کا اتنا ہی شوق ہے تو پھر یہ اچھا ہو کہ کوئی آزاد جگہ مقرر کی جائے جو نہ میرا وطن ہو نہ آپ کا۔ چنانچہ اس کے لئے ضلع سرگودھا کا مشہور مقام ”سلانوالی“ مقرر ہوا۔

بنیاد مناظرہ کے طور پر فریقین نے اپنا اپنا عقیدہ بھی قلم بند کر دیا۔ پہلے موحّد عالم نے اپنا عقیدہ ان الفاظ میں لکھا

”ہر چیز کا علم ہر وقت اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اگر کوئی کہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر وقت ہر چیز کو جانتے تھے تو وہ مسلمان نہیں ہے وہ کافر ہے“ (نام موحّد عالم)

اس کے بعد سجادہ نشین صاحب نے اپنا عقیدہ لکھا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آغاز آفرینش عالم سے تاقیامت کا علم محیط ثابت کیا ہے۔ موحّد عالم نے فرمایا کہ آپ کی گفتگو علم کلی میں تھی اور جو آپ نے لکھا ہے وہ کلی نہیں بلکہ محدود ہے لہذا جو آپ کا اصلی عقیدہ ہو صاف صاف لکھئے ! اس پر سجادہ نشین صاحب نے اپنا عقیدہ ذیل کے الفاظ میں لکھا۔

”اللہ کریم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مغیبات کا علم دیا ہے اور حضور علم کلی جانتے ہیں جو

شخص اس عقیدہ والے کو کافر کہے وہ خود کافر ہے“ (فقیر قمر الدین)

ان تمام چیزوں کے طے ہو جانے کے بعد موحّد عالم نے مناظرہ کے لئے حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدیر الفرقان بریلی کو مفصل حالات لکھ کر دعوت دی۔ نیز حضرت مولانا شاہ حسین علی صاحب اور حضرت مولانا احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین لاہور نے بھی مولانا مسدّح کو تحریر فرمایا کہ اس مناظرہ نے غیر معمولی اہمیت اختیار کر لی ہے لہذا آپ کی شرکت لاہوری اور نہایت ضروری ہے۔

اگرچہ الفرقان کے اختتام سال کی وجہ سے یہ وقت مولانا کے لئے بہت زیادہ مصروفیت کا تھا مگر حضرات مذکورین کے اصرار نے مجبور کر دیا اور آپ نے شرکت منظور فرمائی اور ۱۳ ذی الحجہ کو بریلی سے روانہ ہو کر ۱۴ کی شام کو آپ سلاٹوالی پہنچ گئے۔

مجدد العصر حضرت مولانا شاہ حسین علی صاحب و حضرت مولانا فضل کریم صاحب بندیالی و مولانا فاضل شمس الدین صاحب کیلپوری (حال مہتمم و بانی مدرسہ صدیقیہ مجاہد پورہ گوجرانوالہ و شیخ الحدیث و التفسیر) پہلے ہی سے وہاں پہنچ چکے تھے۔ پھر ۱۵ ذی الحجہ کی صبح کو حضرت مولانا احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین لاہور و حضرت مولانا شہاب الدین صاحب خطیب جامع مسجد چوہدری کوارٹر لاہور و حضرت مولانا عبد الحنان صاحب خطیب جامع مسجد سٹریٹ لاہور و حضرت مولانا کریم بخش صاحب پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور۔ نیز بعض دیگر علماء کرام بھی پہنچ گئے مناظرہ کے لیے صبح کا وقت مقرر تھا لیکن فریق ثانی کے مناظرین وقت موعود پر نہ پہنچ سکے اس لئے بارہ بجے کے بعد کاروائی شروع ہو سکی پہلے فریقین کی طرف سے صدر کا انتخاب ہوا۔ اہلسنت نے اپنی جانب سے حضرت مولانا عبد الحنان صاحب خطیب جامع مسجد سٹریٹ لاہور کو منتخب کیا۔ اور فریق ثانی نے مولوی کریم الدین صاحب ساکن بھین ضلع جہلم کو اپنا صدر منتخب کیا۔ سب سے پہلے شرائط کے متعلق گفتگو ہوئی۔ اور خدا کا شکریہ کہ خلاف توقع بہت تھوڑی دیر میں ضروری شرائط طے ہو گئے۔ طے شدہ شرائط یہ تھیں۔

۱۔ مناظرہ مولوی منور الدین صاحب و صاحبزادہ قمر الدین صاحب کے ان تحریری عقیدوں پر ہوگا جو انہوں نے لکھے ہیں پہلے مولوی منور الدین صاحب کی تحریر پر بحث ہوگی جس میں ان کے فریق کی حیثیت مدعی کی ہوگی۔ اس کے بعد صاحبزادہ کی تحریر پر بحث ہوگی اور اس میں ان کے فریق کی حیثیت مدعی کی ہوگی۔

۲ : ہر بحث میں مدعی کی تقریر اول و آخر ہوگی۔

۳ : ہر بحث کے لئے چار چار گھنٹے وقت ہوگا۔

۴ : ہر بحث میں ہر فریق کی پہلی پہلی تقریر ۱۵-۱۵ منٹ کی ہوگی اس کے بعد دس دس منٹ کی۔

اس کے بعد مناظرین کی تعیین ہوئی۔ مولوی عبدالحکیم صاحب نے بحیثیت صدر منجانب اہلسنت اعلان کیا کہ ہماری طرف سے حضرت مولانا محمد منظور صاحب لغمانی ”مدیر الفرقان“ مناظر ہوں گے۔ اور فریق ثانی کی طرف سے مولوی کرم الدین صاحب اعلان کیا کہ ہماری طرف سے مولوی حشمت علی صاحب مناظر ہوں گے۔

ان تمام شرائط کے بسبب طے ہو جانے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اس ساری گفتگو میں مولوی حشمت علی صاحب اور ان کے خاص رفقاء کو دخل اندازی کا کوئی موقع نہ ملا۔ کیونکہ یہ حضرات اسی وقت ریل سے اترے تھے اور کوئی مشورہ اس بارہ میں پہلے سے نہ ہو سکا تھا۔ اور شرائط کی گفتگو مولوی کرم الدین صاحب نے خود کی۔ یہ تمام چیزیں طے ہو جانے کے بعد نماز ظہر کے لئے وقفہ کا اعلان کر دیا گیا۔ اہلسنت نے وہیں میدانِ مناظرہ میں نماز باجماعت ادا کی اور اتنی

ہی دیر میں۔ مولوی حشمت علی صاحب نے مولوی کرم الدین صاحب وغیرہ کو کوئی خاص ٹی پڑھائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعد فراغت نماز جب کاروائی شروع ہوئی تو فریق ثانی کی طرف سے طے شدہ شرائط میں ترمیم بازمی شروع ہو گئی اور بہت زیادہ وقت اسی کی نذر ہو گیا لیکن اہلسنت کی طرف سے ان کی ترمیمات کو تسلیم نہیں کیا گیا اور انجام کار مندرجہ بالا شرائط ہی پر مناظرہ شروع ہو گیا جس کی کیفیت صفحات مابعد میں درج کی جاتی ہے۔ اس کیفیت کی ترتیب میں ہم نے اس کا پورا لحاظ رکھا ہے کہ کسی فریق کی کوئی دلیل بلکہ کوئی بات بھی ذکر سے نہ رہ جائے بلکہ جہاں تک ممکن ہو سکا الفاظ اور طرز ادا کی بھی رعایت کی ہے اور اس لحاظ سے یہ رونداد اتنی مکمل ہے کہ شاید کسی مناظرہ کی رونداد اب تک اتنی

مکمل شائع نہ ہوئی ہو۔ اس بارہ میں ہم کو جو غیر معمولی کامیابی ہوئی اس کے لئے ہم اپنے عنایت فرمادوست جناب عنایت النبی صاحب بی لے گو جہانوالا کے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ آپ ایک اعلیٰ درجہ کے زود نویس ہیں۔ اور تقریروں کے قلمبند کرنے میں آپ کو خاص مہارت ہے آپ اس مناظرہ میں شریک تھے اور آپ نے فریقین کی پوری پوری تقریریں قلمبند کی تھیں ان کی اس یادداشت سے ہم کو بڑی مدد ملی۔ جو حضرات اس رونداد سے فائدہ اٹھائیں وہ راقم الحروف کے ساتھ موصوف کے لئے دعائے خیر فرمائیں۔

۱: کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ فریقین کی بعض تقریروں میں کوئی

نئی بات نہیں ہوتی تھی اور صرف پہلی ہی باتوں کی تکرار یا

رونداد ہذا کے متعلق دو ضروری نوٹ

توضیح و تشریح ہوتی تھی۔ ہم نے ہر فریق کی ایسی تقریروں کو نظر انداز کر دیا ہے اس کے علاوہ اور تقریروں سے بھی ہم نے بلا فائدہ تکرار کو حذف کر دیا ہے۔ یہاں یہ بتلادینا ہمارا فرض ہے کہ غیر ضروری تکرار زیادہ تر مولوی حسنت علی صاحب کی تقریروں میں ہوتی تھی اور اسی وجہ سے ان کی تقریریں کہیں کہیں حضرت مولانا محمد منظور صاحب لغمانی مدظلہ کی تقریروں کے مقابلہ میں زیادہ مختصر نظر آئیں گی۔

۲:- نیز مولوی حسنت علی صاحب کی تقریروں میں بعض اوقات اس قدر سوقیت (بازاری پن) ہوتا تھا

اور اتنی غلیظ اور مستغفن گالیاں ہوتی تھیں کہ جن کو انسانی شرافت کسی طرح برداشت نہیں کر سکتی ہم نے ان کو بھی بالقصد اس رونداد سے حذف کر دیا ہے اور جو بعض سخت اور دل آزار کلمات ان کی تقریروں میں ہم نے نقل کئے ہیں وہ صرف اس لئے کہ ہمارے ناظرین کو ان کی ذہنیت اور تہذیب و شرافت کا کچھ اندازہ ہو سکے۔

محترم ناظرین کرام! یقین فرمائیں کہ ان کی جو گالیاں ہم نے نقل کرنے سے چھوڑ دی ہیں وہ منقولہ سے بدتر

زیادہ سخت اور غلیظ تر تھیں جن کو ہمارا قلم نقل کرنے پر بھی آمادہ نہیں ہوا۔

جن حضرات نے مولوی حسنت علی صاحب کا کوئی مناظرہ اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا (اور خود راقم الحروف

بھی ان ہی میں سے ہے) وہ حیران تھے کہ ایک شخص ”مولوی“ عالم، اور ایک جماعت کا مذہبی نمائندہ بلکہ کیل

اور نقیب ہو کر تہذیب و متانت اور علمی وقار سے کس درجہ عاری ہے۔ درحقیقت یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے کردار

سے علماء کرام کو بدنام کیا ہے اور حاملین مذہب کے خلاف قوم کے آزاد رجو جوانوں میں ایک عام بغاوت پھیلا دی ہے

خدا ان کو ہدایت دے اور قوم کو وہ بصیرت عطا فرمائے جس سے وہ علماء اور عالم نما رہزنان دین میں تمیز کر سکیں۔

اس مختصر تمہید کے بعد ملاحظہ فرمائیے اصل مناظرہ ۱۔

ناپچیز محمد عطاء اللہ قاسمی کان اللہ

ربیع الاول ۱۳۵۶ھ

مناظرہ

پہلا دن

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی (بعد از خطبہ سنونہ)

فاضل محترم مخاطب و محترم حضرات ! اس وقت علم غیب کی بحث ہے اور مجھے یہ ثابت کرنا ہے کہ تمام اشیاء کا علم کلی تفصیلی محیط ہر وقت حاصل ہونا یہ حق تعالیٰ کے ساتھ ہے خاص اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ یہ وہ مسئلہ ہے جس کو قرآن کریم نے بلا مبالغہ سینکڑوں جگہ بیان فرمایا ہے علی ہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار احادیث اس کی شہادت دے رہی ہیں اور اس پر امت کا اجماع بھی ہے اور آج تک امت کے کسی ایک عالم نے بھی اس چیز سے اختلاف نہیں کیا حتیٰ کہ ہمارے فاضل مخاطب مولوی حسرت علی صاحب کے پیر و مرشد فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب جن کو اس قسم کے مسائل میں بہت زیادہ غلو ہے وہ بھی اس کے قائل نہیں چنانچہ وہ اپنی مشہور کتاب ”الدولة المکیة ص ۲۳“ میں ارقام فرماتے ہیں۔

وَلَا تُنْبِئُ بِعَطَائِ اللَّهِ تَعَالَى
أَيْضًا إِلَّا الْبَعْضُ

یعنی ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے

اللہ کا عطا کرنا ہی علم ملنا مانتے

ہیں نہ کہ جمیع

بہر حال میرے دعوے کے اس جز سے فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب کو بھی اتفاق ہے اور اب سے پہلے مولوی حسرت علی صاحب سے اس ناچیز کے جس قدر مناظرے ہوئے ان سب میں انہوں نے بھی اپنا عقیدہ یہی بیان فرمایا تھا جس کا میرے پاس تحریری ثبوت بھی موجود ہے مگر معلوم نہیں کہ یہاں مولوی حسرت علی صاحب اپنے

اسی عقیدہ کے ماتحت گفتگو کریں گے یا یہاں کے ماحول اور اپنے بلانے والوں کی رعایت کرتے ہوئے علم کلی کی حمایت کریں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ وقت مولوی حسرت علی صاحب کے لئے بڑی آزمائش کا ہے میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مشکل کو آسان کرے۔

اس کے بعد میں اصل مسئلہ پر کلام شروع کرتا ہوں، حاضرین کرام توجہ سے سنیں۔

حق تعالیٰ سورہ طہ میں ارشاد فرماتا ہے۔

إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ ۚ آيَةٌ

قرآن مجید کے پہلے مترجم حضرت سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ اس کے ترجمہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

” ہر ایک کی قیامت آئندہ است میخو اہم کہ پنہاں دارم آن وقت را تا جزا دہند

ہر تنے را با آنچه می کند “

اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ترجمہ قرآن فتح الرحمن میں فرماتے ہیں۔

” ہر آئینہ قیامت آمدنی است میخو اہم پنہاں دارم وقت آن را تا جزا دادہ شود ہر شخصے

بمقابلہ آنچه می کند “

ان دونوں ترجموں کا حاصل یہ ہے کہ قانون جزا و سزا کے بروئے کار لانے کے لئے قیامت ایک وقت

ضرور آئی ہے اور ہم اس کے وقت کچھ مخفی رکھنا چاہتے ہیں۔

سید المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنہوں نے علم قرآن براہ راست رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا اور جن کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر فہم قرآن کی دعا فرمائی

تھی وہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا يَقُولُ لَا أَظْهَرُ عَلَيْهَا أَحَدًا

غَيْرِي (تفسیر ابن جریر ج ۱۲ ص ۹۸ و تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۲۲۹)

یعنی آیت ہذا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے سوا کسی کو اس وقت قیامت

کی اطلاع نہ دوں گا “

اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ تالبعین میں امام تفسیر ہیں اسی آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

لَعَمْرِي لَقَدْ أَخْفَاَهَا اللَّهُ مِنْ الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ وَمِنَ الْأَنْبِيَاءِ الْمُرْسَلِينَ - (ابن جریر وابن کثیر)

یعنی میری جان کے مالک کی قسم اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقت کو ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین سے مخفی ہی رکھا ہے۔

اور سدی کبیر رضی اللہ عنہ کہ وہ بھی ائمہ تالبعین مفسرین میں سے ہیں اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں

لَيْسَ مِنْ أَهْلِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَحَدٌ إِلَّا وَقَدْ أَخْفَى اللَّهُ عَنْهُ عِلْمَ السَّاعَةِ (تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۲۲۹)

یعنی زمین و آسمان میں جس قدر بھی مخلوق ہے (یعنی جن و انس اور فرشتے) ان سب سے اللہ تعالیٰ نے قیامت کا علم مخفی رکھا ہے۔

یہاں تک اس آیت کریمہ کے متعلق میں نے صرف بعض صحابہ و تابعین کے ارشادات پیش کئے ہیں۔

ان کے علاوہ بعد کے ائمہ تفسیر مثلاً امام ابن جریر طبری و حافظ ابن کثیر دمشقی و علامہ بغومی و خازن و خطیب شربینی و علامہ معین بن صفی اور دیگر حضرات نے بھی اس آیت کی تفسیر میں اسی مضمون کو ادا کیا ہے جس کی تفصیل آپ میری کتاب ”دو بوارق الغیب“ میں (جو دو سال سے قسط وار الفرقان میں شائع ہو رہی ہے) ملاحظہ فرما چکے ہوں گے۔ یہ تمام حضرات اس آیت کی تفسیر میں اس بات پر متفق ہیں کہ اس میں حق تعالیٰ نے اپنے اس ارادے کو ظاہر فرمایا ہے کہ میں قیامت کی خاص گھڑی کو اپنے ماسواہ سب سے مخفی رکھنا چاہتا ہوں یعنی کسی کو بتلانا نہیں چاہتا۔ اور اللہ تعالیٰ فَعَالٌ لِّمَا يُرِيدُ ہے وہ جو ارادہ کرتا ہے وہ ضرور پورا ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کا یہ ارادہ بھی پورا ہوا اور اس نے کسی مقرب سے مقرب مخلوق کو بھی اس کا علم عطا نہیں فرمایا۔ قرآن مجید میں تقریباً پندرہ جگہ اس حقیقت کا اعلان کیا گیا ہے کہ قیامت کا علم صرف خدا ہی کو ہے اس کے سوا کسی کو نہیں۔

ان میں سے ایک آیت میں اس وقت اور پیش کرتا ہوں۔ سورہ اعراف میں ارشاد ہے۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَلُهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي

لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمُ إِلَّا بَغْتَةً يَسُئَلُونَكَ كَذَلِكَ خَفِيَ عَنْهَا قُلُوبُ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ - (الاعراف ۱۸۷)

اس آیت کا ترجمہ بجائے اس کے کہ میں اپنی طرف سے کروں حضرت شاہ عبد الفت اور صاحب کا ترجمہ پیش کرتا ہوں جو اردو کا مستند ترین ترجمہ سمجھا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

”تجھ سے پوچھتے ہیں کیا مت کس وقت ہے، تو کہہ اس کی خبر تو ہے میرے رب ہی پاس وہی کھول دکھا دے گا اس کو اپنے وقت، بھاری بات ہے آسمان و زمین میں تم پر آدے کی تو بے خبر آدے کی تجھ سے پوچھنے لگتے ہیں گویا کہ تو اس کا تلاشی ہے تو کہہ اس کی خبر ہے خاص اللہ پاس، لیکن اکثر لوگ سمجھ نہیں رکھتے۔“

بظاہر تو یہ ایک آیت ہے لیکن اس کا ہر ٹکڑا مستقل طور پر اعلان کر رہا ہے کہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ اگرچہ یہ آیت اپنے مضمون کے لحاظ سے بہت واضح ہے مگر تاہم مزید توثیق کے لئے میں اس کی تفسیر میں چند اکابر مفسرین کے ارشادات پیش کرتا ہوں۔

سیدنا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَهُ يَسْتَأْثِرُ بِعِلْمِهَا فَلَمْ يُطْلَعْ عَلَيْهِمَا مَلَكًا وَلَا رَسُولًا -

(تفسیر ابن جریر ج ۹ ص ۸۸ و تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۶۵)

یعنی وقت قیامت کا علم بس خدا ہی کو ہے اس نے اپنے ہی لئے اس کو خاص کر لیا ہے پس اسی واسطے نہ کسی فرشتے کو اس کی اطلاع دی ہے نہ کسی رسول کو۔

اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہما اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ يَقُولُ عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ هُوَ يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا لَا يَعْلَمُ ذَلِكَ إِلَّا اللَّهُ -

(تفسیر ابن جریر ج ۳ ص ۸۷)

اور حضرت سدی تابعی رضی اللہ عنہ ثَقُلَتْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

يَقُولُ خَفِيَّتْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ فَلَمْ يَعْلَمْ قِيَامَهَا مَتَى
تَقُومُ مَلَكٌ مُّقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ - (تفسیر ابن جریر ج ۹ ص ۸۸)

یعنی وقت قیامت کو نہ کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے نہ کوئی فرستادہ پیغمبر، وہ تمام زمین و آسمان
کی مخلوق سے مخفی ہے۔

اور امام ابن جریر طبری: قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّكَ لَا يُجَلِّيهَا لَوْ قَتَلَهَا إِلَّا هُوَ
تفسیر میں فرماتے ہیں۔

إِنَّهُ أَمْرٌ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى نَبِيُّهُ مُحَمَّدًا بَانَ يُجِيبُ سَائِلِيهِ
عَنِ السَّاعَةِ بَأَنَّهُ لَا يَعْلَمُ وَقْتُ قِيَامِهَا إِلَّا اللَّهُ الَّذِي يَعْلَمُ
الْغَيْبَ وَإِنَّهُ لَا يُظْهِرُ لَوْ قَتَلَهَا وَلَا يَعْلَمُهَا غَيْرُ جَلِّ ذِكْرُهُ -

(تفسیر ابن جریر ج ۹ ص ۸۸)

یعنی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ جو لوگ آپ
سے قیامت کے وقت کا سوال کرنے والے ہیں ان کو آپ یہ جواب دیں کہ اس کے وقت خاص کا علم اللہ عالم الغیب
کے سوا کسی کو نہیں اور وہی اس کو اس کے وقت پر ظاہر کرے گا دوسروں کو اس کی کچھ خبر نہیں۔

پھر آیت ہذا کے آخری حصہ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ کی تفسیر میں یہی امام ممدوح فرماتے
ہیں کہ۔ مَعْنَاهُ قُلْ يَا مُحَمَّدُ لِسَائِلِكَ عَنْ وَقْتِ السَّاعَةِ وَحِينَ
مَجِيئِهَا لَا عِلْمَ لِي بِذَلِكَ وَلَا يَعْلَمُ بِهِ إِلَّا اللَّهُ الَّذِي يَعْلَمُ
غَيْبَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ
أَنَّ ذَلِكَ لَا يَعْلَمُ إِلَّا اللَّهُ بَلْ يُحْسَبُونَ أَنَّ عِلْمَ ذَلِكَ يُوجَدُ
عِنْدَ بَعْضِ خَلْقٍ - (ابن جریر ج ۹ ص ۸۸)

یعنی حق تعالیٰ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ وقت قیامت کے
متعلق سوال کرنے والی اس جماعت سے فرمادیجئے کہ مجھ کو اس کا علم نہیں اور اس کو خدا نے علیم وخبیر کے سوا کوئی

نہیں جانتا جو آسمان وزمین کے تمام غیوب کا جاننے والا ہے لیکن بہت سے لوگ اس حقیقت سے ناواقف ہیں کہ اس کا علم صرف خدا ہی کو ہے اور وہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ کی بعض مخلوق کو بھی قیامت کے وقت خاص کی خبر ہے۔“

اس سلسلہ میں بعض مفسرین کی تصریحات مجھے اور بھی پیش کرنی تھیں لیکن اب وقت ہو جانے کی وجہ سے آئندہ کے لئے چھوڑتا ہوں۔ جتنی چیزیں میں نے اب تک پیش کی ہیں ان سے قطعی اور یقینی طور پر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ قیامت کے وقت خاص کا علم صرف حق تعالیٰ ہی کو ہے اور اس نے اپنی کسی مخلوق کو اس کا علم نہیں دیا۔

مولوی حسمت علی صاحب

ایک طویل خطبہ کے بعد جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں رَازِقُنَا وَمَالِکُنَا وَمَالِکُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَالِکُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَمَالِکُ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ وَمَالِکُ رِقَابِ الْأُمَمِ اور ان جیسے بہت سے کلمات تھے۔ نیز حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں بھی قریب قریب اسی قسم کے توحید سوز الفاظ تھے۔

پیارے سنی بھائیو! اسلام زندہ دین ہے، اسی طرح ہمارا خدا بھی زندہ ہے، ہمارا پیغمبر بھی زندہ ہے اور اس کے معجزات بھی زندہ ہیں۔ آپ نے دیکھا اس مجمع میں ہمارے حضور خدا کے محبوب علام الغیوب کا کیسا روشن معجزہ ظاہر ہوا۔ مولوی منظور صاحب ایک موحّد عالم کی طرف سے یہ ثابت کرنے کے لئے کھڑے کئے گئے تھے کہ سیال شریف کے صاحبزادے حضرت مولانا حافظ قمر الدین صاحب مظلہ العالی اور ان کے تمام مریدین بلکہ سیال شریف کی گدی کے تمام والبتگان سب کے سب کافر ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اور حضرت صاحبزادے صاحب کی کرامت دیکھو کہ موحّد مولوی کے ذکیل مولوی منظور صاحب نے کفر کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں کہا اور کسی کو بھی کافر ثابت نہیں کیا۔ مثل مشہور ہے ”مدعی مست گواہ چیت“ مگر یہاں اس کا الٹا ہوا ”مدعی چیت گواہ مست“ ارے مولوی صاحب! آپ سجادہ نشین صاحب کو اور دوسرے مسلمانوں کو کافر ثابت کرنے کے لئے اتنی دور کا سفر کر کے آئے مگر آپ نے بے نمازیوں سے نہیں کہا کہ نماز پڑھو، سود خوروں سے نہیں کہا کہ سود مت لو،

آپ آریوں کو مسلمان کرنے کے لئے نہیں گئے بتلایئے آپ نے کتنے کافروں کو مسلمان بنایا ہے، آپ یہاں مسلمانوں کو کافر بنانے کے لئے آگئے؛ لیکن آپ تو کسی کو کافر نہیں کہہ سکے، مگر میں کہتا ہوں کہ آپ کافر ہیں، آپ کے بلانے والے کافر ہیں، جو آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں وہ بھی کافر ہیں۔ اگر ہمت ہو تو اسکا بھٹے ثبوت مانگئے میں ابھی اس کا ثبوت دینے کو تیار ہوں مگر چونکہ میں آپ کا پرانا خصم ہوں اور آپ مجھے خوب جانتے ہیں اس لئے آپ کبھی بھی اس بحث کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ آپ کہتے ہیں کہ ”حضور کو قیامت کا علم نہیں تھا اور معاذ اللہ حضور جاہل تھے اور پھر آپ مسلمانی کا دعویٰ کرتے ہیں۔“

سنی بھائیو! آپ نے دیکھ لیا، مولوی منظور یہ ثابت کرنے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں کہ حضور آقائے جہانؐ جاہل تھے۔ کیا اس کے بعد بھی وہ مسلمانی کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟ آپ نے علم قیامت کے متعلق جو آیاتیں پڑھی ہیں میں سنبل اور ادری کے مناظروں میں ان سب کے جوابات آپ کو دے چکا ہوں۔ میں نے سنبل ہی کے مناظرہ میں آپ سے پوچھا تھا کہ اَكْثَادُ اُخْفِيْهَا میں انھانے مطلق ہے یا مطلق اخفاء۔ آپ ہاں اس کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔ پھر یہی میں نے آپ سے ادری میں پوچھا وہاں بھی آپ اس کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔ اب بھی میں آپ سے یہی پوچھتا ہوں۔ آپ پہلے میرے اس سوال کا جواب دے دیجئے اس کے بعد آیت سے استدلال کیجئے۔ دوسری بات یہ بتلایئے کہ اس آیت میں حضورؐ کا ذکر کہاں ہے؟

اے مولوی صاحب! آپ کو کچھ خبر بھی ہے؟ مفسرین نے لکھا ہے کہ وقت قیامت کے اخفاء میں یہ حکمت ہے کہ لوگ معاصی پر دلیر نہ ہو جائیں، اور انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے متعلق یہ خطرہ نہیں ہو سکتا۔ لہذا ان سے اخفاء کی کوئی وجہ نہیں۔ دوسری آیت جو آپ نے سورہ اعراف کی پیش کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ جس علم کو خاص بتایا گیا ہے وہ صرف علم ذاتی ہے کیوں کہ علم عطائی تو اس کی جناب میں محال ہے لہذا وہ آیت آپ کے دعویٰ سے بالکل غیر متعلق ہے۔ علاوہ ازیں اس میں یہ کہاں ہے کہ بعد میں بھی حضورؐ کو یہ علم نہیں دیا جائے گا۔ اور ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ دنیا سے تشریف لے جانے سے پہلے حضورؐ کو تمام علوم عطا فرمادیئے گئے تھے۔ پس اگر پہلے کسی وقت میں کسی خاص علم کی حضورؐ سے نفی بھی کی گئی ہو تو وہ ہمارے لئے مضر نہیں ہے۔

مولوی صاحب ! میں آپ کی ان تمام باتوں کا جواب پہلے مناظروں میں دے چکا ہوں مگر ہر دفعہ آپ یہی پرانی باتیں پیش کر دیتے ہیں اگر بہت ہو تو نئے دلائل پیش کیجئے اور بہت ہو تو اپنا اسلام ثابت کیجئے یا مجھ سے کفر کا ثبوت لیجئے۔ گپ کے بعد ابھی تو موقع ملا ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ یہ وقت یونہی بے کار باتوں میں ضائع ہو جائے میں اس مرتبہ آپ کو نہیں چھوڑوں گا اور آپ سے کفر کا اقرار کر کے ہٹوں گا۔

پڑا فلک کو کبھی دل جہلوں سے کام نہیں

جلا کے خاک نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی (بعد حمد و صلوة) حاضرین کرام ! آپ حضرات نے میرے مخاطب مولوی حشمت علی صاحب کی جوابی تقریر سنی۔ انہوں

اس وقت میرے متعلق جو سخت سے سخت کلمات کہے ہیں اعتراف کرتا ہوں کہ ان کا ترکی بہ ترکی جواب دینے سے میں بالکل عاجز ہوں۔ یہ فن مولوی صاحب ہی کو آتا ہے اور انہی کے لئے زیبا ہے۔ میرا جواب حافظ شیرازی کی زبان میں صرف یہ ہے۔

بدم گفتی و نترسندم عفاک اللہ بگو گفستی

جواب تلخ مے زیب لب لعل شکر خارا

بہر حال میں نے آپ کی وہ ساری گالیاں معاف کیں۔ البتہ آپ نے یہ جو سخت ترین بلکہ ناپاک ترین حملہ مجھ پر کیا ہے کہ معاذ اللہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جاہل کہتا یا جاہل جانتا ہوں اس کو میں معاف نہیں کر سکتا اور آپ کو صاف صاف بتلا دینا چاہتا ہوں کہ اگر اس کے بعد یہ خبیث کلمہ آپ نے منہ سے نکالا تو انجام وہ ہوگا جس کو آپ دیکھیں گے اور اس کی تمام ذمہ داری صرف آپ پر ہوگی۔ آپ کو اگر گالیاں دینے کا شوق ہے تو آپ مجھ کو گالیاں دے لیجئے۔ اس پر بھی پیاس نہ بجھے تو میرے اساتذہ و مشائخ کو دے لیجئے، اس پر بھی پیاس نہ بجھے تو میرے آباء و اجداد کو دے لیجئے میرے دوسرے بزرگوں کو دے لیجئے، ممکن ہے کہ اس پر میں کسی حد تک صبر کر سکوں لیکن اس قسم کے ناپاک کلمے کہ معاذ اللہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا دلیا سمجھتا ہوں، میں ایک لمحے کے لئے بھی سننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ ہمارے لئے دنیا میں عزیز ترین متاع حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کا ناموس مقدس ہی ہے۔

اور صاحبزادہ صاحب کے متعلق بلکہ کسی مسلمان کے متعلق بھی میں گمان نہیں کرتا کہ اس کا ایسا عقیدہ ہو۔ صاحبزادے صاحب کی جو تحریر میرے سامنے ہے میرے نزدیک یقینی طور پر اس سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ وہ ایسا عقیدہ رکھتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حق تعالیٰ کے برابر علم کلی اور وہ بھی ہر وقت مانتے ہیں بلکہ میرے نزدیک اس تحریر کے، اس کے علاوہ دوسرے محل بھی ہیں۔ پس تا وقتیکہ وہ خود یہ نہ بتلائیں کہ میرا عقیدہ فی الواقع یہی ہے اور اس تحریر سے میرا مطلب وہی ہے جس کو موحّد عالم نے کفر لکھا ہے اُس وقت تک میں ان کو مسلمان ہی سمجھوں گا اور سمجھتا ہوں اور مجھے تو آپ کے متعلق بھی ابھی تک یہی معلوم ہے کہ آپ بھی اس کے قائل نہیں ہیں اور اگر آپ قائل ہیں تو براہ کرم مجھے تحریر دیجئے۔ مگر میں پیش گوئی کرتا ہوں کہ آپ کبھی مجھے اس عقیدہ کی تحریر نہیں دیں گے۔ کیونکہ آپ کے پیرو مشد فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان صاحب خود اس کے خلاف ہیں اور انہوں نے اس عقیدہ (علم کلی محیط تفصیلی) کو خلاف نصوص اور عقلاً بھی باطل لکھا ہے۔

بہر حال میں ہرگز گمان نہیں کرتا کہ صاحبزادہ صاحب کا عقیدہ وہی ہو جس کو موحّد عالم نے کفر لکھا ہے اور نہ صرف انہوں نے بلکہ بہت سے فقہاء حنفیہ نے اس کے کفر ہونے کی تصریح کی ہے۔ بلکہ علامہ علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس کے کفر پر اجماع نقل کیا ہے جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ میں ان کی وہ عبارت بھی پیش کر دوں گا۔

الغرض یہ آپ کا مجھ پر افتراء ہے کہ میں صاحبزادہ صاحب کو کافر کہتا ہوں اور ان کا کفر ثابت کرنے کے لئے ہی میں یہاں آیا ہوں۔ ہاں اسی کے ساتھ آپ نے عجیب و غریب انداز میں اس پر بھی ماتم کیا تھا کہ میں ان مسلمانوں کا کفر ثابت کرنے کے لئے تو آگیا مگر کافروں کو مسلمان کرنے کے لئے کوئی کوشش نہیں کی۔ اللہ اللہ !! آج آپ کی سمجھ میں یہ بات آئی اور ساری دنیا کو کافر بنانے کے بعد آج آپ کو محسوس ہوا کہ یہ بھی کوئی گناہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بعض اہل کوفہ نے پوچھا تھا کہ مجرم اگر مکھی مار دے تو اس کا کیا فدیہ ہے ؟ اس پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا ۔

مَا لِأَهْلِ عِرَاقٍ يَسْأَلُونَنِي عَنْ قَتْلِ الذُّبَابِ وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا سَأَلُونَنِي

بِعَنِي عِرَاقِ وَالْوَلَدِ كِي دَهْنِيَّتْ تَوْدِكُوْهُ اَجَ مَجْهَ سَ مَكْهِي مَارْنِي كَا سَلْهُ پُوْجِئْنِي آئِيْ ہُنْ اِدْر كِرْ بَلَاكِي مِيْدَا

میں کل حجب انہوں نے نواسر رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا تو مجھ سے کوئی بھی پوچھنے نہ آیا ۔“

مولوی صاحب ! پہلے ذرا اپنے پیرو مرشد اعلیٰ حضرت کے کارناموں پر تو نظر ڈالئے اور دیکھئے کہ انہوں نے کتنے مسلمانوں کو کفر کے گھاٹ اتارا ہے اور ہاں ذرا خود اپنے گریبان میں تو منہ ڈال کر دیکھئے کہ آپ مسلمانوں کو کافر کہنے میں کس قدر جے باک ہیں اور آپ نے اسی تقریر میں کیا کمی کی ہے ؟

چہ دلاور است — دزدے بکفت چراغ دارد

خیر یہ تو آپ کی خارجی باتوں کا جواب تھا اور مجھے افسوس ہے کہ اس میں میرا بہت کافی وقت ضائع ہو گیا۔ اس کے بعد میں اصل موضوع کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ میں نے اپنے مدعا کے ثبوت میں دو آیتیں پیش کی تھیں اور ان کی تفسیر میں بعض صحابہ کرام و تابعین عظام اور دیگر ائمہ مفسرین کی تصریحات بھی پیش کی تھیں۔ آپ نے ان سب سے اعراض کرتے ہوئے دونوں آیتوں کے متعلق وہی پرانی اور فرسودہ باتیں کہی ہیں جن کا جواب بارہا میں ہی آپ کو دے چکا ہوں۔ اور اب پھر عرض کرتا ہوں۔

آپ نے شاید حاضرین پر اپنی علمیت کا سکہ بٹھانے کے لئے مجھ سے پوچھا ہے کہ سورۃ ظہ کی آیت میں اخفاء سے مطلق اخفاء مراد ہے یا اخفاء مطلق ؟ سنئے میں اور میں کے مناظرہ میں آپ کو بتلا چکا ہوں کہ یہاں اخفاء مطلق ہے بایں معنی کہ تمام ماسوٰمی اللہ سے اخفاء مقصود ہے لیکن صرف الی یوم القیامت۔

دوسری بات آپ نے اسی آیت کے متعلق یہ بھی کہی ہے کہ یہ اخفاء صرف گنہگاروں اور سیہ کاروں سے ہے نہ کہ انبیاء علیہم السلام سے جو معصوم ہوتے ہیں ، آپ کا یہ خیال بھی محض غلط اور سرسراہٹ باطل ہے۔ اس کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا جو ارشاد میں نے اپنی پچھلی تقریر میں پیش کیا تھا اس میں صاف ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین کے لفظ موجود ہیں اور صراحتہ مذکور ہے کہ حق تعالیٰ نے ان سے بھی قیامت کا وقت خاص مخفی رکھا ہے۔

علیٰ ہذا دوسری آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک ارشاد میں اپنی پہلی تقریر میں پیش کر چکا ہوں جس میں لَوْ يُطْلِعُ عَلَيْهَا مَلَكًا وَلَا رَسُولًا کے الفاظ موجود ہیں۔ پس یہ کہنا محض ادعا ہے کہ قیامت کے وقت کو صرف گنہگاروں اور بدکاروں سے چھپایا گیا ہے۔

دوسری آیت کے متعلق آپ نے ایک بات تو یہ کہی ہے کہ اس میں صرف علم ذاتی کی نفی ہے اس کا جواب تو اتنا ہی کافی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کریم آپ سے بہت بہتر سمجھتے تھے اور انہوں نے علم قرآن بردار صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا جب انہوں نے اس آیت سے غیر اللہ سے قیامت کے علم عطائی کی بھی نفی نکالی جیسا کہ ان کے اُس ارشاد سے ظاہر ہے جو میں بحوالہ تفسیر ابن جریر پہلی تقریر میں پیش کر چکا ہوں تو آپ کو یا کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ اس میں صرف علم ذاتی کی نفی ہے — علاوہ ازیں علم ذاتی تو حضور کو بلکہ کسی مخلوق کو ایک ذرہ کا بھی نہیں، پھر قیامت ہی کی کیا خصوصیت ہے جو اسی کے علم کو حق تعالیٰ کے لئے خاص کیا گیا ہے۔ بہر حال یہ تاویل کہ اس آیت میں صرف علم ذاتی کی غیر اللہ سے نفی کی گئی ہے نہایت مبہل ہے۔

ایک بات آپ نے یہ بھی کہی ہے کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد بھی آپ کو یہ علم عطا نہیں فرمایا گیا، ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد حضور کو قیامت کا وقت خاص بتلادیا گیا ہو ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ سورۃ اعراف کی اس آیت و نیز قرآن پاک کی بہت سی دوسری آیات میں علم قیامت کے ساتھ حق تعالیٰ کا تفرد بیان کیا گیا ہے۔ پس اگر یہ مان لیا جائے کہ بعد میں کسی مخلوق کو اس کا علم عطا فرمادیا گیا، تو پھر یہ تفرد باطل ہوتا ہے۔ لہذا اسی آیت میں غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ قیامت کا وقت خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ کسی مخلوق کو اس آیت کے نزول کے بعد بھی نہیں بتلایا گیا۔ یہاں تک تو آپ کی تقریر کا جواب تھا۔ اب میں اپنے بقیہ دلائل پیش کرتا ہوں۔

سورۃ اعراف والی آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت سدی کبیرؒ، حضرت امام ابن جریر طبریؒ کے ارشادات میں پہلے پیش کر چکا ہوں، اب آگے سنئے۔

علامہ علی ابن محمد خازنؒ اسی آیت کے تحت اِنَّمَا عَلِمَهَا عِنْدَ رَبِّكَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں اَيُّ لَا يَعْلَمُ الْوَقْتَ الَّذِي تَقُومُ فِيهِ اِلَّا اللّٰهُ اَسْتَأْذَنُ اللّٰهَ بِعِلْمِهَا فَلَمْ يُطْلِعْ عَلَيْهِ اَحَدًا - (تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۶۵)

یعنی اس قیامت کے وقت خاص کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس نے اس کے علم کو اپنے ہی لئے خاص کر لیا ہے اسی واسطے کسی کو اس کی اطلاع نہیں دی ہے ؟

اور اس موقعہ قریب قریب یہی مضمون امام لغویؒ نے تفسیر معالم التنزیل میں اور خطیب شریعی نے سراج منیر میں اور علامہ نسفی نے مدارک التنزیل میں اور قاضی بضیادی نے انوار التنزیل میں و نیز دیگر مفسرین کرام نے لکھا ہے۔
 اس کے بعد میں ایک حدیث اور پیش کرتا ہوں جس سے اس مسئلہ پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ قریباً تمام کتب حدیث میں متعدد مسندوں کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبریلؑ حضور اقدسؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ سے ایمان، اسلام، احسان کے متعلق کچھ سوالات کئے جن کے آنحضرتؐ نے جوابات ارشاد فرما دیئے۔ اخیر میں انہوں نے سوال کیا کہ مَتَى السَّاعَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ کہ حضرت! قیامت کب آئے گی؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ یعنی کہ جس سے یہ سوال کیا جا رہا ہے وہ سوال کرنے والے سے اس بارے میں زیادہ علم نہیں رکھتا (یعنی اس کا علم جس طرح تم کو نہیں ہے اسی طرح مجھ کو بھی نہیں ہے) پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم صرف اللہ ہی کو ہے اور حضورؐ نے استشہاد میں سورۃ لقمان کی یہ آخری آیت پڑھی۔ اِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ الْاٰیَةِ

اس حدیث سے صاف معلوم ہو گیا کہ قیامت کے وقت خاص کا علم سید المرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عطا نہیں ہوا تھا اور سید الملائکہ المقربین حضرت جبریلؑ کو بھی۔ اور بعض صحیح روایات میں یہ بھی تصریح ہے کہ یہ واقعہ حضورؐ کی عمر شریف کے آخری حصہ کا ہے۔ (کما فی فتح الباری و عمدة القاری) پس یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضورؐ کے آخری عمر تک یہی حال رہا۔ (دیکھو مشکوٰۃ ص ۴۸۰)

گرامی حضرات! آپ نے دیکھا مولوی منظور صاحب نے بڑا جوش مولوی حشمت علی صاحب دیکھا یا بہت اچھے کوڑے مگر کھڑکے ثبوت میں ایک لفظ بھی نہیں

کہا۔ نہ اپنے یا اپنے داعی کے کفر کا کوئی جواب دیا۔ میں پھر کہتا ہوں مولوی منظور صاحب تم کا فرہو آپ کا داعی بھی کافر ہے۔ اگر ہمت ہو تو مجھ سے ثبوت مانگو میں ابھی ثبوت دینے کو تیار ہوں۔ ہمیں میدان ہمیں چوکا لے ہمیں گویئے۔

میں نے کہا تھا کہ مولوی منظور صاحب یہ ثابت کرنے کے لئے آئے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم،

جاہل تھے اس پر مولوی منظور صاحب بہت زیادہ چراغ پا ہوئے۔

مولوی صاحب ! اس میں غصہ کی کیا بات ہے سب حاضرین دیکھ رہے ہیں آپ نے اپنی دونوں تقریروں میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت کا علم نہیں تھا اس کا مطلب یہی تو ہوا کہ حضور معاذ اللہ اس سے جاہل تھے۔ آخر نہ جاننے اور جاہل ہونے میں کیا فرق ہے۔ ناک ادھر سے پکڑی جائے یا ادھر سے ایک ہی بات ہے۔ لیکن اگر آپ کو ناگوار ہوتی ہے تو لیجئے میں اب نہیں کہوں گا۔

میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ اَكَادُ اُخْفِيْهَا میں اخفاء مطلق ہے یا مطلق اخفاء ؟ آپ نے اس کا جواب دیا کہ اخفاء مطلق ہے اور ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ صرف قیامت تک محدود ہو۔ تو اخفاء مطلق کہاں ہو گیا۔ اخفاء مطلق کا تو یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ کسی کو کبھی بھی نہ بتلایا جائے۔ خیر یہ تو آپ کی علیت تھی کہ آپ اخفاء مطلق بھی کہتے ہیں اور پھر قیامت تک کی قید بھی لگاتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ کہاں لکھا ہوا ہے کہ یہ اخفاء قیامت تک رہے گا آپ اپنی طرف سے قرآن کریم میں پیوند لگاتے ہیں اور اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے۔

مَنْ فَسَّرَ الْقُرْآنَ بِرَأْيِهِ فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

جو قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرے وہ جہنم میں اپنا ٹھکانا بنائے۔

بہر حال میرا ایک مطالبہ تو آپ پر یہ ہے کہ آپ بتلائیں کہ یہ قیامت تک اخفاء۔ باقی رہنا کہاں سے معلوم ہوا۔ دوسرے یہ کہ جو دو آیتیں آپ نے اب تک پیش کی ہیں ان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کہاں ہے ؟ آپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کر کے جو عبارت پڑھی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں لَوْ يُطْلِعُ عَلَيْهَا مَلَكًا مُّقْرَّبًا وَلَا نَبِيًّا مُّرْسَلًا اور یہ ضروری نہیں کہ اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی داخل ہوں۔ دیکھئے حدیث شریف میں آیا لَحُفٌ مَعَ اللَّهِ وَقَتٌ لَا يَسْعُ فِيْهِ مَلَكٌ مُّقْرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُّرْسَلٌ۔ یعنی میرے لئے اللہ کے ساتھ ایک ایسا خاص وقت ہے کہ اس میں کسی مقرب فرشتے اور نبی رسول کی بھی گنجائش نہیں۔

اب دیکھئے اس میں وہی نبی مرسل کے الفاظ ہیں مگر اس میں حضور کے علاوہ دوسرے پیغمبر ہی مراد ہیں۔

بس ایسے ہی سمجھ لیجئے کہ جتنی تفسیری عبارتیں آپ نے پڑھی ہیں جن میں ملک مقرب و نبی مرسل کے الفاظ ہیں ان میں حضور کے علاوہ دوسرے پیغمبر ہی مراد ہیں ایسی آپ کوئی کتاب نہیں دکھلا سکتے جس میں صرح کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ مذکور ہو کہ آپ کو قیامت کا علم عطا نہیں فرمایا گیا تھا۔

میں نے بتلایا تھا کہ سورہ اعراف کی جو آیت آپ نے پیش کی ہے اس میں صرف علم ذاتی کا بیان ہے اور اسی کو حق تعالیٰ سے خاص بیان کیا گیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ کسی مخلوق کو ذاتی طور پر قیامت کے وقت کا علم نہیں ہے یہ قرآن پاک میں کہیں نہیں ہے کہ حضور کو خدا تعالیٰ کے بتلانے سے بھی قیامت کا علم نہیں تھا میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ حضرات مفسرین نے ایسا ہی لکھا ہے۔ چنانچہ امام صادی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کے ذیل میں تفسیر صادی میں لکھتے ہیں۔

إِنَّهَا مِنَ الْأَمْرِ الْمَكْتُومِ الَّذِي اسْتَأْذَنَ اللَّهُ بِعِلْمِهِ فَلَوْ يُطْلَعُ عَلَيْهِ أَحَدًا إِلَّا مِنْ أُرْتَضَى مِنَ الرُّسُلِ +

یعنی وقت قیامت ایسے پوشیدہ امر ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے علم کے ساتھ مختص ہے

تو اللہ نے وقت قیامت پر کسی کو مطلع نہیں فرمایا مگر جس کو رسولوں میں سے پسند فرمایا :

دیکھئے ! امام صادی رحمۃ اللہ نے کس صفائی سے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ اور برگزیدہ رسول

صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت قیامت کی خبر دے دی تھی۔ الغرض جو آیتیں آپ نے پیش کی ہیں اول تو خاص حضور کا ذکر نہیں اور پھر علم عطائی سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

آپ نے آخر میں جو حدیث جبریلؑ پیش کی ہے اس کے ترجمہ اور مطلب بیان کرنے میں آپ نے مسلمانوں کو سخت دھوکہ دیا ہے اس میں الفاظ یہ ہیں مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اے جبریلؑ وقت قیامت کے بارے میں میرا علم تم سے زیادہ نہیں یعنی ہم اور تم دونوں ہی کو معلوم ہے کہ وہ کس وقت آئے گی۔ تم پھر کیوں پوچھتے ہو۔

اور چونکہ حضرت جبریلؑ کا یہ سوال ایک عام مجلس میں ہوا تھا اس لئے حضور نے صاف صاف جواب نہیں دیا کیونکہ آپ کو یہ حکم تھا کہ قیامت کا وقت اپنے عام اہل بیتوں کو نہ بتلائیں۔

الغرض اس حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے معلوم ہو کہ خود حضور کو وقت قیامت کا علم عطا نہیں فرمایا گیا تھا۔ اور اس حدیث کے آخر میں خود حضور کا ارشاد ہے **فِي خُمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ** کہ یہ وقت قیامت ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ بغیر خدا کے بتلانے کوئی نہیں جان سکتا۔ لیکن خدا کے بتلانے سے رسول کو اور پھر رسول کے بتلانے سے دوسروں کو بھی اطلاع ہو سکتی، چنانچہ حضرت امام بدالدین عینی رحمہ اللہ نے بخاری کی شرح عمدة القاری اور دوسری مفید کتابیں لکھ کر حنفی دنیا پر بہت بڑا احسان کیا ہے وہ اسی حدیث کی شرح میں **فِي خُمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ** کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فَمَنْ ادَّعى عِلْمَ شَيْءٍ مِّنْهَا غَيْرَ مُسْنِدٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ كَاذِبًا فِي دَعْوَاهُ ۝

جو کوئی ان پانچوں چیزوں وقت قیامت اور مافی الارحام وغیرہ کے علم کا دعویٰ کرے اور اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف نسبت نہ کرے یعنی یہ نہ کہے کہ حضور کے بتلانے سے مجھے یہ علم حاصل ہوا ہے تو وہ مدعی اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص حضور کی طرف نسبت کر کے ان پانچوں چیزوں کے علم کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا نہیں کہا جائے گا، اس سے روشن ہو گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پانچوں چیزوں کا علم تھا اور آپ جس کو چاہتے بتلا سکتے تھے اور بتلاتے تھے اس موقع پر عینہ یہی مضمون امام احمد قسطلانی رحمہ اللہ نے ارشاد الساری شرح بخاری میں بھی لکھا ہے۔

مولانا محمد منظور نعمانی (بعد حمد و صلوٰۃ) حاضرین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا مولوی حجت علی صاحب نے اس مرتبہ پھر کوشش کی ہے کہ بحث مقرر شدہ اصولی

موضوع سے ہٹ کر شخصی چیزوں پر آجائے میں پہلے بھی بتلا چکا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ آپ اس کوشش میں ناکام ہی رہیں گے۔ ہاں اس کی صرف ایک صورت ہے اور وہ یہ کہ آپ اتنا لکھ دیں کہ میں طے شدہ بحث و علم غیب پر گفتگو نہیں کر سکتا بلکہ محمد منظور اور اس کے داعی کے متعلق بحث کرنا چاہتا ہوں۔ یقین کیجئے کہ میں فوراً

اس بحث کو چھوڑ دوں گا ، لیکن آپ یہ چاہیں کہ آپ کے اشتعال انگیز کلمات سے متاثر ہو کر میں دوسری بحث شروع کر دوں اور مسئلہ علم غیب سے آپ کی جان چھوٹ جائے اور آپ کی گراہیاں طشت ازبام نہ ہوں تو ایسا نہیں ہو سکتا ۔

برو این دام بر مرغ و گرنہ
کہ عنقا را بلند است آشیانہ

اس مرتبہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہنا کہ حق تعالیٰ نے آپ کو فلاں چیز کا علم عطا نہیں فرمایا تھا اور یہ کہنا کہ معاذ اللہ تم معاذ اللہ آپ جاہل تھے دونوں برابر ہیں ۔ فی الحقیقت جب کوئی شخص تعلیمات الہیہ اور سنن نبویہ سے بغاوت کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کی عقل بھی سلب کر لیتا ہے ۔ ورنہ دنیا کا کوئی معمولی سمجھ والا انسان بھی ایسی لغو بات منہ سے نہیں نکال سکتا ۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں اگر کوئی شخص آپ کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے متعلق یہ کہے کہ ان کو انگریزی اور سنسکرت کا علم نہیں تھا اور دوسرا یہ کہے کہ وہ جاہل تھے تو کیا آپ کے نزدیک یہ دونوں باتیں ہم وزن ہوں گی ؟

علامہ قاضی عیاض کتاب الشفاء میں فرماتے ہیں ۔

وَإِذَا تَكَلَّمَ عَلَى الْعِلْمِ قَالَ هَلْ يَجُوزُ أَنْ لَا يَعْلَمَ إِلَّا مَا عِلْمٌ
..... وَلَا يَقُولُ بِجَهْلٍ لِقُبْحِ اللَّفْظِ وَبَشَاعَتِهِ ۔

یعنی حضور کی شان اقدس کے متعلق یہ تو کہا جاسکتا ہے کہ آپ کو فلاں چیز کا علم تھا یا نہیں لیکن یہ نہیں کہا جائے گا کہ معاذ اللہ آپ فلاں چیز سے جاہل تھے کیونکہ یہ لفظ بُرا اور بدتمیزی کا ہے ۔

(شرح الشفاء - ملا علی القاری ج ۲ ص ۷۹)

غیر مولانا ! میں نے تو جواب دے دیا لیکن اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جب آپ کے نزدیک یہ دونوں باتیں ہی حیثیت رکھتی ہیں ، اور ادھر آپ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ماکان و مایکون کا علم آخر زمانہ حیات میں عطا فرمایا گیا تھا اور اس سے پہلے آپ کو یہ علم حاصل نہ تھا ، تو کیا معاذ اللہ آپ اس ابتدائی زمانہ نبوت کے لحاظ سے حضرت مکی شان اقدس میں جہل کا لفظ بولا کرتے ہیں ۔ اور جب کہ آپ کے خیال میں کسی چیز کا

علم نہ ہونا اور جاہل ہونا برابر حیثیت رکھتا ہے تو ضرور آپ بولا کرتے ہوں گے (معاذ اللہ معاذ اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ) بخیر یہ چند لفظ تو آپ کی خارجی چیزوں کے متعلق عرض کر دیئے گئے ہیں۔ اب اصل موضوع کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ میں نے آپ کے سوال کے جواب میں عرض کیا تھا کہ سورۃ طہ کی آیت میں جس اخفاء کا ذکر ہے وہ اخفاء مطلق ہے بایں معنی کہ تمام ہی مخلوق سے اخفاء مقصود ہے اور یہ اخفاء قیامت تک رہے گا۔

آپ نے مجھے دریافت کیا ہے کہ اخفاء مطلق کے ساتھ یہ قیامت تک کی قید کیسی ہے، اخفاء مطلق کا تقاضا تو یہ ہے کہ کسی وقت اظہار نہ ہو ؟

میرا جواب یہ ہے کہ یہاں اطلاق زمانہ کے لحاظ سے نہیں ہے بلکہ مخفی عنہم کے لحاظ سے اطلاق ہے ورنہ یہ تو بالکل ظاہر ہے کہ جب قیامت قائم ہو جائے گی تو تمام مخلوق کو اس کا علم ہو جائے گا۔ ہاں آپ نے یہ بھی دریافت کیا ہے کہ اخفاء کا قیامت تک باقی رہنا کہاں سے معلوم ہوا ؟ سنتے !

سورۃ اعراف کی جو آیت میں نے پیش کی ہے اس میں لَا يُجَلِّیْہَا لَوْ قِتْمَا اِلَّا هُوَ کا لفظ واضح طور پر بتلا رہا ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خود حق تعالیٰ قیامت کو اس کے وقت پر ہی ظاہر فرمائے گا اس سے معلوم ہوا کہ قیامت تک یہ اخفاء باقی رہے گا چنانچہ قاضی بیضاویؒ اسی کلمہ لَا يُجَلِّیْہَا لَوْ قِتْمَا اِلَّا هُوَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

الْمَعْنٰی اَنَّ الْخِفَاءَ بِہَا مُسْتَمِرٌّ عَلٰی غَیْرِہِ اِلٰی وَقْتٍ وَقُوْعِہَا۔

یعنی ان کلمات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں پر وقت قیامت کا پوشیدہ رہنا

اس کے آنے تک مستمر ہے گا۔ (تفسیر بیضاوی ج ۱- ص ۲۶۶)

اور علامہ معین بن صفی انہیں کلمات قرآنی کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

اَمْی لَا یُظْہِرُ اَمْرَہَا فِیْ وَقْتِہَا اِلَّا هُوَ اَمْی الْخِفَاءُ بِہِ مُسْتَمِرٌّ اِلٰی

وَقْتِ الْوُقُوْعِ - (جامع البیان ص ۳۴)

یعنی قیامت کے وقت خاص کی پوشیدگی اس کے آنے تک مستمر رہے گی۔

نیز اسی آیت میں لَا تَاْتِیْکُمْ اِلَّا بَغْثَۃٌ کے الفاظ بھی یہ بتلا رہے ہیں کہ قیامت کے آنے کے

وقت تک تمام مخلوق اس سے بے خبر رہے گی۔ بہر حال میں نے جو کچھ کہا بھلا اللہ قرآن کریم ہی کی روشنی میں کہا ہے اس کو تفسیر بالرائے کہنا محض جہالت کا کرشمہ ہے۔

آپ نے عجیب و غریب بات یہ فرمائی تھی کہ وقت قیامت کا انخفاء صرف گنہگاروں اور سیہ کاروں سے ہے میں نے جواب دیا کہ یہ محض بے دلیل ادعا ہے باطل ہے اور ساتھ ہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد پیش کیا کہ
لَمْ يُطْلَعْ عَلَيْهَا مَلَكًا مُّقَرَّبًا وَلَا نَبِيًّا مُّرْسَلًا اس کے جواب میں آپ نے فرمایا ہے کہ اس میں نبی مرسل کے لفظ سے حضور کے علاوہ دوسرے پیغمبر مراد ہیں۔ اور مثال میں رَحْمَتُ اللَّهِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ والی حدیث پیش کی ہے، خدا کا شکر ہے، آپ نے اتنا تسلیم کر لیا کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام سے وقت قیامت محفّی لکھا گیا ہے، ورنہ پہلی تقریر میں آپ نے فرمایا تھا کہ یہ انخفاء صرف گنہگاروں اور سیہ کاروں کے لحاظ سے ہے۔ صبح کا بھولا اگر شام کو واپس آجائے تو غنیمت ہے۔ اب میں امید رکھتا ہوں کہ آپ جلد ہی یہ بھی تسلیم فرمالیں گے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما دو دیگر مفسرین کی عبارات میں اس موقع پر نبی مرسل کا جو لفظ آیا ہے اس کے عموم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں۔

سنئے ! رَحْمَتُ اللَّهِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ والی حدیث میں نَبِيٌّ مُّرْسَلٌ کے لفظ سے آنحضرت بقرینہ مقام خارج ہیں کیونکہ ایسے مواقع میں متکلم مستثنیٰ ہوتا ہے۔

بخلاف حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما دو دیگر مفسرین کے ارشادات کے کہ وہاں ایسا کوئی قرینہ موجود نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف قرینہ موجود ہے کیونکہ جس آیت کی تفسیر میں یہ الفاظ فرمائے گئے ہیں اس کے مخاطب اول براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اس لئے آپ سب سے پہلے اس کے مصداق ہوں گے۔ آپ نے مجھ کو چیلنج کیا ہے کہ میں اس موقع پر کسی تفسیر میں خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی تصریح نہیں دکھلا سکتا، حالانکہ تفسیر ابن جریر کی عبارت میں پہلے آپ پیش کر چکا ہوں۔ اس میں قُلْ إِنَّمَا عَلَّمَهَا عِنْدَ اللَّهِ کی تفسیر میں مرقوم ہے إِنَّ مَعَهُ قُلُوبًا مَّحْمَدُ إِسَائِلُكَ عَنْ وَقْتِ السَّاعَةِ وَحِينَ مَجِيئِهَا لَا عِلْمَ لِي بِذَلِكَ الْعِلْمُ۔

یعنی اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان لوگوں سے فرما دیجئے جو آپ سے

وقتِ قیامت کے متعلق سوال کر رہے ہیں کہ مجھ کو اس کا علم نہیں۔

لیجئے اس عبارت میں تو خاص اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح موجود ہے۔ کیا اب آپ اپنی غلطی تسلیم کر کے اپنی صداقت پرستی کا ثبوت دیں گے ؟

آپ نے سورۃ اعراف کی آیت کے متعلق پھر یہ فرمایا ہے کہ اس میں غیر اللہ سے قیامت کے صرف علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے اور اپنی تائید میں اس مرتبہ آپ نے احمد صادمی کی ایک عبارت پیش کی ہے۔ خدا کی شان ہے۔ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہما جیسے عظیم المرتبت تابعی کے ارشادات پیش کر رہا ہوں جن میں انہوں نے اسی آیت سے علم عطائی کی نفی بھی ثابت کی ہے اور آپ اس کے مقابلہ میں تیرہویں صدی کے ایک عالم احمد صادمی کو پیش کر رہے ہیں جن کا شمار علماء معتبرین میں بھی نہیں ہے۔

بہر حال صادمی کا قول مجھ پر حجت نہیں۔

میں نے اپنی اس سے پہلی تقریر میں حدیث جبریل پیش کی تھی۔ آپ فرماتے ہیں کہ تو نے اس کا مطلب غلط بیان کیا۔ مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ کا مطلب یہ ہے کہ اے جبریل ! ہم اور تم دونوں وقتِ قیامت کو جانتے ہیں۔ لاجمل ولا قوۃ الا باللہ۔

آپ کسی معتبر عالم کو نہیں بتلا سکتے کہ انہوں نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا ہو، تمام شارحین حدیث اس پر متفق ہیں کہ حضورؐ کے اس ارشاد کا مطلب یہی ہے کہ اے سائل ! ہم تم دونوں ہی قیامت کے وقت خاص سے بے خبر ہیں چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ ”اشتقاق اللغات“ میں اس جملہ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

” یعنی من و تو برابریم در نادانستن آن بلکہ ہر سائل و مسئول ہمیں حکم دارد کہ آں را جز خداوند

تعالیٰ کے نداند و دے تعالیٰ ہیچ کس را از انبیاء درسل براں اطلاع نہ دادہ “

ایسے ہی دوسرے شارحین حدیث نے بھی لکھا ہے۔ چنانچہ علامہ قسطلانی رحمہ جن کا ابھی آپ نے نام لیا تھا وہ مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ کی شرح میں فرماتے ہیں الْمُرَادُ ذَفَىٰ عِلْمٍ وَقِيَّتَهَا کہ اس سے وقتِ قیامت کے علم کی نفی مراد ہے۔

اور شیخ الاسلام زکریا تحفۃ الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں اِنَّمَا الْمُرَادُ التَّسَاوِي فِي
فَنَحْيِ الْعِلْمِ بِہ۔ یہ تمام شارحین اس پر متفق ہیں کہ حضورؐ کے اس ارشادِ گرامی کا مطلب یہ ہے کہ اے سائل!
ہم اور تم دونوں وقتِ قیامت کے نامعلوم ہونے میں برابر ہیں، اس بارہ میں میرا علم تم سے زیادہ نہیں اور پھر
آخر میں حضورؐ کا یہ ارشاد فِيْ خُسْ لَّا يَعْلَمُہُنَّ اِلَّا اللّٰہ یعنی قیامت ان پانچ چیزوں میں داخل ہے
جن کو کبیر خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ اس کی صریح دلیل ہے کہ حضورؐ کا مقصد عدمِ علمِ قیامت میں برابری بیان کرنا ہے
اور آپ کا مطلب یہی ہے کہ ہم کو اور تم کو، دونوں کو ہی اس کی خبر نہیں ہے کہ قیامت کب اور کس دن اور کس وقت آئے
گی ” نیز یہ معنی عربی محاورے کے مطابق ہے جیسے مشکوٰۃ ص ۱۷۷ سے معلوم ہوتا ہے۔ (نیلوے) “

آپ نے اپنی اس تقریر میں علامہ عینیؒ اور علامہ قسطلانیؒ کے حوالے سے بھی ایک عبارت پیش کی تھی اور اس سے
آپ نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حضورؐ کو قیامت وغیرہ امور خمسہ کا علم بھی بے طائے خداوندی حاصل تھا، اور آپ دوسروں کو
بھی بتلا سکتے تھے بلکہ بتلاتے تھے حالانکہ اس عبارت سے یہ مدعا کسی طرح ثابت نہیں ہوتا بلکہ ان دونوں مصنفوں علامہ
عینیؒ و علامہ قسطلانیؒ کی تصریحات اس کے صریح خلاف موجود ہیں۔ اسی حدیثِ جبریلؑ کے ذیل میں علامہ عینیؒ
قیامت کے متعلق فرماتے ہیں

اَلْاَعْتِقَادُ بِوُجُوْدِہَا وَّبَعْدِمُ الْعِلْمِ بِوَقْتِہَا لِغَيْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی
مِنَ الدِّیْنِ۔ (ج ۱ ص ۳۲۸)

یعنی قیامت کے آنے کا یقین رکھنا اور ساتھ ہی یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کے وقت خاص کا علم اللہ
کے سوا کسی کو نہیں ہے اجزاء دین میں سے ہے۔ اور بعینہ یہی مضمون اس موقع پر علامہ قسطلانیؒ
نے بھی لکھا ہے، ملاحظہ ہو قسطلانی ج ۱ ص ۲۷۷

نوٹ از مرتب حضرت مولانا کی تقریر میں تک پہنچی تھی کہ مولوی حسنت علی صاحب نے فرمایا

کہ عینی کی عبارت آپ کہاں سے پڑھ رہے ہیں ؟ مولانا مدوح نے فرمایا کہ
میں اپنی یادداشت سے پڑھ رہا ہوں اگر آپ کو شک ہو تو آپ کے پاس عینی موجود ہے دیکھ لیجئے یا میرے پاس بھیج
دیکھتے ہیں خود ہی عبارت نکال دوں۔ مولوی حسنت علی صاحب نے کہا کہ آپ کتاب سے پڑھئے، مولانا نے فرمایا

کہ اس وقت میرے ساتھ عینی نہیں ہے اور نہ ساری کتابیں ساتھ رکھی جاسکتی ہیں۔ ہاں جو چیزیں پیش کر دیں گے اس کے لفظ لفظ کی ذمہ داری لوں گا، اور اگر میرا کوئی حوالہ غلط نکلے گا تو میں اپنی شکست تسلیم کر لوں گا۔ لیکن مولوی حسنت علی صاحب اسی پر اصرار کرتے رہے کہ صرف اسی کتاب کا حوالہ دیا جائے جو یہاں آپ کے پاس موجود ہو۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ کوئی اصول نہیں ہے، ہاں البتہ میرے جس حوالہ میں آپ کو شک ہو اس کی صحت ثابت کرنی میرے ذمہ ہوگی۔

پھر مولانا نے فرمایا کہ اس وقت یہ بحث فضول ہے کیونکہ جو عبارت میں نے اپنی یادداشت سے پیش کی ہے عینی کی ہے اور عینی آپ کے پاس موجود ہے ابھی اس کو دیکھیے۔ مولوی حسنت علی صاحب نے کہا میرے پاس جو عینی ہے اس سے آپ کا کوئی تعلق نہیں آپ اپنی کتاب پیش کیجئے میں اپنی کتاب آپ کو نہیں دوں گا۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ عاجزی کی اس سے زیادہ روشن دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ آپ میرے پیش کردہ حوالہ کو بھی نہیں مانتے اور کتاب سے اس کی تصدیق بھی کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور پھر اپنی اس حرکت پر شرماتے بھی نہیں۔ اس گفتگو میں مولانا کا وقت ختم ہو گیا۔

مولوی حسنت علی صاحب حضرات گرامی! آپ نے دیکھ لیا مولوی منظور صاحب اپنا اور

اپنے موکل کا کفر اٹھانے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ ارے مولوی صاحب! آپ پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم عظیم گھٹانے کے لئے آیتیں حدیثیں اور بزرگوں کی عبارتیں تو پڑھتے جاتے ہیں مگر اپنا اسلام ثابت کرنے کے لئے ایک لفظ منہ سے نہیں نکلتا جب تک آپ اپنا مسلمان ہونا ثابت نہ کر لیں آپ کو آیتیں، حدیثیں اور بزرگان دین کے اقوال کے پیش کرنے کا کیا حق ہے۔ آپ مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہما اور دوسرے بزرگان دین کا نام لیتے ہیں مگر اب تک جتنے اقوال بھی پیش کئے ہیں ان میں سے کسی میں صراحت کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر نہیں ہے۔ آپ نے اس مرتبہ ایک بڑا جھوٹ یہ بولا ہے کہ حضور کو یہ خبر نہ تھی کہ قیامت کس تاریخ یا کس دن اور کس وقت قائم ہوگی۔

میں آپ کو بتلاتا ہوں میرے آقا اللہ کے محبوب مطلع علی الغیوب صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تمام باتیں معلوم تھیں اور آپ نے اپنے اقلیدوں کو بھی بتلائیں۔ سنو! حدیث میں آتا ہے کہ قیامت محرم کے مہینہ میں آئے گی تاریخ دسویں

ہوگی ، دن جمعہ کا ہوگا ۔ کیا اب بھی دہائی یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور کو قیامت کے دن اور اس کی تاریخ کا علم نہ تھا ؟
حضور کو ضرور اس کا علم تھا اور آپ کے مولیٰ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو سب کچھ بتلادیا تھا ۔

آپ نے سورۃ اعراف کی جو آیت پڑھی ہے اس میں لَا يُجَلِّیْہَا لَوْ قَتَلَهَا اِلَّا هُوَ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے بتانے سے اس کے محبوبوں کو بھی اس کا علم ہوگا اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا وقت ظاہر کر دیا تھا ۔

آپ نے اس مرتبہ پھر کہا ہے کہ اَکَادُ اُخْفِیْہَا میں اخفاء مطلق ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ یہ اخفاء بس قیامت تک رہے گا ۔ ارے جب الیوم القیامتہ کے ساتھ مقید ہوا تو پھر مطلق کہاں رہا ، آپ کو انہی جاہلانہ باتوں سے شرم نہیں آتی ؟ کیا ابھی آپ کو مطلق اور مقید کے معنی بھی معلوم نہیں ؟

علامہ احمد صادی رحمہ اللہ کے متعلق آپ نے کہا ہے کہ وہ تیرہویں صدی کے عالم ہیں لہذا معتبر نہیں ۔ آپ نے ابھی شاہ عبدالقادر دہلویؒ کا ترجمہ پیش کیا تھا حالانکہ وہ بھی تیرہویں صدی کے ہیں تو اس کے کیا معنی کہ شاہ عبدالقادرؒ کو معتبر ہوں اور احمد صادی معتبر نہ ہوں ، جب آپ شاہ عبدالقادر صاحب کے کلام سے استناد کر سکتے ہیں تو میں بھی احمد صادی سے استدلال کرنے کا حق رکھتا ہوں ، اور آپ صرف یہ کہہ کر نہیں چھوٹ سکتے کہ وہ ہمارے نزدیک معتبر نہیں ۔ لہذا جو عبارت میں ان کی پیش کی ہے اس کا جواب دیجئے ۔ اور ایک اور عبارت انہیں کی سنئے زیر آیت اِلَیْہِ یُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ فرماتے ہیں ۔

المعنی لا یفید علمہ غیرہ تعالیٰ فلا ینافی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یرج من الدنیا حتی اطلع علی ما کان وما یكون وما ہو کائن ومن جملة وقت الساعة ۔

یعنی علم قیامت کے اللہ کے ساتھ خاص ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وقت قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور عطا نہیں کرتا پس یہ اس کے مخالف نہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہیں لے گئے یہاں تک کہ جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا اور جو کچھ ہو رہا ہے سب پر حضور کو مطلع فرمایا گیا اور اس میں سے وقت قیامت بھی ہے ۔

دیکھئے ! اس میں کیسی صاف تصریح ہے کہ حضور اقدس کو تمام ماکان و مایکون و ماہو کائن کا علم بشمول وقت قیامت
اسی حیات دنیا میں عطا فرمادیا گیا تھا۔ پھر علامہ نے یہ بھی بتلادیا کہ یہ عقیدہ ان آیات کے خلاف نہیں جن میں وقت قیامت
کے علم کو اللہ عزوجل کے ساتھ خاص بتلایا گیا ہے۔ کیونکہ ان کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور قیامت کا علم
عطا نہیں کر سکتا۔ پس وقت قیامت کے متعلق جو آیتیں آپ نے اب تک پیش کیں یا آئندہ آپ پیش کریں گے
ان سب کے لئے میرا یہی جواب کافی ہے۔ واللہ اعلم۔

میان تک تو میں نے آپ کی تقریر کا جواب دیا۔ اب میرے دلائل سنئے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔
وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ . یعنی اے محبوب ! ہم نے تم پر کتاب نازل
فرمائی جو ہر شے کا روشن بیان ہے۔ (النحل، ۸۹)

دوسری جگہ اسی کتاب عزیز کے متعلق ارشاد فرمایا مَا فَزَّ طَنَافِ الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ۚ
یعنی ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز اٹھانے رکھی، ہر چیز کو بیان کر دیا ہے۔ (النحل، ۸۹)
ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک میں ہر چیز کا بیان بلکہ روشن بیان ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں،
جس کا واضح بیان قرآن میں نہ ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم کا پورا پورا علم تھا کیونکہ خود اللہ عزوجل
نے آپ کو قرآن کی تعلیم دی تھی جیسا کہ سورہ رحمن میں ارشاد ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ پس جب کہ
قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے اور حضور اس کے پورے عالم ہیں تو نتیجہ یہ نکلا کہ بتعلیم الہی حضور کو ہر چیز معلوم ہو۔
مولوی منظور صاحب ! دیکھا آپ نے ؟ قرآن سے اس طرح دعویٰ ثابت کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد ایک حدیث بھی سنئے۔ مشکوٰۃ شریف باب آداب المساجد ص ۶۹۔ پر ہے حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

رَأَيْتُ رَبِّيَّ عَزَّ وَجَلَّ فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ قَالَ فِيهِ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ
الْأَعْلَى قُلْتُ أَنْتَ أَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُ
بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيْكَ فَقُلْتُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ . الحديث
یعنی میں نے اپنے رب عزوجل کو نہایت اچھی تجلی میں دیکھا اس نے پوچھا فرشتے کس بات میں ہم

بحث کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کی تو ہی جاننے والا ہے۔ فرمایا کہ پھر میرے رب عز وجل نے اپنا دستِ رحمت میرے دونوں شانوں کے بیچ میں رکھا تو میں نے اس کے فیض کی ٹھنڈک اپنے پستانوں کے درمیان پائی تو جان لیا میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

دیکھئے اس حدیثِ پاک سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زمین و آسمان کی تمام چیزوں کا علم کلی محیط حاصل ہے۔ واللہ اعلم۔

میرے پاس حضور اقدس ص کا علم غیب ثابت کرنے کے لئے بھلا اللہ سینکڑوں دلائل موجود ہیں مگر میں چاہتا تھا کہ کسی طرح آپ اپنے اور اپنے بڑوں کے کفر و اسلام پر بحث کرنے کے لئے تیار ہو جاتے۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب (بعد حمد و صلوٰۃ) اب تک میرے لائق مخاطب مولوی حسنت علی

صاحب نے جو تقریریں کی تھیں ان میں موضوع سے خارج اور بیکار باتیں زیادہ ہوتی تھیں خدا کا شکر ہے کہ اس تقریر میں تناسب بدل گیا ہے اور خارجی باتیں نسبت کم رہیں۔ اس ہم غنیمت است۔

تاہم میں نے یہ طے کر لیا ہے کہ اب مولوی صاحب کی کسی خارجی بات کا جواب نہ دیا جائے اس لئے آخری مرتبہ میں ان سے پھر کہتا ہوں کہ یہ وقت علم غیب پر بحث کے لئے مقرر ہے اس میں دوسری بحثیں چھیڑنے کی کوشش کرنا کمزوری اور عاجزی کی دلیل ہے اگر آپ کو فی الحقیقت کسی دوسرے موضوع پر گفتگو کرنا ہے تو بندہ بعون اللہ اس کے لئے بھی ہر طرح تیار ہے آپ جس بحث کے لئے چاہیں اسی وقت مستقل وقت طے کر لیں لیکن غلط بحث کی پالیسی میں آپ کا ہیاب نہیں ہو سکتے۔ یہ آپ کو میرا آخری انتباہ ہے۔ اس کے بعد میں آپ کی کسی خارجی بات کا جواب دینے کی کوشش نہیں کروں گا۔ ہاں صرف حاضرینِ کرام سے یہ عرض کروں گا کہ وہ آپ کے اس غلطِ مبحث سے صحیح نتیجہ نکالنے کی کوشش کریں۔ اس کے بعد میں آپ کی تقریر کے جواب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں سنئے۔

اس مرتبہ پھر آپ نے یہ کہا ہے کہ علم قیامت کی نفی کے متعلق جتنی چیزیں اب تک پیش کی گئیں ان میں بصاحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ذکر نہیں، حالانکہ میں ابن جریر کی صریح عبارت پیش کر چکا ہوں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صاف طور پر لَا عَلَمَ لِي بِذَلِكَ کا جملہ مذکور ہے اس سے زیادہ تفصیل اور

تصریح اور کیا ہو سکتی ہے ؟ علاوہ ازیں میں آپ سے پوچھتا ہوں اگر کوئی غالی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجسم خدا اور معبود کہنے لگے اور کوئی موحّد مسلمان اس کے مقابلہ میں قرآن پاک سے توحید کی وہ آیتیں پیش کرے جن میں بتلایا گیا ہے کہ ایک ایسے خدا کے سوا کوئی معبود نہیں تو کیا اس کے جواب میں اس غالی شخص کا یہ کہنا درست ہو گا کہ تم جو آیتیں پیش کرتے ہو ان میں سے کسی میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک مذکور نہیں اور کسی میں بھی صراحتہً یہ نہیں بتلایا گیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا اور معبود نہیں ہیں ؟ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے نزدیک بھی اس کا یہ جواب کسی طرح درست نہ ہو گا۔

پس اسی طرح سمجھ لیجئے کہ جب قرآن پکار پکار کے یہ کہتا ہے کہ اِنَّمَا عَلِمَهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَقَتِ قِيَامَتِ کَالْعِلْمِ لِسِ خدای ہی کو ہے۔ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان کرتا ہے اِنَّمَا عَلِمَهَا عِنْدَ رَجَبِ کُمِیرِے رب کے سوا کسی کو اس کا علم نہیں۔ اور عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ یعنی صرف اسی کو قیامت کا علم ہے تو ان صاف صریح اعلانات کے بعد آپ کا یہ کہنا کہ چونکہ ان آیتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی نہیں آیا اور آپ کا نام مبارک لے کر علم ساعۃ کی نفی نہیں کی گئی اس لئے ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کو بھی وقت قیامت کا خاص معلوم نہ تھا، نہایت ہی لغو اور مضحکہ خیز ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ بلا سوچے سمجھے آپ کی زبان سے یہ نکل گیا ہے۔

آپ نے اس مرتبہ میرے دعوے کی تکذیب کرتے ہوئے بڑے زور سے فرمایا ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت کا مہینہ، تاریخ، دن اور وقت تک معلوم تھا۔ اور اس کے ثبوت میں آپ فرماتے ہیں کہ حدیثوں میں وارد ہے کہ قیامت محرم کے مہینہ میں دسویں تاریخ کو آئے گی، دن جمعہ کا ہو گا اور وقت صبح کا، کاشش ! آپ ذرا وہ حدیثیں بھی پیش کر دیتے تو میں کچھ تفصیل سے عرض کرتا۔ اس وقت اجمالاً صرف اتنا بتلاتا ہوں کہ وہ حدیثیں کمزور قسم کی ہیں اور ان کی بنیاد پر یہ تعینات نہیں کئے جاسکتے۔ اور اگر بفرض ان کو صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی میرے مدعا کے خلاف نہیں کیونکہ صرف اتنی چیز سے تعین نہیں ہو جاتی جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ کس سنہ کے محرم کے مہینہ میں اور کون سے جمعہ کو آوے گی ؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک سے لے کر اب تک قریباً ساڑھے تیرہ سو دفعہ محرم کا مہینہ اور

لاکھوں دفعہ جمعہ کا دن آپکا ہے اور معلوم نہیں کہ ختم دنیا تک کتنی مرتبہ یہ چکر اور آئے گا پس جب تک یہ متعین نہ ہو کہ کون سے جمعہ کو اور کون سے محرم کے مہینہ میں قیامت آئے گی اس وقت تک آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور یہ تعین آپ کسی ضعیف سے ضعیف بلکہ منکر روایت سے بھی ثابت نہیں کر سکتے۔

اس دفعہ پھر آپ نے اخفاء مطلق اور الی یوم القیامہ کی قید کے متعلق اظہار خیال کیا ہے اور اس کو جاہلانہ بات بتلایا ہے۔ اس کے جواب میں میں صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ اگر یہ علمی باتیں کوئی جاہل نہیں سمجھ سکتا تو وہ اپنی جہالت کا ماتم کرے۔

آپ نے احمد صادی کی ایک عبارت پہلے بھی پیش کی تھی اور اس مرتبہ بھی پیش کی ہے میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ وہ میرے نزدیک علمائے معتبرین میں سے نہیں جن کا قول قابل حجت ہو۔ آپ نے فرمایا ہے کہ شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ بھی تیرہویں صدی کے ہیں۔ اس کے جواب میں گزارش ہے کہ میں نے شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ کا صرف ترجمہ قرآن پیش کیا ہے۔ اگر آپ کے نزدیک ان کا ترجمہ بھی قابل اعتبار نہ ہو تو آپ اس کا اظہار کر دیں میں انشاء اللہ نہیں پیش کروں گا۔

آپ نے اس مرتبہ معارضے کے طور پر دو آیتیں بھی پیش کی ہیں، حالانکہ اس سے پہلے مناظروں میں ان کا صحیح مطلب میں آپ کو بتلا چکا ہوں۔ اب پھر سن لیجئے۔

آپ کی پہلی پیش کردہ آیت وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تَبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ کی تفسیر جلالین شریف میں اس طرح کی گئی ہے تَبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ يُحْتَاجُ إِلَيْهِ مِنْ أَمْرِ الشَّرِيعَةِ یعنی قرآن پاک میں ان تمام چیزوں کا بیان ہے جن کی ضرورت لوگوں کو شریعت کے بارے میں پڑتی ہے۔

اور تفسیر بیضاوی میں ہے تَبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ مِنْ أُمُورِ الدِّينِ۔ اور بعینہی عبارت تفسیر مدارک میں ہے اور اس کے قریب قریب دوسرے مفسرین کرام نے بھی لکھا ہے، غرض عام مفسرین کے نزدیک اس آیت کا مطلب یہی ہے کہ قرآن پاک میں دینی اور شرعی باتوں کا پورا بیان ہے۔ پس اس سے علم کلی پر استدلال کسی طرح درست نہیں۔

اسی طرح جو دوسری آیت آپ نے مَا فَزَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ پیش کی ہے اس کی

تفسیر میں حضرات مفسرین نے یہ تصریح فرمادی ہے کہ یہاں شیئی سے وہی اشیاء مراد ہیں جن کی معرفت ضروری ہوتی ہے۔ چنانچہ امام رازیؒ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں

مَا قَرَرْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ يَجِبُ أَنْ يَكُونَ مَخْصُوصًا بِبَيَانِ الْأَشْيَاءِ الَّتِي يَجِبُ مَعْرِفَتُهَا۔

یعنی آیت میں جو شیئی کا لفظ ہے اسے عام نہیں رکھا جاسکتا بلکہ اس کا ان اشیاء کے ساتھ خاص کرنا ضروری ہے جن کی معرفت ضروری اور جن کا علم لازمی ہو، اسی طرح ابی السعود کی تفسیر میں ہے

اِی مَا تَرَكْنَا فِي الْقُرْآنِ شَيْئًا مِنَ الْأَشْيَاءِ الْمَهْمَةِ۔

یعنی ہم نے قرآن میں کوئی چیز بھی ضروریات میں سے نہیں چھوڑی۔

بہر حال حضرات مفسرین کی ان تصریحات کے مطابق اس آیت کا مطلب بھی صرف یہی ہے کہ قرآن پاک میں تمام وہ چیزیں بیان کر دی گئی ہیں جن کو جاننا لازمی ہے اور ان میں سے کوئی چیز نہیں چھوڑی گئی۔ الغرض ان دونوں آیتوں سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ قرآن پاک میں سب دینی اور ضروری باتیں بیان کر دی گئی ہیں اور بے شک اس پر ہمارا ایمان ہے اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ قرآن ان تمام دینی باتوں کا علم تھا، بلکہ ہمارے نزدیک آپ کو بہت سے ایسے علوم بھی عطا ہوئے تھے جو قرآن پاک میں نہیں ہیں۔ بحضورم خود ارشاد فرماتے ہیں۔

أَلَا إِنَّهُ أُوتِيَتْ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ یعنی مجھ کو قرآن بھی عطا فرمایا گیا اور اس جیسے اور علوم بھی۔

بہر حال آپ کی پیش کردہ دونوں آیتوں میں سے کوئی بھی مثبت مدعی نہیں۔

آپ نے اس مرتبہ ایک حدیث بھی پیش کی ہے۔ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ وہ حدیث مضطرب ہے۔ اور امام بیہقیؒ نے اس کے تمام طرق کو ضعیف کہا ہے۔ چنانچہ علامہ علی بن محمد خازنؒ اسی حدیث پر کلام کرتے ہوئے، لکھتے ہیں۔

قال البخاری عبد الرحمن بن عائش الحضرمی له حدیث واحد ألا انهم يضطربون فيه وهو حدیث الرؤیة قال البیهقی وقد روی من طرق

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں اضطراب ہے اور اس کے تمام طرق ضعیف ہیں۔ اور وہ ثابت نہیں۔

علاوہ ازیں اس حدیث میں جس واقعہ کا ذکر ہے وہ ایک کشف شہودی ہے جس کے لئے مشہود چیزوں کا بھی تفصیلی علم لازم نہیں اور اس کو علم غیب کلی سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں۔

سعدی شہ از می علیہ الرحمۃ نے اس مسئلہ علم غیب کلی کو ایک واقعہ کے رنگ میں خوب سمجھایا ہے، فرماتے ہیں :-

یکے پر سید ازال گم کردہ فرزند

ز مصرش بونے پیراہن شنیدی

بگفت احوال ما برق جہاں است

گجے بر طارم اعلیٰ شینم

ان اشعار کا مطلب یہ ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کی قمیص لے کر ان کے بھائی مصر سے کنعان کی طرف

روانہ ہوئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے کنعان میں بیٹھے بیٹھے فرمایا کہ مجھے یوسفؑ کی پاکیزہ بو محسوس ہوتی ہے۔ تو

بعض لوگوں نے حضرت یعقوبؑ سے دریافت کیا کہ یہ کیا فلسفہ ہے کہ مصر سے چلے ہوئے کڑے کی خوشبو تو آپ کو محسوس

ہو گئی لیکن جب یوسفؑ یہیں کنعان کے کنوئیں میں تھے تو آپ کو پتہ نہ چلا ؟ آپ نے جواب دیا کہ ہمارے علم و ادراک

کا حال بجلی سا ہے کہ اک دم ظاہر اور اک دم غائب۔

مطلب یہ ہے کہ جب اللہ چاہتا ہے تو ہمیں مصر کی خوشبو یہاں محسوس ہوتی ہے اور جب وہ نہیں چاہتا تو خود اپنی بستی

کنعان کے کنوئیں کی چیز بھی نظر نہیں آتی۔

پس زیر بحث حدیث میں جس واقعہ کا ذکر ہے اس کی حقیقت یہی ہے کہ اس خاص عالم میں ایک خاص تجلی

ظاہر ہوئی اور اس وقت زمین و آسمان میں جو چیزیں تھیں ان کا علم حضورؐ کو حاصل ہو گیا، لیکن اس علم کے لئے تفصیل

ضروری نہیں، بالکل اسی طرح کہ ایک شخص ہر وقت اپنے ہاتھ کو دیکھتا ہے مگر اس کی رگوں کے متعلق تفصیلی معلومات

نہیں رکھتا، یا رات کے وقت آسمان کے ستارے دیکھے جاتے ہیں لیکن ان کے صحیح شمار اور ان کے طول و عرض وغیرہ کے

متعلق صحیح معلومات نہیں ہوتیں۔

بہر حال یہ حدیث اول تو ضعیف ہونے کی وجہ سے قابل استناد نہیں، علاوہ ازیں علم غیب کلی تفصیلی محیط

پر اس کی دلالت بھی نہیں۔

یہاں تک آپ کی تقریر کا جواب ہوا۔ اس کے بعد میں اپنے دلائل کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اور چونکہ اب میرا وقت قریب الختم ہے اس لئے صرف ایک آیت اور پیش کر کے تقریر ختم کرتا ہوں۔ سورہ احزاب میں ارشاد ہے۔

يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ =

یعنی (اے نبی) لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم بس

اللہ ہی کو ہے (الاحزاب ۳۳ - ۶۳)

اس آیت کا مضمون بھی بالکل وہی ہے جو اس سے پہلی اعراف والی آیت کا تھا تاہم اس کی مزید تشریح اور اپنے استدلال کی توضیح کے لئے کچھ اور بھی عرض کرنا ہے جو انشاء اللہ آئندہ عرض کر دوں گا۔

مولوی حسنت علی صاحب
حضرات گرامی! آپ نے دیکھ لیا کہ مولوی منظور صاحب اپنا اور اپنے موکل کا اسلام ثابت کرنے سے کیسے عاجز ہیں کہ میں بار بار مطالبہ

کر رہا ہوں اور اب تک وہ اس کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ اور اس مرتبہ تو انہوں نے صاف اعلان بھی کر دیا کہ اس وقت ہم کوئی اور بحث کرنا ہی نہیں چاہتے، بس علم غیب ہی پر بحث کریں گے۔ بہت اچھا لیجئے ہم بھی علم غیب ہی پر بحث کرتے ہیں۔

آپ نے اب تک علم غیب علم قیامت کے متعلق کئی آیتیں اور حدیثیں پڑھی ہیں جن کے میں جوابات دے چکا ہوں اب ایک آخری اور فیصلہ کی بات کہتا ہوں۔ آپ دس بیس بلکہ دو چار بھی نہیں صرف ایک ہی ایسی آیت یا حدیث پیش کر دیجئے جس میں صراحت یہ مذکور ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے وقت کا علم عطائیں فرمایا گیا تھا۔ اب تک جو آیتیں یا حدیثیں آپ نے پیش کی ہیں ان میں سے کسی میں بھی نہ تو تخصیص کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے اور نہ صاف طور پر علم عطائی کی نفی ہے۔

آپ نے جو میرے مطالبہ کے جواب میں امام ابن حبریر طبریؒ کی عبارت ”لَا عِلْمَ لِحُبِّ بَدَ الْكَ“ پیش کی ہے اس میں بھی علم عطائی کی نفی نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہی ہے کہ مجھ کو اس کا ذاتی علم نہیں۔ اور جو آیات و احادیث بھی علم قیامت کے متعلق آپ نے پیش کی ہیں یا آئندہ پیش کریں گے ان سب میں بھی علم ذاتی

ہی کی نفی ہے۔ میں چیلنج کرتا ہوں، آپ بلکہ دنیا بھر کے وہابی مل کر بھی ایسی ایک آیت یا حدیث نہیں پیش کر سکتے جس میں صاف مذکور ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت کا علم عطا بھی نہیں فرمایا گیا تھا۔

آپ نے علامہ صاوی ح کے متعلق پھر فرمایا ہے کہ وہ قابل اعتبار نہیں، یہ آپ کی عاجزی کی نہایت روشن دلیل ہے۔ جب جواب نہیں بنا تو کہہ دیا کہ یہ قابل اعتبار ہی نہیں۔ آپ جن مفسرین کی عبارتیں پیش کرتے ہیں، میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ وہ قابل اعتبار نہیں۔ میں نے آیت کریمہ **تَبَيَّنَا لِكُلِّ شَيْءٍ** اور **مَا فَرَطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ** پیش کی تھیں، آپ کہتے ہیں کہ ان آیتوں میں **شَيْءٍ** سے صرف دینی اور ضروری باتیں مراد ہیں۔ اور آپ نے بعض تفسیروں کی عبارتیں بھی پیش کی ہیں **كُلِّ شَيْءٍ** کی تفسیر میں **يَتَعَلَّقُ بِأُمُورِ الدِّينِ** اور اس معنی میں دوسرے الفاظ ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ دنیا کی اور آخرت کی کون سی چیز ہے جس کا تعلق دین سے نہیں۔ کم سے کم یہ کہ کائنات کی ہر چیز اپنے خالق جل و علا کا پتہ دیتی ہے اور اس کے وجود وحدانیت پر دلالت کرتی ہے۔ شاعر کہتا ہے۔ ۷

وَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَّهِ آيَةٌ
تَذُلُّ عَلَىٰ أَنَّهُ وَاحِدٌ

دوسرا فارسی شاعر کہتا ہے۔ ۷

ہر گیارہ کہ از زیرِ روید
وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ گوید

تو دنیا کی ہر چیز، زمین کے تمام ذرے، درختوں کے پتے، آسمان کے تارے، سمندر کے قطرے، عرض ساری چیزیں خدا کی مسرقت کا سبق دیتی ہیں۔ تو اس لئے تمام ہی چیزوں کا تعلق دین سے ہوا اور آپ تسلیم کرتے ہیں کہ جن چیزوں کا تعلق دین سے ہوا ان سب کا روشن بیان قرآن پاک میں موجود ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہر چیز کا مفصل بیان قرآن میں موجود ہے۔

اور جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن پاک کے عالم بلکہ معلم ہیں تو آپ کو چیزوں کا تفصیلی علم ہونا بھی آپ کے اقرار سے ثابت ہو گیا۔ واللہ اعلم۔

میں نے مشکوٰۃ شریف سے جو حدیث پیش کی تھی اس کے متعلق آپ نے کہا کہ تفسیر خازن میں اس کی بابت لکھا ہے کہ روی بطریق عدیدۃ کلھا ضعاف مگر آپ کو یہ بھی خبر نہیں یا جان بوجھ کر آپ اس بات سے غافل بن رہے ہیں کہ باب فضائل میں ضعیف حدیثیں بھی مقبول ہیں اور یہ محبت علم غیب فضائل ہی کا تو ایک مسئلہ ہے اور ہم اس کے ذریعہ سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ایک فضیلت ہی تو ثابت کرنا چاہتے ہیں لہذا اس کے لئے ضعیف حدیث بھی کافی ہے۔ پھر کیا آپ کو اصول حدیث کا یہ مسئلہ معلوم نہیں کہ اگر کوئی حدیث چند ضعیف طریقوں سے مروی ہو تو اس تعدد طرق کی وجہ سے وہ صحیح لغیرہ یا حسن کے درجے کو پہنچ جاتی ہے۔ تو گویا علامہ خازن نے یہ جملہ لکھ کر بتا دیا کہ یہ حدیث کم سے کم حسن کے درجے کی ہے مگر افسوس ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کی دشمنی کی وجہ سے آپ کی سمجھ میں یہ باتیں نہیں آتیں۔

دوسری بات آپ نے اس حدیث کے متعلق یہ کہی ہے کہ اس سے علم تفصیلی ثابت نہیں ہوتا بلکہ صرف علم اجمالی مفہوم ہوتا ہے جیسے آسمان پر نظر ڈالنے والوں کو ستاروں کا اور ہاتھ دیکھنے والوں کو ہاتھ کی رگوں وغیرہ کا اجمالی علم ہوتا ہے۔

یہ آپ کا صرف اختراع ہے حدیث کی مراد کے متعلق حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ میں فرماتے ہیں۔

”عبارت است از حصول تمامہ علوم جزوی و کلی و احاطہ آن“ یعنی اس فرمان (فَعَلِمْتُ

مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ) سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ حضور

کو تمام جزوی و کلی علوم حاصل ہو گئے اور حضور نے ان سب کا احاطہ فرمایا۔

کہنے کیا اس کے بعد بھی یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ اس سے علم تفصیلی ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے بعد میں ایک آیت اور ایک حدیث پیش کرتا ہوں۔ قرآن پاک ارشاد ہے۔

مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرٰی وَلٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ يَدَیْهِ

وَتَفْصِیْلَ كُلِّ شَیْءٍ - یعنی یہ کتاب (قرآن) کوئی گھڑی ہوئی چیز نہیں بلکہ

اگلی کتابوں کی تصدیق اور ہر چیز کی تفصیل ہے۔ (سورۃ الرعد آخری آیت)

اس آیت سے بھی صاف معلوم ہوا کہ قرآن پاک میں ہر چیز کی تفصیل ہے اور جب حضورؐ کو اس کا پورا علم ہے تو بے شک حضورؐ کو ہر چیز کا تفصیلی علم ہوگا اور یہی ہمارا دعویٰ ہے۔
اس کے بعد حدیث سنئے ! مواہب لدنیہ میں خطیب قسطلانی ناقل ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ان الله رفع لي الدنيا فانا انظر اليها والحما هو كائن فيها
الح يوم القيامة كانما انظر الى كفى هذه -

یعنی اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا کو اٹھا کر سامنے کر دیا پس میں دیکھتا ہوں اس کو اور ان باتوں کو جو اس میں ہونے والی ہیں قیامت تک، جس طرح کہ دیکھتا ہوں میں اپنے اس ہاتھ کو۔
دیکھئے ! اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ ساری دنیا حضور اقدس علیہ السلام کے سامنے مثل کف دست پیش کر دی گئی اور آپ نے اس کو اور اس ساری کائنات کو ملاحظہ فرمایا۔ اس سے بڑھ کر حضورؐ کے علم غیب کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے ؟

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی (بعد حمد و صلوة) میرے مخاطب مولوی حسنت علی صاحب نے بہت کوشش کی اور بہت ہاتھ پیر مارے کہ کسی

طرح مجب علم غیب سے ان کا چھٹکارا ہو جائے لیکن وہ اتنی سخت گرفت میں تھے کہ کامیاب نہ ہو سکے اور چار دن پچاس ان کو وہ پیالہ منہ سے لگانا پڑا جس کے لئے وہ کسی طرح تیار نہ تھے۔

میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں اور پھر بانگ دہل کتا ہوں کہ اگر فی الحقیقت مولوی حسنت علی صاحب علم غیب کے علاوہ کسی دوسرے موضوع پر بحث کرنا چاہتے ہیں تو وہ اسی وقت اُس کے لئے مستقل وقت طے کر سکتے ہیں، لیکن مجھے یقین ہے کہ ان کے یہ بلند بانگ دعوے صرف غلط بحث کے لئے تھے جس میں ناکام رہے اور اس قسم کی فریبناں چالوں کے انجام میں ناکامی ہی ہوتی ہے۔ اس کے بعد میں آپ کی ان نئی دلیلوں کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو آپ نے اسی تقریر میں پیش کی ہیں۔

آپ نے جو آیت کریمہ اس مرتبہ پیش کی ہے اس کے آخری لفظ کَلْ شَيْءٍ کی تفسیر میں علامہ سیوطیؒ

جلالین شریف میں لکھتے ہیں۔

کل شیئ یحتاج الیہ فی الدین - یعنی قرآن پاک میں ہر اس چیز کی تفصیل ہے کہ

دین کے بارہ میں جس کی احتیاج ہو۔

اور علامہ نسفی رحمہ نے مدارک التنزیل میں - اور امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں اور دیگر مفسرین نے بھی اس کی

تفسیر میں قریب قریب یہی لکھا ہے۔ بہر حال اس آیت کا مطلب بھی وہی ہے جو آپ کی پہلی پیش کردہ آیتوں کا

حضرات مفسرین نے لکھا ہے۔ اور اس بناء پر ان تمام آیات سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ قرآن پاک میں دین کی

ضروری باتوں کا روشن بیان ہے نہ یہ کہ اس میں ہر زمانہ کی مردم شماری، تمام چھوٹے بڑے انسانوں، کافروں، اور

مسلمانوں بلکہ تمام حیوانوں، چرندوں، پرندوں حتیٰ کہ دریا کی مچھلیوں، مینڈکوں اور زمین کے کیڑے مکوڑوں کی

تفصیلی تعداد اور ان کے مکمل حالات بھی درج ہیں کہ وہ کیا کھاتے پیتے ہیں؟ کتنی دفعہ پیشاب اور کتنی مرتبہ پاخانہ

کرتے ہیں؟ بہر حال حسب تصریحات مفسرین ان تمام آیات میں کل شیئ سے وہی چیزیں مراد ہیں جن

سے دین کا کوئی تعلق ہو اور جن کی معرفت دینی حیثیت سے ضروری ہو۔

آپ نے پچھلی تقریر میں فرمایا تھا کہ دنیا میں کوئی چیز ایسی ہے نہیں جس کا تعلق دین سے نہ ہو۔

مجھے حیرت ہے کہ آیا آپ دین کے تعلق کے معنی ہی نہیں سمجھے یا دیدہ دانستہ لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں اگر

آپ کی یہ بات مان لی جائے تو حضرات مفسرین کو اس قید لگانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ کل شیئ کے ساتھ

یتعلق بماورالدین اور یحتاج الیہ فی امر الشریعۃ اور اس قسم کی جو اور قیود مفسرین نے

لگائی ہیں ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بعض چیزیں دنیا میں وہ ہیں جن کا تعلق دین سے نہیں ہے اور بعض وہ ہیں جن

کا تعلق دین سے ہے اور ان کی معرفت دینی حیثیت سے ضروری ہے اور انہی کا قرآن پاک میں بیان ہے۔ ورنہ میں آپ

سے پوچھتا ہوں کہ کیا آسمان کے ستاروں، اور زمین کے ذروں کی تعداد معلوم کرنا بھی دینی حیثیت سے ضروری ہے؟

اور کیا زمین کے کیڑے مکوڑوں کی نقل و حرکت اور ان کے پاخانہ، پیشاب کے حالات کی معرفت کو بھی دین سے کوئی خاص

تعلق ہے؟ اور کیا ایمان داری کے ساتھ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تمام باتیں قرآن مجید میں لکھی ہوئی ہیں؟ بلکہ میں تو سمجھتا

کہ آپ کا ضمیر بھی اس کے خلاف ہوگا۔

اس کے بعد گزارش ہے کہ خدا کے واسطے قرآن پاک کے معاملہ میں ایسی بیجا جرات نہ کیجئے، یہاں غیر مسلم بھی موجود ہیں وہ آپ کی باتوں کو کھج کیا رائے قائم کریں گے۔

آپ نے اس مرتبہ مواہب لدنیہ کے حوالہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی جو روایت پیش کی ہے اس کے متعلق پہلی گزارش تو یہ ہے کہ وہ حدیث طبقہ رابعہ کی ہے اور اصول حدیث میں یہ طے ہو چکا ہے کہ جس حدیث کو صرف طبقہ رابعہ یا اس کے بعد والے محدثین روایت کریں وہ قابل استناد نہیں تا وقتیکہ کسی ناقد بصیر محدث سے اس کی تصحیح منقول نہ ہو اور آپ کسی محدث سے اس کی تصحیح ثابت نہیں کر سکتے۔ بلکہ اس کے برعکس میں آپ کو بتلانا ہوں کہ محدثین نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ چنانچہ حافظ علی متقی "کثر العمال جلد ششم ص ۹۵" پر اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں "سندہ ضعیف" یعنی اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

علاوہ ازیں اس حدیث سے بھی جمیع اشیاء کا علم تفصیلی محیط ثابت نہیں ہوتا بلکہ ایک اجمالی مشاہدہ ثابت ہوتا ہے کیونکہ خود اسی حدیث میں اس مشاہدہ کی مثال تفصیلی کے مشاہدہ سے دی گئی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص اپنی تفصیلی کو دیکھتا ہے تو تفصیلاً اس کے رگ و ریشہ کا علم عام طور پر نہیں ہوتا، آپ نے ہزار بار اپنے ہاتھ کو دیکھا ہوگا مگر میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آپ نہیں بتلا سکتے کہ آپ کے ہاتھ میں کتنی رگیں ہیں۔ خیر بحث تو معنوی ہے اور بعد کی ہے۔ اصل جواب میرا یہی ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے لہذا قابل استناد ہے نہیں۔

آپ نے ابھی یہ بھی فرمایا ہے کہ چونکہ مسئلہ علم غیب باب فضائل کا ایک مسئلہ ہے اس لئے اس میں ضعیف حدیثوں سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے۔ فی الحقیقت یہ غلطی آپ ہی کی نہیں بلکہ آپ کی جماعت کے استاذ العلماء مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے بھی اپنے رسالہ "الکلمۃ العلیا" میں یہی لکھا ہے۔ حالانکہ یہ علمی اصطلاحوں سے بہمالت کا افسوسناک مظاہرہ ہے۔ آپ لوگ شاید یہ سمجھے ہوتے ہیں کہ فضیلت خواہ کسی قسم کی اور کسی درجہ میں ثابت کی جائے اس کے لئے ضعیف حدیث بھی کافی ہے۔ حالانکہ اصول یہ ہے کہ فضیلت اگر فضیلت ہی کے درجے میں ثابت کی جائے اور اس کو عقیدہ نہ بنایا جائے تو اس کے لئے ضعیف حدیث کافی ہے۔ اور علم غیب کا مسئلہ آپ کے نزدیک عقیدہ کا درجہ اختیار کر چکا ہے۔ لہذا اب وہ باب عقائد کا مسئلہ ہے نہ باب فضائل کا۔

میں نے آپ کی پیش کردہ پہلی حدیث کے متعلق تفسیر خازن کے حوالہ سے امام بیہقیؒ کی عبارت پیش کی تھی

قد روى بطرق عديدة كلها ضعاف وفى ثبوته نظر۔ اس کے جواب میں آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس عبارت کا منشا یہ ہے کہ تعدد طرق کی وجہ سے یہ حدیث صحیح لغیرہ اور حسن کے درجہ کو پہنچ گئی ہے۔ لہذا قابل احتجاج ہے۔ بسندہ خدا کچھ تو سوچ سمجھ کر کہا کر د۔ امام بیہقی رحمہ اللہ کے آخری الفاظ یہ ہیں۔ وفى ثبوته نظر کہ تعدد طرق کے باوجود اس حدیث کے ثبوت میں کلام ہے۔ گویا امام ممدوح کے نزدیک اس حدیث کے طریقوں میں جو ضعف ہے وہ اس درجہ کا ہے کہ تعدد طرق سے بھی اس کی تلافی نہیں ہوتی اور اس لئے وہ لائق احتجاج نہیں۔

پھر اس حدیث کے متعلق میں تفصیل بتلا چکا ہوں کہ اس سے علم محیط تفصیلی ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے جواب میں آپ نے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کی جو عبارت اشعة اللمعات سے پیش کی ہے اس میں بھی استفراق حقیقی مراد نہیں ہے اور اس کا قرینہ وہی اشعة اللمعات کی وہ عبارت ہے جو میں حدیث جبریل کی شرح کے ذیل میں اپنی پچھلی بعض تقریروں میں پیش کر چکا ہوں۔ وہاں شیخ رحمہ اللہ نے علم قیامت کے متعلق صاف الفاظ میں لکھا ہے ”کہ دے تعالیٰ پہنچ کس را از ملائکہ در سل برآں اطلاع نہ دادہ“ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور رسولوں میں سے کسی کو وقت قیامت کی اطلاع نہیں دی ہے۔

اس کے علاوہ بھی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی میرے پاس ایسی عبارات موجود ہیں جن میں بعض چیزوں کے متعلق صراحتہ حضرت شیخ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ان کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہیں ہوا اور آپ پر یہ چیزیں مبہم رہیں۔ بہر حال حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی اس قسم کی تصریحات اس بات کا زبردست قرینہ ہیں کہ آپ کی پیش کردہ عبارت میں استفراق حقیقی مراد نہیں بلکہ استفراق عرفی مراد ہے (جیسا کہ مصنفین کی عبارتوں میں کثرت ہوتا ہے) تو اس بنا پر شیخ رحمہ اللہ کی اس عبارت کا مطلب صرف یہ ہو گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام وہ جزئی و کلی علوم حاصل ہو گئے تھے جو حق تعالیٰ کے نزدیک آپ کی شان کے مناسب تھے، یا دوسرے لفظوں میں یوں کہنے کہ آپ کو بہت سے جزئی و کلی علوم حاصل ہو گئے تھے اور اس سے کسی کو انکار نہیں۔

یہاں تک تو آپ کے پیش کردہ معارضات پر کلام تھا۔ اس کے بعد میں اپنے دلائل کی طرف متوجع ہوتا ہوں۔ میں نے اپنی پچھلی تقریر میں سورہ احزاب کی آیت یَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ

پیش کی تھی اور وقت ختم ہو جانے کی وجہ سے اس کے متعلق کچھ اور عرض نہیں کر سکا تھا۔ اب اس کی تفسیر میں حضرات مفسرین کرام کے اقوال پیش کرتا ہوں۔

عمدة المفسرین حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

يقول تعالى مخبر الرسول صلى الله عليه وسلم انه لا علم له بالساعة وان سأل الناس عن ذلك وأرشد ان يرد علمها الى الله عز وجل كما قال تعالى في سورة الاعراف وهي مكة وهذه مدنية فاستمر الحال في رد علمها الى الذي يقيهما۔

یعنی اس آیت میں حق تعالیٰ نے اپنے رسول صلوٰۃ اللہ و سلامتہ کو بتلایا ہے کہ آپ کو وقت قیامت کا علم نہیں ہے اگرچہ لوگ پوچھا کریں اور آپ کو ہدایت کی ہے کہ اس کے علم کو خدا ہی کے سپرد کریں جیسا کہ سورۃ اعراف والی آیت میں بھی یہی حکم دیا ہے، جس کو میں پہلے پیش کر چکا ہوں، اور وہ آیت کی ہے اور یہ مدنی۔ پس علم قیامت کو خدا ہی کے حوالہ کرنا مستمر رہا۔

دیکھئے اس عبارت میں مفسر علیہ الرحمۃ نے آیت کا مطلب صاف یہی بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کو وقت قیامت کا علم نہیں تھا اور پھر یہ بھی تصریح کر دی کہ حضور کی حیات طیبہ میں یہی حال دائم و مستمر رہا۔ اور علامہ خازن رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے لفظ قُلْ إِنَّمَا عَلَّمَهَا عِنْدَ اللَّهِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ یعنی ان الله تعالى قد استأثر به ولم يطلع عليه نبيا ولا ملكا۔

(خازن، ج ۵، ص ۲۲۸)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی لئے وقت قیامت کے علم کو خاص کر لیا اور کسی نبی اور فرشتے کو بھی اس کی اطلاع نہیں دی ہے۔

اور امام بغوی رحمہ اللہ تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کے لفظ وما يدريك کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

ای انت لا تعرفه (معالم ص ۲۲۸) یعنی اے رسول! تم اس کو (یعنی وقت قیامت کو) نہیں جانتے۔

علیٰ ہذا تفسیر جلالین میں بھی اسی لفظ وما يدريك کی تفسیر میں لکھا ہے ای انت لا تعلمها،

یعنی مطلب یہ ہے کہ آپ کو اس کا علم نہیں۔

کیا ان تصریحات کے بعد بھی آپ کو یہ کہنے کی گنجائش رہتی ہے کہ آیات و احادیث اور عبارات مفسرین میں خاص حضور کا ذکر کمین نہیں ہے یا ہے تو صرف علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے ؟ معاذ اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

اچھا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کلمہ توحید لا الہ الا اللہ سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معبود نہ ہونا بھی آپ کے نزدیک ثابت ہوتا ہے یا نہیں ؟ حالانکہ اس میں بھی حضور کا اسم مبارک صریحاً مذکور نہیں ہے اور پھر آپ کی طرح ایک ہٹ دھرم جو حضور کو معبود باذن اللہ مانے، یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ اس میں صرف ذاتی الوہیت کی نفی ہے نہ کہ عطائی کی اور میں حضور کو بالذات معبود نہیں مانتا، بلکہ یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قابل عبادت بنا دیا ہے۔ گویا آپ معبود بالعطاء ہیں۔ فرمائیے کہ آپ اس ہٹ دھرم کا منہ کس طرح بند کریں گے ؟

اس کے بعد میں اپنے جدید دلائل پیش کرتا ہوں۔ چوتھی آیت سنئے ! سورۃ ملک میں ارشاد ہے۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۖ قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ آیت ۲:۱۰۲

یعنی، اور یہ لوگ کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ (یعنی قیامت) اگر تم سچے ہو، اے رسول ! آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم بس اللہ ہی کو ہے اور میں تو بس صاف صاف ڈرسانے والا ہوں۔

اس کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اِی لَا یَعْلَمُ وَقْتُ ذَٰلِكَ عَلَی التَّعَیِّنِ

الا اللہ یعنی قیامت کے وقت کو تعین کے ساتھ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اور علامہ ابوالسعود رحمہ اللہ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں اِی الْعِلْمُ بوقتِ مجیء الساعۃ

عندہ عز وجل لا یطلع علیہ غیرہ یعنی قیامت کے آنے کے وقت خاص کا علم بس اللہ عز وجل ہی کو ہے اس کے سوا کسی کو اس کی اطلاع نہیں۔

پانچویں آیت سنئے ! سورۃ انبیاء میں ارشاد ہے۔ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ أَذَنْتُكُمْ عَلَی سَوَآءٍ وَإِنْ

أَدْرَیْ بِكُمْ أَقْرَبُ أَمْ بَعِیْدُ مَا تُوعَدُونَ ۖ یعنی اگر یہ لوگ نہ مانیں تو اے رسول ! آپ ان سے

فرمیں کہ میں تم کو خبردار کرتا ہوں مساوات پر، میں نہیں جانتا کہ آیا قریب ہے یا دور جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے

(یعنی قیامت) - (الانبیاء ۲۱ - ۱۰۹)

علامہ نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے اسی لا ادری متی یوم القیامة لان اللہ تعالیٰ لو یطلعنی علیہ ، مجھے معلوم نہیں کہ قیامت کا دن کب ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر مطلع نہیں کیا ۔

افسوس ہے کہ وقت میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے میں ہر آیت کی تشریح میں ایک دو ہی تفسیری عبارت پیش کر رہا ہوں ورنہ قریب قریب تمام ہی معتبر تفاسیر میں ان آیات کی بھی تفسیر کی گئی ہے ۔ کیا یہ تمام مفسرین عظام آپ برابر بھی قرآن کا مطلب نہیں سمجھتے ؟ یا معاذ اللہ ! یہ سب بزرگان امت بھی آپ کے نزدیک وہابی اور دشمن رسول تھے ؟

مولوی حسرت علی صاحب سنی بھائیو ! آپ نے دیکھ لیا ۔ میں نے مولوی منظور صاحب سے کہا تھا کہ آپ علم قیامت پر اتنا زور لگا رہے ہیں ۔ زیادہ نہیں ایک

آیت یا حدیث ایسی پیش کر دیجئے جس میں صراحۃً حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام لے کر یہ بتلایا گیا ہو کہ آپ کو قیامت کا علم عطا ہے خداوندی بھی نہیں تھا ۔ مولوی صاحب نے آپ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے کئی آیتیں پڑھیں اور کئی ایک تفسیری عبارتیں بھی پیش کیں ، لیکن ان میں سے کسی میں بھی بے صراحت حضور آقائے کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں ہے بلکہ ان سب میں صرف علم قیامت کا حصر حق تعالیٰ کی ذاتِ عالی میں بیان کیا گیا ہے اور وہ صرف علم ذاتی ہی ہو سکتا ہے کیونکہ علم عطائی اس کی جناب میں محال ہے ۔

الغرض جو آیتیں آپ نے اب تک علم قیامت کے متعلق پیش کیں یا آئندہ آپ پیش کریں گے ان سب میں وقت قیامت کے علم ذاتی ہی کا اختصاص حق تعالیٰ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم اللہ کے بتلانے سے بھی نہ ہو ۔

حضرت علامہ اسماعیل حقّی آقندری رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان شریف جلد سوم کے صفحہ ۲۹۳ میں فرماتے ہیں ۔
قَدْ ذَهَبَ بَعْضُ الْمَشَايِخِ إِلَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْرِفُ
وَقْتُ السَّاعَةِ بِإِعْلَامِ اللَّهِ تَعَالَى وَهُوَ لَا يُنَافِي الْحَصْرَ فِي الْآيَةِ

كَمَا لَا يَخْفَىٰ -

یعنی بعض مشائخ کرام اس طرف گئے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بتانے سے قیامت کے وقت کو جانتے تھے اور قرآنی آیات میں علم قیامت کا جو حصہ حق تعالیٰ کی ذات میں کیا گیا ہے یہ اس کے منافی نہیں ہے۔

دیکھئے ! علامہ حق رحمۃ اللہ علیہ نے کیسی صاف تصریح فرمائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بظاہر خداوندی وقت قیامت کا علم ماننا آیاتِ حصر کے خلاف نہیں اور یہ اسی واسطے ہے کہ آیاتِ حصر میں صرف علم ذاتی اور علم استقلال مراد ہے۔ علم عطائی سے وہ آیات بالکل ساکت ہیں۔ لیکن یہ آپ کی پیش کردہ تمام آیات کا جواب ہو گیا۔ میں اس کے بعد اپنے دلائل کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ میں نے تین آیتیں اب تک پیش کی تھیں جن میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ قرآن پاک میں تمام اشیاء کا بیان ہے۔ ”سب چیزوں کی تفصیل ہے“ اور اس میں کوئی بات نہیں چھوڑی گئی ہے۔ ان آیتوں کے جواب میں مولوی منظور صاحب کہتے ہیں کہ ”کل شیء“ سے صرف وہ چیزیں مراد ہیں جو دین سے متعلق ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ اول تو یہ تخصیص بے دلیل ہے قرآن پاک میں ”کل شیء“ کے ساتھ کوئی قید نہیں لگائی گئی۔ پھر آپ پیوند لگانے والے کون ہوتے ہیں۔ دیکھئے قرآن مجید میں دوسری جگہ ہے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ + ایک اور جگہ ہے وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ تو کیا جہاں بھی آپ ”کل شیء“ کی تخصیص کریں گے ؟ اور یہاں یہ بھی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ سب چیزوں پر نہیں بلکہ فلاں قسم کی خاص خاص چیزوں پر قادر ہے ، اور اس کو تمام باتوں کا نہیں بلکہ فلاں فلاں خاص قسم کی باتوں کا علم ہے۔ الغرض میرا پہلا جواب تو یہ ہے کہ آپ کی یہ تخصیص بے دلیل ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں کہہ چکا ہوں کہ دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جس کا دین سے تعلق نہ ہو۔

میں نے اپنی پہلی تقریر میں مشکوٰۃ شریف سے جو حدیث پیش کی تھی اس کے متعلق آپ نے اس مرتبہ پھر یہ کہا ہے کہ اس حدیث کے تمام طریقے ضعیف ہیں حالانکہ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ جو حدیث چند طریقوں سے مروی ہو وہ صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے لہذا وہ قابلِ حجت ہے۔ دوسری بات آپ نے یہ کہی تھی کہ اس سے صرف علم اجمالی ثابت ہوتا ہے۔ میں کہہ چکا ہوں کہ یہ بالکل غلط ہے۔ حضرت شیخ محقق محدث دہلوی رحمہ فرماتے ہیں کہ ”عبارت است

از حصول تمامہ علم کلی و جزوی و احاطہ آں ، شیخ تو کہتے ہیں کہ تمام علوم جزوی و کلی حضور کو حاصل ہو گئے اور آپ نے ان کا احاطہ فرمایا اور تم کہتے ہو کہ حضور کو صرف اجمالی علم حاصل ہوا تھا ۔

میں نے دوسری حدیث مواہب لدنیہ سے پیش کی تھی ۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ حدیث طبقہ ثالثہ یا رابعہ کی ہے اور جب تک کہ کوئی محدث اس کی تصحیح نہ کرے وہ قابل حجت نہیں ۔

ارے مولوی صاحب ! آپ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ جب علامہ قسطلانی محدث نے اپنی کتاب میں اس کو نقل کر دیا تو گویا اس کو صحیح مان لیا کیونکہ اگر وہ اس کو صحیح نہ سمجھتے تو اپنی کتاب میں نقل ہی کیوں کرتے ۔ الغرض اس حدیث کا ، مواہب لدنیہ میں منقول ہونا خود اس کی دلیل ہے کہ اس کے محدث مصنف نے اس حدیث کو صحیح مانا ۔ لہذا وہ قابل حجت ہے ۔

یہاں تک آپ کی تقریر کا جواب ہوا ۔ اب میری نئی دلیلیں سنئے ! قرآن پاک میں ارشاد ہے ۔
وَكُلُّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا یعنی ہم نے ہر چیز کو قرآن پاک میں پوری پوری تفصیل سے بیان کر دیا ہے اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں ہر چیز کی تفصیل ہے ۔ اور جب حضور قرآن پاک کے عالم بلکہ معلم ہیں تو حضور کو تمام چیزوں کا تفصیلی علم ہو گا اور یہی ہمارا دعوئے ہے ۔

اس کے بعد ایک حدیث بھی سنئے ! بخاری شریف اور مسلم شریف میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَّا تَرَكَ شَيْئًا يَكُونُ فِي مَقَامِهِ ذَلِكَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا حَدَّثَ بِهِ حَفِظَهُ مِنْ حَفِظَهُ
وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ ۔

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار ہم میں کھڑے ہوئے تو کوئی چیز آپ نے ایسی نہیں چھوڑی جو قیامت تک ہونے والی تھی مگر یہ کہ آپ نے اس کو بیان فرمادیا ، جس نے یاد رکھا اسے یاد رہا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا ۔

دیکھئے اس میں صاف تصریح ہے کہ قیامت تک ہونے والی ساری چیزیں آپ نے بیان فرمادیں اور ان میں سے کوئی بات بھی آپ نے نہیں چھوڑی ۔ کیا ان آیتوں اور حدیثوں پر آپ کا ایمان نہیں ہے ؟ کیا دیوبند کے مدرسہ میں یہ حدیثیں

نہیں پڑھائی جاتیں ؟

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی (بعد حمد و صلوة) میں طے کر چکا ہوں کہ اپنے مخاطب صاحب کی کسی فضول اور خارج از بحث بات کا جواب

نہیں دوں گا اس لئے ان کی لغو تعلیلوں اور ناروا طعنہ زنیوں سے اعراض کرتے ہوئے اصل مسبحث کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

میرے دلائل کے معارضہ میں جو آیتیں اور حدیثیں مولوی صاحب نے اپنی پہلی تقریروں میں پیش کی تھیں میں بحمد اللہ ان سب کے جوابات دے چکا ہوں۔ اور اس کے جواب الجواب میں جو کچھ بعد میں کہا گیا ہے اس کی حقیقت انشاء اللہ بھی عرض کر دوں گا۔ پہلے ان کی ان نئی دلیلوں کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو انہوں نے اپنی اس تقریر میں پیش کی ہیں۔

آیت کریمہ كُلُّ شَيْءٍ فَعَلْنَاهُ تَفْصِيلاً کے متعلق میرا پہلا مختصر جواب یہ ہے کہ یہاں بھی ”کل شیء“ سے صرف وہی چیزیں مراد ہیں جن کی معرفت ہمارے لئے ضروری ہے۔ چنانچہ تفسیر جلالین میں اس کی تفسیر اس طرح کی گئی ہے وَكُلَّ شَيْءٍ يُحْتَاجُ إِلَيْهِ فَفَعَلْنَاهُ تَفْصِيلاً (جلالین : ص ۲۲۹) یعنی مطلب آیت کا یہ ہے کہ ہم نے ہر ضروری چیز کی تفصیل کر دی ہے۔

اسی طرح امام رازی علیہ الرحمۃ نے تفسیر کبیر میں اس موقع پر لکھا ہے وَكُلَّ شَيْءٍ فَعَلْنَاهُ تَفْصِيلاً اسی کل شیء بحوالہ حاجۃ الخ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۲۷۷) یعنی ہم نے ان تمام چیزوں کی پوری تفصیل کر دی جن کی تم کو ضرورت ہے۔

یہاں بقصد اختصار صرف دو تفسیروں کی عبارتیں میں نے پیش کی ہیں ورنہ دیگر حضرات مفسرین نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

الغرض حسب تصریحات مفسرین اس آیت کا مطلب بھی یہی ہے کہ جن باتوں کا معلوم ہونا ضروری تھا وہ قرآن مجید میں تفصیل سے بیان کر دی گئیں نہ کہ اس میں ساری کائنات ارضی و سماوی کے تمام احوال و کیفیات کی تفصیل کی گئی ہے اور حشرات الارض (زمین کے کیڑے مکوڑوں) دریا کی مچھلیوں اور مینڈکوں، جنوں اور بھوتوں کی سوانح عمریاں بھی اس میں درج ہیں۔ (نعوذ باللہ)

آپ نے اس تقریر میں فرمایا ہے کہ ”کل شیء“ کی یہ تخصیص بے دلیل ہے معلوم نہیں کہ یہ اعتراض آپ کا مجھ پر ہے یا ان ائمہ مفسرین پر جنہوں نے یہ تفسیر کی ہے (اور یہ تخصیص کی ہے) آپ نے اس سلسلہ میں بطور نظیر کے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ کو پیش کیا ہے حالانکہ اس کی صحیح نظیر قرآن مجید کی وہ آیتیں ہیں جن میں خدا کی دوسری کتاب ”تورات“ کے متعلق قریب قریب یہی الفاظ آئے ہیں۔ چنانچہ

سورۃ النعام میں ہے

ثُمَّ اَتَيْنَا مُوسٰى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلٰى الَّذِیْ اٰحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۝۱۲۵ اور دوسرا جگہ ارشاد ہے
مَوْعِظَةً وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۝ (الاعراف : ۱۳۵)

ان دونوں آیتوں میں تورات مقدس کے متعلق یہ فرمایا گیا ہے کہ اس میں ہر چیز کی تفصیل کی گئی ہے۔ اور بعینہ ہم لانا حظ قرآن مجید خود اپنے متعلق کہتا ہے۔ اب اگر آپ کے نزدیک ”کل شیء“ میں کوئی تخصیص نہیں کی جاسکتی تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ تورات و قرآن دونوں میں صغیر و کبیر، عظیم و حقیر، ارضی و سماوی، دینی و دنیوی ہر چیز کا پورا پورا مفصل بیان ہو۔ اور اس صورت میں لازم آئے گا کہ قرآن کے علوم تورات کے برابر ہوں اور اس میں کوئی بات بھی تورات سے زیادہ نہ ہو۔

فرمائیے! کیا آپ کا یہی خیال ہے۔ اور اگر آپ کا عقیدہ یہ نہیں ہے تو مہربانی کر کے بتلائیے کہ تورات کے متعلق جو آیتیں میں نے پیش کی ہیں ان میں لفظ ”کل شیء“ سے کیا مراد ہے ؟

آپ نے اس مرتبہ پھر یہ مہمل بات کہی ہے کہ دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جس کا تعلق دین سے نہ ہو۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں میرے اور آپ کے سر کے بالوں کا تعداد کو دین سے کیا تعلق ہے ؟ اسی طرح اس بات کا معلوم کرنا کہ آج کتنی مکھیاں پیدا ہوئیں اور کتنی مریں۔ کتنے مجسمے اور کتنے پیدا ہوئے، آج ان معلومات کا دین سے کیا تعلق ہے ؟ اور آپ کے نزدیک یہ قرآن پاک کے کس پارے کی کہ ان سی آیت میں لکھا ہوا ہے ؟

میاں تمک آپ کی پیش کردہ بات کے متعلق بحث تھی۔ اب احادیث کے متعلق سنئے۔

آپ نے پہلی حدیث جبرئیل سے پیش کی تھی۔ اس کے متعلق میں نے کہا تھا کہ چونکہ اس کے تمام طاقعیف

ہیں اور اس کے ثبوت میں محدثین کو کلام ہے اس لئے وہ قابل استدلال نہیں۔ اس کے جواب میں آپ نے جو کچھ کہا ہے اس کا جواب الجواب میں اپنی پہلی تقریر میں دے چکا ہوں اعادہ کی ضرورت نہیں۔ علیٰ ہذا آپ نے اسی حدیث کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جو عبارت پیش کی ہے اس کا مطلب بھی خود حضرت شیخ رحمہ اللہ کی تصریحات کی روشنی میں پہلے بیان کر چکا ہوں جس کے جواب میں آپ کچھ نہیں کہہ سکے۔

دوسری حدیث جو آپ نے مواہب لدنیہ سے پیش کی تھی اس کے متعلق میں نے عرض کیا تھا کہ جس طبقہ کے محدثین نے اس کو روایت کیا ہے صرف اس کی روایت کردہ احادیث اس وقت تک لائق استدلال نہیں جب تک کہ کوئی ناقد بصیر ان کی تصحیح نہ کرے۔ اس کے جواب میں آپ نے بڑے زور سے فرمایا ہے کہ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے جب اپنی کتاب مواہب لدنیہ میں نقل کر دیا تو بس اس کی تصحیح ہو گئی۔

مجھے افسوس ہے کہ فن کی نادانیت کی وجہ سے آپ کیسی مہمل اور مضحکہ خیز باتیں کہہ دیتے ہیں۔ میرے مہربان! مواہب لدنیہ ان کتابوں میں سے نہیں ہے جن میں صرف احادیث صحیحہ کی نقل کا التزام کیا گیا ہے، نہ اس کے مصنف نے اس کا دعویٰ کیا ہے۔ پس اس میں کسی حدیث کا درج ہو جانا کسی طرح اس کی ضمانت نہیں کہ وہ صحیح ہی ہو، یہ شان تو صحیح بخاری صحیح مسلم وغیرہ صحاح کی ہے جن کے مؤلفین نے اس کا التزام کیا ہے کہ وہ صرف وہی حدیثیں درج کریں گے جو ان کے نزدیک صحیح ہوں گی۔ اور پھر میں تو حافظ علی متقی رحمہ اللہ کی تصریح پیش کر چکا کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ پس آپ کی ان اکل بچو باتوں سے کیونکر صحیح ہو سکتی ہے۔

بہر حال جو دو حدیثیں آپ نے پیش کی تھیں وہ ضعیف ہونے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں۔

اس مرتبہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی جو روایت آپ نے پیش کی ہے وہ بے شک صحیح ہے۔ لیکن کاش اس کے پیش کرنے سے پہلے آپ شرح حدیث میں یہ بھی دیکھ لیتے کہ علمائے حدیث نے اس کا کیا مطلب بیان کیا ہے۔

علامہ علی قاری حنفی رحمہ اللہ ”شرح شفا“ میں اس حدیث کے لفظ ”فَمَا تَوَلَّى شَيْئًا“ کی شرح میں فرماتے ہیں ”ای مہمّا“ تو گویا حضرت ملا علی رحمہ اللہ کی تصریح کے مطابق اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں تمام مہتم بالشان اور ضروری چیزیں بیان فرمائیں اور یہی قرین قیاس بھی ہے۔ یہ کسی طرح سمجھ میں نہیں آسکتا کہ حضور نے مہتم بالشان پر کھڑے ہو کر یہ بیان کیا ہو کہ فلاں دن اتنی کھیاں مر گئی، اتنی

مرغیاں اٹھائیں گی، اتنے چوتھے کے بچے پیدا ہوں گے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ان چیزوں سے بہت اعلیٰ و بالا ہے آپ ہادی اور راہنما ہو کر تشریف لائے تھے۔ خود آپ کی تعلیم ہے **مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ السَّرَّ قَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ** آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ بے کار اور غیر مفید باتیں نہ کرے پس یہ کس طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی دوسروں کو بے کار باتوں سے منع فرمائیں اور خود ہی مہمبر پر کھڑے ہو کر اس قسم کی غیر ضروری بلکہ غیر مفید چیزیں بیان فرمائیں، آپ کی شان عالی اس سے بہت اعلیٰ و ارفع ہے پس حدیث کا مطلب وہی لیا جائے گا جو حضرت، ملا علی قاری رحمہ اللہ اور دیگر شراحین حدیث نے بھی بیان فرمایا ہے۔ اور وہ یہ کہ حضور اقدس نے اس خطبہ میں تمام وہ باتیں بیان فرمائیں جو ضروری اور قابل بیان تھیں اور اس صورت میں اس حدیث کو آپ کے مدعا سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔

یہاں تک تو آپ کے معارضات پر کلام تھا۔ اب میں اپنے دلائل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ علم قیامت کے متعلق اب تک میں نے جو پانچ آیتیں پیش کی ہیں ان کے جواب میں آپ نے صرف دو باتیں کہی ہیں۔ ایک یہ کہ ان میں صرف علم ذاتی کی غیر اللہ سے نفی کی گئی ہے۔ اور دوسرے یہ کہ ان میں سے کسی میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بصراحت ذکر نہیں ہے۔ میں ان دونوں باتوں کا مفصل جواب دے چکا ہوں۔ پھر مختصر عرض کرتا ہوں کہ جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت قتادہ بن جعیس اجلہ صحابہ و تابعین اور ابن جریر و ابن کثیر وغیرہ جیسے ائمہ مفسرین نے انہی آیات سے علم عطائی کی بھی نفی غیر اللہ سے سمجھی اور نتیجہ یہ نکالا کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقت خاص کا علم کسی مخلوق حتیٰ کہ کسی مقرب فرشتے اور برگزیدہ بنی و رسول کو بھی عطا نہیں فرمایا ہے۔ (جیسا کہ ان کی عبارات سے ظاہر ہے جو میں پہلے پیش کر چکا ہوں) تو پھر آپ کی یا آپ کے پیرو مرشد فاضل بریلوی کی رائے کو کون سنا ہے اس بارہ میں آپ نے اپنی تائید میں پہلے صادی کی عبارت پیش کی ہے جس کے متعلق میں نے کہا تھا کہ وہ علما مجتہدین میں سے نہیں ہیں۔ اب اس مرتبہ آپ نے ویسی ہی ایک عبارت رُوح البیان سے اور پیش کی ہے، حالانکہ رُوح البیان کا شمار بھی تفاسیر معتبرہ میں نہیں ہے۔ اس کے مصنف اسماعیل حقی آفندی ایک لطائف نگار بزرگ ہیں لیکن باب تفسیر میں ائمہ تفسیر کے مقابلہ میں ان کے قول کی کوئی خاص وقعت نہیں۔

آپ نے دوسری بات میری پیش کردہ آیات و احادیث کے متعلق یہ کہی تھی کہ ان میں بصراحت حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی ذکر کر کے آپ سے علم قیامت کی نفی نہیں کی گئی۔ یہ اس قدر مضحکہ خیز بات ہے کہ کسی جاہل سے جاہل کے منہ سے بھی نہیں نکلتی چاہئے۔ مگر مجھے تعجب ہے کہ آپ بار بار نہایت دلیری سے یہی کہہ رہے ہیں۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا قرآن مجید کی کسی آیت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی بصراحت ذکر کر کے یہ بتلایا گیا ہے کہ آپ خدا نہیں ہیں؟ رب نہیں ہیں، معبود نہیں ہیں؟ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آپ ایسی ایک آیت بھی سارے قرآن میں نہیں نکال سکتے۔ تو کیا اس سے حضور کی خدائی اور آپ کی ربوبیت و معبودیت کے عقیدے کا جواز نکل سکتا ہے؟ بہر کیف آپ کی یہ دوسری بات پہلی بات سے بھی زیادہ مہمل اور مضحکہ خیز ہے۔

اس کے بعد میرے نئے دلائل سنئے! سچٹی آیت۔

قُلْ إِنْ أَدْرِي مَا تُوعَدُونَ أَمْ يَجْعَلُ لَهُ رَبِّي أَمَدًا

اور اے رسول! اعلان فرما دیجئے کہ میں نہیں جانتا کہ آیا قریب ہے وہ جس کا تم سے وعدہ کیا

جاتا ہے (یعنی قیامت) یا اللہ ٹھہرا دے گا اس کے لئے کوئی ميعاد - (سورۃ حہ ۲۷)۔

اس آیت کا حاصل بھی قریب قریب وہی ہے جو اس سے پہلی پارہ پر۔ کہ وہ آیت کا تھا۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ

اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں

يَقُولُ تَعَالَى أَمْرًا رُسُوهُ أَمَّا هِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ رَسَلْنَا أَنْ يَقُولَ لِلنَّاسِ إِنَّهُ

لَا عِلْمَ لَهُ بِقُرْبِ سَاعَةٍ وَلَا يَدْرِي أَقْرَبُ وَاقْتُمَا أَمْ بَعِيدُ

(ابن کثیر ج ۱ ص ۹۶)

حق تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ آپ، لوگوں سے کہہ دیں کہ

مجھ کو قیامت کے وقت کا علم نہیں اور مجھے خبر نہیں کہ آیا اس کا وقت قریب ہے یا بعید۔

ساتویں آیت سنئے! سورۃ حم سجدہ اور پچیسواں پارہ کی پہلی آیت ہے۔

إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ یعنی اللہ ہی کی طرف حوالہ کیا جاتا ہے قیامت کا علم۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ اسی لَا يَعْلَمُ ذَلِكَ أَحَدٌ سِوَاهُ۔

(ابن کثیر ج ۹ ص ۹۸) یعنی اس کو وقت قیامت کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اور امام رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اِلَیْہِ یُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ هَذِهِ الْكَلِمَةُ تَفْیِدُ الْحَصْرَ اِی لَا یَعْلَمُ دُقَّتِ السَّاعَةُ بِعَیْنِهِ اِلَّا اللّٰهُ الخ یعنی کہ یہ کلمہ (الیه یرد علم الساعة) مفیدِ حصر ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ قیامت کے وقت معین کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

آٹھویں آیت اسی مضمون کی اور سنئے ! سورۃ زخرف میں ارشاد ہے

وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَإِلَیْہِ تُرْجَعُونَ :- یعنی اور اسی کے پاس ہے

قیامت کی خبر اور اس کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے " الزخرف ۸۵ (۸۵)

علامہ معین بن صفی رح اس کی تفسیر میں "جامع البیان" میں لکھتے ہیں (عِنْدَهُ) لَا عِنْدَ غَیْرِہ (وَعِنْدَهُ)

السَّاعَةِ) خدا ہی کے پاس ہے قیامت کا علم نہ اس کے سوا کسی کے پاس۔

ان تمام آیات میں بھی نہایت طرحت کے ساتھ اعلان فرمایا گیا ہے کہ وقت قیامت کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں اور اس عموم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں جس طرح کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے عموم میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مقربین و مرسلین علیہم السلام بھی داخل ہیں۔ اب تک آٹھ آیتیں میں پیش کر چکا ہوں جن میں سے ایک بھی مومن کے لئے کافی ہے۔ اور جن کے دلوں میں ایمان اور قرآن کی عظمت نہ ہو ان کے لئے قرآن پاک کے تیسوں پارے بھی کوئی وزن نہیں رکھتے۔

تمہی دستانِ قسمتِ راجہ سودا ز تہہ سبرِ کامل

کہ خضر از آبِ حیوانِ تشنہ می آرد کسند را

مسلمان بھائیو ! مولوی منظور صاحب نے اپنی تقریر میں ایک نہایت

مولوی حسرت علی صاحب

شرمناک خیانت کی ہے اور وہ خیانت بھی کسی اور کتاب میں نہیں

اللہ تعالیٰ کی کتاب مقدس قرآن مجید میں کی ہے۔ مولوی صاحب نے سورۃ جن کی آیت قُلْ اِنْ اَدْرِحْ

اَقْرَبُیْ مَا تَوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَہٗ رَبِّیْ اَمَدًا :- اس مرتبہ پیش کی ہے، لیکن

بس ادھی آیت پڑھ کر چھوڑ دی۔ کیونکہ اس کے اگلے حصہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بلکہ تمام رسولوں کے لئے علم

غیب اور خاص کر قیامت کا علم ثابت کیا گیا ہے، اس لئے مولوی صاحب اس کو مہضم کر گئے۔

مولوی منظور صاحب ! ویسے تو آپ بڑے سیدھے بنتے ہیں مگر اللہ کے پیارے رسول کا علم گھٹانے کے لئے آپ کو ایسی خیانتیں کرنی خوب آتی ہیں آپ نے لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ تَوْبَرَّحُوا وَانْتُمْ سُكَارَى چھوڑ دیا اَفْتَوْ مُنَوَّنَ بَبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ۔

مسلم نو ! بس اسی سے مولوی صاحب کی عاجزی کا اندازہ کر لو کہ اب جب کہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں رہی تو انہوں نے قرآن میں خیانتیں کرنی شروع کر دیں۔

سنئے ! مولوی صاحب نے جو آیت چھوڑ دی وہ یہ ہے۔

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ

یعنی اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا بجز پسندیدہ اور برگزیدہ رسولوں کے۔

اس سے صاف ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ رسولوں کو علم غیب دیتا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں اور رسولوں میں زیادہ پسندیدہ ہیں۔ لہذا آپ کو ضرور علم غیب عطا ہوا۔ اس سے بڑھ کر حضور کے علم غیب کی اور کیا دلیل ہوگی ؟ اور بعض مفسرین نے اس آیت میں غیب کے لفظ سے خاص قیامت ہی کو مراد لیا ہے تو اس صورت میں اس آیت سے خاص وقت قیامت کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہو جاتا ہے جس کی نفی کے لئے آپ صبح سے زور لگا رہے ہیں۔ سید المفسرین امام المتکلمین مفسر طہنت حضرت امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۳۳۰ میں اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا اِی وَقْتُ وَقُوعِ

الْقِيَامَةِ مِنَ الْغَيْبِ الَّذِي لَا يُظْهِرُهُ اللَّهُ تَعَالَى لِأَحَدٍ

فَإِنْ قِيلَ فَإِذَا احْمَلْتُمْ ذَلِكَ عَلَى الْقِيَامَةِ فَكَيْفَ قَالَ إِلَّا مَنِ

ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ مَعَ أَنَّهُ لَا يُظْهِرُ هَذَا الْغَيْبَ لِأَحَدٍ مِّنْ

رُسُلِهِ قُلْنَا بَلْ يُظْهِرُهُ عِنْدَ الْقُرْبِ مِنْ أَقَامَةِ

الْقِيَامَةِ

یعنی آیت کے معنی یہ ہیں کہ وقت قیامت ان غیبوں میں سے ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ کسی کے لئے ظاہر نہیں کرتا بجز اپنے پسندیدہ رسولوں کے اس پر جو شبہ ہوتا ہے اس کا جواب امام رازیؒ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے قریب اس کی اطلاع دے گا اور اس کے وقت کو ظاہر کر دے گا۔

دیکھئے! جس آیت میں خیانت کر کے آپ نے علم قیامت کی نفی ثابت کی تھی اسی سے امام رازیؒ نے حضورؐ کے لئے بلکہ تمام رسولوں کے لئے قیامت کا علم ثابت کر دیا۔ کہئے! آپ کے نزدیک امام رازیؒ معتبر ہیں یا نہیں؟

اور سنئے! حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عزیزی میں ص ۲۵۵ پر وقت و قیامت اور احکام تکوینیہ و تشریعیہ اور معارف ذات و صفات ربانیہ کو غیب مطلق میں داخل فرمایا۔ اس کے بعد اسی آیت کریمہ **فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَن ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ** کی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں۔

” پس مطلع نہی کند بر غیب خاص خود هیچ کس را بوجہی کہ رفع تلبس و اشتباہ خطا بکلی در او حاصل شود و احتمال خطا و اشتباہ اصلاً نماند مگر کے را کہ پسند می کند و آن کس رسول می باشد خواه از جنس ملک باشد مثل حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام و خواه از جنس بشر مثل حضرت محمد و موسیٰ و عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ و التسلیمات کہ اورا اظہار بر بعضی از غیوب خاصہ خود می فرماید“

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیب خاص پر کسی اس طرح مطلع نہیں فرماتا کہ اس اطلاع میں خطا اور غلطی کا بالکل ازالہ ہو جائے اور خطا و اشتباہ کا احتمال بالکل نہ رہے مگر ایسے شخص کو جس کو اللہ تعالیٰ پسند فرمائے خواہ وہ فرشتوں میں سے ہو جیسے حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام یا انسانوں میں سے ہو جیسے حضرت محمد و موسیٰ و عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کہ ان کو اپنے خاص غیبوں پر مطلع فرما دیتا ہے۔

دیکھئے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیب خاصہ کی بھی اطلاع دیتا ہے اور اس طرح دیتا ہے کہ اس میں کسی قسم کی غلطی اور خطا کا احتمال ہی نہیں رہتا

اور وقت قیامت بھی غیوب خاصہ ہی میں سے ہے۔ پس ثابت ہو کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی اطلاع بھی خدا کے برگزیدہ رسولوں کو دی جاتی ہے۔

اب کہئے کیا شاہ صاحب بھی آپ کے نزدیک نامعتبر ہیں ؟

بھائیو ! یہ ہے حق کا معجزہ ، جو آیت مولوی صاحب نے خیانت کر کے پیش کی تھی اور جس سے یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ میرے حضور کو وقت قیامت کا علم نہیں تھا ، اسی سے ثابت ہو گیا اور میں نے نہیں بلکہ حضرت امام فخر الدین رازی رحمہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ نے ثابت کر دکھایا کہ اللہ تعالیٰ نہ صرف حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلکہ تمام برگزیدہ نبیوں اور رسولوں کو وقت قیامت کی اطلاع دیتا ہے ۔ واللہ اعلم ۔

اور جب ایک آیت سے یہ بات ثابت ہو گئی تو تمام ان آیتوں کو جن میں علم قیامت کا حصر اللہ تعالیٰ میں کیا گیا ہے علم ذاتی پر محمول کرنا پڑے گا تاکہ آیات قرآنیہ میں تعارض نہ ہو۔

اسی واسطے علامہ احمد صاوی اور علامہ اسمعیل آقندمی نے لکھا ہے کہ یہ حصر صرف علم ذاتی اور علم استقلال کے اعتبار سے ہے مگر آپ نے پہلے صاوی کو اور اب اسمعیل جیسے جلیل القدر علامہ کو بھی غیر معتبر ٹھہرا دیا۔ حالانکہ تمام علماء ان کو معتبر مانتے ہوئے آئے ہیں۔ خیر اب میں ایسے ہی حضرات کی عبارتیں پیش کر دوں گا جن کو آپ غیر معتبر نہ کہہ سکیں۔ امام رازی رحمہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ کی عبارتیں میں ابھی پیش کر چکا ہوں۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ علیہ کی ایک عبارت میں نے پہلے پیش کی تھی جس کا آپ کوئی جواب نہیں دے سکے۔ اب حضرت شیخ رحمہ کی دوسری کتاب ”مدارج النبوت“ سے ایک عبارت اور پیش کرتا ہوں۔

شیخ علیہ الرحمۃ مدارج النبوت شریف جلد اول صفحہ ۳ پر وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ کی تفسیر اس طرح فرماتے ہیں۔

”وہ صلی اللہ علیہ وسلم دانا است برہمہ چیز از شیونات ذات و صفات حق و اسماء و افعال و آثار و بحسب علوم ظاہر و باطن و اول و آخر احاطہ نمودہ و مصداق فوق کل ذی علم علیہ شدہ“

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی شانوں اور اس کے اسماء و افعال

اور اس کی نشانیوں کو سب کو جانتے ہیں۔ اور حضورؐ نے ظاہر و باطنِ اول و آخر تمام علوم کا احاطہ فرمایا ہے اور حضورؐ "فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ" کے مصداق ہیں۔

کہنے کیا حضرت شیخ بھی آپ کے نزدیک غیر معتبر ہیں؟ آخر میں ایک عبارت حضرت ملا علی قاریؒ کی اور پیش کرتا ہوں۔ مرقات شریف شرح مشکوٰۃ شریف جلد اول صفحہ ۵۴ میں تحریر فرماتے ہیں۔

اذا تنوّرت الروح القدسیة وازداد نورانیتهما واشراقها بالاعراض
عن ظلمة عالم الحدث وبتجلیة القلب عن صداء الطبیعیة
والمواظبة علی العلم والعمل وفیضان الانوار الالہیة حتی
یقوی النور وینبسط فی فضاء قلبه وتنعکس فیہ النّقوش
المرتسمة فی اللوح المحفوظ ویطلع علی المخبیات الخ
یعنی جب روحِ قدسی منور ہوتی ہے اور تزکیہ قلب و علم و عمل وغیرہ مداومت سے اس کی نورانیت
میں ترقی ہوتی ہے تو اس کے دل کی فضا میں نور ہی نور پھیل جاتا ہے اور پھر لوحِ محفوظ کے نقوش
اس میں منعکس ہوتے ہیں اور اس صاحبِ روحِ قدسی کو مخبیات پر اطلاع ہو جاتی ہے۔

اجی مولوی منظور صاحب! آپ تو خدا کے محبوب سید الاولین و آخرینؑ کے علمِ غیب کے منکر ہیں اور حضرت
ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ تمام ادرّاجِ قدسیہ والوں کے دلوں میں لوحِ محفوظ کا عکس پڑتا ہے اور وہ سب غیب پر مطلع ہوتے
ہیں۔ کہنے! کیا حضرت ملا علی قاریؒ بھی آپ کے نزدیک نامعتبر ہیں۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی (بعد حمد و صلوة) آپ نے اپنی تقریر میں مجھ پر ایک سنگین
الزام یہ لگایا ہے کہ میں نے آیتِ قرآنی پیش کرنے میں نجات

کی ہے اور صرف آدھی آیت پڑھی۔ مجھے تعجب ہے کہ آپ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے کیسی صریح غلط بیانی سے کام
لیتے ہیں۔ میں نے جو آیت سورہ جن کی پڑھی تھی وہ اسی قدر ہے۔ اس کے بعد کی جو آپ نے پیش کی ہے وہ پہلی آیت
کا مکڑا نہیں بلکہ مستقل آیت ہے۔ اگر واقعی آپ کو اس معاملہ میں غلط فہمی ہے تو قرآن مجید دیکھ لیجئے آپ کو معلوم ہو جائے
گا کہ میری پیش کردہ آیت کے آخری لفظ "أَمْ يَجْعَلُ لَهُ رَجًّا أَمَدًا" پر آیت ختم ہے۔

بہر حال یہ آپ کا محض بہتان ہے کہ میں نے پوری آیت نہیں پڑھی۔ اور معاف کیجئے چونکہ آپ خود اس قسم کی مجرمانہ خیانتوں کے عادی ہیں اس لئے دوسروں کو بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ میں انشاء اللہ ابھی بتلاؤں گا کہ آپ نے اپنی تقریر میں کیسی کیسی افسوسناک خیانتیں کی ہیں۔ پہلے اس آیت کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں جو آپ نے اس مرتبہ پیش کی ہے اور جس کو میری پیش کردہ آیت کا ٹکڑا بتلایا ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ

علامہ نسفیؒ اس کی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں

اٰی رَسُوْلًا قَدْ ارْتَضَاہُ لِعِلْمِ بَعْضِ الْغَيْبِ (تفسیر مدارک التنزیل ج ۴ ص ۲۲۷)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس آیت کا مطلب صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا البتہ اپنے برگزیدہ رسولوں کو بعض غیبوں کی اطلاع دے دیتا ہے اور یہ میرے دعوئے کے خلاف نہیں اور آپ کے موافق نہیں کیونکہ آپ کا دعویٰ کل کا ہے۔

دیگر ائمہ مفسرین نے بھی اس آیت کے ذیل میں قریب قریب یہی لکھا ہے میں صرف ایک عبارت علامہ ابوالسعودؒ

کی پیش کرنا چاہتا ہوں إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

اٰی رَسُوْلًا ارْتَضَاہُ لِیُظْہِرَہُ عَلٰی بَعْضِ غُیُوْبِہِ الْمَعْلُوْمَةِ بِرِسَالَتِہِ.....

..... تَعْلُقًا تَامًّا اِمَّا لِکُوْنِہِ مِنْ مَّبَادِئِ رِسَالَتِہِ..... وَاِمَّا لِکُوْنِہِ

مِنْ اَرْکَانِہَا وَاَحْکَامِہَا کَعَامَّةِ التَّکْلِیْفِ الشَّرْعِیَّةِ..... وَاِمَّا

مَا لَا یَتَعَلَّقُ بِہَا عَلٰی اَحَدٍ الْوَحْیٰیْنِ مِنَ الْغُیُوْبِ الَّتِیْ مِنْ جُمْلَتِہَا وَقْتُ

قِیَامِ السَّاعَةِ فَلَا یُظْہِرُ عَلَیْہِ اَحَدًا اَبَدًا (تفسیر ابوالسعود ج ۸ ص ۳۴۳)

دیکھئے اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ آپ کی پیش کردہ آیت میں جن غیبوں پر رسولوں کو مطلع کئے جانے کا ذکر

ہے وہ صرف وہی بعض غیب ہیں جن کا رسالت سے خاص تعلق ہو اور جن غیب کا تعلق رسالت سے نہ ہو جیسے کہ علامہ

ابوالسعودؒ کی تصریح کے مطابق ”علم قیامت“ تو ان پر بھی کسی کو مطلع نہیں کیا جاتا۔

بہر حال حضرات مفسرین کی اس قسم کی تصریحات سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ اس آیت سے انبیاء علیہم السلام

کے لئے کل غیب کی اطلاع ثابت نہیں ہوتی۔ علیٰ ہذا آپ کا یہ دعویٰ بھی بالکل غلط ہے کہ اس آیت سے خاص وقت قیامت کی اطلاع ثابت ہوتی ہے اور اس کی تائید میں آپ نے امام رازیؒ کی جو عبارت پیش کی ہے اس میں صرف یہ ہے کہ قیامت کے بالکل قریب حق تعالیٰ اس کو ظاہر کرے گا۔ اور میری آپ کی بحث اس حیات دنیا کے متعلق ہے اور آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام غیوب حتیٰ کہ قیامت کے وقت خاص کا علم بھی اس دنیا میں حاصل ہو گیا تھا پھر آپ کی یہ کتنی بڑی خیانت ہے کہ امام رازیؒ کی اسی عبارت کا وہ حصہ آپ نے چھوڑ دیا جس سے اصل بحث کے متعلق ان کی رائے معلوم ہوتی ہے۔ آپ کی پیش کردہ عبارت سے صرف ایک سطر پہلے **إِنْ أَدْرِي أَقْرَبُ مَا تَوَعَّدُونَ** کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں **يَعْنِي لَا أَدْرِي وَقْتُ وُجُوعِ الْقِيَامَةِ** یعنی اے رسول! فرما دیجئے کہ قیامت کے آنے کے وقت کو میں نہیں جانتا۔

مولوی صاحب! آپ ایسی صریح خیانت کرتے ہوئے دوسروں پر خیانت کا الزام لگاتے ہو۔

سچہ دلاور است دزدے کہ بجھن چراغ دارد

اسی طرح حضرت شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے بھی آپ نے لوگوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے اس کے آخری الفاظ یہ تھے۔ ”اظہار بر بعضی از غیوب خاصہ خود می فرماید“ آپ نے مطلب بیان کرتے ہوئے ”بعض“ کے لفظ کو بالکل اڑا دیا۔ اور علم غیب کلی ثابت کر ڈالا، پھر اس سے بڑھ کر دلیری آپ نے یہ کہ حضرت شاہ صاحبؒ کی اسی عبارت سے وقت قیامت کا علم بھی آپ نے ثابت کر دیا حالانکہ اس عبارت میں اس کا خفیف سا بھی نشان نہیں۔ بلکہ آپ کی پیش کردہ عبارت سے چند سطر پہلی عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے نزدیک وقت قیامت کا علم حق تعالیٰ نے کسی کو نہیں عطا فرمایا۔ اور پھر اسی ایک جگہ نہیں بلکہ تفسیر عزیزی میں متعدد جگہ اس کی تصریح موجود ہے۔ چنانچہ تفسیر عزیزی پارہ تبارک الذی سورۃ ملک کی تفسیر میں زیر آیت **وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۖ قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۖ**

اور پھر **عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ** سورۃ النافات کی تفسیر میں آیت کریمہ

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرِهَا إِلَىٰ رَبِّكَ مُنْتَهَا

کے ذیل میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت صراحت کے ساتھ اس مسئلہ پر کلام کیا ہے اور پوری وضاحت کے ساتھ بتلایا ہے کہ وقتِ قیامت کا علم حق تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ کسی مخلوق کو نہیں عطا فرمایا۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ انہوں نے وقتِ قیامت کے علم کو آپ کے لئے ثابت کیا ہے۔ حیرت ہے آپ کی دیدہ دلیری پر۔

آپ نے اس مرتبہ حضرت شیخ عبدالحقؒ کی مدارج النبوت کے دیباچہ کی ایک عبارت بھی پیش کی ہے میری طرف سے اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے جن جمیع علوم کا حصول تسلیم کیا گیا ہے وہ وہی ہیں جو حضورؐ کی شان نبوت کے مناسب تھے۔ اور بالفاظ دیگر یوں سمجھئے کہ اس میں استغراق عرفی ہے جو ایسے مواقع پر محاورات میں عام طور پر مستعمل ہوتا ہے اور اس کا قرینہ وہی ہے جو میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ یہی حضرت شیخؒ کا دوسرا موقع پر بعض خاص چیزوں کے متعلق تصریح فرماتے ہیں کہ اُن کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا نہیں فرمایا گیا۔ مثلاً وقتِ قیامت ہی کے متعلق میں اُن کی تصریح ”اشقة اللمعات“ سے پیش کر چکا ہوں کہ۔

”وے تعالیٰ پہنچ کس را لا ملائکہ و رسل برآں اطلاع نہ داده“

اس کے علاوہ بھی ان کی اس قسم کی تصریحات بکثرت پیش کی جاسکتی ہیں اور اگر مجھے موقع ملا تو انشاء اللہ میں آئندہ تقریروں میں ان میں سے کچھ پیش بھی کر دوں گا۔ پس حضرت شیخؒ کی ان تمام عبارتوں میں تطبیق اسی طرح ہو سکتی ہے کہ جہاں جہاں انہوں نے عموم و استغراق کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں ان کو استغراق عرفی پر حمل کیا جائے اور اگر آپ کو یہ بات تسلیم نہیں ہے تو پھر براہِ کرم ”مدارج“ کی اس عبارت کو حضرت شیخؒ کی ان عبارت سے منطبق کر کے دکھلائیے۔

آخر میں آپ نے علامہ قاریؒ کی عبارت بھی پیش کی ہے اور افسوس ہے کہ اس میں آپ نے نہایت افسوسناک خیانت سے کام لیا ہے اور اس عبارت کا وہ ابتدائی حصہ جس میں آپ کے دعویٰ کے صریح خلاف موجود ہے اس کو آپ نے چھوڑ دیا۔ دراصل عبارت یہاں سے شروع ہوتی ہے۔

إِنَّ لِلْغَيْبِ مَبَادِيٍّ وَلَوَاجِقَ فَمَبَادِيهَا لَا يُطْلَعُ عَلَيْهَا مَلَكٌ مُّقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُّرْسَلٌ، وَأَمَّا اللّٰوَجِقُ فَهُوَ مَا أَظْهَرَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى بَعْضِ أَحْبَابِهِ لَوْحَةً عَلَيْهِمْ وَخَرَجَ بِذَلِكَ عَنِ الْغَيْبِ الْمُطْلَقِ وَصَارَ غَيْبًا إِضَافِيًّا وَذَلِكَ إِذَا تَنَوَّرَتِ الرُّوحُ الْقُدُسِيَّةُ الْغ

اس کا مطلب یہ ہوا کہ غیب کے لئے کچھ مبادی ہیں کچھ لواحق ، پس مبادی غیب پر تو کسی فرشتہ مقرب اور
 فرستادہ رسول کو بھی اطلاع نہیں ہوتی ، البتہ لواحق غیب کی اطلاع بعض محبوبانِ خدا کو دے دی جاتی ہے ۔ اس کے
 بعد وہ عبارت ہے جو آپ نے پیش کی ۔ پس اس ابتدائی حصہ میں تصریح کیے کہ مبادی غیب کی اطلاع کسی ملک مقرب اور
 نبی مرسل کو بھی نہیں ہوتی ۔ تو اس ابتدائی حصہ کو چھوڑ کر باقی عبارت کو پیش کر دینا اور اس سے حضرت مصنف رحمہ کے
 خلاف علم غیب کلی ثابت کرنا صریح خیانت اور افسوسناک بددیانتی ہے ۔ حضرت علامہ قاری رحمہ نے تالیف لوگوں
 کی تکفیر کی جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کلی کے قائل ہیں ۔ یہ میرے پاس علامہ کی مشہور کتاب ”شرح شفاء“
 ہے اس کے صفحہ ۴۶۹ پر مسئلہ علم نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی پر کلام کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں ۔

وَالْحَاصِلُ أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يَعْلَمُوا الْمَغِيبَاتِ مِنَ الْأَشْيَاءِ إِلَّا بِمَا
 أَعْلَمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى أَحْيَانًا وَقَدْ صَرَّحَ عُلَمَاءُ وَنَا الْحَنْفِيَّةُ بِتَكْفِيرِ مَنْ
 اعْتَقَدَ أَنَّ النَّبِيَّ يَعْلَمُ الْغَيْبَ بِمُعَارَضَةِ قَوْلِهِ تَعَالَى قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ
 فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ كَذَا فِي الْمَسَائِرَةِ لِابْنِ الْمُبَارَكِ ۔
 یعنی انبیاء علیہم السلام کو غیب کا علم نہیں بجز ان چیزوں کے جو اللہ تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً ان کو بتلائیں
 اور ہمارے علماء حنفیہ نے اس شخص کے کفر کی تصریح کی ہے جو یہ اعتقاد رکھے کہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کو علم غیب ہے ، کیونکہ یہ عقیدہ حق تعالیٰ کے ارشاد قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ
 وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ کے خلاف ہے “

مولوی حشمت علی صاحب ! سنا آپ نے حضرت ملا علی قاری کی زبان سے علماء حنفیہ کا فتویٰ ؟ آپ کا
 مجھ سے یہ بھی مطالبہ تھا کہ عقیدہ علم غیب کلی کا کفر ہونا ثابت کر دو ۔ لیجئے آپ کا وہ مطالبہ بھی پورا ہو گیا ۔

اس کے بعد میں اپنے دلائل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں ۔ آٹھ صاف صریح آیتیں پہلے پیش کر چکا ہوں ۔ نویں آیت

وہی سنئے جو حضرت ملا علی قاری رحمہ نے اپنے فتویٰ کفر میں نقل فرمائی ہے ۔ یعنی

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَشْعُرُونَ

آيَاتٌ مُبِينَاتٌ (۱۱۱) (۶۵)

یعنی اے رسول! فرما دیجئے کہ زمین اور آسمانوں کے رہنے والوں میں سے کوئی غیب کو نہیں جانتا
سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ اور ان کو معلوم نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔

علامہ علی بن محمد خازنؒ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

الْمَعْنَى أَنَّ اللَّهَ هُوَ الَّذِي يَعْلَمُ الْغَيْبَ وَحْدَهُ وَيَعْلَمُ مَتَى تَقُومُ
السَّاعَةُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ (يَعْنِي أَنَّ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَ
هُمْ الْمَلَائِكَةُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَهُمْ بَنُو آدَمَ لَا يَعْلَمُونَ مَتَى يُبْعَثُونَ)
وَاللَّهُ تَعَالَى تَفَرَّدَ بِعِلْمِ ذَلِكَ -

مطلب یہ ہوا کہ بس اللہ تعالیٰ ہی کل غیب کا علم رکھتا ہے اور اسی کو معلوم ہے کہ قیامت کب آئے
گی اور آسمانوں میں رہنے والے فرشتے اور زمین میں بسنے والے بنی آدم اس کو نہیں جانتے اور بس تنہا
اللہ تعالیٰ ہی کو اس کا علم ہے۔

اس آیت سے بیک وقت دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ غیب کا علم کلی حق تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں اور دوسرے
یہ کہ وقت قیامت کی خبر کسی فرشتے اور کسی فرزند آدم کو نہیں۔

اس کے بعد دوسری آیت اور سنئے۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسِمُهَا فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرِهَا إِلَىٰ رَبِّكَ
مُنْتَهَاهَا - یعنی اے رسول! آپ سے یہ لوگ سوال کرتے ہیں قیامت کے متعلق کہ کب ہے اس
کا آنا۔ آپ کو اس کے ذکر سے کیا سر و کار، آپ کے پروردگار ہی کی طرف ہے اس کی انتہا۔ ناخر ما دلہ
اس کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اِی لَیْسَ عِلْمُهَا إِلَیْكَ وَلَا إِلَىٰ أَحَدٍ
مِّنَ الْخَلْقِ - یعنی اس کا علم اے رسول نہ آپ کو ہے اور ہماری کسی اور مخلوق کو۔

اور علامہ بغویؒ معالم التنزیل میں فِیْمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرِهَا کی تفسیر میں فرماتے ہیں اِی لَا تَعْلَمُهَا
یعنی اے ہمارے رسول! آپ اس کو نہیں جانتے۔

آٹھ پہلی اور دویہ ان دسویں آیتوں سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وقت قیامت کا علم حق تعالیٰ نے کسی کو

نہیں عطا فرمایا اور صرف اپنے لئے خاص کر رکھا ہے۔ پھر ائمہ مفسرین کی عبارات میں نے اب تک ان آیات کی تفسیر و تشریح میں پیش کی ہیں ان سب نے بھی اُن کا یہی مطلب سمجھا ہے۔ پس میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان تمام چیزوں کے معلوم ہو جانے کے بعد ایک باایمان شخص کس طرح اس کے خلاف عقیدہ رکھ سکتا ہے۔

حضرات گرامی ! آپ نے دیکھا مولوی منظور صاحب نے سورہ جن
مولوی حسنت علی صاحب

کی ایک آیت پیش کی اور اس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضور

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت قیامت کا علم نہیں تھا مگر اس کے ساتھ کی دوسری آیت جس میں صاف مذکور تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو علم غیب دیتا ہے، اس کو آپ اڑا گئے، جب میں نے مولوی صاحب کی گرفت کی اور ان کی خیانت ثابت کی تو وہ کہتے ہیں کہ چونکہ یہاں سے دوسری آیت شروع ہوتی ہے اس لئے خیانت نہیں ہوئی۔

اے مولوی صاحب ! دوسری آیت شروع ہوتی ہو یا تفسیری آیت جب مضمون مسلسل ہے اور پھر آپ نے

اس میں سے آدھا پیش کیا اور آدھے کو اپنے خلاف دیکھ کر ہضم کر لیا تو خیانت ہو گئی۔ اور خیانت کس کا نام ہے ؟

آپ کہتے ہیں کہ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا میں بعض غیب مراد ہے اس کی آپ کے

پاس کیا دلیل ہے ؟ قرآن میں اپنی رائے سے پیوند لگاتے ہو، کیا یہ حدیث نہیں پڑھی مَنْ فَسَّرَ الْقُرْآنَ

بِالرَّأْيِ فَلْيَتَّبِعْهُ مَقْعَدُ مِنَ النَّارِ جو اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔

اور اگر بعض اس سے بعض ہی غیب مراد لئے سبائیں تو بھی چونکہ اس سے پہلی آیت میں وقت قیامت کا ذکر ہے

اس لئے اس سے یہی خاص غیب یعنی وقت قیامت مراد ہوگا اور اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس خاص

غیب یعنی وقت قیامت کا جاننے والا ہے اور وہ اپنے برگزیدہ اور پسندیدہ رسولوں کے سوا کسی اور کو اس کی اطلاع نہیں

دیتا۔ تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ رسولوں کو اس کی اطلاع دی جاتی ہے اور اس صورت میں بھی یہ آیت آپ کے خلاف ہوگی۔

الغرض اگر آیت میں غیب سے کل غیب مراد لیا جائے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کلی ثابت

ہوگا۔ اور اگر بعض غیب مراد لیا جائے تو چونکہ پہلی آیت میں وقت قیامت کا ذکر تھا اس لئے وہی مراد ہوگا اور اس

صورت میں اس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وقت قیامت کا علم ثابت ہوگا۔ غرض یہ آیت ہر حال میں

آپ کے خلاف حجتہ قاطعہ ہے اور قریب قریب اسی مضمون کی ایک اور آیت یہ ہے۔

مَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهِ
مَنْ يَّشَاءُ - آل عمران ۳، ۱۷۹

یعنی اللہ اس لئے نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب پر مطلع کرے لیکن وہ اپنے رسولوں میں سے جس کو
چاہتا ہے اس بات کے لئے چن لیتا ہے تو اسے غیب پر مطلع فرماتا ہے =

اس آیت سے بھی صاف معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ اپنے پسندیدہ اور پسندیدہ رسولوں کو غیب پر مطلع کرتا ہے۔ اور
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے مقرب اور سب سے زیادہ پسندیدہ رسول ہیں تو ضرور آپ کو علم غیب دیا گیا جھوٹ
کے علم غیب کے لئے اس سے زیادہ صاف اور روشن دلیل اور کیا ہو سکتی ہے لیکن محبت کی آنکھ چاہئے، دشمنوں کو
تو ہر کمال بھی عیب نظر آتا ہے۔

میں نے حضرت شیخ محقق (محدث) دہلویؒ کی عبارت مدارج شریف سے پیش کی تھی، آپ فرماتے ہیں کہ اس میں
استغراق عرفی ہے۔ بہت خوب! حضرت شیخؒ تو صاف فرماتے ہیں کہ ”بجميع علوم ظاہر و باطن و اول و آخر احاطہ
نمودہ“، اور آپ فرماتے ہیں کہ یہ استغراق حقیقی نہیں بلکہ عرفی ہے۔ اگر ایسا ہی جواب دینا ہے تو میری سب پیش کردہ
آیتوں اور حدیثوں کے متعلق یہی کہہ دیجئے کہ ان میں استغراق عرفی ہے۔

یہجے میں حضرت شیخ محققؒ کی ایک عبارت اور اسی مدارج سے پیش کرتا ہوں۔ اس کے صفحہ ۱۶۵ پر ہے۔
” ہرچہ در دنیا است از زمان آدم تا نفعہ اولی بروی صلی اللہ علیہ وسلم منکشف ساختہ تا احوال
ہمہ را از اول تا آخر معلوم کرد “

یعنی آدم علیہ السلام کے زمانہ سے نفع صورت تک جو کچھ ہے سب حضور پر منکشف فرما دیا یہاں تک کہ حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام مخلوق کے حالات معلوم ہو گئے۔

دیکھتے حضرت شیخؒ نے کیسے کھلے لفظوں میں حضورؐ کے لئے جمیع ماکان و مایکون کا علم ثابت کیا ہے کیا اس کو بھی
آپ استغراق عرفی کہیں گے؟

آپ نے اس مرتبہ شرح شفاء شریف سے حضرت ملا علی قاریؒ کی ایک عبارت پیش کی ہے اور اس سے آپ نے
لوگوں کو یہ دھوکا دینا چاہا ہے کہ علامہ علی قاریؒ کے نزدیک وہ لوگ (معاذ اللہ) کافر ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق

علم غیب کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

ارے مولوی صاحب ! یہ مولویت اور یہ دھوکہ بازی ! آپ کو شرم نہیں آتی ۔ علامہ علی قاری نے تو اس عبارت میں ان لوگوں کی تکفیر کی ہے جو حضور کے لئے بلا تعلیم خداوندی یعنی ذاتی طور پر علم غیب مانتے ہیں ۔ دیکھئے اس کا پہلا ہی جملہ یہ ہے **إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يَعْلَمُوا الْغَيْبَاتِ إِلَّا بِمَا عَلَّمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى** یعنی انبیاء غیب نہیں جانتے ، مگر وہ جو انہیں اللہ تعالیٰ نے بتلادیا ۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ خود ملا علی قاری کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے انبیاء علیہم السلام کو علم غیب ہوتا ہے تو کیا اس عقیدہ کو کفر کہہ کے ملا علی قاری نے خود اپنی تکفیر کی ہے ۔ ذرا کچھ سوچ سمجھ کر تو بات کہا کرو ۔ بہر حال ملا علی قاری کی اس عبارت میں علم غیب ذاتی کا عقیدہ رکھنے والوں کی تکفیر کی گئی ہے اور بے شک ہم بھی اس کو کفر سمجھتے ہیں الغرض آپ نے یہ عبارت پیش کر کے مسلمانوں کو صریح دھوکا دیا ۔

لیجئے اسی شرح شفاء شریف کی ایک عبارت میں پیش کرتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ حضرت ملا علی قاری کا عقیدہ اس بارے میں کیا ہے ۔ ص ۱۱۷ جلد دوم میں تحریر فرماتے ہیں ۔

لَا تَزُوَحُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَاضِرَةً فِي مَيُوتِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ :

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مسلمان کے گھر میں تشریف فرما ہیں ۔

مولوی صاحب ! دیکھا آپ نے یہ بے حضور کے متعلق حضرت ملا علی قاری کا عقیدہ ۔ بتلایئے جب حضور ہر جگہ اور ہر گھر میں ہوں گے تو آپ کو سب کچھ معلوم ہوگا یا نہیں ؟ اور آپ عالم کل ہوں گے یا نہیں ؟ مولوی صاحب ! آپ کو شرح شفاء شریف میں یہ عبارت نظر نہیں آتی ؟

(اس کے بعد مولوی حسنت علی صاحب نے مولانا نعمانی کی پیش کردہ نویں اور دسویں آیت کے متعلق وہی ذاتی اور عطائی کی بحث کی جو اس سے پہلے تقریریں میں مکرر کر آچکی ہے ۔ ہم اس کا اعادہ فضول سمجھتے ہیں اور اسی پر مولوی حسنت علی صاحب کی تقریر ختم ہو گئی ۔ مرتب غفرلہ)

مولانا محمد منظور صاحب نعمانی آپ نے اپنی پچھلی تقریر میں مجھ پر آیت قرآنی میں خیانت کرنے کا ہوا الزام لگایا تھا الحمد للہ میں دلائل کی روشنی میں اس کا افتراء محض اور بہتان خالص

ہونا ثابت کر چکا ہوں۔ آپ نے اس سلسلے میں میری کسی دلیل کو ہاتھ نہیں لگایا۔ اور آپ نے اسی غلط الزام کو اس تقریر میں پھر دہرا دیا ہے۔ میں حاضرین کرام سے یہ درخواست کروں گا کہ وہ غور و فکر سے کام لیں اور انصاف کریں۔ چونکہ مجھے ابھی بہت سی باتیں عرض کرنی ہیں اس لئے اب میں کسی مضمون کو بار بار بیان نہیں کر سکتا۔

آپ نے جو اہمیت کریمہ سورہ جن کی پیش کی تھی (یعنی لَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا) (الایۃ) میں نے علامہ نسفیؒ اور علامہ ابوالسعودؒ کی تصریحات سے ثابت کیا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسولوں کو بھی بعض غیب کی اطلاع دیتا ہے۔ اور اس لئے اس آیت سے علم غیب کلی پر استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

اس کے جواب میں آپ نے فرمایا ہے کہ یہ تفسیر بالرائے ہے اور اپنی طرف سے قرآن میں پونہ لگانا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ آپ کا یہ اعتراض مجھ پر ہے یا ان ائمہ مفسرین پر جنہوں نے اس آیت کا مطلب یہ بیان کیا۔ اگر آپ علامہ نسفیؒ اور علامہ ابوالسعودؒ کی تفسیروں کو تفسیر بالرائے سمجھتے ہیں اور ان کو

مَنْ فَسَّرَ الْقُرْآنَ بِالرَّأْيِ فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ ۔

کا مصداق ٹھہراتے ہیں تو پھر حباتِ کمر کے صاف صاف کہئے تاکہ آپ کے بلانے والوں کو بھی آپ کا مسک اور عندیہ معلوم ہو جائے۔

آپ نے اپنی اس تقریر میں اسی مضمون کی ایک دوسری آیت وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهِ مَنْ يَّشَاءُ بھی پیش کی ہے۔ حالانکہ حضرات مفسرین نے اس کی تفسیر میں بھی ”بعض غیب“ کی تصریح فرمائی ہے۔ علامہ بغویؒ اپنی تفسیر معالم التنزیل میں ارقام فرماتے ہیں۔ (وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهِ مَنْ يَّشَاءُ) فَيُظْلِعُهُ عَلَى بَعْضِ عِلْمِ الْغَيْبِ ۔ اور قاضی بیضاویؒ اسی موقع پر لکھتے ہیں لَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيْ لِرِسَالَتِهِ مَنْ يَّشَاءُ فَيُؤَيِّدُ الْيُسْرَى وَيُخْبِرُ بِبَعْضِ الْمَغْشِيَّاتِ ۔

ان تصریحات کے مطابق آیت سے صرف یہ ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ اپنے رسولوں کو بعض مغیبات کی اطلاع دیتا ہے اور اس پر ہمارا ایمان ہے، بے شک حق تعالیٰ نے اپنے تمام انبیاء کو بالخصوص سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو لاکھوں کروڑوں غیب کی چیزیں بذریعہ وحی بتلائی تھیں لیکن یہ غلط ہے کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام غیب غیر قنا ہیہ

کا علم عطا فرمایا ہو۔

بہر حال آپ کی پیش کردہ یہ آیت بھی پہلی آیتوں کی طرح آپ کے دعویٰ کی دلیل نہیں بن سکتی۔
دیکھتے پہلے کی طرح یہ نہ کہہ دیجئے گا کہ یہ ”بعض“ کا پیوند تو نے کہاں سے لگا دیا؟ اور یہ تفسیر بالرائے کیونکہ
میں نے جو مطلب بیان کیا ہے وہ علامہ لغویؒ اور قاضی بیضاویؒ کا بیان کردہ ہے اور ان کی تفاسیر کے معتبر ہونے سے
آپ بھی انکار نہیں کر سکتے۔ پھر یہی مطلب دوسرے مفسرین نے بھی بیان کیا۔ میں نے بقصد انحصار ان دو کا حوالہ
دیا ہے۔

آپ نے اپنی اس تقریر میں مدارج النبوت کی جو نئی عبارت پیش کی ہے بے شک اس کے متعلق بھی میرا جواب
یہی ہے کہ اس میں بھی استغراق عرفی ہی مراد ہے۔ میں تو عرض کر چکا کہ حضرت شیخ دہلویؒ کی اس قسم کی تمام عبارتوں
میں استغراق عرفی ہی ہے کیونکہ بعض خاص خاص اشیاء کے متعلق وہ اپنی کتابوں میں تصریح فرماتے ہیں کہ ان کا علم رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا نہیں ہوا۔ چنانچہ وقت قیامت کے متعلق ان کی ایک تصریح میں اپنی پہلی تقریروں میں پیش
بھی کر چکا ہوں۔ اب ایک اور فیصلہ عبارت ”اشقة اللغات“ ہی سے اور پیش کرتا ہوں۔ حضرت شیخ ابن صیاد
کے بارے میں اپنا قول فیصل یہ لکھتے ہیں۔

”باجملہ حال دے مبہم است و در این باب بر آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی نہ شدہ و حال دے
مبہم داشتند“

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت شیخؒ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن صیاد کے معاملہ میں وحی
نہیں ہوئی اور اس کا حال مبہم رکھا گیا۔ حضرت شیخؒ کی اس صاف اور واضح تصریح کے ہوتے ہوئے اس کا احتمال بھی نہیں
رہتا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کلی کے قائل ہوں۔ پس یہ اور اس جیسی ان کی دوسری عبارات
اس بات کا زبردست قرینہ ہیں کہ حضرت شیخؒ نے جہاں کہیں اس بارے میں عموم و استغراق کے لفظ لکھے ہیں وہاں ان
کی مراد استغراق عرفی ہے جو ایسے مواقع میں عام طور پر استعمال ہوتا ہے۔

میں نے اپنی پچھلی تقریر میں علامہ ملا علی قاریؒ کی شرح شفاء سے جو عبارت پیش کی تھی جس میں انہوں نے
ایسے لوگوں کی تکفیر فقہاء حنفیہ سے نقل کی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جمیع منغیبات کا علم مانتے ہیں۔ اس کے

جواب میں بھی آپ نے وہی عجیب بات فرمائی کہ وہ تحفہ صرف ذاتی علم ماننے والوں کی ہے حالانکہ اس میں اس کا کوئی ملکا سا اشارہ بھی نہیں ہے۔ پھر آپ نے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ اس علم غیب کی کے عقیدہ میں علامہ علی قاریؒ بھی آپ کے ہمنوا ہیں۔ شرح شفاء سے ایک محرف عبارت بھی پیش کی۔ میں اس کے متعلق تحقیقی جواب ”ادری“ کے منظرہ میں دے چکا ہوں۔ لیکن اس وقت بحث کو مختصر کرنے کے لئے اس عبارت کو صحیح فرض کر کے میں کہتا ہوں کہ اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ ہر مسلمان کے گھر میں حضورؐ کی روح اقدس ہے اور اس سے زیادہ سے زیادہ یہی نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ حضورؐ کو مسلمانوں کی خانگی باتوں کا علم ہوتا ہے۔ اور آپ کا دعویٰ اس سے بہت زیادہ عام ہے۔ آپ تو اس کے مدعی ہیں کہ حضورؐ کو تمام انسانوں بلکہ تمام حیوانوں حتیٰ کہ زمین کے کیڑوں مکوڑوں، سمندر کی مچھلیوں اور مینڈکوں، فضائی ذروں بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں تک غرض عالم علوی و سفلی بلکہ تمام عالمین کے متعلق علم تفصیلی کلی محیط حاصل ہے اور گویا مقداری حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم، علم باری تعالیٰ کے مساوی ہے۔ تو شرح شفاء کی اس عبارت سے آپ کا یہ طویل و عربیٰ دعویٰ کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ اگر غور کیا جائے تو روح مقدس کے اسلامی گھرانوں میں موجود ہونے سے تمام مسلمانوں کے تمام حالات کا معلوم ہونا بھی لازم نہیں آتا۔ بس زیادہ سے زیادہ ان واقعات کا علم ثابت ہو سکتا ہے جو گھروں کے اندر پیش آئیں، اور کجایہ محدود دائرہ اور کہاں وہ غیر متناہی وسعت۔

الغرض اگر آپ کی پیش کردہ شرح شفاء کی عبارت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو اس سے آپ کے دعویٰ کا دسواں، بیسواں بلکہ ہزارواں اور لاکھواں جزیرہ بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔

میرا یہ جواب تو برہنہ تسلیم ہے۔ اور اصل حقیقت وہی ہے جو میں آپ کو ”ادری“ کے منظرہ میں بتلا چکا ہوں کہ درحقیقت یہاں مطبوعہ نسخہ کی غلطی ہے ورنہ اصل عبارت غالباً اس طرح ہوگی۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَاضِرَةٌ فِي بُيُوتِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ اس کے بعد بحث ہی ختم ہو جاتی ہے۔

یہ تو آپ کی پیش کردہ عبارت کا جواب ہوا۔ اب ذرا انہی علامہ علی قاریؒ کی ایک بصیرت افروز اور فیصلہ کن عبارت اور بھی سن لیجئے جس میں انہوں نے نہایت صفائی کے ساتھ ایسے لوگوں کے کفر پر امت کا اجماع نقل کیا ہے جو حضورؐ کے لئے علم کلی کے قائل ہوں اور علم نبوی اور علم الہی کو کمیت اور مقدار کے لحاظ سے برابر مانتے ہوں جیسا کہ اس وقت آپ کا دعویٰ ہے۔

سنئے علامہ ممدوح ؒ اپنی مشہور کتاب موضوعات کبیر میں اسی مسئلہ پر کلام کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

وَمَنْ اَعْتَقَدَ تَسْوِيَةَ عِلْمِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ يَكْفُرُ اِجْمَاعًا كَمَا لَا يَحْتَفِیْ

یعنی جو شخص علم الہی اور علم نبویؐ کی برابری کا عقیدہ رکھے وہ بالاجماع کافر ہے۔

کئے مولوی صاحب ! کیا یہی علامہ علی قاری ؒ عقیدہ علم غیب کے بارے میں آپ کے موافق ہیں ؟

لیجئے آپ فتویٰ کفر کا بھی مطالبہ کر رہے تھے ، علامہ علی قاری ؒ نے آپ سب لوگوں پر اجماعی کفر کا حکم لگا کر آپ کی اس خواہش کو بھی پورا کر دیا۔ یہاں تک تو آپ کی تقریر کا جواب تھا اب میں پھر اپنے دلائل کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

پچھلی تقریروں میں میں دس آیتیں اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کر چکا ہوں ، ان سب سے قطعی اور

صریحی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت قیامت کا علم عطا نہیں فرمایا گیا تھا۔ ان تمام آیات کی

تفسیر میں ائمہ مفسرین ؒ سے پیش کر چکا ہوں اور جو کچھ تاویل میں آپ نے ان کی کیں ان سب کے جوابات بھی مجد اللہ سے

چکا ہوں جن کے اعادہ کی حاجت نہیں۔

اب میں مزید تائید کے لئے چند حدیثیں بھی اس مضمون کی پیش کرتا ہوں۔

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ بِشَهْرٍ

تَسْأَلُونِي عَنِ السَّاعَةِ وَإِنَّمَا عَلِمَهَا عِنْدَ اللَّهِ أَحَدِيْثٌ

یعنی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات شریف سے صرف ایک مہینہ پیشتر فرماتے ہوئے سنا کہ تم

مجھ سے وقت قیامت کے متعلق سوال کرتے ہو حالانکہ اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

حضرت شیخ عبدالحی دہلوی ؒ اس حدیث کی شرح فرماتے ہوئے ”اشعۃ اللمعات“ میں ارقام فرماتے ہیں۔

و یعنی از وقت وقوع قیامت کبریٰ می پرسید آن خود معلوم من نیست و آن را جز خدا تعالیٰ

ندانند “ (اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۳۷)

یعنی حضور کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ لوگو ! تم مجھ سے قیامت کبریٰ کا وقت پوچھتے ہو ، پوچھنا چاہتے

ہو حالانکہ وہ خود مجھے معلوم نہیں اور اس کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔

ایک اور حدیث سنئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلِمَهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّمَهَا
لَوْ قَتَمَا إِلَّا هُوَ۔

یعنی حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے وقتِ قیامت کا سوال کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس
کا علم میرے خدا کو ہے الخ

اس حدیث کو امام احمدؒ کی روایت سے ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں نقل کیا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۷۴)

اس مضمون کی اور بھی بکثرت احادیث ملتی ہیں لیکن وقت میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے میں ان کو اس وقت پیش

نہیں کر سکتا۔ صرف ایک حدیث پاک اور پیش کرتا ہوں۔ اور وہ اس مسئلہ میں میری آخری حجت ہے۔

”مسند احمد“ وغیرہ کتب حدیث میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

بیان فرمایا کہ شبِ معراج میں میری ملاقات حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت عیسیٰ روح اللہ (علیہم

الصلوة والسلام) سے ہوئی۔ اور ہم سب ایک جگہ جمع ہو گئے اور قیامت کا ذکر چھڑ گیا۔ پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے

دریافت کیا گیا، آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کے وقت کا علم نہیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا گیا، آپ نے بھی فرمایا

کہ مجھے معلوم نہیں۔ اس کے بعد جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی باری آئی تو آپ نے فرمایا اَمَّا وَجِبَتْهَا فَلَا يَعْلَمُ

بِمَا أَحَدٌ إِلَّا اللَّهُ یعنی قیامت کے آنے کے وقت کی خبر تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی نہیں۔ (مسند احمد ص ۵۳۵ ج ۱)

حضرت مسیح علیہ السلام کے اس فیصلہ کن جواب کی کسی نے تردید نہیں کی بلکہ اسی پر اجماع اور اتفاق ہو گیا۔ اس

سے ثابت ہوا کہ وقتِ قیامت کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہ ہونا خدا کے تمام اولو العزم اور مقدس رسولوں کا اجماعی مسئلہ ہے

اور اس سے اختلاف کرنا گویا اللہ کے ان تمام جلیل القدر اور اولو العزم رسولوں سے اختلاف کرنا ہے وَالْعِيَاذُ بِاللَّهِ

رَبِّ الْعَالَمِينَ وَمَنْ لَّمْ يُجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَالَهُ مِنْ نُورٍ۔

آیاتِ قرآنی، احادیثِ نبویؐ اور پھر بعض صحابہؓ و تابعینؓ اور ائمہ مفسرینؒ کے ارشادات تو بھلا اللہ میں بقدر

کافی پیش کر چکا۔ اب آخر میں ایک ایسی ہستی کا ارشاد آپ کے سامنے رکھتا ہوں جس سے عقیدت کے آپ حضرات بہت

زیادہ مدعی ہیں۔ اور وہ ہستی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ سنئے! اور بگوش ہوش سنئے!

حضرت مہدوح اپنی مبارک تصنیف غنیۃ الطالبین میں ارشاد فرماتے ہیں۔

كُلُّ مَا فِي الْقُرْآنِ وَمَا أَدْرَاكَ فَقَدْ أَعْلَمَهُ اللَّهُ إِيَّاهُ وَمَا فِيهِ
وَمَا يُدْرِيكَ فَلَمْ يُدْرِهِ وَلَمْ يُطْلَعْ عَلَيْهِ كَقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمَا يُدْرِيكَ
لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا وَمَا يَتَّبِعُنَ لَهُ وَقْتُهَا ۔

(غنیۃ الطالبین مطبوعہ لاہور ص ۷۲)

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جن چیزوں کے متعلق قرآن پاک میں حق تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے وَمَا أَدْرَاكَ فرمایا ہے اس کا علم آپ کو دے دیا ہے اور جن چیزوں کے متعلق وَمَا يُدْرِيكَ فرمایا ہے ان کی اطلاع حضور کو نہیں دی ہے جیسے کہ قیامت کے متعلق فرمایا وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا وقت معلوم نہیں ہوا ۔

حضرت شیخ جیلانی علیہ الرحمۃ و قدس سرہ کی یہ صاف و صریح عبارت پیش کرنے کے بعد میں آپ سے کہتا ہوں کہ اگر قرآنی آیات اور احادیث نبویہ سے آپ کی تشفی نہیں ہو سکتی تو حضرت غوث اعظمؒ کے ارشاد سے ہدایت حاصل کیجئے ۔

اگرچہ اس کے بعد ضرورت باقی نہیں رہتی مگر میں اتمام حجت کو آخری حد تک پہنچانے کے لئے ایک چیز اور پیش کرتا ہوں ۔ پیر مہر علی شاہ صاحب پنجاب کے موجودہ مشائخ میں ایک اقیانوسِ شان رکھتے ہیں ۔ اور میں نے سنا ہے کہ جن حضرات نے آپ کو یہاں مناظرہ کے لئے بلایا ہے وہ بھی ان کو اپنا مقصد امانتے ہیں اور غالباً آپ بھی ان کی جلالتِ قدر سے اس وقت انکار نہیں کر سکتے ہیں وہ اپنی کتاب ”شمس البدر“ میں مرزا قادیانی کے اس دعوے کو رد کرتے ہوئے کہ ”قیامت سات ہزار سال پر آوے گی“ ارقام فرماتے ہیں۔

وہ اور یہ جو لکھا ہے کہ قیامت سات ہزار سال سے پہلے نہیں آ سکتی ، میں کہتا ہوں کہ یہ سات ہزار سال کی تحدید جو آپ نے لگائی ہے یہ منافی ہے لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ کے اور انہی احادیث کے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لاعلیٰ بیان فرمائی ” (رسالہ شمس البدر ص ۹)“

آپ اپنی جوابی تقریر میں اب ذرا یہ بھی فرمادیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور پیر مہر علی شاہ صاحب کی ان تصریحات کے بعد ان کے متعلق کیا فتویٰ ہے ۔ بتینوا و تو جروا ۔ ۹

مولوی حسرت علی صاحب آپ نے اس مرتبہ بڑے ناز کے ساتھ حضرت شیخ محقق دہلوی رحمہ کی عبارت ایک اور پیش کی ہے ۔ مگر فی الحقیقت آپ نے حضرت شیخ

کا نام لے کر مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے ۔ اس عبارت میں یہ کہاں ہے کہ ابن صیاد کا حال حضورؐ کو معلوم نہیں تھا ۔ حضرت شیخ کا مطلب تو صرف یہ ہے کہ ہم مسلمانوں پر اس کا حال مبہم ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اس کے بارے میں وحی نہیں ہوئی لیکن اس سے تو صرف علم بالوحی کی نفی ہوتی ہے نہ کہ مطلق علم کی ۔ حضورؐ کو اللہ تعالیٰ نے وحی کے علاوہ اور جو ذرائع علم عطا فرمائے تھے مثلاً مشاہدہ وغیرہ ان کے ذریعہ سے حضورؐ کو ابن صیاد کا حال بھی معلوم تھا ۔ ہاں اس کے بارے میں آپ پر وحی نہیں ہوئی ۔ تو وحی نہ ہونے سے علم نہ ہونا کیسے ثابت ہو سکتا ہے کیا جن لوگوں کو وحی نہیں ہوتی ان کو کسی بات کا علم ہی نہیں ہوتا ؟

بہر حال یہ آپ کا حضرت شیخ پر افتراء ہے کہ ان کے نزدیک حضورؐ کو ابن صیاد کا حال معلوم نہ تھا وہ ایسا کیسے لکھ سکتے ہیں وہ تو خود اسی اشعۃ اللمعات میں عَلِمْتُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ والی حدیث کے تحت میں فرما چکے ہیں ” پس دانستم ہرچہ بود در آسمانها وزمینها “ تو کیا ابن صیاد زمین و آسمان سے باہر کی چیز ہے ؟ اور پھر زمین و آسمان کا کیا ذکر حضرت شیخ کا عقیدہ تو یہ ہے کہ

” ہرچہ در دنیا است از زمان آدم تا نفعہ اولے بروے صلی اللہ علیہ وسلم منکشف ساختند تا احوال ہمدرا از اول تا آخر معلوم کرد “

یعنی زمانہ آفرینش آدمؑ سے قیامت تک جو کچھ ہو گا وہ سب اللہ تعالیٰ نے حضورؐ پر کھول دیا اور حضورؐ نے اول سے آخر تک اس سب کو جان لیا ۔

بتلایئے کیا ابن صیاد زمانہ آدمؑ سے قیامت تک کے درمیان ہی کی ایک مخلوق نہیں ہے ؟ اگر ہے اور ضرور ہے تو حضرت شیخ کی ان عبارات سے حضورؐ کے لئے اس کا علم بھی ثابت ہوتا ہے ۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ شیخ مدوحؐ حضورؐ کے لئے اس کے علم کے حصول سے انکار کریں ۔ لہذا حضرت شیخ کی عبارت کا مطلب وہی ہو سکتا ہے جو میں نے بتلایا یعنی یہ کہ

اگرچہ حضور کو وحی سے ابن صیاد کا حال نہیں معلوم ہوا لیکن دوسرے ذرائع سے معلوم ہو گیا تھا اگر یہ مطلب نہ لیا جائے تو پھر حضرت شیخ کی عبارات میں تخالف و تناقض ہو جائے گا۔

میں نے شرح شفاء کی جو عبارت اپنے استاد لال میں پیش کی تھی جس میں حضرت ملا علی قاری نے حضور کے حاضر و ناظر ہونے کی تصریح فرمائی ہے اس کے متعلق یہاں بھی آپ نے وہی لغو اور مضحکہ خیز بات کہی ہے کہ یہ چھپے ہوئے نسخہ کی غلطی ہے اور اصل عبارت میں لَا اِلٰهَ اِلَّا رُوْحُهٗ ہے حالانکہ میں اور می میں آپ کے اس جواب کو مردود کر چکا تھا۔ میں نے وہاں کہا تھا اور اب پھر کہتا ہوں کہ اس طرح تو ہر نفی کو مثبت اور ہر مثبت کو منفی بنایا جا سکتا ہے آپ کی یہ بات جب قابل سماعت ہو سکتی ہے کہ آپ کسی نسخہ میں لَا کا ہونا ثابت کر دیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ شرح شفاء کے کسی نسخے میں بھی اس جگہ لَا نہیں ہے اور عبارت کا سیاق بھی یہی بتلاتا ہے کہ اس جگہ لَا کا لفظ نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر بفرض وہاں لَا ہوتا تو بکل ہونا ضروری تھا اور عبارت اس طرح ہونی چاہئے تھی کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا رُوْحُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاضِرٌ فِيْ بُيُوْتِ اَهْلِ الْاِسْلَامِ بَلْ اِلَّا النّٰحِ پس جب کہ آخر میں ”بَل“ نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ شروع میں لَا بھی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ جو آپ نے یہ کہا کہ اس سے پورا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا تو جتنا ثابت ہوتا ہے پہلے آپ اسے اقرار کر لیجئے، باقی ہم دوسرے دلائل سے ثابت کر دیں گے۔

آپ نے اس مرتبہ بڑے زور کے ساتھ موضوعات کبیر کی عبارت پیش کی ہے۔ مولوی صاحب ! ایسی بے خبری سے مناظرہ کرتے ہو ؟ یہ بھی خبر نہیں کہ وہ عبارت خود ملا علی قاری کی یا انہوں نے اور کسی کی نقل کی ہے۔ وہ عبارت درحقیقت ابن قیمؒ بد مذہب کی ہے۔ اس موقع پر حضرت ملا علی قاریؒ نے اس کا طویل کلام نقل کیا ہے اور اس کا قول ہم رجحت نہیں وہ نہایت بد مذہب تھا خَذَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَاَحْلَلَهُ عَلٰی عِلْمِہٖ کیا اسی گمراہ بد مذہب کے قول سے آپ ہم پر رجحت قائم کرتے ہیں ؟

دوسری بات یہ ہے کہ اس میں ان لوگوں کی تکفیر کی گئی ہے جو اللہ اور رسولؐ کے علم میں مساوات کا عقیدہ رکھیں

اور مساوات جب ہو سکتی ہے کہ جب دونوں کے لئے ایک سا علم مانا جائے۔ اور ہم اللہ کے علم کو ذاتی مانتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو عطائی کہتے ہیں تو مساوات کہاں رہی ؟

آپ نے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے اس مرتبہ سیدنا حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام بھی لیا ہے آپ ان مقدس اکابرین کے ارشادات کو کیا سمجھ سکتے ہیں حضرت غوث پاک نے یہ کہاں لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت قیامت کا علم عطا بھی نہیں ہوا۔ جو عبارت آپ نے پڑھ کر سنائی ہے اس میں آپ نے خود ہی یہ لفظ پڑھے ہیں کہ لَمْ يَتَّبِعْ لَهُ وَقْتُهَا کہ حضور کے لئے اس کا وقت ظاہر نہیں ہوا۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ کو خود بخود معلوم نہیں بلکہ ان کے مولیٰ تعالیٰ نے ان کو بتلادیا تھا۔

ایسے ہی پیر مہر علی شاہ صاحب کی جو عبارت آپ نے پیش کی ہے اس میں بھی یہ کہیں نہیں کہ حضور کو اس کا علم عطا نہیں فرمایا گیا تھا بلکہ اس میں صرف بعض آیتوں اور حدیثوں کا حوالہ ہے جن کے متعلق میں پہلے ہی آپ کو بتلادیا تھا کہ ان میں صرف علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے۔ پھر یہ بھی آپ نے غلط کہا کہ وہ ہم لوگوں کے مقتدار ہیں۔ حضرت صاحبزادے صاحب قبلہ فرماتے ہیں کہ وہ تو خود ہمارے یہاں کی گدھی کے مرید ہیں۔

اس مرتبہ آپ نے جو تین حدیثیں علم قیامت کے متعلق اور پیش کی ہیں ان میں سے بھی کسی ایک میں یہ مذکور نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم عطا نہیں فرمایا بلکہ ان کا منشاء صرف اتنا ہے کہ اس کا علم بالذات صرف خدا کو ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بالکل علم نہ ہونے پر ان حدیثوں کی کوئی دلالت نہیں۔ مولوی صاحب ! آپ نے ملا علی قاریؒ کی طرف جھوٹی نسبت کر کے کہا تھا کہ انہوں نے موضوعات کبیر میں ان لوگوں کو کافر کہا ہے جو اللہ و رسول (جل جلالہ) صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم میں مساوات کے قائل ہوں۔ اس کا جواب تو میں دے چکا کہ یہ آپ کا سفید جھوٹ ہے۔ وہ عبارت ملا علی قاریؒ کی اپنی نہیں بلکہ ابن قیمؒ بد مذہب سے انہوں نے نقل کی ہے۔ اب میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اکابر علماء امت نے ایسے لوگوں کو عرفاً کاملین میں شمار کیا ہے جو حضور کے لئے تمام معلومات النبیہ کا علم مانتے ہیں۔ سنئے !

حضرت شیخ محقق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج شریف ج ۱ - ص ۱۷۵ میں فرماتے ہیں۔

” از بعض صلحاء از اہل فضل شنیدہ شد کہ بعضی از عرفاء کتابی نوشتہ و در اہل اثبات

کمرہ کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم را تمامہ علوم الہی معلوم ساختہ بودند “

یعنی بعض صاحبین اہل فضل سے سنا گیا ہے کہ بعض عارفین نے ایک کتاب لکھی تھی اور اس

میں ثابت کیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام معلومات الہیہ کا علم عطا فرمایا گیا تھا۔

دیکھئے ! حضرت شیخ محقق دہلوی رضی اللہ عنہ نے اولیائے کرام کا یہی مذہب نقل فرمایا اور ان کو عارف

بتلایا۔ اور آپ کے فتوے سے معاذ اللہ یہ حضرات عرفاء کافر ہوئے۔ اور چونکہ حضرت شیخ نے ان کو عرفاء لکھا ہے

لہذا وہ بھی کافر ہونے اور پھر چونکہ آپ حضرت شیخ کو مسلمان بلکہ مسلمانوں کا پیشوا مانتے ہیں اس لئے آپ بھی اپنے

ہی فتوے سے کافر ہو گئے۔

ابھما ہے پاؤں یار کا زلف — دراز میں

لو آپ — اپنے دام میں صیاد پھنس گیا

مولوی منظور صاحب ! دیکھا ؟ علم غیب ماننے والوں کو کافر کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی خود کافر ہو جاتا ہے

اب میں قرآن سے ثابت کر کے دکھاتا ہوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے منکر کافر ہیں۔ تفسیر ابن جریر

میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی شخص کی اونٹنی گم ہو گئی تھی، اس کی تلاش تھی۔ خدا

کے محبوب علام الغیوب صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا کہ جاد، اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے اس پر ایک منافق بولا۔

يُحَدِّثُنَا مُحَمَّدٌ أَنَّ نَاقَةَ فُلَانٍ بِوَادٍ كَذَا وَكَذَا وَمَا يَدْرِيهِ بِالْغَيْبِ

یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں جگہ ہے، وہ غیب کیا جانیں۔

اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَلَكِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبَا اللَّهِ وَا

آيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ

بَعْدَ إِيمَانِكُمْ = یعنی یہ گستاخ اس گستاخی کی وجہ سے کافر ہو گئے اور اب ان کا

کوئی غلط سمجھ نہ ہوگا۔

اس سے صاف ظاہر ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے منکر کافر ہیں۔ واللہ اعلم۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی (بعد حمد و صلوة) مجھے حیرت بھی ہوتی ہے اور افسوس بھی کہ آپ، لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے نصوص شرعیہ میں کس قدر

سخت تحریریں کرتے ہیں۔ آپ نے ابھی تفسیر ابن جریر کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے اس میں ایک منافق کا یہ گستاخانہ قول ہے **يُحَدِّثُنَا مُحَمَّدٌ أَنَّ نَاقَةَ فُلَانٍ بَوَادٍ كَذَا وَكَذَا وَمَا يُدْرِىهِ بِالْغَيْبِ**۔ اور اس کی اسی گستاخی پر قرآن نے اس کو کافر کہا ہے۔ ایک معمولی عربی جاننے والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ اس منافق کے اس ناپاک قول کا مطلب یہ تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بوحی الہی غیب کی باتوں کی بالکل خبر نہیں اور گویا آپ کا وحی کا دعویٰ (معاذ اللہ) بالکل جھوٹ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا کہنا یا اس قسم کے ناپاک خیال رکھنا یقیناً کفر ہے۔ بے شک جو بد بخت حضور علیہ السلام کے متعلق یہ کہے کہ معاذ اللہ آپ کو امور غیب کی بالکل بھی اطلاع نہیں تھی، اور وحی سے آپ کو غیب کی کوئی بات بھی معلوم نہیں ہوتی وہ یقیناً اور قطعاً کافر ہے۔ لیکن یہاں تو بحث علم غیب کلی میں ہے تو اگر آپ کے نزدیک علم غیب کلی کا انکار بھی کفر ہے اور آپ کا خیال یہی ہے کہ اس منافق نے **وَمَا يُدْرِىهِ بِالْغَيْبِ** کہہ کر حضور کے صرف علم غیب کلی کی نفی کی تھی جس کے آپ مدعی ہیں اور اسی کے انکار کی وجہ سے قرآن نے اس پر کفر کا فتوے لگایا تو پھر یہ تکفیر صرف ہم ہی تک نہیں پہنچے گی بلکہ اس صورت میں تو معاذ اللہ تمام وہ اکابر ملت صحابہ و تابعین و ائمہ مفسرین بھی کافر ٹھہریں گے جن کے ارشادات اور جن کی عبارات میں آپ کے سامنے اب تک پیش کر چکا ہوں۔ اور حدیث ہے کہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے اس فتوے کفر کی زد میں آجائیں گے کیوں کہ وہ بھی ہرگز علم غیب کلی کے قائل نہیں ہیں۔ چنانچہ وقت قیامت کے متعلق میں ان کی تصریح ابھی ابھی ان کی مبارک کتاب ”غنیۃ الطالبین“ سے پیش کر چکا ہوں اور اس میں جو تاویل آپ نے کی ہے کہ حضرت شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب صرف علم ذاتی کی نفی کرنا ہے وہ اس قدر مہمل ہے کہ صرف ایسا ہی شخص اس کو پیش کر سکتا ہے جس کو عربی زبان سے مس نہ ہو، اس میں صاف الفاظ میں مذکور ہے۔

وَمَا يَذُرِيكَ فَلَمْ يُذِرْهُ وَلَمْ يُطْلِعْهُ عَلَيْهِ كَقَوْلِهِ
عَزَّ وَجَلَّ وَمَا يَذُرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا ۝

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت قیامت کی اطلاع نہیں دی۔
کیا لَعُيْذِرْہ اور لَعُ يُطْلِعْہ عَلَیْہ کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ حضرت شیخ ؑ صرف علم ذاتی
کی نفی کر رہے ہیں انتہائی جہالت نہیں ہے ؟ اگر آپ کے پلیٹ فارم پر کوئی معمولی عربی دان بھی موجود ہے تو
میں اس سے درخواست کروں گا کہ وہ اس معاملہ میں اظہار رائے کرے۔ هَلْ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ ۝
اسی طرح حضرت پیر مر علی شاہ صاحب ؑ کی عبارت کے متعلق یہ کہنا کہ اس میں صرف علم ذاتی کی نفی ہے
اس سے بھی بڑھ کر جہالت کا ثبوت دینا ہے اگر ان کی عبارت کا مطلب یہ لیا جائے تو پھر تو مرزا قادیانی کا مدعا
ثابت ہو جائے گا جس کی وہ تردید کر رہے ہیں اور ان کا کلام لغو و مہمل قرار پائے گا۔ کیونکہ مرزا نے یہی لکھا تھا کہ قیامت
سات ہزار سال پر آئے گی۔ اس کے رد میں پیر صاحب ؑ فرماتے ہیں کہ یہ سات ہزار کی تحدید منافی ہے۔ لَا
يُجَلِّيْهَا لَوْ قَتِيْهَا اِلَّا هُوَ ۝ کے اور ان احادیث کے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (وقت قیامت
سے) لاعلمی بیان فرمائی ہے۔ اب اگر خدا نے تھوڑی سی بھی عقل دی ہو تو سوچئے کہ جن آیات و احادیث
کا پیر صاحب نے حوالہ دیا ہے اگر ان کے نزدیک صرف علم ذاتی کی نفی تھی تو وہ مرزا کے دعویٰ کے کس طرح خلاف ہو
سکتی ہیں کیونکہ وہ علم ذاتی کا کب مدعی ہے ؟ بلکہ اس صورت میں تو مرزا کا دعویٰ ثابت ہو جائے گا اور پیر صاحب
کی بات غلط ہو جائے گی۔ بہر حال کچھ تو سوچ سمجھ کر بات لکھا کیجئے یا آپ کے نزدیک بس بولے جانے کا نام مناظرہ
ہے ؟

بات طویل ہو گئی، میں اصل میں عرض یہ کر رہا تھا کہ مَا يَذُرِيْهِ بِالْغَيْبِ کا مطلب اگر یہ لیا جائے
کہ وہ منافق صرف علم غیب کلی کا منکر تھا جس کے آپ لوگ مدعی ہیں اور اسی بنا پر آپ کے نزدیک قرآن نے اس کو
کافر کہا تو پھر یہ تکفیر ان تمام بزرگان دین تک متعدی ہو گئی جن کے ارشادات میں پیش کر چکا ہوں۔ حتیٰ کہ حضرت پیران
پیر رحمۃ اللہ علیہ اور پیر مر علی شاہ صاحب کو بھی آپ کو کافر کہنا پڑے گا۔ کیئے ! کیا آپ اس کے لئے تیار
ہیں ؟ اور پھر اسی پر بس نہیں، سب سے بڑی قیامت آپ کے لئے یہ ہے کہ اپنے پیر و مرشد مولوی احمد رضا

خان صاحب بریلوی کو بھی کافر مانا پڑے گا، کیونکہ وہ خود علم غیب کلی کے منکر ہیں۔ چنانچہ اپنی مایہ ناز کتاب ”الدولۃ المکیہ“ کے صفحہ ۳۸ پر لکھتے ہیں۔

وَلَا تُنْبِئُ بِعَطَائِ اللَّهِ تَعَالَىٰ إِلَّا الْبَعْضُ

اور پھر خود ہی اپنے دوسرے رسالے ”خالص الاعتقاد“ میں اسی عبارت کو نقل کر کے ان لفظوں میں اس کا ترجمہ کرتے ہیں۔ ”اور ہم عطاءِ الہی سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع“ (خالص الاعتقاد ص ۲۳) نیز اسی ”الدولۃ المکیہ“ کے صفحہ ۳۵ پر فرماتے ہیں۔

إِنَّا لَا نَدَّعِي أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَحَاطَ بِجَمِيعِ مَعْلُومَاتِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ فَإِنَّهُ مَحَالٌ لِلْمَخْلُوقِ -

یعنی ہم اس کے مدعی نہیں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام معلومات النبیہ کا علم حاصل تھا کیونکہ وہ تو مخلوق کے لئے حاصل ہونا محال ہے۔

پس اب آپ کو چاہئے کہ سب سے پہلے اپنے پیر و مرشد فاضل بریلوی کو کافر کہیں، کیونکہ وہ علم کلی کے نہ صرف منکر ہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مخلوق کے لئے اس کے حصول کو محال کہتے ہیں۔ کہئے! کیا ہے اتنی ہمت؟

آں شوخ سمرخ جامہ سوار مند شد

یاراں! حذر کنید کہ آتش بلند شد

الغرض آپ کی پیش کردہ اُس روایت میں دو پہلو ہیں۔ ایک پہلو پر تمام اکابر امت کو حتیٰ کہ حضرت غوث اعظم اور اپنے پیر و مرشد مولوی احمد رضا خان صاحب کو بھی آپ کو کافر کہنا پڑے گا، اور دوسرے پہلو سے وہ ہم پر حجت نہیں، ہمارا عقیدہ بھی وہی ہے۔

میں نے اپنی پچھلی تقریر میں ”اشعۃ اللمعات“ سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی جو ایک فیصلہ کن عبارت ابن صیاد کے متعلق نقل کی تھی اس کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ اس سے مطلق علم کی نفی نہیں نکلتی بلکہ صرف علم بالوحی کی نفی نکلتی ہے۔

یہ جواب بھی اس قدر مہمل ہے کہ ہر معمولی سمجھ رکھنے والا بھی اس کی لغویت کو سمجھ سکتا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

” بالجملہ حال دے مبہم است و در این باب بر آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی نہ شدہ “
 ہر معمولی فارسی دان بھی اس کی روشنی میں سمجھ سکتا ہے کہ شیخ دہلوی کے نزدیک ابن صیاد کا حال رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم پر پوشیدہ رہا اور وحی الہی نے بھی اس ابہام کا پردہ نہیں اٹھایا ۔
 حضرت شیخ کی یہ صاف و صریح عبارت اس بات کا زبردست قرینہ ہے کہ ان کی جن عبارتوں میں عموم و استغراق
 کے الفاظ ہیں ان میں استغراق عرفی مراد ہے ورنہ اگر آپ کی طرح حضرت شیخ بھی علم کلی کا عقیدہ رکھتے تو ابن صیاد کے
 متعلق ہرگز یہ نہ لکھتے ۔ نیز وقت قیامت کے متعلق یہ نہ فرماتے کہ در آن راجز خداوند تعالیٰ کے نہ داند و دے تعالیٰ
 ہیچ کس را از ملائکہ و رسل بر آن اطلاع ندادہ “

شرح شفاء سے آپ نے جو عبارت پیش کی تھی لَآ اِنَّ رُوْحَهُ صَلٰی اللہ علیہ وسلم الخ
 میں نے بر بنائے تسلیم اس کا جواب یہ دیا تھا کہ اس سے آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا ، بلکہ دعویٰ کا دسواں بیسواں
 جز بھی ثابت نہیں ہوتا ۔ اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ اچھا جتنا ثابت ہوتا ہے پہلے اس کو مان لو ، باقی ہم
 دوسرے دلائل سے ثابت کر دیں گے “ مجھے رہ رہ کر تعجب ہوتا ہے کہ آپ اس قدر لالینی باتیں کس طرح کرتے ہیں ۔
 میرے جواب کا منشا یہ تھا کہ از روئے اصول مناظرہ وہ دلیل نہیں پیش کی جاسکتی جو کل دعویٰ کو ثابت نہ کر سکے ۔ پس
 یا تو آپ دلیل کو واپس لیں یا اپنے دعویٰ کو واپس لے کہ اس کے مطابق محدود دعویٰ کریں ، کل کا دعویٰ کرنا اور اس
 کے ثبوت میں ایسی ناقص دلیل پیش کرنا جو اس کے دسویں بیسویں حصے کو بھی ثابت نہ کر سکے اسی شخص کا کام ہے جس کو
 اصول مناظرہ کی ہوا تک نہ لگی ہو ۔

میں نے ایک جواب اس عبارت کا یہ بھی دیا تھا کہ اصل میں وہ نسخہ کی غلطی ہے اور اصل عبارت یوں ہے
 لَا اِنَّ رُوْحَهُ صَلٰی اللہ علیہ وسلم اور اہل مطبع کی غلطی یا کسی محرف کی تحریف سے بجائے اس کے
 اِیْ لَآ اِنَّ رُوْحَهُ الخ چھپ گیا ہے اور میرے پاس اس کے دوزبردست قرینے ہیں ۔ ایک یہ کہ اگر اس جگہ
 ” لَا “ نہ مانا جائے تو پوری عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ جب کوئی شخص کسی گھر میں داخل ہو اور اس میں اہل خانہ
 موجود ہوں تو ان کو سلام کرے اور اگر گھر میں کوئی موجود نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجے ۔ کیوں کہ
 آپ کی روح مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے ۔ اگر غور کیا جائے تو یہ تعلیل اس صورت میں بالکل لغو ہے اس لئے کہ

روح مبارک کے ہر گھر میں حاضر ہونے کا مقتضی تو یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی گھر میں داخل ہو خواہ وہ مسکونہ ہو یا غیر مسکونہ ، اس میں اہل خانہ موجود ہوں یا نہ ہوں ، بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجا جائے روح مبارک کے تمام گھروں میں ہونے کا یہ مقتضی کیسے ہو سکتا ہے کہ جن گھروں میں کوئی نہ ہو پس ان گھروں میں داخل ہوتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجا جائے ۔ ہاں اگر عبارت اس طرح ہوتی کہ

لَاَنَّ رُوحَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاضِرَةٌ فِي الْبُيُوتِ الْخَالِيَةِ

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک خالی اور غیر آباد گھروں ہی میں رہتی ہے “ تو بے شک کسی جہ میں یہ تعلیل درست ہو جاتی ۔ الغرض اگر اس عبارت کو صحیح مانا جائے تو نتیجہ یہ ہو گا کہ دلیل دعویٰ کے اور علت معلول کے مطابق نہ ہوگی ۔

دوسری بات یہ ہے کہ روح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا سب مسلمانوں کے گھر میں ہونا بالکل بے بنیاد اور بے اصل خیال ہے ۔ شرعیات میں اس کی کوئی دلیل نہیں ۔ اور حضرت ملا علی قاری ؒ سے یہ بعید ہے کہ ان کے قلم سے کوئی ایسی بے اصل اور بے بنیاد بات نکلے ۔ یہ دو قرینے اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہاں عبارت میں تصحیف اور تحریف ہوئی ہے اور اصل عبارت یوں تھی لَا لِاَنَّ رُوحَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور گویا ملا علی قاری ؒ یہاں ایک پیدا ہونے والے وہم کا ازالہ فرما رہے ہیں ۔ متن شفاء میں جو مسئلہ مذکور ہوا تھا کہ اگر کسی خالی گھر میں کوئی جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجے ، اس سے یہ وہم ہو سکتا تھا کہ شاید یہ حکم اس لئے ہے کہ حضور کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں حاضر رہتی ہے تو اس وہم کے دفعیہ کے لئے علامہ ؒ نے یہ تصریح فرمادی کہ یہ حکم اس لئے نہیں ہے ۔ رہا آپ کا یہ فرمانا کہ پھر اس صورت میں ” بَل “ ہونا چاہئے تھا تو اس کے جواب میں عرض کرتا ہوں کہ صرف اس وہم کے دفعہ کر دینے سے یہ پہلو خود بخود متعین ہو جاتا ہے کہ یہ ایک تعبدی حکم ہے اور اس لئے ” بَل “ کی ضرورت نہیں رہتی ۔ الغرض ان زبردست قرائن کی بنیاد پر میں کہتا ہوں کہ اصل نسخہ میں اس جگہ ” لَا “ تھا اور اس صورت میں آپ کا استدلال بالکل ہی ختم ہو جاتا ہے ۔

میں نے موضوعات کبیرہ سے جو عبارت پیش کی تھی اس کے متعلق آپ نے خوف خدا سے بالکل ہی بے پرواہ ہو کر کہا ہے کہ وہ ” ابن قیم “ بد مذہب “ کی عبارت ہے پھر خدا لہ اللہ تعالیٰ واصلہ علی علم

کہہ کر آپ نے مزید ثواب حاصل کیا ہے۔ خیر اس کا انتقام تو ان کا رب تعالیٰ خود لے گا البتہ یہاں کے حاضرین کو بھی اتنا ضرور معلوم ہو گیا کہ آپ کی بدگوئیوں کا نشانہ ہم گنہگار ہی نہیں ہیں بلکہ اللہ کے وہ نیک بندے بھی آپ کی اس کفریہ کاشکار ہیں جن کے متعلق خدا کی رحمت سے امید ہے کہ اب سے پانچ چھ سو برس پہلے جنت الفردوس میں پہنچ چکے ہوں گے۔ ۷۹

گھانٹل تری نظر کا نبوع دگر ہر ایک

زخمی کچھ ایک بندہ درگاہ ہی نہیں

میں اس وقت علامہ ابن قیمؒ کی علمی عظمت اور دینی جلالت کے متعلق کچھ زیادہ نہیں کہنا چاہتا کیونکہ وہ اصل موضوع بحث سے خارج ہے اور پھر میرے وقت میں بھی زیادہ گنجائش نہیں تاہم اتنا ضرور عرض کروں گا کہ امت کے ستم علماء نے ان کے مستقل مناقب لکھے ہیں۔ خود علامہ قاریؒ اور حافظ عماد الدین ابن کثیر صاحب تفسیرؒ نے ان کی بہت زیادہ تعریف لکھی ہے اور ان کی عظمت و جلالت کا اعتراف نہایت بلند الفاظ میں کیا ہے۔ علامہ شامی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی رد المحتار کتاب الجنائز میں ان کا ذکر عزت کے کلمات میں کیا ہے۔

اور ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے موضوعات کبیر میں جہاں ان کا ایک طویل کلام نقل کیا ہے وہاں ان کا ذکر اسی طور پر کیا ہے جس طرح کہ ائمہ دین کا کیا جاتا ہے۔ خیر یہ تو ان کی جلالت قدر اور رفعت شان کے متعلق چند مختصر اشارات میں نے کئے ہیں۔ اب اصل بحث کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

میں نے جو عبارت موضوعات کبیر کی پیش کی تھی آپ نے اس کا جواب ایک تو یہ دیا کہ وہ عبارت خود ملا علی قاریؒ کی نہیں بلکہ ابن قیمؒ کی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ آپ نے بالکل غلط اور محض جھوٹ کہا۔ جو عبارت میں نے پیش کی ہے اور جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم کلی ماننے والوں کی اجماعی تکفیر موجود ہے وہ خود علامہ قاریؒ کی ہے جو قُلْتُ کے لفظ سے شروع ہے۔ ہاں بے شک اس سے پہلے حافظ ابن قیمؒ کی عبارت ہے جس کو علامہ قاریؒ نے حق جان کر نقل کیا ہے اور اپنی کتاب کا جز بنایا ہے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ لفظ قُلْتُ سے شروع کر کے جو عبارت لکھی ہے اس سے ان کی غرض حافظ ابن قیمؒ کی تائید ہی ہے جیسا کہ ہر وہ شخص سمجھ سکتا ہے جس کو عربی کی معمولی سی بھی مناسبت ہو۔ الغرض موضوعات کبیر سے جو عبارت میں نے پیش کی ہے کہ مَنِ اعْتَقَدَ تَسْوِيَةً عَلٰی

اللّٰهُ وَرَسُولُهُ يَكْفُرُ اِجْمَاعًا دَهِيقًا وَقَطْعًا خُودَ عَلَامَةِ قَارِي ۛ کی ہے ۔

دوسری عجیب بات آپ نے اس کے جواب میں یہ کہی ہے کہ اللہ و رسول کے علم مساوات جب ہو سکتی ہے جب دونوں کے لئے ایک سا علم مانا جائے۔ یعنی دونوں کے لئے ذاتی یا دونوں کے لئے عطائی تسلیم کیا جائے۔ اور ہم چونکہ اللہ کا علم ذاتی مانتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عطائی اس لئے ہمارے عقیدے کی بنا پر علم میں مساوات لازم نہیں آتی اور اس واسطے موضوعات کبیر کی عبارت ہمارے عقیدے سے غیر متعلق ہے — اس کا جواب بجائے اس کے کہ میں خود دوں آپ کے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت بریلوی کی زبان سے سنا دینا چاہتا ہوں۔ سنئے ! اور بگوش ہوش سنئے ! وہ اپنی کتاب ”الدولۃ المکیۃ“ کے حاشیہ ص ۱۲ پر موضوعات کبیر کی اسی عبارت میں اَعْتَقَدَ تَسْوِيَةَ عِلْمِ اللّٰهِ الخ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں

وَإِنْ أَرَادَ مُجَرَّدَ التَّسْوِيَةِ فِي الْمَقْدَارِ كَمَا هُوَ ظَاهِرُ كَلَامِهِ الخ

اس سے صاف معلوم ہوا کہ آپ کے پیر و مرشد فاضل بریلوی کے نزدیک بھی اس عبارت میں مساوات فی المقدار مراد ہونا ظاہر کلام ہے۔ لہذا آپ نے جو توجیہ کی وہ خلاف ظاہر ہوئی۔ بہر کیف علامہ علی القاری ۛ کی وہ عبارت صراحتاً اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو علم الہی کے برابر مانتے ہیں جیسا کہ اس وقت آپ کا دعویٰ ہے وہ بالاجماع کافر ہیں ۔

آپ نے مدارج النبوت کا حوالہ دیتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے لوگوں کو عرفاء میں شمار کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ آپ کا محض اقراء ہے اور آپ نے حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کی عبارت میں نخیانت کی ہے آپ برائے کرم مدارج النبوت میرے پاس بھیج دیجئے، اس میں اسی موقع پر حضرت شیخ ۛ نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ عقیدہ بہت سے نصوص شرعیہ کے خلاف ہے۔ اور معلوم نہیں کہ ان بزرگوں کے کلام کا مقصد کیا ہے ؟ الغرض حضرت شیخ ۛ نے اس عقیدے کو نصوص شرعیہ کے خلاف بتلایا ہے۔ البتہ چونکہ حضرت شیخ ۛ نے ان لوگوں کی عبارات خود نہیں دیکھیں اس لئے حسن ظن کے طور پر یہ سمجھا کہ شاید ان کا کچھ اور مقصد ہو اسی وجہ سے ان پر کفر وغیرہ کا حکم نہیں کیا۔ اور بے شک جب تک کہ کسی کے متعلق قطعی طور پر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ ایسا گمراہانہ عقیدہ رکھتا ہے تو محض سنی سنائی باتوں پر اس کی تکفیر یا تضلیل نہیں کی جاسکتی ۔

حاصل کلام یہ کہ حضرت شیخؒ نے علم کلی کے عقیدے کو صاف لفظوں میں نصوص قطعیہ کے خلاف لکھ کر مسئلہ واضح کر دیا۔ اور جن بزرگوں کے متعلق آپ کو یہ بتلایا گیا کہ وہ اس کے قائل ہیں، چونکہ ان کی اصل عبارات حضرت شیخؒ کے سامنے نہیں تھیں اور ان کی مراد کا علم ان کو نہیں تھا اس واسطے تحسیناً للفظ ان کو عارف لکھا اور یہ ظاہر کرایا کہ معلوم نہیں کہ ان کی کیا مراد ہوگی اور ان کے کلام کا کیا مطلب ہوگا ورنہ ظاہر ہے کہ جو شخص نصوص شرعیہ کے خلاف عقائد رکھتا ہو اس کو حضرت شیخؒ کس طرح عارف لکھ سکتے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ میں آپ کی تمام چیزوں کا جواب دے چکا اور چونکہ مدعی ہونے کی حیثیت سے میری یہ آخری تقریر ہے اس لئے اب میں کوئی نئی دلیل پیش کرنا نہیں چاہتا۔ البتہ حاضرین سے یہ درخواست ضرور کر دوں گا کہ وہ غور کریں اور انصاف سے کام لیں۔

محترم سامعین! کیسا ہی باطل پرست ہو، مناظرہ میں اس کی زبان بند نہیں ہوا کرتی۔ حق و باطل کا فیصلہ دلائل سے ہوتا ہے۔ میں نے جو دعویٰ شروع میں کیا تھا کہ علم کلی محیط تفصیلی صرف حق تعالیٰ کو ہے اور جو کسی مخلوق کے لئے بھی اس کے برابر علم مانے وہ کافر اور اسلام سے خارج ہے۔ الحمد للہ میں اس کے ثبوت سے سبکدوش ہو چکا اور میں نے آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور ارشادات سلف صالحین سے اس کا اتنا روشن ثبوت پیش کر دیا کہ اس کے بعد ہمارے مخالفین کے لئے کوئی عذر باقی نہیں رہ سکتا۔ میرے مخاطب مولوی حسنت علی صاحب نے بھی آیتیں اور حدیثیں پڑھیں، لیکن میں نے بحمد اللہ سلف امت ہی کے ارشادات سے ان کے جوابات دینے کہ جن کے جواب الجواب مولوی حسنت علی صاحب کچھ نہیں دے سکے اور نہ قیامت تک دے سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ لا جواب ہیں۔ اور میرے دلائل کے متعلق مولوی حسنت علی صاحب نے جو کچھ کہا، میں الحمد للہ اس کے لفظ لفظ کا جواب دے چکا۔ یہ پہلا منظرہ ختم ہو چکا۔ اب دوسرا سلسلہ شروع ہوگا مسئلہ یہی ہوگا۔ البتہ اس میں مولوی حسنت علی صاحب کی حیثیت مدعی کی ہوگی۔ آپ حضرات نے جس طرح اب تک صبر و سکون سے سنا میں امید کرتا ہوں کہ آخر تک آپ اسی صبر و سکون سے سنیں گے۔ اب میں مولوی حسنت علی صاحب سے درخواست کر دوں گا کہ وہ حسب قرار مدعی بلکہ وکیل مدعی کی حیثیت سے اپنے موکل صاحبزادہ صاحب کے دعویٰ و علم غیب کلی کا ثبوت پیش کریں۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٌ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ ۔

نوٹ از مرتب غفرلہ پہلے دن کا یہ مناظرہ جس میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ

مدعی تھے چار گھنٹے ہوا، تین گھنٹے سے کچھ کم ۱۵ ذی الحجہ کو اور ایک گھنٹہ سے کچھ زیادہ ۱۶ ذی الحجہ کو ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ فریقین کی تقریروں کو بلا کسی کمی بیشی کے پیش کریں۔ تاہم اتنا تصرف ہم نے ضرور کیا ہے کہ فریقین کی تقریروں کے بعض مکرر اجزاء کو کہیں کہیں حذف کر دیا۔ نیز مولوی حسرت علی صاحب اپنے خاص انداز میں جو دل آزار فقرے حضرت مولانا شاہ حسین علی صاحب یا حضرت مولانا محمد منظور صاحب یا مولانا منور الدین صاحب یا ان کے اکابر مرحومین کے متعلق کہہ کر اپنی مخصوص بریلویانہ تہذیب کا مظاہرہ کرتے تھے ان کو ہم نے یہاں بالقصد قلم انداز کر دیا کہ ان کے نقل کرنے میں طول بھی ہوتا اور وہ ناظرین کے لئے صرف تکدر طبع ہی کا باعث ہو سکتے تھے، اس کے علاوہ کوئی تصرف ہم نے نہیں کیا۔ اور پورے وثوق کے ساتھ ہم کہہ سکتے ہیں کہ کسی فریق کی کوئی دلیل یا مناظر کا کوئی جواب ہم نے اپنی دانست میں نقل کرنے سے نہیں چھوڑا ہے اور نہ کسی کی تقریر میں کوئی اضافہ کیا ہے۔ بہر حال ہم نے اپنی طرف سے رد داد نویسی کی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے پوری طرح انصاف کی کوشش کی ہے۔ تاہم اگر کسی جگہ ہمارے قلم سے کوئی لغزش ہوئی ہو اور کوئی بات اصلیت سے کم یا زیادہ لکھی گئی ہو تو اس کے لئے ہم اپنے خدا سے معافی کے خواستگار ہیں۔

❖ ❖ ❖

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ نے اپنی آخری تقریر میں علامہ ابن القیمؒ کے متعلق فرمایا تھا کہ حضرت علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی بہت زیادہ تعریف کی ہے اور ان کی عظمت و جلالت کا اعتراف نہایت شاندار الفاظ میں کیا ہے، لیکن وہاں حضرت علی قاریؒ کی وہ عبارت پیش نہیں ہوئی تھی، ہم مولانا ممدوح ہی سے اصل عبارت حاصل کر کے تکمیل فائدے کے لئے یہاں درج کرتے ہیں۔

علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب ”جمع الوسائل فی شرح الشامل“ میں علامہ ابن القیمؒ

اور ان کے اساذ امام ابن تیمیہؒ کے متعلق ارقام فرماتے ہیں۔

”وَمَنْ طَالَعَ دُشْرَحَ مَنَازِلِ السَّائِرِينَ تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهَا كَانَا مِنْ

اَكْبَرِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَ الْجَمَاعَةِ وَ مِنْ اَوْلِيَاءِ هَذِهِ الْاُمَّةِ

(جمع الوسائل فی شرح الشامل : ج ۱ ص ۲۰۸ مطبوعہ مصر)

یعنی جو شخص ابن قیمؒ کی کتاب ”شرح منازل السائرين“ کا مطالعہ کرے اسے معلوم ہو جائے گا کہ وہ دونوں (علامہ ابن قیمؒ اور امام ابن تیمیہؒ) اکابر اہل سنت و جماعت اور امت محمدیہؐ کے اولیاء اللہ میں سے تھے۔“

اسی کے ساتھ علامہ سیوطیؒ کی ایک شہادت بھی ملاحظہ ہو۔ اپنی کتاب ”لبغیۃ الوعاة“ میں فقط ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

صَنَّفَ وَنَازَلَ وَاجْتَهَدَ وَصَارَ مِنَ الْاِئِمَّةِ الْكِبَارِ فِي التَّفْسِيرِ وَ
الْحَدِيثِ وَ الْفُرُوعِ الْخ

یعنی علامہ ابن قیمؒ نے بہت سی تصنیفیں کیں، اہل باطل سے مناظرے کئے اور مجتہدہ طور پر شریعت کی خدمت کی اور تفسیر و حدیث اور فقہ میں ائمہ کبار میں سے ہوئے۔“

❖

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی آخری تقریر کے بعد مولانا عبد الحنان صاحب صدر من جانب اہلسنت نے مختصر تقریر فرمائی اور حاضرین کو بتایا کہ مناظرہ کی پہلی قسط ختم ہو گئی۔ اب دوسرا مناظرہ شروع ہوتا ہے۔ اور ساتھ ہی مولوی حشمت علی صاحب سے درخواست کی کہ وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں تقریر شروع فرمائیں۔ لیکن پہلے مناظرہ میں جو چیزیں پیش کی جا چکی ہیں اب ان کا ذکر کر کے پھر انہی کی تکرار کے لئے راستہ نہ کھولیں اور یہی استدعا آپ نے مولانا محمد منظور صاحب سے بھی کی۔ اور اس کے بعد دوسرا مناظرہ شروع ہو گیا۔ جس کی کاروائی اب درج کی جاتی ہے۔

ناچیز مرتب غفرلہ

دوسرا مناظرہ

مولوی حسرت علی صاحب

ایک طویل مگر خالص بریلویانہ خطبہ کے بعد

نالہ بلبل شیدا تو سنا ہنس نہیں کر ۛ اب جگر تھام کے بیٹھو کہ میرا نمبر آیا
حضرات گرامی ! اب تک جو مناظرہ ہوا اس میں مدعی مولوی منظور صاحب تھے اور ان کا دعویٰ یہ تھا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا اور جو حضور اقدس کے علم غیب کا عقیدہ رکھے وہ کافر ہے۔ آپ حضرات
نے دیکھ لیا کہ مولوی صاحب دونوں باتوں میں سے کچھ بھی ثابت نہیں کر سکے۔ علم نہ ہونے پر تو انہوں نے دوچار غلط
سلط دلیلیں پیش بھی کیں جن کی دھجیاں میں نے اڑا دیں لیکن کفر کی تو وہ کوئی برائے نام دلیل بھی پیش نہیں کر سکے۔
اب لیجئے میرا نمبر آیا ہے۔ میں پہلے اپنا دعوے پیش کرتا ہوں۔

بھائیو ! ہم اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق کونین نے اپنے حبیب مالک کونین کو تمام غیوب
پر مطلع فرمایا۔ اور نہ صرف غیوب پر بلکہ عالم شہادت کے بھی تمام علوم عطا فرمائے، یہاں تک کہ علم اقدس جمیع ماکان
و مایکون کو محیط ہو گیا اور زمین و آسمان، دنیا و آخرت کا کوئی ذرہ حضور کے علم شریف سے خارج نہ رہا۔
یہ ہے ہمارا دعوے اور ہم اہلسنت کا عقیدہ۔ اب تک کی تقریروں میں میں نے جو آیتیں، اور
حدیثیں بطور معارضہ کے پیش کی تھیں وہ سب بھی میرے دعوے کی دلیلیں ہیں۔ لیکن اب میں دوسرے دلائل و
براہین پیش کرتا ہوں۔ سنئے ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ۝ (النساء، ۱۱۳)

یعنی اے محبوب ! اللہ تعالیٰ نے تم کو سکھادیا ہے جو کچھ تم نہیں جانتے تھے اور تم پر اللہ کا فضل عظیم ہے ۔

دیکھئے ! اس آیت میں ” مَا “ کلمہ عام ہے ۔ لہذا مطلب یہ ہے کہ حضور کو جو علوم حاصل نہ تھے وہ سب آپ کے مولا تعالیٰ نے آپ کو سکھلا دیئے ۔ اب آپ غیب و شہادت کی کوئی جنئی اور ماکان و مایکون میں سے کوئی چیز بھی لیں وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اس آیت کے نزول سے پہلے حضور کو معلوم تھی یا نہیں معلوم تھی ۔ اگر معلوم تھی تو اس کا علم خود ہی ثابت ہو گیا اور جو معلوم نہ تھی تو اس آیت نے بتلایا کہ جو کچھ حضور کو معلوم نہ تھا وہ سب اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلادیا ۔ بہر حال ” مَا “ کے عموم میں سب ہی چیزیں آگئیں ۔ اب جو شخص کسی ایک چیز کے متعلق بھی یہ کہے کہ اس کا علم حضور کو نہیں عطا فرمایا گیا تو وہ اس آیت کریمہ کے مضمون کا منکر ہے ۔ اور آپ جانتے ہیں کہ قرآن پاک کے ایک لفظ اور اس کے کسی ایک حکم کے انکار سے آدمی کافر ہو جاتا ہے ۔ لہذا ثابت ہوا کہ جو لوگ حضور کے لئے علم کلی نہیں مانتے وہ کافر ہیں ۔

لیجئے ! مولوی منظور صاحب ! آپ تو علم غیب کے مسئلہ میں صاحب زادہ صاحب کا کفر ثابت کرنے آئے تھے ، اور یہاں خود آپ کا اور آپ کے موکل منور دین اور ان کے پیر و مرشد مولوی حسین علی صاحب بلکہ حضور کے علم کلی کے منکر سارے و باہیوں کا کفر ثابت ہو گیا ۔ خدا توفیق دے تو اب بھی توبہ کر لیجئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کلی پر ایمان لا کر مسلمان ہو جائیے !

لیجئے اس کے بعد ایک حدیث پاک بھی سنئے مشکوٰۃ شریف باب المعجزات میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ۔

جَاءَ ذُئْبٌ إِلَى رَاعِيٍّ غَنِمٍ فَأَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهُ الرَّاعِي حَتَّى
انْتَزَعَهَا مِنْهُ قَالَ نَصَعَدُ الذِّئْبُ عَلَى قَلٍّ فَأَقْعَى أَوْ اسْتَفْرَدَ
قَالَ قَدْ عَمِدْتُ إِلَى رِزْقٍ رَزَقَنِيهِ اللَّهُ تَعَالَى أَخَذْتُ مِنْهُ ثُمَّ انْتَزَعْتُهُ
مِنْهُ فَقَالَ الرَّجُلُ تَأَلَّاهُ إِنْ رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ ذُئْبٌ يَتَكَلَّمُ فَقَالَ
الذِّئْبُ أَعْجَبُ مِنْ هَذَا رَجُلٌ فِي النَّخْلَاتِ بَيْنَ الْحَرَّتَيْنِ

يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضَىٰ وَ مَا هُوَ كَاثِرٌ بَعْدَكُمْ قَالَ فَكَانَ
الرَّجُلُ يَهُودِيًّا فَجَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ
وَأَسْلَمَ فَصَدَّقَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۞

یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بھیڑیا بکریوں کے ایک چرواہے
کی طرف آیا اور اس نے ریوڑ میں سے ایک بکری پکڑ لی۔ چرواہے نے اس بھیڑیے کو ڈھونڈا
تک کہ اس بکری کو اس سے چھڑا لیا۔ فرماتے ہیں کہ پھر وہ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ گیا اور اس نے
کہا کہ میں نے وہ روزی لینی چاہی تھی جو اللہ نے مجھے دی تھی اور میں نے اسے پکڑ لیا تھا مگر تو
نے اسے مجھ سے چھین لیا، چرواہے نے کہا بخدا آج کا سا واقعہ تو کبھی بھی نہیں دیکھا کہ بھیڑیا یا
کر رہا ہے، بھیڑیا بولا کہ اس سے زیادہ قابلِ تعجب بات یہ ہے کہ ایک صاحب جو ان دونوں
سنگستانوں کے درمیان کھجور کے درختوں یعنی مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہیں وہ تم کو ان سب
باتوں کی جو تم سے پہلے ہو چکی ہیں اور ان سب باتوں کی جو تمہارے بعد ہونے والی ہیں خبر دیتے
ہیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ وہ چرواہا یہودی تھا۔ یہ واقعہ دیکھ کر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اور آپ کو اس واقعہ کی خبر دی اور مسلمان بھی ہو گیا۔ اور حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کی تصدیق بھی فرمائی ۞

مسلمان بھائیو! آپ نے یہ حدیثِ پاک سنی، دیکھئے اللہ تعالیٰ نے بھیڑیوں تک سے اپنے محبوب مطلع
علی الغیب صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب اور علمِ جمیع ماکان و مایکون کی گواہی دلوائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
اس معجزہ علم غیب کو دیکھ کر کافر اسلام لائے مگر آج بہت سے مسلمان کہلانے والے انسان اس کے منکمر میں حقیقت
وہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔ انہیں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِنْ هُمْ اِلَّا كَاِلَّا نَعَامٍ
بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيلًا ۞

لیجئے ایک حدیثِ پاک اور سنئے۔ صحیح بخاری شریف کتاب بدأ الخلق میں سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی

قَالَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَأَخْبَرَنَا عَنْ بَدِئِ اللَّحْلِ
حَتَّى دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَأَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذَلِكَ
مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهِ مَنْ نَسِيَهِ =

یعنی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ہم میں کھڑے ہو کر ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں اور دوزخیوں کے اپنی اپنی منزلوں میں
داخل ہونے تک کی خبر دی، یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھا، اور بھلا دیا اس کو جس نے
بھلا دیا۔“

یہ حدیث صحیح بخاری شریف کی ہے اور پہلی حدیث کی مصدق ہے اس سے صاف ثابت ہوا کہ حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کی حاصل تھا اور ابتدائے آفرینش دنیا سے لے کر حشر نشر بلکہ داخلہ جنت و نار تک کا تمام
ماکان و مایکون آپ نے اپنے صحابہ کے سامنے بیان بھی فرمایا۔

مولوی منظور صاحب ! کیا یہ حدیثیں آپ کی نظر نہیں پڑتیں ؟ کیا دیوبند کے مدرسہ میں ان حدیثوں
کی تعلیم نہیں دی جاتی جس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی فضیلت ثابت ہوتی ہو ؟ کیا ان حدیثوں
پر آپ لوگوں کا ایمان نہیں ہے ؟

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی (بعد خطبہ سنونہ) اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ہے کہ

مناظرہ کا پہلا سلسلہ جس میں میں مدعی تھا بخیر و خوبی ختم
ہوا۔ اب خواہ کسی کی زبان اقرار کرے یا نہ کرے لیکن میں امید کرتا ہوں کہ فریقِ مقابل کے دلوں کو بھی اس کا اندازہ
ہو گا کہ میں نے جو دعوے پیش کیا تھا اس کو بعون اللہ کیسے دلائل و براہین کی روشنی میں میں نے ثابت کر دیا۔ لیکن
یقین کیا جائے کہ اس میں میری قابلیت کو دخل نہیں، نہ میں قابلیت کا مدعی ہوں۔ جو کچھ ہوا وہ محض حق تعالیٰ
کی تائید و نصرت سے ہوا۔ فَلَهُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ اب یہ دوسرا سلسلہ شروع ہوا ہے جس میں مدعی مولوی
حشمت علی صاحب ہیں خدا کرے یہ بھی بخیر انجام کو پہنچے۔ نیز میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں بھی میری زبان سے
حق ہی نکلوائے اور اس کے قبول کرنے کے لئے ہمارے مخالفین کے بھی سینے کھول دے۔

اس کے بعد اصل بحث کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

فاضل مخاطب مولوی حسنت علی صاحب نے اپنے دعوے کے ثبوت میں ایک آیت اور دو حدیثیں پیش کی ہیں آیت سے آپ کے استدلال کا مدار اس پر ہے کہ ”مَا“ کلمہ عموم ہے اور اس لئے آیت کا مطلب یہ ہے کہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ نہیں جانتے تھے وہ سب آپ کو اللہ تعالیٰ نے سکھلادیا۔

اس کے جواب میں میری پہلی گزارش یہ ہے کہ ”مَا“ کا ہمیشہ عموم واستغراق حقیقی کے لئے ہونا صحیح نہیں، خود قرآن مجید میں ”مَا“ بغیر عموم واستغراق کے بکثرت مستعمل ہوا ہے، چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ﷺ کی شان میں قرآن پاک کا ارشاد ہے - **وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ** اور ہمارے رسول ﷺ کو وہ باتیں سکھاتے ہیں جو تم نہیں جانتے تھے۔ دیکھئے اس آیت میں اگر ”مَا“ کو عموم واستغراق کے لئے مانا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح صحابہ کرام کے لئے یہی علم کلی ماننا پڑے گا۔ ایک اور موقعہ پر ارشاد ہے -

وَعَلَّمْتُم مَّا لَمْ تَعْلَمُوا اَنْتُمْ وَلَا اَبَاؤُكُمْ یعنی تم کو ان باتوں کی تعلیم دی گئی ہے جو تم نہیں جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادے۔ (الدفعہ ۹۲، ۹۳)

اس آیت میں بھی وہی ”مَا“ کا کلمہ ہے اگر اس کو عموم واستغراق کے لئے مانا جائے تو ماننا پڑے گا کہ اس آیت میں جن لوگوں کو خطاب ہے ان سب کو بھی علم کلی دیا گیا۔

اور واضح رہے کہ اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت کے مخاطب یہودی ہیں اور آیت کا سیاق و سباق بھی یہی چاہتا ہے۔ کیوں کہ اوپر سے خطاب یہودی ہی سے چلا آرہا ہے۔ الغرض اس آیت میں دو ”مَا“ کو عموم واستغراق کے لئے مانا جائے تو ماننا پڑے گا کہ عہد نبوت کے یہودیوں کو بھی علم غیب کلی حاصل تھا۔ اور سنئے قرآن پاک ہی میں ہے - **عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالًا يُعْلَمُ** یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو وہ نہیں جانتا تھا۔

لے نسخہ منقول عنہما میں اسی طرح ہے مگر اصل عبارت یوں ہونی چاہئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی شان میں۔
(نیلمی)

اس آیت میں اگر مَا کو عموم و استغراق کے لئے مانا جائے تو پھر سارے ہی انسانوں کے لئے علم کلی ماننا پڑے گا۔ یہ میں نے صرف تین آیتیں پیش کی ہیں جہاں تعلیم ہی کے ساتھ مَا کا استعمال ہوا ہے۔ اور ان میں سے کسی ایک جگہ بھی وہ عموم و استغراق کے لئے نہیں ہے۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔ بلکہ اس آیت کا مطلب صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے ایسی باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم فرمائیں جو آپ پہلے سے نہ جانتے تھے بلکہ جن کو از خود آپ جان بھی نہیں سکتے تھے اور اس سے مراد احکام شرعیہ اور معارف الہیہ اور گزشتہ قوموں کے واقعات اور مستقبل کے وہ اہم حوادث ہیں جن کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ دی گئی اور جس کا کافی حصہ خود قرآن پاک میں موجود ہے۔

میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آپ کسی ایک ایسے معتبر مفسر کا نام نہیں بتلا سکتے جس نے اس آیت میں مَا کو عموم و استغراق حقیقی کے لئے لے کر اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم کلی ثابت کیا ہو۔ علاوہ ازیں اس آیت سے علم کلی ثابت کرنا خود آپ کو مشکلات میں ڈال دے گا۔ کیونکہ آپ حضرات بھی ختم نزول قرآن سے پہلے اس علم کلی کے حصول کے قائل نہیں ہیں اور یہ آیت ختم نزول قرآن سے سات برس پہلے اوائل سلسلہ میں نازل ہوئی ہے۔ پس اگر فی الحقیقت آپ کے نزدیک اس آیت سے علم غیب کلی ثابت ہوتا تو آپ کم از کم سلسلہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کلی مانتے، حالانکہ آپ لوگ اخیر زمانہ حیات میں اس کے حصول کے قائل ہیں۔ بہر حال اس آیت سے تو کسی طرح بھی آپ کا استدلال صحیح نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح جو دو حدیثیں آپ نے پیش کی ہیں ان سے بھی کسی طرح آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔ پہلی حدیث جو بھیڑیے والی آپ نے پیش کی ہے اس کے وہ الفاظ جن سے آپ کا استدلال ہے یہ ہیں۔ **يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَعْنِي وَمَا هُوَ كَائِنٌ** اس میں بھی وہی مَا کا لفظ ہے اور میں ثابت کر چکا کہ وہ ہمیشہ عموم و استغراق کے لئے نہیں ہوتا۔ اور اس حدیث میں تو بالیقین وہ عموم و استغراق کے لئے نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا مانا جائے تو حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں کو بھی علم غیب کلی کی تعلیم دیتے تھے اور اس صورت میں لازم آئے گا کہ صحابہ کرامؓ بھی اس علم غیب کلی میں آپ کے شریک ہوں حالانکہ یہ عقیدہ خود آپ حضرات کا بھی نہیں ہے۔ لہذا حدیث کا صحیح مطلب یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی وحی سے معجزہ کے طور پر گزشتہ باتوں اور آئندہ

ہونے والے واقعات کی خبر دیتے ہیں۔ اور بے شک ہمارا ایمان ہے کہ آپ نے بوحی الہی ماضی مستقبل کے بہت سے واقعات کی خبریں اپنے صحابہ رضہ کو دیں جو ان کی روایت سے ہم تک بھی پہنچی ہیں۔ الغرض ^{اس}چرواہے والی حدیث کو بھی آپ کے مدعی سے کوئی تعلق نہیں۔

دوسری حدیث آپ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی جو پیش کی ہے اس میں تو کوئی لفظ بھی ایسا نہیں جس سے کھینچ کر بھی علم غیب کلی ثابت کیا جاسکے۔ اس کا مفاد تو صرف یہ ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے آغاز آفرینش سے روزِ آخر تک کے احوال بیان فرمائے۔ اس کا ظاہر اور واضح مطلب یہی ہے کہ روزِ اول سے روزِ آخر تک جو قابل ذکر واقعات پیش آنے والے تھے وہ آپ نے بیان فرمائے، نہ یہ کہ ساری دنیا کے درختوں کے پتوں، قیامت تک ہونے والی بارشوں کے قطروں، تمام دریاؤں کے نروں، تالابوں کی مچھلیوں، مینڈکوں اور قیامت تک پیدا ہونے والی مرغیوں، بکریوں، بکھکیوں، بچھروں اور زمین کے سارے کیڑے مکوڑوں کی تعداد اور ان کی سوانح عمریاں آپ نے بیان کی ہوں۔ اور ہر چیز کے جزئی جزئی واقعات بیان فرمائے ہوں۔ ذرا سوچئے تو کہ آپ کتنا لغو دعوے کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہاں کے غیر مسلم حاضرین میں سے جنہوں نے آپ کی اس بات کو سمجھا ہوگا وہ بھی ضرور اپنے دل میں منہتے ہوں گے۔ بہر حال صحیح بخاری کی اس حدیث میں آپ کے اس دعوے کے لئے کوئی اشارہ بھی نہیں۔

یہ تو آپ کی پیش کردہ دلیلوں پر میری سرسری تنقید تھی۔ اب معارضہ سنئے۔ جو دس آیتیں اور چند حدیثیں میں پہلی بحث میں مدعیانہ حیثیت سے پیش کر چکا ہوں وہ سب آپ کے معارضہ میں پیش ہو سکتی ہیں۔ لیکن میں ان کا اعادہ نہ کرتے ہوئے دوسری آیات اور احادیث پیش کرنا چاہتا ہوں۔

سورہ لقمان کی آخری آیت ہے۔

إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي
الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي
نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝

ترجمہ : یقیناً اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور وہی (اپنے علم سے) نازل فرماتا ہے بارش

اور وہی جانتا ہے اس کو جو رجموں میں ہوتا ہے ، اور کسی نفس کو پتہ نہیں کہ وہ کل کیا کرے گا ، اور

کسی کو خبر نہیں کہ وہ کہاں مرے گا ، بحقیق اللہ ہی ہے ان باتوں کا جاننے والا اور خبردار “

دیکھئے اس آیت میں پانچ چیزوں کا ذکر ہے اور ان کے متعلق بتلایا گیا ہے کہ ان کا علم صرف اللہ ہی کو ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی آیت کے مضمون کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ الْآيَةُ

(رواہ الامام احمد عن بريدة کما فی ابن کثیر ج ۸ ص ۲۳)

پانچ چیزیں وہ ہیں جن کا علم خدا کے سوا کسی کو بھی نہیں ، وہی جو لقمان کی اس آیت (إِنَّ اللَّهَ

عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ الْآيَةُ) میں مذکور ہیں “

نیز میں نے کل کی بحث میں صحیح بخاری وغیرہ کے حوالہ سے جو حدیث جبریل پیش کی تھی اس کے آخر میں

بھی آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہی پانچ چیزوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ ان کو بجز اللہ علام الغیوب کے

کوئی نہیں جانتا ۔

قرآن پاک کی ایک اور آیت میں بھی اسی مضمون کو بالاجمال اس طرح فرمایا گیا ہے ۔

وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ۔ (الانعام ، ع ۷)

ترجمہ : اللہ ہی کے علم میں ہیں ” مفاتیح الغیب “ ان کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا “

اس آیت کی تفسیر میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔

مَفَاتِحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللَّهُ ، لَا يَعْلَمُ مَا فِي بَيْتِ اللَّهِ ، وَ

لَا يَعْلَمُ مَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ إِلَّا اللَّهُ ، وَلَا يَعْلَمُ مَا مَتَى يَأْتِي الْمَطَرُ

أَحَدٌ إِلَّا اللَّهُ ، وَلَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ، وَلَا يَعْلَمُ مَتَى

تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا اللَّهُ (صحیح بخاری تفسیر سورۃ الرعد عن

ابن عمر)

مفاتیح الغیب یہ پانچ چیزیں ہیں جن کو بجز خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا ۔ خدا کے سوا کوئی نہیں

جانتا کہ کل کیا واقعات رونما ہوں گے ، اور خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کچھ دانیوں میں کیا ہے (نریا مادہ) اور اس کے سوا کسی کو خبر نہیں کہ بارش کب ہوگی ، اور کسی نفس کو معلوم نہیں کہ اس کی موت کس سرزمین میں واقع ہوگی ، اور خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب ہوگی “

اس حدیث سے جس کو امام بخاریؒ و امام مسلمؒ اور ان کے علاوہ بھی قریباً تمام اکابر محدثین نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے صاف صریح طور پر معلوم ہوا کہ میری پیش کردہ آیت میں ”مفاتیح الغیب“ کے لفظ سے یہی پانچ مخفی چیزیں مراد ہیں اور خدا کے سوا کسی کو بھی ان کا پورا علم نہیں ۔

اور سیّد المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ۔
 هُنَّ خَمْسٌ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ الْاَيَةُ (درشورح ج ۳ ص ۱۵)
 ”مفاتیح الغیب“ وہی پانچ چیزیں ہیں جو اس آیت اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ الْاَيَةُ
 میں مذکور ہیں “

نیز یہی جبر امت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ انہی پانچ چیزوں کے متعلق فرماتے ہیں ۔
 هَذِهِ الْخَمْسَةُ لَا يَعْلَمُهَا مَلَكٌ مُّقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُّصْطَفًى ذَمَّنَ اَدْعٰى
 اَنَّهُ يَعْلَمُ شَيْئًا مِّنْ هٰذِهِ فَقَدْ كَفَرَ بِالْقُرْآنِ لِاَنَّهُ خَالَفَ ۔

(تفسیر خازن ج ۵ ص ۱۸۳)

یہ پانچوں چیزیں وہ ہیں جن کو نہ کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے اور نہ کوئی برگزیدہ نبی ، پس جو کوئی ان میں سے کسی چیز کے علم کا بھی دعویٰ کرے تو اس نے قرآن کے ساتھ کفر کیا ، کیونکہ اس کی کھلی مخالفت کی “

اب حاضرین کرام غور فرمائیں کہ ان آیات و احادیث کے ہوتے ہوئے علم غیب کی کا دعویٰ کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے ، اور یہ کہ ایمان بالقرآن کے دعوے کے ساتھ اس کی کہاں تک گنجائش ہے ۔

میں قائلین علم غیب کی تکفیر و عدم تکفیر کے متعلق اپنا نظریہ پہلی بحث میں پوری وضاحت سے پیش کر چکا ہوں اور جس عقیدہ کو میں کفر سمجھتا ہوں اس کے کفر ہونے پر دلائل بھی عرض کر چکا ہوں ۔ اب اگر ہمارے فاضل مخاطب کے

ذہن میں میرے وہ دلائل نہیں رہے تو ذرا وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس ارشاد پر بھی غور فرمائیں اور سوچیں کہ کہیں وہ
فَقَدْ كَفَرَ بِالْقُرْآنِ کے مصداق تو نہیں ہیں۔

حضرات گرامی! آپ نے مولوی سنبھلی صاحب کی جوابی تقریر سن لی
مولوی حسنت علی صاحب

میں نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت جلیلہ «علم غیب
کلی» کے ثبوت میں قرآن پاک کی نہایت واضح اور روشن آیت وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ پیش کی تھی۔
اور بتلایا تھا کہ اس میں «مَا» کلمہ عموم ہے اور اس واسطے اس سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم کلی
ثابت ہوتا ہے۔ اس کے جواب میں سنبھلی صاحب نے کہا ہے کہ «مَا» عموم کے لئے نہیں آتا۔ میں کتا ہوں سنبھلی
صاحب! یہ آپ کی نادانی اور جہالت ہے، آپ کسی «اصول الشاشی» پڑھنے والے طالب علم سے بھی پوچھیں
گے تو وہ آپ کو بتلا دے گا کہ «مَا» عموم کے لئے آتا ہے اور شریعت مطہرہ میں وہ موجبہ کلیہ کا سور ہے۔

دیکھئے قرآن پاک میں جابجا ہے لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ہمارے نزدیک
تو اس کا مطلب یہی ہے کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو بھی کچھ ہے وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ لیکن آپ کے
نزدیک جب «مَا» کلمہ عموم نہیں تو مطلب یہ ہو گا کہ آسمان و زمین میں بعض چیزیں اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ حالانکہ
جو شخص زمین و آسمان کی ساری چیزوں کو خدا کی مخلوق و ملک نہ مانے وہ کافر ہے، لیجئے «مَا» کے عموم کا انکار
آپ کا ایک اور مستقل کفر ہو گیا۔

آپ نے جو تین آیتیں اپنی سند میں پیش کی ہیں وہ بھی آپ کی جہالت ہی کا کرشمہ ہے درحقیقت ان تینوں
آیتوں میں بھی «مَا» عموم ہی کے لئے ہے ایک آیت آپ نے عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ پیش کی
ہے اور بیان کیا ہے کہ یہاں اگر «مَا» عموم کے لئے ہو گا تو ہر انسان کے لئے علم غیب کلی ثابت ہو گا۔ ارے!
آپ کو اتنی بھی خبر نہیں کہ جب عام لفظ مطلق بولا جائے تو اس سے اس کا فردِ کامل مراد ہوتا ہے۔ اسی کا عدے
سے اس آیت میں انسان سے عام انسان مراد نہیں ہیں بلکہ نوع انسان کے فردِ کامل حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم
ہی مراد ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اس انسان کامل کو وہ سب کچھ سکھلا اور بتلایا جو یہ نہ جانتے تھے۔
سنبھلی صاحب! آپ اس آیت کو میرے مقابلہ میں پیش کر رہے ہیں، یہ تو میرے دعویٰ کی مستقل دلیل ہے۔

دوسری آیت آپ نے پیش کی ہے **وَلْيَعْلَمَكُمْ مَالَهُ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ** بے شک

اس میں بھی "مَا" عموم ہی کے لئے ہے اور اس کا مطلب یہی ہے کہ حضورؐ اپنے صحابہ کرامؓ کو وہ سب کچھ تعلیم فرماتے تھے جو وہ نہیں جانتے تھے اور بے شک ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ حضورؐ تمام علوم غیب و شہادت کے عالم بھی تھے اور معلم بھی۔ اور آپ کی تعلیم سے آپ کے خدام کو بھی ماکان و مایون کا علم حاصل تھا۔

تیسری آیت آپ نے **عَلِمْتُمْ مَالَهُ تَعْلَمُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ** پیش کی ہے اور

آپ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں خطاب یہودیوں سے ہے اور اگر مَا اس میں عموم کے لئے مانا جائے گا تو ان یہودیوں کے لئے بھی علم کلی ماننا پڑے گا۔ سنبھلی صاحب ! یہ آپ کی سب سے بڑی جہالتِ فاحشہ ہے۔ دیکھئے یہ میرے پاس تفسیر ابن جریر ہے۔ اس میں امام ابن جریر طبریؒ اپنی سند سے عبد اللہ بن کثیر سے روایت کرتے ہیں۔
إِنَّهُ سَمِعَ مُجَاهِدًا يَقُولُ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى وَعَلِمْتُمْ مَالَهُ تَعْلَمُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ قَالَ هَذِهِ لِلْمُسْلِمِينَ۔

یعنی حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مسلمانوں کے حق میں ہے۔

مسلمان بھائیو ! آپ نے دیکھا ؟ سنبھلی صاحب نے صحابہ کرامؓ کو یہودی بنا دیا۔ یہ ان کا اور مستقل کفر

ہوا۔ سنبھلی صاحب ! دیکھئے یہ خدا کا عذاب ہے آپ جب تک حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب پر ایمان نہیں لائیں گے یوں ہی آپ پر کفر چھپایا رہے گا اب بھی توبہ کر کے مسلمان ہو جائیے !

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا میں کہہ رہا تھا کہ آپ کی پیش کی ہوئی آیت **عَلِمْتُمْ مَالَهُ تَعْلَمُوا**

أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ بھی صحابہ کرامؓ ہی کی شان میں ہے اور اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ صحابہ کرامؓ کو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے وہ سب علوم حاصل ہو گئے جو پہلے سے ان کو حاصل نہ تھے۔ اور میں نے حضرت

فاروق اعظمؓ کی جو حدیث پیش کی تھی اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے ایک ہی مجلس میں صحابہ کرامؓ کے سامنے

ابتدائے دنیا سے روز آخر تک کے سارے احوال بیان فرمادیئے۔ اور حضرت فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں کہ

ہم میں سے بعض نے اس سب کو یاد رکھا اور بعض بھول گئے۔ اور قریب قریب اسی مضمون کی ایک حدیث میں پہلی بحث

میں حضرت خذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے پیش کر چکا ہوں۔ اور مشکوٰۃ شریف سے حضرت ابو ہریرہؓ

تعالےٰ عنہ کی بھڑیے والی جو حدیث میں نے ابھی پیش کی ہے اس میں بھی صاف مذکور ہے کہ - یخبرکم بما مضیٰ وما ہو کابن بعدکم یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تم کو وہ سب چیزیں بتلاتے ہیں جو ہو چکیں اور جو آئندہ ہوں گی -

جب ان تمام احادیثِ کریمہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو تمام ماکان و مایکون اور حسب روایت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے انتہائے دنیا تک کے تمام احوال و واقعات جزئی جزئی اور کلی کلی کر کے بتلانے اور تعلیم فرمائے۔ تو محض قیاسی باتوں سے اس کا انکار کرنا الحاد اور بے بنیاد ہے۔ آپ نے مجھ سے پوچھا ہے کہ کیا حضورؐ نے دریا کی مچھلیوں، مینڈکوں، مرغیوں، کبریوں اور کیڑے مکوڑوں کے بھی حالات بیان کئے تھے؟ میں کہتا ہوں جی ہاں بیان کئے تھے۔ اور یہ بیان کرنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔

آپ نے کہا تھا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ نے قابل ذکر باتیں بیان فرمائیں، میں کہتا ہوں کہ یہ ”قابل ذکر“ کا پیوند آپ کہاں سے لگاتے ہیں۔ دیکھئے یہ میرے ہاتھ میں امام علامہ بدر الدین عینی رضی اللہ عنہ کی صحیح بخاری شریف کی شرح عمدۃ القاری ہے۔ اس میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

فِيهِ دَلَالَةٌ عَلَى أَنَّهُ أَخْبَرَنِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ بِجَمِيعِ أَحْوَالِ
الْمَخْلُوقَاتِ مِنْ إِبْتِدَائِهَا إِلَى أَنْتَهَائِهَا

اور لیجئے علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شریف شرح بخاری شریف میں اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

وَدَلَّ ذَلِكَ عَلَى أَنَّهُ أَخْبَرَنِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ بِجَمِيعِ أَحْوَالِ
الْمَخْلُوقَاتِ مِنْذُ إِبْتِدَائِهَا إِلَى أَنْ تَفْنَى إِلَى أَنْ تُبْعَثَ -

ان دونوں عبارتوں کا مطلب یہی ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں اس امر پر دلالت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں تمام مخلوق کے تمام احوال ابتداء سے انتہاء اور آغاز و فریش سے حشر و نشر تک کے بیان فرمائے۔

دیکھئے ان دونوں مسلم اماموں نے حضورؐ کے علم کی تعلیم کلی اور اخبار کلی کی کسی صاف تصریح فرمائی۔ ان ائمہ کرام کی ان جلیل القدر اور ایمان افروز تصریحات کے مقابلہ میں آپ کا ”قابل ذکر“ والا پیوند قطعاً باطل اور مردود ہے۔ اور لیجئے اسی مضمون کی میں ایک حدیث اور پیش کرتا ہوں۔ یہ میرے پاس صحیح مسلم شریف کی دوسری جلد ہے۔

اس میں حضرت ابو زید یعنی حضرت عمرو بن الخطاب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں۔
 صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ
 فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الظُّهُرُ فَنَزَلَ فَصَلَّى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا
 حَتَّى حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَأَخْبَرَنَا
 بِمَا هُوَ كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ فَأَعْلَمْنَا أَحْفَظْنَا -

(یعنی) ایک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو فجر کی نماز پڑھائی اور پھر منبر پر تشریف لے گئے اور ہمارے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا یہاں تک کہ ظہر کا وقت آگیا تو آپ نے اتر کر نماز پڑھی اور پھر منبر ہی پر تشریف لے گئے اور خطبہ ارشاد فرمایا یہاں تک کہ عصر کا وقت آگیا، آپ نے پھر اتر کر عصر پڑھی اور پھر منبر پر تشریف لے گئے اور پھر خطبہ دیا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا، پس اس خطبہ میں حضرت نے ہم کو اس سب چیز کی خبر دی جو پہلے ہوا ہے اور جو آئندہ ہوئی والا ہے۔ حضرت عمرو بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سب سے زیادہ علم والا وہ ہے جس نے اس روز کے حضرت کے بیان کو زیادہ یاد رکھا۔“

دیکھئے اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو تمام ماکان اور دما کی تعلیم دی۔ نیز ان حدیثوں سے يُعَلِّمُكُمْ مَا لَكُمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ اور عَلِّمْتُمْ مَا لَكُمْ تَعْلَمُوا اَنْتُمْ وَلَا اَبَاؤُكُمْ کی تفسیر بھی معلوم ہو گئی اور ثابت ہو گیا کہ ان دونوں آیتوں میں ”مَا“ عموم و استغراق ہی کے لئے ہے اور یہ کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ”عالم کل“ ہی نہیں تھے بلکہ معلم کل بھی تھے۔ اور آپ کی تعلیم سے آپ کے غلاموں کو بھی تمام ماکان دما کیون کا علم حاصل تھا۔

اب ایک اور آیت اسی مقصد کی تائید میں سنئے ! سورۃ تکویر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ارشاد ہے

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِّينَ آیت آپ غیب پر بخل نہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو علم غیب آپ کو عطا فرمایا ہے اسے دوسروں کو بتلانے میں آپ بخل نہیں فرماتے بلکہ پوری فراخ دلی کے ساتھ دوسروں کو بھی وہ سب بتا دیتے ہیں، اس آیت سے بھی صاف معلوم ہوا کہ حضور اقدس صرف عالم الغیب ہی نہیں بلکہ علم الغیب بھی ہیں۔ یہاں تک تو میں نے اپنی دلیلیں پیش کیں اور میری دلیلوں کے جواب میں سنبھلی صاحب نے جو کچھ کہا تھا اس کا رد کیا۔ اب میں ان کی پیش کردہ آیتوں کا جواب دیتا ہوں۔

انہوں نے دو آیتیں اس مرتبہ پیش کی ہیں۔ اور دونوں کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قیامت، بارش، مافی الارحام، مافی الغر، مقام موت۔ ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو ان پانچوں چیزوں کا علم ذاتی ہے یا عطائی؟ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تمام علم ذاتی ہی ہے اور عطائی اس کی جناب میں محال ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کے لئے پانچوں چیزوں کا علم ذاتی ثابت کیا گیا ہے تو غیر اللہ سے منفی بھی وہی علم ہوگا۔ اور اگر جانب لقی میں علم عطائی مراد لیا جائے تو جانب مثبت میں بھی وہی مراد لینا پڑے گا اور حق تعالیٰ کے واسطے بھی علم عطائی ماننا پڑے گا اور یہ کفر ہوگا۔ پس یقینی طور پر متعین ہو گیا کہ ان دونوں آیتوں میں غیر اللہ سے ان پانچوں چیزوں کے صرف علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے، اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم ذاتی کے مدعی نہیں، بلکہ اس کا عقیدہ رکھنے والے کو مشرک سمجھتے ہیں۔ لہذا یہ دونوں آیتیں ہمارے خلاف نہیں ہوئیں۔

دوسری دلیل اس بات کی کہ ان آیتوں میں علم ذاتی ہی کی نفی غیر اللہ سے کی گئی ہے نہ کہ علم عطائی کی، یہ ہے کہ حدیثوں سے حضور کے لئے یہ علم ثابت ہیں۔ مثلاً علامات قیامت کی حدیثوں میں آتا ہے کہ حضور نے قیامت سے پہلے ہونے والی ایک عالم گیر بارش کی خبر دی ہے۔ اور مشکوٰۃ شریف میں حضرت ام الفضل کی حدیث موجود ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام جب بطن سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہی میں تھے تو آپ نے ان کی ولادت کی خبر دی، اسی طرح غزوہ بدر میں آپ نے سردارانِ قریش کی قتل گاہیں متعین کر کے بتلا دی تھیں، اور غزوہ خیبر میں آپ نے ایک دن فرمایا تھا کہ میں یہ جھنڈا کل ایک ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ و رسول کا محب و محبوب ہوگا۔ اب دیکھتے یہ علوم وہی ہیں جن کا ذکر آپ کی پیش کی ہوئی آیتوں میں ہے اور ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ

حضور اقدس علیہ السلام کو یہ سب علوم حاصل تھے تو ماننا پڑے گا کہ ان آیتوں میں علم ذاتی ہی کی نفی ہے تاکہ آیتوں اور حدیثوں میں تعارض نہ رہے۔ اسی طرح ان علوم خمس کے متعلق آپ نے جو حدیثیں یا صحابہ کرام کے اقوال پیش کئے ہیں ان میں بھی علم ذاتی ہی کی نفی مقصود ہے۔ آپ ایک حدیث یا کسی صحابی کا ایک ارشاد بھی ایسا نہیں پیش کر سکتے جس سے معلوم ہو کہ حضور کو یہ پانچوں علوم بے طوائے خداوندی بھی حاصل نہ تھے۔

مولانا محمد منظور صاحب نعمانی (بعد حمد و صلوة) محترم حاضرین کرام! میرے مخاطب مولوی حشمت علی صاحب نے اپنی اس تقریر میں حسبِ عادت سخت

کلامی کر کے مجھے جو شغل کرنا چاہا ہے اس سب کا جواب میری طرف سے صرف یہ ہے ع

تو دشنام دہ من دعا می کنم

اس کے بعد اصل تقریر کا جواب ترتیب دار سنئے!

میں نے یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ کلمہ ”ما عموم واستغراق کے لئے آتا ہی نہیں، بلکہ میں نے یہ کہا تھا کہ وہ ہمیشہ عموم واستغراق کے لئے نہیں آتا، اگر آپ ان دونوں باتوں کا فرق سمجھنے سے قاصر ہوں تو اپنے کسی سمجھ دار رفیق سے سمجھ لیجئے۔

میں نے اپنے اس ادعا کے ثبوت میں تین آیتیں پیش کی تھیں۔ ایک ”عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ“ اور عرض کیا تھا کہ اگر اس آیت میں ”ما“ کو عموم کے لئے مانا گیا تو تمام انسانوں کے لئے علم کلی ماننا پڑے گا۔ اس کے جواب میں آپ نے بڑی جرأت سے فرمایا ہے کہ۔

”عام لفظ جب مطلق بولا جاتا ہے تو اس سے اس کا فردِ کامل ہی مراد ہوتا ہے۔ اور اسی قاعدہ کے مطابق

اس آیت میں لفظ ”الإنسان“ سے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں“

نہیں حیران ہوں کہ آپ اس قدر مہمل اور بے تکلی باقیں اتنی بے بالی کے ساتھ کیسے منہ سے نکال دیتے ہیں۔ بندہ

خدا اس پر بھی تو غور کیا ہوتا کہ اس آیت کے بعد متصلاً ہی دوسری آیت یہ ہے ”كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَإِصْطَفَى“ (یعنی بے شک انسان سرکشی کرتا ہے)

دیکھئے یہاں ذہبی کلمہ ”الإنسان“ ہے۔ کیا معاذ اللہ آپ اپنی اس منطق کی رو سے اس سے بھی رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو مراد لیں گے ؟

اگر آپ کی طرح مجھے بھی زبردستی کافر بنانے کا شوق ہوتا تو میں بھی کہتا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ سرکش کہہ دیا ، یہ آپ کا ایک اور مستقل کفر ہوا۔

علاوہ ازیں یہ بھی تو سوچئے کہ یہ آیت نزول کے لحاظ سے قرآن مجید کی سب سے پہلی آیتوں میں سے ہے۔ یعنی جس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبوت عطا فرمائی گئی ہے اسی وقت آپ پر یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ تو اگر اس آیت میں لفظ ”الناس“ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہوں اور کلمہ ”ما عموم“ واستغراق حقیقی کے لئے ہو تو اس سے اسی وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب کلی ثابت ہوگا ، حالانکہ آپ خود اس کے تئیس برس بعد ختم نزول قرآن کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس علم کلی کے حصول کے قائل ہیں۔ بہر حال اس آیت میں لفظ ”الناس“ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مراد لینا اور کلمہ ”ما عموم“ واستغراق کے لئے لینا علمی اور فحی طور پر تو غلط ہے ہی ، خود آپ کے عقیدہ اور اصول کے بھی خلاف ہے۔

ایک آیت میں نے عَلِمْتُمْ مَالَهُ تَعْلَمُوا اَنْتُمْ وَلَا اَبَاؤُكُمْ پیش کی تھی اور عرض کیا تھا کہ اگر اس آیت میں بھی ”ما عموم“ واستغراق کے لئے مانا جائے تو لازم آئے گا کہ جو لوگ اس کے مخاطب ہیں ان کو بھی علم کلی عطا ہو ا ہو۔ اسی کے ساتھ میں نے یہ بھی بتلایا تھا کہ اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت کے مخاطب یہودی ہیں۔

اس کے جواب میں آپ نے تفسیر ابن جریر سے حضرت مجاہدؒ کا قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت مسلمانوں کی شان میں ہے۔ بے شک مجھے بھی معلوم ہے کہ حضرت مجاہدؒ کی رائے یہی ہے لیکن ان کے علاوہ اکثر مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ اس کے مخاطب یہودی ہیں۔ آپ ذرا اسی آیت کے ذیل میں عام تفاسیر کو اٹھا کر دیکھئے ، قرینا سب میں یہ تصریح ملے گی کہ اکثر ائمہ تفسیر کے نزدیک اس کے مخاطب یہودی ہیں۔ اور میں کہتا ہوں کہ خود ظلم قرآن سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اوپر کی آیات میں یہودی ہی سے خطاب ہو رہا ہے۔ بہر حال صرف حضرت مجاہدؒ یا کسی اور مفسر کا یہ رائے رکھنا کہ اس آیت کے مخاطب مسلمان ہیں میرے اس دعوے کے خلاف نہیں کہ اکثر مفسرین کے نزدیک یہاں یہودی مخاطب ہیں۔

ہاں آپ نے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ تو نے اس کا مخاطب یہودیوں کو قرار دے کر گویا صحابہ کرام رضہ کو معاذ اللہ یہودی بنادیا اور یہ ایک اور مستقل کفر ہوا۔ آپ کی اس زالی منطق کی داد تو آپ کے بھائی برادر ہی دے سکتے ہیں۔ میں تو صرف یہ سوال کر دوں گا کہ یہ کفر صرف میرا ہے یا ان اکثر مفسرین کا بھی جنہوں نے تصریح کی ہے کہ اس کے مخاطب یہودی ہیں۔ دیکھئے تفسیر مدارک التنزیل، تفسیر معالم التنزیل، تفسیر خازن۔ ان تینوں تفسیروں (کے علاوہ دوسری تفسیریں) میں بھی صاف مذکور ہے کہ اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت عَلِمْتُمْ مَالَهُ تَعْلَمُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ کے مخاطب یہودی ہیں۔

اب فرمائیے کہ کیا میرے ساتھ یہ تمام مفسرین بھی کافر ہو گئے؟ اگرچہ اب میں آپ ہی کے اصول پر کہہ سکتا ہوں کہ آپ نے اس لغو منطق سے اکثر مفسرین کو کافر کہہ دیا اور یہ آپ کا ایک اور مستقل کفر ہوا۔ لیکن یہ منطق جس کا نتیجہ ہمیشہ کفر ہی کفر ہو، آپ کو اور صرف آپ کو مبارک!

میں نے تیسری آیت يُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ پیش کی تھی اور عرض کیا تھا کہ اس آیت میں اگر ”مَا“ کو عموم کے لئے لیا گیا تو تمام صحابہ کرام رضہ کے لئے بھی علم غیب کلی ماننا پڑے گا، آپ نے اس لزوم کو تسلیم کیا ہے اور اپنے اس نئے عقیدہ کا اظہار کیا ہے کہ صحابہ کرام رضہ کو بھی یہ علم کلی حاصل تھا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر آپ کی اس بات کو تسلیم کر لیا جائے تو لازم آئے گا کہ صحابہ کرام رضہ کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہو حالانکہ یہ امت کا اجماعی مسئلہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تمام مخلوق سے زیادہ ہے اور آپ اعلم المخلوقین ہیں۔ اور علمائے امت نے اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والے شخص کی تکفیر کی ہے۔ لیجئے یہ آپ کا ایک اور کفر ہوا۔

پھر آپ نے صحابہ کرام رضہ کے اس علم کلی کے ثبوت میں جو حدیثیں پیش کی ہیں وہ کسی طرح بھی اس کی مثبت نہیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی جو حدیث آپ نے پہلی بحث میں پیش کی تھی اور جس کا اس تقریر میں آپ نے پھر حوالہ دیا ہے اس کا صحیح مطلب میں حضرت علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے پہلے پیش کر چکا ہوں جس کے اعادہ کی اب ضرورت نہیں سمجھتا۔ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مطلب بھی میں پہلے بیان کر چکا ہوں، اور بتلا چکا ہوں کہ جو مطلب اس کا آپ لے رہے ہیں وہ بڑا بہت کے خلاف ہے۔ اس کا منشاء درحقیقت صرف یہی ہے کہ حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحبت میں سلسلہ دنیا کے اہم اور قابل ذکر واقعات بیان فرمائے نہ یہ کہ ساری دنیا میں جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہو گا حتیٰ کہ ہر ہر چیز نیٹی کی پیدائش اور موت اور اس کا چلنا پھرنا ، ہر ہر کڑی مکھی کے تمام حالات اور اس کا پیدا ہونا ، بڑھنا ، ایک جگہ سے ارکڑ دوسری جگہ بٹھینا ، کھانا ، پینا ، پیشاب اور پاخانہ پھرنا وغیرہ وغیرہ بھی حضور نے بیان فرمایا ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسا نحو، مہمل اور مضحکہ خیز دعوائے دنیا کا کوئی عقل والا انسان ہرگز نہیں کر سکتا۔ پھر یہ ایسی بدیہی بات ہے کہ جس کے لئے کسی دلیل و برہان کی بھی ضرورت نہیں اور اگر آپ کو دلیل ہی کی ضرورت ہو تو سنئے۔

سنن ابن ماجہ دسند احمد میں خود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے آپ نے فرمایا۔
 خَرَجَ عَنَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَعُوبَتَيْنِ أَبْوَابَ الرَّبَا
 یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے تشریف لے گئے اور آپ نے ربا کے ابواب کی تفصیل نہیں بیان فرمائی۔“

لیجئے یہ خود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت ہے کہ حضور نے تا وفات تشریف ابواب ربوا کو مفصلاً بیان نہیں فرمایا ، اس کی روشنی میں اس حدیث کا مطلب یہی ہو گا کہ حضور نے سلسلہ عالم کی اہم اور قابل ذکر چیزیں یعنی امت کی فلاح و نجات کے لئے جن کی ضرورت تھی بیان فرمائیں۔ ورنہ اگر حضور نے ہر ہر چیز کا پورا پورا حال پوری تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہوتا تو ”ابواب ربا“ کے متعلق حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ نہ فرماتے کہ حضور نے ان کو تفصیل بیان نہیں فرمایا۔ لیجئے یہ میں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مطلب خود انہی کی ایک حدیث کی روشنی میں بیان کر دیا۔ اور اب اس کے سوا دوسرا مطلب ہو نہیں سکتا۔

اس مرتبہ آپ نے اسی کے ہم مضمون حضرت عمرو بن الخطاب انصاری رضی اللہ عنہ کی جو حدیث صحیح مسلم شریف سے پیش کی ہے اس کا مفاد بھی صرف یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس دن بھر کے خطبہ میں تمام اہم اور قابل ذکر باتیں جن سے امت کی فلاح و البتہ تھی اور امت کو جن کے معلوم ہونے کی خاص ضرورت تھی وہ سب بیان فرمائیں۔ بہر حال آپ کی پیش کردہ کسی حدیث کا بھی یہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا بھر کی چھوٹی موٹی ڈھکی چھپی خلوت کی اور جلوت کی انسانوں کی اور حیوانوں کی تمام باتیں ، مکھیوں کی اور مکڑیوں کی،

مرغیوں کی اور بکریوں ، کیڑوں کی اور مکوڑوں کی پوری سرگزشت اس خطبہ میں بیان فرمائی ہو۔

آپ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح میں عینی اور فتح الباری کی جو عبارت پیش کی ہے اس کا مفاد بھی ہرگز یہ نہیں ہے بلکہ وہی ہے جو میں عرض کر رہا ہوں ، شاید اس کے لفظ ”جمع“ سے آپ کو دھوکا ہو رہا ہے۔ سو وہ ”جمع“ وہاں ایسا ہی ہے جیسا کہ آیت کریمہ لَا مَلَأَتْ جَمْعًا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ میں لفظ ”اجمعین“۔ میرا خیال ہے کہ اگر آپ نے میری اس بات کو غور سے سنا ہو گا تو میرے اس اشارہ کو آپ سمجھ گئے ہوں گے۔

یہاں تک تو میں نے آپ کے دلائل پر بحث کی تھی۔ اب میں اپنے دلائل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ میں نے پہلی تقریر میں دو آیتیں پیش کی تھیں جن میں علوم خمس کا حق تعالیٰ کے لئے مخصوص ہونا اور دوسروں کو ان کا حاصل نہ ہونا بیان فرمایا گیا ہے۔ اور ان کی تشریح بھی میں نے خود احادیث ہی سے پیش کی تھی۔ ان آیتوں کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ ان میں غیر اللہ سے امور خمس کے صرف علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے اور دلیل میں آپ نے یہ زالی منطق پیش کی ہے کہ چونکہ حق تعالیٰ کو ان امور کا علم ذاتی ہے لہذا جانب منفی میں بھی وہی علم ذاتی ہو گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی اس مہمل منطق کی رو سے ایک شخص غیر اللہ کو ”خالق“ بھی مان سکتا ہے۔ اور جب کوئی موحد مسلمان اس کے سامنے وہ آیتیں پیش کرے جن میں ^{لَقِيتُ} خالق کا حق اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونا اور کسی اور کا خالق نہ ہونا بیان کیا گیا ہے تو وہ بالکل آپ کی طرح کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو خالق بالذات ہے اور اس لئے غیر اللہ سے جو خالقیت کی نفی کی گئی ہے تو اس کا مقصد صرف ذاتی خالقیت ہی کی نفی ہے اور میں فلاں شخص یا فلاں بت یا فلاں دیوی کو خالق بظاہر اللہ مانتا ہوں۔ کہنے کیا آپ اس مشرک کی اس مشرکانه منطق سے بھی اتفاق کریں گے ؟

ہاں ایک بات آپ نے یہ بھی کہی ہے کہ احادیث سے ان امور خمس کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہوتا ہے اور اس کے لئے آپ نے چند حدیثوں کا حوالہ بھی دیا ہے جن کا جواب آپ کو پہلے مناظروں میں بھی دیا جا چکا ہے اب میں آپ کو پھر وہی جواب یاد دلاتا ہوں۔ سنئے !

جن احادیث کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے ان سے و نیز اس قسم کے جو اور واقعات احادیث میں ملتے ہیں ان سے امور خمس کی بعض منتشر جزئیات کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہوتا ہے۔ اور ہمارا دعوے یہ نہیں ہے کہ

ان امور کی کسی ایک جزئی کی اطلاع بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تھی بلکہ ہمارا دعویٰ ان کے علم کلی کے متعلق ہے اور اس بارہ میں جو آیات و احادیث وارد ہوتی ہیں ان کا منشاء ہمارے نزدیک یہی ہے کہ ان امور خمس کا علم کلی یا بالفاظ دیگر ان کے اصول و کلیات کا علم حق تعالیٰ عز اسمہ کے سوا کسی کو نہیں، نہ یہ کہ ان کی کسی جزئی کا علم بھی کسی کو عطا نہیں فرمایا گیا۔ پس آپ کی پیش کردہ احادیث ہمارے دعویٰ کے خلاف نہیں کیوں کہ ان سے بعض امور خمس کی صرف بعض جزئیات کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہوتی ہے اور اس سے خود ہم کو انکار نہیں۔ اب میرے ذمہ اس کا ثبوت البتہ باقی رہ جاتا ہے کہ قرآن و حدیث میں امور خمس ^{جہاں} کے علم کی غیر اللہ سے نفی کی گئی ہے وہاں اس سے ان کے علم کلی کی نفی مقصود ہے۔ تو لیجئے اس کی دلیل سنئے !

یہاں نفس الامر میں تین احتمالات ہیں۔

۱ : ان آیات و احادیث میں صرف علم ذاتی کی نفی مقصود ہو جیسا کہ آپ کا خیال ہے۔

۲ : مقصد یہ کہ ان امور خمس کی کسی جزئی کا علم بھی خدا کے سوا کسی کو نہیں۔

۳ : یہ مطلب ہو کہ ان امور کا علم کلی اور دوسرے الفاظ میں ان کے اصول و کلیات کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ جیسا کہ میرا دعویٰ ہے۔

بیچ کا احتمال تو آپ کے نزدیک بھی غلط ہے اور میرے نزدیک بھی۔ اور جن احادیث کا حوالہ آپ نے دیا ہے جن سے بعض امور خمس کے بعض جزئیات کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بالیقین ثابت ہوتا ہے، وہ احادیث اس احتمال کے باطل ہونے پر واضح طور پر دال ہیں۔ اب صرف اول اور آخر احتمال رہ گیا۔

پہلا احتمال جس کے آپ معنی ہیں یہ ہے کہ ان آیات و احادیث کا مقصد صرف یہ ہو کہ ”امور خمس کا محض علم ذاتی

اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور کسی کو حاصل نہیں“

اب سنئے ! کہ اس احتمال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صریح حدیث نے باطل کر دیا۔ مسند امام احمد

میں حضرت ربیع بن جراح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے قبیلہ بنی عامر کے ایک شخص حضور کے ایک

صحابی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔

إِنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ بَقِيَ مِنَ الْجِلْوَ شَيْءٌ لَا تَعْلَمُهُ ؟ قَالَ قَدْ

عَلَّمَني اللهُ خَيْرًا وَإِنَّ مِنْ الْعِلْمِ مَا لَا يَعْلَمُهُ إِلَّا اللهُ الْخَسِرُ
 إِنَّ اللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ
 وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ
 تَمُوتُ إِنَّ اللهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝

کہ انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ! کیا علم میں سے کوئی ایسی چیز بھی ہے
 جس کو آپ نہ جانتے ہوں ؟ آپ نے ارشاد فرمایا : ” بے شک مجھے اللہ نے بہت سے علوم خیر عطا
 فرمائے اور یقیناً بعض علوم وہ بھی ہیں جنہیں اللہ پاک کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا (مثلاً) وہ پانچ
 چیزیں جو سورہ لقمان کی اس آخری آیت إِنَّ اللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ الایۃ

میں مذکور ہیں “ (تفسیر ابن کثیر ج ۸ ص ۲۴)

دیکھئے اس حدیث میں امور خمس کے علم عطائی کی بھی صریح نفی موجود ہے اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
 اس موقع پر سورہ لقمان کی یہ آیت تلاوت فرمانے سے بھی ثابت ہو گیا کہ آیت علم عطائی کی نفی کو بھی حادی ہے۔ ورنہ
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ استشہاد معاذ اللہ غلط اور بے موقعہ ہو گا۔

بہر حال اس حدیث سے ایک تو یہ معلوم کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امور خمس کا علم بتعلیم الہی بھی حاصل نہ
 تھا۔ اور ساتھ ہی ضمناً یہ بھی ثابت ہو گیا کہ میری پیش کردہ سورہ لقمان کی آیت غیر اللہ سے ان امور خمس کے علم عطائی
 کی نفی کو بھی حادی ہے۔ اور جب اس آیت کے متعلق یہ ثابت ہو گیا تو دوسری آیت عِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ
 لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ کے متعلق بھی خود بخود ثابت ہو گیا۔ کیونکہ ان دونوں آیتوں کا ہم مضمون اور ہم مقصد ہونا
 خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ثابت ہے۔ جن میں سے بعض میں پہلی تقریر میں پیش بھی کر چکا ہوں۔
 بھلائیں سند احمد کی اس صحیح حدیث نے آپ کے علم ذاتی دلے احتمال کو واضح طور پر باطل کر دیا۔ اب صرف آخری
 احتمال باقی رہ گیا اور وہی متعین ہو گیا۔ یعنی یہ کہ ان آیات و احادیث کا مقصد امور خمس کے علم کلی کی غیر اللہ سے نفی کرنا
 ہے اور نفی علم عطائی کو بھی شامل ہے اور یہی میرا دعوے ہے۔

اس کے بعد میں انہی علوم خمس کے مخصوص بحث تعالیٰ ہونے کے متعلق اپنے اور آپ کے داخلہ امام عالی مقام سینا

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ارشاد پیش کرتا ہوں۔ میرے پاس یہ تفسیر مدارک التنزیل ہے جس کے مصنف بھی ایک جلیل القدر حنفی امام ہیں۔ اس میں سورۃ لقمان کی اسی آیت اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عَلَمُ السَّاعَةِ الْاٰیَةِ کے ذیل میں وہ نقل فرماتے ہیں۔

وَرَأَى الْمَنْصُورُ فِي مَنَامِهِ صُورَةَ مَلَكٍ الْمَوْتِ وَسَالَ عَنْ مُدَّةِ عُمُرِهِ فَاشَارَ بِاصَابِعِ الْخَمْسِ فَعَبَّرَهَا الْمُعَبِّرُونَ بِخَمْسِ سَنَوَاتٍ وَبِخَمْسَةِ اشْهُرٍ وَبِخَمْسَةِ اَيَّامٍ فَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ هُوَ اِشَارَةٌ اِلَى هَذِهِ الْاٰیَةِ فَاِنَّ هَذِهِ الْعُلُومُ الْخَمْسَ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا اللّٰهُ - (تفسیر مدارک التنزیل ج ۳ ص ۲۱۹)

یعنی خلیفہ منصور عباسی نے ملک الموت کو خواب میں دیکھا اور اپنی مدتِ عمر کے متعلق ان سے سوال کیا۔ انہوں نے جواب میں صرف اپنی پانچ انگلیوں سے اشارہ کر دیا، تعبیر دینے والوں نے اس کی مختلف تعبیریں دیں کسی نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری عمر صرف پانچ برس کی اور ہے کسی نے کہا کہ پانچ مہینے، کسی نے کہا پانچ دن۔ پھر جب حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے یہ معاملہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ سورۃ لقمان کی آخری آیت اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عَلَمُ السَّاعَةِ کی طرف اشارہ ہے اور ان کا مطلب اس اشارہ سے یہ ہے کہ یہ بات ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

اس روایت سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ آیت لقمان کی روشنی میں سیدنا حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

محترم حاضرین کرام! اپنے عقیدہ کی تائید میں قرآن عظیم، احادیث نبوی کریم تو میں کل سے برابر پیش کر رہا ہوں، لیکن آپ حضرات اس طرف بھی توجہ فرمائیے کہ کل میں نے فقر و تصوف اور حقیقت و معرفت کے امام علی مقام سیدنا حضرت شیخ جیلانی رحمہ اللہ کا ایک ارشاد پیش کیا تھا اور آج فقہ و شریعت کے سب سے بڑے امام سیدنا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ ارشاد پیش کیا ہے۔ پس بحمد اللہ تعالیٰ کتاب و سنت کے علاوہ اکابر و ائمہ کی تائید بھی ہمارے ہی ساتھ

ہے اور ان کی اتباع کا فخر بھی ہم ہی کو حاصل ہے۔ ہمارے فاضل مخاطب مولوی حسمت علی صاحب اپنے
 امام کے ساتھ قادری اور حنفی تو لکھتے ہیں لیکن عقائد جو نبی و دین ہیں ان میں وہ ان دونوں بزرگوں سے پھرے
 ہوئے بلکہ ان کے کھلے مخالف ہیں وَاللّٰهُ الْهَادِي إِلَى سَبِيلِ الرَّشَادِ -

سنبھلی صاحب ! آپ جب ان اکابر دائمہ کو مانتے ہی نہیں
مولوی حسمت علی صاحب تو ان کے نام لینے کا آپ کو کیا حق ہے اور ان بزرگوں پر افتراء

کرتے ہوئے آپ کو شرم بھی نہیں آئی۔ حضرت غوث الثقلین نے کہاں فرمایا ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کو علم غیب نہیں تھا۔ کل جو عبارت آپ نے غنیۃ الطالبین سے پیش کی تھی، اس کا جواب میں کل ہی دے چکا ہوں
 اس سے ہرگز بھی آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بڑی شان ہے حضرت غوث پاک
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دعویٰ تو خود اپنے متعلق قصیدہ غوثیہ میں یہ ہے ۔

نَظَرْتُ إِلَى بِلَادِ اللَّهِ جَمْعًا
 كَخَرْدَلَةٍ عَلَى حُكْمِ اتِّصَالِ

یعنی میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں کو مثل رائی کے دانے کے دیکھا اور اتصال کے ساتھ دیکھا یعنی برابر
 دیکھتا ہی رہا۔ جب ساری دنیا خود حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی نظر میں ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی نگاہ مبارک سے کیا پوشیدہ ہو سکتا ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر بھی آپ نے افتراء کیا ہے کہ آپ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو
 بھی کسی کی موت کا وقت معلوم نہیں۔ لیجئے میں اس بارہ میں حضرت امام ابو حنیفہ کا عقیدہ آپ کو پڑھ کر
 سنا ہوں۔ میرے پاس یہ مسلم شریف ہے۔

خوف : مولوی حسمت علی صاحب نے اتنا ہی کہا تھا کہ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے دوران
 تقریر ہی میں ان سے دریافت کیا کہ کیا مسلم شریف میں کہیں حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ کا کوئی ارشاد لکھا ہوا ہے جس
 سے آپ ان کا عقیدہ بیان کرنا چاہتے ہیں ؟

مولوی حسمت علی صاحب نے فرمایا کہ اس میں حضرت امام صاحب کا کوئی ارشاد تو نہیں ہے مگر میں اس سے

ایک حدیث پیش کرنا چاہتا ہوں ، اسی سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بھی معلوم ہو جائے گا کیونکہ ان کا عقیدہ حدیث شریف کے موافق ہی ہوگا۔

اس پر مولانا مولوی نعمانی نے مکرر دریافت کیا کہ آپ مسلم سے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ہی پیش کرنا چاہتے ہیں نا ؟

اس کے جواب میں مولوی حسنت علی صاحب نے پھر فرمایا۔ جی ہاں میں مسلم شریف سے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کا عقیدہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر ایک عام مقدمہ لگا۔ اور مولانا نعمانی نے فرمایا ، بہت اچھا پیش کیجئے۔ چنانچہ مولوی حسنت علی صاحب نے اس طرح کلام شروع کیا۔

حضرات ! یہ میرے پاس مسلم شریف کی دوسری جلد ہے۔ اس میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نطفہ جب رحم مادر میں قرار پاتا ہے اور جب اس پر تین چلے گزر جاتے ہیں اور اس میں روح ڈالی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو حکم دے کہ بھیجتا ہے کہ چار چیزیں لکھ۔ ایک اس کا رزق ، دوسرے اس کی اجل (موت)۔ تیسرے اس کے اعمال ، چوتھے اس کی بد بختی یا نیک بختی۔ حدیث شریف کے اہل لفظ یہ ہیں۔

يَوْمَ مَرَّ بِارْبَعِ كَلِمَاتٍ بِكُتُبِ رِزْقِهِ وَ أَجَلِهِ وَعَمَلِهِ وَ شَقِيٍّ أَوْ سَعِيدٍ =

دیکھئے اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ اس فرشتہ کو بھی ہر شخص کی موت کے وقت کا علم ہوتا ہے۔ لہذا یہ عقیدہ کہ کسی کی موت کے وقت کی اطلاع خدا کے سوا کسی کو بھی نہیں ہوتی غلط اور اس حدیث کے خلاف ہے۔ اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی عقیدہ ہرگز کسی حدیث کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ لہذا معلوم ہوا کہ آپ نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے حضرت امام صاحب پر محض جھوٹ افراء کیا ہے۔ اور تفسیر مدارک شریف کی عبارت کا مطلب غلط بیان کیا ، اس میں تو ملک الموت کا ذکر ہے ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تو اس میں نام بھی نہیں آیا ہے۔

مسلمانو ! آپ نے ایسا جیتا جاگتا جھوٹ اس سے پہلے کبھی نہ سنا ہوگا جیسا سنبھلی صاحب نے اس

وقت بولا۔ سنبھلی صاحب ! اگر آپ ثابت کر دیں کہ مدارک شریف کی اس عبارت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے تو میں منہ مانگا انعام دوں گا۔ کیا آپ نے حاضرین کو بالکل جاہل سمجھ لیا ہے۔ خوب سمجھ لیجئے ! میرے سامنے آپ کا جھوٹ نہیں چل سکتا، میں آپ کے جھوٹ فریب کے بجائے ادھیڑ کے رکھ دوں گا۔

حضرات گرامی ! میں نے جو حدیث مسلم شریف کی ابھی پیش کی ہے اس سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ ہر شخص کے رزق، اس کے عمل، اس کی سعادت و شقاوت اور اس کی موت کے وقت کی خبر، اس کی پیدائش سے بھی پہلے فرشتے کو ہو جاتی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جن آیات و احادیث میں فرمایا گیا ہے کہ پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں، ان میں علم ذاتی ہی کے متعلق فرمایا گیا ہے، کیونکہ اگر عطائی کی بھی نفی مقصود ہوتی تو فرشتہ کو سب انسانوں کے رزق، ان کی زندگی بھر کے واقعات اور ان کی موت کی گھڑی کا علم کیسے ہو سکتا تھا۔ پس علوم خمس کے متعلق جو آیتیں اور حدیثیں اب تک آپ نے پیش کی ہیں ان سب کا جواب بھی مسلم شریف کی اسی حدیث سے ہو گیا۔ واللہ اعلم

میں نے جو دلیلیں اپنے دعوے کی پیش کی تھیں، ان کے جواب میں آپ نے پھر وہی باتیں دہرا دی ہیں جن کا جواب میں پہلے دے چکا ہوں۔ مختصراً پھر سن لیجئے۔

میں نے آیت کریمہ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ پیش کی تھی آپ نے کہا کہ اس میں ”مَا“ عموم کے لئے نہیں ہے اور اس کی فطیر میں تین آیتیں پیش کیں، میں نے ثابت کیا کہ ”مَا“ عموم و استغراق ہی کے لئے آتا ہے اور آپ کی پیش کی ہوئی تینوں آیتوں میں بھی وہ استغراق ہی کے لئے ہے۔ پھر اس کے جو دلائل قاہرہ میں نے پیش کئے تھے آپ ان کا کوئی معقول جواب نہیں دے سکے۔

میں نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت عمرو بن خطاب انصاری رضی اللہ عنہ کی صریح حدیثیں پیش کیں جن میں صاف طور پر مذکور ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے خطبہ کریمہ میں ابتدائے دنیا سے انتہائے دنیا تک کا تمام ماکان و مایکون بیان فرمایا۔ آپ ان کا بھی کوئی جواب نہیں دے سکے۔ ان حدیثوں کے جواب میں آپ نے اس مرتبہ بھی یہی کہا ہے کہ ان کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے سب اہم اور قابل ذکر باتیں بیان فرمائیں، میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ آپ یہ اہم اور قابل ذکر کا پیوند کہاں

سے لگاتے ہیں ؟ کیا کسی روایت میں کوئی ایسا لفظ ہے جس سے یہ بات نکلتی ہو ؟ تو آپ اس کا کوئی جواب نہیں دے سکے اور نہ قیامت تک اس کی کوئی دلیل پیش کر سکتے ہیں۔ ارے سنبھلی صاحب ! آپ کو خدا سے ڈرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرم کرنی چاہئے ، آپ حدیث نبوی میں بے دلیل یہ پیوند اپنی طرف سے لگا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء کر رہے ہیں حضور اقدس م فرماتے ہیں۔

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعِدًّا فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ .

یعنی جو جان بوجھ کر جھوٹی بات مجھ پر گھڑے اس کا ٹھکانا جہنم ہے ۔

میں نے اپنی پچھلی تقریر میں حضرت علامہ بدر الدین عینیؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی عبارتیں پیش کی تھیں جن میں ان ہر دو مسلم بزرگوں نے تصریح فرمائی ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حدیث صاف دلالت کر رہی ہے کہ حضورؐ نے اپنے اس خطبہ کریمہ میں مبداء اور معاش اور معاد کے تمام احوال اول سے آخر تک بیان فرمائے۔ ان مسلم الثبوت اماموں کی اس تصریح کے ہوتے ہوئے آپ کے ”قابل ذکر“ کے پیوند کو کون سن سکتا ہے ؟ آپ بار بار ان حدیثوں کے متعلق کہتے ہیں کہ کیا حضورؐ نے پرندوں کا بھی حال بیان کیا تھا ؟ پرندوں اور درندوں کا بھی حال بیان کیا تھا ؟ مکھیوں اور مکڑیوں کا بھی حال بیان کیا تھا ؟ اور اس طرح آپ حدیث رسولؐ کا مذاق اڑاتے ہیں اور دعوے کرتے ہیں اسلام و ایمان کا ؟ کیا کوئی حدیث رسولؐ کا مذاق اڑا کر بھی مسلمان رہ سکتا ہے ؟ حضور اقدسؐ کے متعلق جو کچھ آپ کے دل میں ہے آپ اپنے بڑوں کی طرح صاف صاف کیوں نہیں کہتے ؟ تاکہ مسلمانوں کو آپ کے اسلام و ایمان کا حال معلوم ہو جائے۔ ارے آپ جس بات کا مذاق اڑاتے ہیں وہ ہمارا دین و اسلام ہے ، ہم کہتے ہیں اور ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ ہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر پرندے اور مکھی مجھ کا حال بیان فرما دیا تھا۔ نوسنو !

مواہب لدنیہ میں طبرانی کے حوالے سے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نقل فرمائی ہے۔

لَقَدْ تَرَكْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُحَرِّكُ طَائِرٌ وَجَنَاحِيهِ إِلَّا ذَكَرْنَا مِنْهُ عِلْمًا .

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں ہم سے مفارقت اختیار فرمائی کہ کوئی پرندہ ایسا

نہیں جو اپنے بازوؤں کو حرکت دیتا ہو، مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس کا حال

بھی بیان فرمادیا “

سنبھلی صاحب ! اب بتائیے کہ مکھی اور ٹھہر بھی فضا میں اپنے پروں سے اڑتے ہیں یا نہیں ؟ اور حضور کا سارے اڑنے والے جانوروں کے اسحوال بیان فرمانا اس حدیث شریف سے صاف طور پر ثابت ہوا یا نہیں ؟ میں نے اپنی پھلی تقریر میں ایک آیت کریمہ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ پیش کی تھی اور بتلایا تھا کہ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضور صرف عالم الغیب ہی نہیں بلکہ معلم الغیب بھی تھے۔ اس آیت کو آپ نے چھوڑا تک نہیں اور اس کے جواب میں ایک لفظ بھی نہیں کہا۔

لیجئے اب ایک آیت اور پیش کرتا ہوں۔ سورۃ رحمن میں ارشاد ہے۔

الرَّحْمَنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ

یعنی بڑی رحمت والے خدا نے قرآن سکھایا، انسان کامل یعنی اپنے محبوب و مطلوب محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا اور ان کو ہر چیز کا بیان سکھایا “

تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کی تفسیر میں فرمایا۔

قَالَ ابْنُ كَيْسَانَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ يَعْنِي مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَعَلَّمَهُ الْبَيَانَ يَعْنِي بَيَانَ مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ

یعنی ابن کیسان نے اس آیت کی تفسیر اس طرح فرمائی کہ خَلَقَ الْإِنْسَانَ سے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق مراد ہے۔ اور عَلَّمَهُ الْبَيَانَ کا مطلب یہ ہے کہ حضور کو

آپ کے رب جل جلالہ نے تمام ماکان و مایکون جو کچھ کہ ہوا اور جو کچھ کہ آئندہ ہونے والا ہے

اس سب کا بیان تعلیم فرمایا “

دیکھئے اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام ماکان و مایکون کا علم ہی

نہ تھا بلکہ اب اس سب کو بہ تعلیم الہی بیان بھی فرماتے تھے اس سے بھی ان احادیث کے مضمون کی تائید ہوتی

ہے جن میں یہ بتلایا گیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رض کے مجامع میں تمام ماکان و مایکون

بیان فرمایا - کیا اب آپ اس آیت کا بھی اسی طرح مذاق اڑائیں گے جس طرح کہ ان احادیث کا اڑایا تھا ؟
اب تو اس قرآنی آیت نے بھی بتلادیا کہ حضور اقدسؐ بہ تعلیم الہی تمام کان دما کیون بیان فرماتے تھے۔ کیا اس مکان
دما کیون میں آپ کی مرغی، بکری، مینڈک، مچھلی، بکڑی، مکھی، کھٹمل، پستو، ہر قسم کے درندے، پرندے، چرندے
سب داخل نہیں ہیں ؟ کیا اس آیت سے ان کا بیان حضرت سے ثابت نہیں ہوتا ؟

مسلمانو ! آپ نے دیکھا کہ یہ ہے ان لوگوں کا ایمان، حضور اقدسؐ کے لئے جو کمالات قرآن و حدیث سے
ثابت ہوتے ہیں یہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ارے اسی پر ایمان و اسلام کا دعویٰ ہے ؟ ایسوں ہی کے حق میں
قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے قَدْ كَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ کہ یہ لوگ مسلمان ہونے کے بعد پھر مرتد ہو گئے

(بعد حمد و صلوة) حاضرین کرام !
حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی
میرے مخاطب مولوی حشمت علی صاحب نے مجھے مشغل

کرنے یا اپنی گالی بازی کا کمال دکھلانے کے لئے جو بد کلامی میری ذات کے متعلق اس دفعہ کی ہے میں اس کے جواب
میں پھر یہی عرض کروں گا۔ ع

تودشنام وہ من دغا می کنم

اللہ تعالیٰ ان کو آدمیت دے اور اس بری نصیحت کو ان سے دور فرمائے، آپ حضرات بھی کہیں آمین !
اس کے بعد میں ان کی تقریر کی قابل جواب باتوں کا جواب عرض کرتا ہوں خود اور آپ سب حضرات بھی بغیر سنیں۔
مولوی صاحب نے اس تقریر میں مجھ پر یہ الزام لگایا ہے کہ میں معاذ اللہ آیتوں اور حدیثوں کا مذاق اڑاتا ہوں
مولوی صاحب ! میرے نزدیک وہ شخص مرتد ہے جو کسی آیت یا حدیث کے کسی جز کا بھی مذاق اڑائے یا دین کی کسی
چیز کے ساتھ بھی استخفاف سے پیش آئے۔ ہمارے نزدیک تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم و ارشاد
پر سر تسلیم خم کر دینے ہی کا نام ایمان و اسلام ہے۔ قرآن حکیم نے اسی حقیقت کو اس طرح ادا فرمایا ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ
ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيْ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا

تَسْلِيمًا . (النساء ۴-۶۵)

آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق جو کچھ دل میں ہے وہ صاف صاف کیوں نہیں کہہ دیا جاتا ؟ آپ شاید دوسروں کو اپنے پر قیاس کرتے ہیں ۔ ہمارے نزدیک عقائد کے بارے میں جس کے دل و زبان میں مطابقت نہ ہو وہ منافق ہے ، اور ہم منافقت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں ۔

ہاں اگر میں آپ سے یہ مطالبہ کرتا تو بے جا نہ ہوتا ۔ کیونکہ آپ اس مناظرہ میں جس عقیدہ (یعنی علم غیب کلی) کی حمایت کر رہے ہیں وہ آپ کا اصل عقیدہ نہیں ہے جس کی میرے پاس تحریر بھی موجود ہے ۔ نیز یہ عقیدہ آپ کے پیرو مرشد ” اعلیٰ حضرت “ فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب کے عقیدہ کے بھی خلاف ہے ۔ وہ اپنی کتاب ۔
 ” الدولۃ المکیۃ “ میں فرما چکے ہیں ۔

” وَلَا تُنْبِئُ بِعَطَاءِ اللَّهِ تَعَالَىٰ أَيُّضًا إِلَّا الْبَعْضَ “
 یعنی ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ کی عطا سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع “

بہر حال آپ کا اصل عقیدہ علم غیب کلی کا نہیں ہے لیکن آپ صرف اپنے بلانے والوں کی خاطر یہاں اپنے اصل عقیدہ کے خلاف بول رہے ہیں ۔ اور پھر دوسروں کو بھی ایسا ہی ” رکابیا “ سمجھتے ہیں ۔ ع
 کار پا کاں را قیاس از خود مگنید

الغرض ہم بجز اللہ اپنے ضمیر کے خلاف کسی عقیدہ کے اظہار کو منافقت اور کسی آیت یا حدیث کے ادنیٰ اتحافان کو کفر سمجھتے ہیں ۔ ہاں آپ جو بعض آیتوں یا حدیثوں کا اپنی طرف سے مطلب بیان فرماتے ہیں وہ ضرور قابل مضحکہ ہوتا ہے ۔ اور میں نے اگر کوئی مذاقیہ جملہ کہا ہے تو وہ آپ کے بیان کردہ مطلب ہی کے متعلق کہا ہے اور جو کچھ داد دی ہے وہ آپ کی خوش فہمی کی داد دی ہے ۔ اور یقین کیجئے کہ اس بارے میں آپ کو معاف نہیں کیا جاسکتا کہ آپ کوئی قابل تفریح بات کہیں اور کوئی اس سے تفریح بھی حاصل نہ کرے ، آپ کوئی مضحکہ خیز چیز کہیں اور کوئی اس پر ہنسے بھی نہیں ۔

ذرا سوچئے تو ، جب آپ کسی آیت یا حدیث کا یہ مطلب بیان کریں گے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی خطبہ میں برسر منبر تمام مکھیوں ، مکڑیوں ، مچھروں ، پسوؤں غرض ہر قسم کے کیڑے مکوڑوں کی بھی پوری پوری سوانح عمریایا کی تھیں اور اسی طرح میرے اور آپ کے بلکہ سارے انسانوں کے سروں اور داڑھیوں کے بالوں کی تفصیلی شمار بھی نام بنام

بیان فرمائی تھی۔ اور اس دنیا میں ہونے والے اپنے اور دوسروں کے ان تمام ناجی اور پراسیویٹ معاملات کو بھی آپ نے بیان فرمایا تھا۔ جو کوئی شریف اور معقول آدمی کسی مجلس میں بیان نہیں کر سکتا، تو بتلائیے کہ کوئی سنجیدہ آدمی جو اس آیت و حدیث کا صحیح مطلب بھی سمجھتا ہو کسی طرح ہنسی ضبط کر سکے گا۔ پھر اگر آپ کی اس لغویت کی داد دی جائے اور آپ کی اس خوش فہمی کے متعلق کوئی مذاقہ جملہ کہہ دیا جائے تو آپ کے نزدیک وہ آیت یا حدیث کا مذاق ہے، گویا آپ کا ہر لفظ اور ہر ارشاد قرآن و حدیث ہے۔ ”ایاز ! قدر خود بشناس“

میرے مہربان ! ان تمام احادیث کا مطلب وہی ہے جو عرض کر چکا ہوں۔ یعنی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس خطبہ مبارکہ میں ابتدائے دنیا سے انتہائے دنیا تک کی تمام اہم باقیں جن کے بیان کی امت کو ضرورت تھی بیان فرمائیں۔ یہ بعینہ وہ مطلب ہے جو آپ کی پیش کردہ حضرت خذیفہ رضی اللہ عنہ والی حدیث کی شرح میں حضرت علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح شفاء میں بیان فرمایا ہے۔ اور حضرت علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیہ معطلانی میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ذیل میں جو کچھ لکھا اس کا منشاء بھی یہی ہے جیسا کہ میں پہلے بتلا چکا ہوں۔ اور اس مطلب کا واضح قرینہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ ہی کا وہ ارشاد ہے جو مسند احمد اور ابن ماجہ کے حوالہ سے پیش کر چکا ہوں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ربوا کے احکام کو تفصیل سے بیان نہیں فرمایا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد اور آپ کی بدالخلق والی روایت میں تطبیق یوں ہی ہو سکتی ہے کہ اس کا مطلب یہ لیا جائے کہ حضور نے تمام وہ چیزیں بیان فرمائیں جو آپ کے نزدیک زیادہ اہم تھیں اور امت کو ان کے بیان کی خاص ضرورت تھی۔ ہاں یاد آیا مشکوٰۃ شریف میں جہاں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی یہ بدالخلق والی حدیث مذکور ہے وہاں حاشیہ پر حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی لمحات شرح مشکوٰۃ کے حوالہ سے اس حدیث کی شرح میں یہ الفاظ نقل ہیں۔ ”اَمِّ مَسَائِلَ تَعَلَّقُ بِالْذِّنِّ اَمِّ كَلْبَاتٍ“ یعنی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضور نے اس خطبہ مبارکہ میں دین کے متعلق تمام ضروری اصول اور کلیات بیان فرمائے۔

بہر حال ان احادیث سے آپ کا استناد بالکل غلط ہے، ان کا مطلب وہی ہے جو میں عرض کر رہا ہوں۔ اور جو مطلب ان کا آپ نے رہے ہیں وہ عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے۔

اس مرتبہ آپ نے بڑے ناز کے ساتھ ایک حدیث حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی اور پیش کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں

لَقَدْ تَرَكْنَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا يُحَرِّكُ طَائِرٌ جَنَاحَيْهِ إِلَّا ذَكَرْنَا مِنْهُ عِلْمًا

اور اس سے آپ نے یہ ثابت کیا ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہر ہر پرندہ کا حال بیان فرمایا۔ اور گویا اس کو آپ نے مکھیوں اور مچھروں کے تفصیلی احوال کے بیان میں نص صریح سمجھا ہے، میں آپ کی اس خوش فہمی کی کیا داد دوں۔ اگر عربی دانوں کا یہ مجمع ہوتا تو عام حاضرین کی طرف سے آپ کو اس حدیث فہمی کی اچھی داد مل جاتی۔ بندۂ خدا! اگر محاورات عرب سے آپ کو واقفیت نہیں ہے اور خدا نے کلام فہمی کا ذوق بھی نہیں دیا ہے تو لفظی ترجمہ ہی پر غور کیا ہوتا۔ اس حدیث کا خالص لفظی ترجمہ یہ ہوگا کہ۔

”ہم کو چھوڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حال یہ کہ کوئی پرندہ اپنے پروں کو فضا، آسمانی میں حرکت نہیں دیتا مگر آپ نے ہمارے لئے اس سے علم ذکر کیا“

آپ غالباً اس کو علم سمجھتے ہیں کہ ہر پرندہ کے متعلق یہ معلوم ہو کہ وہ دن میں کسے بار پیشاب کرتا ہے، کتنی دفعہ پاخانہ کرتا ہے، اس کے پاخانے میں کیسی بو آتی ہے، کیسا رنگ ہوتا ہے، اور اس کا کتنا وزن ہوتا ہے، حالانکہ شرعی اصطلاح میں علم صرف ان چیزوں کے علم کو کہتے ہیں جن کا تعلق شریعات سے ہو، پس تمام پرندوں کے متعلق علم بیان فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس علیہ السلام نے تمام پرندوں کی حلت و حرمت وغیرہ شرعی احکام کے متعلق ایسے جامع اور اصولی احکام بیان فرمائے ہیں کہ ان کی روشنی میں ہر پرندہ کا حلال یا حرام ہونا، اس کے گوشت وغیرہ کا طاہر یا غیر طاہر ہونا معلوم ہو سکتا ہے۔ اور یہی وہ علم شریف ہے جس کے بیان فرمانے کے لئے آپ دنیا میں تشریف لائے تھے۔ — بہر حال اس حدیث سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضور نے ہر ہر پرندہ اور ہر مکھی، مچھر کی پوری پوری سوانح حیات اور سرگزشت بیان فرمائی، منصب نبوت سے ناواقفی اور تفقہ فی الدین سے محرومی کی دلیل ہے۔

ان احادیث کے علاوہ آپ نے دو آیتیں بھی اور پیش کی ہیں۔ ایک وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ جس کا ترجمہ ہے کہ ”حضور غیب پر بخیل نہیں“ اس کا مطلب بالکل ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ نے غیب کی جو باتیں آپ کو بتلائی ہیں آپ اُمیوں تک پہنچانے میں بخل نہیں فرماتے۔ اور یہی ہمارا ایمان ہے، لیکن اس سے ”علم غیب کلی“ سے کیا واسطہ؟ پھر نہ اس میں لفظ کل یا جمیع کا لفظ ہی ہے۔

دوسری آیت آپ نے پیش کی ہے خَلَقَ إِلَّا نَسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ اور ”معلم“ کے حوالہ

سے ابن کیسان کا یہ قول آپ نے بیان کیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا اور ان کو ماکان و مایکون کا بیان تعلیم فرمایا۔

اس کے جواب میں پہلی بات تو یہ عرض کرنی ہے کہ یہ تفسیر بالکل خلاف ظاہر اور مرجوح ہے اور اسی واسطے ان مفسرین نے اس قول کو نقل بھی نہیں کیا جو صرف صحیح اقوال کے نقل کرنے کا التزام کرتے ہیں۔ اور خود بخود نے بھی ”معالم“ میں اس کو دوسرے اقوال کے بعد بالکل آخر میں صرف احتمال کے طور پر ذکر کیا ہے۔ اس کی صحیح ترین تفسیر وہ ہے جس کو ”معالم“ ہی میں اس سے پہلے نقل کیا ہے۔ یعنی یہ کہ انسان سے جنس انسان مراد ہے اور بیان سے مراد انسان کی وہ گویائی اور قوت ناطقہ ہے جس کی وجہ سے وہ تمام حیوانات سے ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ امام رازیؒ نے اسی کو صحیح ترکہا ہے اور تفسیر جلالین و جامع البیان جیسی معتبر ترین تفسیروں میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے۔ اور اگر ان تمام چیزوں سے قطع نظر بھی کر لیا جائے جب بھی اس سے آپ کا دعویٰ علم کلی کا ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ زیادہ سے زیادہ اس میں وہی کلمہ ”ما“ ہے جس کے متعلق میں ثابت کر چکا ہوں کہ وہ ہمیشہ عموم و استغراق کے لئے نہیں ہوتا۔

علاوہ ازیں ان دونوں آیتوں سے آپ کا استدلال اس لئے بھی غلط ہے کہ یہ دونوں کی ہیں اور اگر ان سے علم کلی ثابت ہوگا تو کی زندگی میں ثابت ہوگا۔ اور آپ حضرات مرنی زندگی کے بھی بالکل آخری ایام میرے یعنی ختم نزول قرآن کے بعد حضورؐ کے لئے اس علم غیب کلی کے حصول کے قائل ہیں۔ لہذا ان آیتوں سے آپ کا استدلال اس وجہ سے بھی غلط اور خلاف قاعدہ ہے۔

یہ بحث تو آپ کے دلائل کے متعلق تھی۔ اب میں اپنے دلائل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

میں نے علوم خمس کے متعلق دو آیتیں اور ان کی تفسیر میں چند حدیثیں پیش کی تھیں، آپ نے ان سب کے جواب میں کہا تھا کہ ان سب میں غیر اللہ سے امور خمس کے صرف علم ذاتی کی نفی ہے اور اس مرتبہ پھر آپ نے اسی چیز کو دوبارہ بیان کیا ہے۔ میں اپنی پہلی تقریر میں آپ کے اس خیال کی مدلل تردید کر چکا ہوں۔ اور میں نے مسند احمد کے حوالہ سے حضرت ربیع بن حراش رضی اللہ عنہ کی جو حدیث پیش کی تھی، اس سے تو آپ کے اس خیال کی بالکل ہی بیخ کنی ہو جاتی ہے اور اس کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی اس لئے اب اس احتمال کو زبان پر لائیے

ہی نہیں۔

ہاں ! یاد آیا سنبھل کے مناظرہ میں آپ نے اس بات کو خود تسلیم کیا تھا اس حدیث سے حضور ﷺ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے امور خمس کے علم عطائی کی نفی بھی ثابت ہوتی ہے اور آپ کا یہ اقرار خود آپ کی چھاپی ہوئی روئداد میں بھی موجود ہے۔ اور میں اپنی پہلی تقریر میں ثابت کر چکا ہوں کہ اس ایک حدیث سے جب علم عطائی کی نفی ثابت ہوگی تو علوم خمس کے متعلق اس کے ہم مضمون جو اور آیات یا احادیث ہیں ان سب سے بھی علم عطائی کی نفی ثابت ہوگی۔ میں نے اسی سلسلہ میں سیدنا امام ابو حنیفہؒ کا ایک فیصلہ کن ارشاد بھی پیش کیا تھا، اس کے جواب میں آپ نے یہ عجیب و غریب بات فرمائی ہے کہ اس میں تو ملک الموت کا ذکر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو اس میں نام مبارک بھی نہیں۔

اس کے جواب میں اس کے سوا میں اور کیا کہوں کہ جواب دینے سے پہلے ذرا تفسیر مدارک کی عبارت کو دیکھ تو لیا ہوتا، سنئے ! اس میں حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کے آخری کلمات یہ ہیں **فَإِنَّ هَذِهِ الْعُلُومُ الْخَمْسَ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللَّهُ** (یعنی یہ پانچ علوم حق تعالیٰ شانہ کے سوا کسی کو نہیں)۔

فرمائیے ! کہ اس میں علوم خمس کی نفی صرف ملک الموت سے کی گئی ہے یا کل ماسوا اللہ سے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ نے صحیح مسلم سے ایک حدیث بھی پیش کی تھی۔ اور اس دعوے کے ساتھ پیش کی تھی کہ میں مسلم شریف سے حضرت امام ابو حنیفہؒ کا عقیدہ پیش کرتا ہوں، جس پر میرے ساتھ اور بھی بہت سے حضرات کو ہنسی آگئی اور اس تاریخی شعر کی یاد تازہ ہو گئی۔

یہ خوش گفت است سعدی در زلیخا

أَلَا يَا أَيُّهَا السَّاقِي أَدِرْ كَأْسًا دَنَا وَلَهَا

بہر حال صحیح مسلم کی اس حدیث سے آپ نے یہ ثابت کیا ہے کہ تقدیر کا نوشتہ لکھنے والے فرشتہ کو ہر شخص کی موت کے وقت کا علم ہے۔ اس کے جواب میں پہلی گزارش تو یہ ہے کہ گفتگو ان امور خمس کے علم کلی میں ہے جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں، اور اس حدیث سے اس کا تب تقدیر فرشتہ کے لئے ہر شخص کی موت کے علم کا حصول ثابت نہیں ہوتا، بلکہ اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ جنین میں نفع روح کا وقت آتا ہے تو اس سے

وقت اس کو اس کی عمر بتلا دی جاتی ہے نہ یہ کہ اس فرشتہ کو سب کی موت کا وقت معلوم ہے۔
 علاوہ ازیں اس کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ تمام پیدا ہونے والے فرشتوں کی تقدیر لکھنے کے لئے
 ایک ہی فرشتہ مقرر ہے ؟ ہو سکتا ہے کہ اس کے لئے فرشتوں کا ایک محکمہ ہو، اور یہی زیادہ قرین قیاس ہے
 بہر حال اس حدیث سے کسی طرح بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ علوم خمس والی آیات واحادیث میں ”موت“ کے
 متعلق جس علم کلی کی نفی غیر اللہ سے کی گئی ہے وہ کاتب تقدیر فرشتہ کو حاصل ہو۔

میں نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے ساتھ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس
 سرہ کا بھی تذکرہ کر دیا تھا۔ اور کل جو میں نے حضرت ممدوح کی کتاب ”غنیۃ الطالبین“ سے ایک فیصلہ کُن
 عبارت پیش کی تھی، آج پھر اس کی طرف میں نے آپ کو توجہ دلائی تھی، آپ نے اس کے جواب میں ایک شعر
 پیش کیا ہے۔ اول تو وہ مجھ سے بالکل غیر متعلق ہے اور زیادہ سے زیادہ اس سے حضرت شیخ رحمہ کے لئے
 اس زمانہ کے آباد شہروں کا ایک اجمالی مکاشفہ ثابت ہوتا ہے اور اس میں کوئی بحث نہیں، اور نہ کسی طرح
 اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کلی پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔ پھر اس شعر کو حضرت شیخ
 کا شعر ثابت کرنے کی آپ کوئی یقینی دلیل نہیں پیش کر سکتے۔ اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ حضرت ممدوح
 کی کسی کتاب میں آپ یہ شعر نہیں دکھلا سکتے۔ اکابر امت اور بزرگان دین کی طرف لوگوں نے ہزاروں شعر اور
 قصیدے ایسے منسوب کر رکھے ہیں جو ہرگز ان سے ثابت نہیں۔

خیر یہ بحث تو اپنے اور آپ کے گزشتہ دلائل کے متعلق تھی۔ اب کچھ نئی چیزیں اور پیش کرنا چاہتا
 ہوں۔ قرآن مجید سورہ مدثر میں ارشاد ہے۔ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ اور
 تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (المَدَّثَرُ ۷۷، ۷۸)
 حافظ ابن کثیرؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ اَيُّ مَا يَعْلَمُ عَدَدَهُمْ وَكَثْرَتَهُمْ
 إِلَّا هُوَ تَعَالَى۔ (تفسیر ابن کثیر ۵، ۱۰، ص ۱۱۵)

”یعنی اللہ کے لشکروں کی شمار اور ان کی کثیر مقدار کا علم اس کے سوا کسی کو نہیں“
 اس آیت کا صاف مطلب، مفہوم و منطوق یہی ہے کہ جنودِ الہی کا ٹھیک علم بس اللہ ہی کو ہے اس سے

صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو یہ ”علم محیط“ حاصل نہیں۔ اور سنئے ! سورۃ نسا میں ہے
 ”وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ
 عَلَيْكَ - اور کتنے رسول ہیں ایسے کہ ہم نے ان کو تم سے (اے رسول) بیان کر دیا اور
 کتنے ہی رسول ہیں کہ ہم نے تم سے ان کو بیان نہیں کیا“ (النساء: ۱۶۷)
 علامہ خازنؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ اُمّی لَمْ نُسَمِّهِمْ لَكَ وَلَمْ نُعَرِّفْكَ
 اَخْبَارَهُمْ - یعنی اے رسول ! بہت سے ایسے رسول ہیں جن کے نام اور ان کے احوال ہم نے تم کو نہیں
 بتلائے“

اور حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اسی آیت کے ذیل میں مروی ہے کہ -
 ”بَعَثَ اللَّهُ عَبْدًا أَحْبَبَ شَيْئًا نَبِيًّا فَهُوَ مِمَّنْ لَمْ يَقْصَصْ عَلَى
 مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - (در منثور: ص ۴۰۳)
 ”اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک حبشی بندہ کو نبی بنا کر بھیجا تھا اور وہ ان پیغمبروں میں سے ہیں
 جن کا قصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بتلایا گیا“
 بہر حال اس آیت اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس تفسیری ارشاد سے معلوم ہوا کہ بعض انبیاء
 کے احوال بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بتلائے گئے، حالانکہ اگر آپ کو علم کلی عطا ہوتا تو کسی کا کوئی
 حال بھی آپ کے علم سے باہر نہ ہوتا۔ نیز اسی آیت کے ہم مضمون ایک آیت سورۃ مومن میں بھی ہے -
 ارشاد ہے -

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ
 وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ - (المؤمن: ۷۸)

اور بہ تحقیق ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے ان میں سے بعض وہ ہیں جن کو
 ہم نے آپ سے بیان کیا اور بعض وہ ہیں جن کو ہم نے بیان نہیں کیا“
 حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا جو ارشاد میں ابھی در منثور سے پیش کر چکا ہوں وہ آپ سے اس آیت کی تفسیر

میں بھی مردی ہے ۔

ان قرآنی تصریحات اور اکابرِ امت کے ان ارشادات کے ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے ”علم کلی“ کا دعویٰ کرنا کسی ایمان والے کا کام نہیں ۔
آخر میں گزارش ہے کہ براہِ کرم اب بار بار ان باتوں کو نہ دہرائیے جن کا جواب میں بار بار دے چکا ہوں۔ آپ کی اس فضول تکرار سے بہت وقت ضائع ہوتا ہے ۔

مولوی حسرت علی صاحب
حضراتِ گرامی ! آپ نے دیکھ لیا مولوی منظور صاحب میری باتوں کا کوئی جواب نہیں دیتے بس اپنی کتے جاتے ہیں۔

ارے مولوی صاحب ! آپ یہاں جواب دیں یا نہ دیں ، خدا کے یہاں آپ کو جواب دینا پڑے گا۔ آپ میرے مطالباتِ قاہرہ کو ہضم کئے جاتے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے نئی نئی آیتیں اور حدیثیں پڑھے جاتے ہیں ، جب تک میری باتوں کا جواب آپ نہ دے لیں ، آپ کو نئے دلائل پیش کرنے کا کیا حق ہے ، کیا پھر میں بھی ایسے ہی بے اصولے پن سے کام لوں ۔ یاد رکھئے ! میں ایک ایک تقریر میں پچاس پچاس دلیلیں پیش کر سکتا ہوں ، آپ مجھے خوب جانتے ہیں ۔

جو دلیلیں آپ نے پہلے پیش کی تھیں میں ان کا جواب اپنی پہلی تقریروں میں دے چکا ہوں ، اور برائینِ قاہرہ سے ثابت کر چکا ہوں کہ ان میں صرف علمِ ذاتی کا ذکر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں صرف وہی ممکن ہے ، علمِ عطائی دہاں محالِ قطعی ہے ۔ لہذا جن آیتوں یا حدیثوں میں کسی علم کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کر کے ماسوا سے اس کی نفی کی گئی ہے ان سب میں صرف علمِ ذاتی ہی مراد ہو سکتا ہے ۔

آپ نے جو آیتیں اور حدیثیں پہلی تقریروں میں پیش کی تھیں ، ان سب کا میری طرف سے یہی دندانِ شکن جواب ہے ۔ اگر ہو سکے تو اس کو توڑیے اور غلط ثابت کیجئے لیکن میں پیشگوئی کرتا ہوں کہ اگر سارے دہائی دیوبندی بھی جمع ہو جائیں تو وہ اس کا جواب نہیں دے سکتے ۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے

یہ بازو برے آزمائے ہوئے ہیں

آپ نے اس مرتبہ سورہ مدثر کی جو آیت وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ پیش کی ہے اس کا جواب بھی میری طرف سے یہی ہے کہ اس میں بھی ”جنود الہی“ کے علم ذاتی کی نفی غیر اللہ سے کی گئی ہے دیکھئے اس کا ترجمہ یہی تو ہے کہ ”اللہ کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا“ یعنی بس اللہ تعالیٰ ہی اپنے لشکروں کی تعداد جانتا ہے۔

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو جو اپنے لشکروں کا علم ہے تو یہ ذاتی ہے یا عطائی؟ ظاہر ہے کہ ذاتی ہی ہے۔ ”عطائی“ تو وہاں محال ہے۔ لہذا آیت کا مطلب یہی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے لشکروں کا علم ذاتی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ اب بتلائیے کہ اس سے علم عطائی کی نفی کس طرح ثابت ہوئی؟

اس کے علاوہ جو دو آیتیں آپ نے اس مرتبہ اور پیش کی ہیں، جن سے ثابت کرنا چاہا ہے کہ بعض انبیاء علیہم السلام کے احوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بتلائے گئے ہیں۔ ان دونوں آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک میں ان انبیاء کے تفصیلی حالات نہیں بیان کئے گئے لیکن اس کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ وحی غیر متلو کے ذریعے بھی آپ کو ان کا علم عطا نہیں ہوا؟ میں نے سورہ نساء کی آیت وَاعْلَمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ پیش کی تھی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جن چیزوں کا علم نہیں تھا ان سب کا علم آپ کو عطا ہو گیا، پس جن انبیاء علیہم السلام کے حالات پہلے سے آپ کو معلوم نہیں تھے اس آیت سے ثابت ہوا کہ ان کے حالات بھی آپ کو بتلا دیئے گئے۔ لیجئے ان چند جملوں میں آپ کی ساری دلیلوں کا جواب ہو گیا۔ واللہ اعلم۔

اب میرے دلائل قاطعہ سنئے!

میں نے ایک آیت تو یہی وَاعْلَمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ پیش کی تھی اور بتلایا تھا کہ ”ما“ چونکہ عموم کا کلمہ ہے اس لئے اس آیت سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم کلی ثابت ہوتا ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے جو تاویلیں کیں میں ان سب کو باطل اور مردود ثابت کر چکا ہوں۔ آپ میرے اس جواب کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔

دوسری آیت میں نے وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ پیش کی تھی اور اس سے میں

نے ثابت کیا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صرف عالم الغیب ہی نہیں بلکہ معلم الغیب بھی ہیں۔ آپ نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ اس سے علم کلی ثابت نہیں ہوتا، کیوں کہ اس میں کل کا لفظ نہیں۔

اے مولوی صاحب ! آپ اتنا بھی نہیں جانتے کہ کل کی طرح الف لام بھی استغراق کے لئے آتا ہے اور اس آیت میں بھی وہ استغراق ہی کے لئے ہے۔ لہذا آیت کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے رسول کل غیب بتلانے میں بخل نہیں فرماتے۔ یعنی اپنی امت کو کل غیب کی تعلیم دیتے ہیں۔ کہتے اب بھی اس آیت سے ”علم غیب کلی“ بلکہ تعلیم غیب کلی کا ثبوت ہوا یا نہیں ؟

تیسری آیت میں نے خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ پیش کی تھی اور بتلایا تھا کہ تفسیر ”معالم التنزیل“ میں امام ابن کیسان سے اس کی تفسیر یہ نقل کی گئی ہے کہ خَلَقَ مُحَمَّدًا أَحَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَّمَهُ بَيَانَ مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا اور آپ کو جو کچھ کہ ہوا اور جو کچھ کہ ہوگا اس سب کا بیان تعلیم فرمایا۔

اس کے جواب میں آپ نے کہا ہے کہ یہ تفسیر خلاف ظاہر ہے۔ بہت خوب ! کیا آپ امام ابن کیسان سے بھی زیادہ علم رکھتے ہیں ؟ آپ کو یہ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ جب ابن کیسان جیسے جلیل القدر امام نے یہ تفسیر کر دی اور امام بغوی نے تفسیر معالم التنزیل میں اس کو نقل بھی کر دیا تو اب اس کے صحیح ہونے میں کیا شبہ رہا۔ بہر حال اس آیت سے روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جمیع ماکان دما یكون کا بیان عطا فرمایا گیا۔ یعنی آپ تمام ماکان دما یكون کے صرف عالم ہی نہیں تھے بلکہ صحابہ کرام رض سے آپ اس کو بیان بھی فرماتے تھے۔ واللہ اعلم۔

پھر اس مضمون کی تائید حضرت ابو بکرہ رض، حضرت حذیفہ رض، حضرت عمرو بن الخطاب انصاری رض اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہم کی ان احادیث سے بھی ہوتی ہے جو پہلے پیش کر چکا ہوں۔ اس کا صریح مضمون یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رض کے سامنے ہر سبب تمام ماکان دما یكون یعنی دنیا کے شروع سے آخر تک کی تمام باتیں پوری تفصیل کے ساتھ بیان فرمائیں۔ آپ نے ان تمام احادیث کے جواب میں کہا ہے کہ ان کا مطلب یہ ہے کہ حضور نے تمام قابل ذکر اور اہم باتیں بیان فرمائیں۔ لیکن میں

نے آپ سے بار بار پوچھا کہ یہ ”قابل ذکر“ کا پیوند آپ کہاں سے لگاتے ہیں تو آپ ابھی تک کوئی جواب نہیں دے سکے۔

ارے مولوی صاحب ! خدا سے ڈرو ! حدیثوں کے معنی اپنے جی سے نہ گھڑو۔ ان احادیث پاک کا مطلب یہی ہے جو حضرت علامہ بدرالدین عینیؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بیان فرمایا ہے۔ پھر سن لو ! ان بزرگان کرام کے الفاظ گرامی یہ ہیں۔

فِيهِ دَلَالَةٌ عَلَى أَنَّهُ أَخْبَرَ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ بِجَمِيعِ أَحْوَالِ
الْمَخْلُوقَاتِ مِنْ ابْتِدَائِهَا إِلَى انْتِهَائِهَا - (عینی)

اور حافظ ابن حجر ارقام فرماتے ہیں۔

وَدَلَّ ذَلِكَ عَلَى أَنَّهُ أَخْبَرَ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ بِجَمِيعِ أَحْوَالِ
الْمَخْلُوقَاتِ مِنْ ابْتِدَائِهَا إِلَى انْتِهَائِهَا - (فتح الباری)

(فتح الباری)

ان دونوں عبارتوں کا صریح مفاد بلکہ ترجمہ بھی یہی ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بدرالخلق والی حدیث اس بات پر واضح طور سے دلالت کرتی ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اول سے آخر تک تمام مخلوقات کے تمام احوال گویا ابتدائے آفرینش سے قیامت، اور قیامت سے آخر تک کے سارے واقعات بیان فرمائے اب بتلانیے ان جلیل القدر اماموں کی اس تصریح کے بعد آپ کے ”قابل ذکر“ کے پیوند کو کون سن سکتا ہے۔

الغرض ان تمام احادیث سے نہایت روشن طریقہ پر میرا مدعا ثابت ہے اور آپ کی ساری تاویلیں مردود و مطرود ہیں۔ لیجئے اب میں ایک آخری حدیث اسی مضمون کی اور پیش کرتا ہوں۔

مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ حدیث مروی ہے
قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيبًا بَعْدَ الْعَصْرِ
فَلَمْ يَدَعْ شَيْئًا يَكُونُ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا ذَكَرَهُ حَفِظَهُ

مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ (الحديث)

یعنی ایک دن عصر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ہمارے سامنے ایک خطبہ ارشاد فرمایا، پس قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس میں سے آپ نے کوئی چیز بھی ایسی نہ چھوڑی جس کا ذکر اس خطبہ میں نہ فرمایا ہو، جس نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔“

اس حدیث شریف سے بھی صاف معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے ختم دنیا تک ہونے والے سارے واقعات ایک ایک کر کے بیان فرما دیئے اور کوئی ایک واقعہ بھی بلا بیان کئے نہ چھوڑا۔ واللہ اعلم۔

اچھا لیجئے ایک شیطان سوز ایمان افروز حدیث اور سنتے !

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں۔ پہلے یہ کہنت کا پیشہ کرتے تھے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی اطلاع ان کے مخبر جن نے ہی دی تھی۔ اسی کی اطلاع کی بنا پر یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدس میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے اور اسی وقت انہوں نے حضور کی شان میں اپنا ایک نعتیہ قصیدہ عرض کیا جس کا ایک شعر یہ ہے ۔

فَأَشْهَدُ أَنَّ اللَّهَ لَا رَبَّ غَيْرُهُ

وَأَنَّكَ مَا مَوْنٌ عَلَى كُلِّ غَائِبٍ

یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں اور اے رسول آپ ہر

غیب کے امین ہیں۔“

اس حدیث کو سیدی امام احمد عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے۔ اور حدیث کے آخر میں یہ بھی

ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس قصیدہ سے خوش ہوئے۔ لیجئے اس میں ترصاف ”کل غائب“ کا لفظ موجود ہے

اب اس میں آپ کیا تاویل کر سکتے ہیں۔ مسلمانو! آپ نے دیکھا جو عقیدہ ہمارا ہے وہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی

عقیدہ ہے اور وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا اظہار بھی کرتے تھے اور آپ اس سے مسرور بھی ہوتے

تھے۔ سنی بھائیو ! تمہیں مبارک ہو، تمہارا عقیدہ وہ عقیدہ ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہیں۔ ان کا رب خوش ہے، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تمام ائمہ اور تمام بزرگان دین خوش ہیں۔ اور وہی تمام اکابر دین کا عقیدہ ہے۔
اچھا آخر میں ایک بزرگ کا ارشاد اور سن لیجئے۔

عارف ربانی سیدی امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ کتاب الابریز شریف میں اپنے شیخؒ سے نقل فرماتے ہیں۔

وَأَقْوَى الْأَرْوَاحِ فِي ذَلِكَ رُوحُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَانَّمَا لَمْ يَحْتَجِبْ عَنْهَا شَيْءٌ مِّنَ الْعَالَمِ فَهِيَ مُطْلَعَةٌ عَلَى
عَرْشِهِ وَسِفْلِهِ وَدُمِّيَاهُ وَآخِرَتِهِ وَنَارِهِ وَجَنَّتِهِ لِأَنَّ
جَمِيعَ ذَلِكَ خُلِقَ لِجَلَلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

یعنی ساری روحوں میں قوی روح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک ہے۔ پس دنیا
جہاں کی کوئی چیز ان سے پردہ میں نہیں۔ پس عرش اور علو و سفلی سب پر آپ مطلع ہیں اور
دنیا و آخرت اور جنت و دوزخ سب پر آپ کو اطلاع ہے کیونکہ یہ سب انہی کے لئے تو
پیدا کیا گیا ہے صلی اللہ علیہ وسلم ۛ

مولوی منظور صاحب ! دیکھا آپ نے یہ ہے اکابرین دین کا عقیدہ۔ لیجئے ! اسی ابریز شریف
کی ایک اور ایمان افروز شیطان سوز عبارت سنئے۔ امام شعرانی فرماتے ہیں۔

سَمِعْتُ أَحْيَانًا يَقُولُ وَمَا السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُونَ
السَّبْعُ فِي نَظَرِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ إِلَّا كَحَلَقَةٍ
مُّلَقَاةٍ فِي فَلَاةٍ مِّنَ الْأَرْضِ۔

یعنی ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں بندہ مؤمن کی نظر میں بس ایسی ہیں جیسے کہ ایک
لٹ و دق میدان میں پھلتے پڑا ہو ۛ

مولوی منظور صاحب ! دیکھا آپ نے آپ کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی میں کلام ہے لیکن عرفاء کرام فرماتے ہیں کہ ہر عبدِ مؤمن کو تمام آسمانوں اور زمینوں کا اس طرح شہودی علم ہوتا ہے جس طرح کہ میدان میں پڑا ہوا اچھلا ہر شخص دیکھتا ہے۔ اور بے شک ایمان کی شان یہی ہے۔ لیکن جو خود ہی مسلمان نہ ہو، جو انبیاء کرام اور سید الانبیاء (علیہم التحیۃ والسلام) ہی کی عظمت کا منکر ہو، وہ اس کو کیا سمجھ سکتا ہے۔ ہاں اگر آپ لوگ توبہ کر کے ابھی مسلمان ہو جائیں تو یہ باتیں آپ کی بھی سمجھ میں آسکتی ہیں۔ اس کے بعد میں پھر کہتا ہوں، اومولوی منظور صاحب ! اومنور الدین صاحب ! اپنی اپنی ہڈیوں پر رحم کر دو۔ ان کو دوزخ کا ایندھن نہ بناؤ اور اب بھی توبہ کر کے مسلمان ہو جاؤ۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی (بعد حمد وصلوٰۃ) میں آپ کی اس کفر بازی اور

بے جا تعلق کے جواب میں قرآن حکیم کی صرف ایک

وہ آیت پیش کر دینا کافی سمجھتا ہوں جس میں زمانہ نبوی کے مشرکین عرب کی اسی قسم کی تعلقوں کا جواب دیا گیا ہے بلکہ حضور ص سے دلویا گیا ہے۔ ارشاد ہے۔

قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيمُ

بس خدا جانتا ہے کہ ہم میں اور تم میں کون حق پر ہے اور کون ناحق پر، کون مؤمن ہے اور کون کافر جنتی کون ہے اور ناری کون ہے۔ اور وہی قیامت کے دن ہمارا تمہارا فیصلہ کرے گا۔ (سبا ۳۷، ۶۶)

آپ کی کفر بازی اور کفر بازی کے اس قرآنی جواب کے بعد میں اصل بحث کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ آپ

نے اپنی اس تقریر میں بہت سا حصہ تو پہلی ہی تقریروں کا دہرایا ہے اور انہی باتوں کا پھر اعادہ کر دیا ہے جن کا میں بار بار جواب دے چکا ہوں۔ مگر مجھے چونکہ ابھی بہت سی نئی نئی باتیں پیش کرنی ہیں اس لئے اب میں ان کے جوابات کو بار بار دہرانہیں سکتا۔ میں امید کرتا ہوں کہ میرے وہ جوابات اتنی جلدی حاضرین کے حافظہ سے محفوظ رہیں گے۔ البتہ جو نئی چیزیں آپ نے اس تقریر میں پیش کی ہیں ان کے جواب میں مجھے کہنا ہے۔ آپ و نیز حاضرین کرام لغو نہیں۔

آپ نے آیت کریمہ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ کے متعلق دعویٰ کیا ہے کہ اس

میں غیب پر الف لام استغراق کا ہے۔

اول تو آپ کا یہ دعویٰ محض غلط ہے۔ آپ کسی مفسر کا قول اس کی تائید میں نہیں پیش کر سکتے۔ علاوہ ازیں آپ نے غالباً غور نہیں کیا، اگر بفرض یہ الف لام استغراق کا بھی ہو جب بھی اس سے ”علم غیب کلی“ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس صورت میں آیت کا مفاد بخل کل غیب کا سلب ہوگا اور اس کے لئے صرف ایجاب جزئی لازم ہوگا نہ کہ ایجاب کلی۔ یعنی عدم بخل کل غیب کے لئے کل غیب کا اظہار ضروری نہیں بلکہ صرف بعض غیب کے اظہار سے بھی بخل کل غیب کی نفی ہو جائے گی۔ الغرض اس صورت میں بھی آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور پھر یہ منشاء قرآن کے بھی خلاف ہوگا۔ کیونکہ اس سے بخل کی کامل نفی نہیں ہوگی بلکہ اس کے صرف ایک فرد بخل کل غیب کی نفی ہوگی۔

آپ نے آیت کریمہ خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ کی تفسیر میں معالم کے حوالہ سے ابن کیسانؒ کا ایک قول نقل کیا تھا۔ میں نے اس کے متعلق کہا تھا کہ یہ تفسیر خلاف ظاہر اور مرجوح ہے۔ آپ نے اس کا ایک یہ ”علامہ“ جواب دیا ہے کہ کیا تم امام ابن کیسان سے بھی زیادہ علم رکھتے ہو ؟

اس جواب کی داد کچھ اہل علم ہی دے سکتے ہیں۔ بندہ خدا میں نے اس کو ان مفسرین کی تفسیر کے مقابلہ میں مجرد کہا ہے جو ابن کیسان سے بہت اونچے مرتبے کے ہیں۔ پھر آپ نے کہا ہے کہ جب ابن کیسان جیسے جلیل القدر امام نے یہ تفسیر کر دی اور علامہ بخوی نے اسے نقل کیا تو اس کے صحیح ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو یہ بھی پتہ نہیں کہ ابن کیسان کون اور کس طبقہ کے شخص ہیں اور مفسرین میں ان کا کیا درجہ ہے۔ اور غالباً آپ کو یہ بھی پتہ نہیں کہ معالم التنزیل علامہ بخوی نے کس اصول پر لکھی ہے۔ سنئے ! نہ ابن کیسان ان لوگوں میں سے ہیں جن کی طرف کسی قول کی نسبت اس کی صحت کی دلیل ہو اور نہ معالم التنزیل ان کتابوں میں سے ہے جن میں صرف صحیح اور قابل اعتماد اقوال ہی کے نقل کا التزام ہو۔ سنئے ! اس خصوصیت کی تفاسیر میں تفسیر ابن کثیر، تفسیر جلالین اور تفسیر جامع البیان جیسے تفاسیر ہیں۔ ان میں صرف وہی اقوال نقل ہوتے ہیں جو ان کے مؤلفین کے نزدیک کسی درجہ میں قابل اعتبار ہوتے ہیں، اور ایسی کسی تفسیر میں بھی ابن کیسان کا یہ قول نقل نہیں کیا گیا۔

اور قطع نظر اس ساری بحث سے میں تو پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ اگر بفرض ابن کیسان کی اس تفسیر کو صحیح بھی

مان لیا جائے جب بھی اس سے آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا جیسا کہ میں پہلے ثابت کر چکا ہوں۔

پھر میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ ان دونوں آیتوں وَمَا هِيَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَیْنٍ اور خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ سے آپ اس لئے بھی استدلال نہیں کر سکتے کہ یہ دونوں آیتیں ملی ہیں۔ اور اگر ان سے علم کی ثابت ہوگا تو ہجرت سے بھی پہلے ثابت ہوگا۔ اور آپ حضرات ہجرت سے قریباً دس برس کے بعد حضور مکہ کے لئے اس علم کا حصول مانتے ہیں۔ پس ان آیتوں کا جو مطلب آپ بیان کرتے ہیں اس کی رو سے تو آپ خود ان آیات کے منکر ٹھہریں گے۔ آگے کو کفر کی گردان آپ خود کر لیجئے وہ آپ کو اچھی کرنی آتی ہے۔

ان آیات کے علاوہ جو احادیث آپ نے پہلی تقریروں میں پیش کی تھیں ان سب کا مفصل و مدلل جواب میں مکرر سکرر دے چکا ہوں۔ اور ان کا صحیح مطلب و روایت کی روشنی میں بتلا چکا ہوں کہ جس کا آپ کوئی رد نہیں کر سکتے ہیں۔ اس مرتبہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی جو نئی حدیث آپ نے پیش کی ہے اس کا بھی میری طرف سے وہی جواب ہے اور اس کا بھی وہی مطلب ہے جو اس کے ہم مضمون دوسری احادیث کا میں عرض کر چکا ہوں۔ چنانچہ علامہ علی قاریؒ نے مرقاة شرح مشکوٰۃ میں اس کے الفاظ فَلَمْ يَدَعْ شَيْئًا کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے اَمَى مِمَّا تَعْلَقُ بِالَّذِينَ مِمَّا لَا بُدَّ مِنْهُ (مرقاۃ جلد پنجم ص ۸)

یعنی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ نے اپنے اس خطبہ میں دین کے متعلق تمام ضروری اور اہم ترین باتیں بیان فرمائیں اور ان میں سے کوئی بات بھی حضرت نے بغیر ذکر کے نہ چھوٹی۔

کہئے ! یہ بعینہ وہی مطلب ہے یا نہیں جو میں بیان کر چکا ہوں کیا اس کے بعد بھی مجھ سے یہ پوچھئے گا کہ یہ ”اہم اور قابل ذکر“ کا پیوند کہاں سے لگاتے ہو۔ بہر حال اس قسم کی جتنی بھی احادیث مروی ہیں ان سب کا یہی مطلب ہے اور آپ جو مضحکہ خیز مطلب بیان فرماتے ہیں وہ سوائے آپ جیسے حضرات کے کوئی بھی نہیں سمجھ سکتا۔ آپ نے علامہ عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارتیں پھر پیش کی ہیں حالانکہ میں ان کا بھی کئی دفعہ جواب دے چکا ہوں اور بتلا چکا ہوں کہ ان کا منشا بھی یہی ہے جو میں بیان کر رہا ہوں۔

میں نے عرض کیا تھا کہ شاید آپ کو ان کے لفظ ”جمع“ سے شبہ ہو رہا ہے۔ سو یہ ”جمع“ ایسا ہی ہے جیسا کہ آیت کریمہ لَا مَلَأْنَا جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ میں لفظ ”اجمعین“ ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے میرے اس جواب کو ابھی سمجھا ہی نہیں۔ اگر واقعی آپ نہ سمجھ سکے ہوں تو صاف کہہ دیجئے میں اس کو تفصیل سے عرض کر دوں گا۔

علاوہ ازیں عینی اور فتح الباری میں بلا مبالغہ سینکڑوں جگہ آپ کے عقیدہ علم غیب کلی کے خلاف تصریحات موجود ہیں۔ اگر مناظرہ کا وقت بڑھانے کے لئے آپ تیار ہوں تو میں اسی مجلس میں پیش کر سکتا ہوں۔

ہاں یاد آیا، کل کے مناظرہ میں علامہ عینیؒ کی ایک فیصلہ کن عبارت علم قیامت کی نفی پر میں پیش کر چکا ہوں۔ اور حافظ ابن حجرؒ نے بھی اسی موقع پر حدیث جبریل ہی کے ذیل میں اور اس کے علاوہ اور دیگر مقامات پر بھی علم قیامت کے مخصوص بخدا ہونے کے متعلق تصریحات کی ہیں۔ غرض عینی اور فتح الباری میں ایسی صد ہا تصریحات ہیں جن کے مطالعہ سے ہر شخص معلوم کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے علم غیب کلی کے عقیدہ سے ان کا دامن بالکل پاک ہے۔

بہر حال عینی اور فتح الباری کی آپ کی پیش کردہ عبارات سے علم کلی بلکہ تعلیم کلی کا نتیجہ نکالنا صرف آپ کے خوش فہمی ہے۔ آپ نے اس مرتبہ سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کا ایک شعر بھی پیش کیا ہے۔ اول تو اس روایت کی سند صحیح نہیں ہے۔ پھر عربی محاورات میں کبھی کبھی لفظ کل بمعنی کثیر بھی مستعمل ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں بعض معنوب و مضروب اقوام کے حق میں فرمایا گیا ہے کہ **فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ** اور ظاہر ہے کہ یہاں ”کل شے“ سے صرف اشیاء کثیرہ ہی مراد ہو سکتی ہیں۔ اور خود آپ کے پیر و مرشد فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان صاحب اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں۔ ”کبھی کل سے اکثر مراد ہوتا ہے“

(فتاویٰ رضویہ، جلد اول، ص ۳۷)

پس اگر اس روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ آپ کے پیش کردہ شعر میں ”کل غائب“ کے لفظ سے امور غائبہ کی صرف مقدار کثیر مراد ہے۔ اور اس صورت میں شعر کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ غیب کی بہت سی باتوں کے امین ہیں۔ اور اس پر ہمارا ایمان ہے لہذا اس شعر میں آپ کے لئے کوئی حجت نہیں۔ پھر یہ بھی ملحوظ رہے کہ اگر آپ شعر کا مطلب یہ نہیں کریں گے اور کل کو اپنے اصلاحی معنی میں لے کر اس سے تمام غیوب کا علم آنکھڑت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کریں گے تو یہ شعر آپ کے پیر و مرشد فاضل بریلوی کے عقیدہ کے بھی خلاف

ہوگا۔ میں ان کی کتابوں سے ان کی یہ تصریح پیش کر چکا ہوں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ”کل علم غیب“ کے قائل نہیں۔ اور یہی ایک شعر کیا آپ نے جو آیتیں اور حدیثیں اب تک پیش کی ہیں اور ان سے علم غیب کلی کا ثبوت جس طرح دینا چاہا ہے وہ سب آپ کے پیرو مرشد کے عقیدہ کے خلاف ہے اور گویا آپ کے اصول پر وہ ان تمام آیات و احادیث کے منکر ہیں لہذا اس مرتبہ ذرا دل کڑا کر کے یہ تو بتلا دیجئے کہ ان کا آپ کے نزدیک کیا حکم ہے ؟ آپ جو بڑی فیاضی کے ساتھ یہاں کفر تقسیم فرما رہے ہیں اس میں ان کا کتنا حصہ ہے ؟ ہماری ہڈیوں پر تو آپ کو بڑا رحم آتا ہے لیکن اپنے مرشد کی سوکھی ہڈیوں کی بھی آپ نے کوئی فکر کی ہے یا ان کے ساتھ آپ کو کوئی ہمدردی نہیں، خواہ وہ کسی طبقہ میں جلیں۔ ہاں ذرا دل تھام کے اس مرتبہ میرے اس سوال کا جواب ضرور دے دیجئے۔ اس تقریر میں آپ نے ”کتاب الابرار“ کے حوالہ سے ایک بزرگ کا کلام بھی پیش کیا ہے اگرچہ اس کی توجیہ ہو سکتی ہے لیکن میں اس کے متعلق کچھ عرض کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتا۔ کیونکہ جن بزرگ کا وہ کلام ہے وہ ان علماء راسخین میں سے نہیں ہیں جن کے کلام سے ایسے مسائل میں استناد کیا جاسکتا ہو، وہ تو ارباب مسکرمین سے ہیں۔ اور اس طبقہ کے لوگوں میں سے ہیں جن کے بعض افراد نے غلبہ حال کے وقت ”انا انحنی“ اور ”سجانی ما اعظم شانی“ بھی کہا ہے۔ پس شرعی مسائل اور بالخصوص عقائد کے متعلق مباحث میں ان کے اقوال پیش کرنا ان کے مقام سے بجا نہ ہے اور بے خبری کا ثبوت دینا ہے۔ حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

”حجتہ در اقوال و اعمال مشائخ نیست، حجت آں ست کہ در کتاب و سنت“

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کسی ایسے ہی بزرگ کا ایک کلام ایک شخص نے پیش کیا۔ اس پر حضرت نے برا فردختہ ہو کر تحریر فرمایا۔

”کلام محمد عربی علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام در کار است نہ کلام محی الدین اکبر بن عربی و

صدر الدین قونی و عبد الرزاق کاشی“

بہر حال شرعی مسائل و مباحث میں ان بزرگوں کے اقوال سے استناد صحیح نہیں۔ لہذا مجھے ابریز کی عبارات کا

جواب دینے کی مطلق ضرورت نہیں۔

لیجئے یہاں تک آپ کی ساری دلیلوں کا جواب ہو گیا۔ میرے پہلے پیش کردہ دلائل کے متعلق اس مرتبہ بھی

آپ نے وہی ذاتی و عطائی والی بات کہی ہے جس کو میں بارہا دلائل سے رد کر چکا ہوں لہذا اب مجھے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ البتہ جو تین آیتیں میں نے پچھلی تقریر میں پیش کی تھیں ان کے جواب میں جو کچھ آپ نے فرمایا ہے اس کا جواب مجھے دینا ہے۔

میں نے ایک آیت وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ پیش کی تھی۔ آپ نے کہا ہے کہ اس میں بھی غیر اللہ سے "جنود الہی" کے صرف علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ آیت کا مقصد جنود اللہ کی کثرت بیان کرنا۔ اور گویا یہ بتلانا ہے کہ خدا کے لشکر اس قدر کثیر ہیں کہ اس کے سوا ان کی تعداد و شمار کا کسی کو علم بھی نہیں۔ اور جب اس کا مطلب آپ یہ لیں گے کہ اس کا علم ذاتی اللہ کے سوا کسی کو نہیں تو اس سے اس کی کثرت کا کچھ بھی پتہ نہیں چلے گا۔ کیونکہ علم ذاتی تو ایک ذرہ کا بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں اور نہ ہو سکتا ہے۔

بہر حال آپ کے اس مطلب سے تو آیت کا مقصد ہی خبط ہو جاتا ہے۔ رہی آپ کی یہ منطق کہ اللہ تعالیٰ کو چونکہ علم ذاتی ہے لہذا جانب منفی میں بھی وہ ہی مراد ہوگا۔ تو یہ محض مخالطہ ہے۔ آیت کا منشاء صرف یہ بتلانا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لشکروں کا علم اس کے سوا کسی کو نہیں۔ گویا یہاں نفی و اثبات دونوں میں مطمح نظر نفس علم ہے ذاتی یا غیر ذاتی کی یہاں کوئی بحث ہی نہیں۔ اور یہی صورت ان تمام آیات میں ہے جو میں نے علم قیامت یا علوم خمس کے متعلق پہلے پیش کی ہیں۔

میں نے اس سے پہلی تقریر میں دو آیتیں اور بھی پیش کی تھیں جن کا مضمون یہ تھا کہ اے رسول! ہم نے کچھ انبیاء کے حالات تو آپ کو بتلائے ہیں اور کچھ انبیاء اور بھی ہیں جن کو ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا۔ ان دونوں آیتوں کا مطلب آپ نے یہ بیان کیا ہے کہ ہم نے قرآن پاک میں بعض مغیروں کے تفصیلی احوال بیان نہیں کئے۔ جب لاکھ دونوں میں سے کسی آیت میں نہ قرآن کا لفظ ہے نہ اس کا کوئی اشارہ ہی ہے، بلکہ وہاں تو صرف یہ ہے کہ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ (یعنی ہم نے ان کو آپ سے بیان نہیں کیا)

علاوہ ازیں کل آپ نے بڑے زور و شور کے ساتھ یہ دعویٰ کیا تھا کہ قرآن پاک میں ہر چیز کی تفصیل اور ہر چیز کا بیان ہے اور اسی پر آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کلی کی بنیاد رکھی تھی۔ لیکن اس تقریر میں

آپ نے اس دعوے کو خود ہی توڑ دیا اور اقرار کر لیا کہ بعض انبیاء علیہم السلام کا بیان قرآن پاک میں نہیں ہے۔ کل میں نے ہر چند آپ کو سمجھایا کہ آپ کا یہ دعویٰ غلط ہے۔ اور قرآن پاک کے ”تَفْصِيلاً لِّكُلِّ شَيْءٍ“ اور ”رَبُّيَناً لِّكُلِّ شَيْءٍ“ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے، اور اس کے لئے میں نے ائمہ مفسرین کی تصریحات بھی پیش کیں، لیکن آپ نہ مانے اور بضد رہے۔ مگر حق کا معجزہ دیکھئے کہ آپ آج خود اقرار کر رہے ہیں کہ قرآن پاک میں بعض انبیاء علیہم السلام کے احوال بیان نہیں فرمائے گئے ہیں۔ اس کو کہتے ہیں۔ ”حق پر زبان جاری“۔ خیر یہ بحث تو میرے گزشتہ دلائل کے متعلق تھی۔ اب چند نئے دلائل اور سنئے۔

— سورۃ ہود کی آخری آیت ہے

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْاٰلِیِّ یُّرْجِعُ الْاَمْرُ كُلُّهُ -

یعنی زمین و آسمان کا پورا غیب صرف اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہے اور سب کچھ اسی کی طرف لوٹنے والا ہے۔

— اور سورۃ نحل میں ارشاد ہے۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلِمَةٍ الْبَصَرِ اَوْ هَوَاقِرٍ

یعنی زمین و آسمان کے تمام غیب صرف اللہ کے علم محیط میں ہیں اور قیامت کا معاملہ بس نگاہ

جھپکنے کی طرح ہوگا۔ (النحل ۱۶ = ۷۷)

— اور سورۃ کہف میں ارشاد ہے۔

لَهُ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَبْصَرُ بِهِ وَاَسْمِعُ - (کہف ۱۸، ۲۶)

یعنی زمین و آسمان کے غیبوں کا علم صرف اسی اللہ کو ہے وہ کس قدر دیکھنے اور سننے والا ہے۔

ان تینوں آیتوں میں زمین و آسمان کے کل غیب کے علم کو یعنی علم کلی کو صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص

بتلایا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ اور لہ کو مقدم کرنے سے ظاہر ہے۔ اور امام رازیؒ وغیرہ مفسرین نے اس کی

تصریح بھی فرمائی ہے۔

غالباً ان آیات کے متعلق بھی آپ وہی فرسودہ بات کہیں گے کہ ان میں بھی صرف علم ذاتی کی تخصیص ہے

اس لئے میں پہلے ہی عرض کئے دیتا ہوں کہ علم ذاتی اگر مراد لیا جائے تو ان آیات میں غیب کا ذکر بے کار ہوگا۔ کیونکہ علم ذاتی تو دنیا کی کسی چیز کا بھی کسی مخلوق کو نہیں ہو سکتا، اس میں غیب کی کوئی خصوصیت نہیں۔ بہر حال ان تمام تمام آیات کا مطلب یہی ہے کہ زمین و آسمان کے تمام غیوب کو اللہ تعالیٰ ہی کا علم محیط ہے، اس کے سوا کسی کو یہ علم کلی حاصل نہیں۔

ایک آیت اور سنئے۔ سورۃ یٰسین شریف میں ارشاد ہے۔ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ .

یعنی ہم نے اپنے رسولؐ کو شعر کا علم نہیں دیا اور نہ وہ ان کے لئے مناسب ہے۔ ”آیہ ۱۹“

دیکھئے اس آیت میں کس صراحت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے علم شعر کی نفی کی گئی ہے کہ وہ ہم نے ان کو نہیں دیا اور نہ وہ ان کے شایانِ شان ہے۔ پھر اس آیت کے لفظ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ بعض علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شایانِ شان نہ تھے اور وہ آپ کو عطا نہیں ہوئے۔ آپ نے اب تک کے مناظروں میں اس آیت کے مجھے دو جواب دیئے ہیں ایک یہ کہ اس آیت میں ملکہ شعر کی نفی مقصود ہے اور مطلب صرف یہ ہے کہ ہم نے آپ کو شعر گوئی کا ملکہ عطا نہیں فرمایا۔ اور دوسرا جواب آپ نے سنبھل اور ادڑی کے مناظروں میں یہ دیا تھا کہ اس شعر سے شعر منطقی یعنی قضایا متحدہ (خیالی باتیں) مراد ہیں اور آیت کا منشاء ان کی تعلیم کی نفی کرنا ہے۔

لیکن یہاں ان باتوں کو آپ نہ دہرائیں۔ آپ کو شاید یاد ہو میں کچھ مناظروں میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وہ روایت پیش کر چکا ہوں جس میں مذکور ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ مشہور شعر پڑھ رہے تھے ۔

كُفِيَ الشَّيْبُ وَالْإِسْلَامُ لِلْمَرْءِ نَاهِيًا
وَيَا تَيْكَ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَمْ تَزِدْ

لیکن آپ نے اس کو اس طرح الٹ پلٹ کر پڑھا کہ اس کی شعریت ختم ہو گئی اور وزن شعر باقی نہیں رہا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضورؐ شعر اس طرح ہے آنحضرتؐ نے پھر پڑھا اور پھر اسی طرح وزن ٹوٹ گیا۔ اور اس میں رد و بدل ہو گیا۔ اس پر حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کیا میں گواہ ہوں کہ

آپ خدا کے رسول برحق ہیں۔ خدا نے آپ کی شان میں فرمایا ہے کہ ”ہم نے اپنے رسول کو شعر کا علم نہیں دیا“
اس روایت سے آپ کی ان تاویلات کی قطعی سیخ کنی ہو جاتی ہے۔

علاوہ ازیں پہلے مناظروں میں میں یہ بھی عرض کر چکا ہوں کہ اگر آپ کی ان تاویلات کو مان بھی لیا جائے تو
حبیب بھی میرے استدلال پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ شعر سے خواہ آپ ”ملکہ شعر مراد لیں یا قضا یا شعریت“ بہر حال
میرا مدعا ثابت ہے کیونکہ آپ تو علم کلی کے مدعی ہیں جس میں یہ چیزیں بھی آجاتی ہیں۔ الغرض بہر صورت اس آیت
سے میرا مدعا ثابت ہے۔

اب آخر میں ایک فیصلہ کن آیت اور سنئے ! سورۃ مائدہ میں ارشاد ہے۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا
إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ÷ (مائدہ ۱۰۹)

اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ جب بروز قیامت اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع کرے گا تو ان
سے ارشاد فرمائے گا کہ تم کو کیا جواب ملا ؟ وہ عرض کریں گے کہ ہم کو علم نہیں آپ ہی غیب کی باتوں
کو پورے جاننے والے ہیں “

اس آیت کی تفسیر و تشریح میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَعْنَاهُ لَا عِلْمَ لَنَا كَعِلْمِكَ فِيهِمْ لِأَنَّكَ تَعْلَمُ مَا
أَضْمَرُوا وَمَا أَظْهَرُوا وَنَحْنُ لَا نَعْلَمُ إِلَّا مَا أَظْهَرُوا ÷

(تفسیر خازن : ج ۲ ص ۸۹)

انبیاء علیہم السلام کے اس جواب کا (کہ ہم کو علم نہیں) یہ مطلب ہے کہ اے اللہ ! ان کے
بارے میں ہم کو آپ کا سا علم نہیں کیونکہ آپ تو اس کو بھی جانتے ہیں جو انہوں نے زبان سے
ظاہر کیا، اور اس کو بھی جو دل میں پوشیدہ رکھا، اور ہم کو ان کے صرف ظاہری حال
کا علم ہے “

سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس تفسیر و تشریح کی روشنی میں غور فرمائیے تو اس آیت سے

معلوم ہوگا کہ بروز قیامت بارگاہِ خداوندی میں تمام انبیاء علیہم السلام کا متفقہ بیان یہ ہوگا کہ اپنے امتیوں کے ظاہر و باطن کا پورا علم ہم کو نہیں ملے اللہ ! آپ ہی کو تمام غیب کا علم ہے۔

اصول کا مشہور مسئلہ ہے کہ جب کسی مسئلہ پر ائمہ مجتہدین کا اجماع ہو جائے تو اس سے اختلاف کرنے کی گنجائش کسی کو نہیں رہتی۔ پھر یہاں تو آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک کے تمام پیغمبرانِ الہی کا اتفاق ہو رہا ہے کہ ہم کو اپنے امتیوں کے ظاہر و باطن اور ایمان و اخلاص کا پورا علم نہیں پھر اس اجماع پیغمبران سے اختلاف کی جرأت کسی با ایمان کو کس طرح ہو سکتی ہے۔

حضرات گرامی ! آج کی بحث میں پانچ آیتیں ہیں اپنی اس سے پہلی تقریروں میں پیش کر چکا تھا اور پانچ اس تقریر میں پیش ہوئیں۔ ان کے علاوہ ضمنی طور پر بعض احادیث نبوی اور حضرات صحابہ کرام و ائمہ سلف کے ارشادات بھی بجا اللہ بقدر کافی پیش ہو چکے۔ آخر میں چند فیصلہ کن فقہی تصریحات بھی پیش کر دینا چاہتا ہوں۔

امام ابن ہمام رحمہ اللہ جن کو فقہائے حنفیہ میں خاص امتیاز حاصل ہے اور جن کو مجتہد فی المذہب تسلیم کیا گیا ہے۔ اپنی نفیس کتاب ”مسایرہ“ میں اس تصریح کے بعد کہ انبیاء علیہم السلام کو بعض غیب کا علم حاصل نہیں ہوتا فرماتے ہیں۔

وَذَكَرَ الْحَنْفِيَّةَ فِي فُرُوعِهِمْ تَصْرِيحًا بِالتَّكْفِيرِ بِإِعْتِقَادِ
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ الْغَيْبَ لِمَعَارَضَةِ قَوْلِهِ تَعَالَى
قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ۔

اور فقہائے حنفیہ نے کتب فتاویٰ میں اس عقیدہ رکھنے پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ”علم غیب“ کا صریح کفر کا (فتویٰ) حکم لگایا ہے کیوں کہ یہ عقیدہ آیت ،
قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ کے صریح معارض

اور منافی ہے۔

اور علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ جن کو لغمان ثانی اور محرر مذہب ابی حنیفہ کہا جاتا ہے۔ ”البحر الرائق“ میں فتاویٰ

قاضی خان اور خلاصۃ الفتاویٰ کے حوالہ سے ارقام فرماتے ہیں۔

لَوْ تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ لَا يَنْعَقِدُ وَيَكْفُرُ لِإِعْتِقَادَاتِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ الْغَيْبُ ۞

یعنی اگر کسی نے اللہ و رسول کو گواہ قرار دے کر نکاح کیا تو نکاح درست نہ ہوگا۔ اور وہ شخص

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے اعتقاد کی وجہ سے کافر ہو جائے گا ۞

اور درمختار میں ہے۔

تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ لَمْ يَجْزْ بَلْ قِيلَ يَكْفُرُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ

یعنی اللہ و رسول کو گواہ بنا کر نکاح کیا تو درست نہ ہوگا۔ بلکہ کہا گیا ہے کہ وہ اس کی وجہ

سے کافر ہو جائے گا۔ واللہ اعلم۔

فقہ حنفی کی دوسری کتابوں میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح لکھا ہوا ہے۔ مگر میں یہاں صرف انہی تین حوالوں

پر اکتفا کرتا ہوں۔ اور اپنے لائق مخاطب مولوی حشمت علی صاحب سے عرض کرتا ہوں کہ لیجئے آپ کو فتویٰ کفر

سننے کا بہت شوق تھا اب حضرات فقہائے کرامؒ کی زبان سے آپ نے وہ سن لیا۔ خدا توفیق دے تو اب تو اس گمراہی سے

توبہ کر لیجئے۔

حضرات گرامی! سنبھلی صاحب نے یہ بالکل جھوٹ کہا ہے

مولوی حشمت علی صاحب

کہ اللہ و رسول کو گواہ بنا کر نکاح کرنے والے کے کفر کا مسئلہ

فقہ حنفی کی تمام کتابوں کا مسئلہ ہے۔ بعض کتابوں میں بعض لوگوں کا یہ قول نقل ضرور کیا گیا ہے۔ لیکن یہ بالکل

ضعیف قول ہے۔ دیکھئے سنبھلی صاحب نے ابھی درمختار کی جو عبارت پیش کی ہے اس میں بھی قِيلَ يَكْفُرُ

کا لفظ ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ ایسے موقع پر ”قِيلَ“ کا لفظ قول کا ضعف ظاہر کرنے کے لئے ہی لایا جاتا

ہے۔ آپ نے کتنی بڑی خیانت کی ہے کہ آپ ”درمختار“ کی اس عبارت سے سند پکڑ رہے ہیں۔ حالانکہ اس سے

تو آپ کا رد ہوتا ہے۔ اس کے لفظ ”قِيلَ“ کا تو صاف مطلب یہ ہے کہ یہ قول ضعیف اور غیر معتبر ہے۔

چنانچہ علامہ ابن عابدین شامیؒ نے ”رد المحتار“ حاشیہ درمختار میں اس کو کھول کر بیان کر دیا ہے اس میں یہ

کفر والا قول نقل کرنے کے بعد علامہ شامیؒ لکھتے ہیں۔

قَالَ فِي التَّارِخَانِيَةِ وَفِي الْحُجَّةِ ذِكْرِي الْمَلَقَطِ أَنَّهُ لَا يَكْفُرُ
لَا نَبِيَّ إِلَّا شَيْءٌ تَعَرَّضَ عَلَى رُوحِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّ
الرَّسُولَ يَعْرِفُونَ بَعْضَ الْغَيْبِ قَالَ تَعَالَى عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ
عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ ، قُلْتُ بَلْ
ذَكَرُوا فِي كِتَابِ الْعَقَائِدِ أَنَّ مِنْ جُمْلَةِ كَرَامَاتِ الْأَوْلِيَاءِ
الْإِطْلَاعُ عَلَى بَعْضِ الْمَغِيبَاتِ .

یعنی فتاویٰ تارخانہ اور ”حجۃ“ میں ہے کہ کتاب ملقط میں مذکور ہے کہ خدا و رسول کو
گواہ بنا کر نکاح کرنے والا عقیدہ علم غیب کی وجہ سے کافر نہ ہوگا۔ کیوں کہ چیزیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک پر پیش کی جاتی ہیں۔ اور بے شک خدا کے رسول علیہم الصلوٰۃ و
السلام بعض غیوب جانتے ہیں جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عالم الغیب ہے اللہ تعالیٰ۔
نہیں ظاہر کرتا کسی شخص پر اپنے غیب کو بجز اپنے برگزیدہ رسول کے — انبیاء علیہم السلام
کے علم غیب کا قرآن پاک سے یہ ثبوت دینے کے بعد علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ —
میں کہتا ہوں عقائد کی کتابوں میں تو مصنفین نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اولیاء اللہ کی کرامتوں
میں سے یہ بھی ہے کہ ان کو مغیبات کی اطلاع ہو جاتی ہے۔

دیکھا سنبھلی صاحب آپ نے ! فقہائے حنفیہ کا عقیدہ تو یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے
علاوہ حضرات اولیاء کرام کو بھی علم غیب ہوتا ہے۔ آپ ان پر یہ تہمت رکھتے ہیں کہ حضرات رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والے کو کافر کہتے ہیں۔ اور میں آپ کو بتلا چکا کہ نکاح والے
مسئلہ کے متعلق جو قول آپ نے درمختار وغیرہ سے نقل کیا ہے وہ ضعیف اور مرجوح ہے۔ اور خود صاحب مختار
نے لفظ قلیل کے ساتھ اس کو ذکر کر کے اس کا ضعیف اور غیر مفتی بہ ہونا ظاہر کر دیا ہے۔ پس آپ کا اس کو
اپنی سند میں پیش کرنا یا تو دبا بیانہ خیانت ہے یا پھر ملعون جہالت۔

دوسری بات یہ ہے کہ کتب فقہ کی ان عبارتوں میں جو کفر کا حکم لگایا گیا ہے وہ صرف اس صورت کے متعلق ہے کہ جب کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب بالذات سمجھ کر نکاح کا گواہ ٹھہرا دے اور ایسے شخص کو ہم بھی کافر کہیں گے۔ الغرض کتب فقہ کی ان عبارات سے آپ کا استدلال کسی طرح صحیح نہیں۔ لیجئے آپ کی تمام فقہی عبارات کا جواب ہو گیا۔

اس کے علاوہ ہونئی آیتیں آپ نے اس تقریر میں جلدی جلدی تلاوت کر کے گنتی بڑھانے کی کوشش کی ہے وہ بھی بحث سے بالکل غیر متعلق ہیں جو پہلی تین آیتیں آپ نے پیش کی ہیں جن میں ”غیب السموات والارض“ کا صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونا بیان کیا گیا ہے۔ ان میں اول تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ذکر ہی نہیں۔ پھر حضور کے علم غیب کی بحث میں ان کا کیا ذکر۔ دوسرے یہ کہ ان میں بھی صرف علم غیب ذاتی کا حصر ذات حق تعالیٰ میں کیا گیا ہے، کیونکہ علم عطائی تو اس کے لئے ثابت ہی نہیں کیا جاسکتا۔ پس ان سے علم عطائی کی نفی پر استدلال محض جہالت یا دیوانگی ہے۔

ایک آیت جو آپ نے لیسین شریف کی وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشَّعْرَ پیش کی ہے۔ اس سے استدلال کرنا بھی محض آپ کی جہالت کا کرشمہ ہے۔ اس کا مطلب تو صرف یہ ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کا فن نہیں دیا۔ یعنی آپ کو شعر گوئی کا ملکہ عطا نہیں فرمایا گیا۔ اور ہمارا دعویٰ علم کلی کا ہے ملکہ کا نہیں ہے اور نہ اس میں بحث ہے۔

آخری آیت آپ نے سورہ مائدہ شریف کی يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ الخ پیش کی تھی اس کا جواب بھی میں آپ کو کچھ مناظروں میں بار بار دے چکا ہوں۔ اب پھر سن لیجئے :

تفسیر ابن جریر میں حضرت مجاہدؒ، حضرت حسن بصریؒ، حضرت سدی کبیرؒ، ان تینوں تابعین کرام سے اس آیت کی تفسیر یہ نقل کی ہے کہ محشر میں جب حضرات انبیاء علیہم السلام سے یہ سوال ہوگا کہ مَاذَا أُجِبْتُمْ تو اس وقت ان پر مہیبت اور گھبراہٹ طاری ہوگی اور دنیا میں جو کچھ ماجرا اپنی قوموں کیساتھ گزرا تھا جس کا ان کو علم تھا وہ اس وقت انہیں یاد نہیں رہے گا اور ذہول ہو جائے گا اور اسی ذہول کی وجہ سے اس گھبراہٹ کے عالم میں ان کی زبانوں سے یہ نکل جائے گا کہ ہمیں خبر نہیں۔ پھر اس کے بعد جب

وہ گھبراہٹ دور ہو جائے گی تو وہ خود اپنی اپنی قوموں کے بارے میں بارگاہ الہی میں گواہی دیں گے جیسا کہ خود قرآن پاک ہی میں دوسری جگہ ارشاد ہے اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيدٌ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰی هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا یعنی ہم ہر امت پر اس کے پیغمبر سے گواہی دلوائیں گے اور اے محبوب مطلع علی الغیوب تم ان سب پر گواہ ہو گے۔ (النساء ۴۱، ۴۲)

مولوی سنبھلی صاحب ! دیکھا آپ نے ! قرآن پاک تو کہتا ہے کہ ہر پیغمبر اپنی امت کے بارے میں گواہی دے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب پر گواہی دیں گے۔ اور آپ کہتے ہیں کہ نبیوں کو اپنی قوموں کے ایمان و کفر کا علم ہی نہیں۔۔۔ کیوں بھائیو ! کہیں دنیا میں ایسی بھی گواہی آپ نے سنی ہے کہ گواہ کو علم تو ہو نہیں اور وہ یومنی بلا علم کے عدالت میں گواہی دینے کے لئے پہنچ جائے، مولوی صاحب ! ایسا گواہ عدالت سے نکال دیا جاتا ہے۔ خدا کے پیغمبر اور خاص طور پر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو گواہی دیں گے تو یہ علم ہی سے ہوگی۔ لیجئے یہ میرے دعویٰ علم غیب کی ایک اور دلیل ہو گئی۔ اور ساتھ ہی آپ کی دلیل کا جواب بھی ہو گیا۔ فلتہ الحمد۔

میں نے اپنی پچھلی تقریر میں کتاب الابریز سے دو عبارتیں پیش کی تھیں۔ آپ نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ صوفیائے کرام کے کلام سے دلیل نہیں پیش کی جاسکتی۔ بہت خوب ! اور کیوں صاحب ! آپ نے حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ اور حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمہ کی عبارات کل کیوں پیش کی تھیں ؟ کیا وہ صوفیائے کرام میں سے نہیں ہیں ؟

سنتی بھائیو ! آپ نے دیکھ لیا۔ اب تو مولوی سنبھلی صاحب اور ان کے ساتھیوں کی دہابیت بالکل کھل گئی کہ یہ لوگ بزرگوں کو بالکل نہیں مانتے۔ ارے یہی تو ہے دہابیت، اب تو پردہ بالکل کھل گیا۔ کیا اب بھی آپ لوگ انہیں سنی مسلمان سمجھیں گے ؟ اچھا لیجئے ! اب آخر میں میں وہ چیز پیش کرتا ہوں جس کا سنبھلی صاحب بلکہ ساری دنیا کے دہابی قیامت تک بھی جواب نہیں دے سکتے۔ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا -

حضرات گرامی ! آپ نے سنا ہوگا قصیدہ بردہ ایک مشہور متبرک قصیدہ ہے اس کا ایک شعر ہے

فَاتِّمِّنْ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتْهَا
وَمِنْ عُلُومِكَ عِلْمُ اللُّوحِ وَالْقَلَمِ

یعنی اے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کل دنیا اور عقبیٰ آپ کے دریائے کرم کی ایک موج
ہے اور آپ کے علوم میں سے لوح و قلم کا علم ہے ۔

دیکھئے ! اس میں صاف موجود ہے کہ لوح و قلم میں جو کچھ ہے وہ سب حضورؐ کے علوم کا ایک حصہ
ہے یعنی حضورؐ کا کل علم بھی نہیں ہے حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ لوح محفوظ میں سب ہی کچھ لکھا ہوا ہے
علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ”شرح بردہ“ میں اس شعر ہی کی شرح کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

رَكُونُ عُلُومِهِمَا مِنْ عُلُومِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ عُلُومَهُ
تَتَنَوَّعُ إِلَى الْكُلِّيَّاتِ وَالْجُزْئِيَّاتِ وَحَقَائِقَ وَمَعَارِفَ تَتَعَلَّقُ
بِالذَّاتِ وَالصِّفَاتِ وَعِلْمُهُمَا يَكُونُ نَهْرًا مِنْ عِلْمِهِ
وَحَرْفًا مِنْ سَطُورِ عِلْمِهِ ۔

یعنی علوم لوح و قلم آپ کے علم میں سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے علوم کلیات و جزئیات
اور ایسے حقائق و معارف کی طرف منقسم ہوتے ہیں کہ جن کا تعلق ذات و صفات الہیہ سے
ہے اور لوح و قلم کے سب علوم آپ کے علم کے سمندر میں سے ایک نہر اور آپ کے علم وسیع
کی سطرود میں سے ایک حرف ہیں ۔

دیکھئے ! علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتنی صاف تصریح فرمائی کہ لوح محفوظ اور قلم اعلیٰ کے

تمام علوم حضور اقدسؐ کے سمندرِ علم کی ایک نہر اور آپ کے دفترِ علوم کا ایک حرف ہیں ۔

اب بتلایئے کہ اس کے بعد اب کیا رہ گیا علامہ علی قاریؒ بھی آپ کے نزدیک کافر ہیں ؟ یا وہ

بھی ان صوفیوں میں ہیں جن کے کلام سے استدلال نہیں کیا جاسکتا ؟ مگر یاد رہے کہ آپ خود بھی ان کے کلام

سے استدلال کر چکے ہیں۔ کہئے اب تو خود آپ کے مسلم و مستند ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہی علم غیب کا فیصلہ

کر دیا۔ اب بھی آپ ایمان لائیں گے یا نہیں ؟

اچھا لیجئے اب میں خود آپ کے امام الطائفہ اسمعیل صاحب دہلوی کی ایک عبارت پیش کرتا ہوں
سنئے ! وہ صراطِ مستقیم میں لکھتے ہیں۔

» برائے کشف ارواح و ملائکہ و مقاماتِ آنہا وسیعاً ممکنہ و زمین و آسمان و جنت و
نار و اطلاع بر لوح محفوظ شغلِ دورہ کند «

یعنی ارواح و ملائکہ کے کشف اور ان کے مقامات کے دریافت کرنے کے لئے اور زمین و آسمان
جنت و دوزخ اور لوح محفوظ پر اطلاع حاصل کرنے کے واسطے شغلِ دورہ کرے۔ یعنی
شغلِ دورہ سے یہ سب باتیں حاصل ہو جائیں گی «

لیجئے مولوی سنبھلی صاحب ! آپ کو تو خدا کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کلی سے انکار ہے اور
آپ کے امام الطائفہ ہر شغلِ دورہ کرنے والے کے لئے اس کو ثابت کر رہے ہیں۔ دیکھئے یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا معجزہ کہ دشمنوں سے اقرار کرا لیا۔ اچھا ایسا ہی ایک اور ثبوت لیجئے اور آقائے کونین صلی اللہ علیہ
وسلم کا اس سے بڑا معجزہ دیکھئے۔ سارے دہائیوں، دیوبندیوں کے سرگرم وہ تھانوی صاحب اپنے ملفوظات
» مجالس الحکمۃ « میں فرماتے ہیں کہ۔

» اب ہم میں اور ان میں (یعنی دہائیوں، دیوبندیوں اور سنیوں میں) خلافِ ایک امر
ممکن میں رہا کہ وہ واقع ہو یا نہیں، یعنی یہ علم الی ما یدخل اہل الجنتہ و اہل النار
النار حضور کو دیا گیا یا نہیں، ہم کہتے ہیں دیا جانا فی نفسہ ممکن ہے مگر وقوع اس کا،
شرعیّت سے کہیں ثابت نہیں۔ اور وہ کہتے ہیں » ثابت بھی ہے «

دیکھئے تھانوی صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شروع دنیا سے
آخرت تک کا علم تفصیلی محیط حاصل ہونا اس طرح کہ زمین و آسمان کا کوئی گوشہ، دنیا کا کوئی ذرہ، سمندر
کا کوئی قطرہ، دنیا بھر کے درختوں کا کوئی پتہ، غرض دنیا کی کوئی چھوٹی بڑی چیز بھی آپ کے علمِ اقدس سے
خارج نہ ہو، ایسا علم تفصیلی محیط جس کے ہم اہل سنت قائل ہیں تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کے لئے اس کا حاصل ہونا ممکن ہے۔

اس کے بعد دیکھئے اپنے نانوتوی صاحب کی ”تحدیر الناس“ وہ اس کے صفحہ ۱۴ پر لکھتے ہیں۔

”جب علم ممکن للبشر ہی ختم ہو لیا تو پھر سلسلہ علم و عمل کیا چلے“

اب غور کیجئے ! تھانوی صاحب کی عبارت سے ثابت ہوا تھا کہ علم غیب کلی محیط تفصیلی کا حصول حضور کے لئے ممکن ہے۔ اور نانوتوی صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جو علم بشر کے لئے ممکن تھا وہ سب حضور پر ختم ہو گیا، یعنی آپ کو عطا ہو گیا۔ نتیجہ صاف یہ نکلا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو علم غیب کلی عطا ہو گیا۔ فللہ الحمد۔

مسلمان بھائیو ! دیکھا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ قاہرہ۔ آپ نے علم غیب کلی کا کیا اقرار اپنے دشمنوں سے کرایا۔ یہ نانوتوی اور تھانوی صاحبان دونوں، سنبھلی صاحب کے پیشوا اور سارے دہائیوں دیوبندیوں، علم غیب رسول کے منکرین کے سرگردہ ہیں۔ مگر اللہ کی شان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت دیکھو کہ علم غیب کا اقرار کیسے کھلے لفظوں میں کر رہے ہیں۔ کیوں بھائیو ! کیا اس کے بعد مجھے کوئی اور دلیل پیش کرنے کی ضرورت ہے ؟ سنبھلی صاحب ! اگر آپ قرآن کو نہیں مانتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث نہیں مانتے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ارشادات اور بزرگان دین کے اقوال کو نہیں مانتے تو اپنے دیوبندی دھرم کے ان پیشواؤں، نانوتوی اور تھانوی صاحبان کی تو مانتے ! یا آج آپ قسم کھا کے آئے ہیں کہ کسی کی مانیں گے ہی نہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب لغمانی (بعد حمد و صلوٰۃ) مولوی حسنت علی صاحب کے لب و لہجہ

اور ان کی ”مہذب“ گفتار کی شکایت فضول ہے معلوم

ہوتا ہے کہ ان کی یہ عادت پڑ چکی ہے اور اب اس بدگفتاری کی قباحت کا احساس بھی غالباً ان کو نہیں رہا۔ میری یہ آخری تقریر ہے۔ میں چلتے چلتے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد اس بارے میں سنا دینا چاہتا ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی چند علامتیں ایک حدیث میں ارشاد فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ”اِذَا خَاضَمُ فَجْرٌ“ یعنی منافق کی نشانی ہے کہ وہ نزاعی باتوں میں بدزبانی کرنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ہر مسلمان بندے کو اس منافقانہ عادت سے بچا دے۔

مولوی صاحب نے بڑے ناز سے اس مرتبہ حضرت مولانا نانوتوی قدس سرہ اور حضرت مولانا مہتافانوی مدظلہ

کی دو عبارتیں پیش کی ہیں اور ایک صریح مغالطہ دے کر دونوں کو ملا کے علم غیب کی ثابت کرنا چاہا ہے۔

اجی جناب ! تحذیر الناس کی عبارت میں جس ”علم ممکن للبشر“ کا ذکر ہے اس سے مراد وہ علم اعلیٰ ہے

جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب خاتمیت مبنی ہے۔ اسی کا ”تحذیر الناس“ صفحہ ۱۴ پر ذکر ہے۔ اور

وہ بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا۔ اگر آپ جان بوجھ کر دھوکہ نہیں دے رہے ہیں تو ذرا تحذیر الناس

کی اس عبارت کو سیاق و سباق کے ساتھ دیکھتے آپ کو خود ہی اپنے مطالعہ کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

دوسری بات یہ سمجھئے کہ حضرت مولانا مہتافانوی مدظلہ نے صرف ”داخلہ جنت و نار“ تک کے علم کو ممکن

غیر ثابت الوقوع کہا ہے اور وہ محدود اور متناہی علم ہے۔ اور اس وقت آپ کا دعویٰ علم کلی کا ہے جو غیر متناہی

ہے اور جو مقدار اور کمیت کے لحاظ سے علم الہی کے برابر ہے۔ اور اس کا حصول ہرگز کسی بھی مخلوق کے لئے ممکن نہیں۔

حضرت مولانا مہتافانوی مدظلہ تو بھلا اس کو کیوں کر ممکن کہہ سکتے ہیں۔ خود آپ کے پیر و مرشد فاضل بریلوی اپنے

رسالہ ”الدولہ المکیہ“ میں فرماتے ہیں۔

إِنَّا لَا نَدَّعِي أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَحَاطَ بِجَمِيعِ مَعْلُومَاتِ

اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى فَإِنَّهُ مَحَالٌ لِّلْمَخْلُوقِ ۔

یعنی ہم ہرگز اس کے مدعی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام معلومات الہیہ کا علم محیط

حاصل تھا کیونکہ وہ تو مخلوق کے لئے قطعاً محال ہے۔

اب میں بھی آپ کی زبان میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر قرآن و حدیث پر آپ کا ایمان نہیں ہے تو اپنے اعلیٰ حضرت

ہم کی مان لیجئے وہ علم کلی کو محال فرما رہے ہیں۔

علیٰ ہذا ”صراطِ مستقیم“ کی عبارت میں بھی آپ نے خوب مغالطہ آفرینی کی ہے۔ فی الحقیقت اس فن میں

آپ کو پورا پورا کمال حاصل ہے۔ اس میں یہ کہاں ہے کہ شغل دورہ کرنے والے کو جمیع مافی اللوح کا علم تفصیلی حاصل

ہو جاتا ہے۔ اس کے الفاظ ”و اطلاع بر لوح محفوظ“ کا مقتضا تو صرف ”سندرجات لوح پر فی الحکمہ اطلاع ہے اور

اگر بالفرض جمیع مافی اللوح پر اطلاع مراد ہوتی تب بھی اس سے آپ کا علم کلی کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ

روح محفوظ بھی کل علوم غیر تنہا ہیہ پر حاوی نہیں ہے۔ اس کی تصریح بھی خود آپ کے اعلیٰ حضرت نے اپنی اسی مد الدولۃ المکیہ " میں کی ہے۔ (دیکھئے الدولۃ المکیہ ص ۳۳ کی آخری سطور)

آپ نے اپنی تقریر میں قصیدہ بردہ کا ایک شعر اور اس کی شرح میں علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت بھی پیش کی ہے۔ اس کا بھی ایک مختصر جواب تو یہی ہے کہ آپ کا دعویٰ اُس علم کلی کا ہے جو غیر تنہا ہی ہے اور کمیت کے لحاظ سے علم خداوندی کے برابر ہے اور لوح و قلم کے تمام علوم اس کا لاکھواں، کروڑواں حصہ بھی نہیں۔ پس اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ اس شعر سے حصہ ۴ کے لئے جمیع مافی اللوح و القلم کا علم تفصیلی محیط ثابت ہوتا ہے جب بھی اس سے آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ لوح و قلم میں جو کچھ بھی ہے وہ تنہا ہی ہے۔ اور کل علم غیب سے اس کو کوئی نسبت نہیں جیسا کہ خود آپ کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے الدولۃ المکیہ میں لکھا ہے۔

یہ جواب تو اس تقدیر پر ہے کہ اس شعر میں علم اللوح و القلم سے جمیع مندرجات لوح کا علم تفصیلی محیط مراد ہو۔ اور یہ مراد لینا اس لئے ضروری ہے کہ اس شعر کا مضمون نصوص شرعیہ کے خلاف نہ ہو۔ علیٰ ہذا علامہ علی قاریؒ کی شرح کی عبارت میں بھی علم لوح و قلم سے یہی علم معتد بہ مراد ہے نہ کہ ان کے کل علوم کا احاطہ۔ اور اس کی دلیل خود علامہ موصوف کی وہ عبارات ہیں جو میں پہلے پیش کر چکا ہوں۔ جس سے صراحتہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ علم غیب کلی حاصل تھا اور نہ جمیع ماکان و مایکون الیٰ یوم القیامہ کا علم محیط تفصیلی جس پر روح محفوظ مشتمل ہے۔

یہ تو آپ کی نئی پیش کردہ چیزوں کا مختصر جواب ہوا۔ میرے دلائل کے جواب میں آپ نے جو کچھ کہا ہے اگرچہ اس کے جواب کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ میں نے پیش بندی کے طور پر پہلے ہی آپ کی ان تاویلوں کا جواب دے دیا تھا۔ لیکن پھر مختصر اچھ عرض کئے دیتا ہوں لغور سنئے !

میں نے تین آیاتس وہ پیش کی تھیں جن میں زمین و آسمان کے غیب کے علم کو حق تعالیٰ کے ساتھ خاص بیان کیا گیا ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے وہی ذاتی و عطائی کی لغو اور فرسودہ بات کہی ہے۔ میں پہلے ہی عرض کر چکا تھا کہ علم ذاتی تو عالم شہادت کے کسی ذرہ کا بھی غیر اللہ کو نہیں پھر غیب اور وہ بھی غیب السموات والارض ہی کی کب

خصوصیت ہے ؟

بہر حال ان تینوں آیتوں کا مفاد یہی ہے کہ زمین و آسمان کے تمام غیوب کا علم صرف حق تعالیٰ کو ہے الغرض ان آیات میں ذاتی اور عطائی کی تقسیم مد نظر ہی نہیں ہے اگرچہ فی الواقع حق تعالیٰ کے سارے علوم ذاتی ہی ہیں، اور عطائی کا اس کی جناب میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

ایک آیت میں نے لیسین شریف کی وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ پیش کی تھی اس کے جواب میں بھی آپ نے دہی فرسودہ بات کہی ہے کہ اس کا مقصد مکہ شعر کی نفی کرنا ہے۔

میں پہلے ہی جواب دے چکا ہوں کہ اس کا میرے استدلال پر کوئی اثر نہیں۔ کیونکہ جب یہ مان لیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ شعر یعنی بقول آپ کے شعر گوئی کا فن عطا نہیں ہوا تھا تو یہ ثابت ہو گیا کہ حضور کو علم کلی عطا نہیں ہوا۔ کیونکہ آپ کے کلی دعوے میں تو فن شعر بھی داخل ہے۔ بہر حال اس آیت سے میرا مدعی نہایت روشن طور پر ثابت ہے۔

آخری آیت میں نے سورہ مائدہ کی پیش کی تھی جس میں مذکور ہے کہ بروز قیامت امتوں کے متعلق جب انبیاء علیہم السلام سے سوال ہوگا تو وہ جواب دیں گے لَا عَلَّمْنَا ہِمَّ عَلَّمْنَا ہِمَّ۔

اس کے جواب میں آپ نے بعض ائمہ تفسیر کے حوالہ سے یہ نقل کیا ہے کہ روز قیامت کی ہولناکیوں کی وجہ سے اس دن انبیاء علیہم السلام کو سخت گھبراہٹ ہوگی اور اسی گھبراہٹ میں ان کو دنیا کی بہت سی باتوں کا ذہول ہو جائے گا اور اسی ذہول و نسیان کی وجہ سے وہ جواب میں لَا عَلَّمْنَا کہیں گے۔ مجھے اس سے انکار نہیں کہ یہ بھی بعض اکابر سے منقول ہے لیکن محققین مفسرین نے اس پر سخت اعتراضات کئے ہیں اور اس کو ضعیف ثابت کیا ہے۔ دیکھئے ! میرے ہاتھ میں یہ تفسیر کبیر ہے۔ اس میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اسی قول کو نقل کر کے اس طرح اس پر تنقید کرتے ہیں۔

هَذَا الْجَوَابُ وَإِنْ ذَهَبَ إِلَيْهِ جَمْعٌ عَظِيمٌ مِنَ الْأَكَابِرِ فَهُوَ عِنْدِي ضَعِيفٌ لِأَنَّهُ تَعَالَى قَالَ فِي صِفَةِ أَهْلِ الثَّوَابِ لَا يَحْزَنُهُمُ الْفَرْعُ الْأَكْبَرُ وَقَالَ أَيْضًا وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفَرَةٌ صَاحِبَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ

بَلْ إِنَّهُ تَعَالَى قَالَ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَى
وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ
أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۖ فَكَيْفَ
يَكُونُ حَالُ الْأَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ أَقَلَّ مِنْ ذَلِكَ وَمَعْلُومٌ
أَنَّهُمْ لَوْ خَافُوا كَانُوا أَقَلَّ مَنْزِلَةً مِنَ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَخْبَرَ
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ أَنَّهُمْ لَا يَخَافُونَ اللَّهَ ۖ

(تفسیر کبیر، جلد ۳: ص ۴۶۸)

امام رازیؒ کی اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ یہ خیال کہ قیامت کے دن حضرات انبیاء علیہم السلام کو اس قدر
گھبراہٹ ہوگی کہ ان کو دنیا میں اپنے ساتھ گزرے ہوئے واقعات بھی یاد نہ رہیں گے اور اسی گھبراہٹ کے عالم میں
وہ سوال خداوندی کے جواب میں ”لَا عَلَمَ لَنَا“ کہہ دیں گے، اگرچہ بہت سے اکابر نے ظاہر کیا ہے اور وہ حضرت
اس آیت کی توجیہ میں اس طرف گئے ہیں، لیکن یہ بہت کمزور خیال ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی شان تو بہت
بڑی ہے، قرآن پاک تو عام اہل ثواب کے حق میں کہتا ہے کہ وہ فرع اکبر سے کچھ بھی پریشان نہیں ہوں گے اور
دوسری جگہ فرمایا گیا ہے کہ مومنین صالحین کے چہرے اس روز چمکتے ہوں گے، ہشاش بشاش ہوں گے —
اور ایک اور جگہ فرمایا گیا ہے کہ تمام مومنین صالحین کو وہاں نہ خوف ہوگا نہ حزن و ملال۔ پس جب کہ حسب بیان
قرآن عظیم تمام مومنین صالحین بے خوف ہوں گے، اور ہشاش بشاش ہوں گے تو پھر انبیاء علیہم السلام کے متعلق
یہ کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ وہ وہاں اس قدر سراسیمہ اور پریشان ہوں کہ دنیا میں اپنے اوپر گزرے ہوئے واقعات
کا بھی ذہول ہو جائے اور وہ بھی انہیں یاد نہ رہیں۔“

علامہ خازنؒ نے بھی اس بارہ میں یہی خیال ظاہر کیا ہے۔ اور اس قول کو نقل کر کے فرماتے ہیں۔

هَذَا فِيهِ ضَعْفٌ وَنَظَرٌ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ فِي حَقِّ الْأَنْبِيَاءِ

لَا يَحْزَنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ (تفسیر خازن، ج ۱: ص ۸۹)

یعنی یہ خیال بہت کمزور ہے کیوں کہ انبیاء علیہم السلام کے حق میں خود حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

ان کو فزع اکبر (بڑی گھبراہٹ) کا کوئی غم نہ ہوگا۔“

پھر میں کہتا ہوں کہ اگر بالفرض اور انبیاء علیہم السلام کے متعلق یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ان کو دہاں کچھ خوف و ہراس ہوگا تو خاتم النبیین، شفیع المذنبین، سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تو کہیں بھی ثابت نہیں کہ قیامت کے دن آپ پر بھی ایسا خوف و ہراس اور ایسی گھبراہٹ طاری ہو کہ اپنے واقعات اور معلومات کا ذہول ہو جائے۔ ذرا سوچئے تو کہ آپ اپنے خانہ ساز عقیدہ کی حمایت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیسی عظیم الشان اس فضیلت کو قربان کر رہے ہیں جو احادیث صحیحہ سے آپ کے لئے ثابت ہے کہ قیامت میں جب کہ ساری مخلوق پریشان اور سراسیمہ ہوگی تو آپ کو اس وقت بھی پوری استقامت اور دل جمعی حاصل ہوگی۔

آپ نے سورہ مائدہ کی آیت کا جواب دیتے ہوئے ضمنایہ آیت بھی پیش کی تھی۔ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰی هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا اور امم سابقہ کے متعلق حضور ص کی شہادت سے یہ نتیجہ نکالنا چاہئے کہ حضور اقدس ص کو علم کلی تھا۔ کاش آپ نے کچھ غور کیا ہوتا، قرآن پاک میں تو یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بھی اگلی امتوں کے متعلق شہادت دے گی۔ چنانچہ ارشاد ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شٰهَدًا عَلٰی النَّاسِ وَیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِيدًا (ابقرہ - ۱۴۳)

پس اگر اس شہادت سے علم کلی ثابت ہوتا ہے تو پھر ہر امتی کے لئے بھی علم کلی مانئے ! اور سب کو عالم الغیب

بنا دیجئے !

بندۂ خدا اس شہادت کی تفصیل تو خود حدیث پاک میں بھی وارد ہوئی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام وغیرہ کی بعض اگلی کافر امتوں کا معاملہ جب بارگاہ خداوندی میں پیش ہوگا اور ان کے پیغمبر یہ شہادت دیں گے کہ ہم نے ان کو آپ کا پیغام پہنچایا تھا مگر انہوں نے تکذیب کی اور انکار کیا، تو وہ لوگ صاف مکر جائیں گے اور کہیں گے مَا جَاءَنَا مِنْ نَّذِیْرِ یعنی ہمارے پاس کوئی نبی نہیں پہنچا۔ اس پر ان پیغمبروں سے فرمایا جائے گا کہ کیا آپ کوئی گواہ پیش کر سکتے ہیں ؟ تو وہ کہیں گے کہ ہاں آپ کے محبوب ترین پیغمبر حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی امت ہمارے گواہ ہیں۔ چنانچہ پہلے حضور ص کی امت گواہ کی حیثیت سے پیش

ہوگی اور گواہی دے گی۔ اس پر اُن منکر قوموں کی طرف سے یہ اعتراض ہوگا کہ یہ تو ہزاروں برس بعد دنیا میں پیدا ہوئے تھے انہیں ہمارے معاملہ کی کیا خبر اور ان کی گواہی کا کیا اعتبار ؟

اس پر وہ جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے صادق و مصدوق پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خبر دی تھی اور ان کی خبر میں غلطی کا احتمال نہیں۔ اس پر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طلب ہوں گے اور آپ اپنی امت کے بیان کی تصدیق فرمائیں گے کہ ہاں بے شک میں نے ان کو یہ خبر دی تھی۔ اور مجھے یہ چیز وحی الہی سے معلوم ہوئی تھی۔

بہر حال یہ ہے حقیقت، اس شہادت کی جس سے آپ علم کلی ثابت فرما رہے ہیں۔ معلوم نہیں کہ آپ نے یہاں کے حاضرین کو اتنا بے وقوف کیوں سمجھ لیا ہے جو آپ ایسے صریح مخاطب دینے کی جرات کرتے ہیں۔ میں نے حضرات فقہائے کرامؒ کی جو بعض عبارات عقیدہ علم غیب کلی کے کفر ہونے کے متعلق پیش کی تھیں ان کے جواب میں آپ نے عجیب و غریب مضحکہ خیز خط کا ثبوت دیا ہے۔ پہلے تو آپ نے یہ کہا کہ یہ قول ”ضعیف“ اور غیر مفتی ہے“ اور پھر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ان عبارات میں علم غیب ذاتی کے عقیدہ کو کفر کہا گیا ہے تو گویا آپ کے نزدیک علم ذاتی کا عقیدہ رکھنے والے کو کافر کہنا بھی ضعیف اور غیر مفتی ہے۔ دلائل و دلائل و لا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ بندہ خدا کچھ تو سوچ سمجھ کر بات کہا کیجئے یا محض بولے جانے کا نام آپ نے مناظرہ سمجھا ہے۔

شامی کی عبارت پیش کر کے بھی آپ نے اپنی خوش فہمی کا ثبوت دیا ہے۔ اس سے تو خود میرا دعویٰ اور ثابت ہوتا ہے — دیکھئے غور کیجئے ! اس میں ملقط وغیرہ کے حوالہ سے جو نقل کیا گیا ہے اس کا حاصل یہی ہے کہ نکاح کے مذکورہ بالا مسئلہ میں تکفیر نہ کی جائے کیونکہ بعض غیوب کا علم تو انبیاء علیہم السلام کے لئے ثابت ہے۔ شامی کے الفاظ اس موقع پر یہ ہیں اَنَّ الرَّسُلَ يَعْرِفُونَ بَعْضَ الْغَيْبِ ؕ الغرض اس عبارت کا مفاد خود یہی ہے کہ جب کوئی شخص بعض علم غیب کا عقیدہ رکھتے ہوئے حضورؐ کو گواہ قرار دے کہ نکاح کرے تو وہ کافر نہ ہوگا — اس سے تو میرے اس دعویٰ کی اور تائید ہوگئی۔ کہ علم غیب کلی کا عقیدہ رکھنے کی صورت میں وہ کفر سے نہیں بچ سکے گا۔

بہر حال صاحب ملقط وغیرہ حضرات کی عدم تکفیر کی جو رائے ہے وہ بعض غیب کا عقیدہ رکھنے والے کے حق میں ہے نہ کہ علم غیب کلی کا عقیدہ رکھنے والے کے حق میں۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ فقہائے حنفیہ میں کسی ایک ایسے بزرگ کا نام نہیں بتلا سکتے جنہوں نے علم غیب کلی کا عقیدہ کے کفر ہونے سے اختلاف کیا ہو۔ اور کیوں کر کوئی اس سے اختلاف کر سکتا ہے جب کہ وہ تمام امت کا اجماعی مسئلہ ہے۔ آپ حضرت علامہ علی قاریؒ کی تصریح سن چکے۔

وَمَنْ اعْتَقَدَ تَسْوِيَةَ عِلْمِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ يَكْفُرُ أَجْمَعًا كَمَا لَا يَخْفَىٰ ۝

یعنی جو ایسا اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم برابر ہے یعنی اللہ کی طرح حضور کو بھی علم کلی حاصل ہے وہ بالاجماع کافر ہے ۝

یعنی ۱۔ آپ کی تمام قابل جواب چیزوں کا جواب میں دے چکا۔ فضولیات اور لغویات کا جواب مجھے دینا نہیں، ان کو حاضرین کے ایمان و انصاف پر چھوڑتا ہوں اور چونکہ یہ میری آخری تقریر ہے اس لئے میں اب کوئی نئی دلیل بھی پیش کرنا نہیں چاہتا۔ البتہ حاضرین کرام سے اللہ در رسول (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ وہ ایمان کی روشنی میں فیصلہ کریں۔ اگر کچھ نہیں تو کُل سے آج تک یہ اندازہ انہوں نے ضرور کیا ہو گا کہ مولوی حسنت علی صاحب نے اپنے دعوے کے ثبوت میں جتنی بھی آیتیں، حدیثیں یا اکابر امت کے ارشادات پیش کئے اچھا اللہ اس ناچیز نے ان سب کے تحقیقی اور تشفی بخش جوابات دیئے۔ اور ادھر سے جو چیزیں پیش کی گئیں ان میں سے کسی ایک کا بھی صحیح جواب ادھر سے نہیں ہو سکا۔ اور یہ اس لئے کہ میں نے بعونہ تعالیٰ صرف وہی دلائل پیش کئے جو بالکل اٹل تھے اور جن میں کوئی تاویل و توجیہ چل ہی نہیں سکتی تھی۔ مجھے اس سے انکار نہیں کہ میرے فریق مخالف مولوی حسنت علی صاحب نے بھی اس کے کوشش کی کہ میرے دلائل و براہین کا جواب دیں۔ اور ہر نئی دلیل کے متعلق انہوں نے کچھ نہ کچھ ضرور کہا۔ لیکن بھدا اللہ میں نے ہر چیز کا جواب الجواب دیا اور ان کے ہر مغالطہ اور تاویل و تحریف کا پردہ چاک کر کے رکھ دیا۔ یہاں تک کہ اچھا اللہ ثم اچھا اللہ متقی واضح سے واضح تر ہو گیا۔ اور اس مناظرہ میں ”مسئلہ علم غیب“

اس قدر صاف ہو گیا کہ اب ہمارے جو مخالفین یہاں موجود ہیں اور انہوں نے کل اور آج کی ساری بحث سنی ہے اب ان کے لئے بجز توبہ کے کوئی چارہ نہیں اور اگر وہ اب خدا کے یہاں یہ عذر کریں گے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کلی کا یہ عقیدہ کسی غلط فہمی سے یا اپنے مولویوں کے کہنے سے قائم کر لیا تھا تو ان کا یہ عذر ہرگز مسموع نہ ہوگا۔ اس حق افروز مناظرہ نے ان پر خدا کی محبت تمام کر دی اور آفتاب نیمروز کی طرح واضح ہو گیا کہ علم غیب کلی کا عقیدہ بالکل بے اصل اور محض بے دلیل ہے۔ بہت سی قرآنی آیات و بکثرت احادیث نبویؐ کے صریح خلاف ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنا اللہ کی کتاب عزیز قرآن پاک سے کھلی بغاوت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی صریح مخالفت ہے۔ اور اسی واسطے فقہائے حنفیہ کی تصدیقات کے مطابق کفر ہے بلکہ بقول علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ایسے عقیدہ رکھنے والوں کے کافر ہونے پر امت کا اجماع ہے۔

قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔

لہذا جن لوگوں کا اب تک ناواقفی کی وجہ سے یہ عقیدہ تھا، میں ان سے پورے اخلاص اور دلسوزی کے ساتھ اپیل کرتا ہوں کہ وہ ضد اور سخن پرستی کو چھوڑ کر حق کو قبول کریں۔ یہاں عزت ذلت، ہار اور جیت کا سوال نہیں ہے بلکہ اپنی عاقبت کا سوال ہے۔ عزت اسی کی ہے جو خدا سے ڈر کر حق کو قبول کر لے۔ اور اس سے زیادہ ذلت اور خسارہ کسی کے لئے نہیں جو اپنی جھوٹی عزت کا بھرم قائم رکھنے کیلئے حق واضح ہو جانے پر بھی باطل پر چارہ ہے۔ اَلَا إِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ۝

اب میں آخر میں اپنے دلائل بلکہ اپنے گواہوں کی اجمالی فہرست پیش کر کے اپنی میرے شاہد تقریر کو ختم کرتا ہوں۔ سنئے! میرے شاہد جن کے ارشادات و بیانات سے

میرا دعوے ثابت ہوتا ہے، یہ ہیں۔

۱: جس کی کتاب عزیز سے آج اور کل کے مناظرہ میں میں نے بیس آیات اپنے دعوئی کے ثبوت میں پیش کیں۔

حق تعالیٰ جل جلالہ

حضرات انبیاء و مرسلین صلوٰۃ اللہ علیہم
۲ : حضرت سید الرسل خاتم الانبیاء
صلی اللہ علیہ وسلم دجن کی بہت سی

احادیث کریمہ پیش ہوئیں۔

۳ : حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام۔

۴ : حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام

۵ : حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام (شب معراج کے متعلق حضرت ابن مسعودؓ والی جو حدیث مسند احمد

وغیرہ کے حوالہ سے پیش ہو چکی ہے اس میں ان تینوں حضرات کا اس امر پر اتفاق مذکور ہے کہ وقت
قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں)۔

۶ : سیدنا حضرت جبریل امین علیہ السلام (حدیث جبریل میں
ملائکہ اللہ سلامہ علیہم
آپ کی شہادت مذکور ہوئی)۔

۷ : حضرت عزرائیل یعنی ملک الموت (ان کی شہادت خلیفہ مضور کے خواب والی اس روایت سے معلوم
ہوئی جو تفسیر مدارک کے حوالہ سے پیش ہو چکی ہے)۔

۸ : حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
جن کی شہادت آیت دما علمنا الشجر

کی تشریح کے سلسلہ میں مذکور ہوئی۔

۹ : حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جن کی روایت سے حدیث جبریل مروی ہے۔

۱۰ : حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ آپ کا ارشاد بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا حَبِشِيًّا وَهُوَ مِمَّنْ
لَمْ يَقْصْ عَلَى مُحْتَدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مذکور ہو چکا ہے۔

۱۱ : حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ جن کی روایت سے شب معراج کا انبیاء علیہم السلام کا ذکر
در بارہ علم قیامت مذکور ہوا۔

۱۲ : حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ۔ جن کی روایت در بارہ عدم علم وقت قیامت صحیح مسلم کے حوالہ

سے پیش ہو چکی ہے۔

- ۱۳ : حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ۔ آپ کے متعدد فیصلہ کن ارشادات پیش ہو چکے ہیں۔
- ۱۴ : حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ۔ آپ کی روایت دربارہٴ عدمِ علمِ قیامتِ مسند احمد کے حوالہ سے پیش ہو چکی ہے۔
- ۱۵ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔ آپ کی روایت علومِ خمس کے متعلق مذکور ہو چکی ہے۔
- ۱۶ : رجل من بنی عامر من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کی حدیث بھی علومِ خمس ہی کی بحث میں مذکور ہو چکی ہے۔

۱۷ : حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ۔ آپ کی روایت بھی علومِ خمس کے متعلق مذکور ہو چکی ہے۔

حضرات ائمہ مفسرین و محدثین و فقہاء امت

- ۱۸ : حضرت قتادہ تابعی ؓ۔ ۱۹ : حضرت سدی کبیر تابعی ؓ۔
- ۲۰ : حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تابعی۔ ۲۱ : حضرت امام احمد ؓ۔
- ۲۲ : امام بخاری ؓ۔ ۲۳ : امام مسلم ؓ۔ وغیرہ حضرات جنہوں نے وہ احادیث روایت کیں جو اب تک پیش ہوئیں۔

۲۴ : امام ابن جریر ؓ۔ ۲۵ : امام ابن کثیر ؓ۔ ۲۶ : امام ابو نعیم ؓ۔

۲۷ : امام رازی ؓ۔ ۲۸ : علامہ خازن ؓ۔ ۲۹ : علامہ نسفی ؓ۔

مفسرین عظام

- ۳۰ : علامہ ابوالسعود ؓ۔ ۳۱ : قاضی بیضاوی ؓ۔ ۳۲ : خطیب شریانی ؓ۔ ۳۳ : علامہ معین بن صفی ؓ۔ ۳۴ : علامہ جلال الدین سیوطی ؓ۔ ۳۵ : جلال الدین محلی ؓ۔ ۳۶ : حضرت شاہ عبدالعزیز ؓ۔ ان تمام حضرات کی عبارات مختلف آیات کی تفسیر میں پیش ہو چکی ہیں۔

۳۷ : حافظ ابن حجر عسقلانی ؓ۔ ۳۸ : علامہ بدر الدین

محدثین اور شارحین حدیث

عینی ؓ۔ ۳۹ : علامہ قسطلانی ؓ۔ ۴۰ : شیخ الاسلام

ذکریاء صاحب تحفۃ الباری شرح بخاری۔ ۴۱ : علامہ علی قاری ؓ۔ ۴۲ : شیخ عبدالحق محدث دہلوی ؓ۔

ان تمام حضرات کی تصریحات پیش کی جا چکی ہیں۔

فہمائے کرام میں سے علامہ سید الفقہاء امام اعظم حضرت ابوحنیفہؒ کے ان حضرات کی عبارات پیش ہو چکی ہیں۔

۴۳ : امام ابن ہمامؒ - ۴۴ : علامہ ابن نجیم صاحب بحرؒ - ۴۵ : ۴۶ : قاضی خان صاحب خلاصۃ الفتاویٰ - جن کے حوالہ سے بحر میں نکاح کا مسئلہ نقل ہوا - ۴۷ : صاحب درمختار - ۴۸ : علامہ شامیؒ

ائمہ طریقت اور طبقہ عارفین میں سب سے زبردست اور فیصلہ کن ۴۹ : شہادت قطب ربانی سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ

کی ہے جو پوری تفصیل سے پیش ہو چکی ہے۔

میرے یہ انچھیس شاہد تو وہ ہیں جو میرے اور آپ کے درمیان یکساں مسلم ہیں۔ پچاسویں شہادت پیر مر علی شاہ صاحبؒ کی سمجھ لیجئے۔ اور میرا اکیسواں گواہ اپنے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو سمجھ لیجئے جن کی متعدد صاف صریح شہادتیں علم کلی کے خلاف میں پیش کر چکا ہوں۔

اپنے ان معزز اور مسلم الثبوت گواہوں کی فہرست پیش کرنے کے بعد میں اپنے مخاطب مولوی حسنت علی صاحب اور ان کے اعوان و انصار کو یہاں تک دہل چلیں گے کہ ہوں۔

أُولَٰئِكَ أَشْهَادُكُمْ فَجِئْنَا بِمِثْلِهِمْ

إِذَا جَمَعْتَنَا يَا حَرِيفُ الْمَجَامِعِ

یہ آخری تقریر ختم کرتے ہوئے میں پھر ایک دفعہ اپنے مخالفین کو محض لٹھی نصیحت کرتا ہوں کہ وہ سخن

پرستی اور ہٹ دھرمی چھوڑ کر محض اللہ کے لئے حق و ناحق کو پہچاننے کی کوشش کریں اور جس عقیدہ کا

باطل اور خلاف کتاب و سنت و خلاف ائمہ امت ہونا آفتابِ نیروز کی طرح واضح ہو چکا اور جس کے کفر

ہونے پر وہ فقہاء کی تصریحات بلکہ علامہ علی قاریؒ کی زبان سے اجماع امت کا حوالہ بھی سن چکے ہیں اس

سے تائب ہو کر وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کریں کہ اسی پر انسان

کی نجات کا مدار ہے۔

باز آ، باز آ ہر چہ ہستی باز آ کافر و گنبد و یہودی ہر چہ ہستی باز آ
 کیں در گہ مادر گہ نومیدی نیست صد بار اگر تو بہ شکستی باز آ
 وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ صَلَّی اللّٰهُ وَسَلَّمْ
 عَلٰی خَیْرِ خَلْقٍ وَ نُوْرٍ عَرْشِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝



از مرتب غفرلہ حضرت مولانا نعمانی مدظلہ کی اس آخری تقریر کا موافقین و مخالفین سب پر گہرا اثر پڑا۔ معاند مخالفین نے اپنی فاحش شکست محسوس کی۔ اور موافقین یعنی گروہ اہلسنت و جماعت کا اور زیادہ شرح صدر ہو گیا۔ اور انہوں نے فرط جوش و مسرت میں ”اللہ اکبر“ حق کا بول بالا ” اور ”اسلام زندہ باد“ مولانا محمد منظور نعمانی زندہ باد“ کے فلک شگاف نعرے لگائے جس سے میدان مناظرہ گونج اٹھا۔

مخالفین کو اوّل تو مولانا نعمانی کی اس آخری تقریر ہی نے بہت زیادہ سراسیمہ اور شکستہ دل کر دیا تھا پھر اہلسنت کے اس فاتحانہ مظاہرہ نے اور بھی ان کی کمر توڑ دی۔ اس وقت مولوی حسمت علی صاحب اور ان کے رفقاء کی صورتیں قابل دید تھیں۔ اہلسنت فرط مسرت سے اس قدر از خود رفتہ ہو رہے تھے کہ صدر اہلسنت جناب مولانا عبد الحنان صاحب اور مولانا نعمانی کے کوشش کرنے کے باوجود نعروں کا مظاہرہ کئی منٹ تک جاری رہا۔ اور بڑی جدوجہد کے بعد جلسہ میں سکون پیدا کیا جاسکا۔ مولوی حسمت علی صاحب اس منظر سے اس قدر بھنبھلا گئے تھے کہ انہیں گویا کچھ خبر ہی نہ رہی تھی کہ اب مجھے کیا کہنا چاہیے۔ اسی جھنبھلاہٹ کے عالم میں آپ نے اس طرح تقریر شروع فرمائی “



بھائیو! آپ نے سنبھلی صاحب کی شرارت اور چالاکي **مولوی حسمت علی صاحب** دیکھی۔ اپنی شرمناک شکست پر پردہ ڈالنے کے لئے خود ہی تو اپنے ساتھ والوں سے نعرے لگوانے اور پھر خود ہی دوسروں کو دھوکہ دینے کے لئے کہتے ہیں کہ بھائیو! چپ رہو۔

خاموش ہو جاؤ ! ارے سنبھلی صاحب ! میں آپ کی ان چالوں کو خوب سمجھتا ہوں۔ آپ کو شرم نہیں آتی ؟ آپ ہم کو توبہ کا وعظ لکھتے ہیں۔ آپ کو اور آپ کے بڑوں کو تو حرمین شریفین تک کے علمائے کافر کہا ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں آپ کے بڑوں نے جو بدگوئیاں کی ہیں، کیا وہ آپ کو یاد نہیں رہیں، اور کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا ان کو بھول گئی، اب تک تو صرف حضور ص کے علم غیب شریف کی بحث ہوئی۔ اب لیجئے ! میں آپ کے ناپاک عقیدوں کا پول کھولتا ہوں۔

بھائیو ! سنبھلی صاحب کے مقتدا بلکہ سارے دہائیوں دیوبندیوں کے پیشوا مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی نے اپنی کتاب ”براہین قاطعہ“ میں شیطان کے لئے تو علم کی وسعت کو تسلیم کیا ہے اور حضور ص کی وسعت علم سے انکار کیا ہے اور لکھا ہے کہ شیطان کے علم کی وسعت نص سے ثابت ہے اور حضور ص کے علم کی وسعت کی کوئی کوئی دلیل نہیں۔ ذرا سنئے ! اس کی اصل عبارت یہ ہے۔

”شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کوئی

نص قطعی ہے، جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرنا ہے۔“

دیکھئے ! اس عبارت میں شیطان اور ملک الموت کی وسعت علمی پر تو ایمان لایا جا رہا ہے اور حضور

کی وسعت علمی سے قطعی انکار کیا جا رہا ہے بلکہ اس کو شرک بتلایا جا رہا ہے۔ بھائیو ! کیا کوئی مسلمان ایسی ناپاک بات منہ سے نکال سکتا ہے ؟

اور سنئے ! سنبھلی صاحب : سارے دہائیوں کے ایک دوسرے زندہ پیشوا اور تمام دیوبندیوں کے مقتدا اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب ”حفظ الایمان“ میں لکھا ہے کہ جیسا علم غیب حضور اقدس علیہ السلام کو ہے ایسا ہرزید و عمرو اور ہر بچے اور ہر پاگل بلکہ جانوروں کو سچی کہ کتوں بلیوں کو بھی ہے یہ دیکھئے میں ان کی اصل عبارت پڑھتا ہوں.....

از مرتب غفرلہ مولوی حشمت علی صاحب کی یہ بے جوڑ اور جلالی تقریر یہاں تک پہنچی تھی

کہ مولانا نعمانی مدظلہ کھڑے ہو گئے۔ اور آپ نے مولوی حشمت علی صاحب

کی تقریر میں مداخلت کرتے ہوئے پر زور طریقہ پر کہا۔

جناب ! یہ مناظرہ مسئلہ علم غیب نبوی پر ہو رہا ہے اور یہ آپ کی آخری تقریر ہے جس کے بعد میری کوئی تقریر نہیں ہے۔ لہذا اس میں تو آپ اصولاً مسئلہ علم غیب کے متعلق بھی کوئی نئی چیز پیش نہیں کر سکتے، پھر جتنیکہ آپ اپنی کھلی شکست پر پردہ ڈالنے کے لئے ”براہین قاطعہ“ اور ”حفظ الایمان“ کی عبارات کے بحث شروع کر رہے ہیں جس کا یہاں کے موضوع سے کوئی تعلق نہیں۔ درحقیقت یہ آپ کی انتہائی عاجزی اور لاچارگی کی دلیل ہے کہ جب میرے براہین قاہرہ کا کوئی جواب آپ کے پاس نہیں ہے، اور جب آپ کی یہ آخری تقریر ہے اور آپ کو اطمینان ہے کہ اس کے بعد محمد منظور کو جواب دہی کا بھی موقع نہیں ملے گا تو آپ ایک بالکل نئی بحث شروع کر رہے ہیں۔ آپ اس آخری تقریر میں ہرگز اس قسم کی کوئی نئی بات کہنے کے مجاز نہیں ہیں۔

علاوہ ازیں عبارت ”براہین قاطعہ“ اور ”حفظ الایمان“ کی اس بحث کے تو ذکر سے بھی آپ کو شرم آنی چاہئے۔ کیوں کہ ان کے متعلق میرا آپ کا تحریری مناظرہ جاری ہے۔ اور ان کتابوں کی عبارت پر آپ حضرات کو جو یہ اعتراضات ہیں، میں ان کا مفصل اور کافی شافی رد لکھ کر اب سے تین سال پہلے ”معرکہ القلم“ کے عنوان سے شائع بھی کر چکا ہوں۔ اور آپ کی جماعت کے تمام ذمہ دار حضرات کو اور خاص طور پر آپ کو مخاطب کر کے اس کے جواب الجواب کی بار بار دعوت دے چکا ہوں۔ مگر آج تک آپ کی ساری جماعت اس سے عاجز ہے۔ خود آپ نے میرے مطالبہ اور کھلے چیلنج ہی سے مجبور ہو کر جمادی الاول ۱۳۵۷ھ میں اس کا جواب لکھنے کا اعلان کیا تھا، اور جواب ہی کے وعدے پر مجھ سے اس کا ایک نسخہ منگوایا تھا جو اسی وقت میں نے رجسٹری سے بھیج دیا تھا اور اس کی رسید بھی آپ نے مجھ کو لکھ دی تھی جو یہاں بھی میرے پاس موجود ہے۔ لیکن آج اس واقعہ کو ڈیڑھ برس گزر گیا مگر ابھی تک آپ اس کا جواب نہیں دے سکے، پس جب تک کہ آپ ”معرکہ القلم“ کے جواب سے سبکدوش نہ ہو جائیں اس وقت تک تو آپ کو اس بحث کے تذکرے سے بھی شرمنا چاہئے، بشرطیکہ آپ کے نزدیک حیا و شرم کوئی چیز ہو۔

بہر حال اس آخری تقریر میں آپ کو براہین قاطعہ و حفظ الایمان وغیرہ کی کسی نئی بحث کا کوئی حق نہیں۔ ہاں اگر فی الحقیقت آپ ان مباحث پر بھی گفتگو کرنا چاہتے ہیں تو ایک صورت یہ ہے کہ علم غیب کی

بحث تو اب ختم ہو گئی۔ اب ان دوسری بحثوں کے لئے ابھی وقت طے کر لیجئے۔ اور ابھی دن کا کافی حصہ باقی ہے۔ انشاء اللہ حاضرین کو ان مباحث کی حقیقت بھی معلوم ہو جائے گی اور پتہ چل جائے گا کہ کس کے عقیدے گندے ہیں ؟ کون اصل مجرم ہے ؟ اور کون مفتری و کذاب ہے ؟ لیکن خلطِ مبحث کے طور پر اس تقریر میں آپ ہرگز کوئی نئی بحث شروع نہیں کر سکتے۔ اس میں تو اگر آپ کو کچھ کہنا ہو تو صرف علم غیب ہی کے متعلق کہہ سکتے ہیں اور اسی کے متعلق سنا جاسکتا ہے۔



حضرت مولانا نعمانی جس وقت یہ تقریر فرما رہے تھے، اور جس وقت آپ ”معرکہ القلم“ کے جواب کا مطالبہ کر رہے تھے، مولوی حشمت علی صاحب نے ایک نیا رسالہ نکالا اور ایک عجیب اور قابل دید انداز میں اس کا گوشہ پکڑ کر لٹکاتے ہلاتے رہے۔ اور حبیب مولانا نعمانی اپنی مندرجہ بالا تقریر ختم فرما چکے تو آپ نے کہا، لیجئے آپ کے ”معرکہ القلم“ کا جواب یہ موجود ہے۔ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے سمجھا اور تمام حاضرین کو بھی یہ خیال ہوا کہ مولوی حشمت علی صاحب جو رسالہ پیش کر رہے ہیں وہ واقعی ”معرکہ القلم“ کا جواب ہو گا۔ چنانچہ مولانا نے فرمایا کہ آپ کو یہ جواب چھپنے کے بعد سب سے پہلے میرے پاس بھیجنا چاہئے تھا۔ اگر یہ میرے پاس یہ پہنچ چکا ہوتا تو بعون اللہ اب تک اس کا جواب الجواب بھی تیار ہو چکا ہوتا۔ خیر ! اب یہ مجھے دے دیجئے اور جی چاہے تو ہاتھ کے ہاتھ نقد جواب زبانی سن لیجئے ! اور اگر تحریری جواب مطلوب ہو تو انشاء اللہ جلد سے جلد ”الفرقان“ میں ملاحظہ فرما لیجئے گا۔ مولوی حشمت علی صاحب نے فرمایا میں ابھی آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔ مولوی حشمت علی صاحب کے وقت کا زیادہ حصہ اسی گفتگو میں گزر گیا۔ اس کے بعد انہوں نے مولانا نعمانی مدظلہ کے فرمانے کے مطابق ”براہین قاطعہ اور حفظ الایمان“ کی عبارات کی بحث چھوڑ کر علم غیب کے متعلق اپنے پہلے پیش کئے ہوئے دلائل کی فرست پیش کرنی شروع کی۔ اور ان آیات و احادیث اور اقوال و عبارات کو گنانا شروع کیا جو وہ دونوں دن کے مناظرہ میں پیش کر چکے تھے۔ لیکن ابھی یہ فرست پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ طے شدہ وقت ختم ہو گیا۔

موصوف وقت ختم ہو جانے کے باوجود تقریر کو ابھی جاری رکھنا چاہتے تھے مگر مقامی ذمہ داران اس نے

جنہوں نے پہلے مناظرہ کا انتہائی وقت فریقین کے کہنے کے مطابق نوٹ کر لیا تھا، آپ کو روک دیا اور اس طرح آپ اپنے دلائل کی پوری فہرست بھی پیش نہ کر سکے۔ ہم ناظرین کرام سے درخواست کریں گے کہ وہ اس پوری روئید کو ملاحظہ فرما کر ان کے تمام دلائل پر پھر ایک اجمالی نظر ڈال لیں تاکہ وہ پوری فہرست ان کے سامنے آجائے۔



مولوی حشمت علی صاحب کی اس آخری تقریر کے اختتام پر جب مجلس مناظرہ برخاست ہونے لگی تو مولانا نعمانی مظلہ نے پھر ان سے فرمایا کہ جناب وہ ”معرکہ اقلیم“ کا جواب ابھی تک میرے پاس نہیں پہنچا۔
 ”انہیں جواب دیا کہ میں ابھی بھیجتا ہوں۔“ چند منٹ کے بعد حبیب دہاں سے قیام گاہ کی طرف واپسی ہونے لگی تو پھر ان سے کہا گیا۔ ”انہوں نے کہا کہ میں نے ایک آدمی کو ابھی دیا، وہ آپ کو دے دیں گے۔“

چنانچہ قیام گاہ پر پہنچنے کے بعد جب وہ رسالہ مولانا کے پاس پہنچا تو یہ دیکھ کر حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ اس رسالہ کا کوئی تعلق ”معرکہ اقلیم“ سے نہیں تھا، اور نہ وہ مولوی حشمت علی صاحب کا تصنیف کردہ ہی تھا، بلکہ مولوی سردار احمد گورداسپوری مدرس مدرسہ رضا خانیہ بریلوی کا نام اس پر بحیثیت مصنف لکھا ہوا تھا۔ سب لوگ مولوی حشمت علی صاحب کی اس دیدہ دلیری اور دل دہاڑے اس دھوکہ بازی کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔

گورداسپوری صاحب کے اس رسالہ کا نام تھا ”موت کا پیغام دیوبندی مولویوں کے نام“
 حضرت مولانا مظلہ نے یہ رسالہ اسی وقت جواب کے لئے ناچیز راقم الحروف کے حوالہ فرما دیا۔ اور اس عاجز نے بعون اللہ انہی ایام میں اس کا جواب ”جہنم کی بشارت“ لکھ دیا جو پہلے مجلہ جلیلہ ”الفرقان“ میں اور اس کے بعد کلبانی شکل میں بھی شائع ہو گیا۔ فلتہ الحمد۔

یہ ہیں مناظرہ سلا نوالی کے کوائف

جو لوگ اس مناظرہ میں شریک تھے انہوں نے تو حق سچائی

کے اس معرکہ کو برآی العین دیکھا۔ اور امید ہے کہ دوسرے لوگ اس روئیداد کے مطالعہ سے بھی قریب قریب وہی لطف اٹھا سکیں گے۔ اور وہی فائدہ حاصل کر سکیں گے۔ کیونکہ ہم نے ہر فریق کے دلائل اور ہر مناظر کی تقریروں کو کاہل دیانت داری سے پیش کرنے کی پوری پوری سعی کی ہے۔ اس پر بھی جو کوتاہی رہ گئی ہو، اس کے لئے ہم اپنے پروردگار

سے عفو خواہ ہیں۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ تَسِينَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْنَا
مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاعْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا
عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ .

وَاَنَا الْعَبْدُ الْمَذْنِبُ

اسحق عبد اللہ محمد عطاء اللہ کان اللہ لہ



صاحب کتاب کا مختصر تعارف

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم ۱۸ شوال ۱۳۲۳ھ اوّل ۱۹۰۵ء میں صنع سنبھل میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم پہلے سنبھل اور چند دن مدرسہ عبدالرب دہلی میں پائی۔ بعد ازاں دارالعلوم مٹوا، ضلع اعظم گڑھ میں پڑھتے رہے۔ ابتدائی تعلیم سے فارغ ہو کر مرکز علوم اسلامیہ ازہر ہند دارالعلوم دیوبند میں دو سال تک کسب فیض کے بعد ۱۳۲۵ھ میں دورہ حدیث شریف کے امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کر کے اول پوزیشن حاصل کی، فراغت کے بعد امر وہمہ کے مدرسہ میں تین سال تدریس کے فرائض انجام دیے بعد ازاں چار سال تک دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔

۱۳۵۳ھ / ۱۹۳۴ء میں بریلی سے مابینۃ الفرقان، جاری کیا۔ ۱۳۶۰ھ - ۱۹۴۱ء میں منعقد ہونے والے جماعت اسلامی کے تاسیسی اجلاس میں آپ کو نائب امیر منتخب کیا گیا اور تاسیسی اجلاس کے ۶ ماہ بعد جماعت اسلامی کے مرکز پٹھان کوٹ کی بستی دارالاسلام میں ہجرت کی نیت سے مستقل قیام کے لیے تشریف لے آئے۔ افسوس مولانا مودودی کو قریب دیکھنے کے بعد آپ متغیر اور بدول ہو گئے اور صرف ۶ ماہ کی قلیل مدت کے بعد شعبان ۱۳۶۱ھ میں واپس وطن سنبھل چلے آئے اور جماعت اسلامی سے علیحدگی اختیار کر لی۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ”مولانا مودودی کے ساتھ میری رفاقت کی سرگزشت اور اب میرا موقف“

۱۳۶۳ھ سے تبلیغی جماعت سے وابستہ ہیں۔

رابطہ عالم اسلامی (مکہ مکرمہ) کے مستقل رکن ہیں۔

۱۳۶۲ھ میں دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن منتخب ہوئے۔

مولانا نعمانی اردو کے صاحب طرز ادیب اور مصنف ہیں آپ کی تصانیف عام فہم سوتی ہیں

طرز نگارش سادہ سلیس اور شگفتہ ہے یہی وجہ ہے کہ وہ عوام و خواص دونوں حلقوں میں مقبول اور پسندیدہ ہیں۔

تصانیف : مولانا کی مقبول عام چند تصانیف کے نام یہ ہیں۔

- (۱) اسلام کیا ہے (۲) دین و شریعت (۳) قرآن آپ سے کیا کہتا ہے
- (۴) معارف الحدیث سات جلد (۵) کلمہ طیبہ کی حقیقت (۶) نماز کی حقیقت
- (۷) آپ حج کیسے کریں (۸) برکات رمضان (۹) تحقیق مسئلہ ایصال ثواب۔
- (۱۰) تصوف کیا ہے (۱۱) تذکرہ امام ربانیؒ (۱۲) ملفوظات مولانا محمد الیاس۔
- (۱۳) بوارق الغیب (۱۴) حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ پر معاندین کے الزامات (۱۵)
- خاکسار تحریک (۱۶) قرآن علم کی روشنی میں (۱۷) اسلام اور کفر کے حدود (۱۸)
- قادیانی کیوں مسلمان نہیں (۱۹) سیفِ یمانی (۲۰) مولانا مودودی کے ساتھ میری رفاقت
- کی سرگزشت اور اب میرا موقف (۲۱) شیخ محمد بن عبد الوہاب کے خلاف پروپیگنڈہ
- اور ہندوستان کے علماء حق پر اس کے اثرات (۲۲) ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت
- آپ کی تصانیف میں "معارف الحدیث"، "احادیث نبوی (علیٰ صا جہا
- الصلوٰۃ والسلام) کا ایک جامع اور شاہکار انتخاب ہے جس میں احادیث کی
- تشریح کے اندر جدید دور کی نفسیات اور اس کے جدید تقاضوں کا پوری طرح
- محاط رکھا گیا ہے،

مناظرے : حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم ایک کامیاب ترین مناظر رہ چکے ہیں آپ نے اپنی زندگی میں بے شمار مناظرے کئے جن میں سے اکثر مناظرے بریلوی علماء کے ساتھ ہوئے۔ مولانا کی خوبی یہ ہے کہ میدانِ مناظرہ میں فریقِ مخالف کی کالم گلوچ اور سب و شتم کے مقابلہ میں کبھی بھی تہذیبِ شائستگی، سنجیدگی و متانت اور وقار کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ عقلی اور نقلی دلائل کے زور پر ہی ہمیشہ فریق

مخالفت کو چاروں شانے چت کیا ہے۔

مولانا کی اس خوبی کا اعتراف انہوں نے علاوہ غیروں نے بھی کیا ہے چنانچہ مولانا کا جو مناظرہ ۱۹۳۶ء میں سلانوالی ضلع سرگودھا میں بریلویوں کے ساتھ ہوا اس میں بریلویوں کی طرف سے صدر مناظرہ مجاہد ملت قائد اہلسنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ کے والد ماجد مولانا کریم الدین صاحب مرحوم تھے جو مولانا کی اسی خوبی کی وجہ سے اکابر علماء دیوبند کے مسلک کی حقانیت کے قائل ہی نہیں بلکہ ان کے عقیدت مندوں میں شامل ہو گئے تھے اس کی تفصیل خود حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم نے آفتاب ہدایت کے مقدمہ میں اس طرح درج کی ہے۔

”غالباً ۱۹۳۶ء کا واقعہ ہے کہ سلانوالی ضلع سرگودھا میں علماء دیوبند

اور علماء بریلی کے مابین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب

کلی ماکان وما یكون کے موضوع پر ایک معرکہ الارار مناظرہ ہوا

جس میں مولانا مرحوم (مولانا کریم الدین) علماء بریلی کی طرف سے

صدر مقرر ہوئے تھے اس مناظرہ سے واپس آکر آپ نے راقم الحروف

سے دیوبندی مناظر مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدیر الفرقان کی

تہذیب و متانت کی بہت تعریف فرمائی اس کے علاوہ خدا جانے

آپ نے اس مناظرہ سے کیا کیا اثرات لیے اگلے سال رمضان ۱۳۵۶ھ

میں احقر نے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہونے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ

نے بخوشی اجازت دے دی اور خود اعلیٰ حضرت مولانا حسین احمد صاحب

مدنی مدظلہ کی خدمت میں اس مضمون کا عرضیہ لکھا۔

”میں اپنے فرزند کو دارالعلوم میں حضرت کے زیر سایہ تعلیم دلانا چاہتا

ہوں“ حضرت والا مدظلہ نے سلہٹ آسام سے جواب تحریر فرمایا جس

کا مضمون یہ تھا کہ

”آپ اپنے لڑکے کو ابتداءً شوال میں دیوبند بھیج دیں میں نے حضرت شیخ
الادب مولانا اعزاز علی صاحب کو اس کے متعلق لکھ دیا ہے وہ مہربانی فرمائیگی۔“
حضرت کے گرامی نامہ کو مولانا مرحوم نے اپنے لیے باعث افتخار جانا اور
فرمایا کہ آج ہندوستان کی بہت بڑی شخصیت کا خط آیا ہے، یہ الفاظ آپ
نے بڑی عقیدت سے کہے تھے شوال میں بندہ دارالعلوم میں داخل ہو گیا
شعبان ۱۳۵۸ھ میں جب وہاں سے فارغ ہو کر گھر آیا تو جناب والد مرحوم
سے اکابر دیوبند کے حالات بیان کئے حضرت مدنی مدظلہ کے بعض حالات
سنائے جو میں نے قلم بند کر لیے تھے تو آپ نے حضرت کے متعلق فرمایا
کہ ”آپ ولی اللہ ہیں۔“ قلب العارفین حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی
قدس سرہ اور امام العالم حضرت مولانا محمود حسن صاحب شیخ الہند کے
حالات سن کر فرط عقیدت سے والد صاحب کی آنکھیں بعض اوقات
آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھیں تمام اکابر دیوبند سے مولانا مرحوم کو عقیدت
کا تعلق پیدا ہو گیا تھا۔ ایک دفعہ راولپنڈی کے کسی کتب خانہ میں آپ
کو امام الطریقیت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ
کی تفسیر بیان القرآن کے بعض مقامات سننے کا موقع ملا، راولپنڈی جیل میں
عند الملاقات بندہ کے سامنے اس تفسیر کی بہت تعریف کی اور اس کی
بعض خصوصیات بھی بیان کیں۔“

گویا مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کی تہذیب و شائستگی، سنجیدگی و متانت ہی کی
وجہ سے مولانا کرم الدین مرحوم علماء دیوبند کے عقیدت مند ہو گئے اور ان کے سبب
علماء دیوبند کو مولانا قاضی مظہر حسین صاحب زید مجتہم جیسا عالم حقانی عارف ربانی مجاہد

ملت، قائد اہلسنت ملا، حضرت قاضی مظہر حسین صاحب مزید لکھتے ہیں۔
 ”شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنیؒ سے بیعت : مولانا مرحوم ابتدائی عمر میں کتب
 درسیہ سے فارغ ہو کر پنجاب کے ایک شیخ سے بیعت ہوئے تھے لیکن تھوڑے
 عرصہ کے بعد وہ بزرگ انتقال فرما گئے، پھر آپ دوسرے مشاغل میں پڑ گئے اور
 ماقاعدہ سلوک الی اللہ میں عملی قدم نہ اٹھا سکے، اب زندگی کی آخری منزل میں جب
 مصائب کا نزول ہوا اور منزل آخرت قریب نظر آئی تو کسی مرشدِ کامل سے
 استفاضہ ضروری سمجھا۔ اکابر دیوبند سے عقیدت تو پیدا ہو چکی تھی اس غرض سے
 جامع علوم و معارف قدوة الواصلین شیخ العصر حضرت مولانا حسین احمد مدنی شیخ
 الحدیث دارالعلوم دیوبند دامت برکاتہم کی خدمت اقدس میں بیعت کے لیے
 درخواست بھیجی، حضرت والا مدظلہ نے اپنے کرامت نامہ میں ارشاد فرمایا۔

”تجدید بیعت کی ضرورت نہیں آپ اپنے سابق شیخ کے تلمیذین
 فرمودہ وظیفہ پر عمل کریں میں آپ کے لیے اور آپ کے عزیز کے
 لیے حسنِ خاتمہ کی دعا کرتا ہوں۔“ اس کے بعد جناب والد صاحب
 مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ جب سے بیعت کا تعلق اختیار کیا ہے
 حضرت مولانا مدنیؒ سے غائبانہ مجھ کو فیض حاصل ہوتا ہے، اس
 کے بعد جلد ہی مولانا مرحوم انتقال فرما گئے۔“